شرح وقایہ اخیرین کی لاجواب مستند اُردو شرح

زادُالوقایہ

حضرت مولانا عبدالغفور لکھنوی صاحب رحمہ اللہ
کی تصنیف لطیف ''نورالہدایہ'' شرح وقایہ اخیرین کی اُردو شرح
جدید ترتیب وتزئین...... عنوانات...... تسہیل...... مکمل عربی متن
اور جدید مسائل پر تحقیقات کے اضافہ کے ساتھ

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240
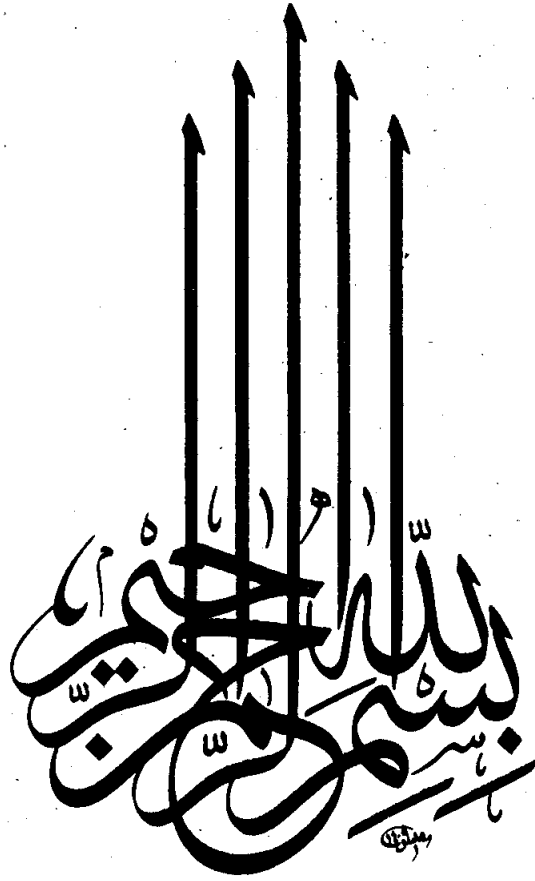
زاد الوقایہ

شرح وقایہ اخیرین کی اردو شرح

زاد الوقایہ

حضرۃ مولینا عبد الغفار لکھنوی

کی اردو شرح وقایہ اخیرین نئی ترتیب
عنوانات، تسہیل مکمل عربی متن
اور جدید مسائل پر تحقیقات کا اضافہ

ادارۂ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240

ضروری وضاحت

ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ غلطیوں کی تصحیح واصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

نام کتاب

زاد الوقایه

تاریخ اشاعت............صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

ناشر............ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت............سلامت اقبال پریس ملتان

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان --- ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور --- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی

یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور --- دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

کچھ کتاب کے بارے میں

وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے مدارس عربیہ کے نصاب میں حال ہی میں جو ترمیمات کی ہیں وہ خوش آئندہ اور مفید ہیں۔ مگر سر دست حضرات مدرسین وطلبہ کرام کو کچھ مشکلات اس حوالہ سے ہوئی کہ جو نئی کتابیں نصاب میں شامل کی گئیں ان کی تدریس کے لئے معاون کتب میسر نہیں تھیں۔ انہیں میں سے ایک کتاب ''شرح وقایہ اخیرین'' ہے اسے باقاعدہ نصاب میں شامل کیا گیا اور مدارس میں تدریس کا آغاز بھی ہو گیا مگر اس کی کوئی مکمل وسہل الافادہ شرح میسر نہیں تھی ''نورالہدایہ'' کے نام سے ایک پرانی شرح سامنے آئی۔ جو کہ حضرت مولانا عبدالغفار لکھنوی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے' بے سروسامانی کے عالم میں بہت بڑی غنیمت ثابت ہوئی۔ ہر طرف اسی کی مانگ ہوئی مگر اس سے استفادہ میں ایک بڑی مشکل پیش آرہی تھی۔ وہ یہ کہ شرح بغیر عربی متن کے' غیر مسلسل اور کتابت کا انداز بھی نہایت قدیم۔

ایسی صورتحال میں دینی کتب کے ناشرین کی منصبی ذمہ داری ہے کہ وہ اہل علم حضرات کے لئے ان کی ضرورت کی کتب اعلیٰ معیار پر پیش کر کے دنیا وآخرت میں سرخرو ہوں' ہمیں اسی ذمہ داری کے احساس نے اس عمل پر آمادہ کیا کہ سر دست اسی ''نورالہدایہ'' کو ایسی جدید ترتیب وانداز سے پیش کیا جائے جس میں علمائے کرام وطلبائے عزیز کو استفادہ میں آسانی ہو۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ماہر مدرسین حضرات سے مشاورت کے بعد اس کام کا آغاز کیا گیا۔

اس مبارک کام کے لئے ''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' کی مجلس تحقیقات اسلامیہ کے کارکن حضرت مولانا زاہد محمود قاسمی (مدرس جامعہ قاسم العلوم) کو مقرر کیا گیا' جنہوں نے مجلس تحقیقات کی نگرانی میں مسلسل کام کر کے اس کتاب کو موجودہ شکل دی' جس کا نام ''زادالوقایہ شرح اردو شرح الوقایہ'' (اخیرین) رکھا گیا۔ حضرات علماء وطلبہ کو اطلاع کے لئے اس کا اشتہار بھی دیدیا گیا تھا۔ جس کے بعد کثیر تعداد میں آرڈر آنے شروع ہو گئے ہم معذرت خواہ ہیں کہ کتاب کی تیاری میں ہمارے کرم فرماؤں کی توقعات اور ہمارے اندازہ سے کچھ زیادہ وقت لگا ہے۔ کیونکہ ایسی کتب کو اشاعت کے مرحلہ تک لانے کے لئے بہت مراحل سے گذرنا پڑتا ہے۔ سب سے پہلا کام ترتیب وتسوید کا ہے خود اس کام کو کئی مرحلوں میں تقسیم کر کے کرنا پڑا۔ پہلے مرحلہ میں کتاب کی تقطیع کر کے عنوانات قائم کئے گئے۔ دوسرے مرحلہ میں اردو کے ساتھ عربی متن کی تقطیع کر کے لگایا گیا۔ پھر عربی اردو میں مطابقت کے لئے مسلسل نمبر لگائے گئے۔ پھر مختلف ابواب میں متعلقہ مسائل پر جدید تحقیقات اکابر کی کتب سے اخذ کر کے ضمیمہ کے طور پر لگائی گئیں' اس کے بعد کمپیوزنگ وتصحیح کا مرحلہ آیا اور یہ کام بھی از خود کڑی نگرانی کا متقاضی تھا' بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل سے کتاب اپنے تمام مراحل سے گذر کر اب اہل علم کی خدمت میں پیش ہے' ہم علماء وطلبہ سب حضرات سے دعاؤں اور نیک تمناؤں کے خواہشمند ہیں۔

ایک بات' ہم خاص طور پر گوش گذار کرنا چاہتے ہیں' وہ یہ کہ تصحیح میں اپنے طور پر پوری توجہ وکوشش سے کام کیا گیا ہے پھر بھی اگر کہیں کوئی خامی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرما کر ممنون فرمائیں' یہ معاملہ بہت ہی حساس ہے اس لئے شفقت وتعاون کی درخواست ہے' علمائے کرام سے سنا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب ''الامّ'' کی چار دفعہ ایک مجلس سے تصحیح کرائی گئی مگر پھر بھی غلطیاں باقی رہیں تو امام صاحبؒ نے فرمایا انسانی کوشش کی حد تک ہم نے کوئی گنجائش نہیں چھوڑی مگر غلطیوں سے مبرا ہونے کی خصوصیت صرف قرآن کریم کو ہی حاصل ہے اور قیامت تک اسی کو حاصل رہے گی۔

بزرگوں کی کتابوں میں یہ دیکھا اور پڑھا ہے کہ جب ایک جزء اپنے نکتۂ تکمیل کو پہنچتا ہے تو اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ ''قدتم الجزء الاول ویلیہ الجزء الثانی'' اس جملہ سے جہاں یہ نشاندہی ہوتی ہے کہ کتاب ختم نہیں ہوئی بلکہ ابھی جاری ہے وہاں اس انداز سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ کام میں تسلسل اور پیش قدمی کبھی رکنی نہیں چاہئے' اس سبق پر عمل کرتے ہوئے ہم بھی اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے یہ اطلاع بھی اسی مضمون میں ہی حضرات علماء کرام کو دیتے ہیں کہ ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں شرح وقایہ اخیرین کی اس اردو شرح کے ساتھ عربی شرح ''عمدۃ الرعایۃ'' سلیس اردو ترجمہ بھی مرتب کر کے پیش کریں گے۔ والسلام

خادم العلماء والطلباء

احقر: محمد اسحٰق عفی عنہ

صفر المظفر ۱۴۲۶ھ

فہرست مضامین

الجزء الرابع

حضرۃ مولینا عبد الغفار لکھنوی
کی اردو شرح وقایہ اخیرین نئی ترتیب
عنوانات، تسہیل مکمل عربی متن
اور جدید مسائل پر تحقیقات کا اضافہ

الجز الثالث

ادارۂ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

كتاب البيع

(١)هو مبادلة المال بالمال ينعقد بايجاب و قبول بلفظي الماضى (٣) و بتعاط فى النفيس والخسيس فمبادلة المال بالمال علة صورية للبيع والايجاب والقبول والتعاطى علة مادية له والمبادلة يكون بين اثنين فهما العلة الفاعلية (٢)ولم يقل على سبيل التراضي ليشمل مالايكون بالتراضى كبيع المكره فانه ينعقد هوالصحيح (٤) انما قال هذالان عندالبعض انما ينعقد بالتعاطى فى الخسيس لافي النفيس والتعاطى عندالبعض الاعطاء من الجانبين ويكفي عند البعض من احد الجانبين كما اذاساوم احد المبيع ولم يكن معه وعاء يجعل المبيع فيه فكال ففارقه فجاء بالوعاء واعطى الثمن فهوجائز ولوقال كيف تبيع الحنطة فقال قفيزاً بدرهم وقال كلني خمسة اقفزة فكال فذهب بها فهذا بيع و عليه خمسة دراهم (٥) واذا اوجب واحد قبل الاخر فى المجلس كل المبيع بكل الثمن اوترک الاذابين ثمن کل ای اذا قال بعت هذا بدرهم وذلک بدرهم فقبل احدهما بدرهم يجوز ومالم يقبل بطل الايجاب ان رجع الموجب اوقام احدهما عن مجلسه

(١) بیع کی تعریف

بیع کہتے ہیں مال سے مال بدلنے کو اور وہ منعقد ہوتی ہے ایجاب اور قبول سے دونوں ماضی کے صیغے ہوں۔

فائدہ: بیع کی حلت کا ثبوت

جاننا چاہئے کہ حلت اور جواز بیع کا کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے واحل الله البيع وحرم الربوا یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور بیاج کو حرام کیا اور روایت کی احمدؒ نے مسند میں اور بزار نے رفاعہ بن رافعؓ سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ کونسا کسب بہتر ہے فرمایا آپ نے کھانا مرد کا اپنے ہاتھ سے اور سب خرید وفروخت جو بھلی ہووے صحیح کیا اس حدیث کو حاکم نے اور روایت کی ابوداؤدؒ و ترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اے گروہ سوداگروں کے تحقیق کہ خرید وفروخت میں لغو اور قسم ہوتی ہے تو ملادو اس کو تم صدقے سے یعنی بیع میں اکثر بیکار باتیں اور جھوٹی قسمیں صادر ہوجاتی ہیں تو اس گناہ کے اٹھانے کے لئے صدقہ دیا کرو اور مبعوث ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حال آنکہ لوگ خرید وفروخت کیا کرتے تھے تو اجماع ہوگیا اس پر اور عقل بھی یہی چاہتی ہے کہ بیع جائز ہووے کیونکہ آدمی محتاج ہے کھانے کپڑے گھر کا تو اگر کھانے کے لئے کھیت کا جوتنا پھر اس میں بیج بونا پھر اس کا سینچنا اور حفاظت کرنا پھر کھیت کا کاٹنا اور اناج کا صاف کرنا پھر پیسنا اور خمیر کرنا اور روٹی کا پکانا سب اسی کی ذات سے متعلق ہووے تو اس سے ہرگز نہ ہوسکے گا اور اسی طرح کپڑے میں روئی کے درخت بونا اور اس میں سے روئی نکالنا اور کاتنا اور بننا یہ سب کام اس سے بذات خاص ممکن نہیں اس واسطے ضرور ہوا کہ اپنی حاجت روائی کے لئے کچھ خرید کرے اور کچھ آپ کرے کیونکہ اگر خرید نہ ہوتی تو یا تو دوسرے کی چیز کو زبردستی سے چھین لیتا یا بھیک مانگتا یا صبر کر کے بیٹھ رہتا اور ہر طرح خرابی ہے کذافی الفتح اور دونوں طرف مال کی قید اس واسطے لگائی کہ جو چیز مال نہیں ہے مثلاً شخص آزاد

یا آگ تو اس کی بیع جائز نہیں اور ایجاب کہتے ہیں اس بات کو جو پہلے کہی جاوے اور قبول جو اس کے جواب میں دوسرا کہے مثلاً اگر پہلے بائع نے کہا میں نے بیچا بعد اس کے مشتری نے کہا میں نے خریدا تو بائع کا قول ایجاب ہوا اور مشتری کا قول قبول اور جو پہلے مشتری نے کہا میں نے خریدا بعد اس کے بائع نے کہا میں نے بیچا تو مشتری کا قول ایجاب ہوا اور بائع کا قول قبول اور یہ بھی شرط ہے کہ دونوں لفظ ماضی کے صیغے ہوں یعنی بیع کے ثبوت پر دلالت کریں تو اگر مشتری نے صیغہ امر کہا یعنی بیچ میرے ہاتھ اور بائع نے کہا بیچا تو اب بیع صحیح نہ ہوگی جب تک پھر مشتری نہ کہے خریدا

(۲) رضامندی کی شرط نہ لگانا

اور رضامندی کی قید بیع میں اس واسطے نہ لگائی کہ بیع مکرہ کی یعنی جس پر زبردستی کی جاوے مال بیچنے پر منعقد ہے۔ (اور اس کا بیان کتاب الاکراہ میں آوے گا)

(۳) بیع تعاطی

اور بھی بیع جائز ہو جاتی ہے اس طرح کہ بائع اپنی چیز مشتری کو اٹھا کر دے دے اور مشتری دام اس کے حوالے کرے اور زبان سے کچھ نہ کہیں اس کو بیع تعاطی کہتے ہیں اور جائز ہے یہ عمدہ نفیس چیزوں میں اور ذلیل چیزوں میں بھی اور کرخیؒ کے نزدیک یہ خسیس یعنی ذلیل چیزوں میں جائز ہے اور عمدہ نفیس چیزوں میں جائز نہیں۔

فائدہ:۔ ذلیل چیزیں ہلکی قیمت کی جیسے ترکاری گھاس وغیرہ اور نفیس بھاری قیمت کی چیزیں جیسے کپڑا گھوڑا وغیرہ۔

(۴) بیع تعاطی کی شرط

اور بیع تعاطی میں شرط ہے کہ دونوں جانب سے ہووے اور بعضوں کے نزدیک ایک جانب سے بھی اگر ہوے تو بھی جائز ہے جیسے گیہوں کا نرخ کیا اور مشتری کے پاس کوئی ظرف نہ تھا کہ اس میں گیہوں رکھ کر لے جاوے بعد اسکے ظرف لایا اور قیمت حوالے کی اور گیہوں اٹھا لے گیا۔ (تو اس میں تعاطی صرف مشتری کی جانب سے ہوئی۔

بائع کی طرف سے تعاطی

یا پوچھا کہ گیہوں کیونکر بیچتا ہے تو اس نے کہا ایک پیمانہ ایک درم کو اور وہ پانچ پیمانے نپوا کر لے گیا تو یہ بیع ہو گئی اور مشتری پر پانچ درہم لازم ہوں گے۔

فائدہ:۔ تو اس میں تعاطی صرف بائع کی طرف سے ہوئی لیکن بیع تعاطی میں بہر حال شرط ہے کہ کسی جانب سے نارضامندی نہ ظاہر ہووے مثلاً اگر مشتری نے روپے دے دیئے اور خربوزے اٹھائے لیتا ہے اور بائع کہتا ہے کہ میں اس قیمت پر نہ دوں گا تو بیع منعقد نہ ہوگی درمختار۔

(۵) مجلس کی شرط

پھر جبکہ ایک نے ایجاب کیا تو دوسرا قبول کرے اس کو اسی مجلس میں یعنی کل مبیع کو ساتھ کل قیمت کے لیوے یا کل کو چھوڑ دے مگر جب کئی چیزیں ہوں اور ہر ایک کی بائع الگ الگ قیمت بیان کرے تو بعض کا لے لینا مشتری کو جائز ہے اور جب تک دوسرے نے قبول نہیں کیا ہے تو ایجاب کرنے والا اگر پھر گیا یا کوئی اس مجلس سے کھڑا ہو گیا تو ایجاب باطل ہو جاوے گا۔ (اس واسطے کہ کھڑا ہو جانا دلیل ہے نہ لینے کی)

فائدہ:۔ یعنی مجلس ایجاب میں اس واسطے کہ بعد مجلس ایجاب کے قبول کرنے سے بیع ثابت نہ ہوگی یہاں تک کہ اگر بائع ایجاب کے بعد دوسرے آدمی سے اپنی کسی حاجت میں کلام کرے گا تو ایجاب باطل ہوگا کذا فی بحر طحطاوی نے لکھا ہے کہ مجلس سے وہ مراد ہے جس میں وہ قبول اور فعل نہ پایا جاوے جو اعراض پر دلالت کرے اور وہ مشغولی نہ درپیش ہووے جو ایجاب کو فوت کر دیوے اگرچہ اعراض کے واسطے نہ ہووے کذا فی النہر تو اگر اعراض یا مشغولی مذکور پائی جاوے گی تو ایجاب مذکور باطل ہو جاوے گا اگرچہ بائع اور مشتری کا مکان نشست متحد رہے نہ بدلے۔

(٦) واذا وجدالزم البيع اى لايثبت خيارالمجلس خلافا للشافعي رحمه الله. ولما ذكر الايجاب والقبول ارادان يذكر الثمن والمبيع وانما قدم ذكر الثمن لانه وسيلة الى حصول المبيع وهو المقصود والوسائل متقدمة على المقاصد فقال (٧)وصح البيع فى العوض المشار اليه بلاعلم بقدره ووصفه لافى غير المشاراليه فانه حينئذلابد من ان يذكر قدره ووصفه (٨) وبثمن حال والى اجل علم(٩) وبالثمن المطلق اى ان لم يذكر صفته بان قيل بعت بعشرة دراهم فان استوت مالية النقود فعلى ماقدربه من اى نوع اى يقع البيع على عشرة دراهم من اى نوع كان اى يعطى المشترى اى نوع شاء وان اختلف فعلى الاروج وفسدان استوى رواجها اى فى صورة اختلاف مالية النقود الاان يبين احدها اى احدالنقود وهذا استثناء منقطع لان البحث فى البيع بالثمن المطلق فلايكون حال بيان احدالنقود من جنس احوال اطلاق الثمن. ثم بعد ذكر الثمن شرح فى ذكر المبيع (١٠)فقال وفى الطعام والحبوب كيلا وجزا فان بيع بغير جنسه (١١) و باناء او حجر معين لم يدرقدره

(٦) ایجاب وقبول کے بعد بیع لازم ہے

اور جب ایجاب وقبول دونوں پائے گئے تو بیع لازم ہو گئی اب کسی کو اختیار نہیں مگر خیار عیب یا خیار رویت۔

فائدہ:۔یعنی جب ایجاب وقبول اتنے شرائط کے ساتھ حاصل ہوا تو بیع لازم ہوگئی اب نہ لینے کا اختیار مشتری کو نہیں رہا اور نہ دینے کا بائع کو اختیار نہ رہا سوائے اختیار عیب کے یا رویت کے کہ ان دونوں کا بیان آگے آوے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک بعد ایجاب وقبول کے خیار مجلس ہر ایک کو رہتا ہے جب تک مجلس نہ بدلے دلیل شافعیؒ کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا بخاری و مسلم نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب خرید وفروخت کریں دو مرد تو ہر ایک اختیار رکھتے ہیں جب تک کہ جدا نہ ہوں اور تاویل کی اس کی ابراہیم نخعیؒ نے ساتھ جدائی اقوال کے اور دلیل ہماری قول ہے۔اللہ تعالیٰ کا یآیها الذین امنوا اوفوا بالعقود یعنی اے ایمان والو پورا کرو عقدوں کو اور بیع بھی عقد ہے قبل اختیار کے اور قول اللہ تعالیٰ کا واشهد وا اذاتبایعتم یعنی گواہ کرلو جب باہم بیع کرو تو اس آیت میں حکم ہوا مضبوطی بیع کا ساتھ گواہی کے اور بیع صادق آتی ہے بعد ایجاب وقبول کے تو اگر اختیار ثابت ہو اور بیع لازم نہ ہو تو ان آیتوں کا ابطال ہوتا ہے فتح دوسری دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ جابرؓ نے روایت کی کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار دیا ایک اعرابی کو بعد بیع کے اخراج کیا اس کا ترمذیؒ نے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بعد بیع خیار مدام ثابت نہیں ہوتا۔

(۷) داموں کی طرف اشارہ کر دینا

اور دام اگر سامنے ہوں کہ مشتری اس کی طرف اشارہ کر دیوے تو ضرورت بیان شمار اور وصف کی نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو اس کی تعداد اور وصف بیان کرنا چاہئے۔

فائدہ:۔یعنی اگر قیمت کی رقم سامنے موجود ہووے اور مشتری اشارہ کردے کہ میں ان داموں کے عوض یہ چیز لیتا ہوں تو ضرورت بیان ان کے تعداد اور اوصاف کی نہیں اور اگر اشارہ نہ کرے تو ان کی تعداد کہ دس روپے اور اوصاف یعنی سکہ شاہی یا عالمگیری مثلاً بیان کرنا ضرور ہے۔

(۸) ادھار بیچنا

اور درست ہے نقد داموں بیچنا اور ادھار بیچنا بشرطیکہ ادھار کی مدت معلوم ہووے۔

فائدہ:۔ مثلاً کہہ دیوے کہ ایک ماہ میں اس کے روپے میں دوں گا اس واسطے کہ مدت اگر معلوم نہ ہوگی تو مشتری اور بائع میں جھگڑا ہوگا۔ بائع دام جلدی طلب کرے گا اور مشتری دیر میں دے گا اور دلیل اس کے جواز کی یہ ہے کہ قول اللہ تعالیٰ کا واحل الله البيع وحرم الربوٰا مطلق ہے اس میں یہ قید نہیں کہ دام نقد دیوے اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلہ خریدا ایک یہودی سے میعاد پر اور گرو کردی اس کے پاس زرہ اپنی۔

(۹) دام کے اوصاف ذکر نہ کرنا

اور اگر بیع میں دام کے اوصاف ذکر نہ کئے (مثلاً دس درہم کا نام لیا اور یہ نہ کہا کہ مصری ہیں یا دمشقی) تو اگر اس دام کی سب قسمیں قیمت میں برابر ہیں تو جون سی قسم چاہے دے دے اور اگر قیمت ہر ایک کی مختلف ہے تو جس کا رواج زیادہ ہو وہ دینا پڑے گا اور اگر رواج میں برابر ہوں اور قیمت میں مختلف تو بیع فاسد ہوجاوے گی مگر جو مقرر کردے ایک قسم کو۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشتری میں نزاع ہوگی بائع اس قسم کا درہم مانگے گا جو قیمت میں زیادہ ہو اور مشتری کم قیمت کا دے گا۔

(۱۰) غلہ وغیرہ کی بیع

اور جائز ہے بیع کھانے کی چیزوں کی جیسے گیہوں وغیرہ پیمانہ میں ناپ کر اور ڈھیر لگا کر اگر غیر جنس سے ہو۔

فائدہ:۔ مثلاً غلہ عوض میں روپیئے یا اشرفی یا پیسوں کے بیچے یا گیہوں بدلے میں چاول کے یا جو کے اور اگر ایک جنس سے ہو مثلاً گیہوں بدلے میں گیہوں کے تو ڈھیر لگا کر بیچنا درست نہیں اس واسطے کہ اس میں احتمال ہے زیادتی کا اور زیادتی اس میں بیاج ہے اس واسطے کہ روایت کی جماعت نے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونا بدلے سونے کے اور چاندی بدلے چاندی کے اور گیہوں بدلے گیہوں کے اور جو بدلے جو کے اور کھجور بدلے کھجور کے اور نمک بدلے نمک کے برابر برابر اس ہاتھ دے اور اس ہاتھ لے اور خلاف جنس میں اس کا احتمال نہیں کیونکہ اسی حدیث عبادہ میں ہے کہ جب قسمیں بدل جاویں تو جس طرح چاہو بیچو مگر دست بدست۔

(۱۱) خاص برتن یا معین باٹ سے بیع کرنا

اور ایک برتن خاص یا معین باٹ سے ناپ تول کر بیچنا درست ہے اگرچہ اس کا اندازہ معلوم نہ ہووے۔

(۱۲) وفي صاع في بيع صبرة كل صاع بكذا اى اذاقال بعت هذه الصبرة كل صاع بدرهم صح في صاع واحد و في كلها ان سمى جملة قفزانها اى اذا قال بعت هذه الصبرة و هي عشرة اقفزة كل قفيز بدرهم صح في الكل (۱۳) و فسد في الكل في بيع ثلة اوثوب و كل شاة اوذراع بكذ الان البيع لايجوزالافي واحد وذلك الواحد متفاوت (۱۴) وكذا كل معدود متفاوت (۱۵) فان باع صبرة على انها مائة صاع بمائة و هي اقل اواكثر اخذالمشترى الاقل بحصته او فسخ البيع ومازاد للبائع لانه لم يبع الامائة صاع فالزائد له (۱۶) و ان باع المدروع هكذا اخذالاقل بكل الثمن اوترك والاكثر له بلاخيار للبائع لان الذرع في الثوب وصف والمراد بالوصف الامرالذى اذاقام بالمحل يوجب في ذلك المحل حسناً اوقبحاً فالكمية المحضة لايكون من الاوصاف بل هي اصل لان الكمية

عبارة عن قلة الاجزاء اوكثرتها والشئ انما يوجد بالاجزاء والوصف مايقوم بالشئ فلابدان يكون مؤخراعن وجود ذلک الشئ فالكمية التے تختلف بها الكيفية كالذرع فی الثوب امر يختلف به حسن المزيد عليه فان الثوب اذاكان عشرة اذرع تساوی عشرة دنانير وان كان تسعة اذرع لاتساوی تسعة دنانير لانه لايكفے جبةً والعشرة تكفی فوجود الذرع الزائد علے التسعة يزيد التسعة حسناً فيصير كالاوصاف الزائدة فلا يقابلها شئ من الثمن ای الثمن لاينقسم علے الاجزاء كما ينقسم فی الحنطة فانه اذاكان عشرة اقفزة بعشرة دراهم كان قفيزواحد بدرهم ولا كذلک فی الثوب فاذا با ع عشرة اذرع بعشرة وكان الثوب تسعة اذرع كما فی مسألتنالاياخذه بتسعة بل ان شاء اخذه بعشرة و ان شاء فسخ وان كان زائداكان للمشتری فانه با ع هذا الثوب فوجد المشتری فيه امرامرغوبا كان للمشتری كما اذا اشتری عبدافوجده كاتباوان قال كل ذرا ع بدرهم اخذالاقل بحصته اوترک وكل الاكثركل ذراع بدرهم او فسخ لانه افرد كل ذراع بدرهم فلا بدمن رعاية هذا المعنے. واعلم ان المسألة فيما اذاباع ثوباعلے انه عشرة اذرع بعشرة دراهم كل ذراع بدرهم فاذا هو تسعة اذرع اواحدعشرذراعاً حتے لوكان تسعة ونصفاً او عشرة و نصفا فحكمه ليس كذلک علے ماسياتی فی هذه الصفحة(۱۷) و صح بيع عشرة اسهم من مائة سهم لابيع عشرة اذرع من مائة ذراع من دار هذا عندابی حنيفة وقالا صح فی الوجهين لانه با ع عشرامشاعامن الداروله ان فی الثانی المبيع محل الذراع وهو معين مجهول لامشاع بخلاف السهم

(۱۲) اناج کے ڈھیر کی بیع

اور اگر اناج کا ڈھیر صاع پیچھے ایک درہم ٹھہرا کر بیچے تو صرف ایک صاع کی بیع ہوگی کل ڈھیر کی نہ ہوگی مگر جب جتنے صاع ہیں سب کا ذکر کردیوے مثلاً یوں کہے کہ بیچا میں نے یہ ڈھیر اناج کا کہ دس صاع ہے ہر صاع بدلے میں ایک درہم کے۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں کل ڈھیر میں بیع جائز ہوجائیگی اور صاع ایک پیمانے کا نام ہے جسمیں قریب پونے چار سیر اناج کے سماتا ہے اسی روپیہ کے سیر سے۔

(۱۳) بکریوں کے گلہ اور کپڑے کے تھان کی بیع

اور اگر بکریوں کا گلہ یا کپڑے کا تھان اور ہر بکری یا گز پیچھے درہم ٹھہرا کر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہوگی۔

فائدہ:۔ یعنی ایک بکری اور ایک گز کی بھی صحیح نہ ہوگی اس واسطے کہ یہاں افراد بکری کے مختلف ہیں کیونکہ مشتری موٹی بکری لے گا اور بائع دبلی دے گا۔ بخلاف اناج کے کہ وہاں سب دانے برابر ہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اس میں بھی جائز ہے اور یہ مسئلہ اس کپڑے میں ہے جس میں ایک گز جدا کرنا موجب نقصان کا ہووے اور جو نہ ہووے تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جائز ہوگی۔ منح

(۱۴) معدود ومتفاوت کی بیع کا ضابطہ

اور یہی حکم ہے ہر معدود متفاوت میں۔

فائدہ:۔ یعنی جو چیزیں شمار کر کے بیچی جاتی ہیں اور افراد ان کے بڑائی چھوٹائی میں مختلف ہیں جیسے خربزہ انار وغیرہ

(۱۵) اناج کے ڈھیر کی بیع

اور اگر بائع نے ایک ڈھیر اناج کا بیچا یہ کہہ کر کہ سو صاع ہیں

سو درہم کے اور وہ ننانوے نکلے تو مشتری چاہے ننانوے درہم دے کر لے لے یا راضی نہ ہو تو واپس کردے اور جو سو سے زیادہ نکلیں تو وہ بائع کا ہے اس واسطے کہ اس نے صرف سو صاع بیچے تھے۔

(۱۶) تھان کا مبینہ مقدار سے کم نکلنا

اور اگر ایک کپڑے کے تھان کو اس طرح بیچا (یعنی مثلاً کہا کہ یہ دس گز ہے دس روپے کا) اور وہ ایک گز کم نکلا تو مشتری چاہے سارا تھان دس روپے کو لے لیوے خواہ سارا پھیر دیوے اور جو زیادہ نکلا تو وہ مشتری کا ہے اور بائع کو اختیار نہیں کہ چاہے دے اور چاہے نہ دے (اور مشتری کو یہ نہیں پہنچتا کہ نو کو لے لیوے اور دلیل اس کی اصل کتاب میں مذکور ہے) اور اگر تھان کی قیمت میں بائع نے یوں کہہ دیا کہ یہ دس گز ہے دس روپے کو فی گز ایک روپیہ کو تو اب اگر ایک گز کم نکلا تو مشتری کو پہنچتا ہے کہ حصے رسد داموں سے لے لیوے یا واپس کر دیوے اور ایسا ہی ہے اگر زیادہ نکلا۔

فائدہ:۔ مثلاً ایک گز کم نکلا تو نو روپے کو لے سکتا ہے اور اگر ایک گز زیادہ نکلا تو گیارہ کو لے سکتا ہے اور دونوں صورتوں میں مشتری کو اختیار ہے فسخ بیع کا اور اگر ساڑھے نو گز نکلا یا ساڑھے دس گز تو اس کا حکم آگے آتا ہے۔

(۱۷) گھر کی زمین کی بیع

اور ایک گھر سو گز کا ہے اس میں سے دس گز زمین بیچی جس کی جگہ معلوم نہ ہوئے تو بیع فاسد ہے اور اگر مکان کے سو حصے ہوں اس میں سے دس حصے بیچے تو جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں درست ہے۔ (اور دلیل سب کی ہدایہ میں مسطور ہے)

(۱۸) ولابیع عدل علےٰ انہ عشرۃ اثواب وھو اقل او اکثر لانہ اذا کان اقل لایدری ثمن مالیس بموجود فیکون حصۃ الموجود مجھولۃ و ان کان اکثر لایکون المبیع معلوما ولو بین لکل ثمنا صح فی الاقل بقدرہ و خیر وفسد فی الاکثر لان المبیع مجھول (۱۹) وفی بیع ثوب علی انہ عشرۃ اذرع کل ذراع بدرھم اخذ بعشرۃ فی عشرۃ و نصف بلاخیار وبتسعۃ فی تسعۃ ونصف ان شاء وقال ابو یوسف رحمہ اللہ ان شاء اخذ باحد عشر فی الاول وبعشرۃ فی الثانی وقال محمدؒ ان شاء اخذ بعشرۃ و نصف فی الاول و بتسعۃ و نصف فی الثانی لان من ضرورۃ مقابلۃ الذراع بالدرھم مقابلۃ نصفہ بنصفہ ولابی یوسفؒ انہ لما افرد کل ذراع ببدل نزل کل ذراع منزلۃ ثوب و قد انتقص ولابی حنیفۃؒ ان الذراع وصف و انما اخذ حکم المقدار بالشرط و ھو مقید بالذراع ففی الاقل عادالحکم الی الاصل (۲۰) و صح بیع البر فی سنبلہ والباقلےٰ والارز والسمس فی قشرھا بیع البر فی سنبلہ یجوز عندنا و عن الشافعیؒ قولان و بیع الباقلےٰ الاخضر لایجوز عندہ والجوز واللوز والفستق فی قشرھا الاول انما قال فی قشرھا الاول لان فیہ خلاف الشافعیؒ اما فی قشرھا الثانی فیجوز (۲۱) اتفاقا و بیع ثمرۃ لم یبد صلاحھا اوقدبدأ و یجب قطعھا و شرط ترکھا علےٰ الشجر یفسد البیع کاستثناء قدر معلوم منھا ای باع الثمر علےٰ النخیل واستثنی قدرا معلوما لایجوز البیع لانہ ربما لایبقےٰ شئ بعد المستثنی واجرۃ الکیل والوزن والعدد والذرع علی البائع (۲۲) واجرۃ وزن الثمن ونقدہ

علی المشتری (۲۳) و فی بیع سلعة بثمن سلم هواولا و فی غیره سلما معاً ای فی بیع السلعة بالثمن ای بالدراهم اوالدنانیر سلم الثمن اولاً لان السلعة یتعین بالبیع والدراهم والدنانیر لایتعین الابالتسلیم فلا بدمن تعیینه لئلایلزم الربواوفی غیره ای فی بیع السلعة بالسلعة و هو بیع المقایضة و فی بیع الثمن بالثمن ای الصرف سلما معاً لتساو یهما فی التعیین وعدمه

(۱۸) تھانوں کی گٹھڑی کی بیع

اورا گرایک گٹھڑی اس شرط پر بیچی کہ اس میں دس تھان ہیں اوراس میں کم زیادہ نکلے تو دونوں صورتوں میں بیع فاسد ہےاوراسی صورت میں اگر ہر ہر تھان کے دام کہہ دے تو جب دس سے کم نکلیں بیع صحیح ہوگی اور مشتری کو اختیار ہے چاہے حصہ رسد دام دے کر لے لیوے یا پھیر دیوے اور اگر دس سے زیادہ نکلیں تو بیع فاسد ہوگی اس لئے کہ اس صورت میں معلوم نہیں کہ دس تھان جو بکے ہیں کون سے ہیں۔

(۱۹) تھان میں گز کا ناقص نکلنا

اورا گرایک تھان کو بیچا اس شرط پر کہ دس گز ہے ہر گز ایک درہم کو اور وہ ساڑھے دس گز نکلا تو مشتری دس درہم کو لے لیوے بغیر اختیار کے (یعنی اس کو پھیرنے کا اختیار نہیں ہے اس واسطے کہ اس زیادتی میں مشتری کا نفع ہے کچھ نقصان نہیں) اور اگر ساڑھے نو گز نکلا تو نو روپے کو لے لیوے اگر چاہے اور چاہے کل پھیر دیوے اور یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت میں گیارہ روپۓ کو لے لیوے اور دوسری صورت میں دس کو اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر مشتری چاہے تو اول صورت میں ساڑھے دس روپۓ کو اور دوسری صورت میں ساڑھے نو کو لے لیوے۔

فائدہ:۔ درمختار میں لکھا ہے کہ فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے لیکن بہت سے علماء نے بلحاظ عرف کے قول امام محمدؒ کا اختیار کیا ہے اس واسطے قاضی کو اختیار ہے جس روایت پر فتویٰ دے ہوسکتا ہے۔

(۲۰) گندم وغیرہ کا بالیوں میں بیچنا

اور صحیح ہے بیچنا گیہوں کا بالیوں میں۔

اوراسی طرح باقلے اور چانول اور تل کا چھلکوں میں اور اسی طرح اخروٹ اور بادام اور پستے کا پہلے چھلکوں میں یعنی اوپر والے پوست میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں اور دوسرے چھلکوں میں یعنی اندر کے پوست میں بالاتفاق جائز ہے۔

فائدہ:۔اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک قول میں ناجائز ہے اور دلیل ہماری یہ ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے گیہوں کے بالی میں یہاں تک کہ سفید ہو جاوے اور محفوظ ہو جاوے آفت سے روایت کیا اس کو جماعت نے سوائے بخاریؒ کے

(۲۱) درخت پر پھلوں کی بائع

اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کارآمد ہو گیا ہو یعنی کھانے کے قابل ہو گیا ہو یا نہ ہوا ہو درست ہے اور مشتری پر اسی وقت اس کا توڑ لینا واجب ہے۔ (اور دلیل اس کی فتح القدیر میں مذکور ہے) اور اگر مشتری نے یہ شرط لگائی کہ میں ان پھلوں کو درخت پر رہنے دوں گا تو بیع فاسد ہوگی جیسے پھل درخت پر بیچے اور کچھ رطل بیع سے نکال لئے۔

فائدہ:۔ مثلاً یہ کہا کہ میں پھل اس درخت کے بیچتا ہوں مگر چار سیر ان میں سے لے لوں گا ان کو نہ بیچوں گا تو یہ بیع ناجائز ہے اور ہدایہ اور درمختار میں ہے کہ باعتبار ظاہر روایت کے جائز ہے اور یہی صحیح ہے اس واسطے کہ حدیث جابرؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع میں کچھ نکال لینے سے مگر یہ کہ معلوم ہووے یعنی معین کردے کہ اس میں

سے اس قدر نہیں بیچوں گا۔ روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے۔

(۲۲) ناپ تول اور شمار کی مزدوری

اور بیع میں مزدوری ناپنے والے اور تولنے والے اور گننے والے اسباب کی بائع پر ہے اور مزدوری قیمت تولنے والے اور پرکھنے والے کی مشتری پر ہے۔
فائدہ:۔ اور ایک روایت میں روپیہ پرکھنے والے کی اجرت بائع پر ہے لیکن صحیح اول ہے خلاصہ

(۲۳) ثمن اور مبیع کی سپردگی

اور اگر اسباب کو بدلے روپئے اشرفی کے خرید اتو پہلے مشتری کو حکم ہوگا کہ قیمت حوالے کرے بعد اس کے بائع کو اور اگر اسباب کو بدلے میں اسباب کے یا روپئے اشرفی کو بدلے میں روپئے اشرفی کے خرید ا تو دونوں کو حکم ہوگا کہ معاً ایک دوسرے کو دیویں۔

ضمیمہ از ''آپ کے مسائل اور اُن کا حل'' (جلد ششم)

تجارت میں منافع کی شرعی حد

منافع کی حد تو مقرر نہیں ہے البتہ بازار کی عام اور متعارف قیمت سے زیادہ وصول کرنا اور لوگوں کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھانا جائز نہیں۔

شریعت نے منافع کا تعین نہیں فرمایا کہ اتنا جائز ہے اور اتنا جائز نہیں، تاہم شریعت صریح ظلم کی اجازت نہیں دیتی (جسے عرف عام میں ''جیب کاٹنا'' کہا جاتا ہے)۔ جو شخص ایسی منافع خوری کا عادی ہو اس کی کمائی سے برکت اٹھ جاتی ہے اور حکومت کو اختیار دیا گیا ہے کہ منصفانہ منافع کا ایک معیار مقرر کر کے زائد منافع خوری پر پابندی عائد کردے۔

وہ چیزیں جن کے تبادلہ میں برابری اور نقد ضروری ہے

جو چیزیں بھی ناپ کر یا تول کر فروخت کی جاتی ہیں جب ان کا تبادلہ ان کی جنس کے ساتھ کیا جائے تو ضروری ہے کہ دونوں چیزیں برابر برابر ہوں اور یہ معاملہ دست بدست کیا جائے۔ اس میں ادھار بھی ناجائز ہے اور کمی بھی ناجائز ہے، مثلاً گیہوں کا تبدلہ گیہوں کے ساتھ کیا جائے تو دونوں باتیں ناجائز ہوں گی یعنی کمی بھی ناجائز اور ادھار بھی ناجائز اور اگر گیہوں کا تبادلہ مثلاً جو کے ساتھ کیا جائے تو کمی جائز، مگر ادھار ناجائز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ چیزوں کا ذکر فرمایا سونا، چاندی، گیہوں، جو، کھجور، نمک اور فرمایا کہ جب سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیہوں، گیہوں کے بدلے، جو، جو کے بدلے، کھجور، کھجور کے بدلے، نمک، نمک کے بدلے فروخت کیا جائے تو برابر ہونا چاہیے اور ایک ہاتھ لے دوسرے ہاتھ دے۔ کمی سود ہے۔ (مسند احمد ص۲۴۲ ج۳)

غلہ کا تبادلہ جب غلہ کے ساتھ کیا جائے تو اگر دونوں طرف ایک ہی جنس ہو، مگر دونوں کی نوع (یعنی قسم) مختلف ہو تو دونوں کا برابر ہونا اور دست بدست لین دین ہونا شرط ہے کمی بیشی بھی جائز نہیں اور ایک طرف سے ادھار بھی جائز نہیں۔

اگر دونوں کی قیمت کم و بیش ہے تو جنس کا تبادلہ جنس کے ساتھ نہ کیا جائے بلکہ دونوں کا الگ الگ سودا الگ الگ قیمت کے ساتھ کیا جائے۔

تجارت کے لیے منافع پر رقم لینا

س.....ایک شخص سے میں نے تجارت کے لیے کچھ رقم مانگی، وہ شخص کہتا ہے کہ تجارت میں جو منافع ہوگا اس میں میرا کتنا حصہ ہوگا۔ میں اندازاً اتنی رقم اس کو بتاتا ہوں کہ وہ رقم دینے پر راضی ہو جاتا

ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ قرضہ لے کر اس طرح تجارت کرنا جس میں مجھ کو بھی معقول منافع کی توقع ہے کیا جائز ہے؟

ج...... کسی سے رقم لے کر تجارت کرنا اور منافع میں سے اس کو حصہ دینا' اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ یہ بات طے کر لی جائے کہ تجارت میں جتنا نفع ہوگا اس کا اتنا فیصد (مثلاً ۱/۲) رقم والے کو ملے گا اور اتنا کام کرنے والے کو اور اگر خدانخواستہ تجارت میں خسارہ ہوا تو یہ خسارہ بھی رقم والے کو برداشت کرنا پڑے گا۔ یہ صورت تو جائز اور صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ تجارت میں نفع ہو یا نقصان اور کم نفع ہو یا زیادہ ہر صورت میں رقم والے کو ایک مقررہ مقدار میں منافع ملتا رہے۔ (مثلاً سال' چھ مہینے کے بعد دو سو روپیہ یا کل رقم کا دس فیصد) یہ صورت جائز نہیں۔

مختلف گاہکوں کو مختلف قیمتوں پر مال فروخت کرنا

ایک ہی قسم کا مال مختلف گاہکوں کو مختلف قیمتوں پر فروخت کرنا صحیح ہے۔

ہر ایک کو ایک ہی دام پر دینا ضروری نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ رعایت بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن ناجائز منافع کی اجازت نہیں اور نہ ہی کسی کی مجبوری کی بناء پر زیادہ قیمت لینے کی اجازت ہے۔

کپڑا عیب بتائے بغیر فروخت کرنا

ایک مسلمان کا طریقہ تجارت یہی ہے کہ گاہک کو چیز کا عیب بتا دے' یا کم سے کم یہ ضرور کہہ دے کہ بھائی یہ چیز تمہارے سامنے ہے' دیکھ لو! میں اس کے کسی عیب کا ذمہ دار نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے ایک بار اپنے رفیق سے یہ فرما کر کہ یہ کپڑا عیب دار ہے گاہک کو بتا دینا' خود کہیں تشریف لے گئے ان کے ساتھی نے حضرت امامؒ کی غیر حاضری میں کپڑا فروخت کر دیا۔ آپ واپس آئے تو دریافت فرمایا کہ اس کپڑے کا عیب بتا دیا تھا؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپ نے بہت افسوس کا اظہار فرمایا اور اس دن کی ساری آمدنی صدقہ کر دی۔

زبانی کلامی خرید کے ذریعہ چیز کی قیمت بڑھانا

عمر' زید' بکر ایک ہی دکان کرتے ہیں' آپس میں باپ اور بیٹے ہیں۔ عمر (باپ کا نام) ایک چیز خرید کے آتا ہے ۱۴ روپے کی وہ زید (یعنی لڑکے کو) ۱۶ روپے میں زبانی بیچ دیتا ہے تو زید اسی چیز کو زبانی بکر (یعنی بھائی کو) ۲۰ روپے میں بیچ دیتا ہے پھر جب کوئی گاہک وہ چیز خریدنے آتا ہے تو بکر قسم کھا کر کہتا ہے کہ میں نے یہ چیز ۲۰ روپے میں خریدی ہے عمر یا زید بکر سے پوچھتے ہیں کہ یہ چیز کتنے کی خریدی تھی (تھوک قیمت) تو وہ قسم اٹھا کر گاہک کو بتلا دیتا ہے کہ ۲۰ روپے کی پھر وہ چیز ۲۴ یا ۲۵ روپے میں بیچ دی جاتی ہے۔

یہ محض فریب دھوکا ہے اور یہ تجارت دھوکے کی تجارت ہے۔

کسی کی مجبوری کی بناء پر زیادہ قیمت وصولنا بددیانتی ہے

س...... بعض مرتبہ ایسا گاہک سامنے آتا ہے جس کے بارے میں ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ ہمارے یہاں سے ضرور مال خریدے گا۔ کبھی مارکیٹ میں کہیں مال نہ ہونے کی بناء پر کبھی کسی اور بنا پر ایسی صورت میں ہم اس گاہک سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مارکیٹ سے زائد پر مال فروخت کرتے ہیں۔ کیا اس طرح کی زیادتی جائز ہے؟

ج...... شرعاً تو جتنے داموں پر بھی سودا ہو جائے جائز ہے لیکن کسی کی مجبوری یا ناواقفیت کی وجہ سے زیادہ وصول کرنا کاروباری بددیانتی ہے۔

گاہکوں کی خرید وفروخت کرنا

اخبار بیچنے والے اور دودھ بیچنے والے جب اخبار اور دودھ گھر گھر پہنچانے کا اپنا کاروبار خوب مستحکم کر لیتے ہیں تو کچھ عرصہ بعد پورے علاقے کو کسی نئے تاجر کے پاس فروخت کر دیتے ہیں گویا یہ ایک قسم کی "پگڑی" ہوتی ہے۔ یہ کمائی شرعاً ناجائز ہے۔

دریا کی مچھلیوں کا ٹھیکہ پر دینا، چونگی ٹھیکہ پر دینا فقہاء نے دونوں کو ناجائز لکھا ہے۔ اسی طرح گاہکوں کو بیچ دینا بھی ناجائز ہے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم حرام ہے۔

خرید شدہ مال کی قیمت بڑھنے پر کس قیمت پر فروخت کریں

اگر کسی چیز کی موجودہ قیمت، خرید سے کئی گنا زائد ہو چکی ہے اب اس کی قیمت کا تعین اس طرح کیا جائے کہ جو چیز لائق فروخت ہو یہ دیکھا جائے کہ بازار میں اس کی کتنی قیمت اس وقت مل سکتی ہے اتنی قیمت پر فروخت کر دی جائے۔

شوہر کی چیز بیوی بغیر اس کی اجازت کے نہیں بیچ سکتی

ایک شخص جبکہ اپنے گھر میں موجود نہیں اور اس کی بیوی کسی وکیل کو پکڑ کر کوئی چیز وغیرہ فروخت کر دے تو شوہر کو اختیار ہے کہ معلوم ہونے کے بعد اس سودے کو جائز رکھے یا مسترد کر دے۔ عورت کا شوہر کی کسی چیز کو اس کی اجازت کے بغیر بیچنا صحیح نہیں ہے۔

گاڑی پر قبضہ سے پہلے اس کی رسید فروخت کرنا

اگر کوئی شخص ایک گاڑی دس ہزار روپے میں بک کراتا ہے، اور وہ گاڑی اس کو چھ مہینے پہلے بک کرانی ہے تو جب اس کی گاڑی چھ مہینے میں نکلے تو اس کو اس وقت اس میں کچھ نفع ہو تو وہ گاڑی بغیر نکالے صرف "رسید" فروخت نہیں کر سکتا۔

جو چیز خریدی جائے جب تک اس کو وصول کر کے اس پر قبضہ نہ کر لیا جائے اس کا آگے فروخت کرنا جائز نہیں دوکان مکان اور پلاٹ کا بھی یہی مسئلہ ہے۔ کہ جب تک ان پر قبضہ نہ ہو جائے ان کی فروخت جائز نہیں۔ گویا اصول اور قاعدہ یہ ٹھہرا کہ قبضہ سے پہلے کسی چیز کو فروخت کرنا صحیح نہیں۔

لفظ "اللہ" والے لاکٹ فروخت کرنا

لاکٹ گلے میں عورتیں اور بچے لٹکاتے ہیں جس پر لفظ اللہ لکھا ہوا ہے اسے بہت کم لوگ حمام میں داخل ہوتے وقت نکالتے ہیں۔ اکثر بے پروا لوگ کم احترام کرتے ہیں۔

ایسے لاکٹ فروخت کرنا جائز ہے۔ بے ادبی کرنے والے اس بے ادبی کے خود ذمہ دار ہیں۔

ریزگاری فروخت کرنے میں زیادہ قیمت لینا جائز نہیں

ریزگاری فروخت کرنا جائز ہے البتہ زیادہ قیمت لینا جائز نہیں کیونکہ یہ سود ہوگا۔

سبزی پر پانی ڈال کر بیچنا

سبزی کا کام کرنے والے سبزی پر پانی ڈالتے ہیں۔ اس میں کچھ سبزیاں ایسی ہیں جو بہت پانی پیتی ہیں۔ تو اس بارے میں یہ ہے کہ بعض سبزیاں واقعی ایسی ہیں کہ ان پر پانی نہ ڈالا جائے تو خراب ہو جاتی ہیں۔ اس لیے ضرورت کی بناء پر پانی ڈالنا تو صحیح ہے مگر پانی کو سبزی کے بھاؤ نہ بیچا جائے بلکہ اتنی قیمت کم کر دی جائے۔

حلال وحرام کی آمیزش والے مال سے حاصل کردہ منافع

اگر کسی کے پاس جائز رقم' ناجائز رقم کے مقابلے میں کم' زیادہ یا برابر تھی اگر اس مجموعی رقم سے کوئی جائز کاروبار کیا جائے تو اس سے حاصل ہونے والے منافع کا حکم وہی ہے جو اصل مال کا ہے۔ اگر اصل حلال ہے تو منافع بھی حلال ہے اگر اصل حرام ہے تو منافع کا بھی حال ہوگا۔ لہذا جس نسبت سے حلال مال اصل میں لگا ہے اسی نسبت سے منافع بھی پاک ہوگا۔ باقی حرام

فروخت کرتے وقت قیمت نہ چکانا غلط ہے

بہت سے لوگ اپنا مال فروخت کرتے وقت دکاندار یا آڑھتی کو یہ کہہ دیتے ہیں کہ میں بھاؤ ابھی نہیں کروں گا۔ جس وقت میرا دل چاہا اس وقت کروں گا۔ اور مال اس کو تول دیتے ہیں۔ اور بھاؤ بعد میں کسی وقت جا کر کرتے ہیں۔

یہ جائز نہیں۔ فروخت کرتے وقت بھاؤ چکانا ضروری ہے۔

حرام کام کی اجرت حرام ہے

درزی غیر شرعی کپڑے سی کر مثلاً مردوں کے لیے خالص ریشمی کپڑا سیتا ہے۔ اور ٹائپسٹ غلط بیان والی دستاویزات ٹائپ کر کے روزی حاصل کرتا ہے۔ دونوں کی آمدنی گناہ کے کام میں تعاون کی وجہ سے حرام ہوگی کیونکہ حرام کام کی اجرت بھی حرام ہے۔

قیمت زیادہ بتا کر کم لینا

جب معلوم ہے کہ گاہک کچھ نہ کچھ کم کراتا ہے اگر اس مسئلہ کو زیر نظر رکھتے ہوئے کچھ روپے زیادہ بتا دیں تا کہ اوسط برابر آجائے جتنا وہ کم کرائے گا تو کیا ایسا کرنے کا حکم یہ ہے کہ دام بتا کر اس میں سے کم کرنا جھوٹ تو نہیں اس لیے جائز ہے مگر اصول تجارت کے لحاظ سے یہ رواج غلط ہے۔ ایک دام بتانا چاہیے شروع میں تو لوگ پریشان کریں گے مگر جب سب کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ بازار سے بھی کم نرخ ہے اور یہ کہ ان کا ایک ہی اصول ہے تو پریشان کرنا چھوڑ دیں گے بلکہ اس میں راحت محسوس کریں گے۔

چیز کا وزن کرتے وقت خریدار کی موجودگی ضروری ہے

جو چیز وزن کر کے لی جائے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱)۔ ایک صورت یہ کہ جب دینے والے نے وزن کر کے دی اس وقت خریدار یا اس کا نمائندہ تول پر موجود تھا۔ اس صورت میں آگے فروخت کرتے وقت دوبارہ تولنا ضروری نہیں۔ بغیر وزن کیے آگے بیچ بھی سکتے ہیں اور خود کھا پی بھی سکتے ہیں۔

(۲)۔ دوسری صورت یہ کہ اس وقت خریدار یا اس کا نمائندہ موجود نہیں تھا بلکہ اس کی غیر موجودگی میں دکاندار نے چیز تول کر ڈال دی۔ اس صورت میں اس چیز کو استعمال کرنا اور آگے بیچنا بغیر تولنے کے جائز نہیں۔ البتہ اگر دینے والے دکاندار کو یہ کہہ دیا جائے کہ مثلاً اس تھیلے میں جتنی بھی چیز ہے' خواہ کم یا زیادہ وہ اتنے پیسوں میں خریدتا ہوں تو دوبارہ وزن کرنے کی ضرورت نہیں۔

(۳)۔ تیسری صورت یہ ہے کہ بوریوں' تھیلوں اور گانٹھوں کے حساب سے خرید و فروخت ہو تو خواہ ان کا وزن کم ہو یا زیادہ' ان کو دوبارہ تولنے کی ضرورت نہیں۔

بغیر اجازت کتاب چھاپنا

س...... آج کل بازار میں باہر کے ملکوں کی کتابیں جو کہ ہمارے کورس میں شامل ہوتی ہیں اور کچھ ثانوی حیثیت سے مددگار رہتی ہیں طالب علموں کو نہایت ارزاں قیمت پر مل رہی ہیں۔ ایک کتاب جو کہ ڈیڑھ سو سے دو سو روپے تک کی ملتی تھی اب وہی بیس پچیس روپے کے لگ بھگ مل جاتی ہے ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ پاکستانی پبلشرز باہر کے پبلشرز کی

یہ کتابیں بغیر اجازت کے چھاپ رہے ہیں۔

اگر ہم یہ کتابیں باہر کے پبلشرز کی خریدنے جائیں تو اول تو یہ دستیاب نہیں ہوتیں اور دوسرے اگر کبھی یہ کتابیں اونچے علاقے والے کتاب گھروں میں مل بھی جائیں تو یہ ہماری قوت خرید سے اکثر باہر ہوتی ہیں۔صرف امیروں کے بچے ہی شاید خرید سکتے ہیں۔ یہ بات توجہ طلب ہے کہ ان کتابوں کی اصل قیمت اتنی نہیں ہوتی جتنی زر مبادلہ کے چکر' عمدہ کاغذ کا ہونا' درمیان میں ایک دو منافع خور' باہر کی کمپنی کے مفادات اور لکھنے والے کا کچھ حصہ لگانے سے ان کی قیمت بڑھ جاتی ہے۔ باہر کے ملکوں میں ان کتابوں کا خریدنا اتنا مشکل نہیں ہوتا جتنا کہ ہمارے ملک میں ہے۔اب سوال یہ ہے کہ ان باہر کی کتابوں کے دوسرے ایڈیشن جو کہ یہاں جملہ حقوق محفوظ ہونے کے باوجود بلا اجازت چھپتے ہیں ان کا مطالعہ اور استفادہ دینی لحاظ سے جائز ہے کہ نہیں؟ کچھ کہتے ہیں کہ بالکل غلط ہے اور تم اس غلط کام میں ان کے شریک بن جاتے ہو اور ان کے معاون مددگار ہو جاتے ہو۔

کچھ کہتے ہیں کہ یہ علم وحکمت ہے اور حکمت کو ایک گمشدہ لعل سمجھو.....اور یہ کہ علم کسی کے باپ کی میراث نہیں' یہ لوگ علم کے خزانے پر سانپ بن کر بیٹھے ہیں یہ باہر کے ملک والے ہم غریبوں کو زر مبادلہ کے ہیر پھیر سے لوٹتے ہیں۔خواہ اسلحہ ہو یا کتاب ہو یا مشینری.....اب تمہیں کم قیمت پر کتابیں مل رہی ہیں خاموشی سے استعمال کرو' استفادہ کرو' ان چکروں میں پڑ گئے تو پیچھے رہ جاؤ گے وہی لوگ استفادہ کریں گے جو کہ کسی چیز میں بھی صحیح یا غلط کو نہیں دیکھتے۔ کچھ ایسا ہی مسئلہ فوٹو اسٹیٹ کا بھی ہے کہ جو کتابیں ہماری قوت خرید سے باہر ہوتی ہیں۔ہم ان کی فوٹو اسٹیٹ کروا لیتے ہیں یا کچھ اسباق درکار ہوں تو ان کی بھی فوٹو اسٹیٹ کروا لیتے ہیں گو کہ کتاب پر جملہ حقوق محفوظ اور فوٹو اسٹیٹ نہ کروانے کی تاکید کی جاتی ہے۔ایسی صورتحال میں ہمارا کیا رویہ ہونا چاہیے؟

ج...... باہر کی کتابیں جو ہمارے یہاں بغیر اجازت چھاپ لی جاتی ہیں اخلاقاً ایسا کرنا صحیح نہیں تاہم جس نے کتاب یہاں چھاپی ہے وہ اس کا شرعاً مالک ہے۔اس سے کتاب خریدنا جائز ہے اور اس سے استفادہ کرنا شرعاً درست ہے۔یہی مسئلہ فوٹو اسٹیٹ کا ہے۔

ٹرانسپورٹ کی گاڑیوں کی خرید وفروخت میں بدعنوانیاں

آج کل ٹرانسپورٹ کے کاروبار اکثر اس طرح سے ہوتے ہیں کہ مثلاً ایک آدمی نے ایک گاڑی نقد پچاس ہزار روپے میں خریدی' پھر دوسرے آدمی پر ساٹھ ہزار ادھار پر فروخت کی اور خریدنے والا ہر مہینے میں تین ہزار قسط ادا کرے گا مگر اس خرید وفروخت میں ایک شرط یہ رکھی جاتی ہے کہ یہ رقم گاڑی پر ہوگی' آدمی پر نہیں ہوگی۔خدانخواستہ اگر گاڑی کہیں جل جائے یا گم ہو جائے تو بیچنے والا شخص خریدنے والے پر رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور یہ شرط معروف ہے برابر ہے کہ کوئی خرید وفروخت کے وقت اس کا اظہار کرے یا نہ کرے بہر صورت اس پر عمل ہوتا ہے اور خریدنے والے نے جتنی رقم ادا کی ہو وہ بھی گاڑی کے ضائع ہونے پر ختم ہو جاتی ہے۔

اس صورت میں مذکورہ خرید وفروخت شرط فاسد پر مشتمل ہونے کی بناء پر شرعاً ناجائز ہے۔ شریعت کے قانون کے مطابق جب ایجاب وقبول مکمل ہو جاتے ہیں تو خرید وفروخت مکمل ہو جاتی ہے اور بیچنے والے پر واجب ہو جاتا ہے کہ خریدار کو سودا سپرد کرے اور خریدار پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ سودے کی قیمت ادا کرے اور اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ قیمت ادا کرنے سے قبل مبیع ہلاک ہو جائے' ضائع ہو جائے وغیرہ وغیرہ' بہر حال مشتری (خریدار) پر واجب ہے کہ وہ

قیمت ادا کرے کیونکہ قیمت کا تعلق خریدار کے ساتھ ہے نہ کہ سودے کے ساتھ، یعنی قیمت خریدار پر واجب ہوتی ہے نہ کہ سودے پر اور خرید وفروخت میں اس قسم کی شرط لگانا کہ "اگر سودا قیمت ادا کرنے سے قبل ضائع ہوگیا تو بقیہ قیمت ختم ہو جائے گی" شرعاً فاسد ہے اور ایسی شرط کے ساتھ خرید وفروخت کرنا ناجائز ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص مذکورہ شرط فاسد کے ساتھ خرید و فروخت کرے تو اس پر شرعاً واجب ہے کہ وہ اس خرید وفروخت کو منسوخ کردے اور شرط فاسد کو ختم کر کے دوبارہ از سر نو خرید وفروخت کرے لیکن اگر اس قسم کی شرط فاسد کے ساتھ خرید وفروخت کرنے کے بعد مبیع (سودا) ضائع ہو جائے جب کہ ابھی تک قیمت ادا کرنا باقی ہے تو خرید وفروخت ناقابل منسوخ ہونے کی وجہ سے خریدار کے ذمہ قیمت ادا کرنا اور بھی مستحکم ہوگیا ہے۔ لہٰذا خریدار پر شرعاً قیمت ادا کرنا لازم ہے۔ ہاں بیچنے والا اگر سودا ہلاک ہو جانے کی بناء پر خریدار کو تبرعاً معاف کردے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ اور بصورت مذکورہ بیع فاسد ہونے کے باوجود چونکہ مشتری کی ملکیت میں گاڑی آ گئی تھی اس لیے خریدار کے واسطے اس گاڑی سے انتفاع حاصل کرنا جائز ہے۔ نیز بائع اگر قیمت وصول کرنے تک کاغذات اپنے پاس بطور وثیقہ رکھنا چاہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن حقوق ملکیت مشتری کو مل جانا ضروری ہے۔

ٹھیکیداری کا کمیشن دینا اور لینا

گورنمنٹ کے مختلف محکموں میں ٹھیکیدار کے سلسلے میں ٹھیکہ کی بولی (ٹینڈر) کے وقت ٹھیکیدار حضرات آپس میں بیٹھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ اسلم، زید یا فلاں شخص ٹھیکہ لے لیں اور ٹھیکہ کے بدلے میں دوسرے ٹھیکیداروں کو رینگ دے دیں، یعنی کچھ رقم جو بقایا ٹھیکیدار آپس میں بانٹ لیں گے رینگ لینے والے ٹھیکیدار حضرات جواز یہ پیش کرتے ہیں کہ:

☆......ہم نے گورنمنٹ کو باقاعدہ فیس دی ہے۔

☆......موجودہ ٹھیکے کے لیے کال ڈیپازٹ یعنی ۲% (دو فیصد) بطور ضمانت اسی ٹھیکہ کیلئے پیشگی جمع کردی۔

☆......ٹھیکہ کے لیے ٹینڈر فارم کے پیسے ناقابل واپسی -/۵۰۰ روپے یا -/۲۵۰ روپے جمع کرتے ہیں چاہے ہم ٹھیکہ لیں یا نہ لیں۔ لہٰذا یہ رینگ ہمارا محنت، سرمایہ اور فیس کی وجہ سے حق بنتا ہے۔

نوٹ......کال ڈیپازٹ کی رقم واپس ہوتی ہے۔

رینگ کی صورت میں وہ ٹھیکیدار جو ٹھیکہ لیتا ہے پورا پورا ریٹ (پریمیم) بھر لیتا ہے مقابلے کی صورت میں ہر ٹھیکیدار کم ریٹ بھرتا ہے اس صورت میں محکمہ کو بھی نقصان اپنا بھی نقصان اور کام بھی ناقص ہوتا ہے اور رینگ کی صورت میں ایک حد تک کام صحیح ہوتا ہے یعنی شرعاً اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے کیا حکم ہے کہ رینگ لینا دینا کیسا ہے؟

تو یہ رینگ رشوت کے حکم میں ہے اور یہ جائز نہیں۔ لینے والے حرام کھاتے ہیں۔ مقابلہ سے بچنے کے لیے وہ یہ بھی تو کرسکتے ہیں کہ آپس میں یہ طے کرلیا کریں کہ فلاں ٹھیکہ فلاں شخص لے گا اس طرح آپس میں ٹھیکے بانٹ لیا کریں۔

کیا حکومت چیزوں کی قیمت مقرر کرسکتی ہے

ج...... قیمت مقرر کردینا ضرورت کے وقت جائز ہے۔ جبکہ ارباب اموال تعدی کرتے ہوں۔ اسی طرح ضرورت کے وقت حنفیہ کے نزدیک ہر چیز کی قیمت مقرر ہوسکتی ہے۔ زائد قیمت پر فروخت کرنا بہتر تو نہیں ہے لیکن اگر فروخت کر دیتا تو بیع (یعنی فروخت مکمل) ہو جائے گی۔

عام طور پر صرافوں کے پاس اپنے گاہکوں کے نام اور پتے لکھے ہوتے ہیں (اور چونکہ موت وحیات کا پتا نہیں، اس لیے لکھ لینا بھی ضروری ہے) پس جن لوگوں کی امانتیں والد صاحب کے زمانے سے پڑی ہیں اگر ان کے نام اور پتے محفوظ ہیں تو ان کے گھر پر اطلاع کرنا ضروری ہے اگر محفوظ نہ ہوں تو کسی ممکنہ ذریعہ سے تشہیر کر دی جائے اور تشہیر کے ایک سال بعد تک اگر کوئی نہ آئے تو ان کا حکم گمشدہ چیز کا ہوگا۔ لیکن اگر صدقہ کرنے کے بعد مالک یا اس کے وارثوں کا پتا چلا تو ان کو مطلع کرنا لازم ہے۔ پھر ان کو اختیار ہوگا کہ اگر وہ چاہیں تو اس صدقہ کو بحال رکھیں اور چاہیں تو اپنی چیز وصول کر لیں۔

اگر وہ اپنی چیز کا مطالبہ کریں تو جو رقم اس نے صدقہ کی ہے وہ خود اس کی طرف سے سمجھی جائے گی اور مالک کو اتنی رقم ادا کرنا لازم ہوگا اس لیے ضروری ہوگا کہ صدقہ کرنے کی صورت میں یہ یادداشت تحریری طور پر لکھ کر رکھی جائے کہ "فلاں شخص کے اتنے زیورات مالک کا پتا نشان نہ ملنے کی وجہ سے ان کی طرف سے صدقہ کر دیئے گئے ہیں۔ اگر کبھی اس شخص کا یا اس کے وارثوں کا پتا چلا اور انہوں نے اس کا مطالبہ کیا تو انہیں اس کا معاوضہ ادا کر دیا جائے۔" اس تحریر کا وصیت نامہ کی شکل میں محفوظ رہنا ضروری ہے۔

مسجد کا پرانا سامان فروخت کرنا

مسجد کا جو سامان اس کے کام کا نہ ہو، اس کو فروخت کر کے رقم مسجد میں لگانا صحیح ہے اور جن لوگوں نے مسجد کا وہ سامان خریدا وہ اس کو استعمال کر سکتے ہیں۔ ان کے استعمال کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔ اسی طرح اس سامان کو خرید کر دوسری مسجد میں بھی لگایا جاسکتا ہے۔ اور جو سامان مسجد کی ضرورت سے زائد ہو وہ دوسری مسجد کو منتقل کر دینا بھی صحیح ہے۔

ملازم کا اپنی پنشن حکومت کو بیچنا جائز ہے

آج کل عام طور پر یہ رواج ہو گیا ہے کہ وہ لوگ جو پنشن پر جاتے ہیں اپنی پنشن بیچ دیتے ہیں جو کہ عموماً حکومت ہی خرید لیتی ہے اور عمر کے لحاظ سے اس کی شرح کم یا زیادہ مقرر کر کے پنشنز کو یکمشت رقم ادا کرتی ہے۔ اس کے بعد پنشنز چاہے دوسرے دن ہی فوت ہو جائے یا ۱۰۰ سال تک زندہ رہے۔

یہ معاملہ حکومت کے ساتھ جائز ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جو شخص پنشن پر جا رہا ہے حکومت کے ذمہ اس کی جو رقم پنشن کی شکل میں واجب الادا ہے وہ اس کا اس قیمت تک مالک نہیں ہوتا جب تک کہ اس رقم کو وصول نہ کر لے۔ اب اس پنشن کو گورنمنٹ کے پاس فروخت کرنے کا مطلب یہ ٹھہرتا ہے کہ گورنمنٹ اس سے معاہدہ کرتی ہے کہ وہ اپنا یہ حق چھوڑ دے اور اس کے بجائے وہ اتنی رقم نقد لے لے۔ اور ملازم اپنے استحقاق کو چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ پس یہاں درحقیقت کسی رقم کا رقم کے ساتھ تبادلہ نہیں بلکہ تاحین حیات جو اس کا استحقاق تھا اس کا معاوضہ وصول کرنا اس لیے شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں۔

عورتوں کی ملازمت

عورت کا نان ونفقہ اس کے شوہر کے ذمہ ہے لیکن اگر کسی عورت کے سر پر کوئی کمانے والا نہ ہو تو مجبوری کے تحت اس کو کسب معاش کی اجازت ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس کے لیے باوقار اور باپردہ انتظام ہو، نامحرم مردوں کیساتھ اختلاط جائز نہیں۔

حرام چیز کا فروخت کرنا

جیلٹن جس میں کہ جانوروں کی چربی شامل ہوتی ہے اور وہ جانور شرعی طور پر ذبح کیے نہیں ہوتے شرعاً ان کا استعمال

جائز نہیں ہے اور جن چیزوں کا استعمال جائز نہیں ان کا فروخت کرنا بھی جائز نہیں اور ان کی آمدنی بھی حلال نہیں۔

چوکیداری کا حق اور کمپنی کا کارڈ فروخت کرنا

ایک مسئلہ جو آج کل لوگوں میں عام ہے کہ اکثر بازاروں کی چوکیداری ایک دوسرے پر قیمتاً فروخت کرنا ہے۔ کوئی ایسی کمپنی کا کارڈ ہو کہ اس میں عام آدمی بھرتی نہیں ہو سکتے۔ جیسا کہ آج کل کیماڑی کے پورٹ اور پورٹ قاسم میں مزدوروں کو حکومت نے پکے کارڈ دیئے ہیں اور عام آدمی پکے مزدوروں میں بھرتی نہیں ہو سکتے۔ اور وہ مزدور اپنا کارڈ تقریباً ایک لاکھ پر فروخت کرتے ہیں اور لوگ بہت خوشی سے خرید لیتے ہیں۔

مذکورہ حقوق کی خرید وفروخت صحیح نہیں ہے اس سے حاصل شدہ مال حرام ہے۔

سودا بیچنے کے لیے جھوٹی قسم کھانا

جھوٹی قسم کھانا بہت بڑا گناہ ہے۔ اگر کسی کو اس کی عادت پڑ گئی ہو تو اس کو توبہ کرنی چاہیے اور اپنی اصلاح کرنی چاہیے۔ سودا بیچنے کے لیے قسم کھانا اور بھی برا ہے۔ حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تاجر لوگ بدکاروں کی حیثیت میں اٹھائے جائیں گے۔ سوائے اس تاجر کے جو خدا سے ڈرے اور غلط بیانی سے باز رہے۔

نقد ارزاں خرید کر گراں قیمت پر ادھار فروخت کرنا

زید کے پاس مال ہے بکر اس کا خریدار ہے، زید کو پیسے کی ضرورت ہے۔ عمرو کے پاس رقم نہیں ہے بکر کے پاس فالتو رقم پڑی ہوئی ہے۔ بکر زید سے مال بازار کے نرخ سے کم پر خریدتا ہے اور زید کو چونکہ ضرورت ہے اس لیے وہ بھی دے دیتا ہے۔ اس کے بعد بکر عمرو کے ہاتھ وہ مال بازار کے نرخ سے زائد پر بیچتا ہے کیونکہ عمرو یہ مال ادھار پر خریدتا ہے۔

یہاں دو مسئلے ہیں۔ ایک کسی کی ناداری اور مجبوری سے فائدہ اٹھا کر کم داموں پر چیز خریدنا اگرچہ قانوناً جائز ہے مگر اخلاق ومروت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ دوسرا مسئلہ ادھار میں گراں قیمت پر دینا ہے۔ یہ جائز ہے مگر نقد اور ادھار کے درمیان قیمت کا فرق مناسب ہونا چاہیے۔

قسطوں پر خرید وفروخت

ایک چیز نقد کم قیمت پر فروخت کرنا اور ادھار زیادہ قیمت پر دینا جائز ہے۔ یہ چیز سود کے زمرے میں نہیں آتی۔ البتہ فروخت کرتے وقت نقد یا ادھار پر فروخت کرنے اور قیمت اور قسطوں کی تعین ضروری ہے۔

ایک چیز نقد کم پر اور ادھار زیادہ پر بیچنا

س...... ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ میں ایک مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ ایک شخص ریڈیو فروخت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ریڈیو اگر نقد لیتے ہو تو ۵۰۰ روپیہ کا اور اگر ادھار لیتے ہو تو ۶۰۰ روپے کا ہے اگرچہ یہاں پر ۱۰۰ روپیہ بڑھ گئے لیکن یہ سود نہیں ہے اس لیے کہ اس پس منظر میں چیز ہے۔ مندرجہ بالا مسئلہ سے یہ معلوم ہوا کہ بائع مشتری کے ساتھ نقد اور ادھار کی شرط پر قیمت میں کمی بیشی کر سکتا ہے۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اور اب تک جو کچھ ہم سمجھتے رہے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ بیع جائز نہیں ہے اور بہشتی زیور سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ مسئلہ بہشتی زیور کا ہے۔ کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ خریدار اسے اول پوچھ لیا ہو کہ نقد لو گے یا ادھار، اگر اس نے نقد کہا تو بیس سیر دے دیئے اور ادھار کہا تو پندرہ سیر دے دیئے اور اگر معاملہ اس طرح کیا کہ خریدار سے یوں کہا کہ اگر نقد لو گے تو ایک روپے کے بیس سیر اور ادھار لو گے تو پندرہ سیر ہوں گے۔ یہ جائز نہیں ہے۔

ج...... بہشتی زیور کا مسئلہ صحیح ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے کہ مجلس عقد میں یہ طے نہ ہو جائے کہ یہ چیز نقد لو گے تو اتنے کی ہے اور ادھار لو گے تو اتنے کی اور پھر مجلس عقد میں ایک صورت طے ہو جائے تو جائز ہے' مفتی صاحب نے جو مسئلہ لکھا ہے وہ اسی صورت سے متعلق ہے۔

ادھار بیچنے پر زیادہ رقم لینے اور سود لینے میں فرق

کسی کی ضرورت سے ناجائز فائدہ اٹھانا الگ چیز ہے اور سود الگ چیز ہے۔ روپے کے بدلے روپیہ جب زیادہ لیا جائے گا تو یہ سود ہوگا لیکن چیز کے بدلے میں روپیہ زیادہ بھی لیا جاتا ہے اور کم بھی۔ زیادہ لینے کو گراں فروشی تو کہتے ہیں مگر یہ سود نہیں۔ اسی طرح اگر نقد اور ادھار کی قیمت کا فرق ہو تو یہ بھی سود نہیں۔

ڈیلر کا کمپنی سے مال وصول کرنے سے قبل فروخت کرنا

س...... مختلف کمپنیاں مال بنا کر کچھ لوگوں کو اپنا مال فروخت کرتی ہیں۔ بقیہ لوگوں کو مال ان لوگوں سے خریدنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات ان لوگوں کے پاس مال کا اسٹاک (ذخیرہ) نہیں ہوتا اور وہ لوگ اپنا نفع بڑھا کر اپنا مال فروخت کرواتے ہیں اور یہ فروخت شدہ مال بعد میں اسی کمپنی سے اتنا ہی خرید کر پورا کر دیتے ہیں۔ تو اس بارے میں یہ حکم ہے کہ جو مال اپنے پاس موجود نہیں اس کی فروخت بھی جائز نہیں البتہ ایک صورت جائز ہے جس کو "بیع سلم" کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ دام تو آج نقد وصول کر لیے اور چیز ایک مہینے یا اس سے زیادہ کی مہلت پر دینی طے کر لی۔ ایسا سودا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

ا۔ جنس معلوم ہو (مثلاً کپاس کا سودا ہوا)

۲۔ نوع معلوم ہو (مثلاً دیسی وغیرہ)

۳۔ صفت معلوم ہو (مثلاً اعلیٰ قسم۔ یا متوسط یا ادنیٰ)

۴۔ اس کی مقدار معلوم ہو (مثلاً اتنے ٹن) ان چار شرطوں کا تعلق مال کی تعین سے ہے کہ جس چیز کا سودا ہو رہا ہے اس میں کوئی اشتباہ نہ رہے۔

۵۔ وصولی کی تاریخ متعین ہو۔ جو ایک مہینے سے کم ہونی چاہیے۔

۶۔ ادا شدہ رقم کی مقدار متعین ہو۔

۷۔ جن چیزوں پر حمل ونقل کے مصارف اٹھتے ہیں ان میں یہ بھی طے ہو جانا چاہیے کہ وہ مال فلاں جگہ مہیا کیا جائیگا۔

۸۔ جانبین کے جدا ہونے سے پہلے مجلس خرید وفروخت میں پوری رقم ادا ہو جانا۔

اگر ان آٹھ شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی تو بیع سلم فاسد ہے۔

مال قبضہ کرنے سے قبل فروخت کرنا اور ذخیرہ اندوزی

س...... زید نے بکر سے (جو بیرون ملک ہے) مال خریدا اور بکر نے جہاز سے زید کو روانہ کر دیا' جہاز سمندر میں تھا۔ زید نے سامان کا کچھ حصہ حارث کو اس دن کے بھاؤ سودا کر دیا اور رقم کا کچھ حصہ بطور ایڈوانس زید کو ادا کر دیا۔ جب کہ حارث مالک کے اس حصے کی رقم زید کو اس وقت دے گا جب زید اسے یہ مال حوالے کرے گا۔

(ا)۔ جس وقت جہاز زید کے ملک پہنچا اس وقت بھاؤ حارث کی طے شدہ قیمت خرید سے زیادہ تھا' تو حارث کو کون سی قیمت زید کو ادا کرنی چاہیے۔ موجودہ یا طے شدہ؟

(۲)۔ جب جہاز زید کے ملک میں آ گیا' تو اس وقت مارکیٹ

میں بھاؤ حارث کی طے شدہ قیمت خرید سے کم تھا تو کیا حکم ہے؟

(۳)۔ جہاز کے زید کے ملک آنے سے قبل حارث، نعمان، وارث اور دیگر چھ مزید پارٹیوں کے سودے ہوئے، درجہ بدرجہ مال نعیم کے پاس جب پہنچا تو قیمت کہیں سے کہیں پہنچ گئی تھی اور سب نے اپنا اپنا حصہ غائبانہ سودے سے وصول کیا دس میں نو پارٹیوں نے جو رقم منافع میں وصول کی وہ کہاں تک جائز ہوگی؟ اور کیا اس طرح سودا کرنا جائز اور حلال ہوگا؟ کاروبار میں جب بڑی پارٹی کوئی شے زیادہ مقدار میں خریدتی ہے تو چھوٹے بیوپاری اندازہ کرلیتے ہیں کہ اس کی قیمت بڑھنے والی ہے۔ وہ بھی منافع کی خاطر اپنی بساط کے مطابق خرید لیتے ہیں پھر بیچ دیتے ہیں۔ یہ منافع ان کے لیے درست ہے؟ کیا یہ ذخیرہ اندوزی ہے؟ یہ ایک حدیث پاک ہے جس کا مفہوم اس طرح ہے کہ چالیس روز تک اجناس کو محض اس لیے روکے رکھنا کہ قیمت بڑھ جائے۔ یہ امر اللہ پاک کے یہاں اتنا برا ہے کہ تاجر اگر سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کردے تو بھی یہ گناہ معاف نہیں ہوگا۔

(۱)۔ صحیح حدیث کیا ہے؟' (۲)۔ آیا یہ ہدایت عام دونوں کے لیے بھی ہے یا صرف قحط کے دوران کے لیے ہے؟

ج...... (۱) تجارت کا اصول ہے کہ جو مال قبضہ میں نہ آئے اس کا فروخت کرنا درست نہیں، لہذا جو مال ابھی تک زید کی ملک میں نہیں آیا اس کو فروخت نہیں کرسکتا۔ زید اور اس کے بعد جتنے لوگ مال قبضے میں آنے سے قبل غیر مقبوض مال کو فروخت کریں گے سب کی بیع ناجائز ہے۔ البتہ زید دوسرے لوگوں سے بیع کا وعدہ کرسکتا ہے کہ مال جب قبضے میں آئے گا تو اس وقت قیمت کے لحاظ سے اس کو فروخت کرے گا۔

(۲)۔ چونکہ پہلا سودا قابل فسخ ہے اس لیے دوبارہ مال قبضے میں آنے کے بعد قیمت مقرر کرکے سودا کرنا چاہیے۔ اگر غلطی سے سابقہ سودے کو برقرار رکھا تو گناہ ہوگا، البتہ قیمت وہی ہوگی جو پہلے دونوں نے طے کی تھی۔

(۳)۔ سارے کاروبار ناجائز ہیں اس لیے سودے منسوخ کیے جائیں۔ مال زید کے قبضے میں آنے کے بعد دوبارہ قیمت مل کر کے معاملہ طے کریں۔

(۴)۔ ذخیرہ اندوزی اسلام میں ناجائز ہے۔ غیر انسانی رویہ ہے، حدیث میں ہے جو شخص اجناس اس لیے محفوظ کرتا ہے کہ قیمت بڑھ جائے تو فروخت کروں گا، تو وہ گناہ گار ہے۔ ملعون ہے۔ اللہ کے ذمہ سے وہ شخص بری ہے، تمام مال خرچ کرے گا تو تلافی نہ ہوگی۔ حدیث شریف قحط اور غیر قحط دونوں کے لیے البتہ قحط کے زمانے میں مال محفوظ کرنا زیادہ بدتر ہے کیونکہ ذخیرہ اندوزی سے غریبوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

جہاز پہنچنے سے قبل مال فروخت کرنا کیسا ہے

پارٹی نے مال باہر سے منگوایا اس کے آنے میں باہر سے وقت صرف ہوجاتا ہے۔ صورت اس کی یہ ہوتی ہے وہاں سے وہ مال جس جہاز پر آنا ہوتا ہے اس کی اطلاع یہاں پارٹی کو آجاتی ہے کہ فلاں ماہ فلاں جہاز میں آپ کا مال بک ہو جائے گا۔ (مختلف وجوہات کی بناء پر اس میں دیر سویر بھی ہوتی رہتی ہے) لیکن یہاں منگوانے والی پارٹیاں جہاز کے نام سے مال پہلے ہی فروخت کردیتی ہیں کہ فلاں مال فلاں جہاز پر آرہا ہے اس کا سودا ہوتا ہے تو یہ مسئلہ بینک کی حیثیت کے تعین پر موقوف ہے اگر بینک خریدار کی حیثیت سے وکیل ہے اور بینک کا نمائندہ باہر ملک میں مال کو اپنی تحویل میں لے کر روانہ کرتا ہے تو چونکہ وکیل کا قبضہ خود موکل کا قبضہ ہے اس لیے مال پہنچنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز ہے اور اگر بینک خریدار کا وکیل نہیں تو اس کو مال کی فروخت قبضہ سے پہلے جائز نہیں۔

بغیر دیکھے مال خریدنا اور قبضہ سے پہلے آگے بیچنا

ہمارے زمانے میں مال خرید وفروخت کے وقت

سامنے نہیں ہوتا بلکہ نام یا مارکہ سے بکتا ہے۔ تو اس کا حکم یہ ہے۔ بغیر دیکھے خریدنا جائز ہے لیکن دیکھنے کے بعد اگر مال مطلوبہ معیار کا نہ نکلا تو خریدار کو سودا ختم کرنے کا اختیار ہوگا لیکن جس چیز پر قبضہ نہیں ہوا اس کو فروخت کرنا جائز نہیں۔ قبضہ کے بعد فروخت کرنے کی اجازت ہے۔

ذخیرہ اندوزی

ذخیرہ اندوزی کی کئی صورتیں ہیں اور ہر ایک کا حکم جدا ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زمین کا غلہ روک رکھے اور فروخت نہ کرے۔ یہ جائز ہے لیکن اس صورت میں گرانی اور قحط کا انتظار کرنا گناہ ہے اور اگر لوگ تنگی میں مبتلا ہو جائیں تو اس کو اپنی ضرورت سے زائد غلہ کے فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔

دوسری صورت میں یہ ہے کہ کوئی شخص غلہ خرید کر ذخیرہ کر لیتا ہے اور جب لوگ قحط اور قلت کا شکار ہو جائیں تب بازار میں لاتا ہے۔ یہ صورت حرام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ملعون قرار دیا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ بازار میں اس جنس کی فراوانی ہے اور لوگوں کو کسی طرح کی تنگی اور قلت کا سامنا نہیں۔ ایسی حالت میں ذخیرہ اندوزی جائز ہے۔ مگر گرانی کے انتظار میں غلہ کو روک رکھنا کراہت سے خالی نہیں۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ انسانوں یا چوپائیوں کی خوراک کی ذخیرہ اندوزی نہیں کرتا اس کے علاوہ دیگر چیزوں کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، جس سے لوگوں کو تنگی لاحق ہو جاتی ہے، یہ بھی ناجائز ہے۔

ضمیمہ از فقہی مقالات

مستقبل کی تاریخ پر خرید و فروخت

آجکل بازار میں تجارت کی ایک خاص قسم رائج ہے۔ جس کو عربی میں ''المستقبلیات'' (FUTURES) کہا جاتا ہے۔ جس میں کچھ مخصوص اشیاء کو مستقبل کی کسی معین تاریخ پر فروخت کر دیا جاتا ہے۔ آج کل عالمی منڈیوں میں اور خاص کر مغربی ممالک میں تجارت کی جتنی صورتیں رائج ہیں، ان میں اس صورت کا رواج بہت زیادہ ہو چکا ہے اور اس تجارت کے لیے اب تو مستقبل مارکیٹیں قائم ہو چکی ہیں، جن میں صرف ایک دن کے اندر کئی ملین کی تجارت ہو جاتی ہے۔

جہاں تک اس معاملے کی حقیقت کا تعلق ہے تو ''انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا'' میں اس کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

'' Commercial contracts calling for the purchase or sale of speciefide quantities of commodities at speci-fied future dates''

''یعنی یہ وہ عقد تجارت ہے جس کا مقصد کسی چیز کی معین مقدار کو مستقبل کی کسی معین تاریخ میں بیچنا یا خریدنا ہوتا ہے''

اس تعریف کا حاصل یہ ہے کہ اس معاملے میں جس چیز کی بیع ہوتی ہے اس کی سپردگی اور قبضہ مستقبل کی کسی معین تاریخ میں ہوتا ہے۔

جہاں تک ''عقود مستقبلیات'' (Futures) کے عملی طریقہ کار کا تعلق ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ معاملات عام طور پر صرف ان بازاروں میں ہوتے ہیں جو اسی غرض کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ ایسے بازاروں کو ''سوق تبادل السلع'' (COMMODITY EXCHANGE) کہا جاتا ہے۔ ان بازاروں کی بنیاد ممبر شپ پر ہوتی ہے لہذا اگر کوئی شخص اس بازار میں جا کر فیوچر معاملہ کرنا چاہے تو اس

کے لیے اس بازار کا ممبر ہونا ضروری ہے۔ اور یہ ممبر شپ یا تو ایسے شخص کے لیے جاری کی جاتی ہے جو یا تو کوئی مصنوعات بنانے والا ہو یا ان کی تجارت کرتا ہو یا ایجنٹوں کے اداروں سے تعلق رکھتا ہو۔ اور اگر کوئی شخص ممبر تو نہیں ہے، لیکن وہ اسی بازار میں کوئی معاملہ کرنا چاہتا ہے تو ممبر ایجنٹ کے واسطے سے کر سکتا ہے (براہ راست نہیں کر سکتا) اور جس شخص کو ممبر شپ حاصل ہے اس کے لیے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ "مستقبلیات" (FUTURES) کا کوئی معاملہ کرنے سے پہلے اس بازار کے منتظمین کے پاس اپنا اکاؤنٹ کھلوائے۔ جس میں معین مقدار کی رقم ہر وقت موجود رہے اور بازار کے قواعد وضوابط کے مطابق وہ رقم معاملات کے تصفیہ کے لیے بطور ضمانت ادارے کے پاس رہے گی۔ اور عام طور پر یہ رقم معاہدے پر دستخط کے وقت اس چیز کی جو قیمت طے ہوئی ہے اس کے دس فیصد اور آئندہ مستقبل میں اس چیز کی جو قیمت ہونے والی ہے اس کے ساتھ فیصد سے زیادہ نہیں ہوتی۔ اور اس رقم کے جمع کرنے کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ بعد میں فریقین کے درمیان اختلاف واقع ہونے کی صورت میں اگر ایک فریق اپنے ذمہ لازم ہونے والی رقم کی ادائیگی سے انکار کر دے تو اس صورت میں اس کے اکاؤنٹ میں جمع شدہ رقم سے دوسرے فریق کے نقصانات کی تلافی کر دی جائے۔

اکاؤنٹ کھولنے کے بعد مستقبل کی کسی تاریخ پر خاص معین مقدار کی چیز کی خرید وفروخت کی اجازت ہوتی ہے اور جس چیز کا عقد کیا جاتا ہے اس کی مقدار کو کئی تجارتی یونٹوں (TRADING UNITS) میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ اور اس کی ہر یونٹ اس خاص چیز (شی معقود علیہ) کی معروف مقدار کو ظاہر کرتی ہے۔ مثلاً گندم میں جو یونٹ معتبر اور رائج ہے وہ پانچ ہزار بوریاں ہیں۔ لہذا اب اس مقدار سے کم میں معاملہ نہیں ہوگا اور معاملہ کرنے والے کو اختیار ہوگا کہ وہ ایک یونٹ گیہوں کا معاملہ کرے یا دو کا کرے یا اس سے زیادہ کا کرے۔ اسی طرح اس چیز کے عمدہ اور گھٹیا ہونے کے اعتبار سے بھی اس چیز کی مختلف قسموں کی درجہ بندی کر دی جاتی ہے اور پھر ان قسموں کو خاص نمبروں کے ذریعہ متعارف کرایا جاتا ہے۔ مثلاً گندم درجہ اول "گندم درجہ دوم" "گندم درجہ سوم" وغیرہ اور ہر درجے کی گندم کے اوصاف معاملہ کرنے والوں کے علم میں ہوتے ہیں۔

لہٰذا اگر کوئی شخص جنوری میں اول درجے کی ایک یونٹ گندم اکتوبر کی کسی تاریخ پر بیچنا چاہتا ہے تو وہ اس بازار میں اول درجہ کی ایک یونٹ گندم اکتوبر میں سپردگی کی بنیاد پر اتنے داموں پر بیچنے کی اوفر کرے گا جس میں اس کو نفع کی توقع ہو۔ لہذا جو شخص ایک یونٹ گندم ان شرائط پر خریدنے کے لیے تیار ہوگا۔ وہ اس کی اس پیشکش کو قبول کرے گا اور پھر دونوں (بائع اور مشتری) کو آپس میں ملاقات کرنے کی بھی ضرورت نہ ہوگی بلکہ وہ ادارہ فریقین کی شرائط پورا کرنے کا ذمہ دار ہوگا۔ لہذا بائع (SALER) اس ادارے کے واسطے ہی سے اپنی پیشکش بازار میں متعارف کرائے گا اور مشتری (BUYER) ادارہ کے توسط سے ہی بائع کی اس پیشکش کو قبول کرے گا اور سپردگی کی تاریخ آنے پر وہ ادارہ اس بات کا ذمہ دار ہوگا کہ بائع کی طرف سے سامان سپردگی کرائے اور مشتری کی طرف سے ثمن کی ادائیگی کرائے۔

اور حقیقت میں یہ معاملہ اتنی سادگی سے انجام نہیں پاتا جس طرح ہم نے اس کی تفصیل بیان کی، یہ نہیں ہوتا کہ مشتری اس سپردگی کی تاریخ کا انتظار کرے اور پھر اس تاریخ کے آنے کے بعد اس سامان (مبیع) پر قبضہ کرے۔ بلکہ یہی ایک عقد جو بائع اور مشتری کے درمیان ہوا ہے، جنوری سے اکتوبر تک روزانہ محل بیع و شراء بنتا رہتا ہے اور بعض اوقات صرف اس ایک عقد پر اس کی سپردگی کی تاریخ آنے سے پہلے یومیہ دس، دس بیع ہو جاتی ہیں۔ مثلاً زید نے عمرو کو ایک یونٹ گندم اکتوبر میں سپردگی پر بیچ دی اب

عمرو وہ گندم خالد کے ہاتھ بیچ دے گا اور پھر خالد آگے حامد کے ہاتھ فروخت کرے گا اور ہر شخص اپنا منافع رکھ کر زیادہ دام میں فروخت کرتا رہے گا۔ قیمت خرید اور قیمت فروخت کے درمیان جو فرق ہوگا وہ اس خطرہ (RISK) کا منافع ہوگا جو پارٹیوں نے اس مدت کے دوران برداشت کیا۔ لہٰذا اگر ایک شخص نے وہ گندم کم قیمت پر خرید کر زیادہ دام میں فروخت کر دی تو وہ شخص دونوں قیمتوں کے درمیان فرق کو اپنا منافع ہونے کی بنیاد پر مطالبہ کر سکتا ہے اور مشتری ہونے کی حیثیت سے نہ تو بائع کو ثمن ادا کرنے کی ضرورت ہوگی اور نہ ہی بائع ہونے کی حیثیت سے مبیع کی سپردگی کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا مثال مذکور میں اگر عمرو نے زید سے ایک یونٹ گندم اکتوبر میں سپردگی کی بنیاد پر دس ہزار ڈالر کی خریدی اور آگے خالد کو گیارہ ہزار ڈالر میں وہ گندم فروخت کر دی تو اب عمرو نہ تو زید کو قیمت ادا کرے گا' اور نہ خالد کو مبیع سپرد کرے گا۔ البتہ ان دو عقدوں کی بنیاد پر ایک ہزار ڈالر نفع کے وصول کرلے گا۔

اب ان معاملات کو نمٹانے کے لیے وہ ادارہ بازار میں ایک کمرہ مخصوص کر دیتا ہے جس کو ''کلیئرنگ ہاؤس'' (CLEARING HOUSE) کہا جاتا ہے اور بازار میں جتنے معاملات ہوتے ہیں وہ سب اس کلیئرنگ ہاؤس میں رجسٹرڈ ہوتے ہیں اور وہ ''کلیرنگ ہاؤس) اس بات کا ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ پورے دن میں ہونے والے تمام معاملات کا شام کو تصفیہ کرے گا۔ چنانچہ مثال مذکور میں اسی روز شام کو اپنے منافع کے ایک ہزار ڈالر ''کلیرنگ ہاؤس'' سے وصول کر کے اس معاملہ سے الگ ہو جائے گا۔

بہر حال اس ایک عقد پر سپردگی کے مہینے کے آنے تک مسلسل معاملات ہوتے رہتے ہیں اور جب اکتوبر کا مہینہ آئے گا۔ اس وقت ادارہ کی طرف سے سب سے آخری مشتری کو یہ اطلاع دی جائے گی کہ اب سپردگی کی تاریخ آرہی ہے' اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم اس تاریخ پر اس گندم پر قبضہ کرنا چاہو گے یا اس معاملہ کو آگے فروخت کرنا چاہتے ہو؟ اب اگر وہ مشتری اس گندم پر قبضہ کرنے کا خواہشمند ہے تو اس صورت میں بائع وہ گندم معین کو گودام میں پہنچا کر اس کا تصدیق نامہ حاصل کرلے گا اور وہ تصدیق نامہ مال چھڑانے والے (یا مشتری) کے حوالے کر کے اس کی بنیاد پر اس گندم کی قیمت وصول کرلے گا۔

اور اگر آخری مشتری گندم پر قبضہ کرنا نہیں چاہتا بلکہ اس عقد کی ربح کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں یہ آخری مشتری پھر سب سے پہلے بائع کے ہاتھ دوبارہ عقد بیع کرے گا اور اب معاملہ کا تصفیہ قیمت خرید اور قیمت فروخت کے درمیان جو فرق ہوگا اس فرق کی ادائیگی کی بنیاد پر ہو جائے گا۔ جیسا کہ تاریخ سپردگی سے پہلے کے معاملات میں ہوا تھا اور اس طرح آخری معاملے تک ادائیگی اور سپردگی نہیں پائی جاتی۔

جہاں تک اس کے شرعی حکم کا تعلق ہے تو جو شخص بھی شریعت کے قواعد اور مصالح سے واقفیت رکھتا ہو اس کو اس معاملہ کی مندرجہ بالا تفصیل پر نظر کرنے کے بعد ذرہ برابر تردد نہیں ہوگا کہ یہ معاملہ شرعاً حرام اور ناجائز ہے اور شریعت کے بہت سے احکام سے متصادم ہے۔

اس لیے کہ اس معاملے میں ایک ایسی چیز کی بیع ہوتی ہے جو ابھی انسان کی ملکیت میں نہیں ہے اور شریعت کا قاعدہ ہے کہ ''بیع مالا یملکه الانسان'' جائز نہیں۔ چنانچہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

ایک مرتبہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر کوئی شخص میرے پاس ایسی چیز خریدنے کے لیے آئے جو ابھی میرے پاس نہیں ہے تو کیا میرے لیے جائز ہے کہ میں پہلے اس چیز کا سودا اس سے کرلوں اور پھر بازار سے خرید کر اس کو دے دوں

؟حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ
''ایسی چیز مت بیچو جو تمہارے پاس نہیں ہے۔''
(جامعہ الاصول جلد اول صفحہ ۴۵۷، بحوالہ نسائی، ترمذی، ابوداؤد)

اور اس معاملہ میں جو عقد بیع مبیع کی سپردگی کی مدت کے دوران ہوتے ہیں وہ بھی مبیع پر قبضہ کرنے سے پہلے ہی مکمل ہو جاتے ہیں اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

'' من اشتریٰ طعا ما فلا یبعه حتیٰ یستوفیه ''
(اخرجہ البخاری ومسلم)

''جو شخص کوئی غلہ خریدے وہ اس کو اس وقت تک آگے فروخت نہ کرے جب تک اس پر قبضہ نہ کر لے''۔

بعض لوگوں نے بیع سلم کی بنیاد اس معاملے کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے لیکن کئی ساری وجوہ کی بناء پر اس کو بیع سلم کی بنیاد پر جائز قرار دینا درست نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیلات حاصل کرنے کے لیے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کے فقہی مقالات جلد۲ کا مطالعہ فرمائیے۔

بیع الاستجرار

لغوی اعتبار سے ''بیع الاستجرار''، ''استجر المال'' سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں تھوڑا تھوڑا مال لینا اور فقہاء متاخرین کی اصطلاح میں ''بیع الاستجرار'' یہ ہے کہ کوئی شخص دکاندار سے اپنی ضرورت کی اشیاء وقتاً فوقتاً تھوڑی تھوڑی کر کے لیتا رہے، اور ہر مرتبہ چیز لیتے وقت دونوں کے درمیان نہ تو ایجاب وقبول ہوتا ہے اور نہ ہی بھاؤ تاؤ ہوتا ہے۔

پھر ''بیع الاستجرار'' کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ پہلی قسم یہ ہے کہ سامان کی قیمت بعد میں دی جائے۔

۲۔ دوسری قسم یہ ہے کہ سامان کی قیمت پہلے ہی دکاندار کو دے دی جائے۔

جہاں تک پہلی قسم کا تعلق ہے، اس کو علامہ حصکفی رحمتہ اللہ علیہ نے درمختار میں ان الفاظ سے ذکر کیا ہے:

﴿ مایستجره الانسان من البیاع اذا حاسبه علی اثمانها بعد استهلاکها ﴾

یعنی ''بیع الاستجرار'' یہ ہے کہ انسان دکاندار سے تھوڑی تھوڑی چیز لیتا رہے، اور ان اشیاء کو استعمال کرنے کے بعد آخر میں ان کی قیمت کا حساب کر کے ادا کر دے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان دکاندار کے ساتھ یہ سمجھوتہ کر لے کہ جب کبھی اس کے گھر میں کسی چیز کی ضرورت ہوگی وہ اس کی دکان سے منگوا لے گا، چنانچہ جب اس شخص کو اپنے گھر میں کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس کی دکان سے منگوا لیتا ہے، اور دکاندار اس کی مطلوبہ اشیاء ایجاب وقبول کے بغیر اور کسی بھاؤ تاؤ اور قیمت کے ذکر کے بغیر اس کو دے دیتا ہے اور وہ شخص اس چیز کو اپنی ضرورت میں استعمال کر لیتا ہے اور پھر ایک ماہ کے اندر جتنی اشیاء وہ دکان سے لیتا ہے مہینے کے آخر میں اس کا حساب ہو جاتا ہے اور وہ شخص یک مشت تمام اشیاء کی قیمت ادا کر دیتا ہے۔

فقہ کے مشہور قواعد کی رو سے بیع کی یہ صورت ناجائز ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اگر ہم یہ کہیں کہ یہ بیع اس وقت منعقد ہوگی جب وہ چیز مشتری نے دکاندار سے وصول کر لی تو اس صورت میں یہ خرابی لازم آتی ہے کہ ثمن مجہول کے ساتھ بیع منعقد ہوگی۔ اس لیے کہ اس موقع پر دکاندار اور مشتری کے درمیان نہ تو بھاؤ تاؤ ہوتا ہے اور نہ ہی ثمن کا کوئی ذکر ہوتا ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ یہ بیع اس وقت منعقد ہوگی جب مہینے کے آخر میں حساب کا تصفیہ ہوگا جبکہ اس وقت وہ چیز استعمال کے بعد ختم ہو چکی ہوگی تو اس صورت میں دو خرابیاں لازم آئیں گی، ایک خرابی تو یہ لازم آئے گی کہ اس چیز کی بیع منعقد ہونے سے پہلے ہی مشتری اس چیز کو استعمال کر کے ختم کر دے گا۔ دوسری خرابی یہ ہوگی کہ معدوم چیز کی بیع لازم آئے گی۔ انہیں خرابیوں کی وجہ سے بعض فقہاء نے ''بیع الاستجرار'' کو ناجائز قرار دیا ہے۔

علامہ ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
ومما تسامحوا فيه و اخرجوه عن هذه القاعدة مافي القنية : الاشياء التي توخذ من البياع على وجه الخرج كما هو العادة من غير بيع كالعدس والملح و الزيت و نحوها ثم اشتراها بعد ماانعدمت صح اه فيجوز زبيع المعدوم هنا. (البحر الرائق ۲۵۹/۵)
بیع کی وہ صورت جس میں علماء حنفیہ نے تسامح سے کام لیتے ہوئے اس کو اس قاعدہ سے مستثنیٰ کر دیا ہے جو "قنیہ" میں مذکور ہے، وہ یہ ہے کہ گھریلو ضرورت کی وہ اشیاء جس کو عادۃً لوگ بغیر بیع وشراء کے ضرورت کے مطابق دکاندار سے لیتے ہیں جیسے دال، نمک، تیل وغیرہ اور پھر ان اشیاء کو استعمال کرنے کے بعد آخر میں ان کی بیع کرتے ہیں، یہ معاملہ صحیح ہے اور اس میں "معدوم" کی بیع جائز ہوگی۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حنفیہ کے نزدیک "بیع الاستجرار" استحساناً جائز ہے۔

باب الخيار

(۱)صح خيار الشرط لكل من العاقدين ولهماثلثة ايام اواقل لااكثر الاانه يجوزان اجازفي الثلاث اى اذا بيع وشرط الخيار اكثر من ثلثة ايام لايجوز البيع خلافالهما لكن ان اجيز في ثلثة ايام جاز البيع عند ابى حنيفة خلافا لزفرؒ (۲)فان شرى علىٰ انه ان لم ينقدالثمن الى ثلثة ايام فلا بيع صح والى اربعة لافان نقد الثمن فى الثلث جاز انما ادخل الفاء فی قوله فان شرى لانه فرع مسألة خيار الشرط لان خيار الشرط انما شرع ليدفع بالفسخ الضررعن نفسه سواء كان الضرر تاخيراداء الثمن اوغيره فاذا كان الخيار لضرر التاخير من صور خيار الشرط فالتصريح به يكون من فروع خيار الشرط هذا الذى ذكر قول ابى حنيفةؒ و ابى يوسفؒ وخلافاً لمحمدؒ فانه يجوز فى الاكثرفهوجرى على اصله فى التجويز فى الاكثر وابوحنيفةؒ جرى على اصله فى عدم التجويز فى الاكثراماابويوسفؒ انما لم يجوز ههٰناجرياً على القياس وجوز ثمه لاثرابن عمرؓ فانه جوز الى شهرين (۳)ولايخرج المبيع عن ملك بائعه مع خياره فان قبضه المشترى فهلكه عليه بالقيمة اى بيع بشرط خيار البائع فقبضه المشترى فهلك فى يده يجب عليه القيمة لانه مقبوض على سوم الشراء وهو مضمون بالقيمة

باب الخیار

یعنی جا کر بیچنے کے بیان میں خواہ بائع کو اختیار ہو یا مشتری کو یا دونوں کو

(۱) خیار کی مدت

بائع اور مشتری دونوں کو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے کم کا اختیار درست ہے اور اس سے زیادہ کا درست نہیں۔ تو اگر بیع ہوئی اور تین دن سے زیادہ کا اختیار شرط ہوا تو امام صاحبؒ اور زفرؒ کے نزدیک بیع فاسد ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز ہے پھر اگر تین دن کے اندر انہوں نے اجازت دے دی (یعنی بیع کو نافذ اور لازم کر دیا) تو امام صاحبؒ کے نزدیک جائز ہو جاوے گی اور امام زفرؒ کے نزدیک جائز نہ ہوگی۔ (اور فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے)
فائدہ:۔ اور صاحبینؒ نزدیک جائز ہے ایک مدت

معلومہ تک برابر ہے کہ تین دن کی ہووے خواہ ایک مہینے کی یا ایک برس کی اور اس خیار کو خیار الشرط کہتے ہیں۔ دلیل امام صاحبؒ کی وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا دار قطنی اور بیہقی نے کہ حبان بن منقذ بن عمرو انصاریؓ دھوکا دیئے جاتے تھے خرید وفروخت میں تو فرمایا واسطے ان کے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب سودا کرے تو تو کہہ نہیں فریب ہے اور مجھے اختیار ہے تین دن تک اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابان بن ابی عیاش سے انہوں نے انسؓ سے کہ ایک شخص نے خریدا ایک اونٹ اور شرط کی اختیار کی چار دن تک تو باطل کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع کو اور فرمایا کہ اختیار تین دن تک ہے لیکن ابان بن ابی عیاش ضعیف ہے مگر مرد صالح ہے

اور روایت کی دار قطنیؒ نے نافع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار تین دن تک ہے اور اس کی اسناد میں احمد بن میسرہ متروک الحدیث ہے اور صاحبینؒ کی دلیل صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ ابن عمرؓ نے جائز رکھا اختیار کو دو مہینے تک اور اس اثر کا کتب حدیث میں نشان نہیں ملتا۔

(۲) تین یا چار دن میں پیسے ضرور دینے کی بیع

اور جو اس شرط پر خریدا کہ اگر تین دن دام نہ دوں گا تو بیع نہ ہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور چار دن کی اگر قید لگاوے گا تو درست نہ ہوگی نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک درست ہوگی لیکن چار دن کی قید لگا کر اگر تین دن کے اندر قیمت ادا کر دے تو سب کے نزدیک بیع درست ہو جاوے گی۔

(۳) بائع کے خیار کا فائدہ

بائع کا اختیار شے مبیع کو ملک بائع سے نہیں نکالتا بلکہ وہ شے مدت خیار تک بائع کی ملک میں رہتی ہے تو اگر بائع کے اختیار کی صورت میں وہ شے مشتری کے پاس تلف ہوگئی تو مشتری پر قیمت اس شے کی لازم آوے گی نہ ثمن۔

فائدہ: ثمن اس کو کہتے ہیں جو درمیان بائع اور مشتری کے ٹھہری ہو اور قیمت جو اس کا نرخ بازار ہووے مثلاً ایک کپڑا زید نے عمرو سے چار روپے کو خریدا تو چار روپے ثمن ہوئے اب بازار میں اس کی قیمت تین حال سے خالی نہیں یا چار روپے ہیں یا کم وبیش اول صورت میں ثمن اور قیمت مقدار میں مساوی ہیں اور دوسری صورت میں ثمن زیادہ اور قیمت کم ہے اور تیسری صورت میں ثمن کم اور قیمت زیادہ ہے تو اس مسئلہ کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو کے ہاتھ ایک کپڑا چار روپیہ کو بیچا اس شرط پر کہ زید نے اپنے واسطے تین دن کا اختیار رکھا کہ اس عرصے میں چاہوں تو کپڑا پھیر لوں یا اس کی ثمن لے لوں اور عمرو وہ کپڑا لے کر چلا گیا بعد اس کے اندر مدت خیار کے وہ کپڑا عمرو کے پاس تلف ہوگیا تو عمرو پر چار روپیہ ثمن کے لازم نہ آویں گے بلکہ جو کچھ اس کپڑے کی قیمت از روئے نرخ بازار ہوئے وہ دینا پڑے گی اس لئے کہ جب بائع نے خیار کیا تو وہ کپڑا اسی کی ملک میں رہا تو گویا ابھی بیع ہوئی نہیں اور مشتری اس کو بقصد خریداری لے گیا ہے اور اس میں قیمت لازم آتی ہے۔

(۴) و یخرج عن ملک البائع مع خیار المشتری وهلكه فی یده بالثمن كتعیبه ای اذاكان الخیار للمشتری و قبض المشتری فهلک او تعیب فی یده یجب الثمن ولایملكه المشتری ای اذاكان الخیار للمشتری لایملكه المشتری عندابی حنیفة خلافاً لهما (۵) وثمرة الخلاف تظهرفی هذه المسائل وهی قوله فشراء عرسه بالخیار لایفسد نكاحه عندابی حنیفة لعدم الملک و عندهما یفسده و ان وطیهاردها لانه بالنكاح الافی البكر ای ان وطیها المشتری فی

ایام الخیار یملک ردھا عندابی حنیفةؒ لان الوطی بالنکاح فلایکون اجازة الاان تکون بکرالانہ نقصھا بالوطی فلایملک الردوعندھما لایملک الردوانکانت ثیباً لان المشتری قدملکھا فیفسدالنکاح فالوطی یکون بملک الیمین فیکونِ اجازةً (٦) ولایعتق قریبہ علیہ فی مدة خیارہ ای ان شرےِ قریبہ بالخیارلایعتق عندابی حنیفة فی ایام الخیار خلافالھما ولا من شراہ قائلاًان ملکت عبدافھوحرای قال ان ملکت عبداً فھو حرفشراہ بالخیارہ لا یعتق فی ایام الخیار عندابی حنیفةؒ لعدم الملک (٧) ولایعدحیض المشتراة فی المدة من استبرائھا ایِ ان اشتری امة بالخیارفحاضت فی ایام الخیار فھذہ الحیضة لاتعدمن الاستبراء عندابی حنیفةؒ لان الاستبراء انما یجب بعد ثبوت الملک ولااستبراء علے البائع ان ردت علیہ بالخیار ای ان ردت الامة المشتراة بالخیارلایجب الاستبراء علے البائع عندابی حنیفةؒ لان الاستبراء انما یجب بالانتقال من ملک الی ملک ولم توجد عندابی حنیفةؒ حیث لایملکھا المشتری

(۴) مشتری کے خیار کا فائدہ

اور مشتری کو اگر خیار ہووے تو وہ شے بائع کی ملک سے نکل جاتی ہے لیکن مدت کے اندر مشتری کی بھی ملک میں نہیں آتی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک بائع کی ملک سے نکل کر مشتری کی ملک میں آجاتی ہے۔اس صورت میں اگر وہ شے مشتری کے پاس تلف ہوگئی یا عیب دار ہوگئی تو مشتری پرثمن لازم آوے گی۔

فائدہ:۔تو حاصل کلام یہ ہے کہ اگر بائع کو اختیار ہووے اوروہ شے مشتری کے پاس تلف ہوجاوے تواس کو قیمت دینی پڑے گی اوراگرمشتری کو اختیار ہووے اوروہ شے اس کے پاس تلف یا عیب دار ہوجاوے توثمن دینی پڑے گی۔

(۵) ثمرۂ اختلاف

اگر ایک شخص نے اپنی منکوحہ لونڈی کواس کے مالک سے خریدا بشرط خیار تو امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح نہیں فاسد ہوگا مدت خیار میں اس واسطے کہ ان کے نزدیک جب مشتری کو خیار ہووے تو وہ شے ملک میں مشتری کے نہیں آتی اور صاحبینؒ کے نزدیک فاسد ہوجاوے گا اس واسطے کہ وہ اس لونڈی کا مالک ہوگیا اوراگر بعدخریدنے کے مدت خیار میں خاوند نے اس سے وطی کی اور وہ لونڈی ثیبہ ہے تب بھی پھیر سکتا ہے اوراگر بکر ہے تو نہیں پھیر سکتا ہے۔نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک خواہ بکر ہو یا ثیب کسی صورت میں نہیں پھیر سکتا۔(اور وجہ اس کی ظاہر ہے)

(٦) غلام کو بشرط خیار خریدنا

آگے آٹھ مسئلے بیان ہوتے ہیں وہ سب مبنی ہیں اسی بات پر کہ خیار مشتری میں امام صاحبؒ کے نزدیک وہ شے ملک مشتری میں نہیں آتی اور صاحبینؒ کے نزدیک ملک میں مشتری کے آجاتی ہے۔اگر مشتری نے ایک غلام بشرط خیار خریدا اور وہ اس کا قریب نکلا (یعنی ذورحم محرم جس کا بیان کتاب العتاق میں ہوچکا) تو امام صاحبؒ کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہوجاوے گا اوراگر کسی نے یہ قسم کی کہ اگر میں کسی غلام کا مالک ہوں تو وہ آزاد ہے اور پھر ایک غلام بشرط خیار خریدا تو امام صاحبؒ کے نزدیک مدت خیار میں وہ آزاد نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہوجاوے گا۔

فائدہ:۔اگر یہ قسم کھائی تھی کہ میں کسی غلام کو خریدوں تو وہ آزاد ہے تو بمجرد خریدنے کے آزاد ہوجاوے گا سب کے نزدیک ہدایہ۔

(٧) لونڈی کو بشرط خیار خریدنا

اور جس لونڈی کو بشرط خیار خریدا تو مدت خیار میں جو

حیض اس کو آوے گا وہ استبرا میں شمار نہ ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک شمار ہوگا اور اگر پھر اس کو بائع پر رد کر دیا تو بائع پر بعد قبضے کے استبراء واجب نہ ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہوگا۔

(۸) ومن ولدت في المدة بالنكاح لاتصيرام ولد له اى ان اشترى زوجته بالخيار فولدت في ايام الخيار في يدالبائع لاتصير ام ولد للمشترى فيملك الردعندابى حنيفةؒ و عندهما تصيرام ولد لانها ولدت في ملك المشترى فلايملك الردوانما قلنا في يد البائع حتے لو قبض المشترى وولدت في يده تصيرام ولد له بالاتفاق لانها تعيبت بالولادة فلايملك الردفصارت ملكا للمشترى فالولادة وقعت في ملك المشترى لا في ملكه فتصيرام ولد له و هلكه في يدالبائع عليه ان قبضه المشترى باذنه واودعه عنده لارتفاع القبض بالردلعدم الملك اى المشترى بالخياران قبض مشتراة ثم اودعه عندالبائع فهلك في يدالبائع فهلكه في يده يكون علے البائع لان القبض قدارتفع بالردلان المشترى لم يملكه فلم يصح الايداع بل رده الى البائع يكون رفعاً للقبض فيكون الهلاك قبل القبض علے البائع وعندهما لكن لما ملكه المشترى صح ايداعه ولم يرتفع القبض فكانه هلك في يدالمشترى فيكون الهلاك من ماله (۹) و بقى خيار ماذون شرى بالخيار وابرأه بائعه عن ثمنه في المدة لان المأذون يلے عدم التملك اى ان شرى عبدمأذون شيًا بالخياروابرأه بائعه عن ثمنه في مدة الخيار بقے خياره عندابى حنيفةؒ وعندهما لايبقے له الخيارلانه ان بقے كان له ولاية الردفرده يكون تمليكابغير عوض والمأذون لايملك ذلک و عندابى حنيفةؒ لمالم يملكه كان رده امتناعاً عن التملک وللماذون ولاية ذلک فانه اذاوهب له شئ فله ولاية ان لايقبله

(۸) اپنی منکوحہ حاملہ لونڈی کو بشرط خیار خریدنا اور کسی شے کو خرید کر بائع کے پاس امانت رکھنا

اور اگر اپنی منکوحہ لونڈی حاملہ کو اس کے مالک سے بشرط خیار خریدا اور مدت خیار میں وہ جنی ید بائع میں تو امام صاحبؒ کے نزدیک وہ ام ولد نہ ہوگی تو اس کو پھیر سکتا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کی ام ولد ہو جائے گی تو اب نہیں پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری نے ایک شے کو بشرط خیار خریدا اور اس پر قبضہ کیا اذن بائع سے بعد قبضے کے پھر وہی شے بائع کے پاس امانت رکھ دی اور بائع کے پاس تلف ہوگئی مدت خیار میں تو امام صاحبؒ کے نزدیک بائع کا مال ہلاک ہوگیا واسطے رفع ہونے قبضے کے بسبب رد کے اور بجہت نہ ہونے ملک کے اور مشتری پر اس کی ثمن لازم نہ آوے گی اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کا مال ہلاک ہوگا اور اس پر ثمن لازم ہوگی۔

(۹) عبد ماذون کو ثمن کی معافی

اور اگر عبد ماذون نے (یعنی جس کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہووے) ایک شے بشرط خیار خریدی بعد اس کے بائع نے ثمن اس کو معاف کر دیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک خیار اس کا باقی ہے یعنی چاہے رکھے یا بائع کو پھیر دے اور صاحبینؒ کے نزدیک خیار باطل ہوگا۔

(۱۰)و بطل شراء ذمی من ذمی خمراً بالخیار ان اسلم لئلایتملکها مسلما باسقاط خیاره ای اذااشتری ذمی بشرط خیاره من ذمی خمراً ثم اسلم المشتری بطل شراؤہ لانه ان بقی فعنداسقاط الخیار یتملکه المشتری فیلزم تملک المسلم الخمر وعندهما ینفذالشراء وبطل الخیارلانه لوبقی یملک ردهاوالردیکون تملیکاً والمسلم لایملک تملیک الخمر فهذه المسائل ثمرة الخلاف (۱۱) و من له الخیار یجیزوان جهل صاحبه ولاینفسخ بلاعلمه ای ان فسخ من له الخیارلا ینفسخ بلاعلم صاحبه خلافاًلابی یوسف والشافعی رحمهما لهماانه ان شرط علم صاحبه لم یبق فائدة فی شرط الخیارلان صاحبه ان اختفی فی مدة الخیار فلم یصل الخبرالیه فیتم العقد فیتضررمن له الخیار فان فسخ و علمه فی المدة انفسخ والاتم عقده و یورث خیارالعیب والتعیین لاالشرط والرویة خیار التعیین ان یشتری احدالثوبین بعشرة علی ان یعین ایاشاء وخیار الشرط یورث عندالشافعیؒ ایضاً و خیارالرؤیة لایتاتی علی مذهبه لان شراء مالم یره لایجوز عنده فی اظهرالقولین (۱۲)و ان اشتری وشرط الخیار لغیره فای اجازاونقض صح ذلک فان اجازاحدهما و فسخ الأخرفالاول اولی ولووجدامعاً فالفسخ اولی قالوالان شرط الخیار لغیرالعاقدانما یثبت بطریق النیابة عن العاقد فیثبت له اقتضاء اقول اذااشتری علی ان الغیر بالخیار لایثبت الخیار الابرضاء المتعاقدین فیکون نائباعن المتعاقدین ثم رضی البائع بخیار الغیر لایقتضی رضاه بخیارالمشتری

(۱۰) ذمی کا شراب خرید کر مسلمان ہو جانا

اور اگرایک ذمی نے ایک ذمی سے شراب خریدی شرط خیار پر بعداس کے خریدار مسلمان ہوگیا تو صاحبینؒ کے نزدیک خیار اس کا باطل ہوگیا یعنی اب اس کو پھیر نہیں سکتا ورنہ لازم آوے گا تملیک خمراور مسلم نہیں مالک ہونا تملیک خمر کا اور امام صاحبؒ کے نزدیک باطل ہووے گی بیع اس لئے کہ اگر بیع باقی رہے تو درصورت اسقاط خیار مالک ہوگا خمر کا مشتری مسلم اور مالک ہونا خمر کا مسلم کو جائز نہیں پس یہ آٹھ مسئلے ثمرات اختلاف کے ہیں۔

(۱۱) صاحب خیار کا خیار کو استعمال کرنا

اور جس شخص کو اختیار ہے وہ جائز اور تمام کرسکتا ہے معاملے کو اگرچہ طرف ثانی اس وقت حاضر نہ ہووے اور فسخ نہیں کرسکتا جب تک طرف ثانی نہ حاضر ہووے اور امام ابی یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک فسخ بھی کرسکتا ہے بے اس کے حضور کے اور اگر جس شخص کو اختیار تھا اس نے فسخ کیا پیٹھ پیچھے طرف ثانی کے اور مدت خیار میں طرف ثانی کو خبر فسخ کی پہنچی تو معاملہ فسخ ہو جاوے گا اور اگر مدت خیار میں اس کو خبر فسخ کی نہیں پہنچی تو معاملہ تمام ہو جاوے گا اور جس شخص کو خیار العیب یا خیار التعیین ہووے اور وہ مرجاوے تو اس کے وارث کو بھی خیار رہے گا اور اگر اس کو خیار الشرط یا خیار الرؤیہ تھا اور وہ مرگیا تو اس کے وارث کو نہ ہوگا۔

فائدہ:- خیار الشرط تو معلوم ہوا اور خیار الرؤیۃ اسے کہتے ہیں کہ بن دیکھے چیز خریدی اور دیکھنے کے بعد وہ پسند نہ آئی تو اس صورت میں مشتری کو اختیار ہے پھیر دینے کا اور اختیار العیب یہ ہے کہ بعد خریدنے اور قبضہ کرنے کے مبیع میں کوئی عیب نکلا تو اس میں بھی پھیرنے کا اختیار ہوتا ہے اور خیار

التعیین یہ کہ مثلاً دوغلاموں میں سے ایک کوخریدااس شرط پر کہ جو پسند آوے گا ہزار کو لے لیوے گا اور پھر وہ شخص مرگیا تو اس کے وارث کو بھی اختیار معین کر کے لے لینے کا باقی رہے گا۔

(۱۲) مشتری کا دوسرے کے خیار پر خریدنا

اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے (مثلاً کہے کہ زید اگر پسند کر لے گا تو بیع منعقد ہوگی ورنہ نہ ہوگی) تو درست ہے اور اس صورت میں جو بیع کو جائز یا فسخ کرے گا درست ہوگا اور اگر ایک جائز رکھے اور دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات معتبر ہوگی اور اگر دونوں کی باتیں معاً ہوویں تو بیع فسخ ہوجاوے گی۔

(۱۳) و بیع عبدین بالخیارفی احدهما صح ان فصل ثمن كل و عين محل الخيار وفسدفی الاوجه الباقية و هى ماإذالم يفصل الثمن ولم يعين محل الخيار او فصل الثمن ولم يعين او عين ولم يفصل لجهالة الثمن والمبيع او جهالة احدهما بقے ان فى صورة الجواز و ان لم يوجدالجهالة لكن قبول ما ليس بمبيع جعل شرطا لقبول ماهومبيع فينبغے ان يفسد بالشرط لفاسد عنده والجواب ان البيع بشرط الخيارداخل فى الايجاب لاالحكم فلايصدق عليه انه ليس بمبيع من كل وجه بل هو مبيع من وجه فاعتبرنا الوجهين ففے صورة الجهالة اعتبرنا انه ليس بمبيع حتے يفسدالعقدوفى صورة ان يكون كل واحد منهما معلوماً اعتبرناانه مبيع حتے لايفسد العقد (۱۴) وشراء احد الثوبين اواحد ثلثة علے ان يعين اياشاء فى ثلثة ايام صح لاان لم يشترط تعيينه ولافى احداربعة لان القياس عدم الجواز لكنا استحسنا فى الثلثة لمكان الحاجة لان الثلثة مشتملة علے الجيد والردى والمتوسط و فى الزائد علے الثلثة ابقيناه علے الاصل وهو عدم الجواز (۱۵)واخذه بالشفعة داربيعت بجنب ماشرط فيه الخياررضاء اى اشترى داراعلے انه بالخيار فبيعت داربجنب تلک الدار واخذها المشترى بشفعة فهذا الاخذ دليل رضاء بشراء تلک الدارلان الاخذ بالشفعة يقتضے اجازة فى شراء المشفوع به (۱۶) وخيار شرط المشتريين يسقط برضاء احدهما وكذاخيار العيب والرؤية لانه ان رده الأخريكون معيبا بعيب الشركة و عندهما للأخرولاية الردلان الخيار ثابت لكل واحد (۱۷) وعبدمشرى بشرط خبزه اوكتبه ووجد بخلافه اخذبثمنه اوترک لان الاوصاف لايقابلها شئ من الثمن

(۱۳) دوغلاموں میں سے ایک پر خیار رکھنا

اور اگر دو غلاموں کو ساتھ بیچا اس شرط پر کہ ایک غلام میں مجھے اختیار ہے تو اگر ہر ایک کی قیمت جداگانہ بیان کر دی ہے اور جس غلام میں اختیار ہے اس کو معین کر دیا تو بیع جائز ہے ورنہ فاسد ہے۔

فائدہ:۔ مثلاً قیمت جداگانہ نہ بیان کی اور محل خیار معین نہ کیا یا قیمت جداگانہ بیان کی لیکن محل خیار معین نہ کیا یا محل خیار معین کیا لیکن قیمت جداگانہ بیان نہیں کی۔

(۱۴) تین یا چار کپڑوں سے ایک کو معین کرنیکا خیار

اور اگر دو یا تین کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ جس کو چاہے گا معین کر لے گا تین دن کے عرصہ میں صحیح ہے

اور جو شرط معین کرنے کی نہیں کی تو جائز نہیں اور جو ایک کو چار کپڑوں میں سے اسی شرط پر خریدا تو جائز نہیں۔ فائدہ:۔ یعنی اگر چار کپڑوں میں سے ایک کو خریدا اس شرط پر کہ تین دن میں ایک پسند کر کے لےلوں گا تو جائز نہیں کیونکہ یہ بیع خلاف قیاس استحساناً جائز ہوئی ہے۔ بنظر حاجت کے طرف دفع غبن کے اور تین کپڑوں سے حاجت مندفع ہو جاتی ہے اس واسطے کہ غالباً ایک عمدہ ہوگا ایک اوسط ایک ناقص تو چار کی ضرورت نہیں ہدایہ۔

(۱۵) ایک گھر کی مدت خیار میں دوسرے کو بطریق شفعہ لینا

اور اگر ایک گھر خریدا بشرط خیار بعد اس کے مدت کے اندر ایک اور گھر قریب اس گھر کے بکا اور اس نے شفعہ کی راہ سے اس کو لیا تو دوسرے گھر کا لینا بطریق شفعہ رضامندی شمار کی جاوے گی پہلے گھر کی خرید میں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اگر پہلے گھر کی خرید کو تمام نہ کرتا تو دوسرے گھر میں شفعہ کا دعویٰ کب ہو سکتا ہے۔

(۱۶) مشترک چیز کا خیار

اور اگر دو شخصوں نے مل کر ایک چیز مول لی بشرط خیار اور ایک ان میں سے راضی ہو گیا تو دوسرا بھی واپس نہیں کر سکتا۔ یعنی اس کا بھی اختیار جاتا رہا اس لئے کہ جو وہ پھیرے گا تو مبیع عیب دار ہو جاوے گی یہ عیب شرکت اور اس میں ضرر بائع کا ہے اور اسی طرح خیار العیب اور خیار الرؤیۃ میں۔

فائدہ:۔ یعنی دو شخصوں نے مل کر خریدا بعد اس کے عیب نکلا ایک راضی ہو گیا تو دوسرا اگرچہ ناراض ہے پھیر نہیں سکتا۔ یا بن دیکھے دونوں نے خریدا بعد دیکھنے کے ایک راضی ہوا تو دوسرا جو ناراض ہے نہیں پھیر سکتا اور صاحبینؒ کے نزدیک سب صورتوں میں جو ناراض ہے رد بیع کر سکتا ہے۔

(۱۷) غلام کا مبینہ وصف کے خلاف نکلنا

اور اگر ایک غلام کو خریدا اس شرط پر کہ نان پز ہے یا نویسندہ ہے اور اس کے خلاف نکلا تو مشتری چاہے کل ثمن سے لے لیوے یا پھیر دیوے اس لئے کہ یہ امور اوصاف ہیں ان کے عوض میں ثمن میں نقصان نہ ہوگا۔

فصل فی خیار الرؤیة

صح شراء مالم یره خلافا للشافعی رحمه الله ولمشتریه الخیار عندها ای عندالرؤیة (۲)الی ان یوجد مبطله و ان رضی قبلها ای ان رضی قبل الرؤیة یکون له حق الفسخ اذاراٴه (۳)لکن لو فسخ قبل الرؤیة ینفذالفسخ بحکم انه عقد غیرلازم حتی لایجوز اجازته عندالرؤیة (۴)لاللبائعه ای اذا باع شیئالم یره لایکون الخیار اذاراه (۵)و یبطله و خیارالشرط تعیبه وتصرف لاینفسخ کالاعتاق والتدبیراویوجب حقالغیره کالبیع المطلق ای بدون شرط الخیار والرهن والاجارة قبل الرؤیة اوبعدها ای هذه التصرفات تبطل خیار الرؤیة سواء کانت قبل الرؤیة اوبعدها وما لایوجب حقالغیره کالبیع بالخیار والمساومة والهبة بلاتسلیم یبطل بعدها لا قبلها لان هذه التصرفات لاتزید علی صریح الرضاء وهوانما یبطله بعد الرؤیة اما التصرفات الاول

فهی اقوی لان بعضها لايقبل الفسخ وبعضهااوجب حقالغيره فلا يمکن ابطاله (۶) والنظر الی وجه الامة والصبرة ووجه الدابة وکفلها وظاهر ثوب مطوی غيرمعلم الی موضع علمه معلما (۷) ونظروکيله بالشراء او بالقبض کاف لانظررسوله الوکيل بالقبض هوالذی ملکه القبض فقال له کن وکيلا عنی بقبضه بخلاف الرسول فانه الذی امره باداء الرسالة بالتسليم فالبائع اذالم يسلم اليه لايملک الخصومة بخلاف الوکيل وعندهما نظرالوکيل بالقبض غير کاف لانه وکله بالقبض لابالنظرولابی حنيفة رحمه الله ان القبض الکامل بالنظرليعلم ان هذاهوالذی امر بقبضه(۸) وشرط رؤيةداخل الدارالیوم انما قال اليوم لان الرواية انه اذارأی حيطان الداورواشجار البستان من خارج کان کافيا وذلک لان دورهم و بساتينهم لم تکن متفاوتة فرؤية الخارج کانت مغنية عن روية الداخل اماالأن فالتفاوت فاحش فلابدمن رؤية الداخل

فصل خیار رویت کے بیان میں

یعنی دیکھنے کے اختیار کے بیان میں

(۱) خیار رؤیت کا مفہوم ومطلب

جس چیز کو مشتری نے نہ دیکھا ہواس کا خرید لینا درست ہے اور جب اس کو دیکھے تو اختیار ہے چاہے اسی داموں کو خرید لیوے یا واپس کر دیوے اگر چہ قبل دیکھنے کے راضی ہو چکا اس کے لئے حق فسخ ہے۔

فائدہ:۔ اور اس کی کوئی مدت مقرر نہیں تو جائز ہے واسطے اس کے فسخ بیع تمام عمر تک۔

(۲) خیار رؤیت کی مدت

جب تک کہ بعد دیکھنے کے کوئی بات ایسی نہ کہے یا کوئی فعل ایسا نہ کرے جو دلالت کرتا ہو رضا مندی پر۔

فائدہ۔ اور بعضوں کے نزدیک موقت ہے بوقت امکان فسخ یعنی جب دیکھ کے قادر ہو فسخ پر اور فسخ نہ کرے تو خیار ساقط ہو جاتا ہے لیکن صحیح اول ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک یہ خرید صحیح نہیں ہے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا دار قطنیؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص خریدے ایسی چیز کو کہ نہ دیکھا ہو اس کو تو واسطے اس کے اختیار ہے جب دیکھے اور اسناد میں اس کی عمر بن ابراہیم کردی ہے نسبت کیا گیا ہے طرف وضع حدیث کے لیکن روایت کیا امام ابو حنیفہؒ نے ہیثمؒ سے انہوں نے محمد بن سیرین سے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے مثل اس کے اور بھی موید ہے اس کی وہ جو روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور بیہقیؒ نے مکحولؒ سے مرسلاً کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسی چیز مول لیوے جس کو نہیں دیکھا تو اس کو اختیار ہے جب دیکھے اگر چاہے تو لے اور نہ چاہے تو ترک کرے اور حدیث مرسل حجت ہے اکثر علما کے نزدیک اور یہی مذہب ہے امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا۔

(۳) دیکھے بغیر خیار کو فسخ کرنا

اور اگر مشتری نے معاملہ بیع فسخ کیا قبل دیکھنے کے تو فسخ جاری ہو جاوے گا اب دیکھنے کے وقت اگر پھر معاملے کی اجازت دے گا تو جائز نہ ہوگی۔

(۴) بائع کو خیار رؤیت حاصل نہیں

اور جس شخص نے بیچا اپنی شے کو بغیر دیکھے ہوئے تو اس کو اختیار نہیں ہے۔

فائدہ:۔ اور پہلے امام صاحبؒ کے نزدیک بایع کو بھی خیار تھا لیکن پھر اس سے رجوع کیا کیونکہ روایت کی طحاویؒ نے پھر بیہقیؒ نے علقمہ بن ابی وقاصؓ سے کہ طلحہؓ نے کچھ مال خریدا حضرت عثمانؓ سے تو کہا گیا ان سے کہ نقصان پایا تم نے اس میں کہا حضرت عثمانؓ نے کہ مجھ کو اختیار ہے اس واسطے کہ میں نے بیچا ایسی چیز کو جس کو نہیں دیکھا تو حکم بنایا ان دونوں نے جبیر بن مطعمؓ کو تو فیصلہ کیا انہوں نے اس بات پر کہ اختیار طلحہؓ کو ہے اور نہیں اختیار ہے حضرت عثمانؓ کو۔

خیار رؤیت وشرط کا باطل ہونا

اور خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط دونوں باطل ہو جاتے ہیں جب شے مبیع میں مشتری کے پاس آ کر کچھ عیب ہو جاوے یا مشتری اس شے میں ایسا تصرف کرے جو قابل فسخ کے نہ ہووے جیسے غلام کو آزاد کر دیوے یا مدبر کر دیوے یا ایسا تصرف کرے کہ غیر کا حق اس سے متعلق ہو جاوے جیسے بدوں خیار کے اس کو بیچ ڈالے یا گرو رکھ دے یا کرائے میں دیوے خواہ یہ تصرفات دیکھنے کے پہلے ہوں یا بعد ہر طرح خیار رویت باطل ہو جاتا ہے اور اسی طرح خیار الشرط اور اگر ایسا تصرف کرے جس سے غیر کا حق متعلق نہ ہو جاوے جیسے بشرط خیار اس کو بیچے۔ (کیونکہ بیع بشرط خیار میں وہ شے ملک بائع سے نہیں نکلتی) یا بازار میں اس کا نرخ کرا دے یا کسی کو ہبہ کر دے بدوں تسلیم کے تو اگر یہ تصرفات قبل دیکھنے کے ہوں گے تب خیار باطل نہ ہوگا اور اگر بعد دیکھنے کے ہوں گے تو خیار باطل ہو جاوے گا۔

(۶) خیار کا ساقط ہونا

اور غلہ کے ڈھیر کو اور لونڈی غلام کے منہ کو اور جانور کے منہ اور پٹھے کو اور تہ کئے ہوئے کپڑے کے اوپر کی تہ کو اگر اس میں نقش و نگار نہ ہو دیکھ لیا تو خیار الرؤیۃ ساقط ہو جاوے گا اور اگر اس کپڑے میں نقش و نگار ہے تو جس جگہ نقش ہے اس کا بھی دیکھنا ضرور ہے بغیر اس کے دیکھے خیار ساقط نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اور درمختار میں ہے کہ ہر کپڑے کو اندر سے دیکھنا کھول کر ضرور ہے اور یہی مختار ہے چنانچہ کتب معتبرہ میں ہے۔

(۷) وکیل کا دیکھنا

مشتری نے اگر کسی کو مول لینے کے لئے یا مبیع پر قبضہ کرنے کے لئے اپنا وکیل کیا تو وکیل کے دیکھنے سے بھی خیار ساقط ہو جاوے گا نہ مشتری کے قاصد کے دیکھنے سے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر مشتری نے ایک شخص سے کہا کہ تو میرا پیام پہنچا دے قبضہ کرنے کا یا تسلیم کرنے کا بائع سے اور اس نے پیام پہنچایا اور مبیع کو دیکھ لیا تو یہ دیکھنا اس کا خیار کو ساقط نہ کرے گا اور اگر مشتری نے کسی کو ایک شے خریدنے کے واسطے وکیل کیا تھا تو اس کے دیکھنے سے خیار ساقط ہو جاوے گا اور ہدایہ میں ہے کہ اس پر اجماع ہے امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کا البتہ وکیل بالقبض میں اختلاف ہے اور غایۃ الاوطار میں جو اختلاف وکیل خرید میں اور اتفاق وکیل بالقبض میں لکھا ہے بالکل سہو ہے۔

(۸) گھر کو اندر سے دیکھنا ضروری ہے

اور اس زمانے میں داخل دار یعنی گھر کا دیکھنا اندر سے ضرور ہے کیونکہ زمانہ سابق میں جب دیواریں گھر کی یا درخت باغ کے باہر سے دیکھ لیتا تھا کافی ہوتا تھا اس واسطے کہ گھر اور باغ ان کے یکساں تھے اور اب بہت فرق ہونے لگا

فائدہ:۔ اور امام زفرؒ کے نزدیک فقط صحن دیکھنا بھی کافی نہیں بلکہ اس کے دالان کوٹھڑیاں کمرے بھی دیکھے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس زمانے میں اور اسی طرح حکم ہے باغ کا درمختار۔

(۹) و بيع الاعمى وشراء ه صح وله الخيار مشتر ياويسقط بمسه البيع و شمه وذوقه اى بمسه فيمايدراک بالمس وبشمه فيما يدرک بالشم وبذوقه فيما يدرک بالذوق وبوصف العقار ولا اعتبار لوقوفه فی مكان لوكان بصيراً يراه كما هو قول ابی يوسف ره (۱۰) و من رأى احدالثوبين ثم شراهما ثم رأى الأخرفله ردهما لاردالأخروحده لئلايلزم تفريق الصفقة قبل التمام (۱۱) ومن رأى شيئاثم شراه خيران وجده متغيراً والالاوالقول للبائع فی عدم تغيره وللمشترى فی عدم رؤيته اى اذااشترى شيًا قدراٰه فقال البائع انه لم يتغيرحتى لايكون لک الخيار فالقول للبائع مع حلفه ولوقال المشترى لم اره ولی الخيار فالقول للمشترى مع الحلف(۱۲) ولواشترى عدل زطی و قبضه فباع منه ثوباً اووهب وسلم لم يرده بخيارؤية اوشرط بل بعيب الزط جيل من الناس فی سوادالعراق والثوب الزطی ينسب اليهم والاصل فيه ان ردالبعض يوجب تفريق الصفقة وهو قبل التمام لايجوز وبعد التمام يجوز ثم خيارالشرط والرؤية يمنعان تمام الصفقة وخيارالعيب يمنعه قبل القبض لابعده وهذالانه اذاشرط الخيار لاحدهما لم يتحقق الرضاء الكامل وكذااذالم يرالمشترى مشتراه اما اذالم يشترط الخيار اوشرط الخيار فاجازمن له الخياراوالمشترى قدرأى المبيع فرضى به فبعدذلک ان قبض فقدتم الصفقة لحصول الرضاء الكامل لكن مع ذلک يمكن ان يكون المبيع معيباً والمشترى لايرضى به فيفسخ العقد فذلک امرمتوهم فلايمنع تمام الصفقة و ان لم يقبض المبيع فالبيع فی معرض الفسخ بان يهلک فی يدالبائع فيرتفع العقد فاذااجتمع الامران اى عدم القبض ووجود العيب فيتقوى احدهما بالأخر فلايتم الصفقة ويظهرهذافی المسألة التی تاتی و هی قوله ولواشترى عبدين صفقة و قبض احدهما ووجدبه اوبالأخرعيباً.

(۹) نابینا کے لئے خیار

اندھا اگر بیچے یا خریدے تو درست ہے اور جب خریدے تو اس کو اختیار رہے گا اور اگر اس کو ٹٹول لے گا یا سونگھ لے گا یا چکھ لے گا تو خیار ساقط ہوگا ان چیزوں میں جو ٹٹولے سونگھے یا چکھے سے ان کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ (جیسے بکری، عطر، حلوا) اور زمین یا مکان اگر اندھا خرید کرے تو اس کا خیار ساقط نہ ہوگا جب تک کہ اس کے اوصاف بیان نہ کئے جاویں اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اگر ایسی جگہ میں کھڑا ہو جاوے کہ درصورت بینائی اس کو دیکھ لیتا تو خیار اس کا ساقط ہوگا۔

فائدہ:۔ جب یہ بھی کہہ دے کہ میں راضی ہوگیا اور کہا حسنؒ بن زیاد نے کہ اپنا ایک وکیل بالقبض کر دیوے اور وہ دیکھ لیوے اور یہ مشابہ زیادہ ہے قول امام صاحبؒ کے کیونکہ ان کے نزدیک دیکھنا وکیل بالقبض کا بمنزلہ موکل کے ہے۔ ہدایہ

(۱۰) دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھنا

اگر دو کپڑوں میں سے ایک کو دیکھ کے دونوں کو ساتھ خرید کیا اور پھر دوسرے کو دیکھا تو اب دونوں کو پھیر سکتا ہے نہ ایک کو جس کو نہیں دیکھا تھا۔

(۱۱) بائع ومشتری کے اختلاف کا حل

اور اگر مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو مول لیا پس اگر اس کا حال بدل گیا ہے تو اس کو اختیار ہوگا ورنہ نہ ہوگا پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا ہے اور بائع کہے کہ نہیں بدلا ہے تو قول بائع کا معتبر ہے قسم سے اور اگر دیکھنے میں اختلاف ہو یعنی بائع کہے کہ تو نے دیکھ کے خریدا ہے اور مشتری کہے کہ میں نے بن دیکھے خریدا ہے تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہے۔

(۱۲) گٹھڑی میں سے ایک تھان بیچ ڈالا

اور اگر ایک گٹھڑی تھانوں کی مول لی اور ان میں سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسی کو ہبہ کر کے اس کے حوالے کر دیا تو خیار الرؤیۃ اور خیار الشرط ساقط ہو گیا البتہ اگر اس میں عیب نکلے تو جو باقی رہا ہے اس کو پھیر سکتا ہے۔

فائدہ:۔ ہدایہ میں اور اصل کتاب میں اس کی یہی وجہ لکھی ہے کہ خیار الشرط اور خیار الرویۃ مانع ہیں تمامی صفقہ کے بخلاف خیار العیب اور بعض مبیع پھیرنے میں تفریق صفقہ ہوتی ہے قبل تمام صفقہ کے اور تفریق صفقہ جائز ہے بعد تمام صفقہ کے نہ قبل اس کے اور خیار عیب منع کرتی ہے تمامی صفقہ کو قبل قبض کے نہ بعد قبض کے پس صورت مذکورہ میں بسبب خیار عیب کے اگر بعض مبیع کو پھیرے گا تو تفریق صفقہ بعد تمام صفقہ ہوگی نہ قبل تمام صفقہ اور دلیل اس کی شرح وقایہ میں مسطور ہے اور یہی ہدایہ میں لکھا ہے کہ اگر وہ تھان پھر مشتری کے پاس لوٹ آیا مثلاً بیع فسخ ہو گئی یا ہبہ مردود ہو گیا تو خیار الرؤیۃ پھر عود کرے گا اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ بعد سقوط کے پھر عود نہ کرے گا مثل خیار الشرط کے اور اسی پر اعتماد کیا قدوریؒ نے اور درمختار میں ہے کہ صحیح کہا اس کو قاضی خاں نے

فائدہ۔بائع رویت سے قبل قیمت طلب نہ کرے

اور اگر کوئی چیز خریدے بغیر دیکھے تو بائع مشتری سے قبل دیکھنے کے قیمت نہیں طلب کر سکتا۔

فائدہ: عین کے بدلہ عین

اور اگر عاقدین نے باہم خرید وفروخت کی عین کی بعوض عین کے مثلاً کتاب کا مبادلہ کتاب یا کپڑے یا گھوڑے سے کیا تو دونوں کے واسطے خیار الرؤیۃ ثابت ہوگا اس واسطے کہ ہر واحد مشتری ہے اس عوض کا جو اس کو حاصل ہوگا۔ درمختار طحطاوی۔

فصل فی خیار العیب

(۲) ولمشترٍ وجد بمشريه عيباً نقص ثمنه عندالتجارردہ اواخذه بكل ثمنه لاامساكه واخذنقصانه رده مبتدأ ولمشترخبره ونقص ثمنه صفة العيب (۲) والأباق ولوالی مادون سفروالبول فی الفراش وسرقة صغير يعقل عيب انما قال يعقل لان سرقة صغير لايعقل ليس بعيب وبالغ عيب اخرعطف علے معمولی عاملين مختلفين والمجرورمقدم فلوسرق عندهما ای عندالبائع والمشتری فی صغره ای فی صغره مع العقل رده وان حدث عنده فی صغره وعند مشتريه فی كبره لا وجنون الصغير عيب ابدًا فيرد من جن فی صغره عنده ثم عند مشتريه فيه اوفی كبره (۳) والبخر والذفر والزناوالتولد منه عيب فيها لافيه (۴) والكفرعيب فيهما(۵) والاستحاضة وارتفاع حيض بنت سبع عشرة سنة لااقل (۶) عيب فان ظهر عيب قديم بعدما حدث عنده اخرفله نقصانه لارده الابرضی بائعه كثوب شراه فقطعه فظهرعيب والبائعه اخذه كذلک فلايرجع مشتريه ان باعه ای لايرجع المشترے بالنقصان ان باعه لان البائع كان له ان يقول له انا اٰخذه معيباً فالمشتری بالبيع يكون حابساً للمبيع فلايرجع بالنقصان فان خاطه او صبغه احمراولت السويق بسمن ثم ظهر عيبه لاياخذه بائعه ورجع بنقصانه ای رجع المشتری بنقصان العيب ولايكون للبائع ان يقول انا اخذه معيباً لاختلاط ملک المشتری بالمبيع وهو الخيط والصبغ والسمن

فصل خیار عیب کے بیان میں

(یعنی عیب نکلنے کے سبب سے جواختیار ہوتا ہے اسکے بیان میں)

(۱) عیب اور خیار عیب کا مطلب

مشتری اگر مبیع میں ایسا عیب پاوے جس سے اس کی قیمت تاجروں کے نزدیک کم ہوجاتی ہے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے پھیر دیوے اور چاہے پورے داموں سے لے لیوے۔ اور مشتری کو یہ نہیں پہنچتا کہ مبیع کو اپنے پاس رکھے اور عیب کے سبب سے جو اس کا نقصان ہوا ہے بائع سے پھیر لیوے۔

فائدہ:۔ اور دلیل اس خیار کے ثبوت کی وہی ہے جو روایت کی بخاری نے تعلیقاً عداء بن خالدؓ سے کہ بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے نہیں عیب ہے اس میں اور نہ خباثت اور نہ فریب اور روایت ابن شاہین میں ہے بيع المسلم بالمسلم ماكان سليماً یعنی بیع مسلمان کی ساتھ مسلمان کے وہ ہے جو سالم ہو عیب سے اور سنن ابی داوٗد میں ہے حضرت عائشہؓ سے کہ ایک شخص نے ایک غلام خریدا اور وہ اس کے پاس رہا پھر اس میں عیب پایا تو پھروا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بائع پر۔

(۲) غلام اور لونڈی میں عیب

اور بھاگنا اگرچہ مدت سفر سے کم ہووے اور بچھونے پر موت دینا اور چوری کرنا غلام لونڈی کا چھٹپنے میں جب عقل رکھتے

ہوں عیب ہے اور جب عقل نہ رکھتے ہوں تو عیب نہیں اور بڑے پن میں دوسرا عیب ہے۔ (حاصل اس کا یہ ہے کہ جو عیب بائع کے پاس ہوا ہے وہی مشتری کے پاس اگر ہوگا تو اس کو خیار ثابت ہوگا اور اگر بدل جاوے گا تو اس صورت میں خیار نہیں مثلاً) بائع کے پاس چھوٹے پن میں چرایا اور وہ عقل رکھتا ہے اور پھر مشتری کے پاس چھوٹے پن میں تو ایک ہی عیب گنا جاوے گا۔ (اس واسطے کہ سبب چوری کا دونوں جگہ ایک ہے وہ بے پروائی جو عہد طفولیت میں ہوتی ہے) اور مشتری کو اختیار پھیر دینے کا ہوگا اور اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں چوری کی تھی اور مشتری کے پاس بڑے پن میں کی تو یہ دوسرا عیب گنا جاوے گا اس صورت میں مشتری کو اختیار پھیر دینے کا نہ ہوگا۔ (اس واسطے کہ چھوٹے پن کی چوری کا سبب بے پروائی اور بڑے پن کی چوری کا سبب بدنیتی اور بدطینتی ہے) اور عاقل ہونے کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر نہایت صغیر سن ہووے کہ عقل نہ رکھتا ہو تو اس کی چوری عیب نہیں ہے۔ (اور اسی طرح بھاگنا اس کا شمار میں نہیں بلکہ وہ گمراہ ہے ہدایہ) اور جنون خواہ چھوٹے پن میں ہووے یا بڑے پن میں ہر طرح ایک عیب ہے تو اگر بائع کے پاس چھوٹے پن میں مجنون ہوا تھا اور پھر مشتری کے پاس آکر خواہ چھوٹے پن میں مجنون ہوا یا بڑے پن میں ہر صورت میں اس کو اختیار واپسی کا ہے۔

(۳) لونڈی کے مخصوص عیب

اور منہ اور بغل کی بدبوئی اور زناکاری اور حرام کی اولاد ہونی لونڈی میں عیب ہے غلام میں نہیں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ لونڈی سے صحبت اور طلب ولد کبھی منظور ہوگا اور یہ باتیں اس میں مخل ہیں برخلاف غلام کے کہ خدمت میں یہ باتیں قادح نہیں الا درصورتیکہ غلام کو عادت زنا کی ہووے کیونکہ اس صورت میں خدمت میں حرج ہوگا۔ ہدایہ

(۴) غلام اور لونڈی کا کافر ہونا

اور کافر ہونا دونوں میں عیب ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ طبیعت مسلمان کی متنفر ہوتی ہے کافر کی صحبت سے دوسرے یہ کہ اس کی آزادی کفارۂ قتل میں صحیح نہیں ہے تو اگر خریدا اس شرط پر کہ وہ کافر ہے اور مسلمان نکلا تو رد نہ کرے گا اس واسطے کہ یہ زوال عیب ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک رد کرسکتا ہے۔ ہدایہ۔

(۵) لونڈی کو ہمیشہ خون جاری رہنا یا بند رہنا

اور ہمیشہ خون جاری رہنا اور حیض نہ آنا سترہ برس کی لڑکی کو عیب ہے اور سترہ برس سے کم سن کو عیب نہیں۔

(فائدہ) کیونکہ ابھی احتمال ہے بالغہ نہ ہونے کا)

فائدہ:۔ سترہ برس کی قید اس واسطے لگائی کہ یہ نہایت مدت ہے بلوغ کی نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے عورت میں اور ان دونوں کی پہچان عورت کے قول سے ہوگی تو پھیر دی جاوے گی جب بائع انکار کرے قسم سے خواہ قبل قبض کے ہووے یا بعد قبض کے۔ ہدایہ۔

(۶) مشتری کے پاس دوسرا عیب ہوجانا

اگر مشتری کے پاس آنکر ایک اور عیب ہوگیا تو جو عیب بائع کے پاس سے تھا اس کے موافق نقصان کے دام پھیر لیوے اور بیع کو رد نہیں کرسکتا مگر جب بائع راضی ہووے پھیر لینے پر مثلاً ایک شخص نے ایک کپڑا خریدا اور اس کو قطع کیا بعد اس کے اس میں عیب معلوم ہوا تو جس قدر عیب سے نقصان ہے اس کے موافق دام پھیر لیوے

اور کپڑے کو نہیں پھیر سکتا مگر جب بائع راضی ہو جاوے اس قطع کئے ہوئے کپڑے کے لینے پر اور اگر مشتری نے اس کپڑے کو بعد قطع بیچ ڈالا تو اب نقصان کا عوض بائع سے نہیں لے سکتا اس لئے کہ بائع کو اختیار تھا کہ مبیع عیب دار لے لیتا اور نقصان عیب نہ دیتا پس اب بیع سے مشتری حابس مبیع کا ہوگا تو وہ نقصان نہیں لے سکتا اور اگر قطع کر کے اس کو سی لیا یا سرخ رنگا (اور اگر سیاہ رنگے گا تو بائع اگر راضی ہو جاوے تو پھیر سکتا ہے) یا ستو خرید کے اس کو گھی میں ملایا بعد اس کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کے دام پھیر لیوے اور مبیع کو مشتری پھیر نہیں سکتا۔

فائدہ:۔ اگر چہ بائع راضی ہو جاوے پھیر لینے پر کیونکہ اس میں زیادتی ملک مشتری ہوگئی ہے اور وہ جدا نہیں ہو سکتی۔

(۷) کمالوباعه بعدرؤیة عیبه ای کمایرجع المشتری بنقصان العیب ان باع الثوب المخیط اوالمصبوغ والسویق الملتوت بعدرؤیة عیبه لانه بالبیع لم یصرحا بساً للمبیع اذ قبل البیع لم یکن للبائع اخذه معیباً لاختلاط ملک المشتری به فلم یبطل حق الرجوع بالنقصان (۸) او اعتقه قبلها مجاناً اودبره اواستولدهااومات عنده قبلها ای قبل رؤیة العیب صورة المسائل انه اعتق المشتری العبد مجانا او دبره او استولدالمشتراة اومات المشتریٰ فی یدالمشتری ثم اطلع علے عیب رجع بالنقصان و ان اعتقه علے مال اوقتله لواکل الطعام کله او بعضه او لبس الثوب فتخرق لم یرجع الحاصل ان الموت لایبطل الرجوع بنقصان العیب لانه لاصنع للمشتری فیه والاعتاق مجاناً لایبطله ایضااستحسانا والقیاس ان یبطله لان الاعتاق لصنعه فصار کالقتل. وجه الاستحسان ان للاعتاق له شبهان شبه بالقتل فی انه بصنع المشتری و شبه بالموت فی ان الاصل فے الأدمی الحریة فکان الملک موقتا الی زمان العتق فهوعود الی الحالة الاصلیة فان کان بعدرویة العیب اعتبرذلک الشبهة فلارجوع له بخلاف الموت بعد رویة العیب فان حق الرجوع فیه ثابت له و ان کان قبل رویة العیب اعتبرهذه الشبهة حتے یکون له فیه حق الرجوع. واماالمسائل الأخر فلا رجوع بالنقصان فیها

(۷) عیب معلوم ہونے کے بعد بیچ دینا

اور اگر بعد عیب معلوم ہونے کے ان چیزوں کو بیچ ڈالا تب بھی نقصان کے دام پھیر سکتا ہے اس واسطے کہ اس صورت میں مشتری حابس مبیع نہیں ہوا کیونکہ قبل بیع کے بھی بائع اس کو نہیں لے سکتا تھا پس حق رجوع بالنقصان باقی رہے گا۔

فائدہ:۔ ہدایہ میں ہے کہ اگر کسی نے کپڑا خریدا اور اس کو قطع کر کے اپنے نابالغ لڑکے کا کپڑا سیا بعد اس کے عیب معلوم ہوا تو اب نقصان کے دام نہیں پھیر سکتا اور اگر بالغ لڑکے کا سیا تو نقصان کا عوض پھیر سکتا ہے۔

(۸) غلام کو آزاد یا مدبر کرنے کے بعد عیب معلوم ہونا

اگر ایک غلام خریدا اور اس کو آزاد کر دیا مفت یا مدبر کر دیا یا لونڈی خرید کی اس کو ام ولد بنایا یا مر گیا نزدیک مشتری کے بعد اس

کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا بدلہ بائع سے پھیر سکتا ہے اور اگر مال کے عوض میں اس کو آزاد کیا یا اس کو قتل کر ڈالا یا کھانا خرید ااور کل یا بعض اس میں سے کھالیا یا کپڑا خرید کے اس قدر پہنا کہ پھٹ گیا بعد اس کے عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض پھیر نہیں سکتا۔

(۹) و ان شریٰ بیضاً او بطیخاًاوقثاءً او خیاراً اوجوزاً فکسرفوجدفاسداً فله نقصانه فی المنتفع به و کل ثمنه فی غیره و من باع مشریه و ردعلیه بعیب بقضاء باقراراو ببینة اونکول ردعلی بائعه و ان ردبرضاه لااشتری شیئاثم باعه فادعی المشتری الثانی عیباً علے المشتری الاول واثبت ذلک بالبینة اوبالنکول اوبالاقرار فقضے القاضے فردعلے بائعه کان له ان یخاصم البائع الاول قال فی الهداية معنے القضاء بالاقرار انه انکرالاقرار فاثبت بالبینة فان قیل المشتری الاول اذاانکراقراره بالعیب فاثبت هذا بالبینة صارکانه اقرعند القاضے فان الثابت بالبینة کالثابت عیانا فینبغے ان لایکون له ولاية الردعلے البائع الاول سواء اقرعند القاضے او انکراقراره فیثبت بالبینة لان الاقرارحجة قاصرة فای فائدة فی قوله معنے القضاء بالاقرار انه انکرالاقرار قلنا نحن لم نجعل الاقرار حجةً متعدية ولم نقل ان الردعلے المشتری الاول ردعلے بائعه بل له ان یخاصم بائعه فان المشترے الثانی اذااثبت ان العیب کان فی یدالمشتری الاول وردعلیه فالمشترے الاول ان اثبت ان العیب کان فی یدبائعه ردعلیه والافلا اوالفرق بین اقراره عندالقاضے و بین اثبات اقراره بالبینة انه اذااقرعندالقاضے یکون طائعافی اخذالمبیع فصارکما اشتریٰ من المشتری الثانی فلایکون له ولاية الردعلے البائع الاول امااذاانکراقراره بالعیب فیثبت بالبینة لم یکن طائعا فی الاخذفیکون اخذه بحکم الفسخ کانه لم یبع فیکون له المخاصمة مع بائعه. وقدقیل هذه المسألة فیما اذاادعی المشتری الثانے علے المشتری الاول ان العیب کان فی یدالبائع الاول فحینئذ للمشترے الاول ان یخاصم علے بائعه امااذاادعی ان العیب کان فی یدالمشتری الاول فلیس له ان یخاصم علے بائعه. اقول فیه نظرلانه اذاادعی ان العیب کان فی یدالبائع الاول واقام علیه البینة وقضی علے المشتری الاول فهذاالقضاء لیس قضاءً علے البائع الاول وهذه البینة لم تقم علے البائع الاول ولاعلے نائبه لان مایدعی علے الغائب لیس سبباً لمایدعے علے الحاضر

(۹) انڈہ، خربوزہ وغیرہ کا عیب

اور اگر انڈا یا خربزہ یا لکڑی یا کھیرا یا اخروٹ خریدا اور توڑنے کے وقت ایسا خراب نکلا کہ کچھ کار آمد نہ ہوے تو کل قیمت بائع سے پھیر لیوے اور اگر کچھ کار آمد ہے تو موافق نقصان کے دام پھیر لیوے۔

فائدہ:۔ اور اگر بہت ہی کم خراب نکلا تو بیع جائز ہو جاوے گی جیسے سو اخروٹوں میں ایک یا دو برے نکلے ہدایہ

(۱۰) مشتری ثانی کے پاس عیب کا نکلنا

اور اگر مشتری نے مبیع کو بیچ ڈالا اور مشتری ثانی کو اس میں عیب معلوم ہوا اور اس نے گواہ قائم کئے اس بات پر کہ مشتری اول نے اقرار کیا تھا اس میں عیب کا یا انہوں نے دیکھا تھا اس عیب کو جب مبیع مشتری اول کے پاس تھی یا مشتری اول سے قسم

طلب کی اس بات پر کہ میرے پاس یہ عیب نہ تھا اور اس نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے مبیع کو مشتری ثانی سے مشتری اول کو پھروادیا تو اب مشتری اول اپنے بائع پر اس شئے کو پھیر سکتا ہے اور اگر مشتری اول نے اپنی رضامندی سے مشتری ثانی سے وہ شئے پھیر لی تو اب اپنے بائع پر نہیں پھیر سکتا۔

فائدہ:۔اور دلیل اس کی اصل میں مذکور ہے۔

(۱۱) فان قبض مشريه وادعى عيباً لم يجبر على دفع ثمنه حتى يحلف بائعه او يقيم بينة فقوله او يقيم مرفوع عطف على قوله لم يجبروليس عطفاً على قوله يحلف بائعه لانه حينئذيكون اقامة البينة غاية لعدم الجبرفان اقام البينة ينتهي عدم الجبرفيلزم الجبر على دفع الثمن عنداقامة البينة على العيب فالحاصل ان المشترى اذاادعى عيباً يقيم بينة على دعواه ويردوان لم يكن له بينة يحلف بائعه انه لاعيب وحيئنذيجبرعلى دفع الثمن لاقبل الحلف فاحدالامرين ثابت امااقامة البينة على وجود العيب اوعدم الجبر على دفع الثمن حتے يحلف و ان نصب قوله او يقيم فله وجه و هو ان يكون المراد بعدم الجبر على دفع الثمن عدم الجبر على دفعه بشرط ان يكون الثمن و اجبًابحكم البيع وهو معيبا باحد الامرين اماالحلف على انه لاعيب فحينئذيجبر على دفع الثمن اواقامة البينة على وجود العيب فحينئذيفسخ البيع ولايبقے الثمن واجباً فينتهي عدم الجبر بشرط كونه واجباً وعند غيبة شهوده دفع الثمن ان حلف بائعه ولزم عيبه ان نكل اى ان قال المشترى شهودى غيب دفع الثمن ان حلف بائعه ان لاعيب و ان نكل البائع ثبت العيب (۱۲) فان ادعى اباقه اقام بينة اولاانه ابق عنده ثم حلف بائعه بالله لقد باعه وسلمه وما ابق قط اوبالله ماله حق الردعليک من دعواه هذه اوبالله ماابق عندک قط لابالله لقد باعه ومابه هذاالعيب ولابالله لقد باعه و سلمه ومابه هذاالعيب انما لم يحلف بهذين الطريقين اذفي الاول يمكن ان لايكون العيب وقت البيع فيحدث بعداالبيع قبل التسليم وعلى هذا التقديرللمشترى حق الردايضاً واما فى الثانى فلان البائع يمكن ان ياول كلامه بان يكون المراد ان العيب لم يكن موجود اعندالبيع والتسليم بمعنى ان وجودالعيب عند كل واحد منهما منتف فيمكن انه كان موجوداً عندالتسليم لاالبيع فان قلت هذاالاحتمال ثابت فى قوله لقد باعه وسلمه وما ابق قط اى وجدكل واحد منهما وما ابق عند وجود كل واحد فيمكن انه قدابق عندوجود التسليم لاالبيع قلت كلمة قط تنافى هذا المعنى لانها موضوعة لعموم السلب فى الماضى وذلک المعنى هو سلب العموم وعندعدم بينة المشترى على العيب عنده يحلف بائعه عندهما انه ما نعلم انه ابق عنده واختلفواعلى قول ابى حنيفة قدذكران المشترى اقام بينة اولاانه ابق عنده فان لم تكن له بينة يحلف البائع عندهما انک ماتعلم انه ابق عندالمشترى لقوله عليه السلام "البينة على المدعى واليمين على من انكر"فكل شئ يثبت بالبينة فعندالعجزعنها يتوجه اليمين على المنكر واختلف المشائخ على قول ابى حنيفة ووجه عدم

الاستحلاف ان اليمين لايتوجه الاعلى الخصم ولايصيرخصما الابعد قيام العيب عنده فلايمكن اثبات هذابالحلف لانه دوراماالبينة فقد تقام ليصيرخصماً لكن لايحلف ليصيرخصما والفرق ان وجوب الحلف ضررفاذالم يكن خصماً فلاوجه لالزام الضرر عليه بخلاف اقامة البينة اذالمدعى مختار فى اقامتها فهى اهون من الزام الضرر عليه فجعل اقامة البينة طريقالاثبات كونه خصماً لاالتحليف (۱۳) ولوقال البائع بعد التقابض بعتك هذاالمعيب مع اخروقال المشترى بل هذاوحده فالقول له اى اذاظهرفى المبيع بعد التقابض عيب فيرده المشترى ويطلب الثمن فيقول البائع هذاالثمن مقابل بهذا الشئ مع شئ اخرويقول المشترى بل هو مقابل بهذا الشئ وحده فالقول له مع اليمين لان الاختلاف وقع فى مقدارالمقبوض فالقول للقابض كما فى الغصب وكذااذاتفقافى قدرالمبيع واختلفافى المقبوض اى اتفقافى ان المبيع شيأن واختلفافى المقبوض فقال المشترى قبضت احدهما فقط وقال البائع بل قبضتهما فالقول للمشترى على مامر

(۱۱) قبضہ کے بعد عیب کا دعویٰ

اور جس شخص نے مبیع پر قبضہ کیا بعد اس کے اس میں عیب کا دعویٰ کیا تو قاضی مشتری پر واسطے ادائے قیمت کے جبر نہ کرے گا یہاں تک کہ بائع حلف کر لیوے اس بات پر کہ میرے پاس مبیع عیب دار نہ تھی یا مشتری گواہ قائم کر دیوے کہ مبیع بائع کے پاس عیب دار تھی۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ اول صورت میں قاضی ثمن بائع کو مشتری سے دلا دیوے گا اور دوسری صورت میں وہ شے بائع کو پھر وادے گا تو جب تک ان دونوں امروں میں سے کوئی امر نہ پایا جاوے قاضی مشتری سے ثمن نہیں دلا سکتا کیونکہ احتمال ہے کہ بائع قسم سے انکار کرے اور یا مشتری گواہ عیب دار ہونے پر قائم کروادے تو اب قضائے قاضی باطل ہو جاوے گی۔

☆اور اگر مشتری نے کہا کہ میرے گواہ غائب ہیں تو ثمن بائع کے حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھالے عیب نہ ہونے پر اور اگر بائع نے قسم سے نکول کیا تو عیب ثابت ہو جاوے گا اور وہ مشتری کے پاس سے بائع کو پھر وادی جاوے گی۔

فائدہ:۔تو اگر بائع نے عیب نہ ہونے پر قسم کھالی اور مشتری کے گواہ غائب تھے اس صورت میں ثمن مشتری سے دلا دی جاوے گی اب اگر پھر اس کے گواہ آ گئے اور انہوں نے گواہی دی اس شئے کے عیب دار ہونے پر بائع پاس تو ثمن پھر بائع سے لے کر مشتری کو دلا دی جاوے گی اور مبیع بائع کو (کفایہ)

(۱۲) غلام پر قبضہ کے بعد مشتری کا دعویٰ

تو اگر مشتری نے بعد غلام خریدنے کے اور قبضہ کر لینے کے دعویٰ کیا اس بات کا کہ یہ بھگوڑا ہے تو بائع سے قسم نہ لی جاوے گی جب تک کہ مشتری گواہ نہ لاوے اس بات پر کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہے اور جب وہ گواہ پیش کر دیوے تو قاضی بائع کو اس طرح سے حلف دیوے قسم اللہ کی بیشک بیچا اس نے اس غلام کو اور سپرد کیا اس کو مشتری کے اور جب تک کبھی نہ بھاگا تھا ہرگز یا اس طرح سے کہ قسم اللہ کی مشتری کو حق اس کے رد کا نہیں پہنچتا اوپر میرے جس طور سے وہ دعویٰ کرتا ہے یا اس طرح سے کہ قسم اللہ کی کبھی نہ بھاگا تھا میرے پاس سے ہرگز (کیونکہ ان تینوں صورتوں میں بائع کو

گنجائش تاویل اور بات بنانے کی نہیں ہے کہ اس طور پر قسم سے سمجھ لے) اور اس طرح سے قسم نہ دیوے کہ قسم خدا کی جس وقت اس نے بیچا تھا اس وقت غلام میں یہ عیب نہ تھا یا قسم خدا کی جس وقت بیچا اور تسلیم کیا تھا اس وقت یہ عیب نہ تھا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ دونوں صورتوں میں بائع کو گنجائش بات بنانے کی ہے کیونکہ اول صورت میں ممکن ہے کہ بھاگنے کا عیب بعد بیع کے قبل تسلیم کے حادث ہو گیا ہو اس صورت میں اس کا کلام سچا ہو سکتا ہے اور مشتری کا حق رد بالعیب باقی رہتا ہے اور دوسری صورت میں ہو سکتا ہے کہ مراد اس بائع کی اس کلام سے یہ ہو کہ بھاگنے کا عیب بیع اور تسلیم دونوں کے وقت میں نہ تھا بلکہ ایک کے ساتھ تھا۔

☆ اور اگر مشتری کے پاس گواہ نہ ہوویں بھاگنے پر اور بائع سے قسم طلب کرے تو صاحبینؒ کے نزدیک قاضی بائع سے قسم لیوے اس بات کی کہ واللہ میں نہیں جانتا اس بات کو کہ یہ غلام مشتری کے پاس سے بھاگا ہے تو اگر اس نے قسم کھا لی تو دعویٰ مشتری کا لغو ہو گیا اور اگر بائع نے اس قسم سے انکار کیا تو پھر دوسری قسم دی جاوے گی جو بعد گواہوں کے پیش ہونے کے دی جاتی تھی۔ (یعنی اسی تین طرح سے)

☆ اور امام صاحبؒ کے نزدیک ایک قول میں جب مشتری کے پاس گواہ نہ ہوں تو بائع کو قسم بالکل نہ دی جاوے گی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ قسم مرتب ہوتی ہے دعویٰ صحیح پر اور دعویٰ صحیح نہیں ہوتا بغیر خصم کے اور مشتری خصم نہیں ہوتا بائع کا جب تک عیب ثابت نہ کرے مبیع میں گواہوں سے اور یہاں گواہوں سے عیب ثابت نہیں ہوا پس حلف نہ لی جاوے گی اور اگر دعویٰ بالغ غلام کے بھاگنے میں ہووے تو قاضی بائع کو اس طور سے قسم دیوے گا کہ واللہ نہیں بھاگا میرے پاس جب سے یہ مردوں میں شریک ہوا ہے یعنی بالغ ہوا ہے اس واسطے کہ چھوٹے پن میں بھاگنا سبب نہیں رد کا بعد بلوغ کے ہدایہ

☆ اور ایک قول میں قسم دی جاوے گی موافق مذہب صاحبینؒ کے (اور یہی مختار ہے)

(۱۳) مبیع و مقبوض میں اختلاف

اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خریدی اور مشتری نے لونڈی پر قبضہ کیا اور بائع نے اس کے ثمن پر اور بعد قبضہ کر لینے کے مشتری کو اس میں عیب معلوم ہوا اور بائع پاس پھیرنے کو لے گیا اور بائع نے کہا کہ میں نے تیرے ہاتھ اسی داموں میں دو لونڈیاں بیچی تھیں ایک یہ عیب دار اور ایک دوسری اور مشتری نے کہا کہ نہیں تو نے یہی اکیلی ان داموں میں بیچی تھی تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہو گا اور اگر بائع اور مشتری کا اتفاق ہوا اس بات پر کہ دو لونڈیاں بیچی تھیں لیکن مشتری یہ کہتا ہے کہ میرے قبضے میں ایک ہی آئی تھی اور بائع کہتا ہے کہ تو دونوں لے گیا تھا تب بھی قول مشتری کا قسم سے معتبر ہو گا اس لئے کہ اختلاف قدر مقبوض میں ہے پس قول قابض کا معتبر ہو گا جیسا کہ غصب میں اور اسی طرح اگر قدر مبیع میں اتفاق کیا اور اختلاف کیا قدر مقبوض میں یعنی مشتری کہتا ہے کہ دونوں کو مول لیا تھا مگر ایک ہی پر میں نے قبضہ کیا اور بائع کہتا ہے کہ تو نے دونوں پر قبضہ کیا ہے تو بھی قول مشتری کا معتبر ہو گا بحلف۔

(۱۴) ولواشتری عبدين صفقةً و قبض احدهما ووجدبه اوبالأخرعيباً اخذهما اوردهما ولوقبضهما ردالمعيب خاصةً لان الصفقة انماتتم بالقبض فقبل القبض لايجوز تفريق الصفقة وبعدالقبض يجوز (۱۵) وكيلي اووزني قبض ان وجد ببعضه عيباً ردكله اواخذه لانه اذا كان من جنس واحدفهو كشيء واحد وقيل هذااذاكان في وعاء واحد حتي لوكان في وعائين فهو بمنزلة عبدين فيردالوعاء الذي فيه المعيب (۱۶) ولواستحق بعضه لم يردباقيه بخلاف الثوب لانه لايضره التبعيض والاستحقاق لايمنع تمام الصفقة لان تمامهابرضاء العاقدين وهذا بعض القبض امالو استحق البعض قبل القبض فللمشتري حق الفسخ في الباقي لتفريق الصفقة قبل التمام اما في الثوب فالتبعيض يضره فله الخيار في الباقي (۱۷) ومداواة المعيب وركوبه في حاجته رضاء ولوركب لرده أوسقيه او شراء علفه ولابدله منه فلا (۱۸) ولوقطع بعد قبضه او قتل بسبب كان عندبائعه رده واخذثمنه الردفي صورة القطع اما في القتل فلاردبل اخذالثمن عند ابي حنيفةؒ لان هذا بمنزلة الاستحقاق عنده واما عندهما فيرجع بالنقصان لان هذا بمنزلة العيب فيقوم بدون هذاالعيب ثم بهذا العيب فيضمن البائع تفاوت مابينهما كمالواشتري جارية حاملاً فماتت في يده بالولادة فانه يرجع بفضل ما بين قيمتها حاملاً و غير حامل ولابي حنيفة ان سبب الهلاك كان في يدالبائع فاذاهلك في يدالمشتري يكون مضافا الي ذلك السبب بخلاف الحمل فان الحمل ليس سبباً للهلاك (۱۹) ولوباع و برئ من كل عيب صح و ان لم يعدها و عندالشافعيؒ لايصح بناءً علي اصله ان البراء ة عن الحقوق المجهولة لايصح عنده وعندنا يصح اذاسقاط المجهول لايضرلانه لايفضي الي المنازعة ثم هذه البراء ة تشمل العيب الموجود وايضاً العيب الحادث قبل القبض عند ابي يوسفؒ وعندمحمد رحمه الله لايشمل العيب الحادث

(۱۴) دو میں سے ایک میں عیب نکلنا

اور اگر دو غلاموں کو ایک ہی مرتبے میں خریدا اور ان میں سے ایک پر قبضہ کیا اور کسی میں عیب معلوم ہوا تو چاہے دونوں کو رکھے اور چاہے دونوں کو پھیر دے۔ اور اگر دونوں پر قبضہ کر لیا تھا تو صرف عیب دار کو پھیر سکتا ہے (اس واسطے کہ یہاں صفقہ بسبب قبض کے تمام ہو گیا ہے تو تفریق صفقہ میں کچھ قباحت نہیں۔

فائدہ:۔ اور یہ نہیں کر سکتا کہ ایک کو پھیر دے ایک کو رکھ لے اس واسطے کہ ابھی صفقہ بیع تمام نہیں ہوا ہے بسبب عدم قبض مشتری کے دونوں غلاموں پر تو ایک کے پھیرنے میں تفریق صفقہ لازم آتی ہے قبل تمام کے اور وہ جائز نہیں ہدایہ۔

(۱۵) موزون اور مقدور میں عیب نکل آنا

جو چیز نپ یا تل کے بکتی ہے (جیسے غلہ وغیرہ) گر اس میں سے کسی قدر میں عیب پایا یا تو خواہ سارے کو پھیر دیوے خواہ سب کو رکھ لیوے۔

فائدہ:۔ مثلاً من بھر گیہوں خریدے اور سیر بھر میں اس میں سے کچھ عیب معلوم ہوا تو چاہے کل کو واپس کر دے چاہے کل کو رکھے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ جتنا عیب دار ہے اس کو واپس کر دیوے اور باقی کو رکھ لیوے۔

☆ اور بعضوں نے کہا یہ جب ہے کہ وہ ساری چیز ایک ہی ظرف میں ہو اور اگر دو ظرفوں میں علیحدہ علیحدہ ہووے تو وہ بمنزلہ دو عبدوں کے ہے۔ (جیسے دو بورے گیہوں کے ہو دیں

من من بھر کے) توجسمیں عیب نکلے اس ظرف کو پھیر سکتا ہے۔

(۱۶) مبیع میں کسی کا حق نکل آنا

اور اگر مبیع میں کسی قدر دوسرے کا حق نکل آوے اور مشتری مبیع پر قبضہ کر چکا ہے تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ جس قدر استحقاق مستحق سے باقی رہے بائع کو پھیر دیوے اور اگر قبل قبضے کے استحقاق ثابت ہووے تو مشتری باقی کو واپس کر سکتا ہے ہاں مبیع اگر کپڑا ہووے اور اس میں تھوڑا کپڑا دوسرے کا نکلے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ باقی کو بائع پر واپس کر دے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مبیع اگر کپڑا نہیں ہے بلکہ اناج وغیرہ ہے تو اس میں تھوڑا نکل جانا مشتری کو ضرر نہیں کرتا اس واسطے کہ اس کے دام بائع سے پھیر لے گا اور کپڑے میں بعض اوقات اگر تھوڑا سا نکل جاوے تو ضرر کرتا ہے اس واسطے کہ مشتری نے جس چیز کے بنانے کے لئے لیا تھا وہ اب نہ بن سکے گی۔

(۱۷) مبیع کے عیب کا علاج کرنا یا اسے استعمال کرنا

اگر ایک گھوڑا خرید کر اس میں عیب پایا اور پھر اس کا علاج کیا یا اپنی حاجت کے واسطے اس پر سوار ہوا تو خیار ساقط ہو جاوے گا اس لئے کہ یہ رضا ہے اور اگر سوار ہوا اس کے پھیرنے کے لئے یا پانی پلانے کے لئے یا چارہ خریدنے کے لئے جب بغیر چڑھے چارا خریدنا اور پانی پلانا ناممکن نہ ہو۔ (مثلاً وہ گھوڑا شریر ہو بغیر سوار ہوئے نہ چلے یا مشتری چلنے سے عاجز ہو) تو خیار ساقط نہ ہووے گا۔

(۱۸) مشتری کے پاس غلام سے قصاص لیا جانا

اگر غلام نے بائع کے پاس چوری کی تھی یا خون کیا تھا اور مشتری کے پاس آن کر اس کا ہاتھ کاٹا گیا یا خون کے عوض میں گردن ماری گیا تو اول صورت میں مشتری غلام کو پھیر دیوے اور دونوں صورتوں میں بائع سے ثمن پھیر لیوے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کی قیمت دونوں حالت کی لگا کر جو بڑھے وہ پھیر لیوے۔

فائدہ:۔ یعنی اسی غلام کی اگر سارق نہ ہو تو کیا قیمت ہے اور اگر سارق ہو تو کیا قیمت ہے لگا کر اول جو ثانی پر بڑھے اس قدر بائع سے پھیر لیوے اور اسی طرح غیر قاتل معصوم الدم کے ساتھ قاتل مباح الدم کی

☆ جیسے ایک لونڈی حاملہ خریدی اور مشتری کے پاس آنکر بسبب زچگی کے مرگئی

فائدہ:۔ تو امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کل ثمن پھیر لیوے اور صاحبینؒ کے نزدیک حاملہ اور غیر حاملہ کی قیمت لگا کر اول کی جتنی قیمت بڑھے اس قدر پھیر لیوے۔ ہدایہ۔

(۱۹) بائع کی مبیع کے عیب سے برأت

اور اگر بائع نے وقت بیع کے کہہ دیا کہ میں مبیع کے سب عیبوں سے بری ہوں اور مشتری نے اس کو منظور کر لیا تو یہ کہنا درست ہوگا اب کسی عیب کی جہت سے پھیر نہ سکے گا اگرچہ بائع نے ہر ہر عیب کا نام نہ لیا ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک درست نہیں اور بائع سب عیبوں سے بری رہے گا خواہ وہ عیب وقت بیع سے ہو یا قبل بیع کے بعد بیع کے حادث ہوا ہو نزدیک امام ابو یوسفؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک جو عیب بعد بیع کے قبل قبض کے حادث ہو گیا ہو اس سے بائع بری نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اور یہی قول زفر کا اور مختار قول امام ابو یوسف کا ہے۔

باب البيع الفاسد

(۱)بطل بيع ماليس بمال كالدم والميتة (۲)والحر(۳)والبيع به (۴)وكذا بيع ام الولد (۵) والمدبر (۶) والمكاتب (۷) و بيع مال غير متقوم كالخمر والخنزير بالثمن اعلم ان المال عين يجرے فيه التنافس والابتذال فيخرج التراب ونحوه والدم والميتة التے ماتت حتف انفه اماالتے خنقت او جرحت فى غيرموضع الذبح كما هوعادة بعض الكفار و ذبائح المجوس فمال الاانها غير متقومة كالخمروالخنزير ويخرج منه الحرلانه لايجرے فيه الابتذال بل هو مبتذل والمال الغيرالمتقوم مال امر باباهانته لكنه فى غير ديننا مال متقوم فكل ما ليس بمال فالبيع فيه باطل سواء جعل مبيعاً اوثمناً وكل ماهو مال غير متقوم فان بيع بالثمن اى بالدراهم اوالدنانير فالبيع باطل وان بيع بالعرض اوبيع العرض به فالبيع فے العرض فاسد فالباطل هوالذى لايكون صحيحاً باصله ووصفه والفاسد هوالصحيح باصله لابوصفه عند ابى حنيفةؒ وعندالشافعےؒ لافرق بين الباطل والفاسد وتحقيق هذا فى اصول الفقه

باب بیع باطل اور فاسد کے بیان میں

فائدہ: صحیح، باطل اور فاسد بیع کی تعریف

شرح بدیع میں ہے کہ رکن بیع یعنی ایجاب اور قبول اور محل بیع یعنی مبیع اگر ہرایک خلل سے سالم ہوتو بیع صحیح ہےاور اگر سالم نہ ہواس طرح پر کہ ایجاب اور قبول میں خلل پڑے عدم اہلیت متصرف سے بسبب ہونے عاقد کے صبی غیر ممیّز یا مجنون یا مبیع میں خلل پڑے بسبب مردار یا خون یا شراب ہونے کے تو بیع باطل ہے بسبب فوت ارکان بیع کے اور اگر ایجاب وقبول ومبیع میں خلل نہ پڑے لیکن اس کے ثمن میں خلل واقع ہووے اس طرح پر کہ ثمن شراب ہویا سور یا یہ خلل جو کہ مبیع مقدور التسلیم نہ ہو یااس میں ایسی شرط ہووے جو مقتضائے عقد کے مخالف ہووے تو وہ بیع فاسد ہے نہ باطل کیونکہ رکن اور محل بیع خلل سے محفوظ ہے۔

اور اصل کتاب میں ہے کہ مال وہ چیز ہے جس میں آدمیوں کی رغبت ہووے اور اس کو لوگ خرچ کریں تو مٹی اور خون اور جو جانور آپ سے مرجاوے اور شخص آزاد وہ مال نہیں ہے لیکن وہ جانور جو گلا گھونٹا جاوے یا اور کسی جگہ زخمی کر کے قتل کیا جاوے جیسا کہ بعض کفار کی عادت ہے اور ذبیحے مجوسی کے مال ہیں لیکن شرع میں یہ چیزیں متقوم نہیں ہیں جیسے شراب اور سور اور مال شرع میں غیر متقوم ہے یعنی بے قیمت اس کی اہانت اور ذلیل کرنے کا ہم کو حکم ہوا ہے لیکن وہ اور دینوں میں مال متقوم ہے تو جو چیزیں بالکل مال نہیں ہیں جیسے مٹی خون شخص آزاد اور آپ سے جانور مرا ہو تو اس میں بیع بالکل باطل ہے برابر ہے کہ اس کو مبیع بنا دیں یا ثمن اور جو مال غیر متقوم ہے ہماری شرع میں جیسے شراب یا سور یا ذبیحہ مجوسی تو اس کو اگر بدلے میں روپئے اشرفی کے بیچیں تو بیع باطل ہے اور اگر اسباب کے بدلے میں بیچیں یا اسباب کو ان چیزوں کے بدلے میں بیچیں تو اسباب میں بیع فاسد ہے اور ان چیزوں میں باطل تو باطل وہ بیع ہے کہ جس کی اصل اور وصف دونوں فاسد ہوں اور فاسد وہ ہے جس کی اصل صحیح ہووے اور وصف فاسد ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک باطل اور فاسد میں کچھ فرق نہیں ہے اور تحقیق اس کی اصول فقہ میں ہے انتہی اور ہدایہ میں

ہے کہ بیع باطل میں وہ شے مشتری کی ملک میں کسی طرح نہیں آتی تو اگر وہ شے مشتری کے پاس تلف ہو جاوے اس کا تاوان مشتری پر نہ ہوگا اور بیع فاسد میں جب مشتری اس شئے پر قبضہ کر لیوے تو اس کا مالک ہو جاتا ہے اور اس شے کی قیمت مشتری کو دینا لازم آتی ہے اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے مثلاً ایک گھوڑا بدلے میں مردے یا خون کے خریدا اور وہ گھوڑا زید کے پاس آن کر ہلاک ہو گیا تو اس کی قیمت زید پر لازم نہ آوے گی کیونکہ یہ بیع باطل ہے اور اگر زید نے ایک گھوڑا بدلے میں شراب یا سور کے خریدا تو زید پر اس کی قیمت لازم آوے گی اور جب زید اس پر قبضہ کر لے گا تو وہ گھوڑا زید کی ملک میں آ جاوے گا اس واسطے کہ یہ بیع فاسد ہے اس قاعدۂ کلیہ کو یاد رکھنا ضرور ہے کہ اس باب کے سب مسائل مذکورہ میں کام آوے گا۔

(۱) خون اور مردہ کی بیع

باطل ہے بیع اس چیز کی جو مال نہیں ہے جیسے خون یا مردہ۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ چیزیں مال نہیں ہیں دوسرے یہ کہ حرام کیا ان کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به** یعنی حرام ہے تم پر مردہ جانور اور خون اور گوشت سور کا اور جس جانور پر وقت ذبح کے نام کسی شخص کا سوائے خدا کے پکارا جاوے اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ جس وقت حرام کرتا ہے کسی قوم پر کھانا ایک چیز کا تو حرام کرتا ہے ان پر قیمت اس کی روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے کہ فرماتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سال فتح مکہ کے اور آپ مکے میں تھے کہ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ نے اس کے حرام کی بیع شراب اور مردہ اور سور اور بتوں کی سو کسی نے کہا یا رسول اللہ فرمایئے چربی کو مردے کی کہ روغن کرتے ہیں اس سے ناؤ کو اور چرب کی جاتی ہیں اس سے کھالیں اور روشن کرتے ہیں اس سے لوگ سو فرمایا نہیں وہ حرام ہے لعنت کرے اللہ یہود کو کہ اللہ تعالیٰ نے جب حرام کی ان پر چربی جانوروں کی پگھلایا اس کو پھر بیچا اس کو پھر کھائے دام اس کے۔

(۲) آزاد آدمی کی بیع

اور آزاد شخص کی

فائدہ:۔ اس واسطے کہ آزاد شخص مال نہیں ہے اور صحیح بخاری میں مروی ہے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین آدمی ہیں کہ دشمن ہوں گا میں ان کا دن قیامت کے ایک وہ شخص کہ اس نے عہد کیا اور پھر فریب سے توڑ ڈالا اور ایک وہ شخص جس نے بیچا آزاد کو اور کھائی قیمت اس کی اور ایک وہ شخص جس نے کام لیا مزدور سے اور نہ دی اس کو مزدوری اس کی۔

(۳) خون) مردہ اور حر کے عوض بیع

☆اور اسیطرح ان چیزوں کے عوض میں بیچنا بھی باطل ہے

(۴) ام ولد کی بیع

اور بھی باطل ہے بیع ام ولد کی

فائدہ:۔ اس واسطے روایت کی ابن ماجہؒ نے سنن میں کہ ذکر آیا ماریہ قبطیہؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو فرمایا آپ نے کہ آزاد کر دیا اس کو لڑکے نے اس کے یعنی ابراہیمؑ نے اور روایت کی بیہقیؒ اور مالکؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت عمرؓ نے بیع سے ام ولد کی تو کہا کہ نہ بیع کی جاوے اور نہ ہبہ کی جاوے اور نہ میراث میں آوے خدمت لے اس سے مالک اس کا جب تک چاہے پھر جب مر گیا تو وہ آزاد ہے۔

(۵) مدبر کی بیع

اور مدبر کی

فائدہ:۔ یعنی مدبر مطلق کی اور مدبر مقید کی بیع جائز ہے

ہدایہ۔مدبر مطلق اس کو کہتے ہیں جس سے مالک نے کہا ہو کہ تو بعد میرے مرنے کے آزاد ہے اور مدبر مقید وہ ہے جس سے مالک کہے کہ اگر میں اس سفر سے واپس آؤں تو تو آزاد ہے یا اس بیماری میں اگر مرجاؤں تو تو آزاد ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک بیع مطلق مدبر کی بھی جائز ہے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جو گزری کتاب العتاق میں کہ نہ بیع کیا جاوے گا مدبر اور نہ ہبہ کیا جاوے گا اور آزاد ہو جاوے گا ثلث مال سے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے۔

(۶) مکاتب کی بیع

اور مکاتب کی۔

فائدہ:۔اور یہی صحیح مذہب ہے شافعیؒ کا اور بعض مالکیہؒ کا اور امام احمدؒ کے نزدیک بیع مکاتب کی جائز ہے اور ہدایہ میں ہے کہ اگر مکاتب راضی ہو جاوے بیع پر تو اس میں دو روایتیں ہیں اصح اور اظہر یہ ہے کہ جائز ہے اس واسطے کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے مکاتب غلام ہے جب تک کہ باقی رہے اس پر ایک درہم اور نقل کیا اس کو بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عمرؓ سے اور بھی روایت کی بخاریؒ نے کہ آئی بریدہؓ مدد مانگتی تھی حضرت عائشہؓ سے اپنے بدل کتابت میں سو کہا حضرت عائشہؓ نے کہ اگر تیرے مالک راضی ہو جاویں اس بات پر کہ سب روپے میں ان کو ایک دفعہ دے دوں اور تجھ کو آزاد کروں تو میں یہ امر کروں گی تو ذکر کیا بریرہؓ نے اس بات کا اپنے مالکوں سے کہا انہوں نے نہیں راضی ہیں ہم اس پر مگر یہ کہ تیرا ولا ہمارے واسطے ہووے تو ذکر کیا حضرت عائشہؓ نے اس بات کا رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم سے تب فرمایا آپؐ نے کہ خرید لو تم اس کو اور آزاد کر دو اور ترکہ اسی کو ملے گا جو آزاد کرے گا اور اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مکاتب کی بیع جب راضی ہو جاوے بیع پر درست ہے اور یہی موافق قیاس کے ہے۔

(۷) شراب اور خنزیر کی بیع

اور باطل ہے بیع اس مال کی جو شرع میں بے قیمت ہے جیسے شراب یا سور روپے اشرفی کے بدلے میں۔

فائدہ:۔یعنی ان چیزوں کے بدلے میں جو ثمن ہیں جیسے روپے اشرفی اور پیسے جن کا چلن ہووے اس واسطے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ جس وقت حرام کرتا ہے کوئی شئے حرام کرتا ہے ثمن اس کی روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور گزر چکی اوپر حدیث جابرؓ کی کہ حرام کی اللہ تعالیٰ نے بیع شراب اور سور اور مردے اور بتوں کی۔

(۸) وبیع قن ضم الی حروذکیة ضمت الی میت و ان سمی ثمن کل (۹) وصح فی قن ضم الی مدبر او قن غیره بحصته لان المدبر محل للبیع عندالبعض فبطلانه لایسری الی الغیر کملک ضم الی وقف فی الصحیح (۱۰) وفسدبیع العرض بالخمر وعکسه ای البیع فاسد فی العرض حتی یجب قیمته عندالقبض ویملک هو بالقبض لکن البیع من الخمر باطل حتی لایملک عین الخمر (۱۱) ولم یجز بیع سمک لم یصداوصیدوالقی فی خطیرة لایؤخذ منها بلاحیلة وصح ان اخذمنها بلاحیلة الا اذادخل بنفسه ولم یسدمدخله حتی لودخل بنفسه وسد مدخله یجوز بیعه لان سدالمداخل فعل اختیاری موجب للملک. واعلم انه نظم کثیرامن المسائل فی سلک واحد و قال لم یجز لکن لم یبین ان البیع باطل او فاسد وانا ابین ذلک ان شاء الله تعالیٰ ففی السمک الذی لم یصد ینبغی ان یکون البیع باطلافیه اذاکان

بالدراهم والدنانیرویکون فاسداً اذاکان بالعرض لانه مال غیر متقوم لان المتقوم بالاحراز ولااحرازفیه واماالسمک الذی صید والقی فی حظیرة لایؤخذمنها بلاحیلة ینبغی ان یکون البیع فیه فاسداً لانه مال مملوک لکن فی تسلیمه عسر (۱۲) ولابیع طیر فی الهواء ینبغی ان یکون باطلاً کبیع الصید قبل ان یصطاد (۱۳) وبیع الحمل (۱۴) والنتاج ینبغی ان یکون باطلالان النتاج معدوم فلا یکون مالاً والحمل مشکوک الوجود فلا یکون مالا (۱۵) واللبن فی الضرع (۱۶) ذکروافیه علتین احدٰهما انه لا یعلم انه لبن اودم اوریح فعلی هذا یبطل البیع لانه مشکوک الوجود فلا یکون مالاً والثانیة ان اللبن یوجد شیًا فشیًا فملک البائع یختلط بملک المشتری

(۸) آزاداور غلام کواور بکری ومردار کوملا کر بیچنا

اوراگر بائع نے آزاداور غلام کوملا کر بیچا یا ذبح کی ہوئی بکری اورمردار کو (جس پر قصداً اللہ کا نام ترک کیا گیا ہووے یااور کسی کے نام پر ذبح کیا جاوے یابدوں ذبح کے مرگیا ہو) تو دونوں کی بیع باطل ہوگی اگرچہ ہرایک کی قیمت علیحدہ کہہ دی ہووے۔

فائدہ:۔مثلاً یوں کہے کہ بیچا میں نے ان دونوں کوبدلے میں دوروپیہ کے ایک روپیہ قیمت ہے مذبوحہ کی اورایک روپیہ مردہ کی۔

(۹) غلام ومدبر کوملا کر بیچنا

اوراگر غلام کومدبر کے ساتھ خواہ بیگانے غلام کے ساتھ ملاکر بیچے یا اپنی ملک کوشئے وقفی کے ساتھ ملا کرفروخت کرے تو غلام اوراپنی ملک کی بیع درست ہوجاوے گی اور مدبراور دوسرے غلام کی اوروقف کی بیع جائز نہ ہوگی۔

فائدہ:۔اگرچہ ہرایک کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کی ہووے۔ہدایہ

(۱۰) شراب اورسامان کا مبادلہ

اوراسباب کا بیچنا بدلے میں شراب کے یا شراب کا بدلے میں اسباب کے فاسد ہے۔

فائدہ۔یعنی یہ بیع فاسد ہے اسباب میں تو اگر مشتری اسباب پر قبضہ کرلے گا اس صورت میں اس کی قیمت اس پر لازم آوے گی اوراس کا مالک ہوجاوے گا لیکن شراب میں باطل ہے یہاں تک کہ عین شراب کا مالک نہیں ہوسکتا تو جس کی طرف سے شراب ٹھہری ہے وہ اس کی قیمت دے گا۔

(۱۱) شکار سے پہلے مچھلی کی بیع

اور باطل ہے بیع مچھلی کی دریا میں قبل شکار کے اگر روپئے اشرفی کے بدلے میں ہووے اور فاسد ہے اسباب کے بدلے میں۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ روایت ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے کہا کہ فرمایا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ خریدو مچھلی کو پانی میں بیشک اس میں خطر ہے یعنی دھوکا ہے۔روایت کیا اس کوامام احمدؒ نے اوراشارہ کیا اس طرف کہ موقوف ہونا اس کا صواب ہے اور روایت کی امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں عمرؓ بن خطاب سے کہ فرمایا انہوں نے نہ بیچو تم مچھلی کو پانی میں بیشک وہ دھوکا ہے اور نکالا مثل اس کے ابن مسعودؓ سے

اوراگر مچھلی کو شکار کر کے ایسے گڑھے میں ڈال دیا کہ بغیر جال وغیرہ کے اس کو پکڑ سکتے ہیں تو اس کی بیع جائز ہے اور بغیر جال یا شست کے نہیں پکڑ سکتے ہیں تو فاسد ہے اور مچھلیاں دریا سے ایک طرف گڑھے میں آن کر جمع ہورہی ہیں اوران کی راہ دریا کی بند کردی تو بیع ان کی جائز ہے ورنہ باطل ہے اوربھی باطل ہے۔

(۱۲) اڑتے پرندہ کی بیع

بیع ہوا میں اڑتے جانور کی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ قبل پکڑنے کے وہ ملک میں نہیں آیا اور بعد پکڑنے کے اگر چھوڑ دیا ہے تو وہ بھی جائز نہیں اس واسطے کہ اس کی تسلیم پر قادر نہیں ہے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دھوکے کی بیع سے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور اگر وہ پرند جانور ایسا ہو کہ وہ بائع سے ہلا ہوا اور اس کے بلائے سے چلا آتا ہووے بغیر تکلف کے تو جائز ہے بیع اس کی ورنہ نہیں فتح۔

(۱۳) بچہ کی بیع جو ابھی پیٹ میں ہے

اور باطل ہے بیع بچے کی پیٹ میں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدنے سے اس چیز کے جو پیٹ میں ہے چوپایوں کے یہاں تک کہ جنیں روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے اور روایت کی بزار نے ابو ہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا بیع سے اس چیز کی جو نر کی پشت میں ہووے اور مادہ کے شکم میں۔

(۱۴) نتاج کی بیع

اور بچے کے بچے کی

فائدہ:۔ یعنی جیسے پیٹ کے بچے کی بیع باطل ہے ویسے ہی اس بچے کے بچے کی جس کو عربی میں نتاج اور حبل الحبلہ کہتے ہیں روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع سے حبل الحبلہ کی یعنی ولد الولد کی اور ابن عمرؓ سے حبل الحبلہ کے یہی معنی منصف عبدالرزاق میں بسند صحیح منقول ہیں اور یہی موافق ہیں لغت کے اور قریب ہیں از روئے لفظ کے اور اسی طرف گئے ہیں امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ نے اس حدیث کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ جس چیز کو خریدے اس وعدے پر کہ جب اس اونٹنی کا بچہ ہووے گا اور پھر بچے کا بچہ اس وقت میں دام دوں گا تو یہ بیع بسبب جہالت میعاد کے فاسد ہے۔ قسطلانی

(۱۵) دودھ کی بیع جو ابھی تھن میں ہے

اور جائز نہیں بیع دودھ کی تھن میں جانور کے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اس چیز کی جو تھنوں میں جانور کے ہے اور روایت ہے ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات سے کہ بیچا جاوے میوہ یہاں تک کہ کھانے کے قابل ہووے اور بیچی جاوے اون بھیڑ کی پیٹھ پر اور دودھ تھن میں روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے معجم اوسط میں اور دار قطنیؒ نے اور نکالا اس کو ابوداوُدؒ نے مراسیل میں عکرمہؒ کے اور یہی راجح ہے اور بھی نکالا اس کو موقوف ابن عباسؓ پر اسناد قوی سے اور ترجیح دی اس کو بیہقیؒ نے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں عکرمہؒ سے انہوں نے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ منع کیا آپ نے اس بات سے کہ بیچا جاوے دودھ تھن میں اور گوشت بکری میں یا چربی اس کی یا سرین اس کے یا پائے اس کے یا کھالیں اس کی جب زندہ ہووے یا آٹا گیہوں میں یا گھی دودھ میں فتح۔

(۱۶) تھنوں کے دودھ کی بیع کیوں جائز نہیں

جاننا چاہئے کہ دودھ کی تھن میں بیع جائز نہ ہونے کی دو وجہیں ہیں ایک تو یہ کہ معلوم نہیں کہ تھن کے اندر دودھ ہے یا خون ہے یا ریح تو اس صورت میں بیع باطل ہونی چاہئے اس واسطے کہ اس کے وجود میں شک پڑ گیا دوسری وجہ یہ ہے کہ دودھ تھوڑا تھوڑا بڑھتا جاتا ہے تو بعد بیع دوہنے کے پہلے اگر بڑھ گیا تو ملک بائع کی مشتری کی ملک سے مخلوط ہو جائیگی اور یہ وجہ چاہتی ہے کہ بیع فاسد ہو۔

فائدہ:۔ اسی واسطے ہم نے اس کو جائز نہیں کہا تا کہ دونوں صورتوں کو شامل ہو جائے۔

(۱۷) والصوف علے ظهر الغنم لانه يقع التنازع فی موضع القطع وكل بيع يفضے الى المنازعة فهو فاسد (۱۸) وجذع فی سقف وذراع من ثوب ذكر موضع قطعه اولافان البيع فيهما فاسد والمراد ثوب يضره القطع ويعود صحيحاً ان قطع او قطع الزراع قبل فسخ المشترى لان المفسد قدزال وضربة القانص وهی مايحصل من الصيد بضرب الشبكة مرةً وهذا البيع ينبغے ان يكون باطلالماذكر فی الطير فی الهواء (۱۹) والمزابنة وهی بيع الثمر علے النخيل بتمر مجذوذمثل كيله خرصاً مثل كيله حال من الثمر علے النخيل وخرصاً تميزعن المثل ان يكون الثمر علے النخيل مثلاً بطريق الخرص لكيل الثمر المجذوذفهذا البيع من البيوع الفاسدة بشبهة الربوا (۲۰) والملامسة والقاء الحجروالمنابذة وهی ان يتساوما سلعةً لزم البيع ان يمسها المشترى اووضع عليها حصهاة او نبذها البائع اليه فهذه البيوع فاسدة لان انعقاد البيع متعلق باحد هذه الافعال فيكون كالقمار

(۱۷) اون کی بیع پیٹھ پر

اور فاسد ہے بیع اون بھیڑ کی پیٹھ پر اس لئے کہ محل قطع میں جھگڑا ہوگا اور جس بیع میں جھگڑا ہو پس وہ فاسد ہے۔

فائدہ:۔ اور بسبب حدیث ابن عباسؓ کے جو اوپر گزری۔

(۱۸) چھت کی ایک کڑی یا تھان کے ایک گز کی بیع

اور ایک کڑی کی چھت میں اور ایک گز کی کپڑے میں اگرچہ اس کے کاٹنے کی جگہ بیان کی ہووے یا نہ بیان کی ہو اور صحیح ہو جاوے گی یہ بیع اگر بائع نے قبل فسخ کرنے کے مشتری کے کڑی کو اکھاڑ دیا یا ایک گز کپڑا کاٹ دیا اور باطل ہے بیع اس چیز کی جو شکاری کے ایک بار جال لگانے میں پھنسے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اس میں دھوکا ہے اور منع کیا ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اور اسی طرح باطل ہے بیع غوطہ باز کی ایک بار کے غوطے کی کیونکہ منع کیا اس سے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث ابی سعیدؓ میں روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے

(۱۹) بیع مزابنہ

اور فاسد ہے بیع مزابنہ اور وہ یہ ہے کہ درخت پر کی کھجور کو بیچے اٹکل سے واسطہ شبہ ربوا کے۔

فائدہ:۔ اور اسی طرح سے محاقلہ یعنی گیہوں کو بالی میں بیچے اس گیہوں کے بدلے میں جو کٹے ہوئے الگ رکھے ہیں اٹکل سے اور یہ حکم ہر میوے کو شامل ہے اس واسطے کہ اس میں گمان بیاج کا ہے۔ بسبب شبہ زیادتی کے اور اس واسطے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع مزابنہ اور محاقلہ سے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ نے جابرؓ سے اور صحیح کہا اس کو ترمذیؒ نے۔

(۲۰) بیع ملامسہ بیع حصاۃ اور منابذہ

اور فاسد ہے بیع ملامسہ اور بیع حصاۃ اور منابذہ کی اس لئے کہ بیع منعقد ہوتی ہے ساتھ ایک فعل کے ان فعلوں سے مثل جوے کے۔

فائدہ:۔ یہ تینوں بیع مروج تھیں زمانہ جاہلیت میں بیع ملامسہ اسے کہتے ہیں کہ بائع اور مشتری نرخ کریں ایک چیز کا اس شرط پر کہ جب اس کو مشتری چھو لیوے تو بیع لازم ہو جائے اور بیع حصاۃ اسے کہتے ہیں کہ مشتری جب اس پر کنکر رکھ دیوے تو بیع لازم ہو جائے اور بیع منابذہ یہ کہ جب بائع مبیع کو مشتری کے پاس پھینک دیوے تو بیع لازم ہو جائے اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان بیوع سے روایت کی بخاریؒ نے حدیث انسؓ میں کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملامسہ اور منابذہ سے اور روایت کی مسلمؒ اور چاروں اصحاب سنن نے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حصاۃ سے۔

(۲۱) ولابيع ثوب من ثوبين الابشرط ان يأخذ ايهما شاء ولاالمراعی ولااجارتها بيع المراعی ای الكلاء باطل لانه غير محرزواما اجارتها فلانها اجارة علےٰ استهلاک عين (۲۲) ولاالنحل الامع الكوارة الكوارة بالضم والتشديد معسل النحل اذاسوے من طين هذاعندابی حنيفةؒ و ابی يوسفؒ فينبغے ان يكون البيع باطلاً عندهما لعدم المال المتقوم وعند محمدؒ والشافعیؒ يجوز اذاكان محرزاً (۲۳) ودود القزوبيضه فعندابی حنيفةؒ بيعهما باطل وعند ابی يوسفؒ يجوزان ظهرالقزوعندمحمدؒ يجوز مطلقاً (۲۴) والآبق الامن زعم انه عنده زعم ای قال فهذا بيع فاسد لوجود المال المتقوم الاانه لاقدرة علے تسليمه فانه اذاقال المشتری انه عندی فح يجوز (۲۵) ولبن امرأة فی قدح انما قال فی قدح لان بيع اللبن فی الضرع قدذكر فلبن امرأة انما يبطل بيعه لانه من اجزاء الأدمی فلايكون مالاً و فيه خلاف الشافعیؒ و عند ابی يوسفؒ يجوز بيع لبن الامة اعتبار اللجزء بالكل ولابی حنيفةؒ ان الرق غير نازل فی اللبن فهی باقية علے اصل الأدمية (۲۶ وشعر الخنزير فان البيع فيه باطل و ان حل الانتفاع به للحرز ضرورة (۲۷) ولاشعرالادمی فان بيعه باطل ولاالانتفاع به ولاجلد الميته قبل دبغه فان بيعه باطل و ان صح بيعه والانتفاع به بعده (۲۸) كعظمها وعصبها وصوفها وشعرها و قرنها ووبرها فان بيع هذه الاشياء صحيح وكذاالانتفاع بهالان الموت غير حال فی هذه الاشياء (۲۹) والفيل كالسبع خلافا لمحمدؒ حتے يجوز بيع عظمه والانتفاع بعظمه خلافاً لمحمدؒ فانه كالخنزير عنده

(۲۱) ایک کی بیع دو کے بدلے بلاتعین

اور نہیں جائز ہے بیچنا ایک کپڑے کا دو کپڑوں سے بلا تعین مگر بشرط اس کے کہ لیوے مشتری جس کو چاہے اور باطل ہے بیچنا گھانس کا زمین میں اس واسطے کہ وہ غیر محفوظ ومقبوض ہے اور اس کو ٹھیکہ دینا اسلئے کہ اجارہ ہے ہلاکی عین پر۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے سنن میں جریر بن عثمانؒ سے انہوں نے ابی خراش بن حبان بن زید سے انہوں نے ایک مرد صحابیؓ سے کہا کہ جہاد کیا میں نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین مرتبہ سنتا تھا میں آپ سے کہ فرماتے تھے مسلمان شریک ہیں تین چیزوں میں پانی اور گھانس اور آگ میں اور روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے مسند میں اور ان ابی شیبہؒ نے مصنف میں اور اسناد کی ابن عدی نے کامل میں احمدؒ اور ابن معین سے کہ جریر راوی اس حدیث کا ثقہ ہے اور مجہول ہونا صحابی کا مضر نہیں۔

(۲۲) شہد کی بیع مکھیوں سمیت

اور باطل ہے بیع شہد کی مکھیوں کی کہ جب ایک چھتے میں شہد اور مکھیاں دونوں ہوں تو بیع مکھیوں کی بھی بہ تبعیت شہد کے جائز ہو جائے گی اور امام محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیع شہد کی مکھیوں کی جب محفوظ مقدور التسلیم ہوں جائز ہے (اور اسی پر فتویٰ ہے) درمختار

(۲۳) ریشم کے کیڑوں کی بیع

اور ریشم کے کیڑوں کی اور اس کے تخم کی (یعنی جس کے اندر ریشم کا کیڑا پیدا ہوتا ہے) امام صاحبؒ کے نزدیک جب ان کیڑوں میں ریشم نکل آیا ہو تو بیع کیڑوں کی ریشم کی تبعیت میں درست ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک ہر صورت میں درست ہے۔

فائدہ:۔اور یہی قول ہے ائمہ ثلاثہ کا اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار

(۲۴) بھاگے ہوئے غلام کی بیع

اور بھاگے ہوئے غلام کی بیع فاسد ہے۔(اس واسطے کہ حدیث ابی سعیدؓ میں ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھاگے ہوئے غلام کی بیع سے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے۔مگر اس شخص سے جس کے پاس گمان ہو اس غلام کے ہونے کا (اس واسطے کہ وہ مشتری کے حق میں بھاگا ہوا نہیں ہے بلکہ اس کے قبضہ میں ہے)۔

(۲۵) عورت کے دودھ کی بیع

اور باطل ہے بیع عورت کے دودھ کی اگرچہ برتن میں ہووے اس لئے کہ وہ جز آدمی کا ہے پس نہ ہوگا مال یا لونڈی کا دودھ ہووے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک لونڈی کے دودھ کی بیع جائز ہے واسطے اعتبار جز کے ساتھ کل کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مطلقاً جائز ہے۔

فائدہ:۔اور ہمارے مذہب کی طرف گئے ہیں امام احمدؒ اور مالکؒ فتح القدیر میں ہے کہ نفع اٹھانا بھی عورت کے دودھ سے حرام ہے یہاں تک کہ بعض مشائخ نے آنکھ میں ڈالنے کے لئے بھی منع کیا ہے اور بعضوں نے جائز رکھا ہے دوا کے واسطے۔

(۲۶) سور کے بالوں کی بیع

اور باطل ہے بیع سور کے بالوں کی (اس واسطے کہ وہ نجس العین ہے)اور موزہ سینے کے لئے اس سے انتفاع جائز ہے۔

فائدہ:۔اور اگر کہیں بدوں خریدے نہ ملے تو بسبب ضرورت کے خرید اس کی جائز ہے اور بائع کو اس کی بیع حرام ہے تو اس کی قیمت حلال نہیں بائع کے لئے اور بال اس کا پانی کو بقول صحیح نجس کر دیتا ہے امام ابی یوسفؒ کے نزدیک بخلاف امام محمدؒ کے درمختار

(۲۷) آدمی کے بالوں اور مردار کی کھال سے انتفاع

اور باطل ہے بیع آدمی کے بالوں کی اور حرام ہے نفع اٹھانا اس سے اور بھی باطل ہے بیع مردے جانور کے کھال کی قبل دباغت کے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ روایت کی ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے عبداللہ بن حکیمؓ سے کہ آئی ہمارے پاس کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس مضمون کی کہ نفع نہ اٹھاؤ مردے کی کھال سے قبل دباغت کے اور نہ اس کے پٹھوں سے۔

☆اور بعد دباغت کے اس کو بیچنا اور کام میں لانا درست ہے۔

فائدہ:۔اور دلیلیں اس کی کتاب الطہارۃ میں گزریں اور قوی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ ومسلمؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ حضرت میمونہؓ کی ایک لونڈی کو ایک بکری ملی صدقے میں اور وہ مرگئی تو گزرے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فرمایا آپ نے کیوں نہیں لی تم نے کھال اس کی اور دباغت کر کے نفع نہ اٹھایا۔کہا صحابہؓ نے کہ وہ مردہ ہے فرمایا آپ نے کہ مردے کا صرف کھانا حرام ہے۔

(۲۸) مردار کی ہڈی وغیرہ

اسی طرح مردار جانور کی ہڈی اور اون اور پٹھے اور بال اور سینگ سے نفع لینا اور ان کا بیچنا جائز ہے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ یہ سب چیزیں پاک ہیں اور دلیل ان کی کتاب الطہارۃ میں گزری کہ موت ان میں سرایت نہیں کرتی۔

(۲۹) ہاتھی کی ہڈی وغیرہ

اور ہاتھی مثل درندوں کے ہے اس کی ہڈی کا بیچنا اور اس سے نفع اٹھانا درست ہے مگر امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ امام محمد کے نزدیک ہاتھی مثل سور کے نجس العین ہے اور صحیح ہمارا مذہب ہے اور اسی کی موید ہیں بہت سی احادیث جن کا بیان فصل دباغت میں کتاب الطہارۃ سے گزرا۔

(۳۰) ولابيع علوبعد سقوطه اى اذاكان العلولرجل والسفل لرجل فسقطاوسقط العلووحده فباع صاحب العلوعلوه بطل بيعه اذبعدالسقوط لم يبق الاحق التعلے وهو ليس بمال (۳۱) وبيع شخص علے انه امة وهو عبد فان البيع باطل بخلاف ماذااشترى كبشا فاذاهو نعجة فان البيع منعقد وللمشترى الخياروالاصل فى ذلک ان الاشارة والتسمية اذااجتمعتا ففے مختلفے الجنس يتعلق بالمسمٰے ويبطل لانعدام المسمٰے وفى متحدے الجنس يتعلق بالمشاراليه وينعقدبوجود المشاراليه لكن المشترى بالخيار لفوات الوصف فالذكرو الانثے فى بنى اٰدم جنسان لفحش التفاوت واختلاف الاغراض وفى غيربنى اٰدم جنس واحد (۳۲) وشراء ماباع باقل مما باع قبل نقد ثمنه الاول باع شيئاً بخمسة عشرولم ياخذالثمن ثم اشتراه بعشرة فتقاص العشرة بعشرة من خمسة عشر فبقے للبائع على المشترى خمسة فهى ربح مالم يضمنه اى الثمن وهو خمسة عشرلانه لما لم يقبضه البائع لم يدخل فى ضمانه و انما الغنم بازاء الغرم فيكون الربح حراماً فيكون هذا البيع فاسداً خلافاً للشافعے (۳۳)وشراء ماباع مع شئ اٰخرلم يبعه بثمنه الاول فيما باع و ان صح فيما لم يبع باع شيًا بخمسة عشرولم ياخذالثمن ثم اشتراه مع شئ اٰخر بخمسة عشرفالبيع فاسد فى المبيع الاول وجائز فى الاٰخرفيقسم الثمن علے قيمتها فيجوز فى الشئ الاٰخر بحصته من الثمن وهو خمسة عشر

(۳۰) بالاخانہ کے حق کی بیع

اگر بالاخانہ ایک شخص کا تھا اور نیچے کا مکان ایک شخص کا اور دونوں گر گئے یا بالاخانہ فقط بالکل گر گیا اب بالاخانہ کے مالک نے صرف حق بالاخانہ بیچا تو بیع اس کی باطل ہے اس واسطے کہ سوائے اوپر ہونے کے حق کے اور کوئی چیز باقی نہیں اور اوپر ہونے کا حق مال نہیں۔

فائدہ:۔ یعنی جب بالاخانہ گر گیا تو کوئی چیز اس قسم کی باقی نہیں رہی جو مشاہدہ میں موجود ہو صرف ایک حق تعلّی یعنی اوپر ہونے کا حق باقی ہے اور وہ مال نہیں ہے اور جو مال نہیں ہے اس کی بیع باطل ہے ہدایہ۔

(۳۱) مبیع کا شرط کے خلاف نکلنا

ایک بردہ اس شرط سے لیا کہ وہ لونڈی ہے بعد اس کے غلام نکلا تو بیع باطل ہے اور اگر ایک مینڈھا خریدا اور بعد اس کے بھیڑ نکلی تو بیع جائز ہے لیکن مشتری کو اختیار ہے چاہے رکھے یا پھیر دیوے۔

(۳۲) قیمت کی وصولی سے پہلے مبیع کو خریدنا

اور فاسد ہے خرید اس طور پر کہ مشتری سے بائع اسی چیز کو پہلی قیمت سے کم میں لے لیوے قبل وصول قیمت اول کے مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی وہ روپے وصول نہیں ہوئے تھے کہ مشتری سے پھر دس کو خرید لی تو دس کے عوض میں دس ہو گئے اور بائع کے پانچ روپیہ اور مشتری پر باقی رہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ نفع ایسی چیز کا ہے جو مالک کے ضمان میں نہیں آئی اور منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے نفع سے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ و ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے عمرو بن العاصؓ سے اور صحیح کہا اس کو ترمذیؒ اور ابن خزیمہؒ اور حاکمؒ نے علوم الحدیث میں اور بھی روایت کی امام ابوحنیفہؒ نے مسند میں ابی اسحاق سبیعی سے انہوں نے عورت سے ابی السفرؒ کی کہ کہا ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے کہ زیدؓ بن ارقم نے بیچا میرے ہاتھ ایک لونڈی کو آٹھ سو درہم کے بدلے میں پھر خریدا اس کو چھ سو درہم کے عوض میں تو کہا حضرت عائشہؓ نے کہ خبر پہنچا دے تو میری طرف سے زید بن ارقم کو کہ اللہ تعالیٰ باطل کر دیگا حج اور جہاد تمہارا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نہ کرو گے اور روایت کی امام احمدؒ نے بسند صحیح کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک

عورت آئی اور کہا اس نے کہ میں نے زید بن ارقم کے ہاتھ ایک غلام بیچا آٹھ سو روپے کو میعاد پر پھر خرید لیا میں نے ان سے چھ سو روپے کو فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ خبر پہنچا دے تو زید کو کہ تم نے باطل کر دیا جہاد اپنا ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اگر توبہ نہ کرو گے برا کیا تو نے جو بیچا اور خرید ااور یہ حدیث صحیح ہے اور یہ قول حضرت عائشہؓ کا پہچانا گیا ہے قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور امام شافعیؒ نے جو کہا کہ یہ حدیث غیر ثابت ہے اور عالیہ اس کی اسناد میں مجہول ہے باطل ہے اس واسطے کہ عالیہ ایک عورت جلیل القدر ہے زوجہ ابی اسحاق سبیعی کی ذکر کیا اس کو ابن سعد نے طبقات میں اور کہا سنا ہے اس نے حضرت عائشہؓ سے فتح۔

(۳۳) قیمت کی وصولی سے پہلے مبیع کو دوسری سے ملا کر خریدنا

اور ایک لونڈی پندرہ روپے کو بیچی اور ابھی قیمت نہیں وصول پائی کہ پھر وہی لونڈی ایک اور لونڈی کے ساتھ ملا کر پندرہ کو خرید کی تو پہلی لونڈی میں بیع فاسد ہے اور دوسری میں جائز ہے بقدر حصہ ثمن کے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ پہلی لونڈی کو جس قیمت سے بیچا اس سے کم کو خریدا ہے تو اس میں بیع جائز نہ ہوگی اور دوسری لونڈی میں صحیح ہو جائیگی۔

(۳۴) وزیت علی ان یوزن بظرفه ویطرح عنه بکل ظرف کذا رطلاً انما یفسد لانه شرط لایقتضیه العقد بل مقتضی العقدان یطرح بازاء الظرف مقدار وزنه کما فی المسألة الثانية وهي ماقال بخلاف شرط طرح وزن الظرف عنه (۳۵) وان اختلفا فی نفس الظرف وبقدره فالقول للمشتری ای اشتری سمناً فی زق وردالظرف وعشرة ارطال فقال البائع الزق غیر هذا وهو خمسة ابطال فالقول للمشتری (۳۶) وبطل بیع المسیل و هبته وصحافی الطریق ای صح البیع والهبة فی الطریق قیل ان ارید رقبة المسیل والطریق فمقدار مایسیل الماء مجهول فلایجوز فیه البیع والهبة واماالطریق فمعلوم وان لم یبین فهو مقدربعرض باب الدارکذافی باب القسمة فیجوز فیه البیع والهبة وان ارید حق التسیل فان کان علی الارض فمجهول لما مروان کان علی السطح فهو حق التعلی وهو حق متعلق بعین لایبقی وحق المرور فیه روایتان وجه البطلان انه غیر مال وجه الصحة الاحتیاج به وهو حق معلوم متعلق بعین باق (۳۷) وامرالمسلم ببیع خمراوخنزیر اوشرائهما ذمیاً وامرالمحرم غیره ببیع صیده فقوله وامر عطف علی الضمیر مرفوع المتصل فی قوله وصحاوهذا العطف جائز لوجود الفصل وهو قوله فی الطریق وهذا عندابی حنیفة وعندهما لایجوز لان المؤکل لایلیه بنفسه فلایولی غیره وله ان العاقدهوالوکیل یتصرف باهلیته (۳۸) والبیع بشرط یقتضیه العقد کشرط الملک للمشتری اولایقتضیه ولانفع فیه لاحد کشرط ان لایبیع الدابة المبیعة بخلاف شرط لا یقتضیه العقد وفیه نفع لاحد العاقدین او المبیع یستحقه ای یکون المبیع اهلا لاستحقاق النفع بان یکون آدمیا فظهر ان قوله ولا نفع فیه لاحداراد به لاحد من العاقدین والمبیع المستحق حتی لوکان النفع للمبیع الذی لایستحق النفع کشرط ان لا یبیع الدابة المبیعة لا یکون هذا الشرط مفسدا کشرط ان یقطعه البائع او یخیطه قباء او یحذوه نعلاً او یشرکه ای یجعل للنعل شراکاً، هذا نظیر شرطٍ لا یقتضیه العقد وفیه نفع للمشتری وصح فی النعل استحساناً انما یجوز فی النعل للتعامل والقیاس ان لایجوز اویستخدمه شهرا ای یستخدمه البائع شهراً، وهذا نظیر شرطٍ لایقتضیه العقد وفیه نفع للبائع.

(۳۴) تیل کو برتن سمیت تولنا

تیل کواس طرح خریدا کہ برتن سمیت تول لیویں گے اور ہر برتن کے عوض مثلاً پانچ سیر مجرا کریں گے خواہ وہ برتن پانچ سیر کا ہو یا نہ ہو تو یہ فاسد ہے اور اگر اس طور سے خریدا کہ جس قدر خالی برتن کا وزن ہے اتنا حساب میں مجرا کریں گے تو یہ درست ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ پہلا قول خلاف دستوز اور خلاف مقتضائے عقد ہے کیونکہ احتمال ہے کہ برتن پانچ سیر کا ہووے یا کم و بیش اور دوسرا قول موافق دستور اور موافق مقتضائے عقد ہے اور تیل کی قید واسطے مثال کے ہے اور ہر وزنی چیز میں یہی حکم ہے۔

(۳۵) برتن میں اختلاف کا فیصلہ

اور گھی کپے میں خریدا اور مشتری جب کپا پھیرنے گیا تو وہ پانچ سیر کا نکلا تب بائع نے کہا کہ میرا کپا اور تھا اور وہ ڈھائی سیر کا تھا اور مشتری نے کہا کہ یہی کپا تھا تو قول مشتری کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ کپے پر قابض مشتری تھا اور قول قابض کا معتبر ہوگا۔ ہدایہ اور یہاں بھی قید گھی کی اتفاقی ہے بلکہ جو وزنی چیز ہو اس میں یہی حکم ہے۔

(۳٦) نالی اور راستہ کی بیع

باطل ہے مسیل یعنی پانی بہنے کی جگہ کی بیع اور ہبہ اس کا اور صحیح ہے بیع اور ہبہ راہ کا۔

فائدہ:۔ یعنی ایک شخص کی زمین سے دوسرے کی زمین پر پانی بہہ کے جاتا ہے تو جس شخص کی زمین پر پانی بہہ کے جاتا ہے اس نے اتنی زمین بیع کی تو باطل ہے اور اگر ایک شخص کے مکان کا راستہ دوسرے کی زمین سے ہو کر ہے اور اس نے راستہ بیچا تو صحیح ہے۔

☆ بعض علماء نے کہا ہے کہ مسیل سے یا رقبہ مسیل مراد ہے یعنی وہ مکان جس میں پانی بہتا ہے (جیسے نہر یا نالے یا چھت) اور راہ سے بھی رقبہ راہ مراد ہے یعنی اتنی جگہ جس میں سے گزرتا ہے تو پانی بہنے کی مقدار مجہول ہے لہذا اس کی بیع اور ہبہ جائز نہیں۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ اس کا طول وعرض معین معلوم نہ ہوئے اور جب اس کا طول وعرض بیان کر دیوے اس طرح پر کہ وہ ایک زمین کا ٹکڑا ہو جاوے تو جائز ہے۔ بیع اس کی جیسا کہ ذکر کیا سرخسیؒ نے یا پانی بہنے کی جگہ کہے لیکن اس کے حدود اور جگہ بیان کر دیوے تب بھی جائز ہے ذکر کیا اس کو قاضی خاںؒ نے چلپی۔

☆ اور رقبہ راہ معلوم ہے اگر اس کے حدود بیان کر دیئے اور اگر نہیں بیان کئے جب بھی وہ مقدر ہے دروازے کے عرض سے جیسے تقسیم زمین میں تو جائز ہے اس میں بیع اور ہبہ اور یا مسیل سے حق تسییل یعنی پانی بہنے کا حق مراد ہے تو اگر زمین پر ہے تو مجہول ہے اور اگر چھت پر ہے تو وہ حق تعلی ہے یعنی ایسا حق ہے کہ متعلق ہے ایسی چیز سے جو باقی نہیں رہتا (جب چھت گر جائے)۔

☆ اور راہ سے اگر حق گزرنے کا مراد ہے تو اس میں دو روایتیں ہیں۔

فائدہ:۔ ایک روایت میں بیع اس کی صحیح ہے اور دوسری روایت میں باطل ہے درمختار میں ہے کہ اکثر فقہاء نے روایت اول سے اخذ کیا ہے اور روایت ثانی کو فقیہ ابواللیث نے صحیح کیا ہے۔

☆ وجہ بطلان یہ ہے کہ وہ صرف حق ہے اور مال نہیں ہے اور وجہ صحت یہ ہے کہ اس کی طرف احتیاج ہے اور وہ ایک حق معلوم ہے متعلق ہے اس چیز سے جو باقی ہے۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ حق گزرنے کا زمین پر ہووے اور جو چھت پر ہووے تو بالاتفاق باطل ہے۔

(۳۷) شراب وخنزیر کیلئے ذمی کو وکیل بنانا

اور صحیح ہے وکیل کر دینا مسلمان کا ذمی کو واسطے بیچنے یا خریدنے شراب اور سور کے اور احرام باندھے ہوئے کا غیر محرم کو واسطے بیچنے شکار اپنے کے نزدیک امام صاحبؒ کے

فائدہ:۔ لیکن مکروہ ہے بکراہت شدیدہ تو مسلم کو واجب ہے

کہ درصورت خرید شراب کو سرکہ بنائے یا اس کو بہا دیوے اور سور کو چھوڑ دیوے اور درصورت بیع اس کے ثمن کو تصدق کرے طحطاوی ☆ اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہیں۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ یہی ظاہر تر ہے۔

فائدہ: بیع بالشرط

جاننا چاہئے کہ احادیث اور آثار شرط بیع میں مختلف وارد ہوئے ہیں طبرانی نے اوسط میں روایت کی عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے اور شرط سے اور اس حدیث سے باطل ہونا بیع اور شرط دونوں کا معلوم ہوتا ہے اور حدیث اوپر گزر چکی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا حضرت عائشہؓ سے کہ خرید بریرہؓ کو اور شرط کر لو اس کے مالکوں کے لئے ولا کی اور ولا اسی کو ملے گی جو آزاد کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع جائز ہے اور شرط باطل اور بھی اوپر گزری حدیث خیار الشرط کی اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیع اور شرط دونوں جائز ہیں اس واسطے فقہا نے شروط کی تقسیم کر دی۔

(۳۸) ایسی شرط جس کو عقد مقتضی ہو

اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جس کو عقد مقتضی ہووے جیسے شرط ملک واسطے مشتری کے یا اس کو عقد مقتضی نہ ہووے لیکن اس میں نفع کسی کو نہ ہووے جائز ہے۔

فائدہ:۔ یعنی نہ نفع بائع کو ہو نہ مشتری کو نہ معقود علیہ کو یعنی جس چیز کی بیع ہو رہی ہے اس کی مثال ہدایہ میں لکھی ہے کہ بائع ایک جانور کو اس شرط پر بیچے کہ مشتری پھر اس کو بیع نہ کرے۔

فائدہ۲:۔ اور وہ شرط لغو ہے مثلاً اس صورت میں مشتری کو اختیار رہے گا کہ جانور کو بیچ ڈالے۔

(۳۹) او یعتقه اویدبره او یکاتبه هذا نظیر شرط لا یقتضیه العقدوفیه نفع للمبیع و هو اهل لاستحقاق النفع و بیع امة الاحملها عطف علی شرط لایقتضیه العقد والاصل ان کل مالایصح افراده بالعقد لایجوز استثناؤه من العقد فانه من توابع الشئ فیکون داخلا فی المبیع تبعاله فاستثناؤه من العقد شرط لایقتضیه العقد فیکون مفسدا (۴۰) والی النیروز والمهرجان وصوم النصاری وفطرالیهود ان لم یعرفا ذلک وقدوم الحاج والحصاد والدیاس والقطاف والجزار القطاف جنی الثمر عن الاشجار والجزار قطع الصوف عن ظهر الغنم ویکفل الیها ای یجوز الکفالة الی هذه الاوقات لأن الجهالة الیسیرة یحتمله الکفالة وصح ان اسقط الاجل قبل حلوله ای ان اسقط هذه الأجال المجهولة قبل حلولها ینقلب البیع صحیحاً (۴۱) (احکام البیع الباطل والفاسد) ثم اعلم ان الحکم فی البیع الباطل ان المبیع ان هلک فی یدالمشتری فعندالبعض امانة وعند البعض مضمون بالقیمة کالمقبوض علی سوم الشراء (۴۲) واماحکم البیع الفاسد ففی المتن شرع فی احکامه فقال فان قبض المشتری المبیع بیعاً فاسداً برضاء بائعه صریحاً اودلالة کقبضه فی مجلس عقده وکل من عوضیه مال یملکه فان قیل کلامنا فی البیع الفاسد فیکون کل من العوضین مالاً البتة اذلولم یکن لکان البیع باطلاً قلنا قدیذکر الفاسدویرادبه الباطل کماان فی اول کتاب القدوری جعل البیع بالمیتة فاسداً و هو باطل فلهذا قال وکل من عوضیه مال احتیاطاً حتی لویشمل الفاسدالباطل یکون هذا القید مخرجاله عن هذاالحکم وهوان یصیرملکاً علی انه قدیکون البیع فاسداً مع انه لایکون کل من عوضیه مالاً کمااذاباع وسکت

عن الثمن فالبيع فاسد عندهما حتے یملک بالقبض و یجب الثمن ای القیمة ولزمه بمثله حقیقةً او معنیً ای ان هلک فی یدالمشتری وجب علیه المثل حقیقة فی ذوات الامثال والمثل معنیً وهو القیمة فی ذوات القیم (۴۳) ولکل منهما فسخه قبل القبض وکذابعده مادام فی ملک المشتری ان کان الفساد فی صلب العقد کبیع درهم بدرهمین ارادبالفساد فی صلب العقدالفساد الذی یکون فی احدالعوضین ولمن له الشرط ان کان بشرط زائد کشرط ان یهدیے له هدیةً ذکر فی الذخیرة ان هذا قول محمدؒ اماعندهما فلکل واحد حق الفسخ لان الفسخ لحق الشرع لالحق احد المتبایعین فانهما راضیان بالعقد فان باعه المشتری اووهبه وسلمه اواعتقه صح و علیه قیمته وسقط حق الفسخ لانه تعلق به حق العبد وانما یفسخ حقا للّٰه تعالیٰ واذا اجتمع حق الله و حق العبد یرجح حق العبد لحاجته (۴۴) ولایأخذه البائع حتے یردثمنه ای البائع اذافسخ البیع الفاسد لایأخذالمبیع حتے یردالثمن لان المبیع محبوس بالثمن بعد الفسخ فان مات هو فالمشتری احق به حتے یأخذثمنه ای باع شیٔابیعاً فاسد اووقع التقابض ثم فسخ البیع ثم مات البائع فللمشتری حق حبس المبیع حتے یأخذالثمن ولایکون اسوة لغرماء البائع

(۳۹) ایسی شرط جس کوعقد مقتضی نہ ہو

اور بیع ایسی شرط کے ساتھ جس کوعقد مقتضی نہ ہووے اور اس میں بائع کونفع ہووے یامشتری کویامعقودعلیہ کوفاسد ہے اول کی مثال یہ ہے کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ ایک مہینے تک میری خدمت کرے کیونکہ اس صورت میں بائع کو نفع ہے ۔دوسری مثال یہ ہے کہ ایک کپڑا اس شرط پر خریدے کہ بائع اس کوقطع کردیوے یااس کی قبا سی دیوے یاچمڑا خریدے اس شرط پر کہ اس کی جوتی بنا دیوے یا اس کا تسمہ لگادیوے کیونکہ ان صورتوں میں مشتری کا نفع ہے مگر جوتی میں شرط تسمہ لگانے کی جائز ہے استحساناً واسطے تعامل انسانوں کے اور قیاساً جائز نہیں تیسرے کی مثال یہ ہے کہ بائع ایک غلام اس شرط پر بیچے کہ مشتری اس کو آزاد کردے یامدبر یامکاتب کرے کیونکہ ان صورتوں میں معقود علیہ کونفع ہے اور فاسد ہے بیع لونڈی کی بدون حمل کے۔

فائدہ:۔یعنی ایک لونڈی حاملہ کوبیچا بغیر حمل کے یعنی بائع نے کہا کہ حمل میرا ہے اور لونڈی تیری ہے تو یہ بیع فاسد ہے اس واسطے کہ صرف حمل کا بیچنا درست نہیں تو اس کا استثناء بھی درست نہ ہوگا۔

(۴۰) قیمت کی ادائیگی کی مجہول تاریخ

اور اگر مشتری نے قیمت ادا کرنے کے لئے یہ کہا کہ نوروز تک یامہرگاں تک یانصاریٰ کے روزوں تک یایہودیوں کی عید تک دوں گا اور بائع اور مشتری کو یہ دن معلوم نہ ہوں تو یہ فاسد ہے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ اس صورت میں بائع اور مشتری میں نزاع ہوگی بائع قیمت جلدی مانگے گا اور مشتری دیر میں دے گا اور اگر ان دونوں کو دونوں پہچانتے ہوں تو جائز ہے۔درمختار نوروز اس دن کو کہتے ہیں جب جاڑا ختم ہوکر دن رات برابر ہوتا ہے اور مہرگاں وہ دن ہے جب گرمی تمام ہوکر دن رات برابر ہوتا ہے۔

☆ یا یہ کہا کہ حاجیوں کے آنے تک اور کھیتی کٹنے تک اور دائیں چلنے تک اور میوہ توڑنے تک اور جانوروں کی پیٹھ پر سے اون کاٹنے تک دوں گا تو بھی بیع فاسد ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ امور کبھی جلدی کبھی دیر میں ہوتے ہیں تو بائع اور مشتری میں نزاع ہوگی۔

☆اور اگر ان مدتوں تک بیع کی اور قبل ان وقتوں کے آنے کے مدت کو ساقط کر دیا تو بیع صحیح ہو جاوے گی اور اگر ان مدتوں تک کسی کی ضمانت کی تو صحیح ہے۔

(۴۱) بیع باطل میں مبیع کی حیثیت

بیع باطل میں مبیع مشتری کے پاس امانت ہوتی ہے بعضوں کے نزدیک تو اس کے تلف ہو جانے سے مشتری پر ضمان نہ واجب ہوگا اور بعضوں کے نزدیک مشتری پر ضمان اس کی قیمت کا لازم ہوگا (اور یہی مختار ہے اور اسی پر فتویٰ ہے)

(۴۲) بیع فاسد میں مبیع کا حکم

اور بیع فاسد میں اگر مشتری نے مبیع پر قبضہ کر لیا بائع کی رضا سے خواہ رضا اس کی صراحۃً ہو (مثلاً بائع یہ کہے کہ تو اس پر قبضہ کر لے) یا دلالت حال سے (مثلاً بائع کے سامنے مجلس عقد میں قبضہ کیا) اور مبیع اور ثمن دونوں مال ہوں تو مشتری مبیع کا مالک ہو جاوے گا اور اگر ہلاک ہو جاوے قبضہ مشتری میں تو مشتری پر مبیع کا مثل لازم ہوگا خواہ وہ مثل حقیقۃً ہو یا معنیً

فائدہ:۔ مثل حقیقۃً ان چیزوں میں جو مثلی ہیں جیسے گیہوں چاول اور اناج وغیرہ اور مثل معنیً ان چیزوں میں جو غیر مثلی ہیں جیسے جانور کپڑا اتھیار وغیرہ ان چیزوں کا مثل حقیقۃً نہیں ہوتا کیونکہ جانور جانور کا سب اوصاف میں ایک ہونا دشوار ہے اس واسطے قیمت کو ان کا مثل معنوی قرار دیا گیا ہے۔

(۴۳) فسخ بیع کا حکم

اور واجب ہے ہر ایک پر بائع اور مشتری سے فسخ کرنا بیع فاسد کا قبل قبض مبیع کے اور اسی طرح بعد قبض مبیع کے جب تک وہ شے مشتری کی ملک میں ہو اگر فسادات عقد میں ہووے یعنی احد العوضین میں جیسے بیع درہم کی بدلے میں دو درہم کے۔

فائدہ:۔ اور اس کے فسخ میں حکم قاضی شرط نہیں اور اگر کوئی فسخ میں انکار کرے تو قاضی جبراً فسخ کرا دیوے درمختار۔

☆ اور اگر فساد کسی شرط کے سبب سے ہووے مثلاً بائع نے یہ شرط لگائی ہو کہ مشتری مجھ کو ایک ہدیہ دیوے تو جس نے شرط لگائی ہووے اس کو فسخ واجب ہے امام محمدؒ کے نزدیک اور شیخینؒ کے نزدیک ہر ایک پر واجب ہے تو اگر مشتری نے بیع فاسد میں مبیع کو بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیا اور تسلیم کر دیا موہوب لہ کو یا مبیع غلام تھا اس کو آزاد کر دیا تو یہ تصرفات مشتری کے صحیح ہو جاویں گے اور اس پر قیمت لازم آوے گی اور حق فسخ کا ساقط ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مبیع سے حق غیر کا متعلق ہو گیا اور فسخ تھا بسبب حق اللہ تعالیٰ کے اور حق العباد مقدم ہے حق اللہ تعالیٰ پر کیونکہ اللہ تعالیٰ غنی ہے اور بندہ محتاج ہے۔

(۴۴) فسخ بیع کے بعد

اور بیع فاسد اگر فسخ کی گئی تو بائع مبیع کو مشتری سے نہیں لے سکتا جب تک اس کا ثمن نہ پھیر دیوے اور اگر بائع بعد فسخ کے مر جاوے تو پہلے اس شے کو بیچ کر مشتری کا ثمن ادا کریں گے بعد اس کے اور قرض خواہوں کو جو بچے گا وہ دیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ جیسے رہن میں اگر راہن مر جاوے تو شے مرہون کو بیچ کر اولاً روپیہ مرتہن کا ادا کریں گے بعد اس کے جو بچے گا بعد تجہیز و تکفین کے اور قرض خواہوں کو ملے گا ہدایہ

(۴۵)فطاب للبائع ربح ثمنه بعد التقابض لاللمشتری ربح مبیعه فیتصدق به صورة المسألة باع جاریةً بیعافاسداً بالدراهم اوبالدنانیر وتقابضافباع المشتری الجاریة وربح لایطیب له الربح وان ربح البائع فی الثمن یطیب له الربح والفرق ان المبیع متعین فی العقد فیکون فیه خبث بسبب فساد الملک و فی فساد الملک شبهة عدم الملک والشبهة ملحقة بالحقیقة فی الحرمة فان النبی علیه السلام نهی عن الربوا والریبة واماالدراهم والدنانیر فغیر متعینة فی العقد ولوکانت متعینة کانت فیه شبهة الخبث بسبب الفساد فعندعدم التعین یکون فی تعلق العقد بها شبهة فیکون فیها شبهة الشبهة ولااعتبارلها هذا فی الخبث بسبب فساد الملک اما الخبث بسبب عدم الملک فیشتمل النوعین عند ابی حنیفةؒ یعنی ان الربح فی المغصوب لایطیب له سواء کان المغصوب مما یتعین کالجاریة مثلاً او مما لایتعین کالدراهم والدنانیر حتی ان باع الدراهم المغصوبة و حصل فیها ربح لایکون طیباً لان فی الاول حقیقة الخبث وفی الثانی شبهة الخبث والشبهة ملحقة بالحقیقة فی الحرمة کما طاب ربح مال ادعاه فقضی به ثم ظهرعدمه بالتصادق ای ادعی علی رجل مالا فقضاه فربح فیه المدعی ثم تصادقاعلی ان هذاالمال لم یکن علی المدعیٰ علیه فالربح طیب لان المال المقضی به بدل الدین الذی هو حق المدعی والمدعی باع دینه بما اخذ فاذا تصادقاعلی عدم الدین صارکانه استحق ملک البائع وبدل المستحق مملوک ملکاً فاسداً فیکون البیع فی حق البدل بیعاًفاسداً فلا یؤثرالخبث فیما لایتعین بالتعیین فان قیل ذکر فی الهدایة فی المسألة السابقة ثم اذاکانت دراهم الثمن قائمة یاخذها بعینها لانها تتعین بالتعیین فی البیع الفاسدوهوالاصح لانه بمنزلة الغصب فهذاینافض ماقلتم من عدم تعیین الدراهم والدنانیر قلنا یمکن التوفیق بینهما بان لهذا العقد شبهتین شبهة الغصب وشبهة البیع فاذاکانت قائمة اعتبرشبهة الغصب سعیاً فی رفع العقد الفاسد واذالم تکن قائمة فاشتری بهاشیئا یعتبرشبهة البیع حتی لایسری الفساد الی بدله لما ذکرنا من شبهة الشبهه وایضاً لتداول الایدی تاثیر فی رفع الحرمة علی ماعرف

(۴۵)مبیع کا منافع

اور بیع فاسد میں اگر مشتری نے مبیع کو بیچا اور اس میں نفع کمایا تو مشتری کو یہ نفع حلال نہیں اور اس کو صدقہ دے دیوے اور بائع نے جو نفع کمایا تھا اس کو حلال ہوگیا۔

فائدہ:۔اور دلیل اس کی ہدایہ اور اصل کتاب میں مذکور ہے۔

☆اسی طرح پر اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کچھ روپیوں یا اشرفیوں کا دوسرے پر اور مدعا علیہ نے مدعی کو وہ روپے یا اشرفی ادا کر دیئے بعد اس کے مدعی نے اقرار کیا کہ میرا کچھ مدعا علیہ پر نہ تھا اور مدعی ان روپیوں میں نفع کما چکا تو وہ نفع مدعی کو حلال ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔اور مدعا علیہ سے جس قدر روپے لئے تھے وہ پھیرنا پڑیں گے۔

(۴۶) ولوبنى فى دارشراهاشراءً فاسداً لزمه قيمتها و شك ابو يوسف فيها هذا عند ابى حنيفة و عندهما ينقض البناء و هذه المسألة من المسائل التي انكرابويوسف روايتها عن ابى حنيفة فان ابايوسفؒ قال لمحمدؒ ماورويت لك عن ابى حنيفة انه ياخذها بقيمتها بل رويت انه ينقض البناء وقال محمدؒ بل رويت الاخذبالقيمة لكن نسيت فشك ابو يوسفؒ فى روايته عن ابى حنيفة و محمدؒ لم يرجع عن ذلك و حمله على نسيان ابى يوسفؒ فانه ذكر فى كتاب الشفعة ان المشترى شراءً فاسداً اذا بنى فيها فللشفيع الشفعة عند ابى حنيفةؒ وعندهما لاشفعة له فهذا يدل على انقطاع حق البائع ببناء المشترى عند ابى حنيفةؒ خلافالهما (۴۷) (فصل فى البيوع المكروهة) وكره النجش نجش الصيد بسكون الجيم اثارة والنجش جاءً بفتح الجيم و سكونه وهو ان يستام سلعة لايريد شراء ها باكثرمن قيمتها ليرى الأخرفيقع فيه (۴۸) والسوم على سوم غيره اذارضيا بثمن (۴۹) وتلقى الجلب المضر باهل البلد الجلب المجلوب فان المجلوب اذا قرب من البلد تعلق به حق العامة فيكره ان يستقبل البعض ويشتريه ويمنع العامة عن شرائه وهذا انما يكره اذاكان مضراً باهل البلدؤقدسمعت ابياتاً لطيفة لمولانابرهان الاسلام رحمه الله فكتبتها احماضاً وهى

(۴۶) مشتری نے زمین پر مکان بنالیا تو

اور اگر بائع نے بیع فاسد سے ایک زمین بیچی اور مشتری نے اس زمین پر مکان بنایا تو مشتری پر اس کی قیمت لازم ہو گی اور حق فسخ

کا ساقط ہو جاوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک مکان گرا دیا جاوے گا اور زمین بائع کو واپس کی جاوے گی اور مشتری اپنا عملہ لے جاوے گا۔

فائدہ:۔ ایسا ہی اگر مشتری نے اس زمین میں درخت بوئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک قیمت زمین کی لازم آوے گی اور بائع فسخ نہیں کر سکتا اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری کو حکم ہو گا کہ درخت اکھاڑ لیوے اور زمین خالی کرے کمال الدین ابن الہمام نے مذہب صاحبینؒ کو ترجیح دی ہے اور نہر الفائق میں مذہب امام صاحبؒ کو اور وہی مختار ہے اس زمانے میں۔

(۴۷) مکروہات بیع میں: نجش

مکروہ ہے مال کی قیمت زیادہ کہہ دینی اس غرض سے کہ دوسرا شخص اس کی خرید میں رغبت کرے اور دھوکا پاوے اور اپنے کو خریدنا منظور نہ ہو۔

فائدہ:۔ اس کو عربی میں نجش کہتے ہیں روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ نجش کرو۔

(۴۸) دوسرے کے بھاؤ پر بھاؤ لگانا

اور مول کرنا اس چیز پر جس کا کوئی اور مول کر چکا ہے اور دونوں کی رضا پائی جاتی ہے اس پر۔

فائدہ:۔ اور اگر اس نے ابھی مول نہیں چکایا تو جائز ہے۔ صحاح ستہ میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مول نہ چکاوے کوئی اپنے بھائی کے مول چکائے پر اور نہ بیع کرے اپنے بھائی کی بیع پر اور نہ پیام نکاح دے اپنے بھائی کے پیام پر اور قید بھائی کی اتفاقی ہے۔ واسطے زیادتی نفرت اور قباحت کے ورنہ یہی حکم ہے اگر ذمی ہو یا مستامن درمختار

(۴۹) غلہ کو باہر جالینا

اور مکروہ ہے اناج کو آگے بڑھ کر لینا جب شہر والوں کو ضرر کرے اس لئے کہ جب بنجارہ قریب شہر کے ہوتا ہے تو عامہ اہل شہر کا حق اس سے متعلق ہوتا ہے۔ پس مکروہ ہے کہ بعض شخص آگے جا کے لیویں اور سب کو اس خریداری سے باز رکھیں۔

فائدہ:۔ یعنی اناج لے کر بنجارے جو آتے ہیں تو شہر کے باہر جا کر ان سے خرید لینا مکروہ ہے اس کی کراہت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ شہر میں قحط ہے اور یہ شخص قافلے میں جا کر ملا اور ان سے سب غلہ خرید کر لیا اور شہر میں لا کر خاطر خواہ قیمت کو بیچا اور اگر یہ شخص نہ جاتا اور قافلہ بنجاروں کا شہر میں آتا تو اہل شہر کو فائدہ ہوتا دوسرے یہ کہ شہر میں قحط اور تنگی نہ ہو مگر ان قافلے والوں کو نرخ شہر کا معلوم نہ ہووے اور یہ شخص ان سے جا کر سستا خرید کر لیوے فریب دے کر اگر یہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو وہ مکروہ نہیں ہے۔ ہدایہ صحیحین میں مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقی جلب سے اور اس کے یہی معنی ہیں جو اوپر گزرے۔

ابو بکر الولد المنتخب لكفتارة هى لى ام اب	ارادالخروج لامرعجب فقلت الم تسمعن يابنے	فقد قال انى عزمت الخروج بنهى اتى عن تلقے الجلب

(۵۰) وبيع الحاضر للبادى طمعاً فى الثمن الغالى زمان القحط صورته ان البادى يجلب الطعام الى البلد فيطرحه علے رجل يسكن البلد ليبيع من اهل البلد بثمن غال فهذا يكره فى ايام العسرة

(۵۱) والبيع عند اذان الجمعة (۵۲) وتفريق صغير عن ذى رحم محرم منه بلاحق مستحق هذا عندابى حنيفة و محمدؒ اما عندابى يوسفؒ اذا كانت القرابة قرابة ولادلايجوز بيع احدهما بدون الأخرفانه عليه السلام قال ادرک ادرک ولوكان البيع نافذاً لايمكنه الاستدراک ولوكان بحق مستحق كدفع احدهما بالجناية والرد.بالعيب لايكره (۵۳) ولابيع من يزيد

(۵۰) شہری کا دیہاتی سے خرید لینا

اور مکروہ ہے بیع حاضر کی واسطے بادی کے زمانۂ قحط میں مہنگے داموں کی طمع سے۔

فائدہ:۔ حاضر وہ شخص ہے جو شہر میں رہتا ہے بادی وہ جو بیرون شہر کا رہنے والا ہے ممانعت اس بیع کی حدیث سے ثابت ہے روایت کی بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع حاضر سے واسطے بادی کے اور اس حدیث کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ شہر کا بنیا بقال شہر کے لوگوں کے ہاتھ نہ بیچے بلکہ جو باہر سے لوگ آتے ہیں ان کے ہاتھ بیچے تا کہ دام زیادہ ملیں اور اسی کو اختیار کیا ہے ہدایہ میں دوسرے یہ کہ باہر کا شخص غلہ لاوے اور اس کی طرف سے شہری دلال ہووے اور کہے کہ تو جلدی نہ کر میں تجھ کو گراں بیچ دوں گا تو بائع بادی ہوا اور حاضر دلال اور یہی معنیٰ اختیار کئے ہیں مجتبیٰ اور درمختار اور اصل کتاب میں اور منقول ہے یہ تفسیر ابن عباسؓ سے اور مناسب ہے اس کے آخر حدیث کہ چھوڑ و لوگوں کو تا اللہ تعالیٰ روزی دے بعضے آدمیوں کو بعضوں سے روایت کیا اس کو مسلم نے جابرؓ سے۔

(۵۱) جمعہ کی اذان کے وقت

اور مکروہ ہے بیع وقت اذان جمعے کے تحریماً

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ جل شانہ نے یآیها الذين أمنوا اذا نودى للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا الىٰ ذكر الله وذرواالبيع یعنی اے ایمان والو جب وقت پکارا جاوے واسطے نماز کے دن جمعے کے پس دوڑو

واسطے یاد خدا کے اور چھوڑ و سودا کرنا اور اس واسطے کہ بیع کرنے سے خلل آتا ہے سعی میں اور وہ واجب ہے یہاں تک کہ اگر سعی میں خلل نہ آوے بلکہ سعی بھی ہوتی جاوے اور بیع بھی جیسے بائع اور مشتری ایک کشتی میں سوار ہیں اور وہ کشتی چلی جاتی ہے مسجد جامع کو تو مضائقہ نہیں درمختار۔

(۵۲) نامحرم غلاموں میں جدائی ڈالنا

اور جن دو بردوں میں قرابت قریب محرم ہو (یعنی ہر ایک دوسرے کا قریب محرم ہو تو محرم غیر قریب جیسے باپ کی جورو یا قریب غیر محرم جیسے چچا کی اولاد دونوں نکل گئے ہدایہ) اور دونوں صغیرسن ہوں یا ایک صغیرسن تو ان میں جدائی ڈالنا مکروہ ہے جب کسی حق کے سبب سے نہ ہووے نزدیک طرفین کے اور امام ابی یوسفؒ کے نزدیک جب ان دونوں میں ناتا ولادت کا ہووے تو ایک کی بیع بدوں دوسرے کے جائز نہیں۔

فائدہ:۔ اور بعضوں نے کہا کہ مطلق امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع جائز نہیں خواہ ناتا ولادت کا ہووے یا اور طرح کا اور یہی قول ہے زفرؒ اور ائمہ ثلثہ کا اور اصل اس باب میں قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو روایت کی ترمذیؒ نے ابی ایوب انصاریؓ سے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے جس شخص نے جدائی ڈالی درمیان میں والدہ اور اس کے ولد کے جدائی ڈالے گا اللہ تعالیٰ درمیان اس کے اور درمیان دوستوں اس کے کے دن قیامت کے اور کہا کہ یہ حدث حسن غریب ہے اور صحیح کیا اس کو حاکمؒ نے شرط مسلمؒ پر اور نظر کی اس میں محدثینؒ نے کہ اس کی اسناد میں یحییٰ بن عبداللہ ہے نہیں اخراج کیا اس سے صحاح میں اور اختلاف کیا گیا اس میں اور بسبب اختلاف کے نہیں صحیح کیا اس کو ترمذیؒ نے اور روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے ایک قصے کے ساتھ اور روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں عمران بن حصینؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملعون ہے وہ شخص جس نے جدائی ڈالی درمیان میں والدہ اور اس کے ولد کے اور کہا کہ اسناد اس کی صحیح ہے اور روایت کی ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ ہبہ کئے مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو غلام کہ آپس میں بھائی تھے تو بیچا میں نے ایک کو پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم نے یا علیؓ کیا ہوا ایک غلام تیرا کہا میں نے بیچ ڈالا اس کو تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھیر لے اس کو پھیر لے اس کو کہا ترمذیؒ نے یہ حدیث حسن غریب ہے اور روایت کی حاکمؒ اور دار قطنیؒ نے دوسرے طریق سے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قیدی تو حکم کیا مجھ کو ساتھ بیع دو بھائیوں کے تو بیچا میں نے ان دونوں کو الگ الگ اور کہا میں نے آن کر یہ امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو فرمایا آپ نے کہ پھیر لے ان کو اور بیچ ان کو ایک ساتھ اور نہ جدائی کر درمیان ان کے صحیح کیا اس کو حاکمؒ نے اوپر شرط بخاریؒ اور مسلمؒ کے اور نفی کی ابن قطانؒ نے ہر عیب کو اس حدیث سے اور کہا کہ یہ اولیٰ ہے ان حدیثوں میں جن پر اعتماد ہے۔ اس باب میں اور روایت کیا اس کو احمدؒ اور بزارؒ نے دوسرے طریق سے لیکن اس میں انقطاع ہے اور وہ مضر نہیں ہمارے نزدیک۔

☆ اور اگر جدائی ان دونوں کی کسی حق کے سبب سے ہووے جیسے ایک نے کوئی جنایت کی اس میں دیا گیا یا عیب کے سبب سے روکا گیا تو مکروہ نہیں۔

(۵۳) نیلامی

اور جائز ہے بیع من یزید یعنی نیلام

فائدہ:۔ جس کو ہراج کہتے ہیں اس واسطے کہ روایت کی اصحاب سننؒ اربعہ نے انس بن مالکؓ سے کہ رسول خدا صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک انصاری سوال کرنے کو آیا تو حضرتؐ نے فرمایا کیا تیرے گھر میں کوئی چیز نہیں اس نے کہا کیوں نہیں ایک کمل ہے جس کو کچھ میں اوڑھتا ہوں اور کچھ بچھاتا ہوں اور ایک پیالہ ہے جس میں میں پانی پیتا ہوں فرمایا کہ ان کو میرے پاس لے آ۔ سو وہ دونوں چیزیں لے آیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو لیا اور فرمایا کہ کون شخص ان دونوں کو خرید کرتا ہے سو ایک مرد نے کہا میں ان کو بعوض ایک درہم کے خرید کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو بار یا تین بار من یزید علی درہم کون ہے جو ایک درہم سے زیادہ دے تو ایک مرد نے کہا کہ میں دونوں کو دو درہم کو لیتا ہوں سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں چیزیں اس کو دیں اور دونوں درہم مرد انصاری کو دیئے اور فرمایا کہ ایک سے طعام خرید کر کے اپنے اہل وعیال کو دے اور دوسرے سے کلہاڑی میرے پاس خرید کر لا سو وہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس میں لکڑی لگائی اور فرمایا کہ جا لکڑیاں لایا کر اور بیچا کر اور میں تجھ کو پندرہ دن نہ دیکھوں اس نے ایسا ہی کیا پھر وہ آیا اور اس کو دس درہم حاصل ہوئے سو اس نے کچھ درہموں سے کپڑا خرید کیا اور کچھ سے کھانا تو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تیرے حق میں بہتر ہے تیرے آنے سے دن قیامت کے اور داغ سیاہی کا تیرے منہ پر ہووے بسبب سوال کے۔

باب الاقالة

(۱) هی فسخ فی حق المتعاقدین و بیع فی حق الثالث الاقالة فسخ فی حق المتعاقدین بیع فی حق غیرهما عند ابی حنیفةؒ فان لم یمکن جعلها فسخافی حقهما یبطل وفائدة انه بیع فی حق الثالث انه یجب الشفعة بالاقالة فان الشفیع ثالثهما و یجب الاستبراء لانه حق الله تعالیٰ والله ثالثهما و عند ابی یوسفؒ هی بیع فان لم یمکن جعلها بیعاً تجعل فسخاً فان لم یمکن تبطل وعند محمدؒ عکس هذا فبطلت بعدولادة المبیعة هذا تفریع علی کونها فسخاً اذ بعد الولادة لایمکن الفسخ فتبطل عند ابی حنیفةؒ و عندهما لاتبطل لانها تکون بیعاً وصحت بمثل الثمن الاول و ان شرط غیر جنسه او اکثرمنه اذاتقابلاعلےٰ غیر جنس الثمن الاول او علےٰ اکثرمنه فعندابی حنیفةؒ یجب الثمن الاول لان الاقالة فسخ عنده والفسخ لایکون الاعلےٰ الثمن الاول فذلک الشرط شرط فاسد والاقالة لاتفسدبالشرط الفاسد فصحت الاقالة وبطل الشرط وعندهما یکون بیعاً بذلک المسمےٰ و کذافی الاقل الا اذاتعیب ذلک ای یجب الثمن الاول اذا تقایلاعلی اقل منه الااذاتعیب فح یجب الاقل وهذا عندابی حنیفةؒ وکذاعندابی یوسف تکون بیعاً بالاقل فان الاصل عنده انه بیع وعند محمد تکون فسخاً بالثمن الاول لا انه سکوت عن بعض الثمن الاول ولوسکت عن الکل واقال کان فسخاً فهذا اولی الااذادخل عیب فانه فسخ بالاقل (۳)ولم یمنعها هلاک الثمن بل المبیع (۴) وهلاک بعضه یمنع بقدره والله اعلم.

باب اقالے کے بیان میں

فائدہ: اقالہ کا ثبوت

اقالہ بیع کا رد کرنا بعد تمامی کے اقالے کا جواز ثابت ہے حدیث سے فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پھیر لے مسلمان کی بیع رد کرے گا اللہ تعالیٰ لغزش اس کی قیامت کے دن روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے اور صحیح کہا اس کو ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے۔

(۱) اقالہ کی تعریف اور حکم

جاننا چاہیے کہ اقالہ یعنی پہلی بیع کا توڑنا بائع اور مشتری کے حق میں تو فسخ بیع ہے اور سوا ان کے اور شخصوں کے حق میں مانند بیع جدید کے ہے تو اگر فسخ بیع بائع اور مشتری کے حق میں نہ ہو سکے تو اقالہ باطل ہوگا۔ (اور مثال اس کی آگے آتی ہے) اور یہ جو معلوم ہوا کہ اقالہ غیر بائع اور مشتری کے نزدیک مانند بیع جدید کے ہے تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ وقت اقالے کے شفیع کو دعویٰ شفعہ پہنچتا ہے۔

فائدہ:۔ مثلاً زید نے ایک مکان اپنا عمرو کے ہاتھ بیع کیا اور شفیع نے اپنی رضامندی سے اس وقت حق شفعہ ساقط کر دیا بعد اس کے اب اقالہ بیع ہوا تو زید اور عمرو کے حق میں تو یہ اقالہ فسخ بیع شمار کیا جاوے گا اور شفیع کے حق میں بیع جدید تو اب پھر اس کو دعویٰ شفعہ پہنچ سکتا ہے درمختار

☆ اور اگر ایک لونڈی کی بیع ہوئی اور بعد اس کے اقالہ بیع ہوا تو اب پھر لونڈی پر استبرا واجب ہوگا۔

فائدہ:۔ یعنی اب بائع اول کو وطی اس کی جائز نہ ہوگی بغیر استبرا کے۔

(۲) صاحبین کا موقف

اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اقالہ بیع ہے تو اگر بیع نہ ہو سکے گی تو فسخ شمار کیا جاوے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک فسخ ہے اور اگر فسخ ممکن نہ ہوگی تو بیع شمار کی جاوے گی۔ تو باطل ہے اقالہ بیع اس لونڈی میں جو بعد بیع کے مشتری کے پاس آن کر جنے (مثلاً ایک لونڈی خریدی اور وہ مشتری پاس آن کر بعد قبض کے جنی تو اس اقالے کو فسخ نہیں بنا سکتے اس واسطے کہ بیع میں زیادتی ہوگئی اور یہ مانع فسخ ہے تو اقالہ باطل ہوگا کفایہ) امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک باطل نہیں ہے کیونکہ اس اقالے کو بیع بنا سکتے ہیں اور اقالہ اتنی ہی قیمت کو درست ہے جو اول مقرر ہوئی تھی تو اگر روپے کے بدلے میں بیع ہوئی تھی اور اقالے میں اشرفی ٹھہری یعنی جنس اور قسم قیمت کی بدل گئی یا قیمت کم وبیش پہلی قیمت سے ٹھہری تو یہ شرط باطل ہوگی اور بائع پر پہلی قیمت کا صرف پھیرنا لازم آوے گا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک شرط صحیح ہے اس واسطے کہ امام صاحب کے نزدیک اقالہ فسخ بیع اول ہے اور فسخ نہیں ہوتا مگر پہلی قیمت پر اور صاحبینؒ کے نزدیک بیع جدید ہے تو کم وبیش قیمت پہلی قیمت سے درست ہوگی الاکمی قیمت کی اس صورت میں درست ہے جب مبیع میں مشتری کے پاس آن کر کوئی عیب ہو گیا ہو۔

(۳) ثمن کا ہلاک ہوجانا

اور صحت اقالہ کا ہلاک ثمن مانع نہیں ہے البتہ ہلاک ہو جانا مبیع کا مانع صحت اقالہ ہے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر ثمن اول بائع کے پاس تلف ہو جاوے تو یہ اقالے کا مانع نہیں اس واسطے کہ ثمن تابع ہے بیع میں اور اصل مبیع ہے اور وہ موجود ہے اسی واسطے اگر مبیع تلف ہو جاوے گی مشتری کے پاس تو پھر اقالہ اس کا نہ ہو سکے گا۔ مثلاً زید نے گھوڑا خریدا اور وہ زید کے پاس آکر مر گیا تو اب اقالہ اس کا نہیں ہو سکتا یا غلام خریدا اور وہ بھاگ گیا اور اگر بعد اقالے کے مبیع ہلاک ہوگئی تو اقالہ باطل ہو کر اصل بیع قائم ہو جاوے گی۔ بحر۔

(۴) مبیع کا کچھ حصہ تلف ہوجانا

اور اگر مبیع میں سے کسی قدر تلف ہو جاوے تو اسی قدر کا

اقالہ نہ ہو سکے گا باقی کا درست ہوگا۔

فائدہ:۔ مثلاً زمین کو خرید کیا کھیت کے ساتھ اور کھیت کاٹ لیا پھر اقالہ کیا تو زمین میں بقدر اس کے حصے کے اقالہ صحیح ہے۔

فوائد

(۱) اقالے میں رضامندی بائع اور مشتری کی شرط ہے۔

(۲) اقالہ نکاح اور طلاق اور عتاق کا نہیں ہوسکتا۔

(۳) واجب ہے اقالہ عقد فاسد و مکروہ کا اگر اقالہ ہوا اور پھر وہ چیز موہوب لہ کے پاس آ گئی تو واہب کو حق رجوع ثابت نہ ہوگا۔

(۴) صابون کو خریدا اور پھر وہ سوکھ گیا تو اقالہ جائز ہے اس واسطے کہ کل مبیع باقی ہے اور صحیح ہے اقالے کا کرنا تو پھر مبیع اول لوٹ آوے گی۔

(۵) مگر اقالہ سلم کا اقالہ صحیح نہیں۔

(۶) انگور کا باغ بیچا اور تسلیم کیا سو مشتری نے اس کا پھل کھایا سال بھر تک پھر دونوں نے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح نہیں درمختار

باب المرابحة والتولية

(۱) المرابحة هي بيع المشترى بثمنه وفضل والتولية بيعه به بلافضل والمرابحةهي ان يشترط ان البيع بالثمن الاول الذى اشترى به مع فضل معلوم والتولية ان يشترط انه بذلك الثمن (۲) بلا فضل وشرطهما شراؤه بمثلي (۳) لان فائدة هذين البيعين ان الغبي يعتمد على فعل الذكى فتطيب نفسه بمثل مااشترى به هواوبمثله مع فضل وهذا المعنى انما يظهر فى ذوات الامثال دون ذوات القيم لان ذوات القيم قد تطلب بصورتها من غير اعتبار ما ليتها وايضاً القيمة مجهولة و مبنى البيعين على الامانة (۴) وله ضم اجرالقصار والصباغ والطرازوالقتل والحمل الى ثمنه لكن يقول قام على بكذا لااشتريته بكذا (۵) فان ظهر للمشترى خيانة في المرابحة اخذه بثمنه اورده و فى التولية حط من ثمنه وعندابى يوسفؒ يحط فيهما وعند محمدؒ خيرفيهما (۶) فان اشترى ثانياً بعد بيع بربح فان رابح طرح عنه ماربح وان استغرق الربح الثمن لم يرابح اذا اشترى بعشرة وباعه بخمسة عشرثم اشتراه بعشرة فانه ان باعه مرابحة يقول قام على بخمسة وان اشتراه بعشرة وباعه بعشرين ثم اشتراه بعشرة لايبيعه مرابحةً اصلاً وعندهما يقول قام على بعشرة فى الفصلين لان البيع الثانى بيع متجدد منقطع الاحكام عن الاول ولا بى حنيفة ان قبل الشراء الثانى يحتمل ان يطلع على عيب فيرده عليه فيسقط الربح الذى ربحه فاذا اشتراه ثانياً تاكدذلك الربح فصار للمشترى الثانى شبهة ان الربح حصل به فلا يكون منقطع الاحكام عن الاول

باب مرابحہ اور تولیہ کے بیان میں مرابحہ اور تولیہ کی تعریف

(۱) مرابحہ کہتے ہیں چیز کے بیچنے کو اصل لاگت پر ایک نفع معین کر کے اور تولیہ کہتے ہیں صرف لاگت پر بیچنے کو بلا نفع کے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ بیع چار طرح پر ہوتی ہے مرابحہ اور تولیہ اور مساومہ اور وضعیہ مرابحہ اور تولیہ تو معلوم ہو چکا ہے اور مساومہ کہتے ہیں اس بیع کو جس کے ثمن پر بائع اور مشتری

راضی ہو جاویں بدوں لحاظ پہلی قیمت کے اور وضعیہ کہتے ہیں اصل لاگت سے نقصان پر بیچنے کو اور مرابحہ اور تولیہ کا جواز عقلاً ثابت ہے اور نقلاً بھی بدلیل اس حدیث کے جس کو ذکر کیا ابن اسحاق نے سیرت میں کہ حضرت ابوبکرؓ نے دو اونٹ خریدے اور ان میں سے جو افضل تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے واسطے سواری کے پیش کیا اور کہا آپ سوار ہو جایئے صدقے ہوں آپ پر ماں باپ میرے تب فرمایا آپؐ نے میں نہیں سوار ہوں گا اس اونٹ پر جو میری ملک میں نہیں ہے تو کہا ابوبکرؓ نے کہ وہ اونٹ آپ کا ہو گیا فرمایا آپ نے نہیں مگر اس قیمت پر جتنے کو تم نے خریدا تو قبول کیا اس کو حضرت ابوبکرؓ نے اور سوار ہوئے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس اونٹ پر اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے سعید بن المسیبؓ سے مرسلاً کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تولیہ اور اقالہ اور شرکت سب برابر ہیں۔ نہیں ہے حرج ان میں اور مرسلات سعیدؓ کے مقبول ہیں۔ فتح

(۲) مرابحہ اور تولیہ کی شرط

اور شرط ان دونوں کی یہ ہے کہ پہلی قیمت جو بائع نے دی تھی مثلی ہو

فائدہ:۔ یا غیر مثلی لیکن وہ چیز وقت مرابحہ کے مشتری کی مملوک ہو جاوے ثمن مثلی جیسے روپے اشرفی اور مکیل موزوں یعنی جو چیزیں ناپ تل کر بکتی ہیں اور جو گن کر بکتی ہیں لیکن مقدار میں یکساں اور قریب ہوتی ہیں اور ثمن ذوات القیم جیسے حیوان اور انسان کہ ان کے افراد کی قیمت میں بڑا تفاوت ہوتا ہے اور ثمن مثلی اس واسطے شرط ہوئی کہ اگر ثمن غیر مثلی ہووے چنانچہ کپڑا بعوض غلام کے خرید کیا تو یہاں مرابحہ اور تولیہ قیمت غلام پر ہوگا اور حال آنکہ قیمت اس کی مجہول ہے ہاں اگر مشتری ثانی اسی چیز کا مالک ہو جاوے جس کو بائع ثانی نے قیمت میں دیا تھا اور اسی قیمت سے خریدے تو غیر مثلی سے بھی مرابحہ جائز ہے صورت اس کی یہ ہے کہ گھر خرید کیا عوض کپڑے کے اور اس کو تسلیم کر دیا پھر گھر کے بائع نے وہی کپڑا مثلاً زید کو بطریق بیع یا ہبہ کے دیا پھر گھر کے مشتری نے گھر بیچا زید کے ہاتھ بعوض اسی کپڑے کے اور کچھ نفع پر یا بلا نفع تو جائز ہے کیونکہ زید ثمن اول کے دینے پر قادر ہے۔ نہر

(۳) اہمیت وافادیت

اور مرابحہ اور تولیہ کی طرف احتیاج اس واسطے ہے کہ جو شخص ناواقف اور نادان ہے خرید و فروخت میں وہ شخص بائع واقف کے ایمان پر نفع دے کر یا اصل لاگت پر خرید کر سکتا ہے اور اس سے اپنے جی کو خوش کرتا ہے اس واسطے ان دونوں بیعوں کا مدار امانت اور دیانت پر ہے اور ضرور ہے اس میں احتراز خیانت اور شبہ خیانت سے۔

(۴) جو چیزیں اصل لاگت میں شمار ہیں

اور اصل لاگت کپڑے میں شریک ہو گی مزدوری دھلوائی اور رنگائی اور چھپوائی کی اور اسی طرح ڈور میں بٹوائی کی مزدوری اور غلے میں بار برداری کی۔

فائدہ:۔ اور بھیڑ بکریوں کے ہانکنے کی مزدوری اور شوب اور دوخت کی مزدوری اور پوشاک اور طعام مبیع کا بدوں اسراف کے اور سنچوائی پانی کی کھیت میں اور نہروں کی صفائی کی اور باغ میں درخت لگانے کی اور گھر کے چونہ کاری کی ان سب چیزوں کی مزدوریاں اصل لاگت میں گنی جاویں گی اسی طرح موتی میں سوراخ کرنے کی مزدوری اور لکڑی میں دروازہ بنانے کی در مختار ونہر ہدایہ میں اس کا قاعدہ کلیہ یہ لکھا ہے کہ جن مصارف کی لاگت میں ملانے کا دستور ہو تجار میں اور اس کے سبب سے مبیع میں یا قیمت میں زیادتی ہووے تو وہ لاگت میں ملائے جاویں گے۔

☆ لیکن ان چیزوں کی اجرت اور مزدوری جب لاگت میں ملائی جاوے تو بائع یوں کہے کہ اتنے داموں کو مجھے یہ چیز

پڑی ہے اور یوں نہ کہے کہ اتنے کو میں نے خریدا ہے۔

فائدہ:۔ تاکہ جھوٹ نہ ہو جاوے اور جس مکان میں اسباب رکھا ہووے اس کا کرایہ یا چرواہے کی مزدوری یا تعلیم غلام اور لونڈی کی مزدوری اصل لاگت میں داخل نہ ہوگی ہدایہ۔

(۵) مشتری اول کی خیانت کا ازالہ

تو اگر مشتری دوم کو معلوم ہوا کہ مشتری اول نے مرابحہ میں خیانت کی تو اس کو اختیار ہے چاہے ان داموں پر جو مشتری اول نے بیان کئے ہیں خرید لیوے اور چاہے پھیر دیوے اور تولیہ میں اگر خیانت معلوم ہوئی تو جس قدر مشتری اول نے خیانت کی رو سے اصل لاگت پر دام بڑھائے ہوں کاٹ کر باقی دام دے دیوے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مرابحہ اور تولیہ دونوں صورتوں میں کاٹ لیوے اور امام محمد کے نزدیک دونوں صورتوں میں چاہے مشتری اول کے بتائے داموں پر لے لیوے یا پھیر دیوے۔

فائدہ:۔ اور فتویٰ امام صاحبؒ کے قول پر ہے۔

(۶) دوبارہ خریدی ہوئی چیز کو مرابحہ پر بیچنا

اور جس شخص نے ایک چیز خرید کر نفع پر بیچی اور پھر اس کو جس داموں پر بیچا تھا اس سے کم کو خرید لیا تو اب اگر اس کو پھر مرابحہ یا تولیہ سے بیچے گا تو مقدار نفع اول کو اصل لاگت سے مجرا کر لے اور اگر نفع پوری لاگت کو گھیر لیوے یعنی وہ شے مفت پڑ جاوے تو اب اس کو بطریق مرابحہ نہ بیچے مثلاً ایک گھوڑا دس روپے کو خریدا اور پھر پندرہ کو بیچا پھر دس کو خرید لیا تو اب اس کو اگر مرابحہ سے بیچے گا تو یہ کہے کہ مجھ کو پانچ روپیہ کو پڑا ہے اور اگر دس روپے کو خریدا اور بیس کو بیچا اور پھر دس کو خریدا تو اب اس کو مرابحہ کے طور پر بالکل نہ بیچے بلکہ مساومۃً یا اور طرح پر بیچ ڈالے برخلاف صاحبینؒ کے کہ ان کے نزدیک دونوں صورتوں میں ثمن اخیر پر مرابحۃً بیچنا جائز ہے۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کا قول خلق پر آسان ہے اور امام کا قول مضبوط تر ہے تو جس قول پر چاہے عمل کرے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے۔

(۷) و رابح سید شری من ماذونه المحیط دینه برقبته علی ماشری بائعه اذا اشتری العبدالماذون المحیط دینه برقبته ثوباً بعشرة فباعه من مولاه بخمسة عشرفالمولیٰ ان باعه مرابحة یقول قام علی بعشرة کمأذون شری من سیده ای اذااشتری المولیٰ بعشرة ثم باعه من مأذون المحیط دینه برقبته بخمسة عشرفالماذون ان باعه مرابحة یقول قام علی بعشرة لان بیع المولیٰ من عبده المأذون وشراؤه منه اعتبر عدماً فی حق المرابحة لثبوته مع المنافی وانما قال المحیط دینه برقبته لانه ح یکون للعبد الماذون ملک اما الماذون الذی لادین علیه فلاملک له فلاشبهة فی ان البیع الثانی لااعتبارله امااذاکان علیه دین محیط فح یکون البیع الثانی بیعاً و مع ذلک لااعتبارله فی حق المرابحة فیثبت الحکم بالطریق الاولی فیمالادین علیه (۸) ورب المال علی ماشراه مضاربة بالنصف اولاونصف ماربح بشرائه ثانیا منه ای اشتری المضارب بالنصف ثوباً بعشرة وباعه من رب المال بخمسة عشرة فالثوب قام علی رب المال باثنے عشرونصف

(۷) غلام یا مولیٰ کی خریدی ہوئی چیز پر مرابحہ

اگر اس غلام نے جس کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہے اگرچہ وہ غلام قرضدار ہووے بقدر اپنی قیمت کے ایک کپڑا خریدا دس روپیہ کو اور مولیٰ نے اس سے پندرہ کو خریدا تو مولیٰ اگر اس کپڑے کو مرابحہ سے بیچے تو چاہئے کہ اصل

جمع دس روپے بتلاوے اور ایسا ہی اس کا الٹا یعنی اگر مولیٰ دس روپے کو کپڑا لے کر اسی غلام کے ہاتھ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام مرابحہ سے بیچنا چاہے تو دس روپے لاگت بتلاوے اور پندرہ نہ کہے۔

فائدہ:۔ اور دلیل اسکی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے اور قرضدار غلام میں جب یہ صورت ہوئی تو اگر قرضدار نہ ہوگا تو بطریق اولیٰ مولیٰ کو یا غلام کو وہی دام بتلانا پڑیں گے جن داموں مولیٰ یا غلام نے اس شے کو لیا ہے یعنی دس روپے ان دونوں صورتوں میں۔

(۸) مضارب کی خرید کو مرابحہ پر بیچنا

اور اگر مضارب کے پاس دس روپے تھے مثلاً آدھے نفع کے قرارداد پر اس دس روپے کے بدلے میں مضارب نے ایک کپڑا خریدا اور پندرہ روپئے کو مالک مال کے ہاتھ بیچا تو اگر مالک مال اب اسکو مرابحہ سے بیچے تو ساڑھے بارہ روپیہ قیمت کپڑے کی بتاوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ نصف نفع یعنی اڑھائی روپیہ ملک ہے صاحب مال کی اور اسی طرح اس کے الٹے میں حکم ہے یعنی جبکہ صاحب مال بائع ہووے اور مضارب مشتری چنانچہ ذکر اس کا کتاب المضاربۃ میں آوے گا۔

(۹) فان اعورت المبیعة اووطیت ثیباً رابح بلابیان ای لایجب علیه ان یقول انی اشتریتها سلیمة فاعورت فی یدی و عند ابی یوسف والشافعیؒ لزمه بیان هذالانه لاشک انه ینقص الثمن بالاعورار وماقیل ان الاوصاف لایقابلها شئ من الثمن معناه ان الاوصاف لایکون لها حصة معلومة من الثمن لاان الثمن لایزید بسبب الوصف ولاینقص بفواته علے ان هذاالبیع مبنے علی الامانة فالاحتیاطات السابقة لاتناسب هذا لکنانجیب بانه لم یات من البائع غرورفانه صادق فی قوله قامت علے بکذالکن المشتری اغتر بحماقته فعلیه ان یسأله انک اشتریت بکذا سلیمةً او معورةً فیبین له الحال فاذاقصر فی ذلک لایجب علے البائع کشف حال لم یسأل عنها و ان فقئت اووطئت بکراً لزمه بیانه و فرض فاروحرق نارللثوب المشتری کالاولی و تکسره بنشره و طیه کالثانیة (۱۰) و من اشتری بنساء و رابح بلا بیان خیر مشتریه فان اتلفه ثم علم لزمه کل ثمنه و کذا التولیة (۱۱) فان ولی بما قام علیه ولم یعلم مشتریه قدره فسد البیع و ان علم فی المجلس خیر

(۹) مبیع میں عیب آنے کے بعد مرابحہ

اگر لونڈی خریدی صحیح و سالم اور مشتری کے پاس آکر کانی ہوگئی (کسی آفت سماوی سے) یا وہ لونڈی ثیبہ تھی اور مشتری نے اس سے جماع کیا اور پھر اب بیچتا ہے اس کو مرابحہ سے تو اپنی اصل لاگت بیان کردے اور اس کا بیان ضرور نہیں کہ یہ لونڈی اچھی تھی میرے پاس آکر کانی ہوگئی یا اس سے میں نے جماع کیا ہے۔

فائدہ:۔ اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک بیان اس کا ضرور ہے اور یہی مذہب ہے باقی ائمہؒ کا فقیہ ابواللیث نے کہا ہم اسی سے اخذ کرتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیا کمال الدین بن الہمام نے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے۔

☆ اور اگر مشتری نے خود آنکھ اس کی پھوڑ دی یا کسی اور نے اس کی آنکھ پھوڑی اور مشتری نے اس شخص سے دیت لے لی یا وہ لونڈی باکرہ تھی اور مشتری نے اس کا ازالہ بکارت کیا جماع سے تو ان صورتوں میں جس وقت مرابحہ سے بیچے تو یہ کیفیت بیان کردیوے اگر ایک کپڑا خریدا اور خود بخود اس کو

چوہا کہیں سے کاٹ گیا یا آگ سے جل گیا تو اب اس کو مرابحہ سے بیچے تو بیان کرنا اس کا ضرور نہیں اور اگر اس کے لپیٹنے اور کھولنے سے کپڑے کی تہ ٹوٹ گئی تو مشتری ثانی سے اس کا بیان ضرور ہے۔

(۱۰) ادھار خریدے ہوئے غلام کو مرابحہ

اور اگر ایک غلام خریدا ہزار روپیہ کو ادھار ایک مدت پر پھر سو کے نفع پر اسے فروخت کیا بغیر بیان کے (یعنی مشتری ثانی سے یہ نہ کہا کہ میں نے ہزار روپیہ کو ادھار لیا ہے) تو اب مشتری ثانی کو اختیار ہے جب معلوم ہووے اس کو یہ بات چاہے اس غلام کو پھیر دیوے چاہے رکھ لیوے۔ (لیکن اگر رکھ لے گا تو اس کو گیارہ سو روپیہ نقد دینے پڑیں گے نہ مؤجل)

☆ تو اگر مشتری ثانی نے وہ غلام تلف کر دیا تو اس کو گیارہ سو روپئے پورے دینا لازم آویں گے نقد اور یہی حال تولیہ کا ہے۔

فائدہ:۔ کہ اگر مبیع کے ہوتے ہوئے مشتری دوم کو خیانت ادھار مشتری اول کی معلوم ہو گی تب تو اختیار ہو گا چاہے اس چیز کو رکھ لیوے اور چاہے واپس کر دیوے اور اگر بعد بیع مبیع کے تلف کرنے کے خیانت مشتری اول پر اطلاع ہو گی تو جتنے دام ٹھہرے تھے پورے دینا پڑیں گے۔

(۱۱) ثمن مجہول پر مرابحہ

اگر زید نے عمرو سے کہا کہ جتنے کو یہ چیز مجھ کو پڑی ہے اتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہوں اور عمرو کو معلوم نہیں کہ زید کو کتنے کو یہ چیز پڑی ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر عمرو کو اسی مجلس بیع میں معلوم ہو جاوے کہ اتنے کو یہ چیز زید کو پڑی ہے تو اس کو اختیار ہو گا چاہے لے لے چاہے پھیر دیوے۔

فائدہ:۔ تو اگر مجلس میں بھی حال ثمن کا معلوم نہ ہووے تو بیع باطل ہو جاوے گی در مختار

(۱۲) **فصل** و لم يجز بيع مشرىً قبل قبضه الافى العقار والفرق بينهما ان نهى النبى عليه السلام عن بيع مالم يقبض معلل بان فيه غرر انفساخ العقد علىٰ تقدير الهلاك والهلاك فى العقار نادر و عند محمد لايجوز فى العقار ايضاً عملاً باطلاق النهى (۱۳) ومن شرى كيلياً كيلاً اى بشرط الكيل لم يبعه ولم ياكله حتىٰ يكيله فانه عليه السلام نهى عن بيع الطعام حتىٰ يجرى فيه صاعان صاع البائع و صاع المشترى وشرط كيل البائع بعد بيعه بحضرة المشترى حتىٰ ان كاله البائع قبل البيع لااعتبار له و ان كان بحضرة المشترى وكذا ان كاله بعد البيع بغيبة المشترى و كفىٰ به فى الصحيح ان كال البائع بعد البيع بحضرة المشترى فهذا كاف و لا يشترط ان يكيل المشترى بعد ذلك و محمل الحديث المذكور ما اذا اجتمع الصفقتان بشرط الكيل علىٰ ماسياتى فى باب السلم وهو ما اذا اسلم فى كربر فلما حل الاجل اشترى المسلم اليه من رجل كرا وامر رب السلم ان يقبضه له ثم يقبضه لنفسه فاكتاله ثم اكتاله لنفسه جازاو كذامايوزن او يعد اى لايبيعه ولاياكله حتىٰ يزنه او يعده ثانياً و يكفىٰ ان وزنه او عده بعد البيع بحضرةالمشترى لا مايذرع اى لايشترط ماذكر فى المذروعات (۱۴) و صح التصرف فى الثمن قبل قبضه مثل ان يأخذ البائع من المشترى عوض الثمن ثوبا

(۱۲) فصل: قبضہ سے پہلے بیع

جس چیز کو خریدے تو جب تک اس پر قبضہ نہ کر لیوے بیع اس کی جائز نہیں مگر عقار میں۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ مبیع دو قسم ہے ایک منقول جو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا سکیں جیسے چاندی سونا برتن گھوڑا اسباب وغیرہ اور ایک غیر منقول جس کی نقل وتحویل مکانی متعذر ہووے جیسے زمین مکان باغ وغیرہ اور اس کو عقار کہتے ہیں دلیل اس باب میں وہ روایت ہے جو اخراج کیا اس کا شیخینؒ اور مالک نے ابن عمرؓ سے کہ نہ بیچے کوئی غلے کو یہاں تک کہ قبضہ کر لے اس پر اور طعام وغیرہ منقولات میں سے ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خواہ منقول ہو یا عقار کسی کی بیع قبل قبض کے جائز نہیں بدلیل اس حدیث کے جس کو روایت کیا نسائیؒ نے سنن کبریٰ میں حکیم بن حزام سے کہ کہا میں نے یا رسول اللہ صلوات اللہ علیک میں خرید وفروخت کیا کرتا ہوں تو بتا دیجئے کہ کونسی خرید وفروخت حلال ہے اور کونسی حرام ہے تب فرمایا آپ نے کہ نہ بیچ تو کسی شے کو یہاں تک کہ قبضہ کر لے تو اس پر اور بھی روایت کیا اس کو احمدؒ نے مسند میں اور ابن حبانؒ نے اور کہا کہ یہ حدیث مشہور ہے یوسفؒ بن ماہذ سے انہوں نے سنا حکیم بن حزام سے اور ان کے بیچ میں ابن عصمہ نہیں ہے اور حاصل یہ ہے کہ مخرجین اس حدیث کے بعضے ابن عصمہ کو داخل کرتے ہیں درمیان ابن ماہذؒ اور حکیمؓ کے اور بعضے نہیں اور ابن عصمہ ضعیف ہے نہایت درجے کا کہا ابن حزمؒ نے عبداللہ بن عصمہ مجہول ہے اور صحیح کہا انہوں نے حدیث کو بروایت یوسفؒ بن ماہذؒ خود حکیمؓ سے اس واسطے کہ اس نے تصریح کر دی اپنے سماع کی حکیمؓ سے روایت قاسم بنؒ اصبغ میں اور صحیح یہ ہے کہ عبداللہ بن عصمہ ان دونوں کے بیچ میں ہے ذکر کیا اس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور عبداللہ اور ابن قطانؒ نے اس کو ضعیف کہا اور دونوں نے خطا کی اس واسطے کہ یہ عبداللہ بن عصمہ جشمی حجازی ہے اور وہ جو ضعیف ہے عبداللہ بن عصمہ نصیبی ہے یا اور کوئی ہے تو حق یہ ہے کہ یہ حدیث حجت ہے اور ابن حبانؒ نے اپنی صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں نقل کی زید بن ثابتؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچنے سے اسباب کے یہاں تک کہ لے جاویں اس کو تجار اپنی منزلوں تک اور صحیح کہا اس کو اور تنقیح میں ہے کہ اسناد اس کی جید ہے اور یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ مراد اسباب سے یہاں منقول ہے کیونکہ منقولات کا لے جانا اپنی منزلوں تک ممکن ہے نہ غیر منقول کا البتہ حدیث نسائیؒ کی عام ہے تو اس کا جواب امام صاحبؒ یہ دیتے ہیں کہ مراد اس سے بھی شے منقول ہے اس لئے کہ غایت اس نہی سے یہی ہے کہ جب تک مبیع پر قبضہ نہیں کیا احتمال ہے اس کے تلف اور ہلاک ہو جانے کا اور تلف وہلاک عقار میں نہایت نادر ہے اسی واسطے اگر عقار بالا خانہ ہو یا زمین ہو دریا کے کنارے پر محتمل السقوط اور مانند اس کے چنانچہ خوف ہو زمین یا گھر کے چھپ جانے کا ریت سے تو اس وقت میں غیر منقول بھی مانند منقول کے ہوگا عدم صحت بیع میں قبل قبض کے فتح ودر مختار

(۱۳) مبیع میں ناپ وتول کی تحقیق

اور جس شخص نے کوئی ایسی چیز خریدی جو نپ یا تل کر یا گن کر بکتی ہے (جیسے غلہ کہ نپ کر عرب میں اور حوالی مدراس میں بکتا ہے اور سونا چاندی تل کر بکتا ہے اور اخروٹ وغیرہ گن کر) تو نہ بیچے اس کو اور نہ کھاوے یہاں تک کہ ناپے اس کو یا تولے یا گنے (اور اگر یوں ہی کھاوے گا یا بیع کرے گا تو مکروہ تحریمی ہے در مختار) منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے بیع غلہ سے جب تک کہ جاری نہ ہوں اس میں دو صاع بائع کا اور صاع مشتری کا اور مطلب اس کا یہ ہے کہ بائع مشتری کے سامنے بعد بیع کے اس کو ناپ یا تول یا گن دیوے اور صحیح یہ ہے کہ بائع کا اس صورت میں ناپنا اور تولنا اور گننا کافی ہے اب پھر مشتری کو ضرور نہیں ناپنا وغیرہ یہاں تک کہ اگر بائع نے قبل بیع کے اس کو ناپ یا تول یا گن رکھا ہے تو یہ کافی نہیں اگر چہ مشتری کے سامنے ہو یا بعد بیع کے ناپا لیکن مشتری کی غیبت میں وہ بھی معتبر نہ ہوگا۔

فائدہ:۔اور اس سے وہ چیزیں نکل گئیں جو بطور تخمین اور اٹکل کے ڈھیریاں لگا کر بکتی ہیں تو ان کا تولنا اور ناپنا لازم نہیں اصل اس باب میں روایت ہے ابن ماجہؒ کی جابرؓ سے نهى النبى صلى الله عليه واله وسلم عن بيع الطعام حتىٰ يجرى فيه صاعان صاع البائع وصاع المشترى یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طعام کی بیع سے منع فرمایا تاوقتیکہ اس میں دو صاع جاری نہ ہوں۔ایک صاع بائع کا اور دوسرا صاع مشتری کا اور اس مضمون کو اسحاقؒ اور ابن ابی شیبہؒ اور بزارؒ اور عبدالرزاقؒ نے بالفاظ مختلفہ نقل کیا ہے اگر چہ اس حدیث کی اسنادوں میں ضعف ہے لیکن بسبب تعدد طرق اور قبول ائمہؒ کے حجت ہے اور محل حدیث وہ ہے کہ مشتری نے ایک چیز خریدی ناپ یا تول کے اور اب اس کو بیع کرتا ہے تو پھر مشتری ثانی کے روبرو ناپے اور تولے تو مشتری اول وقت اپنی خرید کے مشتری تھا اور اب بائع ہو گیا۔عینی یا وہ صورت ہے جس کو شارح بیان کرتا ہے۔

☆ایک شخص نے عقد سلم کیا ایک کر میں گیہوں کے مثلاً ایک مدت معین پر تو ہرگاہ مدت گزری تو مسلم الیہ نے ایک کر گیہوں کا ایک شخص سے خرید کر کے رب السلم کو حکم کیا کہ قبضہ کر لیوے اس کر پر پہلے مسلم الیہ کی طرف سے پھر اپنے لئے تو پہلے رب السلم نے اس گیہوں کو مسلم الیہ کے لئے ناپا پھر اپنے لئے ناپا تو جائز ہوگا (اس صورت میں صاع بائع اور مشتری کے جمع ہوئے) اور جو چیزیں گزوں سے نپ کر بکتی ہیں اس کا استعمال بعد قبضے کے ناپے لینے کے درست ہے۔

(۱۴) قبضہ سے پہلے ثمن میں تصرف کرنا

اور ثمن میں تصرف کرنا۔

فائدہ:۔ جیسے روپے کے بدلے اشرفیاں لینا یا کپڑا یا اونٹ یا گھوڑا یا ثمن کا ہبہ کر دینا یا بیچ ڈالنا یا وصیت کرنا ساتھ ثمن کے یا اجارہ دینا فتح۔

☆قبل اس بات کے کہ بائع اس پر قبضہ کرے درست ہے۔

فائدہ:۔ کیونکہ ثمن تابع ہے بیع میں اور اس میں خوف فسخ عقد کا نہیں بسبب ہلاک ثمن کے اس واسطے کہ وہ متعین نہیں تعین سے بخلاف بیع کے ہدایہ۔عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ کہا میں نے یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم میں بیچتا ہوں اونٹ نقیع میں تو بیچتا ہوں عوض میں دیناروں کے اور لیتا ہوں دراہم اور بیچتا ہوں عوض میں دراہم کے اور لیتا ہوں دینار تو فرمایا آپؐ نے نہیں ہے حرج اس میں اگر لے نرخ سے اس دن کے جب تک کہ جدا نہ ہو تم دونوں اور تمہارے درمیان میں کوئی معاملہ باقی ہووے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور دارمیؒ نے اور صحیح کہا اس کو حاکمؒ نے۔

(۱۵) والحط عنه والمزيد فيه حال قيام المبيع لابعد هلاكه قوله حال قيام المبيع يتعلق بالمزيد فان الزيادة علے الثمن لايصح بعد هلاک المبيع لكن الحط يصح و فى المبيع اى صح الزيادة فى المبيع و يتعلق استحقاقه بالجميع يمكن ان يرادبه ان البائع يكون مستحقا لجميع الثمن من الزائد والمزيد عليه والمشترى يستحق جميع المبيع من الزائدوالمزيد عليه و يمكن ان يرادانه اذا استحق مستحق المبيع او الثمن فالاستحقاق يتعلق بجميع مايقابله من المزيد والمزيد عليه فلا يكون الزائد صلة مبتدأة كما هو مذهب زفرؒ والشافعیؒ فيرابح و يؤلی علے الكل ان زيد و علے مابقى ان حط فان الزيادة والحط التحقاباصل العقد والشفيع ياخذ بالاقل فى الفصلين اى فى الزيادة علے الثمن والحط عنه اما فى الحط فلانه التحق باصل العقد واما فى الزيادة فلان حقه تعلق بالثمن الاول فلا يملک الغير ابطال حقه الثابت (۱۶) فلو قال بع عبدک من زيد بالف علے انى ضامن كذا من الثمن سوى الالف اخذ الالف من زيد والزيادة منه ولو لم يقل من الثمن فالالف علے زيد ولاشئ عليه وكل دين اجل الى اجل معلوم صح الاالقرض فانه يصير بيع الدراهم بالدراهم نسيئة فلايجوز لانه يصير ربوالان النقد خير من النسيئة.

(۱۵) ثمن اور مبیع میں کمی وبیشی

ثمن میں کمی اور زیادتی کرنی درست ہے جب تک مبیع قائم ہے یعنی کمی مطلقاً درست ہے اور زیادتی اس صورت میں جب تک مبیع ہلاک نہ ہوئی ہو تو درست ہے (اور بعد ہلاک مبیع کے زیادتی ثمن درست نہیں اگرچہ ہلاکی حکمی ہو اس طرح پر کہ مشتری نے اس کو بیچا پھر اس کو خرید کیا پھر ثمن زیادہ کیا درمختار اور اسی طرح جائز ہے زیادتی مبیع میں (یعنی اگر بائع اپنی خوشی سے مبیع میں کچھ اوپر بڑھادے تو درست ہے) اور ان صورتوں میں کل کا استحقاق ہو جاتا ہے یعنی اگر ثمن مشتری نے بڑھایا تو بائع اصل ثمن اور زیادتی دونوں کا مستحق ہو جاتا ہے اور بائع نے اگر مبیع بڑھادی تو مشتری اصل مبیع اور زیادتی دونوں کا مستحق ہوتا ہے اور ایک مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اگر مبیع درصورت زیادتی یا ثمن درصورت زیادتی کسی شخص غیر کی نکلے تو مشتری اصل ثمن مع زیادتی بائع سے پھیر لے گا اور اسی طرح بائع کل مبیع مع زیادتی کے مشتری سے وصول کرے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ زیادتی ثمن یا مبیع مل جاتی ہے اصل عقد سے گویا عقد اس قدر مبیع یا اس قدر ثمن پر واقع ہوا مثلاً زید نے عمرو سے ایک روپے کو چار آم خریدے اور عمرو نے اپنی خوشی سے ایک اور آم بڑھادیا تو گویا ایسا سمجھا جاوے گا کہ زید نے عمرو سے روپے کے پانچ آم خریدے اسی طرح اگر زید نے ایک روپے پر چار آنے یا آٹھ آنے بڑھادیئے تو ڈیڑھ روپیہ یا سوا روپیہ اصل ثمن سمجھا جاوے گا۔

☆ اور امام شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک یہ زیادتی اصل عقد سے نہ ملے گی بلکہ ایک علیحدہ احسان رہے گا تو اب بعد زیادتی ثمن یا مبیع کے اگر عقد مرابحہ کرے تو کل پر کرے اور بعد کمی مبیع یا ثمن کے باقی پر عقد مرابحہ کرے اور شفیع ہر صورت میں کم قیمت سے لے گا۔

فائدہ:۔ یعنی مثلاً زید نے عمرو سے ایک مکان خریدا سو

روپے پر بعد اس کے زید نے پچیس روپے بڑھا دیئے یا عمرو نے پچیس روپئے گھٹا دیئے اور بکر کا شفعہ اس مکان پر ثابت ہوا تو بکر صورت اول میں صرف سو ہی روپے کو اور صورت ثانی میں پچھتر کو لے سکتا ہے۔

(۱۶) ثمن میں ضامن کی ذمہ داری

اگر ایک شخص نے کہا بیچ تو غلام اپنے کو زید کے ہاتھ بدلے میں ہزار روپے کے اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں ثمن میں سے سوا ہزار کے سو روپے کا مثلاً اور اس نے بیچ ڈالا تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور سو روپے ضامن سے اور اگر اس نے یہ نہیں کہا کہ میں ثمن میں سے سوا ہزار کے سو کا ضامن ہوں (یعنی ثمن کی قید اس نے نہیں لگائی) بلکہ اتنا ہی کہا کہ میں سوا ہزار کی سو کا ضامن ہوں تو مالک غلام کا ہزار روپے زید سے وصول کرے اور ضامن پر کچھ نہیں لازم آتا سوائے قرض کے۔

فائدہ:۔ قرض وہ عقد مخصوص ہے جو وارد ہو مال مثلی کے دینے پر دوسرے شخص کو تا وہ شخص ویسا ہی مال پھیر دیوے جیسے روپے اشرفی غلہ وغیرہ۔

☆ اور طرح کا دین

فائدہ:۔ مثلاً ثمن مبیع۔

☆ اس کی مدت معلوم اگر دائن مقرر کردے گا تو وہ مؤجل ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔ یعنی پھر اندرون مدت کے اس کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اور قرض کی مدت اگر مقرض یعنی قرض دینے والا مقرر کردے تو صحیح نہیں یعنی اس کو لازم نہیں کہ پھر مدت کے اندر مطالبہ نہ کر سکے بلکہ باوجود تقرر مدت کے جب چاہے اپنا قرض طلب کر سکتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ قرض باعتبار ابتدا کے محض تبرع ہے تو جیسے معیر کو مدت استیفائے عاریت کی لازم نہیں اسی طرح مقرض کو اور باعتبار انتہا کے معاوضہ ہے کیونکہ اس میں رد مثل واجب ہے تو اس اعتبار سے تاجیل صحیح نہیں۔

☆ کیونکہ لازم آتا ہے کہ دراہم کی بیع دراہم سے ادھار ہو اور یہ مقتضی فساد قرض ہے۔

فائدہ:۔ حال آنکہ یہ خلاف اجماع ہے لہذا علمائے حنفیہ قائل ہوئے کہ تاجیل قرض صحیح غیر لازم ہے زیلعیؒ و نہر

فوائد

(۱) ایک لڑکے صغیر مجور کو قرض دیا اور اس نے ہلاک کر دیا تو ضامن نہ ہوگا اور مثل اس کے مرد بالغ بیہوش ہے۔

(۲) شرائط زائدہ قرض میں باطل ہیں اور ان سے قرض باطل نہیں ہوتا۔

(۳) روٹی کا قرض لینا اور گوندھے ہوئے آٹے کا تول کر جائز ہے۔

(۴) کمتر چیز کا خرید کرنا ثمن گراں سے بسبب حاجت قرض کے جائز اور مکروہ ہے درمختار۔

باب الربٰوا

(۱) هو فضل خال عن عوض شرط لاحدالعاقدين فی المعاوضة ای فضل احد المتجانسين علی الأخربالمعيارالشرعی ای الكيل اوالوزن ففضل قفيزی شعير علی قفيز برلايكون من باب الربواوكذافضل عشرة اذرع من الثوب الهروی علی خمسة اذرع منه لايكون من هذاالباب. وانما قال خال عن العوض احترازاً عن بيع كربروشعير بكری بروكری شعير فان للثانی فضلاً علی الاول لكن غير خال عن العوض بصرف الجنس الی خلاف الجنس وقال شرط لاحدالعاقدين حتی لوشرط لغيرهما لايكون من باب الربواوقال فی المعاوضة حتی لم يكن الفضل الخالی عن العوض الذی هو فی الهبة ربواً (۲) وعلته القدر مع الجنس المراد بالقدر الكيل فی المكيلات والوزن فی الموزونات وعندالشافعی الطعم فی المطعومات والثمنية فی الاثمان والجنسية شرط والمساواة مخلص والاصل الحرمة وعندمالكؒ علته الطعم والادخار فحرم بيع الكيلی والوزنی بجنسه متفاضلاولوغيرمطعوم كالجص والحديد الجص من المكيلات والحديد من الموزونات وفيهما خلاف الشافعی ومالكؒ بناءً علی ماذكرنا من العلة وحل متماثلاای البيع فی الاشياء المذكورة وبلامعيار ای حل البيع متفاضلاً فيما لايدخل فی المعياركحفنة بحفنتين و بيضة ببيضتين وتمرة بتمرتين و عند الشافعیؒ لايحل بيع المطعومات حفنة بحفنتين بناءً علی ماذكرنا من العلة وبناءً علی ان الاصل عندنا الحل و عنده الحرمة فعندنا مايدخل فی الكيل يثبت فيه الحرمة وما لايدخل فيه يبقی علی اصله وهو الحل وعند الشافعیؒ الاصل الحرمة والمساواة مخلص فمالايدخل فی المسوی الشرعی وهوالكيل يبقی علی الاصل وهو الحرمة وانما جعل الحرمة اصلاً بقوله عليه السلام لا تبيعوا الطعام بالطعام الاسواء بسواء فمالايكون مساوياكان حراما قلنا المعنی لاتبيعوا الطعام الذی يدخل فی المسوی الشرعی الاسواءً بسواء كمااذا قيل لاتقتلواالحيوان الابالسكين يكون المراد الحيوان الذی يمكن قتله بالسكين لاالقمل والبرغوث

باب سود کے بیان میں

فائدہ: سود کی حرمت

سود کا حرام ہونا' سود لینا باتفاق امت حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ فرمایا اللہ سبحانہ نے یآیھا لذین اٰمنوا لاتاکلوا الربوا یعنی اے ایمان والو بیاج نہ کھاؤ اس آیت میں مراد ربوا سے مال زائد ہے خواہ قرض میں ہو یا اموال ربوایہ کی بیع میں اور گاہے ربوا نفس زیادت کو بھی کہتے ہیں یعنی بمعنی مصدری فرمایا اللہ تعالیٰ نے واحل اللہ البیع و حرم الربوا یعنی اور حلال کیا اللہ تعالیٰ نے بیع کو اور حرام کیا ربوا کو یعنی اموال ربویہ کے قرض یا بیع میں زیادہ دین لین کو فتح صحیح مسلم میں جابرؓ

سے روایت ہے کہ لعنت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کھانے والے پر اور کھلانے والے پر اور اس کے لکھنے والے پر اور اس کے گواہوں پر اور فرمایا آپؐ نے سب برابر ہیں اور روایت کی امام احمدؒ اور ابوداؤد اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البتہ آوے گا ایک زمانہ لوگوں پر کہ نہ باقی رہے گا کوئی مگر کھانے والا بیاج کا تو اگر نہ کھاوے گا اس کو پہنچ جاوے گی اس کو بھاپ اس کی اور ایک روایت میں گرد اس کی عبداللہ ابن حنظلہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درم سود کا کہ کھاتا ہے اس کو آدمی جان بوجھ کر سخت زیادہ ہے چھتیس زنا سے اخراج کیا اس کا احمدؒ اور دار قطنیؒ نے اور روایت کی بیہقیؒ نے شعب الایمان میں ابن عباسؓ سے کہ جس شخص کا گوشت بڑھا ہے مال حرام سے تو جہنم قریب ہے اس کے اور روایت کی ابن ماجہؒ وبیہقیؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیاج کے ستر ٹکڑے ہیں سب سے کم ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے جماع کرے اور ابن مسعودؓ سے ہے کہ بیاج اگرچہ بہت ہوتا ہے مال اس سے لیکن انجام اس کا نقصان ہے اور احمد وابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ شب معراج کو آیا میں ایک قوم پر کہ پیٹ ان کے مثل گھڑوں کے ہیں اور اس میں سانپ دکھائی دیتے ہیں تو پوچھا میں نے جبرئیل علیہ السلام سے کون ہیں یہ لوگ کہا انہوں نے یہ سود خوار ہیں فرمایا حضرت عمرؓ نے کہ اخیر آیت کلام اللہ کی آیت بیاج کی ہے اور تحقیق کہ حضرتؐ نے وفات کی اور خوب کھول کر بیان نہ فرمایا بیاج کو تو چھوڑ دو تم بیاج کو اور جس میں شبہ بھی بیاج کا ہووے۔

(۱) سود کی تعریف

ربوا ایک زیادتی ہے ایک جنس کی دو چیزوں میں تول یا ناپ سے جو خالی ہے عوض سے اور شرط کی گئی ہے واسطے احد المتعاقدین کے۔ (یعنی اس واسطے بائع کے یا مشتری کے یا مقرض کے یا مستقرض کے) معاوضے میں تو ایک جنس کی دو چیزوں کے کہنے سے نکل گیا مبادلہ دو سیر جو کا ساتھ ایک سیر گیہوں کے بسبب متحد نہ ہونے جنس کے اور تول ناپ کی قید سے نکل گیا دس گز کپڑا بدلے میں پانچ گز کے اور خالی ہو عوض سے اس سے وہ صورت نکل گئی کہ سیر بھر گیہوں اور سیر بھر جو کو دو سیر گیہوں اور دو سیر جو کے بدلے میں بیچا اس واسطے کہ یہاں اگرچہ ثانی زائد ہے لیکن یہ زیادتی بے عوض کے نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ سیر بھر جو کے مقابلے میں دو سیر گیہوں ہوویں اور سیر بھر گیہوں کے عوض میں دو سیر جو اور یہ جو کہا گیا کہ شرط کی گئی ہے احد المتعاقدین کے واسطے اس سے وہ صورت خارج ہوگئی کہ زیادتی کی شرط شخص ثالث کے لئے ہووے تو وہ ربوا نہیں شمار کی جاوے گی اور معاوضے کی قید اس واسطے لگائی کہ زیادتی اس عقد میں جو خالی ہوتا ہے عوض سے جیسے ہبہ بیاج نہیں ہے۔

(۲) سود کی علت

علت اور شرط ربوا کی دو چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں چیزیں قدری ہوں یعنی پیمانے میں نپ کر یا تل کر بکتی ہوں دوسرے یہ کہ ان دونوں چیزوں کی جنس ایک ہووے۔

فائدہ:۔ مثلاً دونوں طرف گیہوں ہوں یا چاول یا سونا یا چاندی اور اگرچہ وہ چیز نپ یا تل کر نہ بکتی ہو بلکہ شمار کر کے جیسے ککڑی آم وغیرہ تو اس میں ایک کے بدلے دو لینا درست ہے یا جنس ایک نہ ہو جیسے جو کے بدلے گیہوں یا چاول کے بدلے جو تو اس صورت میں بھی زیادہ لینا بیاج نہ کہلاوے گا۔

6

☆ اور شافعیؒ کے نزدیک شرط بیاج کی یہ ہے کہ وہ دونوں چیزیں یا کھانے کی قسم سے ہوویں جیسے گیہوں چاول یا قیمت جیسے سونا چاندی اور ایک جنس ہونا اور امام مالکؒ کے نزدیک شرط یہ ہے کہ کھانے کی قسم سے ہووے یا قابل رکھ چھوڑنے یا جمع کرنے کے ہووے۔

فائدہ:۔ اصل اس باب میں وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا صحاح ستہ والوں نے سوائے بخاریؒ کے عبادہ بن صامتؓ سے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے اور چاندی کو بدلے میں چاندی کے اور گیہوں کو بدلے میں گیہوں کے اور جو کو بدلے میں جو کے اور کھجور کو بدلے میں کھجور کے اور نمک کو بدلے میں نمک کے مثل کو بعوض مثل کے دست بدست برابر برابر تو جب یہ قسمیں مختلف ہوویں یعنی گیہوں بدلے میں جو کے یا جو بدلے میں نمک کے مثلاً تو بیچو جس طرح چاہو تم لیکن دست بدست اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ علت سود کی اتحاد جنس اور قدر ہے اور اسی کو اختیار کیا امام اعظمؒ نے اور دلیل اس کی کتب اصول میں بہ تفصیل مذکور ہے۔

☆ تو جو چیز نپ یا تل کر بکتی ہے جب بدلے میں اپنی جنس کے بیچی جاوے گی تو اس میں زیادتی لینا حرام ہے اگر چہ وہ چیز کھانے کی نہ ہووے جیسے چونا اور لوہا چونا کیلی ہے اور لوہا وزنی اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک زیادتی ان میں حرام نہیں۔(کہ یہ دونوں چیزیں کھانے کی نہیں ہیں لیکن چونکہ قدر اور جنس متحد ہے اس واسطے زیادتی حرام ہوگی اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک حرام نہیں) اور برابر برابر بیچنا درست ہے اور جو جنس قدر شرعی میں داخل نہیں جیسے نصف صاع سے کم ان میں بھی زیادتی حرام نہیں جیسے بیع ایک مٹھی گیہوں کے بدلے میں دو مٹھی گیہوں کے یا ایک انڈے کے بدلے میں دو انڈوں کے یا ایک کھجور کی بدلے میں دو کھجور کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں حلال ہے کھانے کی چیزوں میں بیع ایک مٹھی کی عوض دو مٹھی کے بسبب علت طعم کے اور اس لئے کہ اصل ہمارے نزدیک حلت ہے اور ان کے نزدیک حرمت۔

فائدہ: اس واسطے کہ مقادیر میں شرعاً نصف صاع سے کم کا اعتبار نہیں البتہ نصف صاع تک کا اعتبار ہے صدقہ فطر وغیرہ میں تو جو اس سے کم ہے اس میں زیادتی حرام نہ ہوگی بوجہ معدوم ہونے قدر کے

(۳) فان وجدالوصفان حرم الفضل والنساء وان عدما حلاوان وجداحدهما لاالأخرحل التفاضل لا النساء كسلم هروى فى الهروى وبرفى شعير اى ان وجدالقدر والجنس حرم الفضل كقفيز بربقفيزين منه والنساء وان كان مع التساوى كقفيز بربقفيز براحدهما اوكلاهمانسية و ان عدم كل منهما حل كل واحد من الفضل والنساء و ان وجداحدهمالاالأخرحل الفضل لاالنساء كما اذابيع قفيز حنطة بقفيزى شعيرداً بيد حل فان احد جزى العلة وهوالكيل موجود هنالا الجزء الاخيروهوالجنسية و ان بيع خمسة اذرع من الثوب الهروى بستة اذرع منه يدا بيدجازايضاً لان الجنسية موجودة دون القدرولايجوز النسيئة فى الصورتين مع التساوى اولامعه و ذلك لان جزء العلة و ان كان لايوجب الحكم لكنه يورث الشبهة والشبهة فى باب الربوا ملحقة بالحقيقة لكنها ادون عن الحقيقة فلابدمن اعتبار الطرفين ففى النسيئة احدالبدلين معدوم و بيع المعدوم غيرجائز فصارهذاالمعنى مرجحالتلك الشبهة فلايحل و

فی غیرالنسیئة لم یعتبر الشبهة لماقلنا ان الشبهة ادون من الحقیقة علےٰ ان الخبر المشهور وهوقوله علیه السلام اذا اختلف النوعان فبیعواکیف شئتم بعد ان یکون یدًابید یؤیدبماقلنا وعندالشافعیؒ الجنس بانفراده لایحرم النساء (۴) الشعیر والبر والتمروالملح کیلے والذهب والفضة وزنی ابداً وان ترکافیها ای وان ترک الکیل فی الاربعة المتقدمة والوزن فی الأخرین لقوله علیه السلام الحنطة بالحنطة الحدیث ویحمل فی غیرها علےٰ العرف فلم یجزبیع البربالبرمتساویا وزناً والذهب بجنسه متماثلاً کیلاً کما لم یجزمجازفة (۵) واعتبرتعیین الربوے فی غیر صرف بلاشرط تقابض المعتبرفی بیع الاموال الربویة ان یکون المبیع معیناً حتےٰ لو لم یکن معیناً کان سلماً فلا بدفیه من شرائطه اذالم یوجدشرائط السلم کان العقد بیعا غیر سلم فلابدمن التعیین ولایشترط التقابض فی المجلس ان لم یکن صرفاً حتےٰ لوکان صرفاً یشترط وعندالشافعے یشترط التقابض فی المجلس فی بیع الطعام سواء بیع بجنسه اوخلاف جنسه هذا فی الاموال الربویة اما فی غیرها ان لم یکن معیناً فان کان ممایجری فیه السلم فان وجدشرائط السلم یصح بشرائطه بطریق السلم فان لم توجد یفسدالبیع وان لم یجزفیه السلم یفسدالبیع لعدم التعیین

(۳) قدر وجنس کے متحدو مختلف ہونے کے احکام

تو جہاں پر قدر وجنس دونوں موجود ہیں وہاں زیادہ لینا اورادھار بیچنا دونوں حرام ہیں جیسے ایک صاع گیہوں کو بدلے میں دوصاع گیہوں کے بیچے یا ایک صاع گیہوں کو بدلے میں ایک صاع گیہوں کے بیچے ایک طرف ادھار سے یا دونوں طرف ادھار سے اور جہاں پر نہ قدر ہے نہ جنس وہاں دونوں باتیں درست ہیں (مثلاً چارآموں کو بدلے میں دوخربزوں کے بیچے یا دوآموں کو بدلے میں دوخربزوں کے ایک طرف ادھارکر کے یا دونوں طرف ادھار کر کے) اور جہاں پر فقط قدر ہے یا فقط جنس تو وہاں زیادتی درست ہے لیکن ادھار بیچنا نا درست ہے جیسے ایک صاع گیہوں کی بیع ساتھ دوصاع کے یا پانچ گز ہراتی کپڑے کی بیع چھ گز ہراتی کپڑے کے بدلے میں تو یہ بیع نقد درست ہے اورادھار درست نہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک فقط اتحاد جنس میں قرض بیچنا حرام نہیں۔

فائدہ:۔ پہلی صورت میں صرف قدر ہے اور دوسری صورت میں صرف اتحاد جنس اور دلیل اس کی شرح وقایہ میں مذکور ہے۔

(۴) کیلی اوروزنی چیزیں

اور جو اور گیہوں اور کھجور اور نمک ہمیشہ کیلی رہیں گے اور چاندی سونا وزنی اگر چہ لوگ ان کا کیل یا وزن چھوڑ دیویں۔

فائدہ: اس واسطے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوگیہوں کھجور اور نمک کو کیلی قرار دیا اور چاندی سونے کو وزنی تو لوگوں نے اگر گیہوں کو تول کر بیچنا اختیار کیا یا چاندی سونے کو ناپ کر جب بھی وہ کیلی قرار دیئے جائیں گے اور چاندی سونا وزنی جیسا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا۔

☆اور سوا ان چھ چیزوں کے باقی چیزیں لوگوں کی عادت کے موافق رکھی جاویں گی۔

فائدہ:۔ یعنی اگر لوگ اس کو ناپ کر بیچتے ہیں تو کیلی گنی جاویں گی اور جو تول کے بیچتے ہیں تو وزنی۔

☆ تو بیع گیہوں کی گیہوں کے ساتھ برابر تول کر جائز

نہیں (اس واسطے کہ اصل میں وہ کیلی ہے تو احتمال ہے کہ باوجود برابر ہونے وزن کے کیل میں فرق ہو اس صورت میں ربوا ہو جاوے گا) اور سونے کی سونے کے ساتھ برابر ناپ کر جائز نہیں۔ (اس واسطے کہ وہ اصل میں وزنی ہے تو احتمال ہے کہ باوجود برابر ہونے کے ناپ میں وزن میں تفاوت نکلے تو ربوا ہو جاوے گا) جیسے جائز نہیں بیع ان چیزوں کی ڈھیر لگا کر (اس واسطے کہ اس میں احتمال زیادتی کا ہے)

(۵) عقد کے وقت مبیع کا تعین اور قبضہ

اور ان چیزوں میں وقت عقد کے معین کر دینا مبیع کا ضرور ہے یہ ضرور نہیں کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کر لیں (یعنی اگر گیہوں کے بدلے میں گیہوں بیچے جاویں تو دونوں کو معین کر دینا مجلس عقد میں ضرور ہے یہ لازم نہیں کہ اسی وقت ہر ایک شخص اپنے اپنے عوض پر قبضہ بھی کر لیں) البتہ عقد صرف میں قبض کرنا بدلین کا مجلس عقد میں ضرور ہے۔ (یعنی اگر مبیع اور ثمن دونوں ثمن کی چیزیں ہوں مثلاً روپے اشرفی ہوں یا چاندی سونا تو اس صورت میں مجلس عقد میں بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا معتبر ہے۔ اور بیان اس کا باب الصرف میں آوے گا) اور شافعیؒ کے نزدیک جب طعام کی بیع ہووے تو قبضہ کرنا دونوں طرف سے عوضین پر مجلس عقد میں ضرور ہے۔

فائدہ:۔ شافعیؒ کی دلیل وہی حدیث عبادہ بن صامتؓ ہے جس میں دست بدست مذکور ہے یعنی یداً بید امام اعظمؒ کہتے ہیں کہ معنی اس کے عیناً بعین ہیں جیسا کہ روایت مسلمؒ اور شافعیؒ میں ہے باقی تفصیل ہدایہ اور فتح القدیر میں ہے۔

(۶)وجاز بيع الفلس بفلسين باعيانهما خلافاً لمحمدؒ له ان الفلوس اثمان فلا تتعين بالتعيين فصار كمااذاكانا بغيراعيانهما و كبيع الدرهم بالدرهمين ولهما ان ثمنيتهما بالاصطلاح واصطلاح الغير لايكون حجة على المتعاقدين وهما ابطلاثمنيتهمالانهما قصدا تصحيح العقد ولاوجه له الابتعيينهما وخروجهما عن الثمنية لانهما اذاخرجا عن الثمنية يكون اعيانهما مطلوبة لاماليتهمافيمكن ان يعطى فلسين ويأخذفلساً طلباً (۷)لصورته واللحم بالحيوان خلافاً لمحمدؒ فان عنده اذا بيع الحيوان بلحم حيوان من جنسه لايجوز البيع الا اذاكان اللحم اكثرمن لحم ذلک الحيوان ليكون الزائد في مقابلة السقط وعندهما يجوز مطلقالانه بيع الموزون بما ليس بموزون(۸) والدقيق بجنسه كيلاً والرطب بالرطب والتمرهذا عند ابى حنيفة وعندهما و عند الشافعى رحمهما لايجوزان نقص الرطب بالجفاف

(۶) ایک پیسہ کی بیع دو کے بدلہ

بیع ایک پیسے معین کی بدلے میں دو پیسے معین کے جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ امام محمدؒ کے نزدیک ایک پیسے چلن دار ثمن میں داخل ہیں اور ہماری دلیل اصل میں مذکور ہے لیکن محتاط قول امام محمدؒ کا ہے۔

(۷) گوشت کی بیع حیوان کے بدلہ

اور درست ہے بیع گوشت کی ساتھ حیوان زندہ کے اگرچہ وہ گوشت اسی جانور کی جنس سے ہووے (مثلاً گائے کا گوشت گائے یا بیل سے بیع کرے تو جائز ہے کیونکہ یہ بیع وزنی چیز کی ہے غیر وزنی سے تو جائز ہے جس طرح سے کہ ہو کم وبیش بشرط تعیین کے البتہ ادھار درست نہیں درمختار) اور امام

محمدؒ کے نزدیک اگر جس جانور کا گوشت ہے اسی جانور کے بدلے میں بیع ہے تو ضرور ہے کہ گوشت زائد ہو اس قدر گوشت سے جتنا اس حیوان میں نکلے تا کہ گوشت مقابل گوشت کے ہو جاوے اور باقی مقابل ہے اوجھڑی پچونی وغیرہ کے اور نزدیک شیخینؒ کے مطلقاً جائز ہے اس لئے کہ یہ بیع موزوں کی ہے عوض غیر موزوں کے۔

فائدہ:۔ اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک بیع مطلقاً جائز نہیں بدلیل اس حدیث کے جس کو روایت کیا مالکؒ نے مؤطا میں اور ابوداؤدؒ نے مراسیل میں سعید بن المسیبؒ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے گوشت کے بدلے میں حیوان کے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بیع سے زندہ کی بدلے میں بے جان کے اور مراسیل سعیدؒ کے بالاتفاق مقبول ہیں اور روایت کی ابن خزیمہؒ نے سمرہؓ سے مانند اس کے بروایت حسن عن سمرۃؓ کہا بیہقیؒ نے اسناد اس کی صحیح ہے اور جس شخص نے سماع حسن کا سمرہؓ سے ثابت کیا ہے اس کے نزدیک یہ حدیث موصول ہے اور جس نے نہیں ثابت کیا اس کے نزدیک مرسل ہے جید تو بلحاظ ان احادیث کے احتیاط اسی میں ہے کہ بیع گوشت کی ساتھ حیوان کے نہ کرے واللہ اعلم۔

(۸) آٹے اور کھجور کی بیع اپنی جنس سے

اور جائز ہے بیع آٹے کی اپنی جنس کے ساتھ ناپ کر اور بیع رطب کی ساتھ رطب کے اور ساتھ تمر کے۔

فائدہ:۔ رطب کہتے ہیں تازی کھجور کو اور تمر سوکھی کھجور کو تو رطب کی بیع بدلے میں رطب کے اور اسی طرح رطب کی بدلے میں تمر کے برابر درست ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک رطب کی بیع ساتھ تمر کے درست نہیں اس واسطے کہ رطب سوکھ کے کم ہو جاوے گا دوسری دلیل یہ ہے کہ مروی ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا انہوں نے سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ سوال ہوا آپ سے خریدنے رطب کا بدلے میں تمر کے تو فرمایا آپ نے کیا کم ہو جاتا ہے تر خرما سوکھ کر کہا انہوں نے ہاں تو منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اس کو پانچوں عالموں نے اور صحیح کہا اس کو ابن المدینیؒ اور ترمذیؒ اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے اور امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ رطب بھی تمر میں داخل ہے بدلیل اس حدیث کے جو ہدایہ میں ہے کہ ہدیہ بھیجے گئے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رطب خیبر کے تو فرمایا آپ نے کیا کل تمر خیبر کے اسی طرح ہیں اور بیع تمر کی اپنی جنس سے برابر جائز ہے اور یہ حدیث بخاریؒ و مسلمؒ میں بروایت ابوسعید خدری موجود ہے لیکن اس میں رطب کا لفظ نہیں البتہ روایت کی حاکمؒ اور بیہقیؒ اور طحاویؒ نے سعدؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیع سے تمر کی ساتھ رطب کے ادھار اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق بیع رطب کی ساتھ تمر کے ممانعت نہیں صرف ادھار ممنوع ہے اور یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بھی ثابت ہے۔

امام اعظمؒ کا فریق مخالف کو لاجواب کرنا

امام ابوحنیفہؒ جب بغداد میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگ اس مسئلے میں امام صاحبؒ پر طعن کرتے تھے بسبب مخالفت ظاہری حدیث کے تو اہل حدیث نے سوال کیا ان سے کہ رطب کی بیع تمر سے کس طرح جائز کہتے ہو۔ امامؒ نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا رطب تمر ہے یا تمر نہیں ہے اگر تمر ہے تو عقد جائز ہے بدلیل حدیث التمر بالتمر کے اور اگر تمر نہیں ہے تو بھی عقد جائز ہے بدلیل آخر حدیث کے اذا اختلف النوعان فبیعوا کیف شئتم پھر اہل حدیث نے وہ حدیث سعدؓ کی وارد کی امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور اس کی حدیث مقبول نہیں تو حیران ہو گئے سب علماء اور نہ رد کر سکے حجت کو امامؒ کی وتماما فی فتح القدیر

(۹) والعنب بالزبیب والبررطباً اومبلولةً بمثله او باليابس والتمروالزبيب المنقع بالمنقع منهما متساوياً والدليل في جميع ذلك انه ان كان بيع الجنس بالجنس بلا اختلاف الصفة يجوز متساوياً وكذا مع اختلاف الصفة لقوله عليه السلام جيدها ورديها سواءً و ان لم يكن بيع الجنس بالجنس يجوز كيف ماكان لقوله عليه السلام اذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم (۱۰) ولحم حيوان بلحم حيوان اٰخرمتفاضلاً (۱۱)وكذااللبن(۱۲) وكذاخل الدقل بخل العنب وشحم البطن بالالية اوباللحم (۱۳)والخبز بالبراوالدقيق اوبالسويق وان كان احدهما نسيئة و به يفتى وانما يجوز بيع الخبزبالبرلان الخبز صارعد دياً هذا اذاكانا نقدين وان كان الخبز نسيئة والبروالدقيق نقداً يجوز عندابي يوسفؒ و به يفتى(۱۴) لابيع الجيد بالردى من الربوى والبسر بالتمرالامتساوياً (۱۵) والبربالدقيق او بالسويق اوالدقيق بالسويق متفاضلاً اومتساوياً(۱۶) والزيتون بالزيت والسمسم بالحل حتى يكون الزيت والحل اكثرمما في الزيتون والسمسم ليكون بعض الزيت بالزيت الذي في الزيتون والباقي بالثجيرة (۱۷)ويستقرض الخبز وزنا لاعدداعندابي يوسفؒ و به يفتى اما عندابي حنيفةؒ لايجوز لاوزنا ولاعدداً للتفاوت الفاحش وعند محمدؒ يجوز بهما للتعامل وعندابي يوسفؒ يجوزوزناً للتعامل والحاجة لاعدداً للتفاوت في اٰحاده (۱۸) ولاربوابين سيد و عبده لان العبد ومامعه لمولاه (۱۹) ومسلم وحربي في داره اى في دارالحرب لان ماله مباح فيجوز اخذه باى طريق كان خلافا لابي يوسفؒ والشافعيؒ اعتبارابالمستامن في دارنا .

(۹) تر اور خشک کی بیع

اور درست ہے بیع انگور تر کی بدلے میں انگور خشک کے جیسے جائز ہے بیع تر یا بھگوئے ہوئے گیہوں کی اپنے مثل سے اور خشک سے اور اسی طرح جائز ہے بیع بھگوئی ہوئی خشک کھجور کی یا انگور کی بھگوئی ہوئی خشک کھجور یا انگور سے برابر۔ (اور کھجور خشک اور انگور خشک سے بھی برخلاف امام محمدؒ کے درمختار)

(۱۰) ایک حیوان کے گوشت کی بیع دوسرے کے گوشت سے

اور جائز ہے بیع ایک حیوان کے گوشت کے ساتھ دوسرے حیوان کے گوشت کے کم زیادہ بھی۔

فائدہ: یعنی گائے کا گوشت بکری کے گوشت کے عوض اور اونٹ کا گائے بکری کے عوض لیکن گائے بھینس ایک جنس ہیں اور اسی طرح بھیڑ بکری تو ان میں زیادتی کمی درست نہیں ہدایہ۔

(۱۱) دودھ کی بیع دودھ کے بدلہ

اور اسی طرح ایک جانور کے دودھ کو دوسرے جانور کے عوض میں کم وبیش بیچنا درست ہے۔ (بخلاف بکری اور بھیڑ کے دودھ کے کہ ان میں تفاضل جائز نہیں کیونکہ دونوں ایک جنس ہیں طحطاوی۔

(۱۲) سرکہ اور چربی کی بیع

اور اسی طرح ناقص کھجور کے سرکے کی بیع عوض سرکہ انگوری کے اور پیٹ کی چربی کی عوض دنبے کی چکتی کے یا گوشت کی کمی وبیشی کے ساتھ درست ہے۔ (ناقص کھجور کی قید اتفاقی ہے چونکہ اکثر سرکہ ناقص ہی کھجور کا ہوتا ہے اس واسطے یہ لفظ کہا۔

(۱۳) روٹی کی بیع آٹے سے

اور اسی طرح درست ہے روٹی کی بیع (اگرچہ گیہوں کی ہو درمختار) عوض میں گیہوں کے اور آٹے کی کمی بیشی سے اگرچہ ایک جانب ادھار ہووے اسی پرفتویٰ ہے اس واسطے کہ روٹی عددی ہے اور جو ادھار ہو اور گیہوں اور آٹا نقد ہو جب بھی جائز ہے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پرفتویٰ ہے۔ (اور امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بہتر نہیں ہے اور یہی مختار ہے

(۱۴) جید اور ردی کی بیع

اور نہیں جائز ہے بیع جید کی ساتھ ردی کے اموال ربویہ میں سے مگر مساوی اور اسی طرح بیع گدر کھجور کی یعنی بسر کی عوض رطب یعنی پختہ کھجور کی مگر برابر برابر۔

فائدہ:۔ جید کہتے ہیں عمدہ اور بہتر کو آور ردی کہتے ہیں خراب کو جیسے گیہوں بعض عمدہ ہوتے ہیں اور بعض خراب یا کھجور کی جید اور ردی سب قسم کی ہوتی ہے تو یہ نہیں جائز ہے جب جنس ایک ہو کہ جید والا زیادہ لیوے یا ردی والا زیادہ دیوے اس واسطے کہ حدیث ہدایہ میں ہے **جیدھا و ردیھا سوآء** یعنی جید اور ردی ان چیزوں میں سے سب برابر ہیں کہا زیلعیؒ نے غریب ہے اس لفظ سے لیکن معنی اس حدیث کے اور احادیث صحاح سے ثابت ہوتے ہیں۔

(۱۵) آٹے کی بیع ستو سے

اور اسی طرح جائز نہیں بیع گیہوں کی ساتھ ستو کے یا گیہوں کے ساتھ آٹے کے یا آٹے کے ساتھ ستو کے نہ برابر برابر نہ کم زیادہ۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ چیزیں نپ کر بکتی ہیں اور ناپ میں ان کی زیادتی کمی کا احتمال ہے کیونکہ گیہوں زیادہ سماویں گے بہ نسبت آٹے کے۔

(۱۶) زیتون اور تل کی بیع تیل کے عوض

اور جائز نہیں بیع زیتون کی ساتھ روغن زیتون کے اور تل کی ساتھ تل کے تیل کے یہاں تک کہ روغن زیتون یا تیل زیادہ ہووے اس روغن سے کہ زیتون اور تل سے نکلے تاکہ تھوڑا تیل جو زیادہ ہے عوض میں کھلی کے ہو جاوے۔

(۱۷) روٹی کا لین دین

اور روٹی کا قرض لینا تول کر جائز ہے گن کر جائز نہیں امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور اسی پرفتویٰ ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک بالکل جائز نہیں نہ وزن سے اور نہ گنتی سے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں طرح درست ہے۔

(۱۸) غلام میں سود نہیں ہے

مالک اور غلام میں سود متحقق نہیں ہوتا اس واسطے کہ غلام مع اس کے مال کے ملک ہے مولیٰ کی۔ (یہ صورت جب ہے کہ عبد ماذون ہو اور اس پر دین نہ ہووے اور اگر اس پر دین ہے تو زیادتی کمی سود گنی جاوے گی ہدایہ)

(۱۹) مسلمان اور حربی میں سود نہیں

اور مسلمان اور حربی میں دارالحرب میں سود ثابت نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ اور دارالاسلام میں سود ہوتا ہے اس واسطے کہ مال حربی کا مباح ہے تو لینا اس کا جس طرح ممکن ہو جائز ہے، ایسا ہی ہے اصل میں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت جب درست ہے کہ زیادتی مسلمانوں کے لئے ہووے لیکن جواب مسئلہ عام ہے اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے اور ائمہؒ باقیہ کے نزدیک درست نہیں کیونکہ نصوص حرمت ربوا مطلق ہیں اور امام صاحبؒ کی دلیل وہ ہے جو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے بیاج درمیان مسلمان اور حربی کے

دارالحرب میں اور یہ حدیث غریب ہے لیکن روایت کیا اس کو مکحول شامی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے نہیں ہے بیاج درمیان اہل حرب کے اور گمان کرتا ہوں کہ کہا آپ نے اور درمیان میں اہل اسلام کے کہا شافعیؒ نے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور نہیں حجت ہے اسناد کی اس حدیث کی بیہقیؒ نے معرفہ میں مبسوط میں ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مکحول ثقہ ہے اور مرسل ثقہ کی مقبول ہے اور دوسری دلیل یہ ہے کہ قبل ہجرت جب سورۂ روم نازل ہوئی تو صدیق اکبرؓ نے غلبہ روم کی فارس پر شرط کی تھی مشرکین مکہ سے اور بحکم صاحب شرع مال شرط کا زیادہ کر دیا تھا پھر جب اہل روم فارس پر غالب ہوئے تو صدیق اکبرؓ نے مال مشروط مشرکین مکہ سے لے لیا اور یہ بعینہ قمار ہے اور مکہ اس وقت دارالحرب تھا تیسری دلیل یہ ہے کہ مال اہل حرب مباح ہے بشرط نہ ہونے عہد شکنی کے اور اطلاق نصوص کا مال محظور میں ہے نہ مال مباح میں اور علمائے مذہب نے اس میں لازم کیا ہے کہ حلت ربوا اور قمار سے فقہاءؒ کی مراد وہ ہے کہ زیادت مسلم کو حاصل ہو اگرچہ اطلاق جواب اس کے مخالف ہے۔ انتهىٰ ماقال الشيخ ابن الهمام ملخصاً .

باب الحقوق والاستحقاق

(۱)يدخل البناء والمفتاح والعلووالكنيف فے بيع الدارالكنيف المستراح لاالظلة فى المغرب ظلة الدارالسدة التے فوق الباب و عن صاحب الحصير هى التے احدطرفى جذوعها علے هذه الداروطرفهاالاخرعلے حائط الجارالمقابل الابذكر كل حق هو لها او بمرافقها او بكل قليل و كثير هو فيها او منها (۲)والشجر لاالزرع في بيع الارض (۳)ولاالثمر فى شجر فيه تمرا لا بشرطه وان ذكرالحقوق والمرافق(۴) ولاالعلو فى شراء بيت بكل حق ولافى شراء منزل الابذكرما ذكراى الحقوق والمرافق الى اٰخرهافالحاصل ان العلويدخل فى بيع الداروان لم يذكر الحقوق ويدخل فى بيع المنزل ان ذكر الحقوق والمرافق ولايدخل فى بيع البيت و ان ذكر الحقوق والمرافق فالمنزل بين البيت والدارلايكون فيه مربط الدواب بل يكون بيتان اوثلثة اونحوذلك يتعيش فيه الرجل المتاهل فالعلويكون من توابعه لامن توابع البيت لان الشئ لايستتبع مثله بل دونه (۵) ولا الطريق والشرب والمسيل فى البيع الابذكرماذكرايضابخلاف الاجارة فان الشرب والطريق والمسيل يدخل فى الاجارة بلاذكرالحقوق والمرافق فان الاجارة تقع علے المنفعة ولامنفعة بدون هذه الاشياء واماالبيع فيردعلے الرقبة وايضاً يمكن ان ينتفع المشترى بالتجارة ولاكذلک فى الاجارة

باب ان حقوق کے بیان میں جو بیع میں داخل ہو جاتے ہیں اور جو داخل نہیں ہوتے

حقوق کی تعریف

حقوق جمع ہے حق کی اور اصطلاح فقہ میں وہ ہے جو مبیع کا تابع ہووے اور مبیع کے واسطے ضروری ہو اور مقصود نہ ہو مگر مبیع کے سبب سے جیسے پانی لینے کا حق اور راہ زمین میں۔

(۱) دار کی بیع کے حقوق

داخل ہو جاتی ہے دار کی بیع میں عملہ اور عمارت اس کی اور مفاتیح

فائدہ:۔ مراد مفاتیح سے وہ ہیں جو اغلاق سے متصل رہیں کبھی جدا نہ ہوویں جیسے ضبۃ اور کیلوں اگرچہ چاندی کے ہوں نہ قفل یعنی قفل اوراس کی کنجی داخل بیع نہیں اس واسطے کہ وہ گھر سے متصل نہیں اور اغلاق جمع ہے غلق کی اور غلق کو فارسی میں کلیدانہ اور بندور کہتے ہیں یعنی لوہے کا آلہ جو دونوں کواڑوں میں کیلوں سے جڑا ہوتا ہے دروازہ کھولنے اور بند کرنے کے واسطے بعضے اہل ہند اس کو کھٹکا کہتے ہیں اور بعضے بیلن اور عرب اس کو ضبۃ اور کیلون بولتے ہیں۔ غایۃ الاوطارص

اور بالاخانہ اور پاخانہ اور نہیں داخل ہوتا ہے دار کی بیع میں ظلہ

فائدہ:۔ بضم ظائے معجمہ اور تشدید لام کے اس چھتے کو کہتے ہیں جو دروازے پر ہوتا ہے اور صاحب حصر سے منقول ہے کہ ظلہ وہ ہے جو ایک طرف اس کی کڑیوں کا اس دار پر ہووے اور دوسرا کنارہ ہمسایہ کے گھر کی دیوار پر ہووے در مختار میں ہے کہ ظلہ اگر ایسا ہو کہ اس کا دروازہ اندر سے مکان کے ہووے تو دار کی بیع میں داخل ہوگا بالاخانہ کے مانند

فائدہ:۔ فتح القدیر حاشیہ ہدایہ میں ہے کہ یہاں تین چیزیں ہیں جن کی شناخت ضرور ہے بیت' منزل' دار' بیت وہ ہے جس کی ایک چھت ہووے اور شب باشی کے واسطے بنا ہووے اور بعضوں کے نزدیک بیت میں ڈیوڑھی کا ہونا بھی شرط ہے اور منزل بیت سے زیادہ اور دار سے کم ہے یعنی وہ مکان جو دو تین بیوت پر مشتمل ہو جس میں رات دن آدمی رہیں اور اس میں باورچی خانہ اور پاخانہ بھی ہو مگر اس میں صحن بے چھت نہ ہو اور اس میں اصطبل نہ ہو اور دار نام ہے اس احاطے کا جس کے گرد حدود ہوں اور وہ مکان بیوت متعددہ اور اصطبل بے چھت کے آنگن پر مشتمل ہو۔

☆ مگر اس صورت میں جب بیع بکل حق ھولھا یا بمرافقھا یا بکل قلیل و کثیر ھومنھا او فیھا ہووے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر بائع نے عقد بیع میں یہ الفاظ بڑھا دیئے تو ظلہ بھی داخل ہو جاوے گا معنی اس کے یہ ہیں کہ بیع کیا میں نے دار کو ساتھ ہر حق کے کہ وہ واسطے دار کے ہے یا ساتھ منافع اور حقوق اس کے کے یا ساتھ ہر قلیل اور کثیر کے کہ وہ اس دار سے ہے یا دار میں ہے۔

(۲) زمین کی بیع کے حقوق

اور زمین کی بیع میں اشجار یعنی درخت اس کے داخل ہوں گے اور کھیت داخل نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ اشجار متصل ہیں زمین سے باتصال قرار یعنی اس واسطے نہیں بوئے گئے کہ پھر وہ اکھاڑے جاویں یا جدا کئے جاویں برخلاف کھیتی کے اور ضابطہ اس بات کا یہ ہے کہ جو چیز ایسی ہو کہ مبیع کا اسم اس کو شامل ہو عرف میں یا متصل ہو مبیع سے باتصال قرار یعنی جدا کرنے کے لئے نہ ہو تو وہ مبیع میں داخل ہو جاوے گی ورنہ نہیں جیسے زینہ اینٹ چونے کا اور لکڑی کا جو گڑا ہوا ہووے یا زنجیریں اور قنادیل جو چھت میں کیلوں سے جڑی ہوویں دار کی بیع میں داخل ہوں گی اور جو لکڑی کا زینہ الگ گھر میں رکھا ہو تو وہ داخل نہ ہوگا۔ درمختار و تاتارخانیہ م اس قاعدے کی راہ سے جو اوکھلی گھر میں پتھر کی گڑی ہوئی ہے گھر کی بیع میں داخل ہوگی اور اسی طرح ڈنڈا اس کا از روئے استحسان کے جیسے چکی گڑی ہوئی کا نیچے کا پاٹ از روئے قیاس کے اور اوپر کا بطریق استحسان کے داخل ہوتا ہے۔

(۳) درخت کے پھل

اور نہیں داخل ہوتے پھل لگے ہوئے درخت کے درخت کی بیع میں۔ الا اگر خریدار شرط کرلیوے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ روایت کی ائمہ ستہ نے عبداللہ بن عمرؓ سے کہ جو شخص بیچے ایک غلام مالدار کو تو مال اس کا واسطے بائع کے ہے مگر یہ شرط کرلے خریدار اور جو بیچے ایک کھجور پیوند کی ہوئی تو پھل اس کا واسطے بائع کے ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار اور امام محمدؒ نے روایت کی اصل میں کہ جو ایسی زمین خرید کرے جس میں کھجور کے درخت ہیں تو پھل بائع کا ہے مگر یہ کہ شرط کرلے خریدار۔

☆ ہر چند کہ زمین کی یا درخت کی بیع میں بائع یہ کہہ دے کہ بعت بحقوقه او بمرافقیه (قلیل و کثیر هوله' فیها ومنها من حقوقها یا من مرافقها ہدایہ) جب بھی کھیت اور پھل داخل نہ ہوں گے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ یہ چیزیں حقوق اور منافع نہیں ہیں البتہ اگر یہ کہے گا کہ بعته بکل قلیل و کثیر هوله' منها او فیها تو یہ چیزیں داخل ہو جاویں گی اس واسطے کہ اس صورت میں بائع نے تصریح مرافق اور منافع کی نہیں کی ہدایہ۔

(۴) بالاخانہ

اور بیت کی بیع میں بالاخانہ داخل نہ ہوگا اگر چہ بکل حق هوله' کہے اور نہ منزل کی بیع میں مگر جبکہ منزل کی بیع میں بکل حق هوله کہہ دے گا تو بالاخانہ داخل ہو جاوے گا اور دار کی بیع میں داخل ہوگا اگر چہ بکل حق هولہ نہ کہے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ بالاخانہ ایک جدا بیت ہے اور شے اپنے ہمسر کو نہیں شامل ہوتی بخلاف منزل کے کہ وہ در صورت ذکر حقوق و مرافق شامل ہے بالاخانے کو جیسا ان کی تعریف سے معلوم ہو چکا۔

(۵) راہ، مسیل اور شرب

جیسے داخل نہیں راہ اور مسیل اور شرب بیع میں البتہ اگر حقوق و مرافق کو ذکر کر دے گا تو یہ چیزیں داخل ہو جاویں گی اور اجارے میں ہر طرح خواہ ذکر کرے خواہ نہ کرے داخل ہوں گی۔

فائدہ:۔راہ سے وہ راہ مراد ہے جو طریق خاص انسان کی ملک میں ہے لیکن وہ راہ جو کوچہ غیر نافذہ کی طرف ہے یا شارع عام کی طرف ہے وہ داخل بیع کے ہے چنانچہ بحرالرائق میں معراج سے منقول ہے اور گھر کی راہ کا عرض اس گھر کے دروازے کے عرض کے برابر ہے اور طول اس کا شارع عام تک ہے چنانچہ قستانی میں ہے اور مسیل وہ مکان ہے جس پر بارش وغیرہ کا پانی بہتا ہے اور شرب بکسر اول وسکون ثانی عبارت ہے پانی لینے کے حصے سے کذافی الطحطاوی۔

☆ وجہ اس کی یہ ہے کہ اجارہ منعقد ہوتا ہے منفعت پر اور بدوں ان چیزوں کے منفعت متصور نہیں اور بیع سے ملک عین شے مقصود ہوتی ہے تو ممکن ہے کہ غرض مشتری کی بیع اس شے کی ہو نہ انتفاع۔

فائدہ:۔کیونکہ ملک رقبہ میں کچھ قدرت علی الانتفاع ضرور نہیں۔

فوائد

(۱) گھر کی بیع میں کنواں جو اس گھر میں ہو اور اس کی گھرنی اور جو تخت زمین میں گڑا ہووے اور خانہ باغ جو گھر کے اندر ہووے داخل ہے اور ڈول رسی کنویں کی داخل نہیں۔

(۲) حمام کی بیع میں دیگیں داخل ہیں جو دیواروں میں وصل ہیں نہ کانسے یعنی بڑے پیالے۔

(۳) دھوبیوں اور رنگریزوں کی دیگیں اور غسالوں کے تغار۔ تیلیوں کے مٹھور اور مٹکے اور دھوبیوں کا پٹرا جس پر وہ کپڑے کوٹ کر صاف کرتے ہیں زمین کی بیع میں داخل نہیں۔

(۴) گدھے کی بیع میں اس کا پالان داخل ہے اگر گدھے کو دہقانوں سے یا دیہاتیوں سے خریدا ہو اور جو تاجروں سے خریدے گا تو داخل نہ ہوگا البتہ رسی جو اس کے گلے میں بندھی ہوتی ہے داخل ہوگی اور جانور کی لگام اور جو رسی کہ بیل کے سینگوں پر بندھی ہے اور جھول بغیر شرط کے داخل نہیں اور گھوڑے کی بیع میں لگام اور اونٹ کی بیع میں فقط نکیل داخل ہے اور گائے کا شیرخوار بچہ گائے کی بیع میں داخل ہے اور گدھی کی بیع میں اس کا بچہ داخل نہیں اگرچہ شیرخوار ہووے۔

(۵) اگر انگور کے درختوں کو خرید کیا تو وہ رسیاں جو زمین کی گڑی ہوئی میخوں میں بندھی ہیں داخل بیع ہیں اور اسی طرح وہ تھونیاں جو ایک طرف سے زمین میں گڑی ہیں اور جتنی چیزیں تبعاً داخل ہیں ان کے مقابل کچھ ثمن نہ ہوگا تو اگر وہ تلف ہو جائے گا قبل ادائے ثمن کے اس صورت میں ثمن کچھ ساقط نہ ہوگا۔

(۶) جیسے بیع میں اشیاء داخل ہوتی ہیں بالتبع اسی طرح سے چند چیزیں بے نکالے ہوئے نکل بھی جاتی ہیں جیسے قریے کی بیع سے راہیں اور مساجد اور شہر پناہ انتھیٰ ملتقطاً من الدرالمختار والفتح والعالمگیرة۔

فصل فی الاستحقاق

(۱) ویؤخذالولد ان استحقت امه ببینة و ان اقربها لاصورتها اشتری رجل جاریة فولدت عنده فاستحقها رجل فانه یاخذها وولدها و ان اقربها لالان البینة حجة مطلقة فیظهربها ملکه من الاصل والاقرار حجة قاصرة یثبت الملک ضرورة صحة الاخبار فیندفع الضرورة بثبوت الملک بعدانفصال الولد (۲) شخص قال لأخراشترنی فانی عبدفاشتریٰ فبان حراً ضمن ان لم یدرمکان بائعه لانه بالامربالشراء یصیرضا مناً للثمن عند تعذرالرجوع علی البائع دفعاً للضرروعندابی یوسفؒ لاضمان علیه (وان علم) لا ورجع علیه ای رجع هذا الشخص بما ضمن علی البائع ولاضمان فی الرهن اصلاً ای ان قال ارتهنی فانی عبد فارتهنه فبان حرافلاضمان علیه سواء علم مکان الراهن اولالان الرهن لیس عقد معاوضة فلایکون الأمربه ضامناً للسلامة وقال فی الهدایة فی صورة المسألة ضرب اشکال وهو ان الدعوی شرط عندابی حنیفة لحریة العبدوالتناقض یمنع صحة الدعوی فکیف یظهرانه حر

فصل مبیع دوسرے کسی کی نکلنے کے بیان میں

بعد بیع کے یہ بات ثابت ہوئی کہ مبیع بائع کی ملک نہ تھی بلکہ ایک شخص ثالث کی ملک نکلی۔

(۱) لونڈی کا بچہ جننے کے بعد کسی اور کا ثابت ہونا

اگر ایک شخص نے ایک لونڈی خرید کی بعد خرید کے مشتری پاس آن کر وہ جنی جب وہ جن چکی تو مشتری نے اقرار کیا کہ یہ لونڈی زید کی ہے تو زید صرف لونڈی کو لے لے گا ولد کو نہیں لے سکتا اور اگر زید نے نسبت لونڈی مذکورہ کے ملک اپنی گواہوں سے ثابت کر دی تو اس صورت میں زید لونڈی اور ولد دونوں لے سکتا ہے۔

فائدہ:۔ فرق کی وجہ اصل کتاب اور ہدایہ اور درمختار میں مذکور ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بینہ حجت مطلقہ ہے اور اقرار حجت

قاصرہ تو بصورت اقرار ضرورت وقع ہو جاتی ہے ساتھ ثبوت ملک مقرلہا کے بعد انفصال ولد کے برخلاف صورت اول کے۔

(۲) غلام کا آزاد نکلنا

ایک شخص نے دوسرے کسی سے کہا کہ مجھ کو خرید لے کیونکہ میں غلام ہوں اور اس نے خرید ابعد خریدنے کے وہ غلام آزاد نکلا اور اس کے بائع کا پتہ نہیں اس صورت میں مشتری ضمان ثمن اس شخص سے جس نے اپنے تئیں غلام کہا تھا لے لے گا۔ (اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر ضمان نہیں اور اگر بائع کا نشان و پتہ موجود ہے تو مشتری رجوع ثمن اسی بائع پر کرے گا نہ غلام پر در مختار) اور وہ شخص بائع سے لے گا جب اس کو پاوے گا بخلاف رہن کے اس طرح پر کہ ایک شخص نے کہا مرتہن سے کہ مجھ کو رہن رکھ لے کہ میں غلام ہوں پھر ظاہر ہوا کہ وہ آزاد ہے تو ضامن نہ ہوگا برابر ہے کہ راہن کا نشان معلوم ہو یا نہ ہو اس لئے کہ رہن عقد معاوضہ نہیں پس نہ ہوگا امر ضامن اس کی سلامتی کا۔

(۳) ولارجوع فی دعوی حق مجھول فی دارصولح علی شئ واستحق بعضھا ای ادعیٰ حقاً مجھولافی دارفصولح علی شئ ثم استحق بعض الدار فالمدعي علیه لایرجع علی المدعي بشئ لان للمدعی ان یقول دعوائي في غیرما استحق ولواستحق کلھا رد کل العوض لان المدعی به داخل فی المستحق وفھم صحة الصلح عن المجھول ای دلت ھذه المسألة علی ان الصلح عن المجھول علی مال معلوم صحیح وانما یصح لان الجھالة فیما یسقط لایفضی الی المنازعة وقد ینقل عن بعض الفتاوی ان الصلح لایصح الاان یکون الدعوی صحیحة فھذه المسألة تدل علی ان ھذه الروایة غیر صحیحة لان دعوی الحق المجھول دعوی غیر صحیحة وکثیر من مسائل الذخیرة تدل علی عدم صحة تلک الروایة ورجع بحصته فی دعوی کلھا ان استحق شئ منھا ای ان ادعیٰ کل الدارفصولح علی شئ ثم استحق نصفھا یرجع بنصف البدل (۴) ولمالک باع غیره ملکه فسخه وله اجازته ان بقی العاقدان والمبیع وکذاالثمن ان کان عرضاً فسخه مبتدا ولمالک خبره مقدماوھذابیع الفضولی وھو منعقدعندنا خلافاللشافعي وھو ملک للمجیزوامانة عندبائعه ای ان اجازالمالک فالثمن ملک له و یکون امانة فی یدالبائع وله فسخه قبل الاجازة ای للبائع حق الفسخ قبل اجازة المالک دفعاً للضررعن نفسه فان حقوق العبدراجعة الیه

(۳) دار کے کچھ حصہ میں کسی اور کی ملکیت نکل آنا

اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک حق مجہول کا ایک دار میں اور مدعا علیہ نے کچھ روپیہ دے کر اس سے صلح کر لی بعد اس کے اس دار میں سے کچھ حصہ کسی شخص غیر کا مملوک نکلا تو اس صورت میں مدعا علیہ مدعی پر کچھ رجوع نہ کرے گا اس واسطے کہ مدعی یہ کہہ سکتا ہے کہ میرا حق اس حصہ مستحق کے سوا تھا اور اگر کل دار کسی اور کا نکلا تو اس صورت میں البتہ مدعا علیہ نے جو روپیہ صلحاً مدعی کو دیا ہے سب پھیر لے گا اس مسئلے سے یہ مسئلہ سمجھا گیا کہ صلح دعویٰ مجہول سے جائز ہے اوپر مال معلوم کے اس واسطے کہ جہالت اس چیز میں ہے جو ساقط ہو جاوے گی اور یہ جہالت اسقاط حق میں موجب منازعت نہیں ہے اور بعض فتاویٰ سے منقول ہے کہ صلح نہیں صحیح ہے مگر جب دعویٰ صحیح ہو جاوے تو اس مسئلے سے اس روایت کی عدم صحت معلوم ہوگئی اس واسطے کہ دعویٰ حق مجہول کا غیر صحیح ہے اور بہت سے

مسائل ذخیرے کی دلالت کرتے ہیں اس روایت کی عدم صحت پر مسئلہ اگر مدعی نے دعویٰ کل دار کا کیا اور مدعا علیہ نے کچھ روپئے دے کر اس سے صلح کر لی بعد اس کے آدھا گھر یا پاؤ گھر کسی شخص ثالث کا نکلا تو مدعا علیہ اسی قدر حصہ اپنے زر صلح سے مدعی سے پھیر لیوے۔

فائدہ:۔ مثلاً آدھے دار کی صورت میں آدھا روپیہ اور پاؤ دار کی صورت میں ربع روپیہ پھیر لیوے۔

(۴) غیر کی ملک کو بغیر اجازت بیچنا

اگر کوئی شخص غیر کی ملک کو بے اذن اس کے بیع کر ڈالے تو مالک کو اختیار ہے چاہے بیع توڑ دے یا جائز رکھے مگر جائز رکھنا اس صورت میں ہے کہ بائع اور مشتری اور مبیع باقی ہوں اور اسی طرح اگر ثمن عرض ہو تو اس کا بھی باقی ہونا ضرور ہے۔

فائدہ:۔ عرض وہ چیزیں ہیں جو متعین ہو جاتی ہیں عقود میں جیسے گھوڑا ہاتھی کتاب وغیرہ اور مقابل اس کے دین ہے جو متعین نہیں ہوتی ہیں جیسے دراہم و دنانیر پیسے رائج یا جو چیز کیلی وزنی ہیں۔

☆ تو اگر مالک نے اجازت دی تو ثمن ملک مالک کی ہو جاوے گی اور بائع کے ہاتھ میں وہ امانت تھی اور بائع کو بھی حق فسخ پہنچتا ہے۔ قبل مالک کی اجازت کے واسطے دفع ضرر کے اپنے نفس سے کیونکہ حقوق عقد کے راجع ہیں اس کی طرف۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ بائع یہاں فضولی ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے دفع ضرر کے لئے عقد کو فسخ کرے برخلاف فضولی نکاح کے کہ وہ فسخ عقد قبل اجازت ناکح کے نہیں کر سکتا کیونکہ یہاں حقوق بیع رجوع کرتے ہیں طرف عاقد کے اور عاقد فضولی ہے اور نکاح میں حقوق نکاح رجوع کرتے ہیں طرف اصل ناکح کے اور فضولی سفیر محض ہوتا ہے۔

(۵) وجازاعتاق المشتری من الغاصب لابیعه ان اجیز بیع الغاصب ای اذاباع الغاصب العبد المغصوب فاعتقه المشتری فاجازالمالک البیع ینفذالاعتاق وعند محمدؒ لاینفذ لقوله علیه السلام لاعتق فیما لایملکه ابن ادم ولو ثبت فی الأخرة لثبت مستنداً وهو ثابت من وجه دون وجه ولهما ان الملک ثبت موقوفاً بتصرف مطلق موضوع لافادة الملک فیتوقف الاعتاق مرتباً علیه کاعتاق المشتری من الراهن ولوباع المشتری من الغاصب ثم اجیزالبیع الاول لاینفذالثانی لان بالاجازة یثبت ملک بات للمشتری الاول فاذاطرء علے الملک الموقوف للمشتری الثانی ابطله ولوقطع یده ثم اجیزفارشه للمشتری ای قطعت یدالعبد فاخذارشها ثم اجازالمالک البیع فارشه للمشتری لان الملک تم له من وقت الشری فتبین ان القطع وقع علے ملک المشتری فالارش له وتصدق بمازاد علے نصف ثمنه ای اذاکان الارش زائد اعلے نصف الثمن فالزیادة لا تطیب له فوجب تصدقه اذفی الزیادة شبهة عدم الملک (۶) ومن شری عبداً من غیر سیده فاقام بینة علے اقراربائعه او سیده لعدم امره مریداًرده لایقبل وان اقربائعه به عندقاض و طلب مشتریه رده ردبیعه الفرق بین الصورتین ان البینة لاتقبل الاعند صحة الدعوے و فی المسألة الاولی لم یصح الدعوی للتناقض و فی الصورة الثانیة التناقض لایمنع صحة الاقرار فللمشتری ان یساعد البائع فی ذلک فیتحقق الاتفاق بینهما .

(۵) کسی کا غلام غصب کر کے بیچ دینا

اور اگر ایک شخص ایک غلام غصب کر کے لے گیا اور اس کو ایک شخص کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اس کے مشتری نے اس کو آزاد کر دیا اب اصل مالک کی خبر ہوئی اور اس نے غاصب کی بیع کو جائز رکھا اس صورت میں مشتری کا عتق نافذ ہو جاوے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں عتق ہے اس غلام لونڈی میں جس کا مالک نہیں آدمی۔

فائدہ:۔ روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے زیلعی اور شیخینؒ کی دلیل اصل میں مذکور ہے۔

☆ اور اگر مشتری نے غلام مذکور کو دوسرے کے ہاتھ بیچ ڈالا بعد اس کے مالک نے غاصب کے بیع کی اجازت دی اس صورت میں بیع ثانی جائز نہ ہوگی اس واسطے کہ اجازت سے ملک منقطع ثابت ہوتی ہے مشتری اول کے لئے جب وہ ملک موقوف مشتری ثانی پر طاری ہووے تو اس کو باطل کیا اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے کاٹ ڈالا پھر مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو ارش یعنی قیمت ہاتھ کاٹنے کی مشتری کو ملے گی اس لئے کہ ملک ثابت ہوئی مشتری کے لئے وقت خریداری سے تو یہ قطع ید ملک مشتری میں ہوا۔ پس ارش کا وہی مالک ہوگا اور مشتری کو چاہئے کہ قیمت ہاتھ کی اگر نصف ثمن غلام سے زائد ہووے تو اس کو فقیروں پر خیرات کر دیوے اس لئے کہ زیادتی میں شبہ عدم ملک ہے۔

فائدہ:۔ مطلب یہ ہے کہ غلام کا اگر کوئی شخص ایک ہاتھ کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اس کے مالک کو تاوان میں دینا پڑتی ہے اس لئے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے میں نصف دیت لازم ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر قیمت یعنی نرخ بازار اس غلام کا زائد اس ثمن سے نکلا جس کے عوض میں مشتری نے غاصب سے وہ غلام خریدا ہے تو نصف قیمت بھی اس کی نصف ثمن سے زائد ہوگی تو جس قدر زیادہ ہووے اتنے کو مشتری تصدق کر دیوے فقیروں پر۔

(۶) مشتری کا بیع کے بعد دعویٰ کہ مالک نے اجازت نہیں دی تھی

اگر زید نے عمرو کا غلام بدوں اس کی اجازت کے بکر کے ہاتھ بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گزارے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجھ کو اجازت بیع کی نہیں دی یا گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ مالک یعنی عمرو نے اقرار کیا تھا کہ میں نے زید کو اجازت بیع کی نہیں دی اور اس گواہی سے بکر کو مقصود یہ ہے کہ بیع کو ناجائز قرار دے کر وہ غلام رد کر دے عمرو پر تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ یہ دعویٰ بکر کا متناقض ہے کیونکہ اس نے جب اقدام کیا تھا غلام کی خرید پر تو اس سے معلوم ہوتا تھا کہ عمرو کی طرف سے اجازت ہے اور اب یہ کہتا ہے کہ اجازت نہیں ہوئی ہاں البتہ اگر بائع خود قاضی کے نزدیک اقرار کرے کہ مجھ کو مالک کی اجازت نہ تھی تو بیع مردود ہو جاوے گی اگر مشتری طلب کرے گا رد بیع کو اس واسطے کہ تناقض مانع ہے صحت دعویٰ کا اور نہیں منع کرتا صحت اقرار کو۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ اس صورت میں بھی اگرچہ دعویٰ میں تناقض ہے لیکن تناقض مانع صحت مدعا علیہ نہیں ہے تو مشتری کو ہو سکتا ہے کہ بائع کی موافقت کر لے اس باب میں اور بیع کو رد کر دیوے۔

باب السلم

(۱) السلم بيع الشئ علے ان يكون المبيع ديناً علے البائع بالشرائط المعتبرة شرعاً فالمبيع يسمے مسلماً فيه والثمن راس المال والبائع مسلماً اليه والمشترى رب السلم (۲) يصح فيما يعلم قدره و صفته كالمكيل والموزون مثمناً انما قال مثمنا احترازاً عن الموزون الذى يكون ثمناً كالدراهم والدنانير والمذروع كالثوب مبيناً طوله و عرضه و رفعته اى غلظته وسخافته والمعدودمتقارباً كالجوز والبيض والفلس واللبن والاجربملبن معين فصح في السمک المليح اى القديد بالملح يقال سمک مليح ومملوح ولايقال مالح الافى لغة ردية والطرى فى حينه فقط اى السلم فى السمک الطرے لا يجوز الافى حين يوجدالسمک في الماء وزناً وضرباً معلومين اى لابد ان يذكروزن معلوم و نوع معلوم والطست والقمقمة والخفين الاذالم يعرف به اى بالصفة (۳) لافيما لايعلم قدره و صفته كالحيوان وعند الشافعیؒ يجوز فى الحيوان لانه يعلم بذكر الجنس والنوع والصفة قلنا في ذلک فحش التفاوت واطرافه كالرؤس والاكارع وجلوده عدداً والحطب حزماً والرطبة جزراً والحزم جمع الحزمة وهى بالفارسية بند هيزم والجرزجمع الجرزة وهى بالفارسية دسته تره و انما لايجوز فى الحطب للتفاوت حتے ان بين طول مايشدبه الحزمة يجوز والجواهر والخرزوبصاع وذراع معين لم يدرقدره و برقرية و ثمر نخلة معينين و فيمالم يوجد من حين العقد الى حين المحل وعندالشافعیؒ يجوز اذا كان موجوداً وقت المحل للقدرة علے التسليم حال وجوده ولناقوله عليه السلام لاتسلموافى الثمار حتے يبدوصلاحها ولانه عقد المفاليس فلا بدمن استمرار الوجود فى مدة الاجل ليتمكن من التحصيل ولافى اللحم هذا عندابى حنيفةؒ وقالايصح ان بين جنسه ونوحه و سنه و صفته و موضعه و قدره كشاة خصے وثنى سمين من الجنب مائة

باب بیع سلم کے بیان میں

بیع سلم کا جواز وثبوت

بیع سلم جائز ہے قرآن اور حدیث سے لیکن قرآن تو آیت مداینہ یعنی قول اللہ تعالیٰ کا یایھا الذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمی فاکتبوہ الایۃ حمل کیا اس کو عبداللہ بن عباسؓ نے اوپر بیع سلم کے روایت کیا اس کو حاکمؒ نے مستدرک میں اور صحیح کہا اس کو اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے کہ کہا ابن عباسؓ نے کہ شہادت دیتا ہوں میں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ نے حلال کیا سلم کو ایک میعاد معین تک اور اذن دیا اس کا اسی آیت سے اور بھی اخراج کیا اس کا شافعیؒ نے مسند میں اور طبرانیؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ آئے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے میں اور وہ لوگ سلف کرتے تھے یعنی بیع سلم کرتے تھے ۔ میووں میں برس کی اور دو برس کی تو فرمایا آپؐ نے جو شخص سلف کرے تم میں سے کسی میوے میں تو چاہئے کہ سلف کرے ایک ناپ معین اور ایک تول معین میں ایک مدت معین تک اور بہت سے آثار اور احادیث اس کی اباحت پر دلالت کرتے ہیں۔

(۱) بیع سلم کی تعریف

سلم کہتے ہیں بیع کو ایک شے کی اس طور پر کہ بیع دین ہو جاوے بائع پر اور قیمت نقد دی جاوے ساتھ شرائط معتبرہ کے (اور سلف بھی اس کو کہتے ہیں) تو مبیع کو مسلم فیہ اور ثمن کو راس المال اور بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہتے ہیں۔

(۲) بیع سلم کن چیزوں میں جائز ہے

اور صحیح ہے سلم ہر اس چیز میں جس کی قدر اور صفت معلوم ہو سکے بیان کر دینے سے۔ (اور جن چیزوں کی صفت اور قدر بیان سے معلوم نہ ہو سکے تو ان میں سلم جائز نہیں جیسے وہ چیزیں کہ عددی ہیں متفاوت جیسے خربزہ کدو مولی انار) جیسے جو چیزیں کہ ناپ کر بکتی ہیں پیمانے میں (مثلاً گیہوں چاول آٹا غلہ وغیرہ۔

☆ یا تل کر سوائے ثمن کے۔

فائدہ:۔ یعنی مثمن ہوں ثمن نہ ہوں مثمن اس چیز کو کہتے ہیں جو عوض میں ثمن کے آوے اور سوائے ثمن کی قید سے روپیہ اشرفی دراہم دنانیر نکل گئے کہ یہ بھی اگرچہ تل کر بکتے ہیں لیکن چونکہ ثمن ہیں خلقاً اور عرفاً اور مثمن نہیں ہوتے اس واسطے سلم ان میں جائز نہیں۔

☆ یا گز کی گنتی سے ناپ کر جیسے کپڑا جبکہ اس کا طول اور عرض اور سنگینی اور صفت بیان کر دیوے یا شمار ان چیزوں میں جو قریب قریب ایک سی ہوتی ہیں۔

فائدہ:۔ یعنی چھٹائی اور بڑائی میں ان کے بہت فرق نہیں ہوتا۔

☆ جیسے اخروٹ انڈے پیسے کچی پکی اینٹ ایک سانچے معین سے۔

فائدہ:۔ اور زرد آلو انجیر بھی ان ہی میں داخل ہیں درمختار۔

☆ اور صحیح ہے سلم سوکھی مچھلی نمک لگی ہوئی میں اور تازی مچھلی میں بھی جب اس کا موسم ہو۔ (بے موسم تازی مچھلی میں سلم درست نہیں مگر اس شہر میں جہاں ہمیشہ بکتی ہو) تول سے اور قسم معلوم سے (جیسے روہو وغیرہ) اور جائز ہے سلم طشت اور کانسے اور موزوں میں اگر ان کی پہچان بیان ہو سکے ورنہ نہیں جائز ہے۔ (اور اسی طرح ٹوپی اور جوتے وغیرہ)

(۳) بیع سلم کن چیزوں میں جائز نہیں ہے

اور نہیں جائز ہے سلم اس چیز میں جس کا قدر اور وصف معلوم نہ ہو مثل حیوانات کے (اور امام شافعیؒ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ وہ معلوم ہو سکتا ہے بیان سے قسم اور سن اور نوع اور صفت کے اور ہم کہتے ہیں کہ بعد بیان ان سب باتوں کے بھی اس میں تفاوت فاحش رہتا ہے دوسرے یہ کہ مذہب شافعیؒ کا صریح مخالف حدیث کے ہے روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں اور دار قطنیؒ نے سنن میں ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سلم سے حیوان میں کہا حاکمؒ نے حدیث **صحیح الاسناد و لم یخرجاہ** اور تفصیل فتح القدیر میں ہے) اور نہ سری اور کلے پایوں میں اور نہ کھالوں میں شمار کی رو سے اور نہ لکڑی کے گٹھوں میں اور نہ ترکاریوں کی گڈیوں میں واسطے تفاوت بہت کے پس اگر بیان کیا جاوے طول بندھن گٹھوں کا تو جائز ہو گا اور نہ جواہرات اور پرونے کی چیزوں میں (جیسے موتی پوت وغیرہ) اور نہ ساتھ ایک صاع معین یا گز معین کے کہ اس کا اندازہ معلوم نہ ہووے۔ (اس واسطے کہ احتمال ہے کہ وہ صاع یا گز تلف ہو جاوے وقت تسلیم مسلم فیہ تک تو پھر منازعت ہو گی) اور نہ کسی خاص گاؤں کے گیہوں یا کسی خاص درخت کی کھجور پر (اس واسطے کہ احتمال ہے کہ اس سال میں اس قریے میں کچھ پیدا نہ ہو یا اس درخت

میں کچھ نہ نکلے تو مسلم فیہ کی تسلیم پر قادر نہ ہوگا) اور نہیں جائز ہے سلم یہاں تک کہ مسلم فیہ موجود رہے بازار میں وقت عقد سے لے کر مدت معین تک تو اگر معدوم ہوگا مسلم فیہ وقت عقد کے اور موجود ہوگا مدت گزرنے پر یا موجود ہو عقد کے وقت اور معدوم ہووے مدت کے گزرنے پر یا بیچ میں دونوں وقتوں کے معدوم ہو جاوے تو سلم جائز نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک اگر مسلم فیہ مدت گزرنے کے وقت موجود ہوگا تو سلم جائز ہوگی۔

(اگر چہ وقت العقد مفقود ہو اور دلیل ہماری اصل اور ہدایہ میں مذکور ہے) اور نہیں جائز ہوتی ہے سلم گوشت میں۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اگر صفت اور جنس اور نوع اور سن اور مقام اور مقدار اس کی بیان کردیوے جیسے کہہ دیا کہ گوشت بکرے خصی دو برس کا موٹا پسلی کا سو سیر اور ائمہ ثلاثہ بھی صاحبینؒ کے متفق ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار۔

(۴) ومن شروطه بيان جنسه كبر اوشعير ونوعه كسقية اونجسية اى حنطة سقية اى التى تسقى منسوبة الى السقى والنجسية التى لاتسقى منسوبة الى الجنس وهو الارض التى تسقى بماء السماء سميت بذلک لانها منجوسة الحظ من الماء وصفته كجيد اوردى وقدره معلوما نحر كذا كيلا لاينقبض ولاينبسط فلايجعل الزنبيل كيلاً او وزناً واجله معلوماً هذا عندنا واما عندالشافعیؒ يجوز السلم فى الحال واقله شهر فى الاصح انما قال فى الاصح لانه قد قيل اقله ثلثة ايام و قيل اكثر من نصف يوم وقدر رأس المال فى الكيلى والوزنى والعددى فان العقد فيها يتعلق بالمقدار فلابد من بيان مقداره و هذا عندابى حنيفة وعندهما اذاكان راس المال معيناً لايحتاج الى بيان مقداره لان المقصود يحصل بالاشارة كما فى الثمن والاجرة ولابى حنيفة انه ربمايكون بعض رأس المال زيوفاً ولايستبدل فى المجلس فلولم يعلم قدره لايدرى كم بقى وربما لايقدر على تحصيل المسلم فيه فيحتاج الى رد رأس المال فيجب ان يكون معلوماً بخلاف مااذاكان رأس المال ثوبا معينا فان العقد لايتعلق بمقداره فلايجب بيان قدر رأس المال ثم فرع على هذه المسألة مسالتين فقال فلم يجز فى جنسين بلابيان رأس مال كل واحد منهما ولا بنقدين بلابيان حصة كل منهما من المسلم فيه

(۴) بیع سلم کی شرائط

سلم کے جائز ہونے کی چند شرائط ہیں ان کو معلوم کرنا چاہئے۔ اول بیان کرنا جنس مسلم فیہ کا مثلاً گیہوں ہے یا جو دوم بیان کرنا اس کی نوع کا کہ آدمی کے سیچے ہوئے یا بارانی سوم بیان کرنا اس کی صفت کا کہ عمدہ ہوں یا ناقص چہارم بیان کرنا مقدار معلوم کا ایک کیل مشہور سے جس کا مقدار معلوم ہووے۔ اور وہ کیل سکڑتا اور پھیلتا نہ ہووے جیسے زنبیل وغیرہ) یا بانٹ

معلوم و معین سے جس کا وزن معلوم ہووے پنجم مدت مسلم فیہ کے ادا کرنے کی۔ (ہمارے نزدیک سلم بغیر مدت کے جائز نہیں اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہے اور ہماری دلیل صاف وہ حدیث ہے ابن عباسؓ کی جس کو روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے اور اس میں الیٰ اجل معلوم موجود ہے) اور اقل مدت ایک مہینہ ہے صحیح قول میں اس واسطے کہ بعضوں کے نزدیک اقل مدت تین دن ہیں اور بعضوں کے نزدیک آدھے دن سے زیادہ۔ (درمختار میں ہے کہ فتویٰ اسی پر ہے کہ اقل مدت ایک

7

مہینہ ہے) ششم راس المال کی شناخت جب عقد متعلق ہو مقدار سے جیسے راس المال کیلی ہو یا وزنی یا عددی اس واسطے کہ عقدان چیزوں میں متعلق ہوتا ہے مقدار سے تو ضرور ہے بیان مقداراس کا (یہ کہ روپے اتنے ہیں یا غلہ اتنا ہے) اور یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جب راس المال معین ہوتو اس کے بیان مقدار کی ضرورت نہیں اس واسطے کہ مقصود حاصل ہو گیا اس کی طرف اشارہ کر دینے سے جیسے ثمن مبیع میں یا اجرت اجارے میں (کہ ثمن مبیع یا اجرت کی طرف اگر اشارہ کر دیا تو اس میں بیان مقدار ضرور نہیں) امام ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ راس المال کے روپے یا اشرفیاں کھوٹی ہوتی ہیں اور مجلس عقد سلم میں مسلم الیہ اس کو نہیں بدلتا ہے تو اگر اندازہ اور مقدار روپے وغیرہ کا معلوم نہ ہوگا تو یہ متحقق نہ ہوگا کہ کتنے روپے میں سلم باقی رہی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مسلم الیہ مسلم فیہ کی تسلیم پر وقت مدت گزر جانے کے قادر نہیں ہوتا سو اس کو رد کرنا راس المال کا لازم آتا ہے اور جب راس المال کا مقدار معلوم نہ ہوا تو منازعت واقع ہوگی ہاں اگر راس المال کوئی کپڑا معین ہووے تو اس کا مقدار بیان کرنا ضرور نہیں کیونکہ کپڑے میں عقد متعلق اس کی ذات سے ہوتا ہے نہ اس کی مقدار سے اب دو مسئلوں کی تفریع کرنا ہے چھٹی شرط تو جائز نہ ہوگی سلم دو جنسوں میں بغیر بیان راس المال ہر ایک جنس کے۔

فائدہ:۔ مثلاً دس درہم دیے اور سلم کی ایک کر میں گیہوں کے اور ایک کر میں جو کے اور یہ بیان نہ کیا گیہوں کے حصے کے کتنے روپے ہیں اور جو کے حصے کے کتنے تو یہ سلم جائز نہ ہوگی بوجہ معلوم نہ ہونے راس المال کے۔

☆ یا دو نقدوں میں بغیر بیان حصے ہر ایک کے مسلم فیہ سے (جیسے سلم کیا دراہم و دنانیر دیکر ایک کر میں گیہوں کے اور ایک کا حصہ معلوم ہے اور دوسرے کا معلوم نہیں کہ کتنا حصہ ہے مسلم فیہ سے)

(۵) و مكان ايفاء مسلم فيه ان كان لحمله مؤنة و مثله الثمن والاجرة والقسمة اى اذا كان المسلم فيه شيألحمله مؤنة يجب بيان مكان ايفائه عند ابى حنيفةؒ و عندهما يوفيه فى مكان العقد وعلى هذا الخلاف الثمن والاجرة اذاكان لحملهما مؤنة والقسمة اى اذااقتسماالدار و جعلامع نصيب احدهما شيئالحمله مؤنة (۶) ومالاحمل له يوفيه حيث شاء هوالاصح و فى رواية الجامع الصغير يوفيه فى مكان العقد. ثم لمافرغ من بيان شروط صحة السلم ذكر شرط بقائه فقال (۷) و قبض رأس المال قبل الافتراق شرط بقائه فلواسلم مائة نقداً ومائة ديناً على المسلم اليه فى كربر بطل السلم فى حصة الدين فقط اى لايشيع الفساد لان العقد صحيح وهذاالشرط شرط البقاء فيكون ضعيفاً (۸) ثم من تفاريع قبض رأس المال ان السلم لايجوز مع خيار الشرط و خيار الرؤية لانهما يمنعان تمام التسليم بخلاف خيار العيب فانه لايمنع تمامه فلواسقط خيارالشرط قبل الافتراق صح خلاف لزفرؒ

(۵) ساتویں شرط بیان مکان

ہفتم بیان مکان جہاں پر مسلم فیہ رب السلم کو ادا کیا جاوے گا اگر مسلم فیہ ایسی چیز ہو جس کی بار برداری اور مزدوری چاہئے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جہاں پر عقد سلم واقع ہوا اسی جگہ مسلم فیہ کا دینا لازم آوے گا اور اسی خلاف پر ہے ثمن اور اجرت اور قیمت جب ان میں بار برداری و مزدوری ہو۔

فائدہ:۔ ثمن کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے عوض مکیل یا موزوں کے قرض خرید کیا مدت معین کر کے تو امام صاحبؒ کے نزدیک مکان ادائے غلہ شرط ہے اور اجرت کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے گھر یا جانور کرایے کو لیا بعوض مکیل یا موزوں کے مدت مقرر کر کے تو امام صاحبؒ کے نزدیک مکان ایفائے اجرت شرط ہے اور قسمت کی یہ صورت ہے کہ دو شخصوں نے ایک گھر تقسیم کیا اور ایک شخص نے اپنے حصے سے زیادہ لیا اور بمقابلہ زائد مکیل یا موزوں کے دینے کا وعدہ کیا مدت معین کر کے تو امام صاحبؒ کے نزدیک بیان مکان ایفا شرط ہے برخلاف صاحبینؒ کے کذا فی الطحطاوی۔

(٦) ☆ اور جو مسلم فیہ ایسی چیز ہووے کہ اس میں باربرداری وغیرہ کی حاجت نہ ہووے تو جہاں چاہے مسلم فیہ رب السلم کو حوالے کر دے اور یہی قول اصح ہے اور جامع صغیر کی روایت میں جہاں پر عقد سلم ہوا ہے وہاں حوالے کرے۔

(۷) سلم کے باقی رہنے کی شرط

اور سلم کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ راس المال مسلم الیہ قبل ایک دوسرے کے جدا ہونے کے لے لیوے تو اگر سلم کیا کسی نے بعوض دوسو کے سو نقد اور سو قرض تھے مسلم الیہ پر ایک کر میں گیہوں کے تو باطل ہوگی سلم سو روپے قرض میں اور سو نقد میں صحیح ہو جاوے گی۔

فائدہ:۔ کر ہوتا ہے ساٹھ قفیز کا اور قفیز ہوتا ہے آٹھ مکول کا اور مکول ڈیڑھ صاع کا ہوتا ہے تو قفیز بارہ صاع کا ہوا اور کر سات سو بیس صاع کا۔

(۸) خیار شرط اور خیار رؤیت

اور سلم نہیں صحیح ہوتی اگر اس میں خیار الشرط ہو یا خیار الرؤیہ کیونکہ یہ دونوں مانع ہیں تمام تسلیم کے البتہ خیار العیب مانع نہیں ہے تمام تسلیم کا تو اگر ساقط کیا خیار الشرط کو قبل جدا ہونے متعاقدین کے صحیح ہو جاوے گی۔ (اور دلیل اس کی ہدایہ میں مذکور ہے)

(۹) و لم يجز التصرف فى رأس المال والمسلم فيه كالشركة والتولية قبل قبضه صورة الشركة ان يقول رب السلم لآخر اعطنى نصف رأس المال ليكون نصف المسلم فيه لك وصورة التولية ان يقول اعطنى ماعطيت المسلم اليه حتى يكون المسلم فيه لك و من صورة التصرف فى رأس المال ان يعطى بدل رأس المال شيأ اٰخر و من صورة التصرف فى المسلم فيه ان يعطى بدله شيا اٰخر ولاشراء شئ من المسلم اليه برأس المال بعد الا قالة حتى يقبضه قال النبى صلى الله عليه وسلم لاتاخذ الاسلمك اورأس مالك اى لاتأخذالاالمسلم فيه على تقديرالمضى على العقد اورأس مالك على تقدير اقالة العقد ولوشرى كراوامررب السلم بقبضه قضاء لم يصح لانه اجتمع صفقتان السلم وهذا الشراء فلا بدمن ان يجرى فيه الكيلان ولو امر مقرضه به صح اى لو استقرض براً فاشترى من اٰخربراً فامرالمقرض بقبض بره منه قضاءً لقرضه صح لان القرض عارية فكانه يقبض عين حقه يرد عليه ان مايقبضه فى السلم ايضاعين حقه لئلايلزم الاستبدال فاجاب فى الهداية بان مايقبضه فى السلم غير حقه لان الدين غير العين فانشرع و ان جعله عينه ضرورةً لئلايكون استبدالاً لكن لايكون عينه فى جميع الاحكام ففى وجوب الكيل لايكون عينه فيكون قابضاً هذا العين عوضاعن الدين الذى له على المسلم اليه وكذالوامررب السلم بقبضة له ثم

لنفسه فاکتاله له ثم لنفسه قوله و کذاای یصح فی هذه الصورة کما یصح فی الصورة الاولی و هی ماذااشتری المسلم الیه کراوامر رب السلم بان یقبضه لاجل المسلم الیه اولاً ثم لنفسه فاکتاله المسلم الیه ثم اکتاله لاجل نفسه یصح و انما یصح لانه قدجری فیه الکیلان

(۹) راس المال اور مسلم فیہ میں تصرف

راس المال اور مسلم فیہ میں قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف کرنا درست نہیں جیسے شرکت اور تولیہ صورت شرکت کی یہ ہے کہ رب السلم کسی شخص سے کہے تو مجھ کو نصف راس المال دیدے تا نصف مسلم فیہ تیری ہو جاوے اور صورت تولیہ کی یہ ہے کہ کہتے تو کل راس المال مجھے دے دے تا مسلم فیہ کل تیری ہو جاوے اور تصرف فی راس المال کی یہ صورت ہے کہ رب السلم راس المال کے بدلے میں کوئی اور چیز دیوے یا مسلم الیہ مسلم فیہ کے بدلے میں کوئی اور چیز ادا کرے اگر زید نے عمرو سے بیع سلم کی پھر اس کو اقالہ کیا تو زید عمرو سے اپنے راس المال کے بدلے میں کوئی دوسری چیز نہ لیوے بلکہ جو راس المال عمرو کو دیا ہے پھیر لیوے۔ فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ لے تو مگر مسلم فیہ یا راس المال۔

فائدہ:۔ یہ حدیث اس لفظ سے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے سنن میں ابوسعید خدریؓ سے عن ابراهیم بن سید ن الجوهری من اسلم فی شئ فلا یأ خذ الا ماسلم فیه او رأس ماله اور ضعیف کیا اس کو دارقطنیؒ نے بسبب عطیہ عوفی کے لیکن روایت کیا اس کو ابوداؤد ترمذی ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص سلم کرے کسی شے میں تو نہ پھیرے اس کو غیر میں مسلم فیہ کے اور یہ مقتضی ہے اس بات کو کہ نہ لے مگر اسی چیز کو اور حسن کہا اس کو ترمذیؒ نے اور کہا کہ نہیں پہچانتے ہم مرفوع اس کو مگر اسی طریقے سے اور عطیہ عوفی ضعیف کہا اس کو احمدؒ وغیرہ نے اور حسن کہا ترمذیؒ نے اس کی حدیث کو تو حدیث حسن ہے اور روایت کیا اس کو عبدالرزاق نے موقوفاً کہ فرمایا ابن عمرؓ نے جس وقت سلم کرے تو کسی شے میں تو نہ لے مگر راس مال اپنا یا وہ چیز کہ سلم کی ہے تو نے اس میں اور روایت کیا ابو الشعثار سے مثل اس کے کذافی فتح القدیر للشیخ ابن الهمام اور زفرؒ کا اس میں اختلاف ہے اور حجت ان پر یہی حدیث ہے۔

☆ زید نے عمرو سے ایک کر میں گیہوں کے سلم کی جب وعدہ گزرا تو عمرو نے ایک کر گیہوں کا بکر سے خرید کر کے قبل قبضے کے اور ناپ تول لینے کے زید کو حکم کیا کہ بکر سے جا کر وہ گیہوں لے لیوے بغرض ادائے مسلم فیہ کے تو جائز نہ ہوگا اس واسطے کہ یہاں دو عقد ہیں سلم اور شرا تو ضرور ہے کہ اس میں صاع بائع اور مشتری کے دونوں جاری ہوویں۔ (بدلیل اس حدیث کے جو اوپر گزری) اور قرض میں یہ صورت درست ہے مثلاً زید نے عمرو سے کچھ گیہوں قرض لیے بعد اس کے اتنے گیہوں زید نے بکر سے خرید کر کے عمرو کو حکم کیا کہ وہ گیہوں بکر سے اپنے قرضے کے ادا میں لے لیوے تو صحیح ہے۔

فائدہ:۔ دلیل اس کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے۔

☆ البتہ سلم میں بھی درست ہے اس طرح سے کہ عمرو زید سے کہے کہ تو گیہوں اپنی سلم کے بکر سے لے کر اول میری طرف سے وکالتاً اس پر قبضہ کر کے ناپ تول لے اور پھر اپنے واسطے قبضہ کر کے ناپ تول لے اس واسطے کہ اس صورت میں دونوں کے صاع جاری ہو گئے۔

فائدہ:۔ اور یہ صورت اوپر گزر چکی ہے۔

(۱۰) ولوكال المسلم اليه فى ظرف رب السلم بامره بغيبته اوكال البائع فى ظرفه اوفى ظرف بيته بامرالمشترى لم يكن قبضاً لان فى السلم لم يصح امررب السلم بالكيل لان حقه فى الدين لا فى العين فامره لم يضادف ملكه فالمسلم اليه جعل ملكه فى ظرف استعاره من رب السلم و فى البيع لم يصح امرالمشترى لانه استعارالظرف من البائع و لم يقبضه فيكون فى يدالبائع فكذاالحنطة التى فيه وانما قال بغيبته حتى لوكان حاضراً يكون قبضاً لانه فعله ينتقل اليه بخلاف كيله فى ظرف المشترى بامره اى اذااشترى حنطة معينة فامر المشترى البائع ان يكيله فى ظرف المشترى بغيبته ففعل يصير قابضاً لانه ملك العين بالشراء فامره صادف ملكه ولوكال الدين والعين فى ظرف المشترى ان بدأ بالعين كان قبضاً وان بدأ بالدين لاعندابى حنيفة اى إذااشترى الرجل من اخركرًا بعقدالسلم وكراً معيناً بالبيع فامرالمشترى البائع ان يجعل الكرين فى ظرف المشترى ان بدأ بالعين كان قبضاً اما فى العين فلصحة الامروا ما فى الدين فلا تصاله بملك المشترى و ان بدأ بالدين لايصير قبضاً لان الامرلم يصح فى الدين فلم يصرقا بضاً له فبقى فى يدالبائع فخلط ملك المشترى بملكه فصار مستهلكا عند ابى حنيفة فينتقض القبض والبيع وعندهما المشترى بالخياران شاء نقض البيع و ان شاء شاركه فى ا لمخلوط لان الخلط ليس باستهلاک عندهما

(۱۰) رب السلم یا مشتری کے حکم سے مسلم الیہ یا بائع کا ناپنا

اگر مسلم الیہ نے رب السلم کے حکم سے اس کی غیبت میں اس کے برتن میں مسلم فیہ کو ناپ دیا یا بائع نے حکم مشتری سے اس کی غیبت میں اپنے ظرف میں یا اپنے مکان کے ایک کونے میں مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ رب السلم اور مشتری کا نہ شمار کیا جاوے گا البتہ اگر بیع کی صورت میں بائع نے مشتری کے حکم سے مشتری کے ظرف میں اس کی غیبت میں مبیع کو ناپ دیا تو یہ قبضہ مشتری کا شمار کیا جاوے گا اگر ایک شخص نے حکم کیا بائع کو کہ ایک کر غلے کا سلم کی بابت اور ایک کر خرید کا دونوں میرے برتن میں ڈال دو تو اگر بائع نے پہلے خرید کا غلہ ڈالنا شروع کیا بعد اس کے سلم کا بھی ڈال دیا تو یہ مشتری کا قبضہ شمار کیا جاوے گا اور اگر پہلے سلم کا غلہ ڈالنا شروع کیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک مشتری کسی کا قابض قرار نہ دیا جاوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک مشتری مختار ہے چاہے بیع کو توڑ ڈالے چاہے اتنے مال میں بائع کا شریک ہو جاوے۔

(۱۱) ولواسلم امة فى كروقبضت فتقايلافماتت فى يده بقى و يجب قيمتها يوم قبضها اى اشترى كرابعقد السلم وجعل الامة رأس المال وسلم الامة الى المسلم اليه ثم تقايلا عقد السلم ثم ماتت الامة فى يدالمسلم اليه بقى التقايل فيجب قيمة الامة على المسلم اليه يردها الى رب السلم ولوماتت ثم تقايلاصح اى فى الصورة المذكورة ان كان الموت قبل التقايل صح التقايل وذلک لان صحة الاقالة تعتمد بقاء المعقود عليه وهو المسلم فيه وكذالمقايضة فى وجهيه اى اذاباع امة بعرض فهلک احدهما دون الاخر فتقايلاصح التقايل ولوتقايلاثم هلک احدهما بقى التقايل فقوله وكذاالى اخره تقديره بقى تقايل المقايضة و صح تقايلها فى كلاالوجهين امااالبقاء ففى صورة تقدم التقايل على الهلاک واما الصحة ففى صورة تاخره عنه بخلاف

الشراء بالثمن فيهما ای ان اشتری بالدراهم والدنانیر امة ثم تقایلاثم ماتت الامة فی یدالمشتری لم یبق التقایل ولوماتت ثم تقایل لایصح التقایل (۱۲) ولواختلف عاقداالسلم فی شرط الرداء ة والاجل فالقول لمدعیها ای قال المسلم الیه شرطنا الردیٔ وقال رب السلم لم نشترط شیئاً حتے یکون العقد فاسداً فالقول قول المسلم الیه لان رب السلم متعنت فی انکاره الصحة لان المسلم فیه زائد علی رأس المال عادةً فانکاره الصحة دعوی امریکون ضرراً فی حقه فکان متعنتا ولوادعی رب السلم شرط الرداء ة وقال المسلم الیه لم نشرط شیًا فالواجب ان یکون القول لرب السلم عند ابی حنیفةؒ لانه یدعی الصحة فالحاصل ان فی صورتین القول لمدعی الصحة عنده و عندهما القول للمنکر ولواختلفا فی الاجل فقال احدهما شرطنا الاجل وقال الاٰخرلم نشرط فایهما ادعیٰ الاجل فالقول قوله عند ابی حنیفةؒ لانه یدعی الصحة وعندهما القول للمنکر.

(۱۱) بیع سلم میں اقالہ

اگررب السلم نے ایک لونڈی راس المال میں دے کرسلم کیا اور مسلم الیہ نے اس لونڈی پرقبضہ کرلیابعداس کے دونوں نے اقالہ سلم کیااب وہ لونڈی مرگئی مسلم الیہ کے پاس تو اقالہ باقی رہے گا اور اس لونڈی کی قیمت جودن قبض کے تھی مسلم الیہ کو واپس کرنا پڑے گی اور اگر بعد موت کے اقالہ ہوا تو بھی یہی حکم ہے اس واسطے کہ صحت اقالہ موقوف ہے بقائے معقود علیہ پر اور وہ مسلم فیہ ہے۔ (یعنی اقالہ صحیح ہوجاوے گا اور مسلم الیہ کو قیمت اس لونڈی کی جو یوم القبض تھی دینا پڑے گی) یہی حکم ہے اگر لونڈی کو کسی اسباب کے بدلے میں بیچا اور لونڈی یا وہ اسباب تلف ہونے کے اول اقالہ کیا بعداس کے تلف ہوگیا تو اقالہ باقی رہے گا اور قیمت شے تلف شدہ کی دینا پڑے گی یا بعد تلف ہونے کے اقالہ کیا تو اقالہ صحیح ہوگا اور قیمت اس کی دینا ہوگی برخلاف خرید نے لونڈی کے عوض میں ثمن کے کہ اگر وہ لونڈی بعد اقالے کے مری تو اقالہ باطل ہوگیا اور اگر قبل اس کے مری بعد اقالہ ہوا تو اقالہ صحیح نہ ہوگا۔

(۱۲) شرط یا مدت میں اختلاف کا حل

اور اگر مسلم الیہ نے کہا کہ میں نے شرط کرلی تھی خراب گیہوں کی اور رب السلم نے کہا تو نے کچھ شرط نہیں لگائی تھی یا اس کا الٹا ہوا یا ایک کہے کہ مدت کی شرط ہوئی تھی اور دوسرا کہے کہ مدت کی شرط نہیں ہوئی تھی تو قول اسی کا معتبر ہوگا جو مدعی خراب گیہوں ٹھہرنے کا یا مدت قرار پانے کا ہوگا اور جو ان کا منکر ہوگا اس کا قول معتبر نہ ہوگا اس لئے کہ مدعی کے قول سے صحت سلم ہوتی ہے اور منکر کے قول سے فساد عقد کیونکہ سلم میں بیان صفت اور مدت ضرور ہے یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قول منکر کا معتبر ہوگا۔

ضمیمہ از ''آپ کے مسائل کا حل''

بیع سلم کی شرائط

اگر قیمت نقد ادا کردی جائے اور چیز مہینے دو مہینے کی میعاد پر دینی طے کی جائے بیع سلم کہلاتی ہے۔ اور یہ چند شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔

۱۔ جنس معلوم ہو۔ ۲۔ نوع معلوم ہو مثلاً فلاں قسم کی گندم ہوگی۔ ۳۔ وصف معلوم ہوا مثلاً اعلیٰ درجہ کی ہو یا درمیانی درجہ کی یا گھٹیا درجے کی۔ ۴۔ مقدار معلوم ہو۔ ۵۔ وصولی کی تاریخ مقرر ہو۔ ۶۔ جو رقم ادا کی گئی ہے اس کی مقدار معلوم ہو۔ ۷۔ اور یہ طے ہوجائے کہ یہ چیز فلاں جگہ سے خریدار اٹھائے گا۔

والاستصناع

(۱۳) باجل معلوم سلم تعاملوافيه اولاوبلا اجل فيما يتعامل كخف و قمقمة و طست صح بيعاً لاعدة الاستصناع ان يقول للصانع كالخفاف مثلا اصنع لی من مالک خفاً من هذا الجنس بهذه الصفة بكذافان اجل اجلاً معلوماً كان سلماً سواء جرى فيه التعامل اولافيعتبر فيه شرائط السلم وان لم يؤجل فان كان مما يجرى فيه التعامل صح بطريق البيع لابطريق العدة فان لم يجرفيه التعامل لايجوز. ثم ذكر فروع قوله انه بيع لاعدة فقال فيجبر الصانع علىٰ عمله ولايرجع الامر عنه والمبيع هو العين لا عمله فان جاء بما صنعه غيره او صنعه هو قبل العقد فاخذه صح ولايتعين له بلا اختياره فصح بيع الصانع قبل رؤية الآمر وله اخذه وتركه ولم يصح لايتعامل كالثوب اى اذالم يؤجل كما شرحناه

(۱۳) استصناع کی تعریف، حکم اور شرائط

اور استصناع یہ ہے کہ کوئی شخص کاریگر سے کہے کہ مجھ کو یہ چیز بنادے جیسے جوتے والے سے کہے کہ مجھ کو جوتا تیار کر دے اپنے پاس سے۔ (استصناع قیاساً ناجائز تھا کیونکہ بیع ہے معدوم کی لیکن بسبب تعامل یعنی آدمیوں کے رواج کے جائز ہے ہدایہ) تو اگر استصناع ایک مدت معین کے ساتھ ہے تو سلم ہو جاوے گا خواہ اس کا رواج ہو یا نہ ہو پس شرائط سلم کے اس میں معتبر ہوں گے اور اگر مدت نہ ہووے تو جس چیز میں رواج ہے جائز ہے جیسے موزہ طشت کاسہ تو یہ بیع ہے نہ وعدہ (حاکم شہید کے نزدیک استصناع ایک وعدہ ہے تو بائع جب بنا کر وہ شے لاتا ہے تو بیع ہو جاتا ہے بسبب تعاطی کے لیکن اکثر کے نزدیک ابتدا سے وہ بیع ہے) اور جب بیع ہوا تو کاریگر اس کے بنانے پر جبر کیا جاوے گا اور جس نے بنانے کا حکم کیا ہے وہ اپنے قول سے پھر نہیں سکتا اور بیع خود وہ چیز ہے نہ کام و محنت اس کی تو اگر کاریگر اپنے غیر کی بنائی چیز لایا یا اپنی بنائی لیکن قبل عقد کے بنائی تھی اور بنوانے والے نے اس کو لے لیا صحیح ہوگا اور مبیع متعین نہ ہوگی قبل اختیار کرنے بنوانے والے کے تو اگر قبل دکھانے بنوانے والے کے کاریگر نے اس کو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالا صحیح ہے اور جب بنوانے والے نے اس چیز کو دیکھا تو اس کو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لیوے۔

(اس واسطے کہ اس نے خریدی ایسی چیز جس کو نہیں دیکھا تھا اور اس کو اختیار ہوتا ہے جیسا گزرا خیار رؤیۃ میں) اور نہیں صحیح ہے استصناع بغیر بیان مدت کے اس چیز میں جس کا رواج نہیں ہے جیسے کپڑا وغیرہ۔

ضمیمہ از ”آپ کے مسائل کا حل“

درزی کے پاس بچا ہوا کپڑا کس کا ہے

بعض درزیوں کا کہنا ہے کہ گاہک تو خود پانچ یا چھ میٹر کپڑا جوڑے کے حساب سے لاتا ہے۔ اب اگر میں اپنے طور پر کٹنگ کر کے کپڑا بچالوں تو کوئی حرج نہیں ہے اور بعض اوقات ایک ہی گھر کے کئی کئی جوڑے ایک ہی رنگ کے ہوتے ہیں۔ چنانچہ کٹنگ کے اختتام پر زیادہ کپڑا بچ جاتا ہے جو کارآمد ہوتا ہے۔ یہ کپڑا جو بچا ہم اپنے گھر میں استعمال کر سکتے ہیں۔

درزیوں کا یہ استدلال غلط ہے اور جو کپڑا بچ جائے وہ مالک کا ہے۔ اس کو واپس کر دینا لازم ہے۔ اس کو خود استعمال کرنا یا کسی غریب کو دینا جائز نہیں، ورنہ چوری اور خیانت کا گناہ ہوگا۔

مسائل شتی

(۱) صح بیع الکلب والفهد والسباع علمت اولا هذا عندنا وعندا بی یوسفؒ لایجوز بیع الکلب العقور و عند الشافعیؒ لایجوز بیع الکلب اصلاً بناءً علےٰ انه نجس العین عنده و عندنا انما یجوز بناءً علےٰ الانتفاع به وبجلده (۲) والذمی فی البیع کالمسلم الافی الخمر والخنزیر (۳) وهما فی عقدالذمی کالخل والشاة فی عقدالمسلم حتی یکون الخمر من ذوات الامثال والخنزیر من ذوات القیم (۴) ومن زوج مشتریته قبل قبضها صح فان و طیت فقد قبضت والافلا ای بمجرد التزویج لایکون قابضاً والقیاس ان یصیر قاضباً لانها تعیبت بالتزویج وجه الاستحسان ان التعییب الحقیقے استیلاء علےٰ المحل فیکون قبضاً بخلاف التعییب الحکمی

باب مسائل متفرقہ بیع کے بیان میں فائدہ: کھلونوں کی بیع

بیل یا گھوڑا مٹی کا خرید الڑکے کے جی لگنے کے واسطے تو یہ بیع صحیح نہیں اوراس کی کچھ قیمت نہیں اوراس کے تلف کرنے والے پر تاوان نہیں اور قول ضعیف یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور تلف کرنے والے پر اس کے ضمان ہے اور مجتبیٰ کی کتاب الحظر کے آخر میں ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ کھلونے کی بیع اور لڑکوں کا اس سے کھیلنا جائز ہے۔ درمختار

(۱) کتے، چیتے اور درندوں کی بیع

صحیح ہے بیع کتے کی اور چیتے کی اور درندوں کی برابر ہے کہ سکھائے ہوئے ہوں یا بے سکھائے ہوئے۔

فائدہ:۔ جس درندے کو شکار کی تدبیر اور آداب سکھا لیتے ہیں تو اس کو معلم کہتے ہیں ورنہ غیر معلم تو مطلب مصنفؒ کا یہ ہے کہ کتا خواہ چیتا جو درندہ ہو خواہ معلم ہو یا نہ ہو بیع اس کی درست ہے اور یہ ہمارا مذہب ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بیع اس کتے کی درست نہیں ہے جو کٹتا ہے اور نزدیک شافعیؒ کے کسی کتے کی بیع درست نہیں اس واسطے کہ روایت کی ابن حبانؒ نے صحیح میں ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حرام سے ہے زانیہ کی خرچی اور قیمت کتے کی اور کمائی پچھنے لگانے والے کی اور روایت کی شیخینؒ نے ابو مسعود انصاریؒ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتے کی قیمت لینے سے اور خرچی سے فاحشہ کی اور کمائی سے فال نکالنے والے کی اور روایت ہے ابوالزبیرؓ سے کہ پوچھا میں نے جابر رضی اللہ عنہ سے قیمت لینے سے بلی اور کتے کی پس کہا کہ منع فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اس کو مسلمؒ اور نسائیؒ نے اور اس واسطے کہ کتا نجس العین ہے اور نجاست سے ذلت اس کی لازم ہوئی اور بیع سے اعزاز اس کا لازم آتا ہے تو ناجائز ہوگی دلیل ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا ترمذیؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے کتے کی مگر شکاری کی اور ضعیف کہا اس حدیث کو ترمذیؒ نے اور کہا کہ یہ حدیث جابرؓ سے بھی مرفوعاً مروی ہے اور اسناد اس کی صحیح نہیں اور احادیث صحیحہ میں اس کا استثناء مذکور نہیں ہم کہتے ہیں کہ روایت کی ابو حنیفہؒ نے مسند میں ہیثمؒ سے انہوں نے عکرمہؒ سے انہوں نے ابن عساکرؒ سے کہ رخصت دی تھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت میں کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہے اس واسطے کہ ہیثم ذکر کیا اس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور روایت کی بیہقیؒ نے مثل اس کے جابرؓ سے اس کی اسناد میں بھی ہیثمؒ ہے لیکن ہیثم باتفاق

محققینؒ ثقہ ہے توثیق کی اس کی ابن سعدؒ اور دارقطنیؒ نے اور اخراج کیا اس سے ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں اور روایت کی دارقطنیؒ نے ابوالزبیرؒ سے انہوں نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ منع کیا حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیمت سے بلی کی اور کتے کی مگر شکاری کتے کی اور روایت کی طحاویؒ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ نے حکم کیا ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس روپے کا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھے کا اور روایت کی طحاویؒ نے عبداللہ بنؓ المعقد سے کہا کہ حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قتل کتوں کے پھر فرمایا کیا کرتے ہیں میرا کتے اور رخصت دی شکاری کتے میں اور حدیث ابوہریرہؓ کی ابتدائے اسلام میں تھی پھر منسوخ ہوگئی کیونکہ خود مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پچھنے لگانے اور دی حجام کو اجرت اور اگر یہ حرام ہوتا تو آپ کبھی اجرت نہ دیتے روایت کیا اس کو شیخینؒ نے ابن مسعودؓ سے اور نجاست عین ہونا کتے کا مسلم نہیں اس واسطے کہ اس سے نفع لیا جاتا ہے بطور حراست کے اور شکار کے حاصل کلام یہ ہے کہ حدیث نھی عن ثمن کلب پہلے عام تھی اور پھر کلب صید اور زراعت کا اس سے مخصوص ہوا تو اب وہ عام ظنی ہوگیا اور عام ظنی کی دوبارہ تخصیص جائز ہے۔ قیاس سے مگر اس صورت میں لازم آتا ہے کہ کتے کاٹنے والے یا ضرر پہنچانے والے کی بیع بالکل جائز نہ ہووے جیسا مذہب ابو یوسفؒ کا ہے تاکہ اس حدیث عام کے نیچے کوئی فرد باقی نہ رہے نہ یہ کہ مطلقاً بیع کتے کی درست ہو جاوے جیسا کہ مروی ہے امامؒ سے واللہ اعلم ہکذا فی فتح القدیر وشرح المسند للامامؒ

(۲) ذمی کی بیع

اور ذمی بیع میں مثل مسلمان کے ہے۔ الا شراب اور سور کی بیع کہ ذمی کو درست ہے اور مسلمان کو نادرست۔

فائدہ:۔ صحیح مسلمؒ میں مروی ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے حرام کیا شراب کے پینے کو اس نے حرام کیا اس کی بیع کو اور ایسا ہی مروی ہے امام محمدؒ کے آثار میں۔

(۳) ذمی کے لئے شراب اور خنزیر سرکہ وبکری کی طرح ہے

تو شراب ایسی ہے ذمی کے حق میں جیسے سرکہ ہمارے نزدیک اور سور ذمی کے حق میں جیسے بکری ہمارے نزدیک تو خمر مثلی ہے اور سور ذوات القیم سے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر ذمی نے ذمی کی خمر تلف کر ڈالی تو اس کے عوض میں خمر دلائی جاوے گی کیونکہ خمر مثلی ہے یعنی ان چیزوں میں سے ہے ذمیوں کے حکم میں کہ ان کے تلف کر دینے سے مثل اس کا لازم آتا ہے اور سور ذوات القیم سے یعنی ان چیزوں میں سے ہے جن کے تلف کر دینے سے قیمت لازم آتی ہے تو اگر ذمی نے سور دوسرے ذمی کا ہلاک کیا اس صورت میں ان کے یہاں جو اس سور کی قیمت ہوگی دلائی جاوے گی نہ دوسرا سور جیسا ہمارے یہاں سرکہ مثلی ہے اور بکری ذوات القیم سے۔

(۴) قبضہ سے پہلے لونڈی کا نکاح کر دینا

زید نے ایک لونڈی خریدی اور قبل قبضے کے اس کا نکاح عمرو سے کر دیا تو نکاح صحیح ہے اب اگر عمرو نے اس سے وطی کی تو یہ قبضہ زید کا شمار کیا جاوے گا نہ فقط نکاح کر دینا۔

فائدہ:۔ تو اگر بیع ٹوٹ گئی قبض سے پہلے تو نکاح باطل ہوگیا۔ ابو یوسفؒ کے قول میں اور یہی مختار ہے درمختار۔

(۵) ومن شریٰ شیئاً وغاب غیبة معروفةً فاقام بائعه بینة انه باعه منه لم یبع فی دینه ای فی ثمن المبیع بل یطلب الثمن من المشتری ان کان مکانه معلوما وان جهل مکانه بیع ای بیع ولو فی الثمن (٦) وان اشتریٰ اثنان وغاب واحد فللحاضردفع ثمنه و قبضه و حبسه ان حضر الغائب الی ان یاخذحصته هذا عند ابی حنیفةؒ و محمدؒ وذلک لانه مضطر لایمکنه الانتفاع بنصیبه الاباداء جمیع الثمن فاذا اداه لم یکن متبرعافان حضرالغائب لایاخذ ہ حصته الاوان یسلم ثمن حصته الی شریکه و عند ابی یوسفؒ هو متبرع فی اداء حصته شریکه لانه دفع دین غیره بغیر امره (۷) وان اشتری بالف مثقال من ذهب و فضة یجب من کل نصفه (۸) و فی بالف من الذهب والفضة یجب من الذهب مثا قیل و من الفضة دراهم وزن سبعة وزن السبعة قد سبق فی کتاب الزکوٰة

(۵) مشتری کا غائب ہوجانا

اور اگر زید نے عمرو سے ایک غلام خریدا اور زید قبل ادائے ثمن کے اور قبل قبضہ کرنے کے غلام پر غائب ہوگیا اور بائع نے گواہ قائم کئے اس بات پر کہ یہ غلام میں نے زید کے ہاتھ بیچا ہے تو اگر اس کا ٹھکانا معلوم ہے تو وہ غلام واسطے ادائے ثمن کے نہ بیچا جاوے گا بلکہ ثمن مشتری سے جہاں ہوگا اس سے طلب کی جاوے گی اور اگر مشتری ایسا غائب ہے کہ اس کا ٹھکانا معلوم نہیں اس صورت میں وہ غلام بیچا جاوے گا اور اس کی قیمت سے ثمن بائع ادا کی جاوے گی۔

فائدہ:۔تو اگر قیمت ثمن سے بڑھ جاوے تو زیادتی کو رکھ چھوڑیں گے جب مشتری حاضر ہوگا اس کو حوالے کی جاوے گی اور اگر قیمت ثمن سے کم نکلی تو بائع اس کا پیچھا کرے جب اس کو پاوے تو اس سے لے لیوے اور اگر مشتری غائب ہو بعد قبضے کے تو قاضی بائع کی نالش کو نہ سنے کیونکہ بائع کا حق مبیع سے متعلق نہ رہا اور مبیع کے مانند مرہون ہے یعنی اگر راہن ایسا غائب ہوا کہ اس کا ٹھکانا معلوم نہیں اور مرتہن نے اپنے دین کے واسطے بیع مرہون کی نالش کی قاضی کے پاس تو سزاوار یہ ہے کہ بیع اس کی جائز ہے کذافی الدرالمختار والطحاوی۔

(٦) ایک شریک کا غائب ہونا

اور اگر دو شخصوں نے ایک چیز خرید کی اور ان میں سے ایک شخص غائب ہوا۔ (یعنی اس طرح پر کہ اس کا مکان معلوم نہیں نہر) تو شخص حاضر کو کل ثمن کا دے دینا اور کل مبیع پر قبضہ کرنا اور اس کو روک رکھنا یہاں تک کہ شخص غائب اپنے حصے کی ثمن ادا کرے درست ہے۔ طرفینؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو روک رکھنا کل مبیع کا جب شخص غائب حاضر ہووے درست نہیں۔

فائدہ:۔طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ شخص حاضر ناچار ہے اس کو نفع اٹھانا بیع سے ممکن نہیں جب تک کل ثمن ادا نہ کرے تو جس وقت اس نے کل ثمن ادا کر دی تو متبرع نہ ہوگا تو جب غائب حاضر ہوا تو نہ لے گا حصہ اپنا جب تک ثمن اپنے حصے کی ادا نہ کرے اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ شخص حاضر متبرع ہے اپنے شریک کے حصے کی ثمن کے ادا کرنے میں اس لئے اس نے بغیر حکم غائب کے اس کا حصہ ثمن ادا کیا ہے تو جب وہ حاضر ہوگا تو اس سے حصہ ثمن کو پھیر نہیں سکتا اور نہ مبیع کو روک سکتا ہے اور فتویٰ طرفینؒ کے قول پر ہے ہدایہ۔

(۷) ہزار مثقال سونے اور چاندی کے عوض بیچنا

کوئی چیز بیچے ہزار مثقال سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہوں گے تو پانچ سو مثقال ہر ایک کے واجب ہوں گے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مثقال چاندی اور سونے دونوں کی ہوتی ہے تو جب مثقال کی اضافت دونوں کی طرف برابر ہوئی تو پانچ سو مثقال سونا اور پانچ سو مثقال چاندی واجب ہوئی مشتری پر بسبب عدم ترجیح کے۔

(۸) ہزار کے سونے اور چاندی کے عوض بیچنا

اور جو کوئی چیز بیچے بعوض ہزار کے سونے اور چاندی سے تو سونا اور چاندی نصفا نصف ہوگی تو سونے کے نصف سے مثقال مراد ہوں گے اور چاندی کے نصف سے دراہم وزن سبعہ والے۔

فائدہ:۔ یعنی وہ دراہم جو دس درم سات مثقال کے ہوتے ہیں وزن میں اور ذکر اس کا کتاب الزکوٰۃ میں گزرا اس واسطے کہ یہی متعارف ہے تو پانچ سو مثقال سونا اور پانچ سو دراہم اس صورت میں لازم آویں گے۔

(۹) ولوقبض زیفاً بدل جیدجاهلاًبه و انفق او نفق ای هلک فهو قضاء عندهما و عند ابی یوسفؒ یردمثل زیفه و یرجع بجیده لان حقه فی الوصف مراعیً ولا قیمة له فوجب المصیر الی ماذکرنا قلنا الزیف من جنس حقه ووجوب ردالزیف علیه لیأخذالجید ایجاب له علیه ولم یعهدفی الشرع مثله یرد علیه ان مثل هذا فی الشرع کثیر فان جمیع تکالیف الشرع من هذا القبیل لانها ایجاب ضرر قلیل لاجل نفع کثیر (۱۰) ولوفرخ او باض طیر فی ارض او تکسر ظبی فیها فهو للاٰخذ ای لایکون لصاحب الارض لان الصید لمن اخذ والمراد بتکسرالظبی انکساررجله وانما قال تکسر لانه لو کسرها احد یکون له لا للاٰخذوفی بعض الروایات تکنس ای دخل فی الکناس وهوما واه بخلاف ماذا اعد صاحب الارض ارضه لذلک وبخلاف ما اذا عسل النحل فی ارضه کصید تعلق بشبکة نصبت للجفاف ودرهم ودنانیر او سکرنثر فوقع علی ثوب لم یعدله و لم یکف حتی ان اعدالثوب لذلک فهو لصاحب الثوب وکذا ان لم یعدله لکن لما وقع کفه صار بهذاالفعل له

(۹) قرضہ میں کھوٹے سکے لوٹانا

ایک شخص کے کچھ روپے کھرے جو دوسرے پر آتے تھے اور مدیون نے دائن کو کھوٹے ادا کئے اور دائن کو معلوم نہ ہوا اس نے خرچ کر ڈالے یا اس کے پاس سے تلف ہو گئے تو اس کا حق ادا ہو گیا۔ طرفینؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اس قسم کے زیوف مدیون کو پھیر کر کھرے لے لیوے۔

فائدہ:۔ زیوف جمع زیف کی ہے زیف وہ روپیہ ہے جس کو تاجر لے لیویں اور خزانہ اسلام میں نہ لیا جاوے اور اگر وہ روپئے ستوقہ یا بنہرجہ ہوں تو باتفاق ویسے پھیر کر کھرے لیوے اور اسی پر فتویٰ ہے ستوقہ وہ درم ہے جس پر چاندی کا پتر ہو اور بنہرجہ وہ درہم جو دارالضرب سلطانی میں نہ بنا

ہووے یا جس کو تاجر بھی نہ لیویں درمختار۔

(۱۰) آزاد پرندے ہرن شہد کی مکھی اور لٹائی ہوئی مٹھائی

اگر پرندے نے انڈے یا بچے دیئے ایک شخص کی زمین پر یا ہرن کا پاؤں اس کی زمین میں جا کر خود بخود ٹوٹ گیا تو جو ان کو پاوے گا اس کی مملوک ہو جاویں گے نہ صاحب زمین کی اس لئے کہ صید کا مالک وہی ہوتا ہے جو اس کو پکڑے البتہ اگر صاحب زمین نے زمین کو اپنی اسی واسطے تیار کیا ہو تو وہ صاحب زمین کے ہوں گے اور جو مکھی نے چھتا لگا یا کسی کی زمین میں تو وہ اس کا مالک ہوگا خواہ اس نے اپنی زمین شہد کے چھتا لگانے کے واسطے تیار کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر شکار پھنس گیا اس میں جو پھیلایا گیا تھا خشک کرنے کے واسطے یا دراہم اور مٹھائی اچھالی گئی لٹانے کے واسطے اور کسی کے کپڑے پر جا پڑی تو وہ اس کا مالک نہ ہوگا بلکہ جو پاوے گا اسی کو ملے گی البتہ اگر کپڑے والے نے پہلے سے اپنا کپڑا اسی کے واسطے پھیلا رکھا تھا تو اس کو ملے گی یا اس نے اس لئے پھیلا نہیں رکھا تھا لیکن جب دراہم اور شکر اس میں واقع ہوئی تو اس کپڑے کو بند کر لیا اس فعل سے بھی اسی کی ہو جاوے گی۔

فوائد

(۱) بندر سے مسخرا پن کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن وہ مانع بیع نہیں بلکہ اس کی بیع مکروہ ہے چنانچہ انگور کا نچوڑا پانی اس شخص کے ہاتھ بیچنا جو شراب بناتا ہے اور کتے کا پالنا اور رکھنا درست نہیں مگر چور وغیرہ کے خوف سے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

(۲) اور کتے کے مانند باقی درندے ہیں اور کتے کا پالنا شکار اور بھیڑ بکری اور کھیت کی حفاظت کے واسطے بالاتفاق درست ہے۔

(۳) اقل قیمت بیع ایک پیسہ ہے تو جو چیز مالیت میں ایک پیسے سے بھی کم ہوگی چنانچہ ایک ٹکڑا روٹی کا اس کے عوض میں بیع جائز نہیں۔

(۴) بیچنا ان پرند جانوروں کی بیٹ کا جن کا گوشت حلال ہے درست ہے مگر اس قدر بیٹ ہو کہ اس کی قیمت ایک پیسہ ہو جاوے۔

(۵) اور جائز نہیں بیع زمین کے کیڑوں کی جیسے چھپکلی بچھو، گوہ، گبریلا البتہ جونک کی بیع درست ہے اس واسطے کہ لوگ اس کو مال جانتے ہیں اور خون نکالنے کے علاج میں اس کی حاجت ہے۔

(۶) اور دریا کے جانوروں میں سے سوائے مچھلی کے اور کسی کی بیع جیسے کیکڑا وغیرہ درست نہیں البتہ فتاویٰ قنیہ میں لکھا ہے کہ جو جانور قیمت دار ہیں جیسے سقنقور اور کھال خز کی اور پانی کا اونٹ بشرطیکہ زندہ ہو تو بیع اس کی درست ہے۔

(۷) اور سانپوں کی بیع اگر ان سے فائدہ حاصل ہو دواؤں میں تو فقیہ ابواللیثؒ نے اس کو جائز رکھا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر نفع اور صحت مرض منحصر ہو جاوے ان میں تو جائز ہے۔

(۸) اور نہایہ اور تہذیب میں ہے کہ بیمار کو پینا پیشاب اور خون اور کھانا مردے کا واسطے دوا کے درست ہے جب کوئی طبیب مسلمان حاذق اس سے کہہ دیوے کہ اس چیز میں تیری شفا ہے اور ادویہ مباح میں کوئی چیز قائم مقام اس کے نہ ملے اور اگر طبیب یہ کہے کہ اس چیز میں جلدی شفا ہوگی تو اس میں دو قول ہیں اسی طرح شراب کے پینے میں بھی بعذر مرض لاعلاج درصورت کہنے طبیب مسلم حاذق کے اختلاف ہے لیکن حدیث صحیح میں مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری شفا نہیں کی اس چیز میں جو تم پر حرام کی۔

(۹) اور نجس تیل کی بیع درست ہے اور اس کو جلانا جائز ہے سوائے مسجد کے اور مکانوں میں۔

(۱۰) کافر کو خرید مسلمان غلام یا مصحف مجید کی درست ہے لیکن جبر کیا جاوے گا پھر اس کی بیع پر اسی طرح اگر کافر کا غلام مسلمان ہو جاوے تب بھی اس غلام کی بیع پر کافر کو جبر کریں گے۔

(۱۱) ایک درخت خرید کیا جڑ سمیت اور جڑ سے اس کے اکھاڑنے میں بائع کا ضرر ہے تو اس کو کاٹ لے زمین کے اوپر سے جہاں سے بائع کو ضرر نہ ہووے اور اگر اس کے ساقط ہونے سے کوئی دیوار گر جاوے تو درخت کا اکھاڑنے والا اس کا تاوان دے جو اس کے اکھاڑنے سے پیدا ہو درمختار و ردمختار۔

کتاب الصرف

(۱) هو بیع الثمن بالثمن جنساً بجنس او بغیر جنس کبیع الذهب بالذهب وبیع الفضة بالفضة و بیع الذهب بالفضة (۲) وشرط فیه التقابض قبل الافتراق (۳) وصح بیع الذهب بالفضة بفضل وجزاف لا بیع الجنس بالجنس الامساویاً وان اختلفا جودة وصیاغة وانما ذکر الفضل والجزاف ولم یذکر التساوی لانه لاشبهة فی جواز التساوی بل الشبهة فی الفضل والجزاف فذکرهما (۵) ولاالتصرف فی ثمن الصرف قبل قبضه فلو اشتریٰ به ثوباً فسدشراء الثوب ای لواشتریٰ بثمن الصرف قبل قبضه ثوبا فسد شراء الثوب

کتاب بیع صرف کے بیان میں

بیع صرف کی تعریف

(۱) بیع صرف کہتے ہیں ثمن کے بیچنے کو بدلے میں ثمن کے خواہ جنس کے ساتھ ہووے مثلاً سونے کو بدلے میں سونے کے یا چاندی کو بدلے میں چاندی کے یا غیر جنس کے ساتھ جیسے سونے کو بدلے میں چاندی کے فروخت کرے۔

(۲) بیع صرف کی شرط

شرط ہے بیع صرف میں کہ بائع اور مشتری کا قبضہ بدلین پر مجلس عقد میں ہو جاوے قبل افتراق عاقدین کے۔

فائدہ:۔ یعنی دونوں بدلوں پر ہر ایک قبضہ کر لیوے مجلس عقد میں ہاتھ سے نہ فقط تخلیہ سے درمختار بدلیل اس حدیث کے جو گذری باب الربوا میں کہ بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے برابر اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے اور زیادتی سود ہے اور روایت کی مالکؒ نے مؤطا میں حضرت عمرؓ سے کہ نہ بیچو سونے کو بدلے میں سونے کے مگر برابر برابر اور نہ بیچو سونے کو بدلے میں چاندی کے اس طرح کہ ایک حاضر ہو اور دوسرا غائب اور اگر دوسرا مہلت مانگے اتنی کہ داخل ہو گھر اپنے میں تو نہ دے مہلت اس کو مگر دست بدست ادھر لے ادھر دے اور میں خوف کرتا ہوں تم پر بیاج کا اور بدلیل اس بات کے کہ دونوں میں سے ایک کا قبضہ پہلے ضرور ہے تو نہ ہو جاوے بیع ادھار کی بدلے میں ادھار کے اس واسطے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اس کو ابن عمرؓ سے اسحاقؒ نے اور بزارؒ نے پھر جب ایک نے قبضہ کیا تو دوسرے کا بھی قبضہ ضرور ہے تاکہ مساوات اور برابری حاصل ہووے اور مراد اس سے یہ ہے کہ قبل قبضے کے ہر ایک کا بدن دوسرے کے بدن سے جدا نہ ہووے تو اگر دونوں ساتھ چلے جاتے ہیں ایک ہی طرف یا دونوں اسی مجلس میں سو رہے یا بیہوش ہو گئے یا کشتی میں سوار دونوں چلے جاتے ہیں تو بیع صرف باطل نہ ہو گی

بدلیل اثر ابن عمرؓ کے کہ اگر کوئی کودے چھت سے تو کود ساتھ اس کے کہا ابن الہمام نے کہ یہ حدیث غریب ہے نہایت درجے کی کتب حدیث سے میں کہتا ہوں روایت کیا اس کو محمدؒ نے آثار میں اور امامؒ نے اپنی مسند میں۔

(۳) سونے کی بیع چاندی کے عوض میں

اور سونے کو چاندی کے عوض زیادتی سے اور اٹکل اور تخمین کے ساتھ بھی درست ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ جنس بدل گئی تو زیادتی اس میں حقیقۃً اور احتمالاً جائز ہے لیکن قبضہ کرنا مجلس عقد میں بدلین پر یہاں بھی ضرور ہے۔

(۴) سونے چاندی کی بیع ہمجنس کے عوض

اور سونے کی بیع سونے کے ساتھ یا چاندی کی چاندی کے ساتھ کمی بیشی کے ساتھ درست نہیں بلکہ برابر چاہئے اگرچہ عمدگی اور صنعت زرگری میں مختلف ہوں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ باب الربوا میں یہ بات گزر چکی کہ جید اور ردی سب برابر ہیں۔

(۵) قبضہ سے قبل ثمن میں تصرف

بیع صرف میں قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن میں تصرف کرنا درست نہیں مثلاً ایک دینار دس درم کے بدلے میں بیچا اور ابھی اس درم پر قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کے عوض میں ایک کپڑا خرید لیا تو اس تھان کی بیع فاسد ہوگئی۔

(٦) ومن باع امة تعدل الف درهم مع طوق الف بالفين و نقد من الثمن الفا او باعها بالفين الف نسيئة والف نقد (٧) اوباع سيفاً حليته خمسون و تخلص بلاضرر بمائة و نقد خمسين فما نقد ثمن الفضة و هوالا لف فى بيع الامة والخمسون فى بيع السيف سكت او قال خذهذامن ثمنها اما اذا سكت فظاهرلانه لما باع فقد قصد الصحة ولاصحة الا بان يجعل المقبوض فى مقابلة الفضة واماذاقال خذهذامن ثمنهما فانه ليس معناه خذهذا علىٰ انه ثمن مجموعهما لان ثمن المجموع الفان فى الجارية والمائة فى السيف فمعناه خذهذاعلىٰ انه بعض ثمن مجموعهما و ثمن الفضة بعض ثمن المجموع فيحمل عليه تحرياً للجواز فان افترقا بلاقبض بطل فى الحليةفقط و ان لم يتخلص بلاضرر بطل اصلاً اى ان لم يكن يتخلص الحلية من السيف بلاضرر وافترقابلاقبض بطل فى كليهما ووجدت على حاشية نسخة المصنفؒ مع علامته صح لكن لا بخط المصنفؒ هذا الا لحاق وهووهذا التفصيل اذاكان الثمن اكثرمن الحلية فان لم يكن لا يصح فقوله و ان لم يكن يشمل ما اذا كان الثمن مساويا للحلية او اقل منها او لايدرى فانه لا يجوز البيع اما لتحقق الربوا اوالشبهة

(٦) لونڈی کی بیع طوق سمیت

زید نے ایک لونڈی جس کی قیمت ہزار روپیہ تھی اور اس کے گلے میں ہزار روپے کا طوق تھا دو ہزار روپے کو عمرو کے ہاتھ بیچی اور ہزار روپے نقد وصول کئے یا دو ہزار کو بیچی ہزار نقد اور ہزار ادھار پر اور ہزار نقد وصول کئے اور بعد اس کے بائع اور مشتری جدا ہوگئے تو یہ ہزار روپے قیمت اس طوق کی ہوں گے۔ (یعنی ہزار جو نقد وصول ہوئے ہیں وہ طوق کی قیمت

میں شمار کئے جاویں گے اس واسطے کہ طوق میں یہ بیع صرف ہے اور اس میں تقابض بدلین شرط ہے۔ برابر ہے کہ مشتری ہزار روپے دینے کے وقت چپ رہا ہو یا یہ کہہ دیا ہو کہ اس ہزار روپے کو تو دونوں کی ثمن میں سے لے اس واسطے کہ وقت سکوت کے ظاہر ہے کہ اس نے اس بیع سے قصداس کے صحیح ہونے کا کیا تھا اور بیع مذکورہ صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ ہزار بمقابلہ چاندی مقبوض نہ ہوں اور دوسری صورت میں اس کلام کے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ دونوں میں سے ایک کی ثمن لے البتہ اگر مشتری صاف کہہ دے گا کہ یہ ہزار روپے لونڈی کی ثمن ہیں خاص تو بیع طوق میں فاسد ہو جاوے گی۔

(۷) تلوار کی بیع زیور سمیت

اسی طرح اگر ایک تلوار بیچی جس میں پچاس روپیہ کا زیور ہے سو روپے کو اور پچاس نقد وصول کئے تو یہ زیور کے دام سمجھے جاویں گے تو اگر بائع اور مشتری جدا ہو گئے بغیر قبض ثمن کے تو بیع زیور میں فقط باطل ہوگی اگر وہ زیور تلوار سے بدون ضرر کے علیحدہ ہوسکتا ہے ورنہ دونوں میں باطل ہو جاوے گی جاننا چاہئے کہ بیع اس تلوار کی جس میں زیور ہو اس ثمن کے عوض میں درست ہے جو زیور سے زیادہ ہوتا بعض ثمن بمقابلہ زیور اور بعض بمقابلہ تلوار ہووے اور اگر ثمن برابر ہو زیور کے یا کم ہو زیور سے یا کچھ معلوم نہ ہو تو بیع جائز نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اگر کم یا برابر ہے تو سود ہو گیا کیونکہ مشتری کو تلوار مفت پڑی اور اگر معلوم نہیں کہ زیادہ یا کم یا برابر ہے تو بھی شبہ سود کا ہے۔

(۸) ومن باع اناء فضة و قبض بعض ثمنه ثم افترقاصح فيما قبض فقط و اشتركافى الاناء اى صح البيع فيماقبض ثمنه و فسدفيما لم يقبض ولايشيع الفساد كماذكرنا فى باب السلم ان الفساد طار (۹) وان استحق بعضه اخذ المشترى باقيه بحصة اورده اى ان استحق بعض الاناء فالمشترى بالخيارلان الشركة عيب فے الاناء و فى صورة قبض بعض الثمن قد ثبت الشركة لكن لايكون للمشترى الردبهذاالعيب لانه تثبت برضى المشترى لان الشركة انما تثبت من جهته لانه نقد بعض الثمن دون البعض فتراضيا بهذا العيب بخلاف الاستحقاق اذالمشترى لم يرض به فله ولاية الرد

(۸) قیمت کا کچھ حصول وصول ہونا

اگر ایک شخص نے ایک برتن چاندی کا (خواہ سونے کا) بیچا اور کچھ قیمت اس کی مشتری سے وصول کی اور بعد اس کے جدا ہو گئے تو جائز ہو جاوے گی بیع اس مقدار میں برتن کی جتنے کی ثمن پر بائع نے قبضہ کر لیا اور باطل ہووے گی باقی میں اور شریک ہو جاویں گے بائع اور مشتری اس برتن میں اور یہ فساد کل برتن میں شائع نہ ہوگا اس لئے کہ یہ فساد طاری ہے جیسا کہ سلم میں گزرا۔

(۹) برتن میں ایک حصہ کسی اور نکلا

اب اگر برتن کا نصف یا ثلث کسی اور کا نکلا (یعنی گواہوں سے اس کا استحقاق ثابت ہوا) تو مشتری باقی کو بقدر اس کے حصے کے خرید کرے یا کل کو پھیر دیوے۔ اور قبل ظہور استحقاق کے مشتری اپنے حصے کو بائع پر واپس نہیں کرسکتا بسبب عیب شرکت کے کیونکہ یہ شرکت خود مشتری کے فعل سے ہوئی ہے تو وہ گویا راضی ہو چکا ہے اس عیب سے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ شرکت ظرف میں عیب ہے تو مشتری کو اختیار ہوگا چاہے باقی کو بقدر اپنے حصہ رسدی کے لیوے یا چاہے اپنا بھی حصہ جو خرید چکا ہے بائع کو واپس دے مثال اس کی یہ ہے کہ برتن نو روپے بھر تھا مشتری نے اول کل برتن خریدا لیکن دام کے کل تین روپے دیئے بعد اس کے دونوں جدا ہو گئے تو ثلث ظرف میں بیع جائز ہوئی اور دو ثلث میں غیر صحیح اب ثلث اس برتن کا کسی شخص ثالث کا نکلا تو مشتری کو یہ اختیار ہے چاہے وہ ثلث جو باقی ہے بائع کو تین روپے اور دیکر خرید لیوے یا اپنا بھی ثلث واپس کر دیوے اور اگر مستحق نے بھی اپنے حصے کی اجازت دی بیع کی تو بائع دو ثلث کے دام مشتری سے لے کر ثلث آپ لے لیوے اور ثلث مستحق کو دے دیوے اس صورت میں بائع وکیل ہو جاوے گا اس کے حصے میں تو ضرور ہے کہ بائع اور مشتری جدا نہ ہوئے ہوں بعد اجازت مستحق کے۔

(۱۰) ولواستحق بعض قطعة نقرة بيعت اخذ ما بقي بحصته بلاخيار لان الشركة ليست بعيب في قطعة النقرة لان التبعيض لايضره و صح بيع درهمين و ديناربدرهم و دينارين و بيع كربرو كر شعير بكري برو كري شعير هذا عندنا و اماعندزفرو الشافعيؒ فلايجوز لانه قابل الجملة بالجملة و من ضرورته الانقسام على الشيوع و في صرف الجنس الى خلاف الجنس تغيير تصرفه قلنا المقابلة المطلقة يحتمل الصرف المذكور وليس فيه تغيير تصرفه لان موجبه ثبوت الملك في الكل بمقابلة الكل فيكون الدرهمان في مقابلة الدينارين والدينار في مقابلة الدرهم ويكون كرالبر في مقابلة كري الشعير و كرالشعير في مقابلة كري البر (۱۲) وبيع احدعشر درهماً بعشرة دراهم و دينار بان يكون عشرة دراهم بعشرة الدراهم بقي درهم في مقابلة دينار (۱۳) وبيع درهم صحيح و درهمين غلتين بدرهمين صحيحين و درهم غلة الغلة ما يرده بيت المال وياخذه التجار وانما يجوز هذا لتحقق التساوي في الوزن وسقوط اعتبار الجودة

(۱۰) مبیع کا کچھ حصہ کسی اور کا نکلا

اور اگر ایک ٹکڑا چاندی کا بیچا اور اس میں سے کسی قدر دوسرے کا نکلا (یعنی وہی صورت برتن کی یہاں واقع ہوئی مثلاً وہ ٹکڑا نو روپے بھر کا تھا مشتری نے نو روپے کو خرید کر صرف تین روپے دیئے اب ثلث اس کا کسی اور کا نکلا) تو مشتری باقی کو حصہ رسد دام دے کر لیوے۔ (یعنی تین روپے دے کر خرید لیوے) اور یہ اختیار نہیں کہ اپنے ثلث حصے کو بھی واپس کر دیوے۔

فائدہ:۔ کیونکہ یہ شرکت عیب نہیں چاندی کے ڈلے میں اس واسطے کہ بقدر حصہ بائع کاٹ لینا ممکن ہے بلاضرر بخلاف ظرف کے کہ اس میں قطع کرنا مضر ہے۔

(۱۱) مختلف اجناس کی بیک دفعہ بیع

اور صحیح ہے بیع دو درم اور ایک دینار کی عوض میں ایک درہم اور دو دینار کے اور ایک کر بھر گیہوں اور کر بھر جو کی بدلے میں دو کر گیہوں اور دو کر جو کے۔

فائدہ:۔ ہمارے نزدیک اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہاں ہر جنس کو اس کے خلاف کی طرف پھیر سکتے ہیں کیونکہ صورت اول میں دو درہم کے عوض میں دو دینار اور ایک دینار کے عوض میں ایک درہم ہو سکتا ہے اور صورت ثانی میں کر بھر گیہوں کے عوض میں دو کر جو اور کر بھر جو کے عوض میں دو کر گیہوں ہو سکتے ہیں۔

(۱۲) گیارہ درہم کی بیع دس درہم وایک دینار کے عوض

اور گیارہ درہم بدلے میں دس درہم اور ایک دینار کے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ دس درہم کے بدلے دس درہم ہو گئے اور ایک درہم کے مقابلے میں ایک دینار رہ گیا اسی طرح دس روپے اور آٹھ پیسے کی بیع بمقابلے گیارہ روپے کے جائز ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ دس روپے مقابلے میں دس روپے کے اور ایک روپیہ مقابلے میں آٹھ پیسے کے ہو جاوے اور یہی حیلہ ہے جہاں روپے کا بدلنا روپے سے منظور ہووے اور وزن کی برابری نہ ہو سکے۔

(۱۳) دو زیف ایک کھرے درہم کے عوض ایک زیف اور دو کھرے درہم

اور دو زیف اور ایک کھرے درہم کے عوض میں ایک زیف اور دو کھرے درم کے زیف اور غلہ اسی درم کو کہتے ہیں جو بیت المال میں نہ لیا جاوے مگر سوداگر لے لیویں جیسے ٹوٹے چھوٹے روپے اور یہ بیع جائز ہے اس لئے کہ وزن میں مساوات متحقق ہے اور اعتبار وصف جودت کا ساقط ہے۔

(۱۴) وبيع من عليه عشرة دراهم ممن هى له ديناراً بها مطلقة ان دفع الدينار و تقاصا العشرة بالعشرة اى لزيد على عمرو عشرة دراهم فباع عمر و ديناراًمن زيد بعشرة مطلقة اى لم يضف العقد بالعشرة التى على عمروصح البيع ان دفع عمرو الدينار فصار لكل واحد منهما على الأخر عشرة دراهم فتقاصا العشرة بالعشرة فيكون هذا التقاص فسخاً للسبيع الاول وهو بيع الدينار بالعشرة المطلقة و بيعاً للدينار بالعشرة التى على عمرو اذلو لم يحمل على هذا لكان استبدالاً ببدل الصرف ولايجوز هذا اذاباع الدينار بالعشرة المطلقة اما اذا باعه بالعشرة التى له على عمروصح و يقع المقاصة بنفس العقد (۱۵) فان غلب على الدرهم الفضة و على الدينار الذهب فهما فضة و ذهب حكما (۱۶) فلم يجزبيع الخالصة به ولابيع بعضه ببعض الامتساوياً وزناً (۱۷) وان غلب عليهما الغش فهما فى حكم العرضين فبيعه بالفضة الخالصة على وجوه حلية السيف اى ان كانت الفضة الخالصة مثل الفضة التى فى الدراهم او اقل اولايدرى لايصح و ان كانت اكثريصح ان لم يفترقا بلا قبض (۱۸) وبجنسه متفاضلاصح بشرط القبض فى المجلس وانما يصح صرفا للجنس الى خلاف الجنس لانه فى حكم شيئين فضة وصفرفاذاشرط القبض فى الفضة يشترط فى الصفر لعدم التميز

(۱۴) اپنے قرض خواہ کو دینار بیچنا

زید کے دس درہم عمرو پر آتے تھے پس بیچا عمرو نے ایک دینار کو زید کے ہاتھ عوض دس درم مطلق کے یعنی یہ نہیں کہا کہ عوض اس درم کے جو مجھ پر قرض ہیں تو بیع صحیح ہو جاوے گی اگر عمرو نے دینار دیدیا تو اب ہر شخص کے دوسرے پر دس درم ہو گئے (لیکن عمرو پر تو اس واسطے کہ وہ زید کے دس درم کا مقروض تھا اور لیکن زید پر تو دینار کی قیمت کے دس درم واجب ہوئے) اب اگر دونوں نے مقاصہ کیا تو بیع اول فسخ ہو جاوے گی اور وہ بیع دینار کی عوض دس درم مطلق کے ہے اور مقاصہ صحیح ہو جاوے گا اور جو بیع کیا دینار کو عوض اس دس درم کے جو عمرو پر قرض ہیں جب بھی بیع صحیح ہوگی اور مقاصہ بنفس عقد ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔اور یہ مقاصہ بیع ثانی ہوگا اس دینار کا بمقابلہ

دس درم کے جو عمرو پر قرض تھے۔

(۱۵) ملاوٹ والے درہم و دینار کا حکم

اگر چاندی دراہم میں غالب ہے تو وہ چاندی کے شمار کئے جاویں گے اسی طرح سونا اگر دینار میں غالب ہے تو وہ سونے کا گنا جاوے گا حکم بیع میں۔

فائدہ:۔ یعنی جس چیز میں ملونی کم ہو چاندی اور سونے کی تو وہ چیز حکم شرع میں چاندی اور سونے ہی کی شمار کی جاوے گی مثلاً نو ماشے روپے میں چاندی ہے اور تین ماشے تانبا یا اشرفی میں نو ماشے سونا ہے اور تین ماشے پیتل تو وہ روپیہ اشرفی چاندی سونے ہی کا شمار کیا جاوے گا۔

ملاوٹ والے دراہم و دیناروں کی بیع

تو ایسے دراہم و دنانیر کی بیع دراہم و دنانیر خالصہ سے یا ان کی بیع آپس میں نہیں درست ہے مگر برابر برابر تول کر دست بدست۔

فائدہ:۔ اور قرض لینا ان کا نہ درست ہوگا مگر وزن کر کے خالص کے مانند یعنی جیسے دراہم خالص چاندی کے بغیر وزن کئے قرض نہیں لے سکتا اسی طرح یہ دراہم بھی اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے زمانے میں جو روپے اشرفیاں مروج ہیں ان کا قرض لینا بھی بدوں وزن کئے صرف شمار سے جائز نہیں اگرچہ عادت عوام کی یونہی جاری ہے البتہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر دراہم یا دنانیر ایسے مضبوط الوزن ہوں کہ ہر درہم دوسرے درہم سے اور ہر دینار دوسرے دینار سے کم و بیش نہ ہو تو اس صورت میں عدد کا ذکر کرنا بمنزلہ ذکر وزن کے ہے تو قرض لینا ایسے دراہم و دنانیر کا عدداً بنظر روایت ابو یوسفؒ کے درست ہوگا لیکن آخر میں شامی نے یہ لکھا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ صورت ابو یوسفؒ کی روایت پر بھی جائز نہیں کیونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر مکیل کی تقدیر متعارف ہو جاوے موزوں سے یا موزوں کی کیل سے تو عرف معتبر ہوگا نہ یہ کہ بالکل وزن لغو کر دیا جاوے گا۔ جیسا ہمارے زمانے میں ہے کہ سب لوگ قصر کرتے ہیں شمار پر بلا لحاظ وزن کے تو یہ جائز نہ ہوگا نہ روایت مشہورہ اور نہ غیر مشہورہ پر اس واسطے کہ اس تقدیر پر لازم آتا ہے ابطال ان نصوص کا جو دلالت کرتے ہیں مساوات کیلی اور وزنی پر جن پر اتفاق کیا ائمہ مجتہدینؒ نے انتہی باختصار۔

(۱۷) جن میں ملاوٹ غالب ہو

اور اگر ملونی غالب ہے اور چاندی سونا کم ہے تو وہ دراہم دنانیر بمنزلہ اسباب اور اجناس کے ہیں تو اگر ایسے دراہم کی بیع خالص چاندی سے ہوگی تو اس کا حکم بعینہ تلوار کے زیور کی بیع کے حکم میں ہے جو گزرا۔

فائدہ:۔ یعنی اگر خاص چاندی برابر ہوگی اس قدر چاندی کے جتنی دراہم مغشوشہ میں ہے یا کم یا کچھ معلوم نہ ہو تو جائز نہ ہوگی اور اگر زیادہ ہوگی تو جائز ہوگی اس واسطے کہ چاندی چاندی مقابل ہو کر باقی ملونی کا عوض ہو جاوے گی۔

(۱۸) غالب ملاوٹ والے کی بیع اپنے ہمجنس سے

اور اگر ایسے دراہم کی بیع ایسے ہی دراہم کے عوض میں ہوگی تو برابر برابر اور کم زیادہ بھی درست ہے لیکن ضرور ہے کہ قبضہ متعاقدین کا بدلین پر مجلس میں ہو جاوے۔

فائدہ:۔ کمی بیشی سے اس واسطے درست ہے کہ ایسے دراہم دنانیر حکم میں ثمن کے نہیں رہے تو اب جنس کو طرف خلاف جنس کے پھیر کر زیادتی کی جائز کر لیں گے اسی طرح ایسے دراہم دنانیر کا گن کر اور شمار کر کے بلا وزن کے قرض لینا بھی درست ہے رد المختار باقی رہی ایک صورت وہ صاحب کتاب نے ذکر نہیں کی کہ ملونی برابر ہو چاندی یا سونے کے یا معلوم نہ ہو کہ کتنی ہے تو اس کا حکم ان ہی دراہم و دنانیر کا ہے جن میں ملونی زیادہ ہے درمختار۔

(١٩) وان شرىٰ سلعةً بالدراهم المغشوشة او بالفلوس النافقة صح فان كسدت بطل اى كسدت قبل تسليمها بطل عند ابى حنيفةؒ وعندهما لا يبطل فعندابى يوسف يجب قيمتها يوم البيع وعندمحمدؒ اخرِ مايتعامل به الناس (٢٠) ولواستقرض فلوساً فكسدت يجب مثلها هذا عند ابى حنيفةؒ و عند ابى يوسفؒ يجب قيمتها يوم القبض وعند محمدؒ يوم الكساد كمامر (٢١) ومن شرىٰ شيًابنصف درهم فلوس او دانق فلوس او قيراط فلوس صح و عليه ما يباع بنصف دراهم او دانق او قيراط منها اى اشترىٰ شيًا بنصف درهم او دانق او قيراط علىٰ ان يعطے عوض ذلک الثمن فلوساً صح و علے المشترى من الفلوس ما يعطے فى مقابلة ذلک الثمن والقيراط عند الحساب نصف عشر المثقال و عندزفرؒ لايجوز هذا البيع لان الفلوس عددية و تقديرها بالدانق و نحوه ينبئ عن الوزن ولنا ان الثمن هو الفلوس و هى معلومة (٢٢) ولو قال لمن اعطاه درهماً اعطنے بنصفه فلوساً و بنصفه نصفاً الاحبة فسد البيع اى قال اعطنے بنصفه فلوساً و بنصفه ماضرب من الفضة علے وزن نصف درهم الاحبة فيلزم الربوا بخلاف اعطنى نصف درهم فلوس و نصفاً الاحبة اى اعطاه الدرهم و ذكر الثمن ولم يقسم علے اجزاء الدرهم فالنصف الاحبة بمثله و مابقى بالفلوس ولوكرراعطنے صح فى الفلوس فقط اى كررلفظ اعطنے فى الصورة الاولى وهى تقسيم الدرهم صح فى الفلوس ولم يصح فى الدرهم الاحبة لانه لما كرراعطنے صاربيعين.

(۱۹) ثمن کی ادائیگی سے پہلے سکوں کا بند ہوجانا

ایک شخص نے ایسے دراہم کے عوض میں (یعنی جن میں ملونی غالب ہے یا برابر ہے) یا ان پیسوں کے عوض میں جو چلتے تھے بازار میں ایک چیز خریدی اور ابھی مشتری نے ثمن نہیں ادا کی تھی کہ چلن ان دراہم یا پیسوں کا رہ جاتا رہا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بیع باطل ہوجاوے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری پر قیمت ان دراہم یا پیسوں کی جودن بیع کے تھی لازم آوے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک ان دراہم یا پیسوں کی جو آخری دن میں رواج کے دنوں میں سے قیمت تھی مشتری پر لازم آوے گی۔

فائدہ:۔فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے کذافی المحیط اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب بیع باطل ہوگئی تو مشتری اگر مبیع بعینہ قائم ہے تو نفس مبیع بائع کو پھیر دیوے والا جو اس کا نرخ بازار ہووے قیمت دیوے۔

(۲۰) جو سکہ قرض لیا وہ بند ہوگیا تو......؟

ایک شخص نے پیسے چلتے ہوئے بازار میں قرض لیے بعد اس کے قبل قرض ادا کرنے کے ان کا چلن جاتا رہا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستقرض پر وہی پیسے لازم آویں گے اور جب وہ پیسے حوالے کردے گا تو قرض ادا ہوجاوے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قرض لینے کے دن جو قیمت ان پیسوں کی تھی دینا پڑے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک آخر روز میں چلن کے دنوں میں جو ان کی قیمت ہوگی دینا پڑے گی۔

فائدہ:۔اسی پر فتویٰ ہے درمختار۔

(۲۱) آدھے یا ایک دانق کے پیسوں کے عوض بیع

ایک شخص نے ایک چیز خریدی نصف درہم کے پیسوں

کے بدلے میں یا ایک دانق کے پیسوں کے بدلے میں یا ایک قیراط کے پیسوں کے بدلے میں تو صحیح ہے اور مشتری پر جتنے پیسے نصف درہم کے یا ایک دانق کے یا ایک قیراط کے بازار میں آتے ہیں لازم آویں گے۔ (دانق چھٹا حصہ درہم کا ہوتا ہے اور قیراط نصف دانق کا ہوتا ہے) اور زفرؒ کے نزدیک یہ بیع جائز نہیں اس لئے کہ فلوس عددی ہیں اور ان کی تقدیر کرنے سے ساتھ دانق وغیرہ کے معلوم ہوتا ہے وزنی ہونا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ثمن فلوس ہیں اور وہ معلوم ہیں۔

فائدہ:۔ اور اسی طرح ایک درہم کے یا دو درہم کے پیسوں کے بدلے میں کوئی چیز خریدی تو جائز ہے نزدیک ابو یوسفؒ کے اس واسطے کہ ایک درہم کے یا دو درہم کے پیسے جتنے بازار میں آتے ہیں معلوم ہیں وہ مشتری دے دے گا اور محمدؒ اس کو ناجائز کہتے ہیں کیونکہ عادت یہ ہے کہ پیسوں سے خرید وفروخت جب ہوتی ہے کہ ایک درہم سے کم ہوں اور قول ابو یوسفؒ کا صحیح ہے خاص کر ہمارے شہروں میں ہدایہ

(۲۲) درہم کے عوض کچھ پیسے اور کچھ چاندی لینا

اگر ایک شخص نے صراف کو ایک درہم دیا اور کہا آدھے درم کے پیسے دے اور آدھے درم کے بدلے میں چاندی کی ادھی جو نصف درہم سے ایک رتی بھر کم ہوتی ہے تو بیع فاسد ہوگی واسطے لازم ہونے ربوا کے۔ (پیسوں میں بھی اور ادھی میں بھی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک پیسوں میں جائز ہو جاوے گی) اور اگر یوں کہا کہ دے تو آدھے درم کے پیسے اور ایک ادھی چاندی کی تو بیع صحیح ہو جاوے گی کل میں (کیونکہ اس صورت میں ادھی جو ایک رتی کم ہے نصف درہم سے اسی قدر چاندی کے درہم میں سے مقابل ہوگی اور نصف درم ایک رتی زیادہ کے مقابل پیسے ہو جاویں گے)۔ اور اگر (دے) کا لفظ مکرر کہا صورت پہلی میں یعنی یوں کہا ایک درم دے کر کہ آدھے درم کے پیسے دے اور آدھے درم کی ادھی ایک رتی کم دے تو اس صورت میں پیسوں میں بیع جائز ہوگی اور ادھی میں فاسد۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کے نزدیک بھی جیسا صاحبینؒ کہتے ہیں منجملہ اقسام بیع کے ایک بیع الوفا ہے یعنی بائع مشتری کے ہاتھ ایک چیز بیچے اس شرط پر کہ جب بائع مشتری کو ثمن پھیر دیوے تو مشتری اس کو مبیع پھیر دیوے اس صورت میں مشتری کو روز فسخ تک نفع اٹھانا مبیع سے درست ہے اور یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور جو لوگ اس کو رہن قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک مشتری کو نفع اٹھانا اس سے درست نہیں اس میں اگر میعاد کوئی مقرر ہو جاوے گی تو وقت میعاد جب بائع ثمن دے گا مشتری کو فسخ کرنا پڑے گا گو کہ یہ وعدہ تھا مشتری کا اور وعدوں کی وفا قضاً لازم نہیں لیکن وعدوں کی وفا کبھی لازم ہو جاتی ہے بسبب احتیاج ناس کے درمختار جیسے کوئی شخص کفالت معلقہ کرے یعنی یہ کہے کہ اگر یہ شخص نہ دے گا تو میں دوں گا تو کفالت صحیح ہو جاوے گی اگرچہ وعدہ ہے کیونکہ وعدہ معلق لازم الوفا ہوتا ہے۔ ردالمختار اور اگر اس میعاد معین تک بائع نے ثمن نہیں ادا کی تو مشتری کو مطالبہ ثمن باثبات بیع بائع سے پہنچتا ہے اور اگر مشتری مر جاوے گا تو اس کے وارثوں کو اختیار ہے چاہیں بیع کو فسخ کریں یا نہ کریں اور اگر بائع نے اپنا گھر بیع وفا کر کے پھر مشتری سے اس کو ایک مدت معین پر کرایہ کو لیا اور قبضہ کیا تو باوجود شرائط صحت اجارہ بائع پر کرایہ لازم نہ آوے گا ان لوگوں کے نزدیک جو اس کو رہن قرار دیتے ہیں اور جو بیع قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک زر کرایہ لازم آوے گا۔

كتاب الكفالة

(۱) هی ضم ذمة الی ذمة فی المطالبة لافی الدين هوالاصح و عند البعض هی ضم الذمة الی الذمة فی الدين لانه لو لم يثبت الدين لم يثبت المطالبة والاصح الاول لان الدين لايتكرر فانه لواوفاه احدهما لا يبقى علی الأخرشیٔ (۲) وهی ضربان بالنفس والمال فالاول ينعقد بكفلت بنفسه و نحوها ممايعبربه عن بدنه و بنصفه و بثلثه و بضمنته و علی اوالی اوانابه زعيم او قبيل و يلزمه احضار المكفول به ان طلب المفكول له فان لم يحضره يحبسه الحاكم و ان عين وقت تسليمه لزمه ذلک (۳) و يبرأ بموت من كفل به ولوانه عبدوانما قال هذا دفعاً لتوهم ان العبد مال فاذا تعذر تسليمه لزم قيمته (۴) ويدفعه الی من كفل له حيث يمكنه مخاصمته و ان لم يقل اذا دفعت اليک فانا بریٔ

کتاب الکفالۃ یعنی ضمانت کے بیان میں کفالت کامعنی ومفہوم

(۱) کفالت کے معنی لغت میں ملانے کے ہیں یعنی ایک چیز کودوسری چیز سے ملا دینااور اصطلاح شرع میں عبارت ہے ملانا ذمہ کفیل کا طرف ذمہ اصیل کے مطالبے میں۔

فائدہ:۔یعنی جومواخذہ اورمطالبہ پہلے اصیل یعنی اصل مدیون سے متعلق تھاوہ بسبب ضمانت کے کفیل سے بھی متعلق ہوگا جاننا چاہئے کہ جوشخص ضامن ہوتا ہے اس کوکفیل کہتے ہیں اور جس کا ضامن ہوتا ہے اس کومکفول عنہ اور جس کے واسطے ضامن ہوتا ہے یعنی جس کے نفع کے لئے ضامن ہوتا ہے یعنی دائن اس کومکفول لہ کہتے ہیں اور مال یانفس کومکفول بہ۔

(۲) کفالت بالنفس

کفالت دوقسم ہے ایک کفالت بالنفس یعنی حاضر ضمانت دوسری کفالت بالمال یعنی مال ضامنی اور قسم اول یعنی حاضر ضامنی منعقد ہوتی ہے ان الفاظ سے (شافعیؒ کے نزدیک حاضر ضامنی درست نہیں ہے اور ہماری دلیل وہ حدیث ہے جس کوروایت کیا ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفیل ضامن ہے اور یہ لفظ مطلق ہے شامل ہے مال ضامن اور حاضر ضامن دونوں کو) کہ کفیل یوں کہے کفیل ہوامیں اس کے نفس کا اور مانند اس کے وہ لفظ ہیں جن سے تعبیر کیا جاتا ہے کل بدن انسان سے۔(مثلاً گردن، روح، سر، بدن، وجہ یعنی منہ تو اگر کہے کفیل ہوامیں اس کے ہاتھ پاؤں کا تو کفالت درست نہ ہوگی کیونکہ ہاتھ اور پاؤں سے تعبیر کل بدن کی نہیں ہوتی یہاں تک کہ اضافت طلاق کی بھی ہاتھ پاؤں کی طرف درست نہیں بخلاف الفاظ مذکورہ بالا کے ہدایہ) یا جزو غیر معین سے جیسے نصف یا ثلث (تو اگر یوں کہے کفیل ہوامیں اس کے نصف کا یا ثلث کا تو بھی کفالت منعقد ہو جاوے گی) یا یوں کہے ضامن ہوامیں اس کا یا وہ میرے ذمہ پر ہے یا میری طرف ہے یا میں اس کا زعیم ہوں یا قبیل ہوں یعنی کفیل ہوں تو بھی ان صورتوں میں کفالت منعقد ہو جاتی ہے اور لازم ہے حاضر ضامن پر حاضر کرنا مکفول بہ کا اگر مکفول لہ طلب کرے تو اگر حاضر نہ کرے حاکم اس کوقید کرے اور یہی صورت ہے اگر کفیل نے کہہ دیا تھا کہ میں مکفول بہ کوفلاں وقت حاضر کردوں گا۔

فائدہ:۔تو جب وہ وقت آوے اور مکفول لہ درخواست کرے تو اس کوحاضر کرنا پڑے گا اگر نہ حاضر کرے تو حاکم اس

کو قید کرے لیکن نہ قید کرے اس کو فی الفور بے کہے اس واسطے کہ کبھی کفیل کو معلوم نہیں ہوتا کہ کس واسطے قاضی نے بلوایا ہے اس لئے پہلے اسے اطلاع کرے اگر حاضر کر دیا مکفول عنہ کو تو فبہا ورنہ مقید کرے اور اگر مکفول عنہ غائب ہوا اس طرح پر کہ نشان اس کا معلوم ہووے تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دیوے کہ ضامن اس کے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اس قدر بھی مدت گزر جاوے اور حاضر نہ کرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہوا کہ اس کا پتہ ٹھکانا بھی معلوم نہیں رہا تو حاضر ضامن سے مواخذہ نہ ہوگا اور نہ وہ قید ہوگا کیونکہ وہ معذور ہے ہدایہ۔

(۳) مکفول عنہ کا مرجانا

اور اگر مکفول عنہ مرگیا اگرچہ غلام ہو تو حاضر ضامن بری ہو جاوے گا مواخذے سے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ وہ مکفول عنہ کے حاضر کرنے سے عاجز ہے اور اس لئے کہ اصیل یعنی مکفول عنہ کو صلاحیت حضور کی جاتی رہی تو کفیل پر سے احضار جاتا رہا اور اسی طرح اگر کفیل مرجاوے جب بھی وہ مواخذے سے بری ہوا کیونکہ وہ حاضر ضامن تھا اور اب قادر نہ رہا تسلیم مکفول بہ پر بسبب موت کے اور مال سے اس کے یہ حق ادا نہیں کر سکتے ہاں اگر وہ کفیل بالمال تھا اور مرگیا تو اس کی جائیداد سے دین وصول کیا جاوے گا اور اگر مکفول لہ مرگیا تو وصی مکفول لہ کو پہنچتا ہے کہ مطالبہ کرے کفیل سے اگر وصی نہ ہووے تو وارث اس کے قائم مقام ہے ہدایہ۔

(۴) مکفول عنہ کا حاضر کر دینا

اسی طرح اگر کفیل نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کر دیا کہ مکفول لہ وہاں اس سے خصومت کر سکتا ہے تو بھی کفیل بری ہوا۔ (جیسے شہر یا ایسی بستی ہووے جہاں قاضی موجود ہووے واسطے سماعت مقدمات کے) اگرچہ کفیل نے وقت کفالت کے یہ نہ کہا ہووے کہ جب مکفول عنہ کو میں تیرے حوالے کر دوں تو میں بری ہوں۔

فائدہ:۔ کیونکہ مقصود کفالت کا حاصل ہو گیا اور وہ تسلیم ہے مکفول بہ کی اس طور پر کہ مستحق اپنے حق کو پہنچ جاوے۔

(۵) فان شرط تسلیمه فی مجلس القاضی وسلم فی السوق او فی مصراخربرئ و ان سلم فی بریة او فی السواد او فی السجن و قد حبسه غیره لاقیل فی زماننالایبرابتسلیمه فی السوق لانه لایعاونه احد علی احضاره مجلس القضاء فعلی هذا ان سلمه فی مصراٰخرانما یبرأاذاسلمه فی موضع یقدرعلی احضاره فی مجلس القضاء حتی لوسلمه فی سوق مصراٰخرلایبرأفی زماننا لعدم حصول المقصود قوله و قدحبسه غیره ای غیر هذا الطالب قیل انما لایبرأههنااذاکان السجن سجن قاض اٰخراما لوکان السجن سجن هذا القاضی یبرأوان کان حبسه غیر هذاالطالب لان القاضی قادر علی احضاره من سجنه وبتسلیم من کفل به نفسه من کفالته ای بتسلیم المکفول به نفسه من کفالة الکفیل وبتسلیم وکیل الکفیل و رسوله الیه الیه متعلق بالتسلیم والضمیرراجع الی المکفول له ولو مات المکفول له فللوصی والوارث مطالبته به ای مطالبة الکفیل بالمکفول به

(۵) قاضی کے ہاں مکفول عنہ کی سپردگی کی شرط

اور اگر کفیل نے شرط کی تھی اس بات کی کہ میں مکفول عنہ کو قاضی کے محکمے میں سپرد کروں گا پھر اس نے تسلیم کیا بازار میں یا جنگل میں یا دیہات میں یا مکفول عنہ کو قید کرایا تھا کسی اور نے اس واسطے کہ اگر مکفول لہ نے قید کرایا تھا اور کفیل نے وہیں تسلیم کر دیا تو بری ہو جاوے گا) اور اسی قید خانے میں کفیل نے سپرد کیا مکفول عنہ کو مکفول لہ کے تو کفیل بری نہ ہوگا کفالت سے اور بعضوں نے کہا کہ جب کفیل نے شرط کر لی تسلیم مکفول عنہ کی مجلس قاضی میں تو اب بری نہ ہو گا بازار میں تسلیم کرنے سے ہمارے زمانے میں (درمختار میں ہے کہ اسی قول پر فتوی ہے بسبب سستی کرنے لوگوں کے امر حق کی مددگاری میں) تو اس روایت کے موافق اگر کفیل نے تسلیم کیا مکفول عنہ کو دوسرے شہر میں تو یہ بری ہوگا کہ اس مقام میں مکفول لہ قادر ہووے اس کے حاضر کرنے پر مجلس قاضی میں یہاں تک کہ اگر تسلیم کیا دوسرے شہر کے بازار میں تو نہ بری ہوگا اس زمانے میں اور قید خانے میں بھی تسلیم کرنے سے اس صورت میں بری نہ ہوگا جب وہ قید خانہ دوسرے قاضی کا ہووے اور اگر اس قاضی کا قید خانہ ہے جس کے پاس مکفول لہٗ کا مقدمہ دائر ہے تو بری ہو جاوے گا اگرچہ وہ مکفول عنہ کسی اور کے مقدمہ میں قید ہووے اور بھی بری ہو جاوے گا کفیل اگر خود مکفول عنہ نے اپنے نفس کو مکفول لہ کے سپرد کیا یا کفیل کے وکیل یا فرستادہ نے سپرد کیا اس کو مکفول لہ کے اگر مکفول لہ مر گیا تو اس کے وصی اور وارث کو مطالبہ پہنچتا ہے کفیل سے۔

(٦) فان كفل بنفسه على انه ان لم يواف به غدااى ان لم يات به غداً فهوضا من لما عليه ولم يسلمه غدالزمه ما عليه خلافاً للشافعیؒ له انه ايجاب المال بالشرط فلا يجوز كالبيع قلنا انه يشبه البيع و يشبه النذرفان علق بشرط غير ملائم لا يصح وبملائم يصح عملاً بالشبهين ولم يبرأمن كفالة بالنفس لعدم سبب البرأة بل انما يبرأاذاادى المال لانه لم يبق للطالب على المكفول عنه شئ فلافائدة فى الكفالة بالنفس و ان مات المكفول عنه ضمن المال لوجود الشرط وهو عدم الموافاة

(٦) حاضر نہ کرنے پر مال کی ذمہ داری لینا

اگر حاضر ضامن نے اس طرح ضمانت کی کہ اگر کل میں اس کو حاضر نہ کروں تو جتنا مال اس پر ہے اس کا ضامن میں ہوں اور پھر کل اس نے حاضر نہ کیا تو مال اس پر لازم آ جاوے گا اور شافعی کے نزدیک اس طرح کی کفالت صحیح نہیں۔

فائدہ:۔ دلیل ہماری یہ ہے کہ کفالت ایک وجہ سے مشابہ بیع کے ہے اور ایک وجہ سے نذر کے تو دونوں کی مشابہت سے یہ حکم ہوا کہ اگر کفالت ایسے شروط پر معلق ہووے جو مناسب ہے عقد کے تو جائز ہے اور اگر ایسے شروط پر ہووے جو ملائم نہیں عقد کے جیسے ہوا کا چلنا دریا میں موج آنا تو صحیح نہ ہوگی ہدایہ۔

☆ اور باوجود اس کے کفالت بالنفس سے بھی بری نہ ہوگا البتہ جب مال ادا کر دے گا تو بری ہو جاوے گا اور اگر صورت مذکورہ میں مکفول عنہ کل مر گیا جب بھی کفیل مال کا ضامن ہوگا اس واسطے کہ شرط وہ حاضر کرنا نہ پائی گئی۔

(۷) و من ادعی علی رجل مالابینه اولافکفل بنفسه اخرعلی انه ان لم یواف به غدا فعلیه المال صحت الکفالة و یجب عند الشرط صورة المسألة ادعی رجل علی اٰخر مائة دینار فکفل بنفسه رجل علی انه ان لم یواف به غداً فعلیه المائة فقوله مالا ای مالا مقدر او قوله بینه او لا ای بین صفته علی وجه یصح الدعوی اولم یبین و فی المسألة خلاف محمدؒ فقیل عدم الجواز عنده مبنی علی انه قال فعلیه المائة ولم یقل المائة علی المدعی علیه فعلی هذا ان بین المدعی المائة لاتکون کفالته صحیحة ایضا کما اذالم یبین الاان یقول فعلیه المائة التی یدعیها و قیل انه مبنی علی انه لما لم یبین لم یصح الدعوی فلم یستوجب حضاره الی مجلس القاضی فلم یصح الکفالة بالنفس فلایجوز الکفالة بالمال فعلی هذا ان بین تکون الکفالة صحیحة ولهما انه لوقال فعلیه المائة او علیه المال فیر ادبه المعهود فان بین المدعی فظاهر وان لم یبین فبعدذلک اذا بین التحق البیان باصل الدعوی فتبین صحة الکفالة بالنفس فیترتب علیها الکفالة بالمال (۸) ولاجبر علی اعطاء کفیل فی حدوقصاص هذا عند ابی حنیفةؒ وعندهما یجبر فی حد القذف لان فیه حق العبدوفی القصاص لانه خالص حق العبد ولا بی حنیفةؒ ان مبناهما علی الدرء فلا یجب فیهما الاستیثاق ولو سمحت به نفسه صح ای لو تسمحت نفس من علیه الحد او القصاص فاعطی کفیلا بالنفس صح

(۷) صفت کی وضاحت کے بغیر سو دینار کی ذمہ داری لینا

ایک شخص نے دعویٰ کیا سو دینار کا مدعا علیہ پر برابر ہے کہ اُسکی صفت بیان کی ہو یا نہ کی ہو (یعنی کھرے کھوٹے وغیرہ کفایہ)

اب مدعا علیہ کی کفالت کی ایک شخص نے صرف یہ کہہ کر کہ اگر کل میں اس کو حاضر نہ کروں تو میرے اوپر وہ سو ہیں اور اس نے حاضر نہ کیا تو کفیل پر سو دینار لازم ہوں گے۔ شیخینؒ کے نزدیک برخلاف امام محمدؒ کے۔

فائدہ:۔ وجہ ہمارے مذہب کی یہ ہے کہ جب کفیل نے یہ کہہ دیا کہ وہ سو میرے اوپر ہیں تو وہ کے لفظ سے مراد وہی سو دینار ہیں جن کا دعویٰ مدعی نے کیا ہے اور محمدؒ یہ کہتے ہیں کہ کفیل نے کفالت میں یہ نہیں کہا کہ جن سو دینار کا مدعی نے دعویٰ کیا ہے وہ میرے اوپر ہیں تو کفالت صحیح نہ ہوئی اور بعضوں نے کہا کہ محمدؒ کے خلاف کی یہ وجہ ہے کہ مدعی نے دعویٰ مجہول کیا تو خود اس کا دعویٰ صحیح نہ ہوا اور مدعیٰ علیہ پر حاضر ہونا واجب نہ ہوا تو کفالت ہی صحیح نہ ہوئی اس صورت میں مسئلہ مخصوص ہو جاوے گا اسی صورت سے جب مدعی نے قبل کفالت کے صفت ان دنانیر کی بیان نہیں کی ہے اور ہماری دلیل یہ ہوگی کہ گو مدعی نے قبل کفالت کے بیان صفت نہ کیا لیکن بعد کفالت کے بیان اس کا اصل دعویٰ سے ملحق ہو جاوے گا اس واسطے کہ عادت ہے اجمال کی دعاوی میں ہذا حاصل مافی الهدایہ وشرح الوقایہ۔

(۸) حد میں کفالت

اگر کسی شخص نے مدعا علیہ پر دعویٰ کیا قصاص کا یا حد کا (مثلاً حد قذف یا حد سرقہ) اور مدعا علیہ اقرار نہیں کرتا اور نہ مدعی نے ابھی گواہ پیش کئے تو مدعا علیہ پر جبر نہ کیا جاوے گا۔

واسطے داخل کرنے حاضر ضمانت کے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک حد قذف اور قصاص میں جبر کیا جاوے گا۔ (مراد جبر سے بقول صاحبینؒ ملازمت ہے یعنی ساتھ نہ چھوڑنا نہ قید کرنا درمختار) اس واسطے کہ حد قذف میں حق بندے کا غالب ہے اور قصاص خالص حق العبد ہے اور ابو حنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مبنیٰ قصاص اور حد کا دفع کرنے پر ہے تو ان میں مضبوطی واجب نہ ہوگی البتہ اگر خود مدعیٰ علیہ نے حد یا قصاص میں کفیل داخل کر دیا تو صحیح ہے۔

فائدہ:۔ یعنی قصاص اور حد دونوں شبے سے دفع ہو جاتے ہیں تو ان کی مضبوطی واجب نہ ہوگی اور کفالت مضبوطی ہے دلیل امام صاحبؒ کی ایک حدیث یہی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں ہے کفالت حد میں روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے اور کہا متفرد ہوا ساتھ اس کے عمر بن ابی عمر کلاعی وعمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور وہ مشائخ مجہولین میں سے ہیں بقیہ کے اور روایت کیا اس کو ابن عدی نے کامل میں عمر کلاعی سے اور معلول کیا حدیث کو بسبب اسی عمر کے اور کہا مجہول ہے میں اس کا حال نہیں جانتا۔

(۹) ولا حبس فيهما حتے يشهد مستوران او عدل لما ذكرانه لاجبر علے الكفالة عند ابى حنيفة فبين ماذا تصنع صاحب الحق فعنده يلازمه الى وقت قيام القاضے عن المجلس فان احضر البينة فبها و ان اقام مستورين اوشاهدًا عدلالايكفل عند ابى حنيفة بل يحبسه للمتهمة حتے يتبين الحق و ان لم يحضر شيئامن ذلك خلے سبيله (۱۰) وصح الرهن والكفالة بالخراج لانه دين مطالب به بخلاف الزكوٰة لانها مجرد فعل وانما اوردهذه المسالة ههنا و ان كان الحق ان يذكر فى الكفالة بالمال لانه فى ذكرالكفالة بالنفس فے الحدود و القصاص و للخراج مناسبة بالحدود لما عرف فے اصول الفقه ان فيه معنے العقوبة فلهذه المناسبة اوردهٰهنا ليعلم ان حكمه حكم الاموال حتى يجبرفيه علے الكفالة بالنفس بناءً علے صحة الكفالة فيه (۱۱) واخذالكفيل بالنفس ثم اٰخر فهما كفيلان اى ليس اخذ الكفيل الثانى تركا للاول (۱۲) والكفالة بالمال تصح و ان جهل المكفول به اذاصح دينه الدين الصحيح دين لايسقط الابالاداء اوالابراء و هواحترازعن بدل الكتابة فانه غير صحيح اذالمولى لايستوجب علے عبده ديناً و هو يسقط بالعجز

(۹) حد وقصاص کے دعویٰ میں مدعیٰ علیہ یا قید ہوگا یا رہا

اور حد وقصاص کے دعویٰ میں قید نہ کیا جاوے گا بلکہ مدعی کو حکم کیا جاوے گا مدعا علیہ کے ساتھ رہنے کا تو مدعی اگر وقت برخاست قاضی تک گواہ لایا تو بہتر ہے اور اگر مدعی نے دو گواہ مستور (مستور وہ گواہ ہیں جن کا حال قاضی کو معلوم نہیں کہ عادل ہیں یا فاسق) یا ایک گواہ عادل قائم کر دیا تو قاضی مدعا علیہ سے حاضر ضمانت نہ لے بلکہ اس کو قید کرے۔ بسبب تہمت کے یہاں تک کہ حق ظاہر ہووے۔ (یعنی مدعی دوسرا گواہ عادل بھی لے آوے یا ان دو گواہوں مستور کی عدالت ثابت ہو جاوے) اور اگر مدعی نے نہ گواہ عادل قائم کئے نہ مستور نہ ایک گواہ عادل

لایااوروقت برخاست ہوگیاتومدعاعلیہ کوچھوڑدیوے۔

فائدہ:۔حبس بسبب تہمت کے جائز ہےتوجب مدعی نے دوگواہ مجہول الحال قائم کئے یاایک گواہ عادل تواگرچہ نصاب شہادت پورانہ ہوااس واسطے کہ شہادت مین دویاتین ضرورہیں ایک عدداوردوسری عدالت اوریہاں یاعددپایاگیایاعدالت تومدعاعلیہ متہم ہوگیااورحبس متہم کاجائزہے۔بنظرحدیث کے جس کوروایت کیابہزبن حکیم نےعن ابیہ عن جدہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدکیاایک شخص کوبسبب تہمت کے پھرچھوڑدیااس کوروایت کیااس کواصحاب سنن نے۔

(۱۰)خراج کے روپیہ میں کفالت

خراج کاروپیہ اگرکسی شخص پرواجب ہووے اورکوئی اس کی طرف سے کفالت بالمال کرے یاوہ کوئی چیزاس روپے کےعوض میں رہن کردےتودرست ہے۔

(۱۱)ایک مدیون کے دوکفیل

اگردائن نے مدیون سے ایک کفیل لیااورپھردوسراکفیل تودونوں مدیون کے کفیل ہوجاویں گے۔یعنی کفالت ثانی لینے سے کفالت اولیٰ باطل نہ ہوگی۔

(۱۲)کفالت بالمال

کفالت بالمال صحیح ہےاگرچہ مکفول بہ مجہول ہووے لیکن یہ شرط ہے کہ مکفول بہ دین صحیح ہووے۔

فائدہ:۔دین صحیح اس کوکہتے ہیں کہ بغیراداۓ مدیون یامعاف کردینے دائن کے مدیون کے ذمے سے ساقط نہ ہووےاس سےنکل گیابدل کتابت یعنی مکاتب پرجومال مقرر کردیتاہےمولیٰ عوض میں اس کی آزادی کےتویہ دین صحیح نہیں کیونکہ وہ ساقط ہوجاتاہےمکاتب کےعاجزہوجانےسے۔

(۱۳) بنحو کفلت بمالک علیه تصح هذه الکفالة و ان کان المال المکفول مجهولاً او بمایدرکک فی هذاالبیع هذا الضمان یسمی ضمان الدرک وهو ضمان الاستحقاق ای یضمن للمشتری ردالثمن ان استحق المبیع مستحق (۱۴) او علق الکفالة بشرط ملائم نحوما بایعت فلانا اوماذاب لک علیه او ما غصبک فعلی ماذاب ای ماوجب ففی هذه الصورة ماشرطیة معناه ان بایعت فلانا فیکون فی معنی التعلیق و عنی بالملائم المناسب هذه الاشیاء اسباب لوجوب المال فینا سب ضم الذمة الی الذمة فقوله ما بایعت فلانا ای مابایعت منه فانی ضامن لثمنه لاما اشتریت منه فانی ضامن للمبیع فان الکفالة بالمبیع لایجوز علی مایأتی وان علقت بمجرد الشرط فلاکان هبت الریح او جاء المطرفان کفل بمالک علیه ضمن قدرماقامت به بینة وبلابینة صدق الکفیل فیما یقربه مع حلفه والأصیل فیما یقرباکثرمنه علی نفسه فقط ای ان لم یقم البینة صدق الکفیل فی مقدارمایقربه مع انه یحلف علی نفی الزیادة و ینبغی ان یحلف علی العلم بانک لاتعلم ان اکثر من هذا واجب علی الاصیل فان نکلی او اقربا الزائد لزم علیه و انما یحلف علی العلم لان الحلف فیما یجب علی الغیر لیس الاعلی العلم و ان اقرالاصیل باکثرمما اقربه الکفیل یکون ذلک

مقتصراعليه لان الاقرار حجة قاصرة وكلمة ما في قوله فيما يقربه موصولة والضمير في به راجع الى ماوفى قوله فيما يقرباكثرمنه مصدرية اى صدق الاصيل في اقراره باكثرمنه اى مما يقربه الكفيل ولوجعلت موصولة يفسد المعنى لانه حينئذ يصير تقدير الكلام صدق الاصيل في الشئ الذى يقرباكثرمنه اى من ذلك الشئ فالشئ الذى يقرالاصيل باكثرمنه هو ما اقربه الكفيل والغرض ان الاصيل يصدق في الاكثر لانه يصدق فيما اقربه الكفيل

(۱۳) مدیون کی کفالت کے الفاظ

جیسے کفیل کہے دائن سے جو کچھ تیرا آتا ہے مدیون پر اس کا میں ضامن ہوں تو کفالت صحیح ہو جاوے گی اگرچہ مکفول بہ مجہول ہے یعنی مقدار اس کی معلوم نہیں یا کفیل کہے مشتری سے جو کچھ تجھ کو دینا پڑے اس بیع میں اس کا میں ضامن ہوں۔

فائدہ:۔ یہ زمان استحقاق کہلاتا ہے اس صورت میں اگر مبیع کسی اور کی سوا بائع کے نکلے گی تو مشتری کی ثمن کفیل کو دینا ہوگی۔

(۱۴) کفالت کو مشروط کرنا

اگر معلق کرے کفالت کو شرط مناسب پر جیسے یوں کہے اگر تو فلاں سے معاملہ بیع کرے تو اس کا میں ضامن ہوں (یعنی اس کی ثمن کا اس واسطے کہ کفالت نفس مبیع کی درست نہیں جیسا کہ آگے آتا ہے) یا اگر تیرا اس پر کچھ نکلے یا وہ تیرا کچھ چھین لے تو اس کا میں ضامن ہوں تو کفالت صحیح ہو جاوے گی اور اگر وہ شرط مناسب نہ ہو تو کفالت صحیح نہ ہوگی جیسے یوں کہے اگر ہوا چلے گی یا پانی برسے گا تو میں ضامن ہوں اگر اس طرح کفالت کی کہ جو تیرا اس پر ہے اس کا میں ضامن ہوں تو جتنا مال گواہی سے دائن کا مدیون پر ثابت ہوگا کفیل کو دینا پڑے گا اور اگر گواہ نہیں ہیں مکفول لہٗ پاس تو کفیل جس قدر حلف کی رو سے کہہ دے گا اتنا دینا پڑے گا اس سے زیادہ کا اگر مکفول عنہ اقرار کرے تو اس کا مواخذہ کفیل سے نہ ہوگا بلکہ ذات پر مکفول عنہ کے لازم آوے گا۔

فائدہ:۔ درصورت نہ ہونے شہادت کے کفیل سے جو قسم لی جاوے گی تو علم پر کہ تو نہیں جانتا ہے کہ اس سے زیادہ مکفول لہ کا مکفول عنہ پر واجب ہے اس واسطے کہ قسم غیر کے افعال پر ہمیشہ علم پر ہوتی ہے نہ بطور قطعی۔

(۱۵) وللطالب مطالبة من شاء من اصيل و كفيل و مطالبتهما فان طالب احدهما فله مطالبة الأخر (۱۶) هذا بخلاف المالك اذا اختار احدالغاصبين فان اختياره احدهما يتضمن تمليكه يعني اذا قضى القاضي بذلك كذا في مبسوط شيخ الاسلام فاذاملك احدهمالايمكنه ان يملك الأخر (۱۷) وتصح بامرالاصيل وبلاامره ثم ان امره رجع عليه بعد ادائه الى طالبه ولايطالبه قبله بخلاف الوكيل بالشراء فانه اذااشترى كان له مطالبة الثمن من مؤكله قبل ادائه الى البائع لان العقد بين الوكيل والمؤكل مبادلة حكمية وان لم يامره لم يرجع (۱۸) فان لوزم الكفيل بالمال فله ملازمة اصيله و ان حبس فله حبسه لانه لحقه هذا الضرر بامره فيعامله بمثله وان ابرئ الاصيل و لو في المال برئ الكفيل وان ابرئ هولايبرئ الاصيل لان الدين على الاصيل فالبراء ة عنه توجب البراء ة عن المطالبة بخلاف العكس وان اخرعن الاصيل تاخر

عنه بخلاف عكسه اعتبار اللابراء المؤقت بالموبد فان صالح الكفيل الطالب عن الف علے مائة برئ الكفيل والاصيل و رجع علے الاصيل بها ان كفل بامره لانه اضاف الصلح الى الالف الذى هوالدين علے الاصيل فيبرئ عن تسعمائة و براء ته توجب براء ة الكفيل فان كانت الكفالة بامره رجع الكفيل بما ادى هوالمائة وان صالح على جنس اٰخررجع بالالف لانه مبادلة فيملكه الكفيل فيرجع بجميع الالف فان قلت ان الدين علے الاصيل فكيف يملكه الكفيل لان تمليک الدين من غيرمن عليه الدين لايصح قلت اما عند من جعل الكفالة ضم الذمة الى الذمة فى الدين فظاهر واما عندالأخرين فان المكفول له اذا ملک الدين من الكفيل اما بالهبة او بالمعاوضة فالدين يجعل ثابتاً فى ذمة الكفيل ضرورة صحة التمليک كذاقالواوان صالح عن موجب الكفالة لم يبرأ الاصيل لان هذا الصلح ابرأ الكفيل عن المطالبة فلا يوجب براء ة الاصيل

(۱۵) مکفول لہ کا حق مطالبہ

اور جب کفالت کر لی کفیل نے تو مکفول لہ کو پہنچتا ہے کہ جس سے چاہے اپنا دین طلب کرے خواہ مکفول عنہ سے جو اصل مدیون ہے یا کفیل سے جو اس کا ضامن ہے اور دونوں سے معاً بھی مطالبہ کرسکتا ہے اور اگر ایک سے اس نے تقاضا کرلیا جب بھی دوسرے سے تقاضا کرسکتا ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مطالبہ حق ہے مکفول لہٗ کا تو اس کو اختیار ہے جس سے چاہے جس طرح سے طلب کرے۔

(۱۶) مغصوب عنہ کا حق مطالبہ

اور مالک مال کی صورت اس کے برخلاف ہے۔

فائدہ:۔ مثال اس کی یہ ہے کہ زید کا گھوڑا عمرو غصب کر لے گیا اور عمرو سے وہ گھوڑا بکر غصب کر لے گیا بعد اس کے وہ گھوڑا بکر کے پاس تلف ہوگیا تو پہلے مالک کو اختیار ہے کہ خواہ غاصب سے تاوان طلب کرے یا غاصب کے غاصب سے یعنی بکر سے مگر جب وہ ایک شخص سے طلب کرنے پر راضی ہوگیا یا قضائے قاضی اس پر واقع ہوئی تو اب وہ دوسرے سے طلب نہیں کرسکتا تو اگر تاوان اس نے غاصب سے لیا تو وہ رجوع کر لے غاصب کے غاصب پر اور اگر غاصب غاصب سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے۔

(۱۷) کفالت میں مکفول عنہ کے حکم کی حیثیت

اور جائز ہے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے اور بدوں اس کے حکم کے تو اگر کفالت اس کے حکم سے ہوئی اس صورت میں جو روپیہ کفیل ادا کرے گا وہ مکفول عنہ سے پھیر لے گا لیکن قبل ادا کے مکفول عنہ سے نہیں لے سکتا برخلاف اس شخص کے جو وکیل ہو کسی چیز کی خرید کا کہ اس نے جب کوئی چیز خرید کی تو قبل ادائے ثمن کے بائع اپنے موکل سے ثمن طلب کرسکتا ہے اور اگر کفالت بدوں اس کے حکم کے ہوئی ہے تو کفیل جو مال ادا کرے گا مکفول عنہ کو اس کا پھیرنا لازم نہیں۔

(۱۸) کفیل اور مکفول عنہ کا معاملہ

تو اگر پیچھا کیا جاوے کفیل کا مال کے لئے تو کفیل پیچھا کرے مکفول عنہ کا اور اگر کفیل قید کیا جاوے تو وہ مکفول عنہ کو قید کرے اور اگر مکفول لہٗ نے مکفول عنہ کو قرض معاف کر دیا یا قرض ادا کر دیا کفیل بھی بری ہو جاوے گا اور اگر کفیل کو اس نے بری کر دیا تو مکفول عنہ بری نہ ہوگا اس واسطے کہ

اصل قرض مکفول عنہ پر ہے تو جب وہ بری ہو جاوے گا تو کفیل کا بری ہونا ضرور ہے نہ اس کا الٹا۔ (یعنی ابرائے کفیل سے ابرائے اصیل ضرور نہیں) اور اگر مکفول لہٗ نے کفیل کو مہلت دیدی ادائے قرض کے لئے تو مکفول عنہ کو نہ ہوگی البتہ اگر مکفول عنہ کو مہلت دے گا تو کفیل کو بھی مہلت ہو جاوے گی اگر قرض کے ہزار روپے تھے اور کفیل نے مکفول لہٗ کو سو روپے پر راضی کر کے اس سے صلح کر لی تو نو سو روپیہ مکفول عنہ کے اور کفیل کے دونوں کے ذمے سے ساقط ہو جاویں گے اس صورت میں اگر کفیل رجوع کرے گا مکفول عنہ پر تو صرف سو روپیہ لے گا اگر کفالت اس کے حکم سے کی ہوگی۔ (ورنہ کچھ نہ لے گا) اور اگر کفیل نے کسی دوسری جنس پر (یعنی جنس دین کے سوا دوسری جنس پر جیسے گھوڑا بیل خچر کتاب وغیرہ) مکفول لہٗ کو راضی کر کے اس سے صلح کر لی تو اس صورت میں اگر کفیل نے کفالت مکفول عنہ کے حکم سے کی ہے تو کل دین اس سے پھیر لے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ مبادلہ ہے مکفول لہٗ سے یعنی بدلنا ہے اس جنس کو عوض میں دین کے تو کل دین کی مقدار مکفول عنہ پر رجوع کرے گا۔

☆ اور اگر کفیل نے مکفول لہٗ سے صلح کر لی موجب کفالت پر تو اس صورت میں مکفول عنہ دین سے بری نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ موجب بفتح جیم مفعول کا صیغہ ہے یعنی جس کو کوئی اور چیز موجب بالکسر ہو یعنی واجب کیا گیا تو موجب کفالت یعنی جس امر کو کفالت نے واجب کیا تھا وہ مطالبہ تھا اور مطالبے کے اسقاط سے اصل دین ساقط نہیں ہو سکتا۔

(۱۹) وان قال الطالب للکفیل برئت الی من المال رجع علی اصیله لان البراءة التی ابتداؤها من الکفیل و انتهاؤها الی الطالب لاتکون الابالایفاء کانه قال برئت بالاداء الی فیرجع بالمال علی الاصیل انکانت الکفالة بامره وکذا فی برئت عند ابی یوسفؒ خلافا لمحمدؒ له ان البراءة یکون بالاداء او لابراء فیثبت الادنی ولابی یوسفؒ انه اقربالبراءة التی ابتداؤها من المطلوب وهی بالاداء فیرجع وفی ابرأتک لایرجع قیل فی جمیع ذلک انکان الطالب حاضراً یرجع الیه فی البیان (۲۰) ولا یصح تعلیق البراءة عن الکفالة بالشرط کسائر البرءات کما اذا قال ان قدم فلان من السفر ابرأتک من الدین

(۱۹) مکفول لہٗ کی طرف سے کفیل کیلئے مختلف پیشکشیں

مکفول لہٗ نے کفیل سے یہ کہا برئت الی من المال یعنی تو بری الذمہ ہوا مجھ تک مال سے تو اس صورت میں کفیل رجوع کرے مکفول عنہ پر

فائدہ:۔ اس واسطے کہ الی موضوع ہے واسطے انتہائے غایت کے تو معنی یہ ہوئے کہ برأت شروع ہو کر طرف سے کفیل کے منتہی ہوئی طالب پر اور ایسی برأت جس کا شروع کفیل سے اور انتہا طالب پر ہووے نہیں ہو سکتی بدوں ایفائے دین کے تو گویا مکفول لہٗ نے یوں کہا کہ بری ہوا تو بسبب آدائے دین کے مجھ کو تو رجوع کرے گا۔ ساتھ مال کے مکفول عنہ پر۔ اگر اس کے حکم سے کفالت ہوگی اور ایسے ہی رجوع کرے کفیل اگر مکفول لہٗ نے اس سے کہا کہ بری ہوا تو نزدیک ابو یوسفؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک رجوع نہ کرے۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ قول امام متحد ہے ساتھ قول ابو یوسفؒ کے اور اسی کو اختیار کیا ہے ہدایہ میں اور یہی اولیٰ ہے۔

☆ہاں اگر مکفول لہٗ نے یہ کہا کہ بری کیا میں نے تجھ کو تو اس صورت میں رجوع نہ کرے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ ابراء ہے طرف سے طالب کے باسقاط دین اور اسقاط دین جب ذمہ کفیل سے ہوگیا تو اس کو حق رجوع ثابت نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان سب صورتوں میں طالب اگر موجود ہوگا تو اس سے استفسار کر لیں گے کہ مطلب تیرا کیا ہے پھر اس کے بیان کے لحاظ سے عمل ہوگا۔

(۲۰) مکفول لہٗ کا کفیل کی برأت کو مشروط کرنا

اگر مکفول لہٗ برأت کفیل کو معلق کرے شرط پر جیسے یوں کہے کہ اگر فلانا شخص سفر سے لوٹ آوے تو تو دین سے بری ہے تو برأت صحیح نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ کیونکہ ابراء تملیک ہے دین کی اصل مدیون کو اور جو چیزیں تملیک ہیں ان کی تعلیق شرط پر صحیح نہیں۔

(۲۱) لایصح البراء ة ولا الکفالة بما تعذراستیفاء ة من الکفیل کالحدود والقصاص وبالمبیع بخلاف الثمن اعلم ان الکفالة بتسلیم المبیع تصح لکن لوهلک لایجب علی الکفیل شئ فمراد المصنفؒ الکفالة بمالیة المبیع و ذلک لان مالیته غیر مضمونة علی الاصیل فانه لوهلک ینفسخ البیع و یجب ردالثمن بخلاف الثمن وبالمرهون ای بمالیته لکن تصح بتسلیم المرهون فان هلک لایجب علیه شئ فالحاصل ان الکفالة بمالیة الاعیان المضمونة بالغیر لاتصح فاما بالاعیان المضمونة بنفسها تصح عندنا خلافا للشافعیؒ (۲۲) وذلک مثل المبیع بیعاً فاسداً والمغصوب والمقبوض علی سوم الشراء فانه مضمون بالقیمة وبالامانة کالودیعة والمستعار والمستاجرومال المضاربة والشرکة قالواالکفالة بمالیة الودیعة والعاریة لاتصح امابتمکین المالک من اخذالودیعة تصح و کذابتسلیم العاریة (۲۳) وبالحمل علی دابة مستاجرة معینة اذلاقدرة له علی تسلیم دابة المکفول عنه بخلاف غیر المعینة فان المستحق ههنا الحمل علی ای دابة کانت فالقدرة ثابتة ههنا وبخدمة عبدمستاجر لها معین لما ذکر فی الدابة

(۲۱) وہ چیزیں جن میں کفالت صحیح نہیں ہے

اسی طرح کفالت صحیح نہیں نفس حد یا قصاص ہے کیونکہ استیفاء انکا کفیل سے متعذر ہے اور نہ مبیع کی قبل قبض مشتری کے اور نہ عین مرہون کی اور نہ عین امانت کی اور نہ عین عاریت کی اور نہ اس چیز کی جو اجارہ لی گئی ہے اور نہ مال مضاربت کی اور نہ مال شرکت کی۔

فائدہ:۔ البتہ ان چیزوں کی تسلیم کی ضمانت درست ہے اس واسطے کہ تسلیم امور مذکورہ اصیل پر لازم ہے تو کفیل اس کا التزام کرسکتا ہے تو اگر تسلیم کی ضمانت کی صورت میں اجارے کا جانور یا غلام وغیرہ ہلاک ہو جاوے تو ضامن پر کچھ واجب نہیں مثل حاضر ضامن کے درمختار۔

(۲۲) وہ مبیع و مغصوب جس میں کفالت صحیح ہے

البتہ صحیح ہے کفالت اس مبیع کی جو بیع کی گئی بیع فاسد یا مغصوب کی یا مقبوض کی بہ نیت خریداری۔

فائدہ:۔ بشرطیکہ ثمن معین ہوگیا ہو اور نہیں تو امانت ہو جاویگی اور ایسی ہی صحیح ہے اس مال کی جو صلح ہووے قتل عمد سے یا عوض ہو خلع کا یا مہر ہو درمختار جاننا چاہئے کہ جو چیزیں مضمون بنفسہا ہیں ان کی کفالت صحیح ہے اور جو چیزیں مضمون ہی نہیں

جیسے امانت و عاریت و مال شرکت و مال مضاربت مستاجر یا مضمون ہیں لیکن بغیر ہا تو ان کی کفالت درست نہیں یہی قاعدہ کلیہ ہے اس باب کا مضمون بغیر ہا وہ چیزیں ہیں کہ درصورت ہلاک ان کی کے قیمت ان کی واجب نہ ہووے جیسے مبیع بہ بیع صحیح قبل القبض کہ وہ اگر بائع کے پاس تلف ہو جاوے گی تو رد ثمن مشتری پر واجب ہوگا نہ کہ بائع پر ضمان قیمت لازم آوے اسی طرح مرہون کی مضمون بالدین ہے مضمون بنفسہا وہ چیزیں ہیں جن کی قیمت یا مثل واجب ہوتی ہے درصورت ہلاک چنانچہ مغصوب اور بیع فاسد کا مبیع اور مقبوض بہ نیت خرید تو ان کی کفالت صحیح ہے اور ضامن پر واجب ہے جو اصیل پر واجب ہے یعنی دفع عین اور درصورت عجز دفع قیمت کذا فی فتح القدیر۔

(۲۳) خاص جانور یا خاص غلام سے خدمت کی ضمانت

اور صحیح نہیں ضمانت بوجھ لادنے کی کسی خاص جانور پر جو کرایہ لیا گیا ہووے۔ (اس واسطے کہ کفیل کو قدرت نہیں اس بات پر کہ مکفول عنہ کا جانور معین تسلیم کردے برخلاف جانور غیر معین کے کہ وہاں فقط تسلیم کسی جانور کی لازم ہوتی ہے اور اس پر کفیل قادر ہے) یا خدمت لینے کی ایک خاص غلام سے جو کرایہ پر لیا گیا ہووے۔ (اسی وجہ سے کہ گزری جانور میں)

(۲۴) وعن ميت مفلس هذا عند ابى حنيفةؒ بناء علے ان ذمة الميت قد ضعفت فلا يجب عليها الابان يتقوى باحدالامرين اما بان يبقے منه مال او يبقے كفيل كفل عنه فى ايام حياته فح يكون الدين ديناً صحيحاً فيصح الكفالة وعندهما اذا ثبت الدين و لم يوجد مسقط يكون ديناً صحيحاً فيصح الكفالة (۲۵) وبلاقبول الطالب فے المجلس وعند ابى يوسفؒ اذابلغه الخبر واجاز جاز وهذا الخلاف فى الكفالة بالنفس والمال جميعا الا اذاكفل عن مورثه فى مرضه مع غيبة غرمائه صورته ان يقول المريض لوارثه فى غيبة الغرماء تكفل عنے بما علے من الدين فكفل وانما يصح لان ذلک فى الحقيقة وصية و لهذالا يشترط تسمية المكفول له (۲۶) وبمال الكتابة حر كفل به او عبدلانه دين ثبت مع المنافى وانما قال حر كفل به او عبدلدفع توهم ان كفالة العبد به ينبغى ان تصح بانه يجوز ثبوت مثل هذا الدين عليه لان العبد محل الكتابة فخصه دفعاً لهذا الوهم

(۲۴) مقروض مرحوم کی کفالت

ایک شخص مدیون تھا اور مفلس مر گیا بعد اس کے مر جانے کے کوئی شخص اس کی طرف سے قرض خواہوں کے لئے کفالت کرے تو یہ کفالت درست نہیں۔

فائدہ: امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اور وہی قول ہے ائمہ ثلثہ کا ہاں اگر کوئی شخص تبرعاً میت کا دین ادا کرے گا تو سب کے نزدیک درست ہے اور اسی طرح اگر میت کفیل یا مال چھوڑ جاوے جب بھی اس کے دین کی کفالت درست ہے ہدایہ اور دلیل دونوں مذہبوں کی اصل میں مذکور ہے۔

(۲۵) مکفول لہ کی قبولیت

اور کفالت درست نہیں جب تک مکفول لہ قبول نہ کرے اسی مجلس میں جس میں ذکر کفالت ہوا ہے۔ یہ مذہب طرفین کا ہے۔ اور امام ابو یوسف کے نزدیک اگر مکفول کو خبر پہنچے اور وہ منظور کرے جب بھی جائز ہو جاوے گی اور یہ خلاف کفالت بالنفس میں ہے نہ

بالمال میں) مگر ایک مسئلے میں وہ مسئلہ یہ ہے کہ مریض اپنے مرض موت میں قرض خواہوں کی غیبت میں اپنے وارث سے یہ کہے کہ میرے اوپر جو قرض آتا ہے اس کا تو کفیل ہو جا اور وہ کفیل ہو گیا تو جائز ہو گا باوجود اس کے کہ مکفول لہم یعنی قرض خواہ غائب ہیں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ درحقیقت وصیت ہے اور اسی واسطے تسمیہ مکفول لہٗ کا شرط نہیں اور اگر مریض یہ قول شخص اجنبی سے کہے اور وہ کفالت منظور کرے تو اس میں دو روائتیں ہیں لیکن اوجہ یہ ہے کہ صحیح ہے۔

(۲۶) بدل کتابت میں کفالت

اور کفالت درست نہیں بدل کتابت کی خواہ شخص آزاد اس کی کفالت کرے یا غلام۔

فائدہ:۔ مثلاً ایک مولیٰ نے اپنے غلام کو مکاتب کیا سو روپیہ پر یعنی جب تو سو روپیہ دے گا تو تو آزاد ہے اب یہ سو روپے بدل کتابت کہلاتے ہیں ان روپیوں کا اگر کوئی شخص کفیل ہوا غلام کی طرف سے تو کفالت صحیح نہ ہوگی کیونکہ کفالت کے لئے دین صحیح چاہئے اور بدل کتابت دین صحیح نہیں جیسا اوپر گزرا۔

(۲۷) ولایرجع اصیل بالف ادی الی کفیله و ان لم یعطها طالبه ای اذا عجل الاصیل فادی المال الی الکفیل الذی کفل بامره لیس له ان یستردها مع ان الکفیل لم یعطها للطالب کما اذا عجل اداء الزکوٰة لان الکفالة بامرالمکفول عنه انعقدت سبباً للدینین دین الطالب علی الکفیل و دین الکفیل علی المکفول عنه مؤجلاً الی وقت ادائه فاذا وجدالسبب وعجل صح الاداء وملکه الکفیل فلا یسترده المکفول عنه و هذا بخلاف ما اذااداه علی وجه الرسالة لانه حینئذتمحض امانة فی یده ومار بح فیها الکفیل فهوله لایتصدق به اذا عامل الکفیل فی الالف التی ادی الاصیل الیه وربح فیها فالربح له حلالاً طیباً لایجب تصدقه لما ذکر نا انه ملکه و ربح کر کفل به و قبضه له ورده الی قاضیه احب قوله و ربح کر مبتدأ و له خبره ای انکانت الکفالة بکر حنطة فاداه الاصیل الی الکفیل فباعه الکفیل و ربح فیه فالربح له لکن رده الی قاضیه وهو الاصیل احب لانه تمکن فیه خبث بسبب ان للاصیل حق استرداده علی تقدیران یقضی الاصیل الدین بنفسه فیکون حق الاصیل متعلقاً به فهذاالخبث یعمل فیما یتعین بالتعیین کالکربخلاف مالایتعین بالتعیین کالدراهم والدنانیر کما فی المسألة السابقة وهذا عند ابی حنیفة واما عند هما لا یکون الردالی قاضیه احب اذلاخبث فیه اصلا

(۲۷) کفیل کو اداشدہ مال مکفول واپس نہیں کرسکتا

اگر مکفول عنہ نے جلدی کی اور روپیہ کفیل کو اپنے دیدیا جس نے اس کے حکم سے کفالت کی ہے اور ابھی کفیل نے وہ روپیہ مکفول لہ کو نہیں دیا تو اب مکفول عنہ کو یہ نہیں پہنچتا کہ اس روپیہ کو کفیل سے پھیر لیوے اور کفیل نے جو اس روپیہ میں کچھ نفع کمایا تو وہ کفیل کا ہو جاوے گا حلال طیب اس کا تصدق کرنا کچھ ضرور نہیں اور اگر کفالت کر بھر گیہوں کی کی اور کفیل نے وہ کر مکفول عنہ سے لے کر قبل اس کے کہ مکفول لہٗ کو حوالے کرے بیچ کر اس میں نفع کمایا تو یہ نفع کفیل کا ہو جاوے گا لیکن بہتر یہ ہے کہ نفع کو پھیر دیوے مکفول عنہ کو اور صاحبینؒ کے نزدیک کچھ پھیرنا ضرور نہیں۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کا قول اصح ہے کذافی الہدایہ اور فرق کی وجہ دونوں مسئلوں میں مذکور ہے اصل کتاب اور ہدایہ میں۔

(۲۸) كفيل امره اصيله بان يتعين عليه ثوبا ففعل فهوله اى امرالاصيل الكفيل بان يشترى عليه ثوباً بطريق العينة و بيع العينة ان يستقرض رجل من تاجر نسيأً فلايقرضه قرضاً حسناً بل يعطيه عينا و يبيعها من المستقرض باكثرمن القيمة فالعينة مشتقة من العين سمے بهالانه اعراض عن الدين الى العين فالاصيل امر كفيله بان يشترى ثوبا باكثرمن القيمةليقضے به دينه ففعل فالثوب للكفيل لان هذه وكالة فاسدة لعدم تعيين الثوب والثمن وماربح بائعه فعليه اى اذااشترى الثوب بخمسة عشروهو يساوى عشرة فباعه بالعشرة فالربح الذى حصل للبائع وهو الخمسة التے صارت خسرانا علے الكفيل فعلے الكفيل لان الوكالة لمالم تصح صاركانه قال ان اشتريت ثوبا بشئ ثم بعته باقل من ذلک فاناضامن لذلک الخسران فهذاالضمان ليس بشئ

(۲۸) بیع عینہ سے مکفول کا قرض ادا کرنا

ایک شخص کفیل ہوا دوسرے کے حکم سے اس کے بعد مکفول عنہ نے کفیل کو حکم دیا کہ ایک کپڑا بطریق بیع عینہ خرید کر کے میرا دین ادا کردے تو کفیل نے وہ کپڑا خریدا تو وہ بیع کفیل کے واسطے ہے اس واسطے کہ یہ وکالت فاسدہ ہے بوجہ مجہول ہونے ثوب اور ثمن کے۔

فائدہ:۔ عینہ بکسر عین مہملہ عبارت ہے اس بیع سے کہ ایک شخص نے تاجر سے قرض حسنہ مانگا اور اس نے نہ دیا تو تاجر نے ایک کپڑا دس روپے کی مالیت کا اس شخص کے ہاتھ پندرہ کو بیچا تاکہ وہ شخص اس کپڑے کو دس کو بیچ کر اپنی حاجت روائی کرے اور پندرہ تاجر کو ادا کرے تو تاجر کو پانچ روپیہ نفع ہوئے اور اس کے سوا بھی اور صورتیں بیع عینہ کی ہیں جو درمختار وغیرہ میں مذکور ہیں درمختار میں ہے کہ یہ بیع مکروہ ہے مذموم ہے اس واسطے کہ اس میں ثواب قرض سے روگردانی ہے اور محمدؒ نے کہا کہ یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کے مانند ہے اس کو سود خواروں نے نکال لیا ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب تم خرید و فروخت بطریق بیع عینہ کرو گے اور بیلوں کی دموں کے پیچھے پڑو گے یعنی کھیتی اور کسب میں مشغول ہو کر جہاد کرنے سے غافل ہو جاؤ گے تو ذلیل ہو جاؤ گے اور تمہارے دشمن یعنی کفار تم پر غالب ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں کیونکہ بہت سے صحابہؓ نے ایسی بیع کی ہے۔

☆اور زیادتی نفع کی جو بائع کو حاصل ہوئی اس کا نقصان کفیل پر ہے کیونکہ کفیل ہی عاقد ہے اس بیع کا اس لئے کہ یہ وکالت صحیح نہیں ہوئی۔ (اور لازم نہیں مکفول عنہ پر وہ نقصان جو کفیل کا ہوا ہے)

(۲۹) ولو كفل بماذاب له اوبماقضے له عليه وغاب اصيله فاقام مدعيد بينة علے كفيله ان له علے اصيله كذاردت لانه اذااقام البينة ان له علے اصيله كذا ولم يتعرض لقضاء القاضے به لايجب علے الكفيل لانه كفل بماقضے القاضے به ولم يوجد وهذا فى الكفالة بما قضے له عليه ظاهر وكذابماذاب له لان معناه تقرر وهوبالقضاء وان اقام بينة ان له علے زيد كذاوهذا كفيله بامره قضے به عليهما هذا ابتداء مسألة لاتعلق له بماسبق وهوالكفالة بماذاب له و بماقضے له عليه صورة المسألة اقام رجل بينة ان له علے زيد الفاوهذا كفيله

بهذا المال بامره قضي عليهما ففي هذه الصورة قد كفل بهذا المال من غير التعرض بقضاء القاضي بخلاف المسألة المتقدمة فاذا قضي عليهما يكون للكفيل حق الرجوع على الاصيل وهذا عندنا وعندزفرؒ لا يرجع عليه لانه لما انكر كان زعمه ان هذا الحق غير ثابت بل المدعي ظلمه فلايكون له ان يظلم غيره قلنا الشرع كذبه فارتفع انكاره و في الكفالة بلا امر قضي على الكفيل فقط اى اقام البينة علي انه كفيله بلا امره يقضي القاضي بالمال على الكفيل فقط

(۲۹) ثابت وواجب شدہ مال میں کسی کی کفالت کرنا

زید نے کفالت کی عمرو کی کہ جو کچھ عمرو پر بکر کا ثابت اور واجب ہوا ہے یا قاضی نے حکم کیا ہے میں اس کا کفیل ہوں بعد اس کے عمرو غائب ہو گیا اب بکر نے گواہ پیش کئے زید پر کہ میرا اتنا مال عمرو پر تھا تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ جب تک مکفول عنہ یعنی عمرو پھر حاضر نہ ہو پھر جب آوے گا تو اس پر مال مدعی بکر کا حکم کیا جاوے گا پھر زید پر لازم آوے گا بحکم کفالت وجہ اس مسئلہ کی یہ ہے کہ کفیل نے صرف اسی مال کی کفالت کی تھی جس کا قاضی نے فیصلہ کر دیا ہووے کیونکہ ثابت اور واجب ہوتی ہے شے قضا سے اور گواہوں کی گواہی میں ذکر بھی قضائے قاضی کا نہیں تو دعویٰ مدعی کا مطلق ہو گیا اور مکفول بہ خاص اس صورت میں مسموع نہ ہوگا۔ ہدایہ

☆ زید نے گواہ قائم کئے اس بات پر کہ میرے عمرو پر جو غائب ہے ہزار روپیہ تھے اور یہ شخص یعنی بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اس کے حکم سے تو قاضی فیصلہ کر دے گا اس مال کا عمرو اور بکر پر تو جب بکر یہ روپیہ زید کو ادا کر دے گا عمرو سے پھیر لے گا ہمارے نزدیک نہ زفر کے نزدیک۔

فائدہ:۔ دلیل زفرؒ کی یہ ہے کہ ہرگاہ بکر کا زعم یہ ہے کہ زید جھوٹا ہے اور میں عمرو کا کفیل نہیں ہوا تو وہ اپنی دانست میں مظلوم ہے اور مظلوم نہیں ظلم کرے گا غیر پر اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس کے زعم کی تکذیب ہوگئی بحکم شرع گواہوں سے۔

☆ اور اگر گواہوں نے یہ نہیں کہا کہ بکر کفیل ہوا تھا عمرو کا اسکے حکم سے بلکہ یہ کہا کہ کفیل ہوا تھا عمرو کا بغیر اسکے حکم کے (یا صرف اتنا ہی کہا کہ کفیل ہوا تھا نہ امر کی قید نہ بلا امر کی درمختار) تو قاضی فیصلہ کرے گا مال کا صرف بکر کی ذات پر (اور وہ رجوع نہ کرے گا عمرو پر کیونکہ رجوع جب ہی ہوتی ہے کہ کفالت بالامر ہووے)

(۳۰) ولوضمن الدرک بطل دعواه بعده لانه ترغيب للمشترى فى الشراء فيكون بمنزلة الاقرار بملک البائع فلا يصح دعوى ملكيته (۳۱) ولوشهدا و ختم لاوانما قال وختم لان المعهود فى الزمان السابق كان الختم فى الشهاد ات صيانة عن التغيير والتبديل قالوا ان كتب في الصک با ع ملكه او بيعاً باتاًنافذاً وهوكتب شهد بذلک بطلت اى بطلت دعواه بعد هذه الشهادة لان الشهادة تكون اقراراً بان البائع قد با ع ملكه او با ع بيعاً باتاًنافذاً فاذا ادعى الملک لنفسه يكون مناقضاً ولو كتب شهادته علي اقرار العاقدين لا اى لايبطل دعواه بعد هذه الكتابة لعدم التناقض (فصل فى الضمان) (۳۲) ولو ضمن العهدة اى اشترىٰ

رجل ثوباً فضمن احد بالعهدة فالضمان باطل لان العهدة قد جاء ت لمعان للصک القديم وللعقد و حقوقه وللدرک فلا يثبت احدالمعانی بالشک او الخلاص ای اذاضمن الخلاص فلا يصح عند ابی حنيفةؒ وهو ان يشترط ان المبيع ان استحق يخلصه و يسلم اليه بای طريق کان وهذا باطل اذلاقدرة له علی هذا وعندهما يصح و هو محمول علی ضمان الدرک اوالمضارب الثمن لرب المال ای باع المضارب و ضمن الثمن لرب المال او الوکيل بالمبيع لمؤکله ای باع الوکيل و ضمن للمؤکل الثمن وانما لا يجوز لان الثمن امانة عند المضارب والوکيل فالضمان تغيير حکم الشرع ولان حق المطالبه للمضارب والوکيل فيصيران ضامنين لنفسهما

(۳۰) ثمن کی ضمان اقرار ملکیت ہے

زید ایک شے عمرو کے ہاتھ بیع کرتا تھا اتنے میں بکر آیا اور اس نے اطمینان دیا عمرو کو کہ تو یہ چیز زید سے خرید کر لے اگر کسی اور کی نکلے گی تو میں تیرے ثمن کا ضمان دوں گا۔ (یعنی بکر نے ضمان الدرک کیا اور ضمان الدرک اسی کو کہتے ہیں) تو بکر کا یہ ضمان کرنا اقرار ہو گیا اس بات کا کہ یہ چیز مملوک ہے زید کی اگر بعد اس کے بکر نے اس چیز کا دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ باطل شمار کیا جاوے گا۔ (بوجہ تناقض کے)

(۳۱) بیعنامہ کی تصدیق اقرار ملکیت نہیں ہے

اور اگر بکر نے شہادت لکھ دی اس چیز کی بیعنامے پر اور اپنی مہر کر دی تو یہ اقرار نہ ہوگا بکر سے ملک زید کا۔

فائدہ:۔ تو اب دعویٰ بکر کا بابت ملکیت اپنی کے باوجود شہادت مقبول ہوگا اس واسطے کہ بیع گاہے غیر مالک سے صادر ہوتی ہے چنانچہ فضولی سے اور شاید اس واسطے گواہی لکھی ہوتا واقعہ یاد رہے کہ بعد اس کے اثبات بیتہ میں کوشش کرے یا تامل کرنے کے واسطے گواہی لکھی ہو کہ اگر اس میں مصلحت معلوم ہو تو اس کو جائز رکھے۔ طحطاوی۔

☆ لیکن اگر اس بیعنامے میں یہ لکھا ہوگا کہ بائع نے اپنی ملک بیچی یا یہ بیع نافذ لازم ہے اور بکر نے شہادت کر دی تو یہ شہادت تسلیم اور تصدیق ملک بائع کی ہوگی تو اب دعویٰ بکر کا بعد اس کے مسموع نہ ہوگا اور اگر بکر نے گواہی لکھی صرف اقرار عاقدین پر تو بکر کا پھر دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے بسبب نہ ہونے تناقض کے۔

(۳۲) کفالت عہدہ اور کفالت خلاص وغیرہ

اگر کوئی شخص کفیل ہوا عہدے کا تو یہ کفالت باطل ہے اس لئے کہ عہدے کے کئی معنی ہیں قبالہ قدیم عقد حقوق عقد ضمان الدرک تو معلوم نہیں کہ کون سے معنی مراد ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص کفیل ہوا خلاص کا تو بھی صحیح نہیں۔

فائدہ:۔ ضمان خلاص یہ ہے کہ کفیل شرط کرے مشتری سے کہ اگر یہ چیز غیر بائع کی نکلے گی تو میں اس سے چھڑا کر جس طرح ہو ذات شے کو تیرے حوالے کر دوں گا تو یہ امام صاحبؒ کے نزدیک درست نہیں اس واسطے کہ کفیل کو اس پر قدرت نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے لیکن محمول ہو گا ضمان درک پر۔

☆ یا مضارب یا وکیل ضامن ہوا ثمن کا رب المال اور موکل کے لئے (تو یہ ضمانت باطل ہے) اس واسطے کہ ثمن امانت ہے مضارب اور وکیل کے پاس۔

(۳۳) او احدالبائعين حصة صاحبه من ثمن عبدباعاه بصفقة بطل و بصفقتين صح اى باعاعبداصفقه واحدة و ضمن احدهما لصاحبه حصةً من الثمن لا يصح لانه لو صح الضمان مع الشركة يصير ضامناً لنفسه ولو صح فى نصيب صاحبه يؤدى الى قسمة الدين قبل قبضة وذالايجوز بخلاف مالو باعاه بصفقتين فانه يصح الضمان لانه لاشركة (۳۴) كضمان الخراج والنوائب والقسمة اى صح ضمان هذه الاشيئا اما الخراج فقدمرواماالنوائب فهى أ ما بحق ككرى النهر واجر الحارس وما يوظف لتجهيز الجيش و غير ذلك واما بغير حق كالجبايات فى زماننا والكفالة بالاولى صحيحة اتفاقا و فى الثانية خلاف والفتوے علے الصحة فانها صارت كالديون الصحيحة حتى لواخذت من الاكارفله الرجوع علے مالك الارض واما القسمة فقد قيل هى النوائب بعينها اوالحصة منها و قيل هى النائبة الموظفة الراتبة والنوائب هے غير الموظفة واياماكان فالكفالة بها صحيحة (۳۵) وان قال ضمنته الى شهر صدق هو مع حلفه وان ادعى الطالب انه حال اى قال الكفيل كفلت بهذا المال تكن المطالبة بعد شهر وقال الطالب لابل علے صفة الحلول فالقول قول الكفيل مع الحلف و هذا بخلاف ماذا اقربدين مؤجل وقال المقرله لابل هو حال فالقول للمقرله والفرق انه اذا اقربالدين ثم ادعى حقاله وهوتاخير المطالبة والمقرله منكرفالقول له بخلاف الكفالة فانه لادين فيها فالطالب يدعى انه مطالب فى الحال والكفيل ينكره(۳۶) ولايوخذ ضامن الدرك ان استحق المبيع مالم يقض بثمنه على بائعه اذبمجرد الاستحقاق لاينتقض البيع فى ظاهر الرواية مالم يقض بالثمن علے البائع فلم يجب علے الاصيل ردالثمن فلا يجب علے الكفيل

(۳۳) دوشریکوں کا ایک دوسرے کا کفیل بننا

دوشریکوں نے مل کرایک غلام کو بیچا ایک ہی عقد میں اور ہر ایک شخص دوسرے کے حصے کے ثمن کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت صحیح نہیں البتہ اگر دوعقدوں میں بیع ہوگی علیحدہ علیحدہ تو ضمانت جائز ہے۔

فائدہ:۔یعنی اگر پہلے ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور دوسرا شریک ضامن ہوگیا مشتری کی طرف سے اس کی ثمن کا پھر دوسرے شریک نے اپنا حصہ بیع کیا اور پہلا شریک اس کی ثمن کا ضامن ہوگیا تو یہ صحیح ہے اور دلیل دونوں مسئلوں کی ہدایہ اوراصل میں مذکور ہے۔

(۳۴) خراج‘ نوائب اور قسمت کا کفیل بننا

صحیح ہے کفالت خراج کی اور نوائب کی اور قسمت کی۔

فائدہ:۔لیکن خراج کا بیان تو گزر چکا ہے پہلے اس سے اور لیکن نوائب تو وہ دوقسم ہیں ایک واجبی ایک غیرواجبی۔واجبی جیسے نہر مشترک کھودائی جس سے عامہ خلائق کو فائدہ ہووے یا اجرت چوکیداری یا وہ مال جس کو بادشاہ اسلام واسطے تیاری لشکر کے مسلمانوں سے لیوے غیرواجبی جیسے جبایات یعنی مظالم سلطانی جو ہمارے زمانے میں لوگوں سے ناحق لئے جاتے ہیں تو پہلے قسم کی کفالت بالاتفاق صحیح ہے اور قسم ثانی کی کفالت میں اختلاف ہے لیکن فتویٰ اس پر ہے کہ صحیح ہے یہاں تک کہ اگر کسان سے بابت

زمین کے ناحق مال حاکم لیوے تو وہ کسان یعنی مزارع زمیندار سے وصول کر لیوے اور قسمت نوائب کو کہتے ہیں یا ایک حصے کو نوائب میں سے اور بعضوں نے کہا ہے کہ قسمت نامہ موظفہ معینہ ہے یعنی جو یک ماہہ یا دو ماہہ یا سہ ماہہ بطریق محصول کے مقرر ہوتا ہے اور نوائب غیر معین ہوتے ہیں بہر تقدیر کفالت اس کی بھی صحیح ہے۔

(۳۵) کفیل اور مکفول لہٗ کا مدت میں اختلاف

ضامن نے کہا کہ میں ضامن ہوا ہوں مکفول عنہ کی طرف سے ایک مہینے کے وعدے پر یعنی مال موجل ہے بمیعاد ایک ماہ کے اور مکفول لہ کہتا ہے کہ نہیں وہ مال نقد ہے یعنی بالفعل دینا چاہئے میعادی نہیں ہے تو قول کفیل کا قسم سے معتبر ہوگا۔

(۳۶) ضامن درک

ضامن درک سے مواخذہ نہیں ہوتا جبکہ مبیع مستحق غیر کا نکلے قبل اس بات کے کہ بائع پر ثمن پھیر دینے کا حکم ہو اس واسطے کہ بمجرد استحقاق بیع نہیں ٹوٹتی ظاہر الروایۃ میں جب تک بائع پر حکم نہ ہو واپسی ثمن کا تو اصیل پر جب تک رد ثمن واجب نہ ہوگا تو کفیل پر بھی واجب نہ ہوگا۔

(۳۷) دين علے اثنين كفل كل عن الأخر لم يرجع علے شريكه الابما ادى زائد على النصف اشتر يا عبداً بالف و كفل كل منهما عن صاحبه بامره للبائع فكل ما اداه احدهمالايرجع به على صاحبه الاان يكون زائداعلے النصف لان وقوع المؤدى عماعليه اصالة اولى من وقوعه عما عليه كفالةً (۳۸) ولو كفلا بشئ عن رجل و كل كفل به عن صاحبه رجع عليه بنصف ماادى وان قل اى علے رجل الف فكفل كل واحد من شخصين اٰخرين عن الاصيل بهذا الالف ثم كفل كل واحد من الكفيلين عن صاحبه بامره بهذا الالف فكل ما اداه احدهما وان قل رجع علے الأخر بنصفه بخلاف الصورة الاولى فان الاصالة ترجح علے الكفالة اما ههنا فالكل كفالة فلا رجحان وقال فى الهداية الصحيح ان صورة المسألة علے هذا الوجه احترازعما اذاكفلا بالف حتے كان الالف منقسماً عليهما نصفين ثم كفل كل واحد منهما عن صاحبه بامره ففى هذه الصورة لا يرجع علے شريكه الابمازادعلى النصف اقول فى هذه الصورة كل ما اداه ينبغے ان يرجع بنصفه علے شريكه لانه لما لم يكن لاحدى الكفالتين رجحان علے الاخرى فكل ما اداه يكون منهما فيجب ان يرجع بنصف ماادى فلا فرق بين هذه الصورة والصورة التے خصها بالصحة

دو شخصوں کے کفیل ہونے کے بیان میں

(۳۷) ہر ایک کا اپنے شریک کے حصۂ ثمن کا کفیل ہونا

دو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا اور ہر شخص حصہ ثمن شریک کا ضامن ہوا دوسرے کی طرف سے اس کے حکم سے تو جو ہر ایک میں بائع کو ادا کرے اس کو دوسرے سے نہیں لے سکتا مگر جب نصف سے زائد دیوے تو جس قدر زائد دیا ہے اتنا دوسرے شریک سے پھیر لیوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اس صورت میں مثلاً ہر ایک نے

نصف نصف غلام خریدا ہے تو ہر شخص پر نصف ثمن لازم ہے
اپنے حصے کا اور نصف دوسرے کا بوجہ ضمانت تو ہر ایک جو کچھ
روپیہ ادا کرے گا وہ اسی کے حصے کے دام سمجھے جاویں گے اس
واسطے کہ ادا کیا گیا دین اصالت سے اور وہ مقدم ہے ادائے
دین کفالت سے یہاں تک کہ دام اپنے حصے سے بڑھ کر دیوے
جس قدر زائد دے گا اتنا دوسرے شریک سے پھیر لے گا۔

(۳۸) ایک مکفول عنہ کے دو کفیل

زید پر ہزار روپے آتے تھے عمرو کے اب پہلے بکر کفیل
ہوا زید کی طرف سے ان ہزار روپے کا بعد اس کے خالد کفیل
ہوا زید کی طرف سے ان ہی پورے ہزار روپے کا پھر بکر اور
خالد ہر ایک ان میں سے اپنے ساتھی کا یعنی کفیل کا ضامن ہوا
اس کے حکم سے سب دین کا تو یہاں بکر اور خالد میں سے جو
کوئی کچھ روپیہ عمرو کو ادا کرے گا اس کا نصف اپنے ساتھی یعنی
دوسرے کفیل سے پھیر لے گا۔

فائدہ:۔ یا اگر چاہے تو ساتھی سے نہ پھیرے بلکہ جتنا ادا
کیا ہے سب زید سے پھیر لیوے کیونکہ وہ کل دین کا ضامن ہوا
ہے اس کی طرف سے ہدایہ جاننا چاہئے کہ یہاں تین قیدیں
ہیں ایک تعاقب کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر بکر اور خالد ساتھ
ہی ضامن ہوئے ہوں زید کے پھر ہر شخص اپنے ساتھی کا
ضامن ہو تو یہ پہلا مسئلہ ہو جاوے گا کیونکہ دونوں پر نصفا نصف
منقسم ہوگا تو زید کے جمیع دین کا ضامن نہ ٹھہرا اس صورت میں
جب نصف سے زائد ادا کرے گا تب رجوع ہوگا اور ایک جمیع
دین کے کفالت کی اس واسطے قید لگائی کہ اگر بکر اور خالد ابتدا
سے نصف نصف کے ضامن ہوں گے پھر ہر واحد اپنے ساتھی
کا ضامن ہوگا تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاوے گا اور ایک اپنے ساتھی
کے جمیع دین کی ضمانت کی قید اس واسطے لگائی کہ اگر ہر شخص زید
کے پورے دین کا ضامن علی التعاقب ہو پھر ہر ایک اپنے
ساتھی کے نصف دین کا ضامن ہو تو بھی پہلا مسئلہ ہو جاوے
گا۔ درمختار اس مقام میں صدر الشریعۃؒ نے صاحب ہدایہ پر
اعتراض کیا ہے۔ چلپیؒ نے اس کا جواب دیا ہے جو اصل کے
مطالعہ سے واضح ہوگا یہاں بوجہ دقت اور اشکال کے ترک کیا گیا۔

(۳۹) وان ابرأالطالب احدهما اخذالأخر بكله لان و ضع المسألة فيما اذاكفل كل منهما بالف عن الاصيل ثم كفل كل منهما بالف عن صاحبه فاذاابرأاحدهما بقي الكفالة الاخرىٰ بكل الالف و في الصورة التي احترزبالصحة عنها اذا ابرأاحدهما يبقى الكفالة الاخرى بخمسمائة (۴۰) ولو فسخت المفاوضة اخذرب الدين اياشاء من شريكيها بكل دينه لما عرفت ان شركة المفاوضة يتضمن الكفالة ولم يرجع احدهما على صاحبه الابما ادى زائداً على النصف لما عرفت ان جهة الاصالة راجحة على جهة الكفالة اقول في هذه المسألة اشكال و هو ان احدالمفاوضين اذا اشترى شيأثم فسخاالمفاوضة فالبائع ان طلب الثمن من مشتريه فلا تعلق لهذه المسألة بمسألة الكفالة بل المشترى في النصف اصيل و في النصف الأخروكيل فكل ما ادى ينبغي ان يرجع بنصفه على الشريك لانه اشترى العبد صفقة واحدة فصار الثمن ديناً عليه ولايمكن قسمته فكل مايؤديه يؤديه منه و مَن شريكه فيرجع عليه بالنصف وان طلب البائع الثمن من الشريك يكون ذلك بسبب ان المفاوضة

تضمنت الکفالة فیکون کفیلا فی الکل الا ان الکفالة فی النصف الذی هو ملک العاقد تمحضت کفالة و فی النصف الذی هو ملکه اصیل من وجه فبالنظر الی ان حقوق العقد راجعة الی الوکیل یکون الشریک کفیلاً للثمن فمطالبة الثمن تتوجه الیه بحکم الکفالة و بالنظر الی ان الملک فی هذا النصف وقع له فیکون فی اداء نصف الثمن اصیلاً فما اداه یکون راجعاً الی هذا النصف فلا یرجع الی العاقد و فیما زاد علی النصف یرجع (۴۱) عبد ان کو تبابعقد واحد و کفل کل عن صاحبه رجع کل علی الأخر بنصف ما اداه عبدان قال لهما المولی کاتبتکما بالالف الی سنة و قبلا و کفل کل عن صاحبه فکل مااداه احدهما رجع علی الأخر بنصف ماادیٰ او انما قید بعقد واحد حتی لوکاتبهما بعقدین فالکفالة لا تصح اصلا اما اذاکاتب بعقد واحد لاتصح قیاسالانه کفالة ببدل الکتابة و تصح استحسانابان یجعل کلامنهما اصیلا فی حق وجوب الالف علیه و یکون عتقهما معلقاً بادائه ویجعل کفیلابالالف فی حق صاحبه فمااداه احدهما یرجع بنصفه علی الأخر لاستوائهما فان اعتق السید احدهما قبل الاداء صح وله ان یاخذحصة من لم یعتقه منه اصالةً و من الأخرکفالةً ورجع المعتق علی صاحبه بما ادی عنه لاصاحبه علیه بما ادی عن نفسه لان المال فی الحقیقة مقابل برقبتهما و انما جعل علی کل منهما تصحیحاً للکفالة ومال لایجب علی عبدی حتی یعتق حال علی من کفل به مطلقة اقرعبدمحجور بمال فالمال لایجب علیه الابعد العتق

(۳۹) دوکفیلوں میں سے ایک کی بریت پردوسرا ماخوذ ہوگا

اور جو بری کر دیا طالب نے ایک کفیل کوتو مواخذہ کیا جاوے گا دوسرے کفیل سے کل زرکفالت کا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ ہرایک کفیل کل ہزار کا مکفول عنہ سے کفیل ہوا ہے۔ پس جب ایک کومکفول لہٗ نے بری کر دیا تو دوسرا پورے ہزار کا کفیل باقی رہا۔

(۴۰) شرکت مفاوضہ کے شریک

اور اگر دو آدمیوں میں شرکت مفاوضہ تھی۔ (اس کا بیان کتاب الشرکۃ میں گزر چکا) اب دونوں جدا ہو گئے تو صاحب دین کواختیار ہے کہ ان دونوں شریکوں میں سے جس سے چاہے اپنا کل دین طلب کرے اس واسطے کہ شرکت مفاوضہ متضمن کفالت ہے اورکوئی ان شریکوں میں سے اگر دیوے تو رجوع نہ کرے دوسرے ساجھی پر مگر جب نصف سے بڑھ جاوے تواس قدر رجوع کرلیوے۔

(۴۱) دومکاتب جوایک دوسرے کے کفیل بنے

اگرایک شخص نے اپنے دوغلاموں کوایک ہی بارمکاتب کیا اور ہرایک نے عقد کتابت قبول کیا اور ہرایک دوسرے کا کفیل ہوگیاتو جوغلام ان دونوں میں سے کچھ ادا کرے اس کا آدھا دوسرے سے وصول کرلے اسی صورت میں اگر مولیٰ نے قبل ادائے مال ایک کوآزادکردیا تو جس کوآزادنہیں کیااس

کا زر کتابت خواہ اسی سے وصول کرلے یا آزاد سے لیوے تو اگر آزاد سے لیوے تو آزاد مکاتب سے پھیر لیوے اور اگر مکاتب سے لیوے تو وہ آزاد سے کچھ نہ لیوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ آزاد بحکم کفالت ادا کرتا ہے۔ مولیٰ کو تو رجوع کرلے گا مکفول عنہ یعنی دوسرے مکاتب پر برخلاف مکاتب کے کہ وہ اپنی ذات کا عوض دیتا ہے تو وہ کسی پر رجوع نہ کریگا۔

(۴۲) وان كفل به حر كفالة مطلقة اى لم يتعرض الحول والتاجيل يجب عليه حالالان المانع من الحلول في ذمة العبدانه معسرلان جميع ما في يده لمولاه ولا مانع في الكفيل ولوادى رجع عليه بعد عتقه اى ان ادى الكفيل وكانت الكفالة بامرالعبد رجع عليه بعد عتقه (۴۳) ولومات عبد مكفول برقبته واقيم بينة انه لمدعيه ضمن كفيله قيمته رجل ادعى رقبة عبد فكفل اخر برقبته فمات العبد فاقام المدعى بينة انه له ضمن الكفيل قيمته لان الواجب على المولى رده على وجه تخلفه قيمته فالكفيل اذا كفل فالواجب عليه ذلك بخلاف ما اذا ادعى مالاً على العبد فكفل الأخر برقبة العبد فمات العبد فلا شئ على الكفيل (۴۴) فان كفل سيد عن عبده اوهو غيرمديون عن سيد فعتق فما ادى كل واحد لايرجع على صاحبه لان الكفالة وقعت غير موجبة للرجوع لان احدهما لايستوجب ديناً على الأخر وعند زفرؒ ان كانت الكفالة بالامريثبت الرجوع لان المانع قد زال وهوالرق (۴۵) وانما قال غير مديون ليصح كفالته فان المولىٰ ان امر العبدالمديون بالكفالة عنه لا تصح الكفالة

(۴۲) غلام کے مکفول عنہ اور کفیل ہونے کے بیان میں۔ غلام کی طرف سے کفیل بننا

اگر ایک شخص ضامن اس مال کا ہو جس کا ادا غلام پر واجب ہے بعد آزادی کے (چنانچہ وہ مال جو غلام کو لازم ہوا اقرار یا استقراض یا استہلاک ودیعت سے ہے) اور ضامن قید نہ کرے بالفعل نقد دینے کی یا میعاد کے بعد دینے کی تو وہ مال اس کو نقد دینا لازم ہوگا سو اگر کفیل نے مال دیا تو کفیل اگر غلام کے حکم سے ہوا تھا تو بعد آزاد ہونے غلام کے اس پر رجوع کرلے۔ (ورنہ نہیں)

(۴۳) غلام مکفول عنہ مرگیا تو کفیل کی ذمہ داری

ایک غلام تھا زید کے پاس عمرو نے اس کا دعویٰ کیا کہ میرا ہے بکر نے ضامنی کی اس بات کی عمرو سے کہ اگر غلام تمہارا ثابت ہوگا تو میں تمہیں دوں گا بعد اس ضامنی کے غلام مرگیا اب عمرو نے اپنی ملک نسبت اس غلام کے گواہوں سے ثابت کردی تو بکر کو اس غلام کی قیمت دینی ہوگی اور اگر ایک شخص نے کچھ مال کا دعویٰ کیا غلام پر اس غلام کی طرف سے ایک شخص حاضر ضامن ہوا بعد اس کے غلام مرگیا تو کفیل بھی بری ہوجاوے گا۔

(۴۴) مولیٰ غلام کا کفیل بنا یا غلام مولیٰ کا

اگر مولیٰ نے ضمانت کی غلام کی طرف سے (اس کے حکم سے خواہ بدوں اس کے حکم کے) یا غلام غیر مدیون نے اپنے مولیٰ کی (خواہ مولیٰ کے حکم سے یا بے حکم کے) اور مالک نے غلام کو آزاد کردیا بعد اس کے صورت اول میں مولیٰ نے غلام کی طرف سے وہ روپیہ مکفول لہٗ کو ادا کیا اور صورت ثانی میں غلام نے وہ

روپیہ مولیٰ کی طرف سے مکفول لہ کو ادا کیا تو کسی کو حق رجوع دوسرے پر نہیں پہنچتا اس واسطے کہ یہ کفالت غیر موجب للرجوع ہے اس لئے کہ ایک کا دین دوسرے پر نہیں ہوتا اور شافعیؒ اور زفرؒ کے نزدیک اگر کفالت بالامر ہوگی تو حق رجوع پہنچتا ہے۔

فائدہ:۔ دلیل ہماری اور شافعیؒ اور زفرؒ کی ہدایہ میں مسطور ہے۔

(۴۵) مدیون غلام کفیل نہیں بن سکتا

اور غیر مدیون کی قید اس واسطے ہم نے لگائی کہ اگر وہ غلام مدیون ہوگا تو اس کی کفالت صحیح نہیں مولیٰ کی طرف سے گو کہ مولے اس کو حکم کرے۔

کتاب الحوالة

(١) هی تصح بالدين برضے المحيل والمحتال والمحتال عليه الحوالة نقل الدين من ذمة الى ذمة قوله بالدين ای بدين للمحتال علے المحيل هذا الذی ذکر رواية القدوری (٢) و فی رواية الزيادات تصح بلارضی المحيل وصورته ان يقول رجل للطالب ان لک علی فلان کذافاحتله علے فرضی بذلک المطالب صحة الحوالة و بریٔ الاصيل و صورة اخری کفل رجل عن الأخر بغير امره بشرط براء ة الاصيل و قبل المکفول له ذلک صحت الکفالة و يکون هذه الکفالة حوالة کما ان الحوالة بشرط ان لايبرأالاصيل کفالة

کتاب الحوالة

حوالہ محتال محتال لہٗ اور محتال علیہ

حوالہ لغت میں کہتے ہیں نقل کو اور اصطلاح شرع میں کہتے ہیں قرض کے اتار دینے کو ایک کے ذمے پر سے دوسرے کے ذمے پر مثلاً زید مدیون تھا عمرو کا سو روپے کا تو زیدؔ نے عمرو کا حوالہ کرا دیا۔ اس دین کے وصول کے لئے بکر پر تو زید محیل ہوا اور عمرو محتال اور محتال لہٗ اور محال اور محال لہٗ اور بکر محتال علیہ اور محال علیہ اور سو روپے محال بہ ٹھہرے حوالہ جائز ہے حدیث سے روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر میں قرض ادا کرنا مالدار کا ظلم ہے اور جب حوالہ دیا جاوے تم میں کوئی کسی مالدار پر تو مان لے اور ابن ابی شیبہؒ اور احمدؒ کی روایت میں ہے تو حوالہ قبول کرے اور ہدایہ میں ہے یہ حدیث اس لفظ سے من احيل علیٰ ملی فليتبع روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے معجم اوسط میں ابو ہریرہؓ سے اسی لفظ سے زیلعی۔

(١) حوالہ کب صحیح ہوتا ہے

حوالہ صحیح ہوتا ہے محیل اور محتال لہ اور محتال علیہ کی رضامندی سے یہی روایت قدوری کی ہے۔

فائدہ:۔ رکن حوالہ ایجاب اور قبول ہے ایجاب محیل سے اور قبول محتال علیہ اور محتال سے ایجاب اس طرح کہ محیل کہے کہ میں نے تیرے قرض کا حوالہ فلاں شخص پر کیا اتنے درم کا اور محتال اور محتال علیہ سے قبول اس طرح کہ ہر ایک ان دونوں میں سے کہے کہ میں نے قبول کیا یا میں راضی ہوا یا مانند اس کے جو قبول اور رضا پر دلالت کرے صاحب بدائع نے کہا کہ اسی طرح ہمارے اصحاب سے مروی ہے اور محیل میں عقل اور بلوغ شرط ہے اور شرط نفاذ ہے تو صغیر عاقل کا حوالہ منعقد ہے اور اس کے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور حریت محیل

کی شرط نہیں تو حوالہ عبد ماذون و مجور کا صحیح ہے اور رضائے محیل بھی شرط ہے تو اگر وہ مکروہ ہوگا تو صحیح نہ ہوگا اور صحت محیل شرط نہیں تو مریض کا حوالہ صحیح ہے اور محتال میں بھی رضا اور عقل اور بلوغ شرط نفاذ ہے تو صغیر کا محتال ہونا ولی کی اجازت پر موقوف ہے اگر محتال علیہ محیل سے زیادہ مالدار ہووے جیسے وصی مال یتیم کا حوالہ قبول کرے تو یہ بھی جائز ہے بشرطیکہ محتال علیہ محیل سے زیادہ غنی ہووے اور محتال کا ہونا مجلس حوالہ میں ضرور ہے تو اگر محتال غائب ہو مجلس سے اور سن کر جائز رکھے تو حوالہ منعقد نہیں مگر اس صورت میں کہ محتال کی طرف سے کوئی اور شخص موجود ہووے اور وہ قبول کرے اور محال علیہ میں بھی عقل و بلوغ شرط ہے تو صبی کا محتال علیہ ہونا صحیح نہیں اگرچہ ولی کے حکم سے ہووے اس واسطے کہ یہ محض ضرر ہے اور رضا بھی شرط ہے تو جبر سے محتال علیہ پر منعقد نہ ہوگا اور محتال علیہ کا بھی مجلس حوالہ میں ہونا ضرور ہے اور خانیہ میں ہے کہ محتال علیہ کی غیبت مانع صحت حوالہ نہیں یہاں تک کہ اگر اس کو خبر پہنچی اور اس نے جائز رکھا تو صحیح ہو جاوے گا اور ایسا ہی بزازیہ میں ہے اور محال بہ میں یہ شرط ہے کہ دین صحیح لازم ہو تو بدل کتابت کا حوالہ بھی نہیں جائز ہے جیسے کفالت ہکذا فی الطحطاوی والشامی

(۲) محیل کی رضا کے بغیر حوالہ

اور زیادات کی روایت میں حوالہ صحیح ہے بدوں رضائے محیل کے اور صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کہے دائن سے کہ تیرا قرض جو اتنا فلانے پر آتا ہے اس کا حوالہ قبول کر میرے اوپر یعنی مجھ سے لے اور دائن راضی ہو گیا تو حوالہ صحیح ہو گیا اور اصل مدیون بری ہو گیا اور ایک صورت اور ہے کہ کفالت کی ایک شخص نے ایک شخص کی بدوں اس کے حکم کے بشرط برأت اصیل کے اور قبول کیا مکفول لہٗ نے تو صحیح ہو جاوے گی یہ کفالت اور یہ کفالت حوالہ شمار کی جاوے گی جیسے حوالہ اس شرط سے کہ اصل مدیون مطالبہ دین سے بری نہ ہو کفالت ہے۔

فائدہ:۔ یعنی کفالت میں تو مطالبہ کفیل اور مکفول عنہ دونوں سے رہتا ہے اور حوالہ میں بعد صحت و نفاذ حوالہ محیل بری ہو جاتا ہے دین سے تو اگر کفالت میں شرط کر لی برأت مکفول عنہ کی تو وہ معنی میں حوالہ کے ہو جاوے گا اور حوالہ میں اگر شرط کر لی عدم برأت محیل کی تو وہ کفالت ہو جاوے گا در مختار میں ہے کہ صحیح روایت زیادات کی ہے کہ رضامندی محیل شرط نہیں صحت حوالہ کی اس واسطے کہ دین کا التزام یعنی قبول کرنا یہ تصرف ہے محتال علیہ کا اپنے ذات کے حق میں اور محیل کا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ اس میں اس کا فائدہ ہے کیونکہ محتال علیہ اس پر رجوع نہیں کر سکتا جبکہ حوالہ بدوں امر محیل ہووے۔ کذا فی النہر۔

(۳ الف) و اذا تمت برئ المحیل من الدین بالقبول (۳ ب) ولم یرجع علیہ المحتال ای لم یرجع المحتال بدینہ علی المحیل الا اذا توی حقہ بموت المحتال علیہ مفلساً او حلفہ منکرا حوالۃ ولا بینۃ علیہا وقالا او بان فلسہ القاضی فان تفلیس القاضی معتبر عند ھما و عندالشافعیؒ و عند ابی حنیفۃ لا اذلا وقوف لاحد علی ذلک الا بالشہادۃ فالشہادۃ علی ان لا مال لہ شہادۃ علی النفی (۴) وتصح بدراھم الودیعۃ و یبرأ بہلاکہا ای یبرأ المودع و ھو المحتال علیہ عن الحوالۃ بہلاک الودیعۃ فی یدہ وبالمغصوبۃ ولم یبرأ بہلاکہا ای لم یبرأ الغاصب بہلاک الدراھم المغصوبۃ لان القیمۃ تخلفہا

وبالدين ای بدين المحيل على المحتال عليه فلا يطالب المحيل المحتال عليه لانه تعلق به حق المحتال مع ان المحتال اسوة لغرماء المحيل بعد موته انما قال هذالدفع توهم ان المحتال لما كان اسوةً لغرماء المحيل بعد موته يكون حق المحيل متعلقاً بذلك الدين (فينبعي ان يكون للمحيل حق الطلب من المحتال عليه فالحاصل حصه) ان الحوالة بالدين و ان كانت موجبة لتعلق حق المحتال بذلك الدين لكنها ادنى مرتبةً من الرهن حتےٰ لايكون المحتال احق به بعد موت المحيل (۵) وفی المطلقة له الطلب من المحتال عليه ای اذا كانت الحوالة مطلقة غير مقيدة بالوديعة او المغصوب او الدين فللمحيل طلب الوديعة والمغصوب والدين من المحتال عليه

(۳الف) محیل کا دین سے بری ہو جانا

جب حوالہ تمام ہوگیا تو اب محیل بری ہو گیا دین سے بسبب قبول کرنے محتال کے حوالہ کو۔

فائدہ:۔لیکن برأت موقتہ جیسا آوے گا فائدہ برأت کا یہ ہے کہ اگر محیل مرگیا تو محتال اپنے دین کو اس کے ترکہ سے نہیں لے سکتا لیکن محتال لہٗ ضامن لے لیوے ورثہ محیل سے یا اس کے قرضداروں سے اس خوف سے کہ مبادا حق اس کا ہلاک نہ ہوجاوے۔شامی

(۳ب) توائے حق محتال کی صورتیں

اور نہ رجوع کرے محتال محیل پر مگر اس صورت میں کہ اس کا توائے حق ہو۔(توی بالف مقصورہ یا تواء بالف ممدودہ عبارت ہے ہلاکت مال سے) اس کی دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ محتال علیہ مفلس مر جاوے (یعنی ترکہ بقدر ادائے دین محتال نہ چھوڑے) دوسرے یہ کہ محتال علیہ منکر ہو جاوے حوالے کا اور قسم کھائے اور حوالے کے گواہ نہ ہوویں اور صاحبینؒ کے نزدیک توی اس صورت سے بھی ہوتا ہے کہ قاضی محتال علیہ کے مفلس ہونے کا حکم کردے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک قاضی کا مفلس کر دینا معتبر ہے اور امام ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے نزدیک معتبر نہیں کیونکہ کسی شخص کو اس بات پر اطلاع نہیں ہوسکتی تو گواہی اس کی اس بات پر کہ محتال علیہ کے پاس مال نہیں ہے شہادت ہے نفی پر اور وہ غیر مقبول ہے۔

(۴) حوالۂ مقیدہ

حوالہ دو قسم ہے ایک حوالہ مطلقہ اور دوسرے حوالہ مقیدہ حوالہ مقیدہ یہ ہے کہ محیل کی کچھ امانت محتال علیہ کے پاس ہووے یا محتال علیہ محیل کی کوئی چیز غصب کر کے لے گیا ہووے یا محیل کا محتال علیہ مدیون ہووے اور محیل حوالہ کرے محتال کے دین کا ان چیزوں پر تو اگر حوالہ کیا محیل نے محتال کا اس ودیعت پر جو محتال علیہ کے پاس تھی اور بعد حوالہ کے وہ امانت تلف ہوگئی محتال علیہ کے پاس تو اب پھر محتال رجوع کرسکتا ہے محیل پر اور اگر مغصوب پر حوالہ کیا اور وہ شے مغصوب تلف ہوگئی محتال علیہ کے پاس تو اس صورت میں محتال رجوع نہیں کرسکتا محیل پر اس واسطے کہ اس کی قیمت باقی ہے ذمہ پر محتال علیہ کے برخلاف امانت کے کہ وہ غیر مضمون ہے حوالہ مقیدہ میں محیل اس شے کو طلب نہیں کرسکتا ہے محتال علیہ سے اس واسطے کہ اس سے حق محتال کا متعلق ہوگیا باوجود اس کے بھی اگر محیل مرگیا بعد حوالہ کے اور ابھی وہ شے محال بہ محتال نے وصول نہیں کی تھی محتال علیہ سے تو

اب محتال برابر ہوگا سب قرض خواہوں محیل کے۔

فائدہ:۔ یعنی وہ ودیعت یا مغصوب یا دین سب قرض خواہوں کو محیل کے حصوں کے موافق تقسیم ہوگا اور محتال بھی ان ہی کے برابر ہے یہ نہیں ہوگا کہ پہلے محتال اپنا دین اس شے سے وصول کرلے بعد اس کے جو بچے وہ اور قرض خواہوں میں تقسیم ہووے جیسا رہن میں کہ پہلے مرتہن اپنا زر رہن شے مرہون کو بیچ کرلے لیتا ہے بعد اس کے جو بچتا ہے وہ اور راہن کے قرض خواہوں کو ملتا ہے کیونکہ حوالہ کم ہے درجے میں رہن سے۔

(۵) حوالۂ مطلقہ

حوالہ مطلقہ یہ ہے کہ محیل حوالہ کو مضاف نہ کرے اپنے دین یا عین ودیعت یا مغضوب پر جو محتال علیہ کے پاس ہووے تو اس صورت میں محیل بعد حوالہ کے وہ شے اپنی محتال علیہ سے لے سکتا ہے۔

فائدہ:۔ یعنی محیل حوالہ مطلقہ میں اپنا دین یا عین امانت یا مغصوب بعد حوالہ کے بھی محتال علیہ سے پھیر سکتا ہے کیونکہ حوالہ خاص نہیں ہوا ان چیزوں سے تاحق محتال کا متعلق ہوجاوے۔

(٦) ولم تبطل باخذماعليه او عنده اى لم تبطل الحوالة باخذالمحيل ما علے المحتال عليه اوعنده وهوالدين والمغصوب والوديعة سواء كانت الحوالة مطلقة او مقيدة ففے المطلقة ظاهروآما فى المقيدة فلان المحيل ليس له حق الاخذ من المحتال عليه فاذا دفع اليه المحتال عليه فقد دفع ما تعلق به حق المحتال فيضمن المحتال عليه (٧) ولا يقبل قول المحيل للمحتال عليه عند طلبه مثل ماحال انما حلت بدين كان لى عليک اى احال رجل رجلا علے آخربمائة فدفع المحتال عليه الى المحتال ثم طلب المحتال عليه تلک المائة من المحيل فقال المحيل انما احلت بمائة لى عليک والمحتال عليه ينكران عليه شئيايكون القول له لاللمحيل ولايكون قبول الحوالة اقرارامن المحتال عليه بمائة لان الحوالة تصح من غيران يكون للمحيل علے المحتال عليه شئ (٨) ولا قول المحتال للمحيل عند طلبه ذلک احلتنے بدين لى عليک اى احال واخذالمحتال المال من المحتال عليه فطلب المحيل ذلک المال من المحتال فقال المحتال للمحيل قد احلتنے بالدين الذى لى عليک والمحيل ينكران عليه شيًا فالقول له لاللمحتال ولايكون الحوالة اقراراً من المحيل بالدين للمحتال علے المحيل فان الحوالة مستعملة فى الوكالة

(٦) محتال علیہ سے عین شی یا دین واپس لینے سے حوالہ کا باطل نہ ہونا

اور حوالہ مطلقہ اور مقیدہ دونوں صورتوں میں اگر محیل نے وہ شے عین یا دین محتال علیہ سے لے لی تو حوالہ باطل نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ بلکہ محتال علیہ اپنے پاس سے قرضہ محتال کا ادا کر کے رجوع کرلے گا محیل پر۔

(٧) محیل اور محتال علیہ میں اختلاف

اگر زید نے حوالہ کیا عمرو کے دین کا بکر پر سو روپے کا بکر نے وہ سو روپے عمرو کو ادا کر کے زید سے طلب کئے زید نے یہ کہا کہ میرے سو جو تیرے اوپر آتے تھے اس پر میں نے حوالہ کیا تھا

بکر نے انکار کیا اور کہا کہ میرے اوپر تیرا کچھ نہ آتا تھا اور عمرو کے پاس گواہ نہیں ہیں تو اس صورت میں قول بکر کا قسم سے معتبر ہوگا اور بکر کا حوالہ قبول کر لینا اقرار دین نہ سمجھا جاوے گا کیونکہ حوالہ میں یہ ضرور نہیں کہ محتال علیہ پہلے سے مدیون ہو محیل کا۔

فائدہ:۔ بلکہ غیر مدیون پر بھی صحیح ہے اس کی رضا سے۔

(۸) محیل اور محتال میں اختلاف

اسی طرح اگر محیل محتال سے کہے کہ میں نے حوالہ اس واسطے کیا تھا کہ تو میرے قرض کو وصول کرے محتال سے اور میں تیرا مقروض نہ تھا اور محتال یہ کہے کہ تو میرا مقروض تھا اس بابت تو نے حوالہ کیا تھا اور محتال کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قول محیل کا قسم سے معتبر ہوگا۔

فائدہ:۔ اگرچہ یہ خلاف ہے معنی حوالہ کے اس واسطے کہ حوالہ نام نقل الدین من ذمه الیٰ ذمة کا ہے تو ضرور ہے یہ کہ محیل مدیون ہووے محتال کا مگر چونکہ گا ہے حوالہ بمعنی وکالت بھی مستعمل ہے مجازاً اور محتال پاس گواہ نہیں ہیں قرضے کے تو قول اس کا ساتھ قسم کے معتبر ہوگا اس بات میں کہ مراد میری لفظ حوالہ سے وکالت تھی اور صرف حوالہ کر دینا اقرار بالدین نہ سمجھا جاوے گا۔

(۹) ویکره السفتجة و هی اقراض لسقوط خطرالطریق فی المغرب السفتجة بضم السین و فتح التاء ان یدفع الی تاجر مالابطریق الاقتراض لیدفعه الی صدیقه فی بلداخروانما یقرضه لسقوط خطرالطریق وهی تعریب سفتة وانما سمی الاقراض المذکور بهذا الاسم تشبیهاً له بوضع الدراهم او الدنانیر فی السفاتج ای فی الاشیاء المجوفة کما یجعل العصامجوفاً و یخبأفیه المال وانما شبه به لان کلاً منهما احتیال لسقوط خطرالطریق اولان اصلها ان الانسان اذاارادالسفروله نقد او ارادارساله الی صدیقه فوضعه فی سفتج ثم مع ذلک خاف الطریق فاقرض ما فی السفتجة انسانا أخرفاطلق السفتجة علی اقراض ما فی السفتجة ثم شاع فی الاقراض لسقوط خطرالطریق.

(۹) سفتجہ

مکروہ ہے سفتجہ

فائدہ:۔ سفتجہ بضم سین اور فتح تا معنی اس کے یہ ہیں کہ اپنا مال دیوے ایک تاجر کو بطریق قرض کے تا وہ اس کے دوست کو دے دیوے دوسرے شہر میں غایت اس کی یہ ہے کہ خطر راہ ساقط ہو جاوے اصل میں سفتجہ معرب ہے سفتہ کا اس قرض کا یہ نام اس واسطے ہوا کہ مشابہ ہے ساتھ رکھنے دراہم اور دنانیر کے سفاتج میں یعنی اشیائے مجوفہ میں جیسے لاٹھی وغیرہ کہ اس میں مال رکھ کر اپنے ہمراہ لے جاتے تھے تا کسی کو خبر نہ ہووے۔

☆ یعنی قرض دینا واسطے دور ہو جانے خوف راہ کے۔

فائدہ: ہندی میں اس کو ہنڈوی کہتے ہیں اور چونکہ اس میں فائدہ حاصل ہوتا ہے قرض دینے والے کو اس واسطے مکروہ ہے وجہ کراہیت وہ حدیث ہے جو حارثؓ بن اسامہ کی مسند میں مروی ہے سوار بن مصعب سے انہوں نے عمارۂ ہمدانی سے کہا کہ سنا میں نے علی رضی اللہ عنہ سے کہ کہتے تھے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کل قرض جر نفعاً فهوربوا یعنی جو قرض فائدہ کھینچے وہ بیاج ہے اور یہ حدیث ضعیف ہے بسبب سوار بن مصعب کے عبدالحقؒ نے کہا کہ وہ متروک ہے اور ایسے ہی غیر نے ان کے اور روایت کیا اس کو ابن الجہم نے اپنے جزو معروف میں اور نکالا ابن عدی نے کامل میں جابر بن سمرہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے السفتجات حرام یعنی ہنڈویاں حرام

ہیں اور معلول کیا حدیث کو بسبب عمرو بن موسیٰ بن وجیہ کے ضعیف کیا اس کو بخاریؒ اور نسائیؒ اور ابن معینؒ نے اور ذکر کیا اس کو ابن الجوزی نے موضوعات میں اور اس باب میں بہتر روایت جو صحابہؓ اور سلف سے منقول ہے وہ ہے جس کو روایت کیا ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ثنا خالد الاحمر عن حجاج عن عطاء قال ما کانوا یکرھون کل قرض جر منفعۃً یعنی صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے ہر اس قرض کو جو منفعت کھینچے یعنی اس میں نفع ہو جاوے مقرض یا مستقرض کو اور فتاویٰ صغریٰ میں ہے کہ اگر ہنڈوی لکھ دینا مشروط ہو قرض میں تو مکروہ ہے اور جو اس کی شرط نہ ہووے قرض دیتے وقت تو مکروہ نہیں اور شرط کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے قرض دیا دوسرے کو مال اس شرط پر کہ لکھ دے اس کی ہنڈوی فلانے شہر پر تو یہ نہیں جائز ہے اور اگر قرض دیا بغیر شرط کے اور اس نے لکھ دیا تو جائز ہے اور اسی طرح اگر یہ کہا کہ تو مجھے پرچہ لکھ دے فلانے شہر پر اس شرط پر کہ میں تجھے نہیں دوں گا تو بھی بہتر نہیں ہے اور مروی ہے یہ ابن عباسؓ سے کیا نہیں دیکھتا ہے تو کہ اگر قرضدار نے قرضے میں وہ مال ادا کیا جو مقرض کے مال سے اچھا تھا تو مکروہ نہیں جبکہ مشروط نہ ہو اور فقہاءؒ نے کہا کہ عدم شرط کے ساتھ اس وقت حلال ہے جب کہ اس کا یعنی دوسرے شہر پر لکھ دینے کا رواج اور عرف ظاہر نہ ہو اور اگر معروف اور رائج ہو کہ اقراض سقوط خطر طریق کے لئے ہوتا ہے تو حلال نہیں گو کہ شرط نہ ہووے اور وہ جو مروی ہے امام ابو حنیفہؒ سے کہ وہ نہیں بیٹھے اپنے قرضہ کی دیوار کے سایہ میں تو اس کی کچھ اصل نہیں اس واسطے کہ یہ انتفاع نہیں ہے اس کی ملک سے نہ اس کی شرط ہوتی ہے اور نہ یہ رائج ہے۔ فتح

فائدہ:۔ جب مطلق ہنڈوی بلا کمی بیشی یعنی جتنا روپیہ دے اتنا ہی دوسرے شہر میں لے مکروہ ہوئی تو جو ہمارے ملک میں مروج ہے ایک روپیہ یا دو روپیہ سیکڑا زیادہ دینا اور اس کا نام ہنڈاون ہے اور کم وصول کرنا بطریق اولیٰ ناجائز اور حرام مطلق ہوگی کیونکہ یہ سود ہے اور اس کا دینا اور لینا سب برابر ہے بموجب اس حدیث کے جو اوپر گزری دینے والے اور لینے والے سب ملعون ہیں خدا محفوظ رکھے۔

كتاب القضاء

(۱) الاهل للشهادة اهل للقضاء و شرط اهليتها شرط اهليته (۲) والفاسق اهل له فيصح تقليده ولا يقلد اى يجب ان لا يقلد حتى لو قلد يأثم كما صح قبول شهادته ولا تقبل بالمعنى المذكور (۳) ولو فسق العدل استحق العزل فى ظاهر المذهب و عليه مشايخنا رحمهم الله و عند بعض المشايخ ينعزل (۴) والاجتهاد شرط للاولوية (۵) فلو قلد جاهل صح و يختار الاقدر والاولى وعند الشافعىؒ لا يصح تقليد الفاسق والجاهل واعلم انه قد كان الاحتياط فيما قال الشافعىؒ لكن بحسب الزمان لو شرط العلم والعدالة لا رتفع امر القضاء بالكلية و دفع الشر والفساد اعظم مما احترز عنه

(۱) قضاء کی اہلیت

جو شخص گواہی کے لائق ہے وہ قاضی ہونے کے لائق ہے اور شرط اہلیت شہادت کی شرط اہلیت قضا ہے۔

فائدہ:۔ یعنی جو حر مسلم عاقل بالغ ہے نہ اندھا ہے نہ محدود فی القذف نہ بہرا نہ گونگا تو وہ شہادت کے لائق ہے اسی طرح وہ قضا کے عہدے کے بھی لائق ہے یعنی ہوسکتا ہے کہ قاضی ہووے

اور یہ چیزیں جیسی شرط ہیں شہادت کی ویسی شرط ہیں قضا کی۔

(۲) فاسق کو قاضی بنانا

اور فاسق اہل ہے واسطے شہادت کے تو اہل ہوگا واسطے قضا کے تو صحیح ہوگا فاسق کا ہونا قاضی مگر واجب یہ ہے کہ حاکم اس کو قاضی نہ بناوے اور اگر حاکم نے فاسق کو قاضی بنایا تو گنہگار رہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنا صحیح ہے لیکن چاہئے قبول نہ کی جاوے اگر قبول کرے گا تو گنہگار رہوگا۔

فائدہ:۔ در مختار میں ہے کہ اسی روایت پر فتویٰ ہے اور شامی اور طحطاوی اور فتح القدیر سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی اقاویل اس مسئلہ میں سب مرجوح ہیں اور یہی قول راجح ہے ابن الہمامؒ نے کہا کہ اگر بادشاہ وقت کسی جاہل فاسق کو قاضی مقرر کر دے تو قضا اس کی نافذ ہوگی ظاہر الروایۃ کے موافق اور وہ حکم کرے غیر کے فتویٰ سے لیکن واجب ہے حاکم پر کہ ایسے شخص کو قاضی نہ بناوے۔

(۳) قاضی فاسق ہو جائے تو عزل واجب ہے

اگر قاضی تقلید قضا کے وقت عادل تھا بعد اس کے فاسق ہو گیا۔ (بسبب اخذ رشوت وغیرہ کے) تو عہدۂ قضا سے معزول نہ ہو جاوے گا لیکن لائق ہو جاوے گا عزل کے (یعنی واجب ہے حاکم پر کہ معزول کرے اس کو فتح القدیر) یہی ظاہر مذہب ہے اور اسی پر ہیں مشائخ حنفیہ۔

فائدہ:۔ اور بخاریؒ اور سمرقندیؒ اور بعض مشائخ کے نزدیک خود بخود معزول ہو جاوے گا اور فاسق مفتی بھی نہیں ہو سکتا اور بعضوں کے نزدیک ہو سکتا ہے اور مفتی بہ بعضوں کے نزدیک قول اول ہے اور بعضوں کے نزدیک قول ثانی۔

(۴) قاضی کے لئے مجتہد ہونا

اور مجتہد ہونا شرط ہے اولویت قضا کا نہ صحت قضا کا۔

فائدہ:۔ یعنی جو مجتہد ہو اس کا قاضی ہونا اولیٰ ہے اور اجتہاد صحت قضا کی شرط نہیں ہے یعنی یہ نہیں ہے کہ غیر مجتہد کی قضا صحیح نہ ہووے۔

(۵) جاہل کو قاضی بنانا

تو اگر جاہل کو عہدۂ قضا دیا گیا صحیح ہے ہمارے نزدیک۔ (لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک تقلید قضا جاہل اور فاسق کو مطلقاً درست نہیں اور احتیاط اسی قول میں ہے جس کو شافعیؒ نے کہا لیکن باعتبار اس زمانہ کے غیر مناسب ہے اگر علم و عدالت شرط ہو تو قضا کا کام بالکل اٹھ جاوے گا) مگر حاکم کو چاہئے کہ اس کو اختیار کرے جو زیادہ قادر ہے قضا پر اور اولیٰ ہے۔

فائدہ:۔ روایت کیا طبرانیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص حاکم ہووے مسلمانوں کے امور کا پھر مقرر کرے ایک شخص کو ایک کام پر اور وہ جانتا ہے کہ ان لوگوں میں بہتر اس سے اور زیادہ جاننے والا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا موجود ہے تو اس نے خیانت کی اللہ اور اس کے رسول کی اور جماعت مسلمین کی اور روایت کیا حاکمؒ نے مستدرک میں اور ابویعلیٰؒ موصلی نے حذیفہؓ سے مثل اس کے۔

(۶) ولايطلب القضاء (۷) و صح الدخول فيه لمن يثق عدله (۸) و كره لمن خاف عجزه و حيفه (۹) و من قلد سال ديوان قاض قبله و هي الخرائط التي فيها الصكوك والسجلات والزم محبوساً اقربحق لامن انكرالابينة و ان اخبربه المعزول لانه بالعزل التحق بواحد من الرعايا وشهادة الواحد لا تقبل والاينادیٰ عليه ثم يخليه ای ان لم تقم البينة على المحبوس المنكر ينادی ان كل من له حق على فلان بن فلان المحبوس فليحضر مجلس القاضی فان لم يحضر احد يخليه (۱۰) وعمل فی الودائع و غلة الوقوف بالبينة او باقرارذی اليدلابقول المعزول ای لايقبل قول المعزول ان قال هذا وديعة فلان دفعتها الى هذا الرجل وهو منكر الااذااقرذواليد بالتسليم منه ای من القاضی المعزول (۱۱) ويجلس للحكم ظاهراً فی المسجد والجامع اولی ای جلوساً ظاهراً و هو الجلوس المشهور الذی ياتی الناس لقطع الخصومات من غير اختصلص بعض الناس بذلک المجلس و عند الشافعیؒ يكره الجلوس في المسجد لانه قد يحضر المشرک والحائض ولنا جلوس النبی عليه السلام و ايضاً القضاء عبادة ونجاسة المشرک من حيث الاعتقاد والحائض لاتدخل بل تفصل خصومتها على باب المسجد (۱۲) ولوجلس فی داره و اذن بالدخول جاز (۱۳) ولا يقبل هدية الا من ذی رحم محرم او ممن اعتادمهاداته قدراعهدا اذالم يكن بينهما خصومة

(۶) عہدۂ قضا طلب کرنا

اور آدمی کو چاہئے کہ عہدۂ قضا طلب نہ کرے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص طلب کرتا ہے قضا کو اور سوال کرتا ہے اس کا سونپ دیا جاتا ہے اپنے نفس کی طرف یعنی اللہ کی طرف سے اس کو اعانت اور مدد نہیں ہوتی اور جو شخص زبردستی قاضی بنایا جاتا ہے اتارتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ کہ مضبوط کرتا ہے اس کو یعنی اعانت کرتا ہے اس کی اور پر صواب کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہ نے انسؓ سے۔

(۷) عہدۂ قضا قبول کرنا

اور درست ہے عہدۂ قضا لینا اس شخص کو جس کو اعتماد ہے اپنے نفس پر کہ عدل وانصاف کرے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا ہے عہدۂ قضا کو اور اس واسطے کہ قضا فرض کفایہ ہے واسطے انتظام امور مسلمین کے اور اس لئے کہ امر بالمعروف ہے حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ بھیجا مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی بنا کر یمن کی طرف تو کہا میں نے یا رسولؐ اللہ بھیجتے ہیں آپ مجھ کو عہدۂ قضا پر اور میں کمسن ہوں اور قضا کو نہیں جانتا تو فرمایا حضرتؐ نے قریب ہے کہ اللہ ہدایت کرے گا تمہارے دل کو اور مضبوط کر دیگا تمہاری زبان کو جس وقت جھگڑالاویں تمہارے پاس دو آدمی تو نہ فیصلہ کرو واسطے پہلے کے جب تک سن نہ لو گفتگو دوسرے کی تو اب معلوم کرو کیفیت اپنے حکم کی فرمایا علیؓ نے کہ پھر شک نہیں کیا میں نے کسی فیصلے میں بعد اس کے روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور حسن کہا اس کو اور قوی کیا اس کو ابن المدینیؒ نے اور صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ نے اور اس کا ایک شاہد ہے مستدرک میں حاکمؒ کے ابن عباسؓ سے اور روایت کیا ترمذی

اور ابوداؤدؒ اور دارمیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگاہ بھیجا ان کو یمن کی طرف تو پوچھا ان سے کس طرح فیصلہ کرو گے تم جب کوئی مقدمہ پیش آوے گا کہا انہوں نے کتاب اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ کتاب اللہ میں کہا سنت رسولؐ اللہ سے فرمایا اگر نہ پاؤ سنت میں رسولؐ اللہ کی کہا اجتہاد کروں گا میں اپنی رائے سے اور نہ کمی کروں گا کوشش میں کہا معاذؓ نے کہ پھر مارا حضرتؐ نے ہاتھ اپنا میرے سینے پر اور فرمایا شکر ہے اس خدا کا کہ توفیق دی اس نے رسول رسولؐ کو اس امر کی کہ جس سے راضی ہو رسول اللہ کا اس حدیث سے صاف حجت ہونا قیاس کا وقت نہ ہونے آیت اور حدیث کے ثابت ہوا اور رد ہو گیا قول ان لوگوں کا جو قیاس کی شرع کی حجتوں میں شمار نہیں کرتے۔

(۸) کمزور آدمی عہدہ قضا قبول نہ کرے

اور مکروہ ہے (تحریمی) عہدۂ قضا لینا اس شخص کو جو خوف کرتا ہے عاجز ہو جانے کا تصفیہ مقدمات میں یا ظلم کے صادر ہونے کا۔

فائدہ:۔ تا کہ وسیلہ امر قبیح کا نہ ہو جاوے اور جو حدیثیں کہ ممانعت اختیار عہدۂ قضا میں آئی ہیں محمول ہیں ایسے شخص پر فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو دی گئی قضا سو ذبح ہوا بغیر چھری کے روایت کیا اس کو امام احمدؒ اور چاروں عالموںؒ نے اور صحیح کیا ابن خزیمہؒ اور ابن حبانؒ نے مروی ہے بریدہؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قاضی تین طرح کے ہوتے ہیں دو ان میں سے جہنم میں جاویں گے اور ایک جنت میں ایک آدمی وہ جس نے پہچانا حق اور فیصلہ کیا موافق اسکے تو وہ جنت میں جاوے گا ایک آدمی وہ جس نے پہچانا حق کو اور نہ فیصلہ کیا ساتھ حق کے اور ظلم کیا حکم میں تو وہ جہنم میں جاوے گا ایک آدمی وہ کہ اس نے نہ پہچانا حق اور فیصلہ کیا لوگوں کا نادانی سے وہ بھی جہنم میں جاوے گا روایت کیا اس کو چاروں عالموںؒ نے اور صحیح کہا اس کو حاکمؒ نے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے **ومن لم يحكم بما انزل الله فاولئك هم الفاسقون** اور **ظالمون** اور **كافرون** جو شخص حکم نہ کرے اس کے موافق جو اتارا اللہ نے تو وہ فاسق ہے اور ظالم ہے اور کافر ہے اس سے برائی ثابت ہو گئی ان لوگوں کی کہ جان بوجھ کر حکم الٰہی اور سنت رسولؐ کے خلاف باتباع احکام امرائے وقت اور قوانین نصاریٰ کے فیصلے کرتے ہیں اور جو ان کے معین ہیں کچھ شک نہیں کہ ان کے لئے بھی وعید ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے **وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولاتعاونوا على الاثم والعدوان** مدد کرو ایک دوسرے کی نیکی اور پرہیزگاری پر اور نہ مدد کرو گناہ اور زیادتی پر۔

(۹) سابقہ دستاویزات اور قیدیوں کی پڑتال

جو شخص قاضی کیا جاوے اس کو چاہئے کہ پہلے قاضی کا دفتر طلب کرے جن میں دستاویزات اور فیصل نامے ہیں اور حوالات کے قیدیوں کو دیکھے۔ (یعنی جو قاضی سابق کے قید خانے میں قید تھے ان کے حال میں نظر کرے نہ ان قیدیوں میں جو حاکم کے قید خانے میں ہیں درمختار) تو جو شخص ان قیدیوں میں سے اقرار کرے کسی حق کا یا اس پر گواہ قائم ہوں تو اس کا حبس قائم رکھے یا اس پر حق کو لازم کرے اور اگر وہ منکر ہو تو قاضی معزول کا قول اس کے باب میں معتبر نہ سمجھے اس واسطے کہ عزل قضا سے قاضی معزول مثل اور مسلمانوں کے ہو گیا بلکہ منادی کرا دے ایک مدت مناسب مقرر کر کے کہ جن جن لوگوں کو فلاں فلاں قیدی پر دعویٰ کرنا ہو تو اس مدت میں حاضر ہوں مجلس قاضی میں تو اگر کوئی حاضر نہ ہوئے مقدمہ اس کا ورنہ بعد گزر جانے مدت مذکور کے ان قیدیوں کو چھوڑ دے۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ بعد منادی کرنے کے اگر کوئی مدعی اس کا حاضر نہ ہووے تو اس کو حاضر ضامن لے کر چھوڑ دیوے اور اگر حاضر ضمانت نہ دے سکے تو ایک مہینے تک اور منادی

کرادے بعداس کے اگرکوئی نہ آوے تواس کو چھوڑ دے۔

(۱۰) اموال ودیعت اور وقف کا فیصلہ

اور عمل کرے اموال ودیعت اور محاصل وقف میں گواہی سے یا قابض کے اقرار سے قاضی معزول کے کہنے پر عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی قابض اقرار کرے اس بات کا کہ قاضی معزول نے اس کو یہ ودائع اور محاصل اوقاف سپرد کئے ہیں تو اب ان ودائع اور محاصل اوقاف میں قاضی معزول کا قول مقبول ہوگا۔

فائدہ:۔ اس صورت میں وہ قاضی ان چیزوں کو جس کی بتلادے گا اسی کی سمجھی جاویں گی مگر جبکہ قابض نے پہلے زید کے واسطے اقرار کیا پھر اقرار کیا کہ قاضی معزول نے اس کو سپرد کیا اور قاضی معزول نے دوسرے شخص کے واسطے مثلاً عمرو کے لئے اقرار کیا تو اس صورت میں ودائع اور محاصل پہلے زید کو تسلیم کئے جاویں گے اور تاوان دے گا قابض قیمت کا اگر ودیعت ذوات القیم سے ہو یا مثلی کا اگر مثلی ہو قاضی کو اس کے اقرار ثانی کے سبب سے پھر قاضی منصوب قیمت یا مثل عمرو کو تسلیم کرے جو قاضی معزول کا مقرلہ تھا ہدایہ۔

(۱۱) قاضی کی عدالت

قاضی کو چاہئے کہ مسجد میں باعلان بیٹھ کر حکم کرے اور مسجد جامع اولیٰ ہے اور باعلان بیٹھنے سے یہ مراد ہے کہ جس کا جی چاہے واسطے قطع نزاع کے حاضر ہووے کسی کی تخصیص نہ ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے بیٹھنا قاضی کا مسجد میں اس واسطے کہ کبھی شخص حاضر مشرک یا حائض ہوتا ہے اور مشرک نجس ہے نص کلام اللہ سے اور حائض کو منع ہے داخل ہونا مسجد میں اور ہماری دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے مسجد میں بیٹھ کر قضیے فیصل کئے اور بھی قضا عبادت ہے اور نجاست مشرک کی از روئے اعتقاد ہے نہ نجاست ظاہری اور حائض نہ داخل ہووے مسجد میں بلکہ فیصلہ کیا جاوے مقدمہ اس کا دروازۂ مسجد پر۔

فائدہ:۔ ہدایہ میں ہے کہ دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ بنائی گئیں مسجدیں واسطے ذکر الٰہی کے اور حکم کے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں قلت غریب بھذا اللفظ اور کنوز الحقائق میں بھی یہ حدیث منقول ہے لیکن حوالہ اس نے صاحب ہدایہ پر کیا ہے لیکن معنی میں اس حدیث کے چند حدیثیں آئی ہیں نقل کیا ان کو شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں ایک حدیث صحیحین کی کعب بن مالکؓ سے اور دوسری حدیث طبرانیؒ کی ابن عباسؓ سے اور روایت کی بخاریؒ نے کہ لعان کرایا حضرت عمرؓ نے نزدیک منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور اسناد کیا ابوبکر رازیؒ نے حسنؒ تک کہ دیکھا انہوں نے حضرت عثمانؓ کو کہ فیصلہ کیا مسجد میں اور ذکر کیا قصہ اور روایت کی ابن سعدؒ نے طبقات میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ سے کہ دیکھا انہوں نے ابوبکرؓ کو فیصلہ کرتے تھے مسجد میں نزدیک قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کذافی الفتح ملخصاً حموی نے کہا قضا فی المسجد بنظر زمان سابق مناسب تھی اور ہمارے زمانے میں تو مناسب نہیں کیونکہ اب لوگ مساجد کا ادب جیسا چاہئے ویسا نہیں کرتے اور بحال جنابت جانے سے احتراز نہیں کرتے اور مساجد میں وہ کام کرتے ہیں جو ہرگز لائق نہیں۔

(۱۲) قاضی کا اپنے گھر میں عدالت بنانا

اور اگر قاضی قضا کے لئے بیٹھے اپنے گھر میں اور اذن دے دیوے عام تو بھی درست ہے۔

فائدہ:۔ اور اولیٰ یہ ہے کہ مکان بھی وسط شہر میں ہووے اور مشہور ہوتا لوگوں کو آنے میں دقت نہ پڑے اور قاضی حکم نہ کرے اس وقت جب قلب اس کا مشغول ہو کسی امر کے ساتھ یعنی خوشی اور غصہ اور تشویش یا شہوت جماع یا نہایت سردی یا نہایت گرمی یا بول و براز کی حاجت کے اور

جس دن قضا کے لئے بیٹھنے کا ارادہ کرے تو اس دن روزۂ نفل نہ رکھے اور اچھے کپڑے پہن کر نکلے اچھے طور سے۔

(۱۳) قاضی کے لئے ہدیہ لینے کی شرائط

قاضی کو چاہئے کہ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرے مگر اپنے رشتہ دار محرم کا یا اس شخص کا جو قاضی ہونے سے پہلے بھیجا کرتا تھا بشرطیکہ اسی مقدار ہو جتنا قبل قضا کے آتا تھا اور ان دونوں میں سے کسی کا مقدمہ قاضی کے پاس دائر نہ ہووے۔

فائدہ:۔ اگر ذی رحم محرم یا اس شخص کا جس کی پہلے سے عادت ہدیہ بھیجنے کی تھی قاضی کے پاس مقدمہ رجوع ہوگا تو ان کا بھی ہدیہ نہ لیوے یا وہ شخص عادت سے زیادہ ہدیہ بھیجے تو زائد پھیر دیوے اور سلطان اور نائب سلطان کا بھی ہدیہ لینا درست ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ قاضی قرض نہ لیوے مگر اس دوست اور شریک سے جو قبل از قضا دوست اور شریک تھا۔ بشرط عدم خصومت وعدم تہمت کے اور اسی طرح عاریت لینا طحطاوی۔

(۱۴) ولا یحضر دعوة الاعامة العامة هی التی یتخذهاوان لم یحضر القاضی وعندمحمد رحمه الله لخاصة ان كانت من قریبه یجیبه كالهدیة (۱۵) ویشهد الجنازة ویعود المریض (۱۶) و یسوی بین الخصمین جلوساً واقبالا (۱۷) ولایساراحدهما ولا یضیفه ولا یضحک ولایمزح معه ولا یشیرالیه ولایلقنه حجة وكره تلقین الشاهد یقوله اتشهد بكذا او كذاواستحسنه ابو یوسفؒ فیما لاتهمة فیه و ذلک فیما لا یستفید بتلقینه زیادة علم (۱۸) ویحبس الخصم مدة رأها مصلحة فی الصحیح و انما قال هٰذا لاختلاف الروایات فی تعیین مدة الحبس والاصح ان التقدیر مفوض الی رأی القاضی لتفاوت احوال الاشخاص فی ذلک بطلب ولی الحق ذلک ان امرالقاضی المقربالایفاء فامتنع او ثبت الحق بالبینة ای ان ثبت الحق بالبینة فطلب ولی الحق الحبس یحبسه القاضی من غیراحتیاج الی ان یامر القاضی بایفاء الحق فیمتنع و ان ثبت بالاقرار لابد ان یأمره فیمتنع اذفی صورة البینة ظهر مطله بانكاره و فی الاقرار انما یظهرالمطل بان یمتنع من الایفاء بعد الامر

(۱۴) قاضی کے لئے دعوت میں جانا

اور قاضی کو چاہئے کہ دعوت میں کسی کی نہ جاوے مگر دعوت عام میں اور دعوت عام وہ ہے کہ قاضی کے آنے پر موقوف نہ ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک دعوت خاص میں بھی جا سکتا ہے اگر اپنے قریب ذی رحم محرم نے کی ہو۔

فائدہ:۔ کیونکہ وہ مثل ہدیہ کے ہے اور جو کسی کا مقدمہ رجوع ہو قاضی کے پاس تو دعوت عام بھی اس کی قبول نہ کرے اور اسی طرح دعوت غیر معتاد کو اگرچہ عام ہووے درمختار۔

(۱۵) جنازہ میں حاضر ہونا اور بیمار پرسی کرنا

اور قاضی حاضر ہو نماز جنازہ میں اور اسی طرح بیمار کی بیمار پرسی کرے۔

فائدہ:۔ بشرطیکہ اس بیمار کا مقدمہ قاضی کے پاس رجوع نہ ہووے کفایہ اس واسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں۔ جواب دینا سلام کا جواب دینا چھینکنے والے کا قبول کرنا دعوت کا عیادت کرنا مریض کا جب مر جاوے تو اس کے جنازے کے ساتھ جانا

اور جب نصیحت طلب کرے تجھ سے مسلمان تو نصیحت دے اس کو روایت کیا اس کو مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور نصیحت دینا چھٹا امر ہے تو ہدایہ میں جو لکھا ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں درست ہو گیا۔

(۱۶) مدعی اور مدعی علیہ سے برابر سلوک

اور جب مدعی مدعیٰ علیہ حاضر آویں تو دونوں کو سامنے بٹھلاوے برابر برابر اور دونوں کی طرف توجہ یکساں کرے۔

فائدہ:۔ اور داہنے بائیں نہ بٹھلاوے کیونکہ داہنی جانب افضل ہے اور یہ برابر بٹھانا عام ہے کبیر اور صغیر اور بادشاہ اور رعیت اور رذیل اور شریف اور باپ اور بیٹے اور مسلم اور ذمی کو مگر یہ کہ بادشاہ اگر مدعیٰ علیہ ہو تو قاضی کو لائق ہے کہ اپنے مقام پر سے اٹھے اور بادشاہ اور اس کے مدعی کو وہاں بٹھلاوے اور آپ سامنے بیٹھ کر فیصلہ کرے۔ روایت کی اسحاق بن راہویہ نے اپنی مسند میں ام سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قاضی ہو مسلمانوں کا تو چاہیئے اس کو کہ برابری کرے بٹھانے میں اور اشارے میں اور نظر میں۔

(۱۷) سماع مقدمہ کے آداب

اور کسی سے سرگوشی نہ کرے اور کسی کی ضیافت نہ کرے اور کسی سے ہنسی اور مزاح نہ کرے اور نہ ایک کی طرف ان دونوں میں سے اشارہ کرے اور نہ کسی کو کوئی دلیل یا حجت سکھلاوے اور گواہوں کو تعلیم مکروہ اس طرح پر کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو اور ابو یوسفؒ نے اس کو جائز رکھا ہے اس طرح کہ شاہد کو قاضی کے کہنے سے زیادہ دانست حاصل نہ ہو۔

فائدہ:۔ ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کا ایک قول یہ ہے کہ جس شاہد پر حیرت اور ہیبت غالب ہو اور وہ شرائط شہادت سے کچھ ترک کرے تو مضائقہ نہیں کہ قاضی اس کی اس طرح اعانت کرے کہ تو گواہی دیتا ہے ایسی اور ایسی بشرطیکہ محل تہمت نہ ہو اور اگر محل تہمت ہو جیسے مدعی پندرہ سو کا دعویٰ کرے اور مدعیٰ علیہ پانچ سو کا منکر ہو اور شاہد ہزار کی شہادت دے تو قاضی کہے کہ شاید مدعی نے پانچ سو معاف کر دیئے ہوں اور شاہد کو اس سے علم حاصل ہو اور وہ معافی کے قول سے شہادت کو دعویٰ کے موافق کرے۔ جس طرح قاضی نے توفیق دی تو یہ بالاتفاق جائز نہیں جیسے تعلیم احد الخصمین جائز نہیں کذا فی فتح القدیر۔

فصل مدعیٰ علیہ کو قید رکھنا

(۱۸) کب مدعی علیہ کو قید کیا جا سکتا ہے

اگر مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت ہووے اقرار سے مدعیٰ علیہ کے تو پہلے قاضی حکم کرے مدعیٰ علیہ کو ادائے حق کا در صورت نادہندگی مدعیٰ علیہ کے اگر مدعی درخواست کرے اس کے حبس کی تو قاضی کو جس مدت تک مناسب معلوم ہووے مدعیٰ علیہ کو قید کرے اور اگر گواہوں سے حق ثابت ہوا ہو تو قاضی کو پہنچتا ہے کہ قبل حکم ادائے حق کے مدعیٰ علیہ کو بدرخواست مدعی محبوس کرے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ قید جزا ہے نادہندگی اور انکار کی تو جب حق اقرار سے ثابت ہوا اس وقت نادہندگی مدعیٰ علیہ کی جب ثابت ہوگی کہ قاضی ادائے حق کا اس کو حکم کرے اور وہ نہ دیوے اور جب حق گواہوں سے ثابت ہوا تو نادہندگی اور انکار مدعیٰ علیہ کا تو پہلے سے موجود ہے اس لئے قبل حکم ادائے حق قید کرنا اس کا درست ہے اور مدت قید مفوض ہے رائے قاضی کی طرف اس واسطے کہ لوگ مختلف ہوتے ہیں باعتبار احوال کے بعضے شریر نہیں ہوتے ان کو تھوڑی مدت کفایت ہے اور بعض متمرد ہوتے ہیں ان کو تھوڑے حبس سے زجر نہیں ہوتا اور یہ حبس اس واسطے ہے کہ مدعیٰ علیہ مال اپنا ظاہر کرے اور ایفائے حق مدعی اس سے ہووے اکثر مدت حبس کی باعتبار روایات کے چھ مہینے ہیں اور ایک مہینہ اور دو مہینے اور تین بھی مروی ہیں مگر صحیح وہی ہے کہ مدت حبس مفوض ہے رائے قاضی کی طرف ہدایہ۔

(۱۹) فان الحبس جزاء المماطلة فیما لزمه بعقد کمهر و کفالة المراد المعجل و بدلاعن مال حصل له کثمن مبیع و فی نفقة عرسه و ولده لا فی دینه ای لایحبس فی دین الولد وفی غیرها لا نحو الدیات وارش الجنایات (۲۰) ان ادعی فقره الا اذا قامت بینته بضده ثم شرع بعد ذلک فیما یفعله القاضی اذاکان الخصم حاضرا او لم یکن فقال (۲۱) فان شهدوا علی خصم حاضر حکم بها و کتب به وهو السجل ای حکم بالشهادة و کتب بالحکم و هذا المکتوب هو السجل فیکتب حکمت بذلک او ثبت عندی فان هذا حکم وان شهدوا علی غائب لم یحکم و کتب بالشهادة لیحکم المکتوب الیه بهاوهوالکتاب الحکمی و کتاب القاضی الی القاضی و هو نقل الشهادة حقیقة

(۱۹) وہ حقوق جن میں قید ہو سکتی ہے

مدعیٰ علیہ کا حبس ان حقوق میں ہوگا جو لازم آئے ہیں اس کو بسبب عقد کے جیسے مہر معجّل (اور مہر موجل کے عوض میں حبس نہ کیا جاوے گا اگرچہ معجّل ہو جاوے طلاق سے زوجہ کی درمختار) اور زر ضمانت یا بدل مال کے جو حاصل ہوا اس کو مثل ثمن مبیع نفقہ زوجہ نفقہ ولد (قرض اگرچہ ذمی کا ہووے ضمان الدرک درمختار) نہ دین ولد اور دیت اور ضمان جنایات میں۔

فائدہ:۔ اور بدل خلع اور بدل مغصوب اور بدل متلف یعنی جو چیز تلف کی گئی اس کا بدل اور بدل دم عمد اور ضمان اعتاق یعنی شریک کے حصہ آزاد کرنے کا تاوان نفقہ اقارب مہر موجل درمختار۔

(۲۰) مفلس کو قید نہ کیا جائے

محبوس نہ کیا جاوے گا اگر اپنی مفلسی کا اظہار کرے الا اس صورت میں جب مالدار ہونا اس کا ثابت ہو جاوے گواہوں سے تو ان چیزوں میں بھی قید کریں گے۔

فائدہ:۔ اور قسم اول کی چیزوں میں محبوس کریں گے اگرچہ مدعیٰ علیہ مدعی محتاج کا ہووے اور دعویٰ محتاجی کی تصدیق نہ کی جاوے گی درمختار۔

باب بیان میں قاضی کے خط کے بنام دوسرے قاضی کے

(۲۱) حکم لکھنے کا طریقہ اور اس کی حیثیت

اگر گواہ گواہی دیں قاضی کے سامنے اور مدعیٰ علیہ حاضر ہو تو حکم کر دے ساتھ گواہی کے اور لکھ دے حکم نامہ جس کو عربی میں سجل کہتے ہیں پس لکھ دیوے حکم کیا میں نے یہ یا ثابت ہوا میرے نزدیک یہ اور اگر مدعیٰ علیہ غائب ہو اور گواہ گواہی دیں اس پر تو قاضی حکم نہ کرے بلکہ لکھ لے گواہوں کی گواہی کو تاکہ قاضی مکتوب الیہ اس کے موافق حکم کرے اور یہی کتاب حکمی ہے اور کتاب القاضی الی القاضی ہے حقیقت میں یہ کتاب نقل کرنا گواہی کا ہے ایک قاضی کے پاس سے دوسرے قاضی کے پاس۔

(۲۲) ویقبل فیما لایسقط بشبهة ای ماسوی الحدود والقصاص اذا شهد به عنده کالدین والعقار والنکاح والنسب والمغصوب والامانة والمضاربة المحجودتین فان الامانة ومال المضاربة اذا لم یحجد الایحتاج الی کتاب القاضی الی القاضی واذاحجد اصارا مغصوبین و فی المغصوب تجب القیمة و هی دین فیجری فیه الکتاب الحکمی اذلااحتیاج الی الاشارة بل یعرف بالصفة بخلاف العین المنقولة فانه یحتاج فیها الی الاشارة هذا عند ابی حنیفة و کذا

عند ابی یوسفؒ الا فی العبد الأبق فیقبل فیه و قد ذکر فی کیفیته هکذا یکتب قاضے بخاراالی قاضی سمرقند ان فلانا وفلانا شهدا عندی ان عبد فلان المسمے بالمبارک الذی حلیة کذا و کذا ابق من مالکه و وقع بسمرقند فی ید فلان الی اٰخر الکتاب و یختمه فاذا وصل الی قاضی سمرقند یحضر الخصم مع العبد و یفتحه بشرائطه فان لم یکن حلیته کما کتب یترکه و ان کان فالخصم ان ذهب الی بخارافبهاوالایسلم العبد الی المدعی لاعلی وجه القضاء و یاخذمنه کفیلا بنفس العبد و یجعل فی عنقه شیًا و یختمه صیانة عن التبدیل عند شهادة الشهود و یکتب الی قاضے بخارا جواب کتابه و انه ارسل الیه العبد فاذا وصل الیه الکتاب یحضرالشهود الذین شهدوافی غیبة العبد لیشهدوا فی حضوره و یشیرواالیه انه ملک المدعی لکن لا یحکم لان الخصم غائب ثم یکتب الي قاضے سمرقند ان الشهود شهدوا بحضوره لیحکم قاضی سمرقند علے الخصم و یبرأ الکفیل عن کفالته وعن محمدؒ قبوله فیما ینقل و علیه المتاخرون لافی حدوقود و یجب ان یقرأ علے من یشهد هم و یختم عندهم و یسلم الیهم و ابو یوسفؒ لم یشترط شیًا من ذلک واختار الامام السرخسےؒ قوله فعندابی یوسفؒ یشهدهم ان هذا کتابه و ختمه و عن ابی یوسفؒ الختم لیس بشرط اقول اذا کان الکتاب فی یدالمدعی یفتے بان الختم شرط و ان کان فی یدالشهود یفتے بانه لیس بشرط واذا سلم الی المکتوب الیه لم یقبله الابحضرة خصمه وبشهادة رجلین او رجل وامرأتین فاذا شهدوا انه کتاب قاضے فلان قرأه علینا فی محکمته و ختمه و سلمه الینا فتح القاضے وقرأه علے الخصم

(۲۲) وہ مقدمات جن میں قاضی دوسرے قاضی کو تحریر دے سکتا ہے

اور مقبول ہوگی کتاب القاضی الی القاضی سب مقدمات میں جوشبہات سے ساقط نہیں ہوتے مثل حد اور قصاص کے۔

(اس واسطے کہ کتاب میں شبہ ہے اور حد وقصاص دفع ہو جاتے ہیں شبہات سے اور خط پر عمل کرنا کوشش ہے ان کے اثبات میں)۔

جب شہادت گزرے قاضی کاتب کے پاس جیسے دین اور عقار اور نکاح اور نسب اور مغصوب اور ایسی امانت اور مضاربت جن کا انکار کیا گیا ہے کیونکہ امانت اور مال مضاربت کا اگر انکار نہ ہوگا تو کیا حاجت ہے کتاب القاضی کی اور جس وقت انکار کیا ان دونوں کا مودع یا مضارب نے تو ہوگئی مغصوب اور مغصوب میں واجب ہوتی ہے قیمت اور قیمت دین ہے تو جاری ہوگی اس میں کتاب حکمی اس واسطے کہ وہ محتاج نہیں ہے اشارے کا بلکہ صفت سے اس کی معرفت ہوسکتی ہے بخلاف اعیان منقولہ کے کہ اس میں احتیاج ہے اشارے کی اور یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور ایسا ہی ہے نزدیک امام ابو یوسفؒ کے مگر ان کے نزدیک غلام مفرور میں بھی کتاب القاضی درست ہے صورت اس کی یوں ہے کہ قاضی بخارا کا مثلاً لکھے قاضی سمرقند کو کہ فلاں اور فلاں نے شہادت دی میرے پاس اس بات کی کہ فلاں کا غلام جس کا نام مبارک ہے اور اس کا حلیہ ایسا ہے بھاگ گیا ہے اپنے مالک کے پاس سے اور اب سمرقند میں فلاں کے قبضے میں ہے آخر کتاب تک اور مہر کرے

اس پرتو جب پہنچے یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس حاضر کرے مدعیٰ علیہ اور غلام کو اور کھولے کتاب کو ساتھ شرائط اس کے کے جو آگے آتے ہیں اور ملاوے حلیہ مکتوبہ کو ساتھ غلام کے تو اگر مطابق نہ ہووے چھوڑ دے اس کو اور اگر مطابق ہووے تو اگر مدعیٰ علیہ بخارا کو جاوے تو بہتر ورنہ اس غلام کو مدعی کے سپرد کرے نہ بطور حکم کے اور فیصلے کے اور لے لیوے اس مدعی سے ایک کفیل غلام کے حاضر ضمانت کا اور اس غلام کی گردن میں کوئی چیز ڈال کے اس پر مہر کر دے تا ایسا نہ ہو کہ مدعی وہاں جا کر غلام بدل لیوے وقت شہادت شہود کے اور لکھے جواب کتاب قاضی بخارا کو اس مضمون سے کہ میں اس غلام کو روانہ کرتا ہوں تو جب قاضی بخارا پاس کتاب آوے تو قاضی بخارا ان گواہوں کو بلاوے جنہوں نے گواہی دی تھی اس غلام کے ملک کی غیبت غلام میں تا گواہی دیں اس کی حضور میں اور اشارہ کریں اس غلام کی طرف کہ یہی غلام ہے ملک مدعی کی لیکن قاضی بخارا ابھی حکم نہ کرے کیونکہ مدعیٰ علیہ غائب ہے بلکہ پھر لکھے قاضی سمرقند کو کہ گواہوں نے شہادت دی غلام کے سامنے اس بات کی کہ یہ غلام ملک ہے مدعی کے تو اب یہ کتاب قاضی سمرقند کے پاس پہنچے اس وقت فیصلہ کر دے اور حکم سنا دے مدعیٰ علیہ کو اور بری کر دے حاضر ضامن کو ضمانت سے اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ کتاب القاضی جمیع منقولات میں قبول کی جاوے گی اور اسی پر متاخرین ہیں۔ سوائے حد اور قصاص کے۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ اسی روایت پر فتویٰ ہے کہ کتاب القاضی سب مقدمات اور دعاوی منقولات میں عام ہے کہ دعویٰ دین ہو یا عین درست ہے۔

(۲۳) والزمه بمافيه ان بقي كاتبه قاضيا فيبطل بموته و عزله قبل وصوله وكذا بموت المكتوب اليه الا اذاكتب بعد اسم والى كل من يصل اليه من قضاة المسلمين و عند ابى يوسفؒ لايشترط ان يكتب الى قاض معين بل يكفى ان يكتب ابتداءً الى كل من يصل اليه من قضاة المسلمين لان تعيين المكتوب اليه تضيق لافائدة فيه وان مات الخصم ينفذ علے وارثه (۲۴) وصح قضاء المرأة الافے حدوقود لان شهادتها لاتقبل فيهما (۲۵) ولا يستخلف قاض ولايوكل وكيل الامن فوض اليه ذلک ففى المفوض نائبه لاينعزل بعزله و بموته مؤكلابل هو نائب الاصيل انما قال مؤكلالان فى الوكالة ينعزل الوكيل بموت مؤكله فاراد ان يصرح ان الوكيل ههنالاينعزل بموت مؤكله لانه فى الحقيقة ليس نائبه بل هو نائب الاصيل و اما فى القضاء فان النائب لاينعزل بموت المنوب عنه فخص المؤكل بالذكرلان الاشتباه فيه ولاشبهة فى باب القضاء فلم يذكر ثم قال بل هو نائب الاصيل ففى التوكيل ينعزل بموت الاصيل و فى القضاء لاينعزل و فى غيره

(۲۳) حکم نامہ گواہوں کو سنانا اور مہر لگانا

اور روا جب ہے کہ قاضی کاتب جب کتاب لکھے تو گواہوں کو اس کا مضمون پڑھ کر سنا دے اور مہر کر دے اپنی ان کے سامنے اور وہ کتاب ان گواہوں کو دے دیوے اور ابو یوسفؒ نے کوئی بات ان میں سے شرط نہیں رکھی اور امام سرخسیؒ نے ان ہی کا قول اختیار کیا ہے تو ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف گواہوں کو اس بات کا گواہ کر دیوے کہ یہ کتاب اور مہر میری ہے اور ایک روایت میں مہر بھی شرط نہیں میں کہتا ہوں جب کتاب مدعی کے حوالے کی جاوے تو فتویٰ اس بات پر ہے کہ مہر کرنا ضروری ہے اور جب گواہوں کو سپرد کی جاوے گی تو فتویٰ اس بات پر ہے کہ

مہر شرط نہیں پھر یہ کتاب جب قاضی مکتوب الیہ پاس پہنچے تو قبول نہ کرے اس کتاب کو مگر مدعیٰ علیہ کے سامنے اور دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے جو کتاب لے کر گئے ہیں تو جب گواہی دی ان گواہوں نے کہ یہ کتاب فلاں قاضی کی ہے پڑھا تھا اس کو اس قاضی نے اپنے محکمے میں اور مہر کی تھی اس پر اور دی تھی ہم کو تو اس کی مہر دیکھ کر کھولے اور مدعیٰ علیہ کو سنادے اور لازم کردے اس پر حکم کو۔

فائدہ:۔ یعنی اس گواہی کی رو سے جو کتاب میں مندرج ہے مدعیٰ علیہ پر جو امر لازم آتا ہے اس کا فیصلہ کرے۔

(۲۳) قاضی کا دوسرے قاضی کی تحریر پر فیصلہ کرنا

اور قاضی مکتوب الیہ جب فیصلہ کرے اس کتاب کے ساتھ کہ اس وقت تک قاضی کاتب قاضی ہووے تو اگر قاضی کاتب قبل کتاب پہنچنے کے مر جاوے یا معزول ہو جاوے تو کتاب باطل ہو جاوے گی اسی طرح اگر قاضی مکتوب الیہ کتاب پہنچنے کے اول مر جاوے تو بھی کتاب باطل ہو جاوے گی مگر جب کہ قاضی کاتب نے بعد نام اس قاضی مکتوب الیہ کے یہ لکھ دیا ہووے کہ مسلمانوں کے قاضیوں میں جن کے پاس یہ خط پہنچے وہ اس کی تعمیل کرے تو مکتوب الیہ کے مرنے سے باطل نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ شرط نہیں کہ قاضی کاتب قاضی معین کو لکھے بلکہ کافی ہے کہ ابتداء سے اسی طرح لکھے کہ یہ کتاب جس قاضی کے پاس مسلمانوں کے قاضیوں سے پہنچے وہ اس کی تعمیل کرے کیونکہ معین کرنا مکتوب الیہ کا محض بے فائدہ ہے اور اگر کتاب پہنچنے کے اول مدعیٰ علیہ مر جاوے تو جاری کی جاوے گی کتاب اس کے وارث پر۔

(۲۴) عورت کا قاضی ہونا

اور صحیح ہے قاضی ہونا عورت کا سب مقدمات میں سوائے حدود و قصاص کے۔

فائدہ: اس واسطے کہ قضا نظیر شہادت ہے اور شہادت عورت کی حدود و قصاص میں مقبول نہیں تو قضا بھی مقبول نہ ہو گی۔ درمختار میں ہے کہ اگرچہ قضائے عورت صحیح ہے سوائے حدود اور قصاص کے باقی مقدمات میں لیکن عورت کا قاضی بنانے والا گنہگار ہوگا بسبب حدیث بخاریؒ کے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فلاح پائیں گے وہ لوگ جنہوں نے سپرد کیا کام اپنا عورت کو انتہیٰ۔

(۲۵) قاضی کا نائب کون ہوسکتا ہے

قاضی اپنا نائب کسی کو نہیں بنا سکتا مگر وہ قاضی جس کو اختیار دیا ہو بادشاہ نے نائب بنا لینے کا تو اگر ایسے قاضی نے اپنا نائب بنایا پھر قاضی معزول ہوا یا مر گیا تو نائب معزول نہ ہو گا اسی طرح وکیل کو اختیار نہیں کہ دوسرے کو وکیل اپنا بناوے مگر اس صورت میں جب موکل نے اس کو اجازت دی ہو تو یہاں بھی پہلے وکیل کے معزول ہو جانے یا مر جانے سے وکیل وکیل معزول نہ ہوگا اس واسطے کہ وکیل وکیل درحقیقت نائب ہے اصل موکل کا نہ وکیل اول کا۔

فائدہ:۔ ہدایہ میں ہے کہ جو شخص حاکم کی طرف سے امام جمعہ ہووے تو وہ خلیفہ اپنا بنا سکتا ہے گو اس کو اس بات کا حاکم کی طرف سے اختیار نہ ہووے کیونکہ جمعہ ایک شے موقت ہے خوف ہے اس کے فوت ہو جانے کا تو امر بالامامت گویا اذن بالاستخلاف ہے برخلاف قضا کے۔

(۲۶) ان فعل نائبه عنده او اجازهواو كان قدرالثمن فى الوكالة صح اى فى غير المفوض يعنى اذا لم يفوض الى القاضى (۲۷) والوكيل ان يستخلف الغير فاستخلفا ففعل النائب بحضور المنوب صح لانه اذا فعل بحضوره ففعله ينتقل اليه و كذا ان فعل بغيبته فوصل الخبر الى المنوب فاجازلانه اذا انضم رأيه الى ذلك الفعل صاركانه فعل و كذا ان قدر الوكيل الاول الثمن فباشر وكيله اذ بتقدير الثمن حصل رأيه (۲۸) وباعمل برأيك يوكل اى اذاقال المؤكل للوكيل اعمل برأيك كان للوكيل ان يوكل غيره ويمضى حكم قاض اخر فى مختلف فيه فى الصدر الاول الا ماخالف الكتاب اوالسنة المشهودة او الاجماع اى اذاقضى القاضى ورفع حكمه الى قاض اخريجب عليه امضاؤه (۲۹) الا ان يكون مخالفا للكتاب كمتروك التسمية عامداً فانه مخالف لقوله تعالىٰ ولاتأكلوامما لم يذكر اسم الله عليه

(۲۶) نائب کا فیصلہ

جس قاضی کواختیار نائب کے مقرر کرنے کانہیں دیا گیا اس نے اگرنائب بنایااور نائب نے منوب کے سامنے فیصلہ کیا یابعد فیصلے کےمنوب کی رائے شریک ہوگئی تو جائز ہوجاویگا۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ جب قاضی اول کے سامنے فیصلہ کیا یااس کی رائے شریک ہوگئی تو گویا قاضی اول ہی نے قضا کی۔

(۲۷) وکیل کا دوسرے کو وکیل بنانا

اسی طرح جس وکیل کواختیار دوسرے کووکیل بنانے کانہیں دیا گیااس نے اگر دلیل بنایااور بعداس کے وکیل وکیل نے روبرو وکیل کے وہ کام کیایاوکیل کی رائے اس میں شریک ہوگئی یاموکل نے جس وقت پہلے وکیل کو وکیل کیا تھاکسی چیز کی خریدنے کے لئے تواس کی قیمت بیان کردی تھی اوروکیل کاوکیل اسی کے مباشر ہواتو ان سب صورتوں میں وکیل وکیل کا تصرف صحیح ہوجاوے گا اورمثل تصرف وکیل کے گنا جاوے گا اگر موکل نے وقت توکیل کےوکیل سے یہ کہا کہ تواپنی رائے پرعمل کرتواس کہنے سے وکیل کو اختیارہوجاوے گا کہ دوسرے شخص کووکیل کرے۔

فائدہ:۔باب مرافعہ کے بیان میں

(۲۸) قاضی مجتہد کے فیصلہ کامنسوخ نہ ہونا

اگرایک قاضی کےحکم کا مرافعہ ہوادوسرے قاضی کے پاس ہواتو قاضی ثانی نافذکردے پہلے قاضی کےحکم کومسائل اختلافیہ صدراول میں۔

فائدہ:۔ یعنی اگر ان مسائل میں جن میں صحابہؓ یا تابعینؒ یاتبع تابعینؒ کا اختلاف تھا قاضی نےکسی کاقول اختیار کرکے قضا کردی ہے بعداس کے دوسرے قاضی کے پاس مرافعہ ہواتو قاضی ثانی پہلے قاضی کاحکم منسوخ نہیں کرسکتا مراد یہاں قاضی اول سے قاضی مجتہد ہے کیونکہ سوا مجتہد کے اورکسی کو یہ بات نہیں پہنچتی کہ مسائل مختلف فیہا میں جس کا قول چاہے اختیارکرے اور قاضی مقلد کاحکم تو اپنے مذہب کے مخالف ہرگز نافذ نہ ہوگا قنیہ

(۲۹) کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ منسوخ ہوگا

الاوہ حکم منسوخ کرے جومخالف ہو کتاب اللہ کے (اگر چہ دوسرے مجتہد کا قول ہووے) جیسے ایک قاضی نےحکم کیا حلت گوشت اس جانور کا جس پر وقت ذبح کے بسم اللہ قصداً ترک کی گئی ہو کیونکہ یہ مخالف ہے آیت کریمہ

ولاتاکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه کے۔

فائدہ:۔یعنی نہ کھاؤتم وہ جانور جس پرنہیں ذکر کیا گیانام خدا کا جاننا چاہئے کہ مسلمان وقت ذبح کے اگر بھول کر تسمیہ ترک کر دیوے تو اس ذبیحہ کا گوشت حلال ہے ہمارے نزدیک بھی اور شافعیؒ کے نزدیک بھی تواس کی بیع بھی جائز ہوگی اوراگر قصداً ترک کر دیوے تو وہ ذبیحہ ہمارے نزدیک حرام ہوجاوے گا اور بیع بھی اس کی ناجائز اور شافعیؒ کے نزدیک بیع اوراکل دونوں جائز ہیں تو یہ حکم شافعیؒ کا مخالف ہے اس ظاہر آیت کتاب اللہ کے جو اوپر گزری تو قاضی اول نے اگر حکم صحت بیع ایسے ذبیحہ کا جس پر بسم اللہ عمداً متروک ہوئی ہو کیا تو قاضی ثانی اس کو منسوخ کردیوے۔

(۳۰) او للسنة المشهورة كالقضاء بحل المطلقة الثلثه بنكاح الزوج الثانى بلاوطى على مذهب سعيدبن المسيبؒ فانه مخالف للسنة المشهورة و هى قوله عليه السلام لاحتى تدوقى من عسيلة الحديث (۳۱) او للاجماع كالقضاء بحل متعة النساء لان الصحابةؓ قد اجمعوا على فساده (۳۲) فحاصل هذا ان القاضى اذا قضى فى المجتهدفيه يصير مجمعا عليه و يجب على قاض اخر تنفيذه وهذا اذاحكم على وفق مذهبه اما اذاحكم على خلاف مذهبه فسياتى و يجب ان يعلم القاضى ان المسألة مختلف فيها و ايضا هذا اذا كان محل القضاء مختلفا فيه اما اذاكان نفس القضاء مختلفا فيه كالقضاء على الغائب فانه لايصير مجمعا عليه الا ان يرفع قضاء ہ الى قاض اخر فيمضيه فح يصير مجمعا عليه فبعدالامضاء

ان رفع الى قاض اخر يجب عليه تنفيذه وفى ما اجتمع عليه الجمهور لايعتبر خلاف البعض ذكر فى اصول الفقه ان العلماء اختلفوا فى ان الاجماع هل ينعقد باتفاق اكثر المجتهدين اولابدمن اتفاق الكل ففى الهداية اختارا ان اتفاق الاكثر كاف ففى مقابلة اتفاق الاكثر لايعتبر خلاف الاقل و فى كتب اصول الفقه رحجوادلک المذهب و هو ان اختلاف الاقل فى مقابلة الاكثر معتبر فان واحدا من الصحابةؓ ربما خالف الجمع الكثير ولم يقولوا نحن اكثر منک بل اعتبروامخالفته و ايضاقال فى الهداية ان المعتبر الاختلاف فى الصدر الاول اى الصحابة لكن الاصح انه لايشترط ذلک حتى يكون اختلاف الشافعىؒ معتبرا

(۳۰) جو فیصلہ مشہور حدیث کے خلاف ہو وہ بھی منسوخ ہوگا

یا مخالف ہو حدیث مشہور کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا مطلقہ ثلث کی (یعنی وہ عورت جس کو اس کے خاوند نے تین طلاق دیے ہوں) حلت کا واسطے شوہر اول کے صرف نکاح زوج ثانی سے بدوں وطی کے موافق مذہب سعید بن المسیبؒ کے اس واسطے کہ یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے یعنی قول حضرتؐ کا واسطے عورت رفاعہ کے نہ ہوگا یہ جب تک تو نہ چکھے شیرینی عبدالرحمٰن بن زبیرؓ کی اور وہ شیرینی تیری

فائدہ:۔روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے مراد شیرینی سے جماع ہے اور گزری یہ حدیث کتاب الطلاق میں قصے سمیت۔

(۳۱) جو فیصلہ اجماع امت کے خلاف ہو وہ بھی منسوخ ہوگا

یا مخالف ہووے اجماع مسلمین کے جیسے قاضی اول نے حکم کیا حلت متعہ کا اس واسطے کہ صحابہؓ نے اجماع کیا اس کے فساد پر۔

فائدہ:۔ اور گزرے دلائل حرمت متعہ کے کتاب النکاح میں

(۳۲) مجتہد فیہ مسئلہ میں قضاء قاضی کا اجماع بن جانا

تو حاصل یہ ہے کہ قاضی نے جب مسئلہ مجتہد فیہ میں حکم دیا تو وہ مجتہد فیہ مجمع علیہ ہو جاوے گا اور قاضی ثانی کا نافذ کرنا اس کا واجب ہے لیکن یہ صورت جب ہے کہ قاضی اول نے اپنے مذہب کے موافق حکم دیا ہو اور جو اپنے مذہب کے خلاف حکم دے گا تو اس کا بیان آگے آتا ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ قاضی جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اگر قاضی نہ جانتا ہو اختلاف مجتہدین کو تو اس کی قضا جائز نہیں اور نہ قاضی ثانی اس کو جاری کرے اور محل قضا مجتہد فیہ مختلف ہو یعنی جس حکم میں قضا ہوتی ہے اس میں اختلاف ہو۔ اور جو خود قضا میں اختلاف ہووے جیسے قضا علی الغائب (اس کا بیان آگے آتا ہے) تو وہ قاضی اول کے حکم کر دینے سے مجمع علیہ نہ ہوگا اور قاضی ثانی کو اس کا پہنچتا ہے ہاں اگر قاضی ثانی بھی اس کو جاری کر دے تو اب وہ مجمع علیہ ہو جاوے گا اب اگر قاضی ثالث پاس مرافعہ ہوگا تو وہ منسوخ نہیں کر سکتا اجماع میں اتفاق اکثر مجتہدین کا کافی ہے تو جب اکثر ایک امر پر متفق ہو جاویں گے وہ امر متفق علیہ شمار کیا جاوے گا اور مخالفت بعض کی معتبر نہ ہوگی ہدایہ میں بھی یہی اختیار کیا ہے۔ لیکن اصول فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ خلاف ایک شخص کا بھی مانع اعتقاد اجماع ہے اور اجماع نہیں ہوتا مگر سب کے اتفاق سے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ سے مراد یہ ہے کہ صدر اول یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ کا اختلافی ہو لیکن اصح یہ ہے کہ یہ کچھ ضرور نہیں بلکہ اختلاف شافعیؒ کا بھی معتبر ہے۔

فائدہ:۔ اور اسی طرح مالکؒ اور احمدؒ کا اور یہ لوگ نہ صحابہؓ میں سے ہیں نہ تابعینؒ میں سے۔

(۳۳) و القضاء بحرمة او حل ينفذ ظاهر او باطنا ولو بشهادة زوراذاادعاه بسبب معين حتے لوادعی جارية ملكا مطلقا و اقام علے ذلک بينة زوروقضے القاضے به لايحل له و طيهابالاجماع لان الملک لا بدله من سبب وليس البعض اولیٰ من البعض فلا يمكن اثبات سبب معين مثبت به الحل فان اقامت بينة زورانه تزوجها و حكم به حل لها تمكينه هذا عند ابی حنيفة وعندهما ينفذ ظاهرا ای يسلم القاضے الزوجة الى الزوج ويأمرها بالتمكين لاباطناً ای لا يثبت الحل فيما بينه و بين الله تعالیٰ و مذهبهما ظاهروا ما مذهب ابی حنيفة فمشكل جدًا فان الحرام المحض كيف يكون سببا للحل فيما بينه و بين الله تعالیٰ و جوابه انالم نجعل الحرام المحض و هے الشهادة الكاذبة من حيث انه اخبار كاذب سببا للحل بل حكم القاضے صار كانشاء عقد جديد و هو ليس حراما بل هو واجب لان القاضے غير عالم بكذب الشهود والقضاء فی مجتهد فيه بخلاف رايه ناسيا مذهبه او عامدالاينفذ عند هماوبه يفتے و اما عند ابی حنيفة ان كان ناسيا مذهبه ينفذوان كان عامداففيه روايتان و عندهما لاينفذ فی الوجهين لانه قضاء بما هو خطاء عنده والفتوى علے قولهما رحمة الله عليهما

(۳۳) قاضی کے حکم کا نافذ

اور نافذ ہے قاضی کا حکم ظاہر اور باطن میں۔(یعنی فی الدنیا اور فیما بینہ وبین اللہ) کسی شے کی حرمت یا حلت پر اگرچہ جھوٹی گواہی سے ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک نافذ ہے ظاہر میں نہ باطن میں جاننا چاہئے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک اگر مدعی دعویٰ کرے ایک شے کا بسبب معین یعنی سبب ملک کو بیان کرے اور جھوٹے گواہ لاوے اور محل قابل ہو حکم کے اور قاضی نہ جانتا ہو کہ یہ گواہ جھوٹے ہیں تو قضا نافذ ہے ظاہر اور باطن میں نفاذ ظاہر سے مراد یہ ہے کہ اگر مثلاً مدعی نے ایک عورت پر دعویٰ نکاح کا کیا یعنی یہ میری منکوحہ ہے اور عورت نے انکار کیا تب مدعی نے گواہ جھوٹے پیش کردیئے نکاح کے قاضی پاس تو قاضی عورت کو مدعی کے سپرد کرے اور عورت سے کہے کہ تو اپنی ذات پر قدرت دے زوج کو اور نفقہ وغیرہ لوازم زوجیت کا حکم کرے۔

فائدہ:۔ اور نفاذ باطن سے مراد یہ ہے کہ مرد کو وطی اور عورت کو شوہر کا اپنے اوپر قادر کرا دینا عنداللہ حلال ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ظاہراً حکم قاضی نافذ ہوگا نہ باطناً یعنی عنداللہ زوج اور زوجہ کو وطی درست نہیں ہوگی اور یہی مذہب ہے زفر اور ائمہ ثلثہؒ کا درمختار میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے لیکن بحرالرائق میں ہے کہ قول امام ابوحنیفہؒ کا قوی ہے

☆ دلیل مذہب صاحبینؒ کی ظاہر ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر یہ اشکال ہے کہ حرام محض کس طرح سبب ہوگا حلت کا فیما بینہ وبین اللہ اور جواب اس کا یہ ہے کہ ہم نے حرام محض یعنی شہادت دروغ کو اس جہت سے کہ وہ دروغ ہے سبب حلت کا نہیں کیا بلکہ حکم قاضی کا مثل انشائے عقد جدید کے ہے اور انشائے عقد حرام نہیں ہے بلکہ واجب ہے کیونکہ قاضی دروغ گوئی شہود کو نہیں جانتا۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کی دلیل نقلی وہ ہے جس کو ذکر کیا محمدؒ نے مبسوط میں کہ پہنچا ہم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کہ ایک شخص نے ان کے پاس گواہ قائم کردیئے ایک عورت کے نکاح پر اور عورت نے انکار کیا تو حضرت علیؓ نے حکم دیدیا عورت کو کہ جاوے مرد پاس تو کہا عورت نے کہ اس مرد نے نہیں نکاح کیا ہے مجھ سے اب اگر آپ نے ایسا ہی حکم کیا ہے تو آپ نکاح پڑھوا دیجئے۔ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میں نہیں تجدید کرتا نکاح کی۔ نکاح کر دیا تیرا دونوں شاہدوں نے تو اگر دونوں میں نکاح منعقد نہ ہوجاتا آپ کی قضا سے تو آپ تجدید نکاح سے امتناع نہ کرتے باوجودیکہ عورت طالب تھی نکاح کی اور مرد راغب تھا اور اس میں محفوظ رہتے دونوں زنا سے انتہی۔

☆ اوپر جو ہم نے قید لگائی کہ دعویٰ مدعی ایک سبب معین کے ساتھ ہووے تو اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر دعویٰ ملک مطلق ہوگا مثلاً ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک لونڈی کی ملک کا اور دو گواہ جھوٹے قائم کردیئے اور قاضی نے حکم کردیا ملک کا واسطے مدعی کے تو یہاں پر مدعی کو وطی اس کی حلال نہ ہوگی بالاجماع۔

فائدہ:۔ اور یہ جو کہا کہ محل جو قابل ہو حکم کے سو اس واسطے کہ اگر محل غیر قابل ہوگا جیسے وہ عورت کسی کی منکوحہ ہو یا معتدہ یا مرتدہ یا مدعی کی محرم ہو بسبب مصاہرت یا رضاع تو قضا نافذ نہ ہوگی اس واسطے کہ محل صالح نہیں ہے اس بات کا کہ قضائے قاضی انشائے عقد جدید سمجھی جاوے اور قاضی کا نہ جاننا اس واسطے شرط ہوا کہ اگر قاضی دروغ گوئی شہود کو جانتا ہووے تو قضا نافذ نہ ہوگی کذا فی الطحطاوی۔

(۳۴) قاضی کا اپنے فقہی مسلک کے خلاف فیصلہ کرنا

اور اگر قاضی اول میں مسئلہ مجتہد فیہ میں خلاف اپنے مذہب

کے حکم دیا۔ اپنا مذہب بھول کر قصداً تو صاحبینؒ کے نزدیک یہ قضا نافذ نہ ہوگی اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر بھول کر دیا تو نافذ ہوگی اور اگر جان بوجھ کر دیا اس میں دو روایتیں ہیں۔

فائدہ:۔ یہ سب اختلاف قاضی مجتہد میں ہے اور قاضی مقلد کا فتویٰ خلاف اپنے مذہب کے نافذ نہ ہوگا خواہ قصداً ہو یا بھول کر اور خلاف مذہب سے مراد یہ ہے کہ حنفی مذہب شافعیؒ یا مالکی حکم کرے یا بالعکس تو نافذ نہ ہوگا اور اگر حنفی امام کا قول چھوڑ کر صاحبینؒ کے قول پر حکم کرے تو یہ حکم بخلاف مذہب نہیں ہے نافذ ہو جاوے گا اور قاضی ثانی کو مرافعۃً اس کا فسخ نہیں پہنچتا چنانچہ درر میں ہے یہ اس صورت میں ہے کہ حاکم نے قاضی کی قضا کو مقید بمذہب امام نہ کر دیا ہو والا وہ معزول ٹھہرے گا بہ نسبت قول غیر امام کے تو قول غیر امام پر حکم اس کا بالکل نافذ نہ ہوگا اس واسطے کہ تخصیص قضا کی زمان اور مکان سے درست ہے طحطاوی مع زیادہ۔

(۳۵) قضاء علی الغائب یا للغائب

قاضی حکم نہ کرے شخص غائب پر۔

فائدہ:۔ اور نہ غائب کے لئے یعنی غائب کا نہ مقضی علیہ ہونا صحیح ہے نہ مقضیٰ لہٗ بلکہ حکم ہی نافذ نہیں بر قول مفتیٰ بہ در مختار اور امام شافعیؒ اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک غائب پر حکم کرنا جائز ہے بدلیل حدیث البینة علی المدعی و الیمین علیٰ من انکر تو حضور خصم کو شرط کرنا اس حدیث پر زیادت ہے بلا دلیل اور ہماری دلیل وہی حدیث حضرت علیؓ کی ہے جو اوپر گزری کہ فرمایا حضرتؐ نے نہ فیصلہ کر تو ایک کے لئے جب تک سن نہ لے کلام دوسرے کا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور اسحاقؒ اور طیالسیؒ اور حاکمؒ نے تو اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوسرے کا کلام معلوم نہ ہونا مانع حکم ہے اور یہ بات پائی جاتی ہے خصم کے غائب ہونے میں اور اس کے نائب کے بھی غائب ہونے میں اور اس واسطے کہ شہادت کا حجت ہونا اس پر موقوف ہے کہ منکر عاجز ہو رد اور طعن فی الشہادة سے اور اس کا عجز بدوں اس کے حضور کے معلوم نہیں ہوسکتا۔ کذا فی فتح القدیر۔

(۳۶) الابحضره نائبة حقيقة كالوكيل او شرعاً كو صى القاضے اوحكماً بان كان مايدعى علے الغائب سببا لما يدعى علے الحاضر كما اذاادعى داراعلے رجل انه اشتراها من فلان الغائب واقام البينة علے ذى اليد فان القاضے يقضے بهذه البينة علے الحاضر والغائب حتے لو حضرالغائب وانكرلا يلتفت الى انكاره (۳۷) فان كان شرطا لا يصح اى ان كان ما يدعى علے الغائب شرط لما يدعى علے الحاضر كما اذا ادعى عبدعلے مولاه انه علق عتقه بتطليق زيد زوجته واقام بينة علے التطليق بغيبة زيد اختلف فيه المشائخ والصحيح انه لا يقبل وانما يقبل فے السبب دون الشرط لان السبب اصل بالنسبة الى المسبب فيكون الحاضر نائبا عن صاحب السبب وهو الغائب كالوكيل ولاكذلك اذا كان شرطا و انما لايقضے علے الغائب فى صورة الشرط اذا كان فيه ابطال حق الغائب اما اذالم يكن كما اذا علق طلاق امرأته بدخول زيد فى الداربقتل (۳۸) و يقرض مال اليتيم و يكتب ذكر الحق يجوز للقاضے اقراض مال اليتيم لانه محافظة والقاضے قادر علے اخذه متے شاء (۳۹) ولايجوز للوصى لعدم قدرته علے الاخذ وكذاللاب فى الاصح فلوفعل يضمن واذااقرض القاضے كتب فى ذلك وثيقة.

(۳۶) غائب کے نائب کا حاضر ہونا

مگراس صورت میں کہ نائب اسکا حاضر ہووے حقیقۃً جیسے غائب کا وکیل کہ وہ غائب کے قائم مقام ہے یا شرعاً جیسے قاضی کا وصی یعنی جس کو قاضی نے مقرر کیا یا حکماً اس طرح پر کہ جس چیز کا دعویٰ ہے غائب پر وہ بالضرور سبب ہووے اس چیز کا جس کا حاضر پر دعویٰ کرتا ہے۔

فائدہ:۔ تو اگر ادعا علی الغائب کے سبب پڑنے میں واسطے ادعا علی الحاضر کے شک پڑ جاوے گا تو اس صورت میں دعویٰ مقبول نہ ہوگا مثلاً ایک لونڈی خریدی پھراس کے مالک پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے نکاح اس کا شخص غائب سے کر دیا تھا اور غرض اس سے یہ ہے کہ بسبب عیب نکاح کے لونڈی واپس ہو جاوے تو یہ لونڈی کی واپسی کا حکم نہ ہوگا کیونکہ تزوج غائب ردعلی المولیٰ کا سبب بالضرور نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ غائب نے اس کو طلاق دی ہو اور عیب زائل ہو گیا ہو۔

☆ مثال اس کی یہ ہے کہ زید نے دعویٰ کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک مکان پر کہ یہ مکان میں نے بکر سے خرید کیا تھا اور بکر غائب ہے عمرو نے جب انکار کیا تو زید نے اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کئے اور قاضی نے فیصلہ کر دیا عمرو پر تو یہ حکم بکر پر بھی ہو جاوے گا کیا معنی کہ اگر بکر حاضر ہو کر بیع کا انکار کرے تو معتبر نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اگرچہ بکر وقت قضا کے غائب تھا اس واسطے کہ ادعا علی الغائب یعنی خریدنا گھر کا سبب ہے ادعا علے الحاضر یعنی مالکیت کا اس واسطے کہ مالک سے خرید کرنا سبب ہے ملک کا لامحالہ غایۃ الاوطار اور جو دعویٰ کیا جاوے غائب پر اگر وہ شرط ہو اس دعوے کی جو حاضر پر ادعا ہو تو صحیح نہ ہوگا۔ (اور پہلی صورت میں سبب تھا)

(۳۷) غائب پر دعویٰ

چنانچہ اگر غلام نے اپنے مالک پر اس کا دعویٰ کیا کہ اس نے معلق کیا تھا میرے عتق کو زوجہ زید کی تطلیق پر اور گواہ لایا زید کی زوجہ کے مطلقہ ہونے پر زید کی غیبت میں تو اس میں اختلاف ہے مشائخ کا اور گواہ مقبول نہ ہوں گے صحیح قول پر اور سبب میں اس واسطے مقبول ہیں کہ سبب اصل ہے مسبب کا تو حاضر نائب ہوگا صاحب سبب کا یعنی غائب کا مانند وکیل کے اور ایسا نہیں جبکہ شرط ہووے یعنی شرط اصل نہیں ہے یہ نسبت مشروط تو حاضر غائب کا نائب نہیں ہو سکتا یہ حکم شرط میں جب ہے کہ اس میں حق غائب کا ابطال ہووے چنانچہ مطلقہ ہونا زوجہ زید کا صورت مذکور میں کہ اس صورت میں زید کے حق کا ابطال لازم آتا ہے تو اگر غائب کا حق باطل نہ ہوتا ہو چنانچہ ایک شخص نے طلاق اپنی عورت کا معلق کیا زید کے گھر میں جانے پر تو ثبوت دخول دار کے گواہ عورت کی جانب سے مقبول ہوں گے۔

فائدہ:۔ بحالت غائب ہونے زید کے اس واسطے کہ زید کا درصورت ثبوت دخول دار کچھ ضرر نہیں۔

(۳۸) یتیم کا مال کسی کو قرض دینا

قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال قرض دیوے کسی کو اور لکھوا لیوے تمسک اس لئے کہ قاضی کو قدرت ہے اس کے پھیر لینے کی جب چاہے۔

فائدہ:۔ چونکہ قاضی کو بسبب کثرت اشغال کی حفاظت اموال کی فرصت نہیں ہوتی لہذا قاضی کو درست ہے کہ یتیم کا مال حتی المقدور ایسی جگہ لگاوے کہ اس میں زیادتی ہو جیسے کسی کو بطور مضاربت کے دیوے یا مکان یا زمین یا غلام کمائی دار جس سے آمدنی ہو خرید کر لے اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی ایسے کو جو غنی امانت دار ہووے قرض بھی دے سکتا ہے وثیقہ لکھوا کر بشرطیکہ یتیم کا وصی موجود نہ ہووے اور جو یتیم کا وصی موجود ہووے تو قاضی کو قرض دینا ممنوع ہے۔ قنیہ۔

(۳۹) وصی یتیم کا اور باپ بیٹے کا مال قرض پر نہ دے

اور وصی کو درست نہیں کہ یتیم کا مال کسی کو قرض دیوے

بسبب عدم قدرت اس کی کے اور اسی طرح باپ کو بھی صحیح قول میں درست نہیں کہ بیٹے کا مال قرض دیوے اگر دے گا تو ضامن ہوگا۔

فائدہ:۔ اگر باپ یا وصی صغیر کا مسرف ہو یعنی فضول خرچ ہو تو قاضی کو پہنچتا ہے کہ باپ اور وصی سے مال لے کر کسی شخص عادل کے پاس رکھ دیوے در مختار۔

فوائد: (۱) جب مدعیٰ علیہ چھپ رہے اور کسی طرح دارالقضا میں حاضر نہ ہووے تو قاضی مدعی سے وجہ ثبوت لے کر مدعیٰ علیہ کی طرف سے ایک وکیل بنا کر حکم کر دیوے در مختار۔ شامی نے اس کی صورت یوں لکھی ہے ایک شخص نے قاضی کے پاس آ کر دعویٰ کیا کہ میرا فلانے پر حق ہے اور وہ چھپ کر بیٹھ رہا ہے اپنے گھر میں تو قاضی لکھنے والی شہر کو اس کے احضار کے لئے تو اگر والی شہر اس کو نہ پاوے اور مدعی درخواست کرے مہر ہونے کی اس کے مکان پر تو اگر لاوے دو گواہوں کو اس بات پر کہ مدعیٰ علیہ اپنے مکان میں ہے اور گواہ یہ کہیں کہ تین دن یا کم ہوئے کہ ہم نے مدعیٰ علیہ کو دیکھا تھا تو مہر کر دیوے اس کے مکان پر اور اگر تین دن سے زیادہ بیان کریں تو نہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ مدت مفوض ہے رائے حاکم کی طرف تو جس وقت مہر ہوگئی اور مدعی نے درخواست کی کہ مدعا علیہ کی طرف سے وکیل کھڑا کیا جاوے تو قاضی اپنا رسول اور دو گواہ بھیجے مدعیٰ علیہ کے مکان پر اور وہ رسول پکار دے تین مرتبہ ان گواہوں کے سامنے کہ اے فلاں ولد فلاں قاضی نے یہ کہا ہے تجھ کو کہ حاضر ہو تو مع اپنے مدعی کے دارالقضاء میں ورنہ میں تیری طرف سے وکیل کھڑا کر کے حکم کر دوں گا اور مدعی کے گواہ بدوں تیرے قبول کر لوں گا اسی طرح تین دن تک کرے جب تین دن گزر جاویں اور مدعیٰ علیہ حاضر نہ ہووے تو قاضی اس کی طرف سے وکیل کھڑا کر کے مدعی کے گواہ سنے اور اس کے وکیل کے سامنے مدعیٰ علیہ پر فیصلہ کر دیوے۔ انتہیٰ۔

(۲) اگر مدعی نے وقت استحقاق دعوے سے لے کر پندرہ برس تک بلا عذر شرعی دعویٰ نہ کیا تو وہ دعویٰ نہ سنا جائے گا مگر وقف اور میراث کا دعویٰ کہ اس میں طول مدت مانع نہیں البتہ اگر تینتیس سال گزر جاویں گے تو دعویٰ وقف اور ارث بھی مسموع نہیں اور بعض فقہا کے نزدیک دعویٰ ارث مثل اور دعاوی کے پندرہ سال کے بعد مسموع نہ ہوگا وقت استحقاق سے میعاد محسوب ہوگی فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ مثلاً ایک عورت نے بیس برس تک اپنے خاوند کی حیات میں دعویٰ مہر نہ کیا بعد اس کے خاوند مر گیا یا اس نے طلاق دیا تو عورت کا اب دعویٰ مہر مسموع ہوگا اس واسطے کہ استحقاق طلب مہر وقت طلاق یا وقت موت سے حاصل ہوا ہے اور وقت استحقاق سے اتنی مدت مقتضی نہیں ہوئی دعویٰ مسموع نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مدعی کا حق بوجہ امتداد میعاد کے ساقط ہو جاوے بلکہ اگر مدعیٰ علیہ مقر ہووے تو دعویٰ مسموع ہووے گا اگر چہ مدت طویل گزر گئی ہو شامی۔

(۳) قاضی کو بعد پائے جانے شرائط حکم کے حکم میں تاخیر کرنا درست نہیں مگر تین سبب سے یا شک و اشتباہ ہو یا امید صلح کی ہو یا مدعی مدعا علیہ کوئی ان دونوں میں سے مہلت مانگے اور ایک چوتھی وجہ طحطاوی میں ہے وہ یہ ہے کہ قاضی کو اہل شہر کے فتویٰ پر اعتماد نہ ہو اور دوسرے شہر کے علماء سے فتویٰ دریافت کرے تو تاخیر قضا سے گنہگار نہ ہوگا۔

(۴) قاضی کو اپنا حکم پلٹ دینا بھی درست نہیں مگر تین صورتوں میں اگر حکم کیا اپنے علم اور دانست پر پھر غلط نکلا یا حکم کی خطا ظاہر ہوئی یا اپنے مذہب کے مخالف حکم دیا در مختار۔

(۵) مسلمان بادشاہ کی اطاعت امر موافق شرع میں واجب ہے نہ مخالف شرع میں تو اگر بادشاہ نے حکم دیا کہ گواہوں سے قسم لی جایا کرے تو قاضیوں کو چاہئے کہ بادشاہ کو فہمایش کر کے اس حکم سے باز رکھیں اگر چہ بعض فقہا نے لکھا ہے کہ تحلیف شاہد بنظر زمانہ درست ہے لیکن صحیح نہیں ہے۔

باب التحكيم

(۱) وصح تحكيم الخصمين من صلح قاضيا (۲) ولزمهما حكمه بالبينة او النكول والاقرار (۳) و اخباره باقرار احدالخصمين وبعدالة الشاهدين حال ولايته اى صح اخباره باقرار احدالخصمين وبعدالة الشاهدين فی زمان ولايته لان اخباره حال ولايته قائم مقام شهادة رجلين بخلاف ما اذااخبر بعدالولاية لانه التحق بواحد من الرعايا فلا بدمن الشاهد الأخر وبخلاف ما اذا اخبربانه قد حكم لانه اذا حكم العزل فلا يقبل اخباره (۴) ولكل منهما ان يرجع قبل حكمه (۵) ولايصح حكم المحكم والمولی لابويه وولده وعرسه كمالاتصح الشهادة لهؤلاء

باب پنچایت کے بیان میں

تحکیم کا مطلب، حکم کی حیثیت اور ثبوت جواز

یعنی پنچ مقرر کرنے کے بیان میں عربی میں اس کو تحکیم کہتے ہیں تحکیم بھی قضا کی فروع سے ہے اور محکم یعنی پنچ کا رتبہ کمتر ہے قاضی سے حکمرانی میں اس واسطے کہ قاضی کا حکم عام ہے اور محکم کا حکم فقط اسی پر مخصوص ہے جس نے اس کو پنچ ٹھہرایا اور پنچایت کا جواز حدیث سے ثابت ہے اس واسطے کہ ابوشریح سے مروی ہے کہ میں نے کہا یا رسولؐ اللہ میری قوم میں جب اختلاف پڑتا ہے کسی چیز میں تو آتے ہیں وہ میرے پاس سو میں ان میں حکم کر دیتا ہوں تو فرمایا حضرت علیہ السلام نے کیا خوب ہے یہ روایت کیا اس کو نسائیؒ نے کذا فی فتح القدیر۔

(۱) حکم کا تقرر

صحیح ہے پنچ بنانا مدعی مدعیٰ علیہ کا اس شخص کو جو صلاحیت قضا کی رکھتا ہے۔

فائدہ:۔ یعنی ضرور ہے کہ محکم مسلمان آزاد عاقل بالغ عادل ہو نہ اندھا ہو نہ گونگا نہ محدود فی القذف کما مر اور فاسق اگر پنچ بنایا گیا تو جائز ہو جاوے گا کما مر ہدایہ۔

(۲) حکم کا فیصلہ

جب دونوں متخاصمین نے اپنی رضامندی سے ایک شخص کو پنچ بنایا اور اس نے حکم کیا ساتھ گواہوں کے یا اقرار کے یا نکول کے تو لازم ہوگا وہ حکم متخاصمین پر۔

فائدہ:۔ اور اس کا حکم باطل نہ ہوگا دونوں کے معزول کر دینے سے بسبب صادر ہونے حکم کے ولایت شرعی سے درمختار

(۳) حکم کی گواہی

صحیح ہے خبر دینا پنچ کو احد المتخاصمین کے اقرار اور شاہدین کی عدالت کا اپنے پنچ ہونے کے زمانہ میں۔

فائدہ:۔ یعنی اگر مدعیٰ علیہ شرارت کرے اور محکم حاکم کو اس کے اقرار کی خبر دے اثبات حق کے واسطے یا مدعیٰ علیہ شاہد کو فاسق کہے اور محکم اس کی عدالت ظاہر کرے تو صحیح ہے درحال باقی رہنے اس کی پنچایت کے کیونکہ جب تک ولایت پنچایت باقی ہے تو اس اکیلے کا خبر دینا بمنزلہ خبر دینے دو گواہوں کے ہے برخلاف اس کے جب خبر دی اس نے بعد ختم ہو جانے ولایت پنچایت کے کیونکہ اب اس کا حال مثل ایک شخص کے رعایا میں سے ہو گیا تو ضرور ہے ایک گواہ دوسرا اور برخلاف اس صورت کے جب خبر دی اس نے کہ میں حکم کر چکا کیونکہ جب وہ حکم کر چکا معزول ہو گیا تو اب خبر اس کی

مقبول نہ ہوگی۔ کذافی الطحطاوی مع زیادہ

(۴) متخاصمین کا اختیار

اور ہر ایک کو متخاصمین سے اختیار ہے کہ قبل حکم کرنے پنچ کے پنچایت سے پھر جاوے۔

(۵) والدین اور اولاد کے متعلق فیصلہ

اور حکم پنچ کا اور اسی طرح قاضی کا درست نہیں اپنے والدین اور اولاد اور بیوی کے لئے جیسے گواہی ان لوگوں کے لئے درست نہیں۔

فائدہ:۔ یعنی ان کے نفع کے لئے اور ان کے اوپر حکم درست ہے جیسے شہادت ان پر درست ہے یعنی ان کی مضرت کے لئے اور سوا ان کے بھائیوں اور چچاؤں اور ان کی اولاد اور خسر اور داماد کے واسطے حکم پنچ کا اور قاضی کا درست ہے جیسے شہادت ان کے لئے درست ہے کذافی البحر۔

(۶) ولا التحکیم فی حدوقود لانهما لا یملکان دمهما ولهذا لایملکان اباحته قالو اوصح فی سائر المجتهدات ولایفتے به دفعالتجاسر العوام قال مشایخنا ان تخصیص هذه الروایة وهی قوله ولا یجوز التحکیم فی الحدود والقصاص یدل علے جواز التحکیم فی جمیع المجتهدات کالکنایات وفسخ الیمین و نحوهما و تخصیص المجتهدات بالذکر لیس لنفی الحکم عماعداه فان مالیس للاجتهادفیهٔ مساغ کالثابت بالکتاب اوالسنة المشهورة اوالاجماع لاشک فی صحة التحکیم فی ذلک و فائدة الزام الخصم فان المتبایعین ان حکما حکما فالمحکم یجبر المشتری علے تسلیم الثمن والبائع علے تسلیم المبیع ومن امتنع یحبسه فذکر المجتهدات لیدل علے غیرها بالطریق الاولی واذاصح التحکیم فی جمیع القضایا لا یفتے بذلک لان العوام یتجاسرون علے ذلک فیقل الاحتیاج الی القاضے فلا یبقی لحکام الشرع رونق ولا للمحکمة جمال وزینة و حکم المحکم فی دم خطاء بالدیة علی العاقلة لا ینفذلان العاقلة لم یحکموه وکذا ان حکم با لدیة علے القاتل لا ینفذ ایضاً فیقصه القاضے و یقضے علی العاقلة لان حکم المحکم مخالف لمذهب القاضے و مخالف للنص وهوقوله علیه السلام قوم افآدوه و معنے عدم نفاذه علے العاقلة ان للمحکم لایکون ولایة طلب الدیة من العاقلة و حبسهم ان امتنعوا (۷) فان رفع حکمه الی قاض اخران وافق مذهبه امضاه والاابطله ای لیس حکم المحکم مثل حکم المولی فی ان المختلف فیه یصیر مجمعا علیه به

(۶) کن مقدمات میں پنچایت جائز ہے

اور درست نہیں پنچایت حدود اور قصاص میں اور باقی سب مقدمات میں درست ہے لیکن اس کا فتویٰ نہ دیا جاوے گا واسطے خوف دلیر ہو جانے عوام کے اور باقی نہ رہنے رونق کے واسطے احکام اور محکمے کے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر عوام یہ سن پاویں گے تو سب مقدمات بطور پنچایت فیصلہ کرلیا کریں گے اس صورت میں قضاۃ اور محکمہ جات ان کے سب معطل اور بیکار رہ جاویں گے۔

☆ اسی طرح حکم پنچ کا ساتھ دیت کے قاتل کے کنبے پر قتل خطا میں درست نہیں کیونکہ قاتل کے کنبے والوں نے اس کو پنچ نہیں بنایا اور اگر اس نے فیصلہ کیا ساتھ دیت کے ذات قاتل پر تو قاضی

یہ حکم اس کا توڑ دے گا اس واسطے کہ مخالف نص حدیث ہے فرمایا حضرتؐ نے قاتل کے کنبے والوں سے اٹھو دیت دو مقتول کی۔

فائدہ:۔ بیان اس حدیث کا کتاب الجنایات میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔

(۷) حکم کے فیصلہ کا مرافعہ محکمہ قضاء میں

اگر چہ پنچ کے حکم کا مرافعہ ہوا قاضی کے پاس تو قاضی اس کا حکم اگر اپنے مذہب کے موافق پاوے تو نافذ کر دے اس کو ورنہ باطل کرے اس کو یعنی حکم محکم کا مثل حکم قاضی کے مختلف میں نہیں۔

فائدہ:۔ محکم کا حکم اکثر باتوں میں مثل قاضی کے ہے تو وقت تحکیم اس کو ہدیہ لینا بھی احد المتخاصمین سے جائز نہ ہوگا مگر سترہ مسئلوں میں فرق ہے۔ بحر الرائق میں وہ سب مذکور ہیں۔

مسائل شتى منه

(۱) وليس لصاحب سفل عليه علولاخران يتدفى سفله اوينقب كوة بلارضى الاخر (۲) ولا لا هل زائغة مسطيلة تنشعب منها مستطيلة غيرنا فذة فتح باب في القصوى و في مستديرة لزق طرفاها لهم ذلك في القصوى اى في المنشعبة من الاولى وقوله لزق طرفا ها اى اتصل طرفاها بالمستطيلة والمراد بطرفيها نهاية سعتها وهذا اذا كانت مثل نصف دائرة اواقل حتى لوكانت اكثرمن ذلك لا يفتح فيها الباب فلتصور صورتين في الاولى يكون له فتح الباب دون الثانية والفرق ان الاولى تصيرساحة مشتركة بخلاف الثانية فانه اذاكان داخلها اوسع من مدخلها تصير موضعاً اخر غير تابع للاولى (۳) ومن ادعى هبة في وقت فسئل البينة فقال قدجحد نيها فا شتريتها منه اولم يقل ذلك فاقام بينة على الشراء بعد وقت الهبة تقبل و قبله لا قوله فاقام بينة على الشراء بعد وقت الهبة تقبل و قبله لا يرجع الى الصورتين اى ما اذا قال قد جحد نيها وما اذالم يقل ذلك فان دعوى الهبة اقرار بان الموهوب ملك الواهب قبل الهبة فلا يقبل دعوى الشراء قبل وقت الهبة وامادعوى الشراء بعد وقت الهبة فلاتنا قض فيها لا نهاتقرر ملكه بعد الهبة

مسائل متفرقہ متعلقہ قضا کے بیان میں

(۱) دومنزلہ مکان کے رہائشیوں کے حقوق

ایک مکان دومنزلہ دو آدمیوں کے پاس ہے ایک اوپر کے مکان کا مالک ہے اور دوسرا نیچے کے مکان کا تو نیچے کے مکان والے کو یہ نہیں پہنچتا کہ اپنے مکان میں میخ ٹھونکے یا روزن کرے بغیر دوسرے کی رضامندی کے۔

فائدہ:۔ اسی طرح اوپر والے کو یہ نہیں پہنچتا کہ اوپر کچھ اور بناوے یا کڑیاں رکھے یا پائخانہ بناوے عینی۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر ایک کو وہ فعل درست ہے جس میں دوسرے کا ضرر نہ ہووے اور امام کا قول قیاس کے موافق ہے۔ بحر الرائق۔

(۲) گلیوں اور راستوں سے متعلقہ حقوق

ایک لمبی گلی ہے اور اس میں سے ایک اور لمبی گلی پیدا ہوئی ہے جو نافذ نہیں ہے تو پہلی گلی کے رہنے والوں کو اختیار نہیں ہے کہ اس کوچہ غیر نافذہ میں چلنے کے لئے دروازہ نکالیں اور اگر دوسری گلی گول ہے کہ اس کے دو کنارے پہلی گلی سے مل گئے ہیں تو پہلی گلی والے اس میں دروازہ چلنے کے لئے

نکال سکتے ہیں صورت ان دونوں شکلوں کی یہ ہے۔

لیکن شرط یہ ہے کہ وہ جو دوسری گلی گول ہے نصف دائرہ کی مقدار ہو یا اس سے کم ہو کیونکہ اگر نصف دائرے سے زیادہ ہوگی تو بھی پہلی گلی والوں کو وہاں دروازہ واسطے چلنے کے نکالنا درست نہ ہوگا فرق دونوں صورتوں میں یہ ہے کہ صورت اولیٰ میں کوچہ غیر نافذہ مستدیرہ بسبب صغر کے تابع کوچہ مستطیلہ کا ہوگا اور اس میں حق ساکنان کوچہ مستطیلہ کا بھی شریک ہے بخلاف صورت ثانیہ کے کہ بسبب کوچہ کلاں ہونے کے تابع کوچہ مستطیلہ کا نہ ہوگا اور اس میں حق ساکنان کوچہ مستطیلہ نہ ہوگا صورت اس کی یوں ہے۔

فائدہ:۔ اور ان سب صورتوں میں ہوا آنے کے لئے یا روشنی کے لئے کھڑکی یا دروازہ بنانا درست ہے۔ عینی لیکن ہدایہ میں ہے۔ کہ اصح یہی ہے کہ مطلقاً دروازہ کھولنا اول کوچے والے کو جائز نہیں خواہ چلنے کے لئے ہو یا اور کسی کام کے لئے کیونکہ بعد دروازہ کھول لینے کے دوسری گلی والے چلنے سے ہر ساعت منع نہیں کر سکتے اور احتمال ہے کہ دروازہ لگا کر مدعی ہو جاوے کسی حق کا دوسری گلی میں۔

(۳) گھر کے ہبہ وغیرہ کے متعلق اختلاف کا فیصلہ

ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک گھر کا جو دوسرے کے قبضہ میں ہے کہ قابض نے مجھے یہ گھر فلاں وقت میں (مثلاً غرہ رمضان کو) ہبہ کیا تھا۔ قابض نے اس سے انکار کیا مدعی سے گواہ طلب ہوئے اس نے کہا کہ مدعیٰ علیہ نے گھر کے ہبہ سے انکار کیا تھا تو میں نے یہ گھر اس سے خرید لیا تھا یا یہ نہیں کہا اور گواہ خریدنے پر اس گھر کے پیش کئے تو اگر گواہوں نے شہادت خرید کی دی بعد وقت ہبہ کے (مثلاً شوال یا ذیقعدہ میں) تو گواہی مقبول ہوگی اور جو شہادت دی خرید کی قبل وقت ہبہ کے (مثلاً ماہ شعبان یا رجب میں) تو گواہی مقبول نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ یہ سبب تناقض اور تخالف کے درمیان شہادت اور دعوے کے کیونکہ مدعی کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گھر قبل ماہ رمضان ملک میں مدعیٰ علیہ کے تھا اور گواہوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ملک میں مدعی کے تھا اور ایسی شہادت نامقبول ہے۔

---

(۴) ومن ادعی آن زیدااشتری جاریته فانکر و ترک المدعی خصومته حل له و طیها لانه اذا تعذر البائع حصول الثمن من المشتری فات رضاء البائع فیستبد بفسخه لا سیما اذا جحد المشتری فان جحوده فسخ من جهته (۵) وصدق المقر بقبض عشرة ای قال قبضت من فلان عشرة دراهم ان ادعی انها زیوف اونبهرجة لا من ادعی انها ستوقة ولا من اقربقبض الجیاد اوحقه اوالثمن اوبالا ستیفاء ای قال استوفیت منه عشرة دراهم لان الا ستیفاء یدل علی الکمال (۶) والزیف ما یرده البیت المال کالنبهرجة للتجار والستوقة ما غلب غشة الزیف والنبهرجة من جنس الدراهم التی فضته غالبة علی الغش الا انهما بالنسبة الی الجید یکون فضتهما اقل الا ان رداء ة الزیف دون رداء ة النبهرجة فالزیف لا یرده التجارویجری فیه المعاملة الا ان بیت المال لا یقبله فان بیت المال لا یقبل الا ماهو جید غایة الجودة والنبهرجة یرده التجار والنبهرج الباطل والردی من الشئی والدرهم النبهرج قیل مابطل سکته وقیل الذی فضته ردیة وقیل الغالب الفضة وهو معرب بنهره و فی المغرب لم اجده بالنون والستوقة تعریب سه تویه ای داخله نحاس مطلی بالفضة

(۴) لونڈی کی فروخت میں جھگڑا

ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ زید نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی ہے زید نے اس سے انکار کیا اور مدعی جھگڑا چھوڑ کر چپ ہو رہا تو اب مدعی کو پہنچتا ہے کہ اس لونڈی سے وطی کرے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ جب بائع کو حصول ثمن متعذر ہو گیا مشتری سے تو اس کی رضا فوت ہوگئی اور یہ موجب ہے انفساخ بیع کو تو پھر وہ لونڈی ملک بائع میں آ گئی تو وطی اس کو درست ہوگی۔

(۵) دراہم کے اقرار کے بعد قسم دراہم میں اختلاف

ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلانے سے دس درہم لئے ہیں پھر مدعی ہوا کہ وہ روپے زیف تھے یا نبہرجہ تھے تو اس کی تصدیق کی جاوے گی۔ (یعنی قسم سے اس کا قول مقبول ہوگا) اور اگر اس نے دعویٰ کیا کہ وہ درہم ستوقہ تھے تو قول اس کا مقبول نہ ہوگا اسی طرح اگر ایک شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلانے سے کھرے دس درہم لئے ہیں یا میں نے اپنا حق پایا یا بائع نے کہا کہ میں نے ثمن وصول پایا یا پورا لیا میں نے بعد اس کے مدعی ہوا کہ وہ دراہم زیف یا ستوقہ یا نبہرجہ تھے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں کمال مقبوض پر تو بعد اس کے دعویٰ نقصان کیسے مسموع ہوگا۔

(۶) زیف اور نبہرجہ

جاننا چاہئے کہ زیف اور نبہرجہ قسم سے ان دراہم کے ہیں کہ جن میں چاندی غالب ہے ملونی پر مگر یہ کہ چاندی اس میں کھری کی نسبت کم ہے اور کھوٹا پن نبہرجہ کا زیادہ ہے زیف سے تو زیف کو تاجر رد نہیں کرتے اور ان میں معاملہ جاری ہوتا ہے مگر یہ کہ بیت المال زیف کو بھی نہیں لیتا کیونکہ بیت المال میں نہیں داخل ہوتے مگر وہ دراہم جو نہایت کھرے ہیں اور نبہرجہ کو تجار بھی پھیر دیتے ہیں نبہرجہ کی تفسیر میں اختلاف ہے بعضے یہ کہتے ہیں کہ وہ درہم ہے جس کا سکہ مٹ گیا ہو بعضے یہ کہتے ہیں کہ چاندی جس کی خراب ہو اور ستوقہ وہ درہم ہے کہ اس کا تانبا اندر ہو اور اوپر نیچے پرت چاندی کی ہووے۔

---

(۷) وقوله ليس لي عليك شئي للمقربالا لف يبطل اقراره وبل لي عليك لالف بعده بلاجحة لغوفان قال المدعى عليه عقيب دعوى مال ماكان لک علي شئي قط فاقام المدعى البينة على الف وهوعلى القضاء اوالا براء قبلت هذه خلا فالزفررحمه الله لان القضاء يقتضي سبق حق كذا الابراء وقد قال ماكان لک علي شئي قط فلا يصدق في دعوى القضاء والا براء قلنا القضاء قد يكون بلا حق و كذاالابراء فان المدعي قديبراء عن حق ثابت في زعمه و ان لم يكن ثابتا في الحقيقة وان زاد على انكاره ولا اعرفک ردت اى قال ماكان لک علي شيء قط ولا اعرفک ثم اقام بينة على القضاء اوالابراء لا تقبل لتعذر التوفيق لانه لا يكون بين اثنين اخذو اعطاء و معاملة و ابراء بدون المعرفة وذكر القدورى انه تقبل ايضاً لان المحتجب او المخدرة قديامربعض و كلائه بار ضائه ولايعرفه ثم يعرفه بعد ذلک فامكن التوفيق واعلم ان امكان التوفيق هل يكفي في دفع التناقض اولابدمن ان يصرح بالتوفيق اختلف فيه المشائخ وجه الاول ان مع امكان التوفيق لا يتحقق التناقض فيحمل عليه صيانة لدعواه عن البطلان وجه الثاني انه لا بدللدعوى

من الصحة یقینا فامکان الصحة لا یبطل حق المدعی علیه اذا عرفت هذا فاقول فی کل صورة یقع الشک فی صحة الدعوی لا نقول ان امکان الصحة کاف کما اذا ادعی الهبة فسئل بینته فلم یقدر فادعی الشراء فاقام بینة علے الشراء من غیر ان یبین ان الشراء قبل وقت الهبة اوبعده لا تقبل البینة لا نه یحتمل ان یکون الشراء قبل وقت الهبة وعلے هذا التقدیر لا یصح دعوی الشراء علے ما مرو یحتمل ان یکون الشراء بعد وقت الهبة وعلے هذا التقدیر یصح دعوے الشراء کما مر فاذا وقع الشک فی صحة الدعوی لا تصحیحه بالشک لان غایة ما فی الباب ان شراءه کان متحققا قبل وقت الهبة فیکون معنے دعوی الهبة ان کنت اشتریتها منه لکن ارتفع ذلک العقد ثم صارملکاله ثم وهب منے فلا بدمن اقامة البینة علے الهبة فاذالم یکن له بینة لایصح دعواه و لا یبطل حق المدعی علیه بالشک وفی کل صورة لایکون الشک فی صحة دعواه حتے یلزم ابطال حق المدعی علیه بالشک نقول امکان التوفیق کاف کما اذا اقام البینة علے القضاء اوالا براء بعد انکاره المدعی به واقامة المدعی البینة علیه اواقام البینة علے الشراء بعد وقت الهبة تقبل فاحفظ هذه الضابطة فانه کثیرالنفع ثم اعلم ان التناقض انما یمنع صحة الدعوی اذاکان الکلام الاول قدثبت لشخص معین حقا حتے اذالم یکن کذلک لا یمنع صحة الدعوی کما اذا قال لا حق لی علے احد من اهل سمرقند ثم ادعی شیٔا علی واحد من اهل سمرقند

(٧) قرضہ کی ادائیگی کے بارے میں اختلاف۔

زید نے کہا عمرو سے کہ تیرے مجھ پر ہزار درہم ہیں عمرو نے اس کے جواب میں کہا میرا تیرے اوپر کچھ نہیں ہے پھر کہنے لگا بلکہ تیرے اوپر ہزار درہم ہیں تو زید پر کچھ لازم نہ آوے گا۔

(اس واسطے کہ پہلے خود عمرو نے اپنے حق کی نفی کر کے زید کے اقرار کو رد کر دیا تو اب پھر دعویٰ بغیر حجت اور دلیل کے مسموع نہ ہوگا)۔

زید نے عمرو پر دعویٰ کیا ایک مال کا عمرو نے اس کے جواب میں کہا تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا تب زید نے گواہ قائم کئے اس مال پر اس وقت عمرو کہنے لگا کہ میں یہ مال تجھ کو ادا کر چکا ہوں یا تو اس مال سے مجھ کو بری کر چکا ہے اور اس امر پر عمرو نے گواہ قائم کئے تو عمرو کے گواہ مسموع و منظور ہوں گے اور امام زفرؒ کے نزدیک منظور نہ ہوں گے بوجہ تناقض کے ہم یہ کہتے ہیں کہ یہاں تناقض نہیں ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی پر کسی کا کچھ نہیں ہوتا لیکن واسطے رفع نزاع کے مال دینا قبول کرتا ہے اور اسی طرح بری کرنا کبھی اپنے زعم میں ہوتا ہے اگر چہ حقیقت میں نہ ہو اور اگر عمرو نے جواب دعوے میں اتنا اور کہا کہ میں تجھ کو پہچانتا بھی نہیں تو اب گواہ اس کے ادائے مال یا ابرائے مدعی پر مسموع و منظور نہ ہوں گے بسبب ظہور تناقض کے اور نہ ممکن ہونے توفیق کے کیونکہ دادو استداد لین دین اور معاملہ اور ایفا اور ابرا دو شخصوں میں بدون معرفت اور شناسائی کے نہیں ہوسکتا اور قدوری نے ذکر کیا ہے کہ گواہ اس کے مسموع و منظور ہوں گے اس واسطے کہ مرد گوشہ نشین جو پردے میں رہتا ہے اور عورات پردہ نشین گاہے حکم کرتی ہیں اپنے وکیلوں کو واسطے راضی کرنے مدعی کے اور وہ مدعیٰ علیہ کی طرف سے مدعی کو مال دے کر راضی کر لیتے ہیں باوجود اس بات کے کہ مدعیٰ علیہ اور مدعی میں شناسائی نہیں ہوتی تو ممکن ہے توفیق اس طرح جاننا چاہئے کہ دفع تناقض میں بعضوں کے نزدیک امکان توفیق کافی ہے اور بعضوں کے

نزدیک ضرور ہے کہ مدعی توفیق کی وجہ کی تصریح کرے اول قول کی وجہ یہ ہے کہ جب توفیق ممکن ہوئی تو تناقض متحقق نہ ہوگا پس حمل کیا جاوے گا کلام اوپر توفیق کے تا کہ دعویٰ مدعی کا بطلان سے محفوظ رہے قول ثانی کی وجہ یہ ہے کہ ضرور ہے دعویٰ میں صحت یقیناً تو صرف امکان صحت سے حق مدعیٰ علیہ کو باطل نہ کریں گے باثبات حق مدعی میں کہتا ہوں جہاں پر شک واقع ہووے صحت دعویٰ میں تو وہاں امکان صحت کافی نہ ہوگا مثلاً ایک شخص مدعی ہوا ہبہ کا جب گواہ اس سے طلب ہوئے تو گواہ ہبہ کے نہ لا سکا تو مدعی ہو گیا شرا کا اور گواہ قائم کئے شرا پر اور یہ بیان نہیں کیا کہ شرا مدعی کی قبل وقت ہبہ کے ہے یا بعد وقت ہبہ کے ہے تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی۔ اس واسطے کہ احتمال ہے کہ شرا قبل وقت ہبہ کے ہو اور اس صورت میں دعویٰ باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر گزرا اور احتمال ہے کہ شرا بعد وقت ہبہ کے ہووے اور اس صورت میں دعویٰ صحیح ہو جاتا ہے تو اب شک پڑ گیا صحت دعویٰ میں تو ہم صحیح نہ کریں گے دعویٰ کو شک سے اس واسطے کہ غایۃ مافی الباب یہ ہے کہ شرا متحقق ہوگی قبل ہبہ کے تو دعویٰ ہبہ کے یہ معنی ہوں گے کہ پہلے میں نے اس سے مکان خریدا تھا لیکن وہ عقد مرتفع ہو گیا اور پھر اس کی ملک میں مکان آ گیا پھر اس نے ہبہ کیا تو ضرور ہے قائم کرنا گواہوں کا اوپر ہبہ کے اور جب نہ ہوویں اس پاس گواہ ہبہ کے تو دعویٰ اس کا صحیح نہ ہوگا اور مدعا علیہ کا حق شک سے باطل نہ ہوگا اور جہاں پر شک نہ ہو صحت دعویٰ میں تا کہ لازم آوے ابطال حق مدعیٰ علیہ کا ساتھ شک کے تو وہاں امکان توفیق کافی ہے جیسا کہ قائم کئے گواہ مدعیٰ علیہ نے اوپر ادائے مدعی کے یا ابرائے مدعی کے بعد انکار کرنے اسی مدعی علیہ کے مدعی سے اور قائم کرنے مدعی کے گواہ اوپر مدعیٰ کے یا قائم کئے گواہ اوپر شرا کے بعد وقت ہبہ کے ان صورتوں میں شہادت مقبول ہوگی تو یاد رکھ اس قاعدے کو کہ یہ کثیر النفع ہے تو پھر جان تو کہ تناقض جب مانع ہے صحت دعویٰ کا کہ کلام اول مفید ہوا ثبات حق کا ایک شخص معین کے واسطے تو اگر ایسا نہ ہوگا نہیں مانع ہوگا صحت دعویٰ کا جیسا کہ کہا ایک شخص نے نہیں حق ہے میرا کسی سمرقندی پر پھر دعویٰ کیا ایک شخص ساکن سمرقند پر تو صحیح ہے دعویٰ اس کا اور اگر یہ کلام پہلا شخص معین کے لئے صادر ہوتا جیسے کہے کہ زید پر میرا کچھ دعویٰ نہیں یا کوئی حق نہیں پھر دعویٰ کرے تو باطل گنا جاوے گا بسبب تناقض کے۔

(۸) یصح دعواہ ومن اقام البینة علی الشراء واراد الرد بعیب ردت بینة بایعه علی براءته من کل عیب بعد انکاره بیعه ادعی رجل علی اٰخر انی اشتریت منک هذا العبد بالف و سلمت الیک الالف فظهر فیه عیب فارده بالعیب فعلیک ان ترد الثمن الی فانکر الخصم البیع فاقام المدعی بینة علی البیع فادعی الخصم براء ة المدعی من کل عیب واقام بینة علی ذلک لا تسمع للتناقض و عند ابی یوسفؒ تسمع قیاساً علی المسألة المذکورة و هی ما کان لک علی شیء قط والفرق لابی حنیفة و محمدؒ ان فی مسألة الدین ان الدین قد یقضی و ان کان باطلاً و ههنا دعوی البراء ة من العیب یستدعی قیام البیع وقد انکره (۹) وذکر انشاء الله تعالیٰ فی اٰخر صک یبطل کله و عند هما اٰخره و هو استحسان ای اذا کتب صک اقرار ثم کتب فی اٰخره کل من اخرج هذا الصک و طلب مافیه من الحق ادفع الیه ان شاء الله تعالیٰ فقوله انشاء الله ینصرف الی الکل عند ابی حنیفة حتی یبطل جمیع الصک و هو القیاس کما فی قوله عبده حر وامرأته طالق انشاء الله و عندهما ینصرف الی الاخر و هوا لاستحسان لان الصک للاستیثاق فالاستثناء ینصرف الی ما یلیه

(۸) بیع کے ہونے نہ ہونے میں اختلاف

زید نے دعویٰ کیا عمرو پر کہ میں نے تجھ سے یہ غلام خریدا تھا۔ ہزار روپیہ کو اور روپیہ میں تجھے دے چکا اب اس میں یہ عیب نکلا تو میں رد کرتا ہوں اس کو بسبب عیب کے تو میرے روپے ثمن کے واپس کر عمرو نے انکار کیا اصل بیع کا۔ (یعنی یہ غلام میں نے تیرے ہاتھ نہیں بیچا) تب قائم کئے زید نے گواہ بیع پر بعد اس کے عمرو نے جواب دیا کہ وقت بیع کے میں نے شرط کر لی تھی ہر عیب سے برأت کی۔ (یعنی یہ شرط کر لی تھی کہ اگر اس میں کوئی عیب نکلے تو اس کے مواخذے سے میں بری ہوں غرض عمرو کی اس سے یہ ہے کہ رد نہ ہو سکے) اور گواہ قائم کئے اس بات پر تو یہ گواہی مسموع نہ ہوگی بوجہ تناقض کے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مقبول ہے۔

فائدہ:۔ وہ قیاس کرتے ہیں اس مسئلے کو اس پر جو گزرا کہ زید نے دعویٰ کیا عمرو پر ایک مال کا عمرو نے کہا کہ تیرا مجھ پر کچھ نہ تھا الیٰ آخرہ طرفین اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ وہ مسئلہ دین کا ہے اور دین کبھی یوں ہی واسطے رفع نزاع کے ادا کر دیا جاتا ہے اور اس جگہ دعویٰ مدعیٰ علیہ کا بابت برأت کے عیب سے مستدعی ہے بیع کو اور بیع کا وہ انکار کر چکا تھا تو اب بوجہ تناقض کے مقبول نہ ہوگا۔

(۹) دستاویز کے آخر میں ان شاء اللہ لکھنا

اگر ایک شخص نے ایک تمسک لکھا اور اس کے اخیر میں انشاء اللہ تعالیٰ لکھ دیا تو سارا مضمون تمسک کا باطل ہو جاوے گا اور نزدیک صاحبینؒ کے آخری فقرہ اس کا

(۱۰) نصرانی مات فقالت عرسه اسلمت بعد موته و قال ورثته لابل قبله صدقوا كما فی مسلم مات فقالت عرسه اسلمت قبل موته وقالوا لابل بعده هذا عندنا و عند زفرؒ فی المسألة الاولی القول قولها لان الاسلام حادث فيضاف الى اقرب الاوقات ولنا ان سبب الحرمان ثابت فی الحال فيثبت فيما مضى تحكيما للحال و هی تصلح حجة للدفع (۱۱) ومن قال هذا ابن مودعی الميت لاوارث له غيره دفعها اليه ای دفع الوديعة اليه ولواقربابن اخر لمودعه وجحدالاول فهی له ای للمقرله الاول لان الاقرار الاول لم يكن له مكذب فصح ولا يصح الثانی لان الاول مكذب له

(۱۰) نصرانی کی بیوہ کے مسلمان ہونے میں اختلاف

ایک نصرانی مر گیا اور اس کی زوجہ نے کہا میں مسلمان ہوئی بعد موت اس کی کے۔ (یعنی موت کے وقت میں بھی نصرانی تھی غرض اس کی یہ ہے کہ محروم نہ ہو میراث سے بوجہ اختلاف دین کے) اور باقی وارثوں نے نصرانی کے کہا کہ تو مسلمان ہوئی قبل اس کے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر ایک مسلمان مرا اور اس کی زوجہ نے کہا کہ میں مسلمان ہوئی تھی سامنے اس کے اور باقی ورثہ نے کہا کہ تو مسلمان ہوئی بعد اس کے تو قول ورثہ کا قسم سے مقبول ہوگا اور زفرؒ کے نزدیک پہلے مسئلے میں قول عورت کا مقبول ہوگا۔

(۱۱) متوفی کے وارث کی تعین امین کے ذریعہ

زید کے پاس عمرو کی کچھ امانت تھی اور عمرو مر گیا زید نے بعد اس کی موت کے کہا کہ یہ خالد بیٹا عمرو کا ہے اور عمرو کا سوا اس کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو وہ امانت خالد کو دے دے اور اگر بعد اس کے پھر زید بکر کو کہے کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہے اور خالد اس کا انکار کرے تو قاضی کل مال خالد ہی کو دلا وے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اقرار اول کا کوئی مکذب نہیں اور اقرار ثانی کا مکذب موجود ہے اقرار اول تو صحیح نہ ہوگا۔

(۱۲) ولایکفل غریم ولاوارث فی ترکة قسمت بین الغرماء اوالورثة بشهود لم یقولوا لا نعلم له غریما ولاوارثا اٰخر وهذا الاحتیاط ظلم ای اذاشهد الشهود للغرماء اوالورثتی ولم یقولوا لا نعلم للمیت غریما اووارثا اٰخر قسمت الترکة بینهم ولا یوخذ منهم کفیل و قد احتاط بعض القضاة فاخذ و امنهم کفیلا وهذا الاحتیاط ظلم لانه ثبت حقهم ولم یعلم حق لغیرهم ولانه لم یوجد المکفول له وهذا عند ابی حنیفةؒ و عندهما یاخذالقاضے کفیلا عنهم (۱۳) وعقارا قام زید حجة انه له ولاخیه ارثامن ابیهما قضے له بنصفه وترک باقیه مع ذی الید بلا تکفیله جحددعواه اولا هذا عند ابی حنیفة فان ذاالید قد اختیاره المیت فلا یقصریده عما لیس مدعیه حاضرا وعندهما ان حجدذوالید لا یترک الباقی فی یده لان الجاحد خائن فیوخذ منه و یجعل فے یدامبن و ن لم یجحد ترک الباقی فی یده للابن الغائب واذاترک فی یده لایوخذ منه کفیل والمنقول مثله وقیل یوخذ هو منه بالاتفاق ای اذا کانت المسألة فی المنقول قیل هو علی هذاالخلاف فانه اذا ترک الباقی فی یده اذا لم یجحد ففے صورة الجحود اولی لانه مضمون فی یده ولو وضع فی یداخرکان امانة فالاول اولی و قیل یؤخذمنه عند الجحود اتفاقا (۱۴) ووصیته بثلث ماله علی کل شیٔ (۱۵) ومالی أوما املک صدقة علے مال الزکوٰة هذا عندنا و عند زفرؒ یقع علے کل شیٔ قضیة لاطلاق اللفظ و نحن اعتبرنا ایجاب العبد بایجاب الله تعالیٰ فان لم یجدالاذلک امسک منه قوته فاذاملک تصدق بما اخذ ولم یقدر بشیٔ لاختلاف احوال الناس قیل المحترف یمسک لنفسه و عیاله قوت یومه و صاحب المستقل ما یحتاج الیه الی وصول غلته و اکثر ذلک شهر و صاحب الضیاع الی وصول ارتفاعه و اکثر ذلک سنة و صاحب التجارة الی وصول مال تجارته

(۱۲) گواہوں کے ذریعہ قرض خواہوں اور ورثاء کی تعیین

اگرکسی کاقرض میت پرثابت ہوا شہادت سے یا وراثت ثابت ہوئی گواہوں سے اور گواہوں نے یہ نہ کہا کہ ہم سوااسکے اور کوئی قرض خواہ یاوارث میت کانہیں جانتے اور مال میت کاتقسیم ہوا ان قرض خواہوں یاوارثوں میں تواب ان سے ضمانت نہ لی جائے گی اس بات کی کہ اگرکوئی اوروارث یاقرض خواہ پیدا ہوگا تواس کا حصہ دیں گے اور بعض قاضی جواحتیاطاً ایسی صورت میں ضمانت لیتے ہیں ظلم ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک ضمانت لی جاویگی۔

فائدہ:۔اور اگر وراثت یا دین اقرار سے ثابت ہوا بالاتفاق ضمانت لی جاوے گی اور جوگواہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہم سوا ان کے اور کسی وارث یا قرض خواہ کو میت کے نہیں جانتے توبالاتفاق ضمانت نہ لی جاوے گی درمختار۔

(۱۳) وراثت کے مکان پرقابض کے خلاف وارث کا دعویٰ

زید نے ایک گھر کا جوبکر کے قبضے میں ہے اس طرح دعویٰ کیا اور حجت قائم کی کہ یہ گھر مجھ کواور میرے بھائی عمروکو جوغائب ہے میراث میں ہمارے باپ سے پہنچاہے تو قاضی نصف اس گھر کا زید کودلاوے گااور باقی مکان کوعمرو کے آنے

تک بکر ہی کے پاس رہنے دے گا اور اس سے ضمانت نہ لے
گا برابر ہے کہ بکر نے اقرار کیا ہو زید کے دعویٰ کا یا انکار اس
واسطے کہ بکر کے قبضے کو میت نے اختیار کیا تھا پس اس کے قبضے
کو دفع نہ کریں گے اس حال میں کہ مدعی اس کا حاضر نہیں اور
صاحبینؒ کے نزدیک اگر بکر نے انکار کیا ہو زید کے دعویٰ سے تو
باقی مکان کو اس کے قبضے میں نہ چھوڑیں گے اس واسطے کہ
انکار کے سبب سے اس کی خیانت ظاہر ہوئی تو لے لیا جاوے
گا اس سے اور ایک امین کے پاس چھوڑا جاوے گا اور اگر نہ
انکار کیا ہو تو البتہ باقی مکان کو اسی کے قبضے میں رہنے دیں گے
اور ضمانت اس سے نہ لیں گے اور اگر یہ صورت منقول میں
واقع ہوئی تو اس میں بھی یہی اختلاف ہے۔ (یعنی انکار اور
عدم انکار دونوں صورت میں اس کے پاس رہنے دیں گے امام
صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک انکار کی صورت
میں اس سے لے لیں گے) اور بعضے کہتے ہیں کہ منقول
بصورت انکار باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ لے لیا جاوے گا۔

(۱۴) ثلث مال کی وصیت

ایک شخص نے وصیت کی کہ ثلث مال میرا فلانے کو دینا
تو ہر قسم کے مال میں سے ثلث دیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ خواہ مال زکوٰۃ کا ہو یا مال غیر زکوٰۃ۔

(۱۵) کل مال کے صدقہ کا مفہوم

اور جو کسی نے یہ کہا کہ مال میرا یا جس چیز کا میں مالک ہوں
وہ خدا کی راہ میں صدقہ ہے تو مراد اس سے مال زکوٰۃ کا لیا جاویگا۔

فائدہ:۔ جیسے سونا چاندی سوائم اموال تجارت بقدر نصاب
اور غیر مال زکوٰۃ کا صدقہ دینا لازم نہ ہوگا جیسے اسباب خانگی گھوڑا
سواری کا غلام خدمت کا کما مر فی الزکوٰۃ اور زفرؒ کے نزدیک یہ قول
بھی عام ہوگا تمام اموال کو خواہ مال زکوٰۃ ہووے یا غیر زکوٰۃ۔

☆ تو اگر اس کے پاس سوا اموال زکوٰۃ کے کچھ نہ
ہووے تو روک رکھے قوت اپنی اور باقی کو صدقہ کر دیوے۔

فائدہ:۔ اور قوت کی تقدیر کچھ نہیں واسطے مختلف ہونے
احوال آدمیوں کے کہا گیا ہے جو روز کا مزدور ہے وہ ایک دن کی
خوراک اپنی اور اپنے عیال کی رکھ لیوے اور صاحب غلہ یعنی
جس کی مکان دکانوں وغیرہ کا کرایہ آتا ہو وہ غایت درجہ ایک
مہینے کی اور مالک اراضی غایت درجہ ایک سال کی اور صاحب
تجارت اتنا رکھ لے جو کچھ اس کو کافی ہو نئے مال آنے تک۔

☆ پھر جب مالک ہو تو جتنا مال قوت کے لئے رکھا تھا
بقدر اس کے پھر تصدق کر دے۔

فائدہ:۔ درمختار میں ایک حیلہ عجیب مرقوم ہے اس
شخص کے لئے جو قسم کھاوے کہ اگر میں یہ کام کروں تو
سارا میرا مال صدقہ ہے تو وہ یہ کرے کہ بعوض اپنی کل ملک
کے ایک کپڑا رومال میں لپٹا ہوا خرید کرے اور اس پر قبضہ
کر لے اور دیکھے نہیں پھر وہ فعل کرے جس پر قسم کھائی تھی
پھر اس کپڑے کو بوجہ خیار رویت کے پھیر دیوے تو اس پر
کچھ صدقہ لازم نہ آوے گا۔

(۱۶) وصح الایصاء بلا علم الوصی به لاالتوکیل ای جعل شخصا وصیابعد موته ولم یعلم
الوصی بذلک فباع شیأمن الترکة یجوز بیعه بخلاف ما اذاوکل رجلا بالبیع و لم یعلم
الوکیل بذلک فباع شیألایجوز بیعه و عند ابی یوسف لایجوز بیع الوصی ایضاشرط خبر
عدل او مستورین لعزل الوکیل ولعلم السید بجنایة عبده وللشفیع بالبیع والبکر بالنکاح و
مسلم لم یهاجر بالشرائع لا بصحة التوکیل ای اذاعزل المؤکل الوکیل فاخبره بذلک

عدل او مستوران لا يصح تصرفه بعد ذلک ولواخبره فاسق او مستور الحال لا اعتبار لاخباره حتے تجوز صرفه (۱۷) وكذا اذا جنے عبدخطاء فعلم السيد بجنايته باخبار عدل او مستورين فباع السيد عبده يكون مختار اللفداء وكذااذاعلم الشفيع بيع الدار فسكت ان اخبره عدل او مستوران يكون سكوته تسليما و كذا في علم البكر بانكاحها اذا سكتت والمسلم الذى لم يهاجراذااخبره عدل او مستوران يجب عليه الشرائع (۱۸) اماصحة التوكيل لايشترط لها ذلک حتے اذا اخبره فاسق بان فلانا وكله بالبيع فباع يجوز بيعه و ذلک لانه انما يشترط العددوالعدالة في الشهادة لانها الزام محض فلا بدمن التوكيد واما التوكيل فليس فيه معنے الالزام اصلا فلايشترط فيه شئ من وصفے الشهادة اى العدد والعدالة و اما عزل الوكيل و نحوه فالزام من وجه دون وجه فمن حيث انه لا يبقى له ولاية التصرف يكون الزام ضرر و من حيث ان المؤكل يتصرف في حق نفسه بالعزل ليس بالزام فشرط له احد وصفى الشهادة

(۱۶) وصی اور وکیل کا بے خبری میں تصرف کرنا

ایک شخص کو وصیت کیا میت نے اور وصی کو خبر اس کی نہ تھی بعد اس کے وصی نے کوئی چیز ترکے میں سے بیچ ڈالی تو صحیح ہے بیع اس کی بخلاف وکیل کے کہ اس کو اگر علم اپنی وکالت کا نہ تھا اور اس نے کوئی تصرف موکل کے مال میں کیا تو یہ تصرف جائز نہ ہوگا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی کا بھی تصرف جائز نہ ہوگا جب موکل نے وکیل کو معزول کیا تو اگر عزل کی خبر وکیل کو ایک شخص عادل نے یا دو شخصوں مجہول الحال (یعنی ان کا حال معلوم نہیں کہ فاسق ہیں یا عادل) نے دی تو اب اس کا تصرف بعد اس کے صحیح نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ کیونکہ عزل وکیل ایک خبر ملزم ہے تو اس میں شرط ہوگا عدد یا عدالت اور اگر وکیل کو خبر عزل کی ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو ایسی خبر کا اعتبار نہ ہوگا اور وکیل کا عزل ثابت نہ ہوگا اور اسکے تصرفات بعد اس خبر پہنچنے کے موکل کے اوپر نافذ ہونگے۔

(۱۷) ایک عادل یا دو مجہول الحال کی خبر کے معتبر ہونے کی نظیریں

اسی طرح اگر مولیٰ کو غلام کی جنایت کی خبر ایک عادل یا دو مجہول الحال شخصوں نے سنائی اور مولیٰ نے غلام کو بیچا تو تاوان جنایت مولیٰ پر لازم آ جاوے گا (یعنی درصورت جنایت عبد مولیٰ کو اختیار ہے خواہ تاوان دیوے جنایت کا یا عبد کو حوالے کرے تو جب اس نے یہ خبر سن کر عبد کی بیع کی تو معلوم ہوا کہ اس کو تاوان دینا منظور ہے) اسی طرح شفیع کو گھر کی بیع کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی اور وہ چپ رہ گیا تو شفعہ اس کا باطل ہو جاوے گا اسی طرح اگر باکرہ عورت کو ایک عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی نکاح ولی کی اور وہ چپ رہ گئی تو رضا ہو جاوے گی اسی طرح اس مسلمان کو جو دارالحرب میں مسلمان ہوا ہے اور ابھی دارالاسلام میں اس نے ہجرت نہیں کی اگر ایک شخص عادل یا دو مجہول الحال نے خبر دی احکام شرع کی تو وہ احکام شرع اس پر لازم ہو جاویں گے۔

فائدہ:۔ ان سب صورتوں میں خبر اگر ایک فاسق یا ایک مستور الحال نے سنائی تو احکام مذکورۂ بالا یعنی اختیار تاوان اور بطلان شفعہ اور رضا اور لزوم ادائے احکام ثابت نہ ہوں گے۔

(۱۸) ایک فاسق کی خبر پر وکیل کا تقرر

لیکن وکیل کرنے کی خبر میں دو مجہول الحال یا ایک عادل شرط

نہیں بلکہ ایک فاسق کی خبر سے بھی وکالت ثابت ہوجاوے گی اور وکیل جو بعد پہنچنے اس خبر کے تصرف کرے گا صحیح ہوجاوے گا۔

فائدہ:۔اسی طرح صغیر ممیّز یعنی وہ لڑکا جو تمیز دار ہے اگر خبر دے گا ایک شخص کو اس بات کی کہ تم کو فلانے نے وکیل مقرر کیا ہے تو وکالت ثابت ہوجاوے گی درمختار اور صاحبینؒ کے نزدیک سب جگہ ایک شخص کی خبر کفایت کرتی ہے اس واسطے کہ یہ معاملات ہیں اور معاملات میں خبر واحد مقبول ہے اور ہماری دلیل اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہے۔

(۱۹) ولایضمن قاض او امینه ان باع عبداللغرماء ای باع عبداللمدیون لاجل الدائنین او اخذثمنه فضاع فاستحق العبد فیرجع المشتری علے الغرماء لانه تعذر الرجوع علے القاضے فیضمن الغرماء لان القاضے قد عمل لهم وامین القاضے کالقاضے وان باع الوصے لهم بامر قاض فاستحق العبد اومات قبل قبضه فضاع ثمنه رجع المشتری علے الوصی وهو علیهم لان العاقد هوالوصے فعلیه الرجوع والوصی یرجع علیهم لانه عمل لاجلهم (۲۰) ولوامرک قاض عالم عادل بفعل قضے به علے هذا من رجم او قطع او ضرب وسعک فعله و صدق عدل جاهل سئل فاحسن تفسیره ولم یصدق قول غیرهما القاضے اما عالم عدل او جاهل عدل او عالم غیر عدل او جاهل غیر عدل فالاول ان قال قضیت بقطع یدزید فاقطع یده جازلک قطع یده والقاضے الثانی ان قال هذا فلا بدمن ان تسئله عن سببه فان احسن تفسیره وجب تصدیقه فیجوزلک قطع یده و اما الاخیران فلا یقبل قولهما (۲۱) وصدق قاضے عزل و قال لزیداخذت منک الفا فقضیت به لعمرو دفعت الیه او قال له قضیت بقطع یدک فی حق و ادعی زید اخذه و قطعه ظلما و اقرب کونهما فی قضائه لان زید المال اقربکون الاخذوالقضاء بقطع الیدفے زمان قضائه فالظاهران القاضے لایظلم فالقول للقاضے اما اذا لم یقربکونهما فی زمان قضائه بل قال انما فعلت هذا قبل التقلید او بعد العزل فان اقام بینة علے هذا فالقاضے یکون مبطلافی هذا الفعل و ان لم یکن له بینة فالقول للقاضے

(۱۹) قاضی کا یا امین کا قرض خواہوں کیلئے غلام کو بیچنا

قاضی یا قاضی کا امین اگر کسی کے غلام کو اس کے قرض خواہوں کے لئے بیچ کر مشتری سے ثمن لے لے اور وہ ثمن تلف ہوجاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہ ہوں گے مشتری قرض خواہوں سے غلام کا ثمن وصول کرے جن کے لئے غلام بیچا گیا تھا اور اگر وصی میت نے میت کے قرض خواہوں کے لئے غلام کو قاضی کے حکم سے بیچا اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضے سے پہلے مرگیا اور قیمت اس کی ضائع ہوگئی تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لے اور وصی ان قرض خواہوں سے جن کے لئے غلام بیچا تھا۔

(۲۰) قاضی کی اقسام اور انکے حکم کی حیثیت

جاننا چاہئے کہ قاضی یا عالم عادل ہے یا جاہل عادل ہے یا عالم غیر عادل یا جاہل غیر عادل تو اگر پہلی قسم کا قاضی کسی شخص

سے کہے کہ میں نے اس کے قطع ید کا یا سنگسار کرنے کا یا مارنے کا حکم کیا ہے تو تو اس کا ہاتھ کاٹ یا سنگسار کر یا مار تو اس شخص کو صرف ایسے قاضی کے کہنے سے یہ افعال کرنا جائز ہیں اور اگر دوسرے قسم کے قاضی نے یہ کہا تو ضرور ہے اس شخص کو کہ سبب ان سزاؤں کا دریافت کرے اگر وہ قاضی سبب اس کا اچھی طرح بیان کردیوے (مثلاً زنا میں کہے کہ میں نے زنا کا اس سے استفسار کیا جس طرح معروف ہے اور اس نے اقرار کیا اور حکم کیا میں نے رجم کا یا سرقے میں کہے کہ میرے نزدیک دلیل سے ثابت ہوا کہ اس نے مال نصاب ایک جائے محفوظ محترز سے لیا جس میں کوئی شبہ نہیں اور قصاص میں کہے کہ اس نے قتل عمد کیا بلاشبہ کفایہ۔ تو یہ افعال کرنا اس کو درست ہیں اور اگر اچھی طرح سبب ان کا بیان نہ کرسکے تو درست نہیں اور تیسری اور چوتھی قسم کے قاضی کا قول ہرگز قبول نہ کرے۔

فائدہ: مگر اس صورت میں جب وہ شخص خود سبب حکم دیکھ رہا ہووے ہدایہ اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی قاضی کے کہنے سے یہ افعال نہ کرے تاوقتیکہ حجت ثبوت کو معائنہ نہ کرلیوے اور علماء نے اس کو پسند کیا ہے ہمارے زمانہ میں اور عیون میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے درمختار لیکن بحرالرائق میں ہے کہ میں نے بعد اس کے صدر الشہید کی شرح ادب القاضی میں دیکھا کہ محمدؒ نے شیخین کے قول کی طرف رجوع کی چنانچہ ہشامؒ نے محمدؒ سے رجوع کی روایت کی ہے انتہیٰ اس صورت میں مفتیٰ بہ قول شیخینؒ کا ہوگا اور وہی قیاس کے موافق ہے۔

(۲۱) معزول قاضی کی وضاحت

اگر معزول قاضی زید سے کہے کہ میں نے تجھ سے جو ہزار روپے لئے تھے وہ عمرو کے روپے ثابت کرکے لئے تھے اور وہ میں نے عمرو کو حوالہ کردیئے یا میں نے جو تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم کیا تھا تو فلاں کے حق میں تھا اور زید نے دعویٰ کیا کہ تو نے مجھ سے ہزار روپے ظلم سے لے لئے تھے یا ہاتھ کے کاٹنے کا حکم ظلم سے ناحق دیا تھا تو قاضی ہی کا قول بلاقسم معتبر ہوگا جب زید اس بات کا اقرار کرتا ہوگا کہ یہ فعل قاضی نے حالت قضا میں اس سے کیئے ہیں اور جو اس بات کا انکار کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ تو نے یہ فعل مجھ سے قبل قضا کے کیا تھا یا بعد عزل کے تو اگر زید نے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کیئے تو قاضی مبطل ہوجاوے گا اس فعل میں اور اگر زید کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قاضی ہی کا قول معتبر ہوگا۔

فوائد: (۱) ایک شخص نے دوسرے کو قتل کرڈالا بعد اس کے جب ماخوذ ہوا تو یہ کہنے لگا کہ وہ مرتد ہوگیا تھا یا اس نے میرے باپ کو قتل کیا تھا اس وجہ سے میں نے اس کو قتل کیا تو یہ قول قاتل کا مسموع نہ ہوگا اس واسطے کہ اس کے اعتبار میں سرکشی اور زیادتی کا دروازہ کھل جاوے گا ہر شخص دوسرے کو قتل کرکے یہی کہے گا۔

(۲) جو چیز قاضی پر واجب ہے اس کی اجرت لینا درست نہیں جیسے نکاح کرنا صغیر کا یا مفتی پر زبان سے فتویٰ بیان کردینا اور تحریر فتویٰ پر اس کو اجرت لینا درست ہے اسی طرح قاضی کو سجلات وغیرہا کی کتابت پر اجرت لینا بقدر اجرت مثل درست ہے یہی قول مختار ہے۔

(۳) اور قاضی کا خرچ بیت المال میں سے دیا جاوے گا اور یہ خرچ جزا ہے حبس کی یعنی قاضی جو اپنے حوائج ضروریہ وغیرہ چھوڑ کر رکا بیٹھا رہتا ہے اس کا عوض ہے نہ اجرت قضا کیونکہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا درست نہیں۔

(۴) قاضی کو یہ پہنچتا ہے کہ گواہوں کا علیحدہ علیحدہ اظہار لے یعنی اس طرح پر کہ ایک کے اظہار کی دوسرے کو خبر نہ ہووے مگر دو عورتوں کی شہادت ایک ساتھ لینا چاہیئے کیونکہ وہ قائم مقام ایک مرد کے ہیں فقط کذا فی الدرالمختار والاشباہ والنظائر۔

كتاب الشهادة والرجوع عنها

(۱) هی اخبار بحق للغیر علی اٰخر الاخبارات ثلثة اما بحق للغیر علی اٰخروهو الشهادة او بحق للمخبر علی اٰخروهوالدعوی او بالعکس وهوالاقرار (۲) ویجب بطلب المدعی (۳) وسترها فی الحدود ابرای افضل ویقول فی السرقة اخذلا سرق انما یقول اخذ لئلا یضیع حق المالک ولایقول سرق لئلا یجب الحدو (۴) نصابها للزنا اربعة رجال (۵) وللقود و باقی الحدود رجلان (٦) وللبکارة والولادة و عیوب النساء فیمالایطلع علیه الرجال امرأة انما قال هذالان عیوب النساء اذاکانت مما یطلع علیه الرجال کالاصبع الزائدة مثلا لایکفی شهادة امرأة

کتاب الشہادۃ والرجوع عنہا

(۱) شہادت کی تعریف

شہادت کہتے ہیں خبر دینے کوایک شخص کے حق کی دوسرے پر۔

فائدہ:۔ اخبار یعنی خبر دینا اس کی تین قسمیں ہیں ایک خبر دینا کسی کے حق کی دوسرے پر یہ شہادت ہے یا اپنے حق کی دوسرے پر یہ دعویٰ ہے یا دوسرے کے حق کی اپنے اوپر یہ اقرار ہے کذافی الاصل

(۲) شہادت کا فرض ہونا

گواہی دینا فرض ہو جاتی ہے جب مدعی طلب کرے ادائے شہادت کو۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولایاب الشهدآء اذامادعوا یعنی انکار نہ کریں جبکہ وہ بلائے جاویں اورفرمایا ولاتکتموا الشهادة و من یکتمها فانه اٰثم قلبه یعنی نہ چھپاؤ گواہی کواور جواس کو چھپاوے تواس کا دل گنہگار ہے گناہ کی نسبت کی دل کی طرف جو اشرف الاعضاء ہے اور بدن کا رئیس ہے اوراس واسطے کہ دل ہی محل کتمان ہے تو وہی معصیت کا محل ٹھہرا بخلاف باقی معاصی کے جن کا تعلق اعضائے ظاہری سے ہے۔ بحر الرائق میں ہے کہ وجوب ادائے شہادت کی سات شرطیں ہیں ایک یہ کہ قاضی جس کے پاس شہادت دی جاوے عادل ہو دوسری قرب مکان اس قدر کہ شہادت دے کر اسی دن اپنے گھر پہنچ سکے تیسری علم قبول یعنی شاہد کو یقین ہو اس بات کا کہ قاضی میری شہادت قبول کرے گا چوتھی طلب مدعی پانچویں تعین شہادت پر تو اگر متعین نہ ہو اس طرح پر کہ وہاں اور بھی شاہد مقبول الشہادۃ موجود ہوں اورانہوں نے گواہی بھی دی ہو اور مقبول بھی ہوگئی ہو تو اب امتناع شہادت سے گنہگار نہ ہوگا اوراگر مقبول نہ ہوئی ہو تو اب گواہی نہ دینے میں گنہگار ہوگا۔ چھٹی یہ کہ اس شاہد کو دو عادل شخصوں نے بطلان مشہود بہ کی خبر نہ دی ہو تو اگر اس کو دو عادل نے اس طرح پر خبر دی ہو کہ مدعی اپنا دین لے چکا ہے یا زوج نے تین بار طلاق دیا ہے یا ولی مقتول نے قاتل کو خون معاف کر دیا ہے تو اس کو دین اور نکاح اور قتل کی گواہی درست نہیں اوراگر مخبر عدول نہ ہوں تو شاہدوں کو اختیار ہے چاہے گواہی دیں اور قاضی سے ان مخبروں کا بیان نقل کر دیں چاہے گواہی نہ دیں اوراگر مخبر ایک عادل ہو تو ترک شہادت میں اختیار نہیں ساتویں شرط یہ ہے کہ شاہد کو یہ معلوم نہ ہو کہ مقر نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ اس نے خوف سے اقرار کیا ہے تو اس کے اقرار کی گواہی نہ دے کذافی الطحطاوی باختصار۔

(۳) شہادت کا ضابطہ

اور شہادت کا چھپا رکھنا بہتر ہے حدود میں (جیسے حد زنا حد شرب وغیرہ اس واسطے کہ روایت کی بخاریؒ مسلمؒ نے ابی ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو پردہ پوشی کرے مسلمان کی تو حق تعالیٰ اس کی دنیا اور آخرت میں پردہ پوشی کرے گا) مگر واجب ہے سرقے میں کہ شہادت دے اس لفظ کے ساتھ کہ فلاں نے مال لیا تا مالک کا حق نہ جاوے اور یہ نہ کہے کہ فلاں نے چرایا تا حد واجب نہ ہووے۔

(۴) شہادت زنا کا نصاب

نصاب شہادت زنا کے لئے چار مرد ہیں۔

فائدہ:۔ عورت کی شہادت اس میں جائز نہیں اور چار مردوں کی قید زنا میں اس واسطے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کو چھپانا منظور ہے اور نہیں دوست رکھتا اللہ تعالیٰ اس بات کو کہ شائع ہووے فحش مومنین میں باوجود اس کے کہ قتل وغیرہ مقدمات سنگین میں صرف دو مردوں کی شہادت جائز رکھی فرمایا اللہ تعالیٰ نے والّلاتی یاتین الفاحشة من نسآئکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم یعنی جو عورتیں زنا کریں تم میں سے تو گواہ کرلو ان پر چار مردوں کو تم میں سے اور فرمایا ثم لم یأتوا باربعة شهدآء پھر نہ لاویں چار گواہ

(۵) قصاص وغیرہ کی شہادت کا نصاب

اور قصاص اور باقی حدود کے لئے دو مرد ہیں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے واستشهدوا شهیدین من رجالکم یعنی گواہ کرو دو مردوں کو اپنے میں سے اور شہادت عورتوں کی نہ حدود میں مقبول ہے نہ قصاص میں نہ زنا میں بدلیل اس روایت کے جس کو ذکر کیا صاحبؒ ہدایہ نے کہا زہریؒ نے جاری ہوئی سنت نزدیک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفوں سے جو حضرتؐ کے بعد تھے اس بات کی کہ نہیں ہے شہادت عورتوں کی حدود اور قصاص میں کہا زیلعیؒ نے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں لیکن اس میں قصاص کا لفظ نہیں ہے میں کہتا ہوں اس میں وکاء کا لفظ موجود ہے اور مراد اس سے قصاص ہو سکتا ہے۔

(۶) وہ معاملات جن میں ایک عورت کی شہادت کافی ہے

اور کنواری ہونے اور جننے اور عورتوں کے ان عیبوں کے لئے جن سے مرد مطلع نہیں ہوتے ایک عورت کی گواہی کافی ہے۔

فائدہ:۔ اسی طرح لڑکے کے رونے میں واسطے نماز کے اور ثبوت ارث کے اور دو عورتوں کا ہونا محتاط ہے در مختار ہدایہ میں دلیل اس کی یہ لکھی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گواہی عورتوں کی جائز ہے ان چیزوں میں جن کی طرف نہیں نظر کر سکتے مرد زیلعی نے تخریج میں لکھا غریب ہے اور کہا شیخ ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں کہ روایت کیا اس کو امام محمدؒ نے مبسوط میں عن ابی یوسف عن غالب بن عبد الله عن مجاهد وسعید بن المسیب وعطاء بن رباح وطاؤس قالوا قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم شهادة النسآء جائزة فیما لایستطیع الرجال النظر الیه اور یہ حدیث مرسل واجب العمل ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نساء جمع ہے محلی بالف ولام اور مراد اس سے جنس ہے تو قلیل وکثیر کو شامل ہے تو ایک عورت کی بھی گواہی صحیح ہوگی اور زیادہ عورتیں احسن ہیں اور عبدالرزاقؒ نے زہریؒ سے روایت کی کہ سنت جاری ہے اس پر کہ عورتوں کی گواہی اس امر میں

جائز ہے جس پر ان کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا از قبیل ولادت نساء اور عیوب نساء انتہیٰ اور اگر ان باتوں کی ایک مرد گواہی دے تو اصح یہ ہے کہ مقبول ہوگی اسی طرح تنہا معلم کی گواہی وقائع اطفال میں مقبول ہے اور صرف عورتوں کی گواہی غلام کے قتل میں واسطے اثبات دیت کے مقبول ہے تا خون مفت ضائع نہ ہووے اور قصاص واجب نہ ہوگا در مختار وحموی۔

☆ اور جو عورت میں عیب ایسا ہو کہ اس پر مرد بھی مطلع ہو سکتے ہیں جیسے ایک انگلی زائد ہونا تو وہاں ایک عورت کی شہادت کافی نہ ہوگی۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ یہاں کچھ ضرورت نہیں۔

(۷) ولغيرها مالا كان او غير مال كنكاح و رضاع و طلاق و وكالة و وصية رجلان او رجل و امرأتان انما قال مالا او غير مال لان فيه خلاف الشافعي رحمه الله تعالىٰ فان غير المال لا تقبل فيه شهادة رجل و امرأتين عنده بل هذا مخصوص بالمال (۸) وشرط للكل العدالة (۹) ولفظ الشهادة اعلم ان العدالة شرط عندنا لوجوب القبول لا لصحة القبول فغير العدل لايجب على القاضي ان لايقبل شهادته امااِن قبل وحكم به صح حكمه فلم يقبل ان قال اعلم او ايتقن (۱۰) ولايسأل قاض عن شاهد بلاطعن الخصم اى لايسال القاضي ولا يتفحص ان الشاهد عدل او غير عدل اذلم يطعن الخصم فيه الا في حدوقود

(۷) مقدمات کے لئے عمومی نصاب

ان کے سوا اور مقدمات میں ضرور ہے کہ یا دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان ممن ترضون من الشهداء یعنی گواہ کر لو دو مردوں کو اپنے میں سے اور اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے جن سے تم راضی ہو۔

☆ برابر ہے کہ وہ مقدمات مالی ہوں یا غیر مالی۔

فائدہ:۔ مالی جیسے بیع اور شراء اور اعادہ اور اجارہ اور کفالت اور اجل اور شرط خیار اور شفعہ اور قتل خطا اور غیر مالی۔

☆ جیسے نکاح طلاق رضاع وکالت وصیت اور امام شافعیؒ کے نزدیک مقدمات غیر مالی میں شہادت عورت کی مقبول نہ ہوگی۔

(۸) شہادت کے لئے عدالت کی شرط

اور جتنی قسمیں شہادت کی ہیں سب میں یہ شرط ہے کہ شاہد عادل ہووے۔

فائدہ:۔یعنی پرہیز رکھتا ہو کبائر سے اور مصر نہ ہو صغائر پر اور صلاح وصواب اس کا اکثر ہو اس کے فساد وخطا سے ط و نہایہ در مختار میں ہے کہ عادل وہ شخص ہے جس پر طعنہ نہ ہو پیٹ اور فرج سے تو کاذب کی شہادت مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ کذب پیٹ سے نکلتا ہے لیکن بہتر تفسیر عادل کی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوئی عادل کے مقابل فاسق ہے۔

☆ شرط عدالت کی ہمارے نزدیک واسطے وجوب قبول شہادت کے ہے نہ واسطے صحت قبول کے پس فاسق کی شہادت واجب نہیں ہے قاضی پر کہ قبول کرے لیکن اگر اس نے قبول کیا اور حکم دیدیا تو صحیح ہو جاوے گا حکم اس کا۔

فائدہ:۔اور قاضی گنہگار ہوگا۔ فتح در مختار میں ہے کہ قنیہ

اور مجتبیٰ میں جو مقبول ہے کہ فاسق اگر لوگوں میں صاحب مروت اور جاہ ہووے تو شہادت اس کی قبول کی جاوے گی سو یہ ابو یوسفؒ کا قول ہے کذا فی البحر اور اس قول کو ضعیف کیا ہے کمال الدین بن الہمامؒ نے فتح القدیر میں اس طرح کہ یہ تعلیل ہے بمقابلہ نص کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے واشهدوا ذوی عدل منكم یعنی گواہ کرلو دو صاحبان عدل کو اپنے میں سے مقید کیا اللہ تعالیٰ نے شہادت کو عدالت سے مترجم کہتا ہے کہ بنظر اس زمانے کے مناسب ہے کہ شہادت فاسق کی قبول کی جاوے اس واسطے کہ کم لوگ خالی ہیں فسق سے اور شائع ہو گیا ہے فسق لوگوں میں بدرجہ غایت حتیٰ کہ عادل لوگ اقل قلیل ہیں تو ان پر بنائے مقدمات کیونکر ہو گی اور لازم آوے گا تضیع حقوق ناس اور یہ محذور ہے شرعاً اور عرفاً اور فقہائے متقدمین سے بھی یہ منقول ہے فتاویٰ تاتارخانیہ میں ہے کہ مقبول ہو گی شہادت فاسق کی اس واسطے کہ فسق اس پر طاری ہے اور اصل میں وہ سعید ہے فرمایا حضرت نے كل مؤمن ذوسعادة یعنی ہر مومن صاحب سعادت ہے اور اسی پر اعتماد ہے انتہیٰ مگر یہ ضرور ہے کہ وہ فاسق صاحب مروت اور جاہ ہووے نہ کہ بالکل رذیل اور ذلیل تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ صاحب مرحوم لکھتے ہیں۔ بل فی زماننا هذا الفاسق اذا كان وجيهاً ذامروة يغلب على الظن انه لايكذب فى الشهادة ودلت القرائن علىٰ صدقه يقبل شهادته یعنی ہمارے زمانے میں فاسق اگر صاحب وجاہت ہووے اور صاحب مروت اور غالب ہو ظن قاضی پر کہ وہ جھوٹ نہ بولے گا شہادت میں اور قرینہ دال ہو اس کی راست گوئی پر تو قبول کی جاوے گی شہادت اس کی اور جامع الفتاویٰ میں ہے واما شهادة الفاسق فان تحرى القاضى الصدق فى شهادته تقبل والافلا یعنی شہادت فاسق کی اگر قاضی کے گمان میں ہووے صدق اس کا تو قبول کی جاوے گی ورنہ نہیں قبول کی جاوے گی شامیؒ نے نقل کیا درر سے و فی الفتاوی القاعدية هٰذا اذاغلب علىٰ ظنه صدقه و هو مما يحتفظ وظاهر قوله و هو مما يحتفظ اعتماده یعنی قبول شہادت فاسق جب ہے کہ قاضی کے گمان غالب میں اس کا صدق ہووے اور یہ ان باتوں میں سے ہے کہ یاد رکھی جاویں گی اور ظاہر قول اس کا یاد رکھا جاوے یہ ہے کہ اس پر اعتماد ہے اور شیخ ابن الہمامؒ نے جو لکھا کہ یہ تعلیل بمقابلہ نص ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نص صرف اس پر دلالت کرتی ہے کہ شہادت دو عادلوں کی قبول کی جاوے نہ اس بات پر کہ فاسق کی قبول نہ کی جاوے کیونکہ یہ مفہوم مخالف ہے اور وہ ہمارے اصحاب حنفیہؒ کے نزدیک حجت نہیں ہے فافهم واستقم

(۹) شہادت کے الفاظ

اور یہ بھی شرط ہے کہ شاہد لفظ شہادت کہے۔

فائدہ:۔ یعنی اشہد بصیغۂ مضارع جس کے معنی یہ ہیں گواہی دیتا ہوں میں درمختار وجہ اس شرط کی یہ ہے کہ جتنے نصوص شہادت کے آئے ہیں سب میں لفظ شہادت مذکور ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے واشهدوا ذوى عدل منكم اور فرمایا واشهدوا اذا تبایعتم واستشهدو اشهيدين من رجالكم فاستشهدوا عليهن اربعة منكم اور فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اذارأيت مثل الشمس فاشهدوا الافدع اور یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے اور روایت کی ابن عباسؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا آپ نے ایک شخص کو تو دیکھتا ہے آفتاب کو بولا کہ ہاں فرمایا اس کے مثل گواہی دے یا چھوڑ دے اخراج کیا اس کا ابن عدی نے ساتھ اسناد ضعیف کے اور تصحیح کی اس کی حاکمؒ نے لیکن خطا کی بلوغ المرام

☆ تو اگر شاہد نے لفظ اشہد کا نہ کہا بلکہ کہا اعلم یا اتیقن یعنی جانتا ہوں میں یا یقین رکھتا ہوں تو اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی۔

(۱۰) شاہد کی عدالت کی تحقیق اور فریق مخالف کی جرح

امام اعظمؒ کے نزدیک قاضی شاہد کی ظاہری عدالت پر اکتفا کر کے اس کی کیفیت عدالت وغیرہ دریافت نہ کرے یہاں تک کہ خصم جرح نہ کرے۔

فائدہ:۔ کیونکہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کتاب البیوع میں عمرو بن شعیبؓ سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان عادل ہیں بعض ان کے اوپر بعض کے مگر جس کو حد قذف لگی ہو اور لکھی حضرت عمرؓ نے ایک کتاب طرف ابی موسیٰؓ کے اور اس میں لکھا کہ مسلمان عادل ہیں بعضے ان کے بعض پر مگر جو محدود ہو کسی حد میں یا تجربہ کار ہو شہادت زور میں یا قریب ہو تیرا ولا میں یا قرابت میں روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے ایک طریق سے کہ اس میں عبداللہ ابو حمید ہے اور وہ ضعیف ہے اور نکالا اس کو دوسرے طریق سے اور حسن کہا اس کو اور نکالا اس کو بیہقی نے ایک اور طریق سے سوا ان دونوں طریقوں دار قطنیؒ کے

☆ مگر حد و قصاص میں بغیر جرح خصم کے بھی ان کی عدالت کی تحقیق کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک ہر مقدمے میں ان کی عدالت دریافت کرے خفیہ اور ظاہر۔

فائدہ:۔ اور یہی مذہب شافعیؒ اور احمدؒ کا ہے۔

☆ اور اسی پر فتویٰ دیا جاوے گا ہمارے زمانے میں۔

فائدہ:۔ فقہا نے لکھا ہے کہ یہ اختلاف اختلاف زمانے کا ہے نہ خلاف حجت و برہان کا اس واسطے کہ امام صاحبؒ کے زمانے میں صلاح اور سعادت غالب تھی فساد اور شقاوت پر اور صاحبینؒ کے وقت میں زمانہ فاسد ہو گیا تھا وجہ اس کی یہ ہے کہ امام اعظمؒ قرن تابعینؒ میں تھے جن کے واسطے حضرتؐ نے بشارت دی ہے اس بات کی کہ **خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یجیٔ قوم تسبق شھادۃ احدھم یمینہ و یمینہ شھادتہ** متفق علیہ یعنی بہتر قرنوں کا قرن میرا ہے پھر قرن ان لوگوں کا جو ان کے نزدیک ہیں پھر آوے گی ایسی قوم کہ قسم ان کے آگے ہوگی شہادت سے اور شہادت آگے قسم سے اور امام صاحبؒ باتفاق اکثر محدثین وفقہاء قرن تابعین میں سے ہیں لیکن اتفاق فقہا کا سو ظاہر ہے اس لئے کہ فقہائے حنفیہ روایت امام کی ثابت کرتے ہیں بہت سے صحابہؓ سے اگرچہ اہل حدیث کے طریقے میں وہ ثابت نہیں ہے اور لیکن اتفاق اکثر اہل حدیث کا سو ظاہر ہے قول سے محققین کے کہ امامؒ نے چار صحابیوں کو پایا ہے اور وہ انس بنؓ مالک ہیں بصرہ میں اور عبداللہ بنؓ ابی اوفیٰ ہیں کوفہ میں اور سہل بن سعید ساعدیؓ ہیں مدینہ میں اور ابو الطفیل عامر بنؓ واثلہ مکہ میں کہا ابن حجر نے کہ روایت کی امام نے ابن ابی اوفیٰ سے ایک حدیث اور ذکر کیا خطیبؒ نے تاریخ بغداد میں کہ امامؒ نے دیکھا انس بن مالکؓ کو اور کہا ابن حجرؒ نے دیکھنا امامؒ کا انسؓ کو صحیح ہے جیسا کہ کہا ذہبیؒ نے کہ دیکھا امامؒ نے انسؓ کو اور وہ صغیر سن تھے اور ایک روایت میں ہے کہ کہا امامؒ نے دیکھا میں نے ان کو کئی بار اور تھے انس خضاب کرتے سرخ اور آیا ہے کئی طریقوں سے کہ امامؒ نے روایت کیں ان سے تین حدیثیں اور بعض نے جو نفی کی ہے تو وہ معارض اثبات ان لوگوں کی نہ ہوگی اس وجہ سے کہ اثبات ایسے محل میں مقدم ہے نفی پر باتفاق علماء اور نہیں انکار کرے گا اس کا مگر مکابر معاند جس کو امامؒ کی فضیلت کا خواہ مخواہ انکار منظور ہووے۔ نعوذ باللہ من العناد وسوء الفھم

(۱۱) وقالا يسئل في الكل سراوعلناوبه يفتے في زماننا و يكفى سرا لانه قدقيل تزكية العلانية بلاوفتنه فان المزكی ان اعلن بمساوی الشاهد يهج بينهما عداوة و بغضا و ربما يمنعه الخوف اوالحياء او غيرهما عن [illegible] الشاهد ماهو (۱۲) حق و كفى للتزكيةهو عدل في الاصح فانه قد قيل لابدان يقول هو عدل جائز الشهادة لكن الاصح هوالاول لان الحرية ثبت بدار الاسلام فاذا قال هو عدل يكون جائز الشهادة ولا يصح تعديل الخصم بقوله هو عدل اخطأ او نسئى فان قال عدل صدق يثبت الحق و كفى واحد للتزكية وترجمة الشاهدوالرسالة الى المزكى و الاثنان احوط هذا عند ابى حنيفة و ابى يوسف رحهما الله تعالىٰ و اما عند محمدؒ يجب الاثنان و هذا في تزكية السراما في تزكية العلانية فقد قال الخصاف رحمه الله تعالىٰ يجب الاثنان اجماعاً لانها في معنے الشهادة حتے لا يصح تزكية العلانية من العبد

(۱۱) تزکیہ شہادت

اور کافی ہے دریافت کر لینا خفیہ اس واسطے اگر مزکی روبرو شاہد کے اس کے عیوب بیان کرے تو دونوں کے درمیان عداوت ہوگی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مزکی کو خوف یا حیا مانع ہوتی ہے شاہد کے سامنے اس کا حال کہنے سے۔

فائدہ:۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ تزکیہ علانیہ بلا اور فساد ہے ہدایہ

(۱۲) تزکیہ کے الفاظ اور نصاب

اور کافی ہے تزکیہ کے لئے کہنا مزکی کا گواہ کو شخص عادل اور بعضوں نے کہا ضرور ہے کہ مزکی یوں کہے کہ یہ گواہ شخص عادل جائز الشہادۃ ہے تا احتراز ہو جاوے غلام سے مگر اصح یہ ہے کہ فقط عادل کہہ دینا کفایت ہے کیونکہ آزادی اصل ہے دارالاسلام میں صاحب خصومت یعنی مدعیٰ علیہ اگر مدعی کے گواہوں کو اس طرح عادل بتادے کہ یہ گواہ عادل ہیں لیکن انہوں نے شہادت میں خطا کی یا بھول گئے تو اس کا اعتبار نہیں۔

فائدہ:۔ اس وجہ سے کہ مدعی کے نزدیک مدعیٰ علیہ جھوٹا ہے اپنے انکار میں باطل پر ہے اپنے اصرار میں تو تعدیل اس کی کیونکر مقبول ہوگی اور صاحبینؒ کے نزدیک تعدیل مدعا علیہ کی درست ہے مگر محمدؒ کے نزدیک ایک شخص اور بھی چاہئے ساتھ مدعیٰ علیہ کے کہ تعدیل کرے شہود کی کیونکہ ان کے نزدیک عدد شرط ہے تزکیہ میں ہدایہ۔

☆ اور اگر مدعیٰ علیہ نے یہ کہا کہ مدعی کے گواہ عادل ہیں انہوں نے سچ کہا تو یہ اقرار ہو جاوے گا دعویٰ کا اور تزکیۂ شہود میں قول ایک شخص کا کافی ہے اسی طرح شاہد کی زبان کے ترجمہ کرنے کے لئے اور قاضی کے پیغام پہنچانے کے لئے طرف مزکی کے ایک شخص کافی ہے اور دو کا ہونا محتاط ہے اور یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کا ہے اور محمدؒ کے نزدیک دو شخص ضرور ہیں اور یہ اختلاف اس تزکیہ میں ہے جو خفیہ ہو اور تزکیہ علانیہ میں خصافؒ نے کہا کہ دو آدمی ضرور ہیں سب کے نزدیک اس واسطے کہ تزکیہ علانیہ مثل شہادت کے ہے یہاں تک کہ تزکیہ علانیہ غلام اگر کرے تو درست نہیں ہے۔

فائدہ:۔ بخلاف تزکیہ خفیہ کے اس میں عبد مزکی ہوسکتا ہے ہدایہ۔

(۱۳) ولابدان يكون المزكى عدلافلا تقبل تزكية الفاسق و مستور الحال (۱۴) ولمن سمع بيعا او اقرار او حكم قاض اوراى غصبا او قتلاان يشهد به وان لم يشهد عليه فقوله ان يشهدبه مبتدأ ولمن سمع خبره مقدماعليه و سماع البيع انه قدسمع قول البائع بعت و قول المشترى اشتريت ويقول اشهد لااشهد نى اى فى صورة لم يشهد المشهودعليه ولا يشهد علے الشهادة مالم يشهد عليها فلا يشهد عليها من سمع شهادة شاهد اولاشهادعلے الشهادة اى سمع رجل اداء الشهادة عند القاضے لا يسع له ان يشهد علے شهادته وكذا ان سمع اشهاد الشاهد رجلاآخر علے شهادته لا يسع ان يشهد علے شهادته لانه ماحمله وانما حمل غيره .

(۱۳) مزکی کی صفات

اورضرور ہے کہ مزکی عادل ہووے تو تزکیہ فاسق اور مجہول الحال کادرست نہیں ہے۔

فائدہ:۔ مجہول الحال وہ شخص جس کی عدالت اور فساد کا علم نہ ہووے۔

(۱۴) سنے اور دیکھے ہوئے معاملہ کی گواہی

جس نے اپنے کانوں سے سنا بیع کو یعنی بائع کی زبان سے بعت کہتے اور مشتری کی زبان سے اشتریت کہتے سنایا اقرار کو۔

فائدہ:۔ یعنی مقر کی زبان سے سنا

☆ یا قاضی کی زبان سے اس کا حکم سنایا آنکھوں سے دیکھا مثلاً غاصب کو غصب کرتے ہوئے یا قاتل کو قتل کرتے ہوئے تو اس کو شہادت دینا درست ہے اگر چہ وہ گواہ اس وقت نہ بنایا گیا ہووے اس پر اور کہے گواہی دیتا ہوں میں اور نہ کہے گواہ کیا اس نے مجھ کو اس صورت مذکورہ میں۔

فائدہ:۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں سننے سے متعلق ہیں جیسے بیع وشرا سے زبانی یا اقرار لسانی یا حکم قاضی تو اس کو اگر اپنے کانوں سے سنے تو شہادت دینا اس کی درست ہے اور جو چیزیں دیکھنے سے متعلق ہیں مثلاً بیع تعاطی یا اقرار تحریری یا قتل یا غصب تو اس کو جب اپنی آنکھوں سے دیکھے تو گواہی دیوے لیکن معلوم کرنا چاہئے کہ اگر ایک شخص نے اپنا اقرار شاہدوں کے روبرو لکھا اور کچھ نہ کہا تو یہ اقرار نہیں اور گواہی دینا اس طرح کہ اس نے اقرار کیا حلال نہیں اگر چہ وہ کتابت مصدر اور مرسوم ہو اس طرح کہ شخص غائب کو بطریق رسالت اور پیام کے یوں لکھے کہ بعد حمد وصلوٰۃ معلوم کرنا چاہئے کہ تمہارے میرے اوپر اتنے روپے آتے ہیں کیونکہ لکھنا گاہے آزمائش سیاہی یا قلم کے لئے ہوتا ہے البتہ اگر لکھ کر شہود کے سامنے پڑھے تو ان کو گواہی دینا اس کی درست ہے اگر چہ وہ ان کو گواہ نہ کرے اسی طرح اگر پڑھا اس کو کسی اور نے اور کاتب نے یہ کہا کہ گواہ ہو تم اس روپے کے میرے اوپر اور اگر کاتب نے گواہوں کے سامنے لکھ کر یہ کہا کہ تم اس بات کے گواہ رہنا میرے اوپر تو اگر ان گواہوں کو مضمون تحریر معلوم ہو گیا تھا تو یہ اقرار شمار کیا جاوے گا ورنہ نہیں طحطاوی وشامی۔

(۱۵) گواہ پر گواہ

اور گواہ کی گواہی سن کر اس پر گواہی نہ دے جب تک وہ گواہ اس کو گواہ نہ بناوے اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ شاہد کو روبرو قاضی کے گواہی دیتے دیکھا اور اس کی گواہی سنی تو اب اس کو اس گواہ کی گواہی پر شہادت درست نہیں جب تک وہ شاہد اس کو گواہ نہ بناوے دوسری یہ کہ ایک شاہد دوسرے شخص کو

اپنی شہادت سنا کر گواہ کر رہا تھا تو اس کو یہ نہیں پہنچتا کہ اصل شاہد سے گواہی سن کر یہ بھی شاہد علی الشاہد ہو جاوے کیونکہ اصل شاہد نے اس شخص کو شاہد بنایا جس کو سنا رہا تھا نہ اس کو۔

فائدہ:۔ شاہد کی شہادت پر جو شاہد ہو اس کو عربی میں شاہد علی الشاہد کہتے ہیں نہایہ میں ہے اگر شاہد نے شاہد کو مجلس قاضی میں ادائے شہادت کرتے دیکھا تو شاہد اول کو شہادت علی الشہادۃ دینا درست ہے البتہ اس صورت میں جائز نہیں جب غیر مجلس قاضی میں وہ شہادت اپنی بیان کر رہا ہووے اور اصل کتاب میں اس کے مخالف ہے جیسا کہ معلوم ہوا تجھ کو تو صحیح اس صورت میں ہے جو نہایہ میں ہے اور یہی مستنبط ہے تعلیل صاحب ہدایہ سے معلوم نہیں کہ صدر الشریعۃؒ نے اس کے خلاف کہاں سے کہا۔

(۱۶) ولا يشهد من راى خطه و لم يذكر شهادته هذا عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ لان الخط يشبه الخط و عندهما يحل اذاعلم ان هذا خطه لان التغيير فيه نادروقيل فيما ذكر انه لايشهد لاخلاف فيه وانما الخلاف فيما اذاوجدالقاضي شهادته في ديوانه لان ما يكون تحت ختمه يؤمن عليه التغيير بخلاف الصك فانه في يد الخصم (۱۷) ولا بالتسامع بلاعيان الافى النسب والموت والنكاح والدخول وولاية القاضي واصل الوقف (۱۸) اذااخبربها عدلان اورجل وامرأتان إذا كانو اعدولاوالمراد باصل الوقف ان هذه الضيعة وقف علىٰ كذا فبيان المصرف داخل فى اصل الوقف اما الشروط فلا يحل فيها الشهادة بالتسامع

(۱۶) خالی تحریر پر گواہی دینا

اور وہ شخص گواہی نہ دیوے جس نے اپنا لکھا دیکھا اور حادثہ اس کو یاد نہیں یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے۔

فائدہ:۔ خلاصہ میں ہے کہ امام اعظمؒ نے جمیع امور میں احتیاط کی لہذا ان سے روایت احادیث میں قلت واقع ہوئی باوجود کثرت سماع احادیث اس واسطے کہ امامؒ نے بارہ سو مردوں سے سماعت کی مگر امامؒ کے نزدیک حفظ شرط ہے وقت سماع اور روایت کے وقت بھی تو امامؒ کے نزدیک شاہد کو واقعہ اور تاریخ اور مقدار مال اور صفت مال یاد رکھنا ضرور ہے تو اگر ان میں سے کوئی چیز اس کو یاد نہ ہو اور اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اور میری مہر ہے تو اس کو گواہی دینا لائق نہیں اور اگر باوجود اس کے گواہی دے گا تو وہ شاہد زور ہے کذا فی الخ۔

☆اس واسطے کہ خط مشابہ ہوتا ہے خط کے اور نزدیک صاحبینؒ کے درست ہے جب اس نے پہچانا کہ یہ میرا خط ہے اس واسطے کہ تبدیل اس میں نادر ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس میں اختلاف نہیں اور یہ شہادت سب کے نزدیک ناجائز ہے بلکہ اختلاف اس میں ہے کہ قاضی نے شہادت پائی شاہد کی اپنے دفتر میں اور قاضی کو حادثہ یاد نہیں تو صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے مدعا علیہ پر حکم دے سکتا ہے صاحبینؒ کے نزدیک کیونکہ وہ دفتر جب اس کے قبضے میں ہے تو اس میں احتمال تغیر وتبدل کا نہیں ہو سکتا اور امام صاحبؒ کے نزدیک نہیں دے سکتا صرف اپنی تحریر پر اعتماد کر کے جب تک کہ حادثہ یاد نہ ہو برخلاف تمسک کے یا اور کوئی دستاویز کے کہ وہ خصم کے پاس رہتا ہے۔

فائدہ:۔ تو اگر کسی نے اپنی شہادت تمسک میں لکھی پائی اور اپنا خط اس نے پہچانا لیکن حادثہ یاد نہیں ہے تو اگر تمسک مدعی کے ہاتھ میں نہ گیا ہو بلکہ محفوظ ہووے قاضی یا شاہد کے پاس تو اس کو شہادت دینا درست ہے۔ صاحبینؒ کے نزدیک ورنہ درست نہیں اور امام محمد کے نزدیک اگرچہ وہ تمسک مدعی

کے پاس رہا ہووے تب بھی شہادت دینا درست ہے جب کہ اس کو یقین ہو کہ یہ میرا خط ہے اگرچہ حادثہ یاد نہ ہو لوگوں پر آسان کرنے کے لئے کذافی البحرالرائق۔

(۱۷) بغیر معائنہ کے اور سنی ہوئی خبر پر گواہی

ایسی چیز کی گواہی نہ دے جس کو معائنہ نہ کیا ہو (یعنی نہ اپنے کانوں سے سنا ہو مشہود علیہ سے سماعی چیزوں میں اور نہ آنکھوں سے دیکھا ہو دیکھنے کی چیزوں میں) محل سماع سے مگر نسب اور موت اور نکاح اور دخول (یعنی وطی زوج ساتھ زوجہ کے) اور ولایت قاضی (یعنی جب سنا کہ فلاں شخص قاضی ہوا فلانے شہر کا تو اس کو اس کے قضا کی شہادت درست ہے اگرچہ اس نے بادشاہ کو قاضی بناتے نہ دیکھا ہو۔ اور اصل وقف نہ شرائط وقف میں۔

فائدہ:۔ اصل وصف سے مراد یہ ہے کہ فلانا مکان وقف ہے فلانی جماعت پر نہ شروط اس سے زیادہ جو اور باتیں متعلق ہیں اس سے لیکن درمختار میں ہے کہ بقول مختار شرائط وقف میں بھی شہادت سمعی جائز ہے اسی طرح مہر میں بھی۔

(۱۸) سنی ہوئی خبر کی گواہی کی شرط

مگر شرط اس کی یہ ہے کہ شاہد کو ان باتوں کی دو عادل شخصوں نے یا ایک عادل مرد اور دو عورتوں نے خبر دی ہو۔

فائدہ:۔ مگر ہدایہ میں ہے کہ موت میں شاہد کو اتنا ہی کافی ہے کہ ایک عادل مرد یا ایک عادل عورت سے خبر سن لیوے۔

(۱۹) ویشهد رائی جالس مجلس القضاء یدخل علیه الخصوم انه قاض و رجل وامرأة یسکنان بیتا و بینهما انبساط الازواج انها عرسه و شئی سوی الرقیق فی ید متصرف کالملاک انه له فقوله و رجل وامرأة عطف علی قوله جالس و قوله انها عرسه عطف علی قوله انه قاض فهذا من باب العطف علی معمولی عاملین مختلفین والمجرور مقدم فان جالس معمول راء و انه قاض معمول یشهد و انما قال سوی الرقیق لان الأدمی له یدعلی نفسه فیدفع ید الغیر عن نفسه والمراد انسان یعبر عن نفسه حتی لو لم یعبر عن نفسه کالصغیر والصغیرة فانهما لا یدلهما فیعتبرید الغیر (۲۰) فان اقر للقاضی ان شهادته بالتسامع او بحکم الید بطلت اقول هذا یؤکد قول ابی یوسف رحمه الله ان بمجرد الیدلاتحل الشهادة بل یشترط ان یقع فی قلبه انه ملکه فانه قد قیل ان قول ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ تفسیر لاطلاق قول محمد رحمه الله فی الروایة وذلک لان مجرد الید لو کان سببا للملک لما ابطل عند الاظهار سبب الشهادة فاذا تبین انه یشهد بمجرد الید بطلت شهادته ومن شهدانه شهد دفن زید اوصلی علیه قبلت وهو عیان لان معائنة الموت لایکون الامن واحد اواثنین فحضورالدفن او الصلوة بمنزلة المعاینة ولا یجری فی مثل ذلک التلبیس عادة.

(۱۹) سنی ہوئی خبر کی شہادت کے الفاظ

(اور ضرور ہے) کہ شاہد ان صورتوں میں قاضی کے سامنے یہ نہ کہہ دیوے کہ میں شہادت دیتا ہوں بسبب سماع کے یا بسبب دیکھنے قبضے کے تو اگر یہ کہہ دے گا تو باطل ہو جاوے گی شہادت اس کی۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ بطلان شہادت اسی صورت میں ہے کہ شاہد یوں کہیں کہ ہم نے گواہی دی اس واسطے کہ سنا

ہم نے لوگوں سے اور اگر یوں کہیں کہ ہم نے اس کو معائنہ نہیں کیا ولیکن وہ ہمارے نزدیک مشہور ہے تو جائز ہے سب امور میں تو گواہوں کو چاہئے کہ شہادت مطلق دیویں ان مقدمات میں تو اگر استفسار کی نوبت نہ پہنچے تو بہتر ہے اور اگر قاضی یا خصم استفسار کرے کہ تم یہ گواہی کس طرح دیتے ہو یا تم کو کہاں سے معلوم ہوا تو اس کا جواب اسی طور سے دیویں کہ ہمارے نزدیک یہ بات مشہور ہے اور سماع کا لفظ زبان پر نہ لاویں تا مشہودلہٗ کا حق ضائع نہ ہوے۔

(۲۰) مشاہدۂ حالات کی بناء پر گواہی

ایک شخص نے زید کو دیکھا بیٹھے مجلس قضا میں کہ اس کے پاس متخاصمین آمد و رفت کیا کرتے ہیں تو اس کو گواہی دینا درست ہے زید کے قاضی ہونے کی یا ایک شخص نے دیکھا ایک مرد اور ایک عورت کو کہ ایک گھر میں رہتے ہیں اور آپس میں اس طرح اختلاط کھلم کھلا رکھتے ہیں جیسے جورو خاوند تو اس شخص کو اس بات کی گواہی دینا درست ہے کہ یہ عورت زوجہ اس مرد کی ہے یا ایک شخص نے کوئی چیز سوا غلام لونڈی کے زید کے قبضے میں اس طرح پر دیکھی جیسے مالکوں کے تصرف میں ہوتی ہے تو اس کو شہادت دینا اس بات کی درست ہے کہ یہ چیز زید کی مملوک ہے۔

فائدہ:۔ اگرچہ اس نے سبب ملک کا مشاہدہ نہ کیا ہووے بشرطیکہ شاہد کے دل میں علم و یقین ہو جاوے اس بات کا کہ یہ چیز زید کی ہے تو اگر ایک چیز بیش بہا کسی مفلس کے پاس دیکھی تو شہادت بالملک درست نہ ہو گی طحطاوی اور غلام لونڈی سے مراد وہ غلام لونڈی ہیں جو عاقل ہوں یعنی اپنے دل کی بات بیان کر سکتے ہوں برابر ہے کہ بالغ ہوں یا غیر بالغ تو ان میں صرف قبضے سے شہادت ملک جائز نہیں البتہ اگر غلام لونڈی نہایت صغیر ہوں کہ اپنے دل کی بات کو بیان نہ کر سکتے ہوں تو ان میں قبضے سے شہادت بالملک دے سکتے ہیں مانند سائر اشیاء کے۔

☆ جس شخص نے یہ گواہی دی کہ میں زید کے دفن کے وقت حاضر تھا یا میں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی تھی تو ایسی شہادت موت کے لئے مقبول ہو گی اس واسطے کہ مرتے وقت نہیں دیکھتے ہیں مگر ایک یا دو آدمی تو حاضر ہونا دفن میں یا نماز جنازہ پڑھنا مثل معائنہ موت کے ہے اور عادۃً اس میں التباس نہیں ہوتا۔

باب قبول الشهادة و عدمه

(۱) وتقبل الشهادة من اهل الاهوء الاالخطابية اهل الاهواء اهل القبلة الذين لايكون معتقدهم معتقداهل السنة وهم الجبرية والقدرية والروافض والخوارج والمعطلة والمشبهة وكل منهم اثنا عشر فرقة فصار واثنين وسبعين فرقا (۲) والبعض فرقوٰبين الهوى الذى هو كفر كالقول بانه تعالیٰ جسم والهوى الذى ليس بكفر (۳) وعند الشافعى لاتقبل شهادتهم لفسقهم قلنا لم يقع فى الاعتقاد الباطل الاديانة والكذب عندالجميع حرام و اما الخطابية فهم من غلاة الروافض يعتقدون الشهادة لكل من حلف عند هم و قيل يرون الشهادة لشيعتهم واجبة (۴) والذمى علےٰ مثله و ان خالفاملة وعلےٰ المستامن والمستامن علےٰ مثله ان كان من دار واحدة شهادة الذمى تقبل عندنا و عند مالک والشافعى رحمه الله لايقبل ثم عندنا انما تقبل على الذمى

والمستامن وان خالفاملة كالنصارى والمجوس فان الكفر كله ملة واحدة ولاتقبل علے المسلم وشهادة المستامن تقبل على المستامن ان كانامن دارواحد وان كانامن دارين كالترک والروم فلا تقبل ولا تقبل ايضا علے المسلم ولا ايضاً علے الذمی (۵) وعدوبسبب الدين

(۱) پردہ کے پیچھے سنی ہوئی بات کی گواہی دینا

جو شخص پردے میں بیٹھا ہوا اور اس سے پردے کی آڑ میں شاہد نے ایک کلام سنا تو اس پر شاہد کو شہادت دینا درست نہیں مگر دو صورتوں میں پہلی صورت یہ کہ شاہد کو معلوم ہو جاوے یہ بات کہ اس کوٹھڑی میں سوا مقر کے اور کوئی نہیں ہے صورت اس کی یہ ہے کہ شاہد کوٹھڑی کے اندر گیا اور وہاں صرف مقر کو دیکھا بعد اس کے باہر آکر دروازے پر کوٹھڑی کے بیٹھ گیا اور اس کوٹھڑی کی راہ سوا دروازے کے اور کسی طرف سے نہیں ہے اب مقر نے کوٹھڑی کے اندر کسی بات کا اقرار کیا تو شاہد کو اس کی شہادت دینا درست ہے لیکن اگر قاضی کے سامنے یہ کیفیت بیان کر دے گا تو اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی دوسری صورت یہ ہے کہ مقرہ عورت ہے شاہد نے اس کا جثہ دیکھا اور اس کی آواز سنی بعد اس کے دو مردوں نے شاہد سے کہا کہ یہ فلانی عورت بیٹی فلاں بن فلاں کی ہے تو بھی اس کو شہادت اس کے بیان پر درست ہے اور اگر شاہد نے اقرار کرتے وقت اس عورت کا جثہ نہ دیکھا تو اس کو گواہی دینا اس کے اقرار پر درست نہیں اگرچہ دو گواہ اس شاہد سے کہہ دیں کہ مقرہ فلاں بن فلاں کی بیٹی ہے اور جثہ کی قید سے یہ صورت نکل گئی کہ اگر ایک عورت نے اپنا منہ کھول دیا گواہوں کے سامنے اور یہ کہا کہ میں فلاں بن فلاں کی بیٹی ہوں میں نے اپنے خاوند کو مہر معاف کر دیا تو اب گواہوں کو بغیر دو مردوں کے بیان کئے کہ یہ فلاں ابن فلاں کی بیٹی ہے اقرار پر شہادت دینا درست ہے جب تک وہ عورت زندہ ہے کیونکہ ممکن ہے شاہدوں کو کہ اس کی طرف اشارہ کر دیویں اور جب مر گئی تو اب ان گواہوں کو احتیاج ہے دو عادلوں کی گواہی کی اس بات پر کہ مقرہ فلانی فلاں بن فلاں کی بیٹی ہے شامی۔

(۲) اقراری تحریر کی پہچان ہو جانے پر دعویٰ کا ثبوت

مدعی نے اپنی وجہ ثبوت دعویٰ میں خط اقراری مدعیٰ علیہ کا پیش کیا مدعا علیہ نے اس سے انکار کیا اور قاضی نے اس سے لکھوایا اور دونوں خط ماہرین کی نگاہ میں یکساں ایک ہی شخص کے لکھے معلوم ہوئے تو قاری الہدایہ کے فتویٰ کے موافق مدعیٰ علیہ پر حکم مال مدعی کا کر دیا جاوے گا اگرچہ قاضی خاں نے اس کے خلاف کو صحیح کہا ہے اور بہت سے فقہاؒ نے اس کو رد کیا ہے اور درمختار میں قاضی خاں کی تصحیح پر اعتماد کیا ہے لیکن اس صورت میں اتفاق ہے کہ اگر وہ خط مصدر مرسوم عرف کے موافق ہو تو مدعا علیہ کے انکار کی تصدیق نہ ہوگی اور مال اس پر لازم کیا جاوے گا اور اگر مدعا علیہ نے اعتراف کیا اس بات کا کہ یہ میرا لکھا ہوا ہے اور مال سے انکار کیا یا شہادت اس امر پر گزاری اس طرح پر کہ شاہدوں نے معائنہ کیا ہو اس کو لکھتے ہوئے مدعا علیہ کو یا مدعا علیہ نے لکھ کر شہود کو سنایا ہووے اور وہ تحریر مسدر و معنون ہو تو حکم اس مال کا مدعیٰ علیہ پر کر دیا جاوے گا اور اس کے انکار کی طرف التفات نہ ہوگا یہ خلاصہ ہے تحقیق فقہائے متاخرین مثل قاری الہدایہ اور حموص اور ابن عابدینؒ شامی اور طحطاوی کا فافہم واستقم۔

باب بیان میں ان لوگوں کے جن کی گواہی مقبول ہے اور جن کی مقبول نہیں

فائدہ:۔ اس باب میں اسی کا ذکر ہے نہ اس بات کا کہ کن لوگوں کی گواہی صحیح ہے اور کس کی صحیح نہیں اس واسطے کہ فاسق کی شہادت قبول نہ کی جاوے گی اور قاضی اگر حکم کر دے اس کی شہادت سے تو صحیح ہو جاوے گا بخلاف غلام اور لڑکے اور زوجہ اور اولاد اور اصول کے کہ ان کی شہادت صحیح نہیں ہے لیکن خزانۃ المفتیین میں ہے کہ جس وقت قاضی نے حکم کر دیا ساتھ شہادت اندھے اور محدود فی القذف کے جب توبہ کر چکا ہو یا ساتھ شہادت احد الزوجین کے واسطے دوسرے کے یا ساتھ شہادت والد کے واسطے ولد کے یا بالعکس تو نافذ ہو جاوے گا اور قاضی ثانی کو اس کا ابطال نہیں پہنچتا اگرچہ قاضی ثانی اس کے بطلان کا قائل ہووے۔ شامی۔

(۱) اہل ہواء کی شہادت

شہادت قبول کی جاوے گی اہل ہوا کی سوا خطابیہ کے جاننا چاہئے اہل ہوا وہ اہل قبلہ ہیں کہ جن کا اعتقاد اہل سنت و جماعت کے اعتقاد کے موافق نہیں اور اصول ان کے چھ فرقے ہیں جبریہ' قدریہ' روافض' خوارج' مشبہ' معطلہ اور ہر ایک میں بارہ بارہ فرقے ہیں تو سب ملا کر بہتر فرقے ہوئے۔

فائدہ:۔ جیسا روایت ہے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرقے فرقے ہوگی امت میری تہتر فرقے سب جاویں گے جہنم میں مگر ایک فرقہ پوچھا صحابہؓ نے کہ وہ کون سا فرقہ ہے یا رسولؐ اللہ فرمایا آپ نے جس پر میں ہوں اور میرے اصحابؓ ہیں روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور احمدؒ اور ابوداؤدؒ کی روایت میں ہے کہ بہتر فرقے جہنم میں جاویں گے اور ایک فرقہ جنت میں اور وہ فرقہ سنت و جماعت کا ہے۔ جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ مجبور محض ہے اس کو کسی کا اختیار نہیں جیسے شجر حجر قدریہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال میں بالکل مختار اور اپنے کاموں کا آپ خالق ہے اور نفی کرتے ہیں قضا و قدر کی روافض اکثر صحابہؓ اور شیخینؓ کی تکفیر کرتے ہیں اور مبالغہ کرتے ہیں مدح میں حضرت علیؓ اور حسنینؓ اور دیگر اہل بیت کی ان کی حد سے زیادہ خوارج تکفیر کرتے ہیں حضرت عثمانؓ اور علیؓ کی اور دشمن ہیں اہل بیتؓ کے اور بھی تکفیر کرتے ہیں طلحہؓ اور زبیرؓ اور معاویہؓ کی مشبہ تشبیہ دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کو ساتھ مخلوقات کے اور خالق میں صفات مخلوق کے ثابت کرتے ہیں قستانی نے عوض مشبہ کے مرجیہ کو ذکر کیا ہے مرجیہ کو ذکر کیا ہے مرجئہ وہ فرقہ ہے جو کہتا ہے کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا۔ معطلہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بیکار محض ہے یعنی صفات سے اس کو خالی سمجھتے ہیں معاذ اللہ۔

اہل ہواء میں اعتقاد کے لحاظ سے فرق

اور بعضے فقہاءؒ فرق کرتے ہیں ان اہل ہوا میں جن کا اعتقاد کفر تک پہنچ گیا ہے اور جن کا اعتقاد کفر تک نہیں پہنچا۔

فائدہ:۔ تو شہادت نہیں قبول کرتے فرقہ اولیٰ کی اور قبول کرتے ہیں فرقہ ثانیہ کی۔

(۲) امام شافعیؒ کا موقف اور اس کا جواب

اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان میں سے کسی کی شہادت مقبول نہیں بسبب ان کے فسق کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ اس اعتقاد کو باطل جان کر نہیں اختیار کرتے بلکہ اسی اعتقاد کو دینداری سمجھتے ہیں دوسرے یہ کہ شہادت کے منافی کذب ہے اور کذب باتفاق ان سب فرقوں کے حرام ہے اور خطابیہ ایک فرقہ ہے کٹے رافضیوں میں سے ان کا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص اپنے دعویٰ پر قسم

کھالیوے تو اس کے واسطے شہادت درست ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ اپنے گروہ کے لئے شہادت کو واجب سمجھتے ہیں۔

فائدہ:۔ اگر چہ جھوٹی ہو چلپی حاشیہ شرح وقایہ میں ہے کہ خطابیہ بفتح خائے معجمہ اور طائے مشددہ ایک فرقہ ہے کٹے رافضیوں میں سے منسوب طرف ابوالخطاب کے اور وہ ایک شخص تھا کوفے میں قتل کیا اس کو عیسیٰ بن موسیٰ نے اور سولی دی اس کو کناسہ میں اس واسطے کہ اس کا گمان یہ تھا کہ علیؓ خدائے اکبر ہیں اور جعفر صادقؒ خدائے اصغر نعوذ باللہ منہ

(۴) ذمی پر ذمی کی شہادت

اسی طرح قبول کی جاوے گی شہادت ذمی کی ذمی پر اور مستامن پر اگر چہ ان دونوں کی ملت مخالف ہو ایک دوسرے کے اور مستامن کی مستامن پر اگر ایک ہی ولایت کے ہوں۔

فائدہ:۔ شہادت ذمی کی ذمی پر مقبول ہے ہمارے نزدیک اور نزدیک امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نہیں مقبول ہے اس واسطے کہ وہ فاسق ہے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے والکافرون هم الفاسقون اسی واسطے شہادت ذمی کی مسلمان پر مقبول نہیں ہے بالاتفاق تو ہو گیا مثل مرتد کے کہ شہادت اس کی نہ دوسرے مرتد پر مقبول ہے نہ مسلمان پر دلیل ہماری یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جائز رکھی شہادت نصاریٰ کی بعض کی ان میں سے بعض پر اخراج کیا اس کا صاحبؒ ہدایہ نے مگر یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی ہاں روایت کی ابن ماجہؒ نے سنن میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ جائز رکھی آپؐ نے شہادت ذمیوں کی اوپر ذمیوں کے اور فسق اس کا من حیث الاعتقاد غیر مانع ہے قبول شہادت سے اس واسطے کہ کذب اس کے نزدیک بھی حرام ہے کیونکہ وہ ممنوع ہے سب ملتوں میں انتہیٰ مافی الهدایة ملخصاً اور مستامن اگر جدا جدا ولایت کے رہنے والے ہوں جیسے ترک اور روم تو ان کی شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول نہ ہو گی اسی طرح مستامن کی شہادت مسلمان پر اور ذمی پر بھی قبول نہ کی جاوے گی اور کفر میں اختلاف دین کا اس واسطے اعتبار نہ ہوا کہ کفر سب قسم کے ایک ہی ملت میں داخل ہیں۔

(۵) معاندین فی الدین کی شہادت

اور قبول کی جاوے گی شہادت اس دشمن کی جو بسبب دین کے عداوت رکھتا ہو۔

فائدہ:۔ یعنی اگر دو مسلمانوں میں عداوت دینی ہو تو شہادت ایک کی دوسرے پر مقبول ہو گی اس واسطے کہ عداوت دینی میں احتمال کذب کا نہیں ہے برخلاف عداوت دنیاوی کے جس کا بیان آگے آوے گا۔

(٦) و من اجتنب عن الكبائر ولم يصر على الصغائر و غلب صوابه (٧) اختلفوا فى تفسير الكبائر قيل هى سبع الاشراك بالله تعالىٰ والفرار من الزحف وعقوق الوالدين وقتل النفس بغير حق ونهب مال المؤمن والزنا وشرب الخمر وزاد البعض اكل مال اليتيم بغير حق واكل الربوا وقد ورد فى الحديث اجتنبوا السبع الموبقات الشرك بالله والسحر وقتل النفس التى حرم الله الا بالحق واكل الربوا واكل مال اليتيم بغير حق والتولى يوم الزحف وقذف المحصنات المؤمنات الغافلات وقد قال عليه السلام الكبائر الاشراك بالله وعقوق الوالدين وقتل النفس واليمين الغموس (٨) فالصحيح ان هذه الاحاديث ليست لبيان

الحصر فالكبيرة كل ما سمي فاحشة كاللواطة ونكاح منكوحة الاب او ثبت لها بنص قاطع عقوبة في الدنيا اوفي الأخرة وقال الامام الحلواني رحمه الله تعالى كل ما كان شنيعا بين المسلمين وفيه هتك حرمة الله تعالى والدين فهي كبيرة ثم بعد الاجتناب عن الكبائر كلها لا بد من عدم الاصرار على الصغيرة فان الاصرار على الصغيرة كبيرة وقوله وغلب صواب اى حسناته اغلب من سيئاته فان الالمام بالصغيرة لايسقط العدالة فقوله و من اجتنب الى قوله و غلب صوابه تفسير العدل اقول لابدمن قيد اخر وهو ان يجتنب الافعال الخسيسة الدالة على الدناءة اى عدم المروة كالاكل في الطريق والبول على الطريق

(۶) گناہ کبیرہ سے پرہیز رکھنے والے کی شہادت

اوراس مسلمان کی جو پرہیز رکھتا ہو کبیرہ گناہوں سے اور نہ اصرار کرتا ہو صغیرہ گناہوں پر اور غالب ہو صواب اس کا اس کی خطا پر۔

فائدہ:۔ یہی معنی عدالت کے ہیں جیسا کہ اوپر گزرا۔

(۷) کبیرہ گناہوں کی وضاحت

جاننا چاہئے کہ علماءؒ نے کبائر کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کبائر سات ہیں ایک شرک کرنا ساتھ اللہ کے (یعنی جو باتیں مختص ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ غیر کے لئے ثابت کرنا مثلاً سوائے خدا کے کسی کو قابل عبادت اور پرستش سمجھنا یا خدا کا سا علم محیط اور قدرت عام غیر کے لئے ثابت کرنا)

☆ دوسرے بھاگنا کفار کے مقابلہ سے جہاد میں تیسرے نافرمانی کرنا والدین کی ناحق چوتھے خون ناحق کرنا پانچویں طوفان جوڑنا مسلمان پر چھٹے زنا ساتویں شراب پینا اور بعضوں نے یتیم کا مال ناحق کھانا اور سود کھانا بھی بڑھایا ہے اور بیشک وارد ہوا حدیث میں بچو تم سات گناہوں سے جو ہلاک کرنے والے ہیں۔ شرک کرنا ساتھ اللہ کے سحر کرنا قتل کرنا اس نفس کا جس کو حرام کیا اللہ نے مگر حق سے کھانا بیاج کا کھانا یتیم کے مال کا ناحق پیٹھ موڑنا دن مقابلے کے کفار سے تہمت زنا کرنا مسلمان عورتوں پاک دامنوں کو (روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبائر شرک کرنا ہے ساتھ اللہ کے اور نافرمانی والدین کی اور خون ناحق کرنا اور قسم جھوٹی کھانا عمداً (روایت کیا اس کو بخاریؒ نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے اور انسؓ کی روایت میں جھوٹی گواہی ہے بدلے میں جھوٹی قسم کے متفق علیہ)

(۸) کبیرہ کی تعریف

تو صحیح یہ ہے کہ یہ حدیثیں نہیں ہیں واسطے بیان حصر کے تو کبیرہ ہر وہ گناہ ہے جس کو فاحشہ کہیں جیسے لواطت یا باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا یا کوئی نص قاطع وارد ہو اس کے مرتکب کے لئے عذاب کی دنیا یا آخرت میں اور کہا امام حلوانیؒ نے کہ کبیرہ وہ گناہ ہے جو شنیع ہو مسلمانوں میں اور اس میں ہتک حرمت الٰہی ہووے یا ہتک حرمت دین ہو تو عدالت میں جیسے پرہیز کرنا کبائر سے ضرور ہے اسی طرح یہ بھی چاہئے کہ صغیرہ پر اصرار نہ کرتا ہو اس واسطے کہ اصرار کرنا یعنی بار بار کرنا صغیرہ کو کبیرہ ہے اور یہ جو کہا کہ غالب ہو صواب اس کا خطا پر یعنی نیکیاں اس کی برائیوں پر زیادہ ہوویں اس واسطے کہ صرف صغیرہ سے آلودہ ہونا عدالت کو ساقط نہیں کرتا میں کہتا ہوں کہ اس کے سوا اور ایک قید ضرور ہے وہ یہ کہ بچے ان افعال سے جو دلالت کرتے ہیں خست اور دنائت یعنی بے مروتی اور بے لحاظی پر جیسے راستے میں کھانا کھانا یا راہ میں پیشاب کرنا۔

(۹) والاقلف الااذاترک الاختتان استخفافاً بالدين والخصی (۱۰) وولدالزنا والعمال و عند مالک لاتقبل شهادة ولد الزنا علی الزنا لانه يجب ان يکون غيره کنفسه واما العمال فان نفس العمل ليس بفسق الااذاکانوا اعوانا علی الظلم وقيل العامل اذا کان وجيها ذامروة لا يجازف فی کلامه تقبل شهادته وان کان فاسقا فقديروی عن ابی يوسف رحمه الله تعالی ان الفاسق اذا کان لوجاهته لا يقدم علی الکذب تقبل شهادة (۱۱) ولاخيه و عمه و من حرم رضا عا او مصاهرة لامن اعمیٰ و فی رواية عن ابی حنيفة تقبل فيما يجری فيه التسامع وهو قول زفررحمه الله تعالیٰ وعند ابی يوسف والشافعی رحمهما الله تعالیٰ تقبل اذا کان بصيرا عندالتحمل و ان عمی بعد الاداء قبل القضاء لا يقضی القاضی عند ابی حنيفة و محمد رحمهما الله خلافاً لابی يوسف رحمه الله تعالیٰ و قوله اظهر

(۹) اقلف اور خصی کی شہادت

اور مقبول ہے شہادت اقلف کی یعنی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو مگر اس صورت میں جب اس نے دین کو ہلکا سمجھ کر ختنہ نہ کیا ہو۔ (یعنی جب بلاعذر ختنہ ترک کیا ہووے تو اس کی شہادت مقبول نہ ہوگی درمختار) اور خصی کی

فائدہ:۔ یعنی جس کے خصیے نکالے گئے ہوں اس واسطے کہ اس میں اس کا کچھ قصور نہیں ہے بلکہ جبراً اس کا ایک عضو کاٹا گیا تو ایسا ہوا کہ جیسے کسی کا جبراً ہاتھ کاٹا جاوے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کہ حضرت عمرؓ نے قبول کی شہادت علقمہ خصی کی ایسا ہی ذکر کیا صاحبؒ ہدایہ نے۔

(۱۰) ولدالزنا اور عمال کی گواہی

اور ولدالزنا کی (اس واسطے کہ یہ اس کے ماں باپ کا فسق ہے اس کا اس میں اختیار نہیں) اور امام مالکؒ کے نزدیک ولدالزنا کی گواہی زنا میں مقبول نہیں اس لئے کہ وہ چاہے گا کہ دوسرا بھی مثل میرے ہو اور عمال سلطان کی۔

فائدہ:۔ عمال جمع عامل کی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بادشاہوں کی طرف سے واسطے تحصیل حقوق واجبہ کے معین ہیں جیسے جزیہ اور خراج اور عشر اور زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے۔

☆ بشرطیکہ معین نہ ہوں ظلم پر اس واسطے کہ نفس عمل فسق نہیں اور بعضوں کے نزدیک جب عامل سلطانی وجیہ صاحب مروت ہو کہ بیہودہ نہ بکے اپنے کام میں تو شہادت اس کی مقبول ہے اگرچہ فاسق ہو اس واسطے کہ مروی ہے ابی یوسفؒ سے کہ فاسق جب وجیہ ہووے جرات نہیں کرتا ہو کذب پر تو شہادت اس کی مقبول ہے۔ (اور اوپر اس کی تحقیق گزر چکی)

(۱۱) نسبی، رضاعی اور سسرالی رشتہ داروں کے لئے گواہی

اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لئے اور اپنے چچا کے لئے اور اپنے محرم رضاعی (جیسے رضاعی ماں بہن باپ بھائی) اور سسرالی کے لئے (مثلاً شہادت داماد کی واسطے خسر اور خوشدامن کے اور بالعکس یہ سب درست ہے) اور نہیں مقبول ہے گواہی اندھے کی اور ایک روایت میں امام صاحبؒ سے ہے کہ گواہی اندھے کی ان چیزوں میں جن میں شہادت سمعی ہو جائز ہے مقبول ہے اور یہی قول زفرؒ کا ہے (لیکن اس

روایت پر فتویٰ نہیں بلکہ صحیح یہی ہے کہ اندھے کی گواہی مطلقاً درست نہیں درمختار) اور امام ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک قبول کی جاوے گی شہادت اندھے کی اس صورت میں جب بینا ہووے وقت اٹھانے شہادت کے۔

فائدہ:۔یعنی جس وقت یہ واقعہ ہوا تھا تو شہادت کے دو کنارے ہیں ایک شروع کا کنارہ ہے یعنی جس وقت سے آدمی گواہ ہوتا ہے اس کو وقت تحمل شہادت کہتے ہیں اور ایک اخیر کا کنارہ یعنی جب شہادت بیان کر دیتا ہے قاضی کے سامنے اس کو وقت ادائے شہادت کہتے ہیں۔

☆ اور اگر ایک شخص وقت تحمل شہادت کے آنکھ والا تھا اور اسی طرح وقت ادائے شہادت لیکن قبل اس بات کے کہ قاضی قضا کرے اندھا ہو گیا تو قاضی کو پھر اس کی شہادت کے ساتھ قضا درست نہیں طرفینؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے اور یہی قول ظاہر تر ہے۔

فائدہ:۔شامی نے کہا کہ اور سب کتابوں سے اس قول کی عدم اظہریت ثابت ہوتی ہے تو فتویٰ قول طرفینؒ پر ہی ہوگا۔

(۱۲) ومملوک و محدودفی قذف و ان تاب انما قال هذا لانها تقبل عند الشافعیؒ اذاتاب الامن حد فی کفره فاسلم (۱۳) وعدوبسبب الدنیا (۱۴) ولالاصله و فرعه وزوجه و عرسه فی العدولاتقبل شهادته علی من یعادبه و تقبل له و فی الاصل الی اٰخره علی العکس و فی الزوج والعرس خلاف الشافعی رحمه الله تعالیٰ (۱۵) و سید لعبده و مکاتبه و شریکه فیما یشترکانه انما قال هذالانه تقبل للشریک فی غیر مال الشرکة (۱۶) وکذالاتقبل شهادة الاجیر و قیل یرادبه التلمیذ الخاص الذی یعد ضرر استاذه ضرر نفسه و نفعه نفع نفسه و قیل یرادبه الاجیر مسانهة او مشاهرة (۱۷) ومخنث یفعل الردیء فانه ان لم یفعل الردی تقبل شهادته فان عدم القدرة علی الجماع ولین الکلام و تکسرالاعضاء غیر مانع للقبول

(۱۲) غلام اور محدود فی القذف کی شہادت

اور نہیں مقبول ہے شہادت غلام کی اور اس شخص کی جس کو حد قذف پڑی ہو اگرچہ توبہ کر لیوے۔ (اور شافعیؒ کے نزدیک بعد توبہ کے مقبول ہے دلیل ہماری قول اللہ تعالیٰ کا ہے ولاتقبلوالهم شهادةً ابداً یعنی نہ قبول کرو گواہی ان لوگوں کی جنہوں نے تہمت زنا کی لگائی اور حد کھائی کبھی) مگر اس شخص کی جس کو حد قذف حالت کفر میں پڑی ہو پھر وہ مسلمان ہو جاوے تو اب اس کی گواہی مقبول ہے۔

(۱۳) دنیاوی دشمنی والے کی شہادت

اور نہیں ہے مقبول شہادت اس شخص کی جو دشمن ہو بسبب دنیا کے۔

فائدہ:۔ نہ اپنے دشمن پر اور نہ غیر پر اس واسطے کہ عداوت دنیاوی رکھنا فسق ہے اور فاسق کی گواہی کسی پر مقبول نہیں یہی مضمون سمجھا جاتا ہے محیط اور واقعات اور ہدایہ اور بہت سی کتابوں میں سے لیکن محققین فقہا نے تصریح کر دی ہے کہ مراد عداوت دنیاوی سے یہ نہیں کہ جو کوئی کسی سے جھگڑا وہ اس کا دشمن ہو گیا بلکہ عداوت دنیوی ایسی چاہئے جیسے ولی کی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقذوف کی

گواہی قاذف پر اور قافلے والوں کی جن کا اسباب لٹا رہزن غارت گر پر کذا فی البحر اور زاہدی نے لکھا ہے کہ روایت مقبوضہ یہ ہے کہ قبول کی جاوے گی شہادت عدو دنیا کی اگر وہ عدل ہو یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے چلپی لیکن یہ عبارت زاہدی کی عجیب ہے کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا کہ عداوت رکھنا بسبب دنیا کے فسق ہے اور جب وہ موجب فسق ہوئی تو مرتکب اس کا عادل کیسے رہے گا اس لحاظ سے صحیح وہی ہے جو منقول ہوا بحر سے۔

(۱۴) اپنے اصول و فروع اور دشمن کے لئے گواہی

اور نہیں مقبول ہے شہادت مرد کی اپنی اصل اور فرع اور زوجہ کے لئے البتہ ان کے اوپر درست ہے اور شہادت عدو کی اپنے عدو پر درست نہیں اور عدو کے لئے درست ہے۔

فائدہ:۔اصل جیسے باپ دادا ماں نانی نانا فرع جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی اور جیسے زوج کی شہادت زوجہ کے لئے ناجائز ہے ویسے ہی شہادت زوجہ کی زوج کے لئے اور اصل اس باب میں وہ حدیث ہے جس کو بیان کیا صاحب نہایہ نے کہ نہ قبول کی جاوے گی شہادت والد کی واسطے ولد کے اور نہ ولد کی واسطے والد کے اور نہ عورت کی واسطے خاوند اپنے کے اور نہ خاوند کی واسطے عورت اپنی کے اور نہ غلام کی واسطے مولیٰ اپنے کے اور نہ مولیٰ کی واسطے غلام اپنے کے اور نہ شریک کی واسطے شریک اپنے کے اور نہ نوکر کی واسطے آقا اپنے کے زیلعی نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے لیکن ذکر کیا ابن الہمامؒ نے فتح القدیر میں کہ روایت کیا اس کو خصافؒ نے یعنی ابوبکر رازیؒ نے اپنی سند طویل سے حضرت عائشہؓ سے اور روایت کیا عبدالرزاقؒ اور ابن ابی شیبہؒ نے قول شریح قاضی کا مثل اس کے اشباہ والنظائر میں ہے کہ دو جگہ شہادت زوج کی زوجہ کی مضرت پر درست نہیں ایک یہ کہ زوج نے عیب زنا کا لگایا زوجہ سے پھر تین شاہدوں کے ساتھ گواہی دی دوسری یہ کہ زوج نے مع ایک شخص کے گواہی دی زوجہ کے اقرار پر کہ میں فلانے شخص کی لونڈی ہوں اور وہ شخص اس کا مدعی ہے۔

(۱۵) مولیٰ اور شریک فی المال کی گواہی

اور نہیں مقبول ہے گواہی مولیٰ کی واسطے غلام اپنے کے اور مکاتب اپنے کے اور شریک کی واسطے شریک اپنے کے مال شرکت میں۔

فائدہ:۔یعنی جس چیز میں شریک ہیں دلیل ان مسئلوں کی وہی حدیث حضرت عائشہؓ اور اثر شریح کا ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ نہیں جائز ہے شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے اس چیز میں جس میں شرکت ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ غیر مال شرکت میں شہادت شریک کی واسطے دوسرے شریک کے درست ہے۔

(۱۶) اجیر کی گواہی

اور اجیر کی واسطے آقا اپنے کے۔

فائدہ:۔ اس کی دلیل بھی اوپر گزری مراد اجیر سے یہاں وہ چیلہ خاص ہے جو اپنے استاد کا ضرر اپنا ضرر سمجھتا ہے اور اس کا نفع اپنا نفع سمجھتا ہے نہ نوکر ماہانہ یا سالانہ کا کذا فی الاصل اس باب میں دوسری بھی حدیث آئی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کی شہادت خیانت والے مرد اور خیانت والی عورت کی اور عداوت والے کی اپنے بھائی پر اور شہادت قانع کی واسطے اہل بیت کے اور غیر اہل بیت کے واسطے جائز رکھی روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے اور قانع سے اسی قسم کا چیلہ اور شاگرد خاص مراد ہے اور بعضوں کے نزدیک اجیر سے مراد اجیر خاص

ہے یعنی نوکر جس کی تنخواہ ماہانہ یا سالانہ مقرر ہووے اس سے احتراز ہو گیا اجیر مشترک سے جیسے دھوبی خیاط لوہار بڑھئی نائی کہ ان کی گواہی مستاجر کے لئے درست ہے اور شہادت استاد کی اور مستاجر کی واسطے اجیر خاص اور شاگرد کے بھی درست ہے درمختار۔

(۱۷) مخنث کی گواہی

اور نہیں مقبول ہے شہادت اس مخنث کی جو نالائق افعال کرتا ہے۔

فائدہ:۔ یعنی عورتوں کا سا سنگار اور بناؤ کرتا ہے اور لواطت کراتا ہے جیسے زنانے اس ملک کے سنن ابوداؤدؒ میں ہے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ لعنت کرے اللہ مردوں میں سے مخنث پر اور عورتوں میں سے ان عورتوں پر جو مردوں کے ساتھ مشابہت کرتی ہیں۔

☆ لیکن وہ مخنث کہ جو خلقی قادر نہیں جماع پر اور نرمی اور لچلچاپن ہو اس کے اعضا میں تو اس کی گواہی مقبول ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ امر غیر اختیاری ہے درمختار میں ہے کہ مخنث بمعنی اول بفتح نون ہے اور بمعنی ثانی بکسر نون۔

(۱۸) ونائحة و مغنية (۱۹) ومدمن الشرب علےٰ اللهوس اى شرب الاشربته المحرمة فان الاشربة التے لاتحرم ادمانهالا تسقط الشهادة مالم يسكربل ادمان السكر يسقط وقدذكران المراد من الادمان الادمان فى النية وهوان يشرب و يكون فى عزمه ان يشرب كلما وجدوقال الامام السرخسیؒ شرط مع ذلک ان يظهر ذلک للناس او يخرج السكران فيسخرمنه الصبيان حتے ان من شرب الخمر فى السرلاتسقط عدالته و قد ذكر فى الحواشے ان هذا فى غير الخمراما فى الخمر فلا يحتاج الى قيد اللهواقول لابد فى الا الخمر من قيد الشرب بطريق اللهوا يضافان شربها للتداوى بان قال له الاطباء لاعلاج لمرضک الا الخمر فخرمتها مختلف فيهاولا تسقط الشهادة و كذلک من يجلس مجالس الفجور والشرب لاتقبل شهادته شهادة وان لم يشرب

(۱۸) گانے والی اور ماتم کرنیوالی کی شہادت

اور نہیں مقبول ہے شہادت گانے بجانے والی عورت کی اور نہ ماتم اور نوحہ کرنے والی کی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ عورت کو آواز بلند کرنا حرام ہے تو اگر اس کا گانا دفع وحشت کے لئے ہو تب بھی حرام ہے درمختار منع کیا نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو احمق آوازوں سے یعنی گانے والی اور نوحہ کرنے والی کی آواز سے روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے نوحہ کرنے والی سے مراد وہ عورت ہے جو اجرت لے کر جہاں موت ہوتی ہے جا کر نوحہ کرتی ہے اور جو اپنے کسی عزیز کے مرجانے پر نوحہ کرے تو گواہی اس کی مقبول ہے درمختار۔

(۱۹) شرابی و نشئی کی گواہی

اور جس نے خمر (مصنفؒ نے خمر میں بھی قید مداومت کی لگائی لیکن درمختار میں خلاف اس کے مرقوم ہے کہ خمر کے ایک قطرہ کے پینے سے بھی بطریق لہو کے مردود الشہادۃ ہو جاوے گا اس میں مدائمت شرط نہیں کیونکہ حرمت خمر کی قطعی ہے درمختار بیان خمر کا کتاب الاشربہ میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا) یا اور اشیائے مسکرہ پر بطریق لہو کے مداومت کی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ جو اشربہ مسکر نہیں ہیں ان کی مداومت

عدالت کوساقط نہیں کرتی بلکہ ادمان سکر موجب ہے سقوط عدالت کا اور ذکر کیا ہے فقہاءؒ نے کہ ادمان سے مراد وہ ادمان ہے جونیت سے ہوتا ہے یعنی ایک دفعہ پی کر پھر نیت یہ رکھے کہ جب اس کو پاوے گا پیوے گا کہا امام سرخسیؒ نے کہ شرط ہے اس کے ساتھ یہ بات کہ ظاہر ہو جاوے یہ امر لوگوں پر یا حالت نشہ میں نکلے اور لڑکے اس سے مسخرہ پن کریں یہاں تک کہ اگر خمر پیا اس نے پوشیدہ تو عدالت اس کی ساقط نہ ہوگی اور مذکور ہے حواشی میں کہ قید لہو واسطے غیر خمر کے ہے اور خمر میں کچھ اس قید کی حاجت نہیں میں کہتا ہوں خمر میں بھی قید لہو کی ضرور ہے اس واسطے کہ پینا اس کا واسطے دوا کے جب اطبائے حاذقین یہ کہہ دیں کہ اس مرض کا علاج سوا خمر کے اور نہیں ہے مختلف فیہ ہے بعضوں کے نزدیک حرام ہے اور بعضوں کے نزدیک نہیں۔ تو وہ مسقط عدالت نہ ہوگا۔ کذا فی الاصل فائدہ اگر چہ صاحب درمختارؒ نے خمر میں باتباع صاحب بحرالرائق ادمان کے شرط نہیں رکھا لیکن صحیح یہی ہے کہ خمر میں بھی ادمان شرط ہے تا فعل اس کا ظاہر ہووے ایسا ہی ظاہر ہے کافی اور قاضی خاں اور ذخیرہ اور زیلعی اور عینی اور نہایہ سے

(۲۰) ومن يلعب بالطيور او يغنى للناس انما قال للناس لان من يغنى لدفع الوحشة عن نفسه لايسقط العدالة او يرتكب مايحدبه او يدخل الحمام بلاازاراوياكل الربوٰا شرط فى المبسوط ان يكون مشهور اياكل الربوالان الانسان قلما ينجوعن البيوع الفاسدة وكل ذلك ربوا او يقامر بالنردوالشطرنج او تفوته الصلوٰة بهما قال فى الهداية او يقامر بالنرد او بالشطرنج ثم قال فاما مجرداللعب بالشطرنج فليس يفسق مانع لقبول الشهادة لان للاجتهاد فيه مساغافهم من هذا ان فى النرد لايشترط المقامرة او فوت الصلوة فقيد المقامرة او فوت الصلوٰة فى النرد وقع اتفاقاً و فى الذخيرة من يلعب بالنرد فهو مردودالشهادة علىٰ كل حال (۲۱) او يبول علىٰ الطريق اوياكل فيه (۲۲) او يظهر سب السلف اى الصحابة والعلماء المجتهدين الماضيين رضوان الله عليهم اجمعين

(۲۰) کبوتر باز' گانے والے' چوسر وغیرہ کھیلنے والے' ننگے نہانے والے' سود خور اور بے نماز کی گواہی

اور جو شخص کھیلتا ہے چڑیوں سے (جیسے کبوتر بازی مرغ بازی وغیرہ اور اگر کبوتروں کو یوں ہی پالے واسطے دفع وحشت کے تو درست ہے مگر جبکہ غیر کے کبوتر کھینچ لیتا یا پکڑ رکھتا ہو تو مباح نہیں بسبب حرام خواری کے درمختار) یا طنبورہ سے (داخل ہیں اس میں اور آلات لہو جیسے ڈھول سارنگی بربط وغیرہ) یا گاتا ہے لوگوں کو جمع کر کے ان کے لئے اور جو اپنے لئے آپ گاوے واسطے دفع وحشت کے تو وہ ساقط نہیں کرتا عدالت کو۔

فائدہ:۔ خصوصاً اس صورت میں جب وہ کلام وعظ اور نصیحت ہووے تو وہ اتفاقاً جائز ہے درمختار ص یا ارتکاب کرتا ہے کسی گناہ کبیرہ کا جو موجب حد ہے۔ (جیسے زنا سرقہ قطع طریق) یا داخل ہوتا ہے حمام میں بغیر تہبند کے (اس واسطے کہ کشف عورت حرام ہے) یا سود کھاتا ہے۔

فائدہ:۔ لیکن شرط کی ہے مبسوط میں کہ مشہور ہو سود خواری میں اس واسطے کہ آدمی بہت کم خلاص پاتا ہے بیوع فاسدہ سے حال آنکہ وہ سب سود میں داخل ہیں کذا فی الاصل۔

☆ یا چوسر اور شطرنج شرط بد کر کھیلتا ہو (درمختار میں ہے کہ

چوسر بلاشرط بھی کھیلنا ساقط کرتا ہے عدالت کو لیکن شطرنج میں چونکہ اختلاف ہے اس کے چھ چیزوں میں سے ایک چیز بھی اگر اس کے ساتھ پائی جاوے گی مسقط عدالت ہوگی فوت صلوٰۃ، کثرت حلف، لعب در راہ سب و شتم، مداومت شرط) یا ان سے نماز فوت ہوجاوے۔

فائدہ:۔ ہدایہ میں ہے کہ یا شرط بدکر کھیلے چوسر اور شطرنج کو پھر کہا صاحبؒ ہدایہ نے لیکن بغیر شرط خالی کھیلنا شطرنج کا عدالت کو ساقط نہیں کرتا اس واسطے کہ اجتہاد کو اس میں گنجائش ہے اور اس سے سمجھا گیا کہ چوسر میں بدنا شرط کا نماز کا قضا ہو جانا سقوط عدالت میں ضرور نہیں تو قید شرط کی اور نماز کے فوت کی چوسر میں جو مصنفؒ سے واقع ہوئی اتفاقی ہے اور ذخیرہ میں ہے کہ کھیلنا چوسر کا رد کرتا ہے شہادت کو اوپر ہر حال کے خواہ شرط ہو یا نہ ہو یا نماز فوت ہو یا نہ ہو کذا فی الاصل۔

(۲۱) بے مروت و بے تہذیب کی گواہی

یا پیشاب کرتا ہے راستے میں یا کھاتا ہے راہ میں۔

فائدہ:۔ داخل ہیں اس میں وہ افعال سب جو خلاف مروت اور حیا اور تہذیب ہیں جیسے راہ میں فقط پائجامہ پہنے ہوئے چلنا یا لوگوں کے روبرو پاؤں پھیلانا اور وہاں سر کھولنا جہاں پر بے ادبی میں داخل ہے اور ایک لقمے کی چوری کرنا اور حد سے زیادہ دل لگی اور مذاق کرنا کہ موجب استخفاف ہو اور کمینوں اور رذیلوں کی صحبت میں بیٹھنا اور بازار میں دل لگی اور شور و غل کرنا فتح وطحطاوی۔

(۲۲) صحابہؓ و تبع تابعین وغیرہ کو برا کہنے والے کی گواہی

یا علانیہ برا کہتا ہے اگلے دینداروں یعنی صحابہ کرام یا علمائے مجتہدین رحمہم اللہ کو۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ سلف سے مراد تابعینؒ ہیں جیسے امام ابوحنیفہؒ اور قید سلف کی اتفاقی ہے اس واسطے کہ صرف مسلمان کو برا کہنا موجب فسق ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ برا کہنا مسلمان کو گناہ ہے اور قتل کرنا اس کا کفر ہے روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے۔

فوائد: (۱) شہادت ایسے دوست کی دوسرے دوست کے لئے جن میں انتہا درجہ کی دوستی ہووے اس طرح کی کہ ہر ایک دوسرے کے مال میں بلاتامل تصرف کرے جائز نہیں۔

(۲) گواہ مدعی کے اگر مدعیٰ علیہ سے نہایت جھگڑتے پھریں اور خصومت کریں تو ان کی شہادت مقبول نہ ہوگی اس لئے کہ وہ مدعیٰ علیہ کے مخاصم ہوگئے۔

(۳) اسی طرح مقبول نہیں شہادت جعلساز وکیلوں کی اور قبالہ نویسوں کی اور کاتبین دستاویزات کی۔

(۴) اور دلالوں کی اور کسان کے واسطے زمیندار کے اور رعایا اور توابع کی واسطے امیر کے۔

(۵) اور گونگے کی اور لڑکوں کی آپس کے کھیل کود میں۔

(۶) اور بہت یا وہ گو اور بیہودہ بکنے والے کی یا بہت کثرت سے قسم کھانے والے کی۔

(۷) اور تارک زکوٰۃ اور تارک حج یا ترک جمعہ یا جماعت یا بھوک سے زیادہ کھا جانے والے کی۔

(۸) اور تماشائیوں کی اور ناچنے والوں کی اور کفن بیچنے والے کی درمختار بمقتضیٰ اس تحقیق کے جو ہم نے شہادت فاسق میں ذکر کی جو لوگ ان میں سے ایسے ہیں کہ ان کی شہادت بسبب فسق کے رد کی جاتی ہے درصورت وجود شرائط مذکورۂ سابق کے شہادت قبول کی جاوے گی ایسے مواقع اور محال میں قاضی کو اختیار ہے کہ بلحاظ عرف اور موقع اور وضع وروش شاہد کے عمل کرے۔

(۲۳) ولو شهد ابنان ان الاب اوصے الی زید و هی یدعیه صحت و ان انکرلا ای ان شهدا ان الاب جعل زید او صیاً فی الترکة و هو یدعی انه وصی صحت شهادتهما و انما قال و هو یدعیه لانه لوانکرلاتقبل الشهادة کشهادة دائن المیت ومدیونه والموصے لهما ووصیه علی الایصاء ای صح شهادة هؤلاء اذا ادعی زید انه وصے (۲۴) وان شهدا ان اباهما الغائب و کله بقبض دینه و ادعی الوکیل او جحدردت لان القاضے لایملک نصب الوکیل عن الغائب فلوثبت الوکالة یثبت بشهادتهما فلا یمکن ثبوتها بهما لمکان التهمة بخلاف الایصاء لان الوصی اذا ادعی یکون قبول الشهادة کتعیین الوصی والقاضے یملک ذلک (۲۵) کالشهادة علے جرح مجردوهومایفسق الشهادولم یوجب حقا للشرع او العبد مثل هو فاسق او اکل الربوا او انه استاجر هم صورة المسألة اذا اقام البینة علے العدالة فاقام الخصم البینة علی الجرح ان کان الجرح جرحاً مجرداً لایعتبربینة الجرح وانما قلت ان صورة المسألة هذه لانه لو لم یقم البینة علے العدالة فاخبر مخبران الشهود فساق او اکلة الربوافان الحکم لایجوز قبل ثبوت العدالةلاسیما اذا اخبره مخبران الشهود فساق

(۲۳) باپ کے وصی کیلئے بیٹوں کی گواہی

دو بیٹوں نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے زید کو وصی بنایا تھا تو اگر زید مدعی ہے وصایت کا تو یہ شہادت مقبول ہوگی اور اگر منکر ہے تو مقبول نہ ہوگی جیسے میت کے دو دائنوں یعنی قرض خواہوں نے یا میت کے دو مدیون یعنی قرضداروں نے یا ان دو شخصوں نے جن کے لئے میت نے کچھ مال کی وصیت کی ہے یا میت کے دو وصیوں نے زید کی وصایت کی گواہی تو اگر زید اپنے وصی ہونے کا مدعی ہے تو شہادت جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔

(۲۴) غائب باپ کے وکیل کیلئے بیٹوں کی گواہی

اور اگر دو بیٹوں نے گواہی دی اس بات کی کہ ہمارے باپ نے جو غائب ہے زید کو وکیل بنایا تھا اپنے قرضہ وصول کرنے کا اور زید نے دعویٰ کیا وکالت کا یا انکار کیا کسی صورت میں یہ گواہی مقبول نہ ہوگی۔ (وجہ فرق کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہے)

(۲۵) جرح مجرد پر شہادت

اور مقبول نہ ہوگی شہادت جرح مجرد پر اور جرح مجرد وہ ہے جس میں اظہار ہووے فسق شاہد کا لیکن خالی ہو اثبات حق اللہ اور حق العبد سے (یعنی ایسے فسق سے جرح ہووے جو موجب نہ ہو کسی حق کا مثلاً حق العبد تاوان مال وغیرہ اور حق اللہ جیسے حد کا) جیسے طعن کرنا شہود پر اس طرح سے کہ وہ فاسق ہیں یا سود خوار ہیں یا مدعی نے ان کو اجرت دے کر شہادت کے لئے مقرر کیا ہے صورت اس مسئلے کی یوں ہے کہ بعد تعدیل شہود مدعی کے مدعیٰ علیہ کے شہود قائم کئے ان کی جرح پر تو اگر وہ جرح مجرد ہوگی مقبول نہ ہوگی اور اس طرح سے صورت ہم نے اس واسطے قرار دی کہ اگر تعدیل شہود مدعی نہ ہوئی ہو اور قبل اس کے کوئی شخص قاضی کو خبر کر دیوے کہ شہود فاسق ہیں یا سود خوار ہیں یا مدعی اجرت دیکر ان کو لایا ہے تو قبول ہوگا اور حکم جائز نہ ہوگا قبل ثبوت عدالت کے خاص کر اس صورت میں جب وہ شخص قاضی کو خبر دیویں کہ شہود مدعی فاسق ہیں۔

فائدہ:۔یعنی مسموع نہ ہونا جرح مجرد کا اس صورت میں ہے کہ عدالت شہود مدعی گواہوں سے ثابت ہو چکی ہو اور جو عدالت ان شہود کی ثابت نہ ہوئی ہو تو جرح مجرد ایک شخص کا بھی ان شہود پر مقبول ہے۔علی الخصوص دو شخص کا درمختار میں ہے کہ اسی پر اعتماد کیا مصنفؒ نے اور ثابت کیا اس کو ملا خسروؒ نے لیکن ابن الکمالؒ نے مسموع نہ ہونا جرح مجرد کا عام رکھا ہے خواہ قبل ثبوت عدالت شہود مدعی ہووے یا بعد ثبوت اس کے کے اور بہت سے علماء اس طرف مائل ہوئے ہیں اور دفع کیا ہے اس تناقض کو طحطاویؒ نے اپنے حاشیے میں اور یہاں ہم نے بوجہ خوف تطویل ترک کیا۔

(۲۶) و تقبل علی اقرار المدعی بفسقهم لان الاقرار مما يدخل تحت الحكم او علی انهم عبيداومحدودون فی القذف او شاربواخمراوقذفته او شركاء المدعی او انه استاجرهم بكذالها واعطاهم ذلک مماكان لی عنده او انی صالحتهم علی كذاودفعته اليهم علی ان لايشهدواعلی و شهدوای علی ان لايشهد واعلی شهادة الزورومع ذلک شهدواشهادة الزورفيجب عليهم اداء مااعطيتهم فان فی هذه الصوريوجب الجرح حقاً للشرع او للعبد علی الشهود فيدخل تحت حكم القاضی فتقبل ولوشهد عدل و لم يبرح مكانه حتی قال او همت بعض شهادتی قبل ای اخطأت بنسيان مايجب ذكره كما اذا ادعی المدعی عشرة دراهم فشهد علی الخمسة ثم قال نسيت البعض بل الواجب عشرة او قال اخطأت بزيادة باطلة كما اذاادعی المدعی خمسة دراهم فشهد علی عشرة ثم قال اخطأت و قلت العشرة مقام الخمسة فان كان فی المجلس قبلت الشهادة وقوله اخطأت فی المجلس يقبل من العدل وان كان الموضع موضع شبهة لان المدعی اذا ادعی الخمسة لا تقبل الشهادة علی العشرة لان المدعی يصيرمكذبا للشاهدو فی غير هذا المجلس ان كان الموضع موضع شبهة لاتقبل لانه يوهم التلبيس من المدعی و ان لم يكن الموضع موضع شبهة كما اذالم يذكر لفظة الشهادة ثم يزيد فی مجلس اخر لفظة الشهادة نقبل من العدل مع ان المجلس مختلف

(۲۶) مدعیٰ علیہ کی جرح کے گواہ

ہاں مقبول ہوں گے گواہ جرح مدعیٰ علیہ کے اگر وہ گواہ گواہی دیں اس بات کی کہ مدعی نے اپنے شہود کے فاسق ہونے کا آپ اقرار کیا ہے یا گواہ مدعی کے غلام ہیں یا محدود فی القذف ہیں یا ابھی شراب پی کر آئے ہیں یا تہمت لگانے والے ہیں زنا کی ایک شخص کو یا مدعی کے شریک ہیں یا اس اقرار پر مدعی کے کہ میں ان گواہوں کو اجرت دے کر لایا ہوں واسطے گواہی کے یا مدعی ان گواہوں کو اجرت دے کر لایا ہے میرے مال میں سے جو نزدیک ہے مدعی کے یا میں نے مدعی کے گواہوں سے اتنے روپیہ پر صلح کی تھی کہ تم گواہی نہ دینا میرے اوپر اور وہ روپے میں ان گواہوں کو دے چکا ہوں اور باوجود اس کے انہوں نے شہادت دروغ دی۔ (یا یہ گواہ مدعی کا بیٹا ہے یا باپ ہے یا ان گواہوں نے کسی کو عمداً مار ڈالا ہے) تو ان سب صورتوں میں شہادت شہود مدعیٰ علیہ کی بابت

جرح کے مقبول ہوگی اس واسطے کہ امور مذکورہ موجب ہیں حق شرع کے یا حکم عبد کو تو داخل ہوگی یہ شرح تحت حکم قاضی کے تو قبول کی جاوے گی اور اگر ایک شاہد عادل تھا اور اس نے مجلس شہادت میں بعد ادائے شہادت کے کہا کہ بعض جگہ میں بھول گیا تھا اور وہ بیان کیا تو شہادت اس کی قبول کی جاوے گی۔ جیسا کہ مدعی نے دعویٰ کیا دس روپے کا اور گواہ عادل نے شہادت دی پانچ روپیہ کی پھر اسی مجلس میں کہا کہ پانچ میں بھول گیا تھا بلکہ دس روپے مدعی کے چاہئیں یا مدعی خطا کار ہو زیادت پر جیسا کہ مدعی نے دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا اور گواہ نے گواہی دی دس روپے پر پھر کہا اسی مجلس میں کہ خطا کی میں نے اور کہا میں نے دس عوض میں پانچ کے تو مقبول ہوگی شہادت اس کی اور یہ قول قبول کیا جاوے گا شخص عادل سے بشرطیکہ اسی مجلس میں ہووے اگرچہ مقام شبہ کا ہووے اس واسطے کہ مدعی نے جس وقت دعویٰ کیا پانچ روپیہ کا تو نہیں قبول کی جاتی ہے شہادت دس پر کیونکہ مدعی خود جھٹلاتا ہے گواہ کو اور بعد مجلس بدل جانے کے اگر مقام مقام شبہ کا ہووے جیسے صورت زیادتی شہادت میں تو نہیں قبول کی جاوے گی شہادت شاہد کی اس واسطے کہ احتمال ہے مدعی کے بہکاوے کا اور اگر مقام مقام شبہ کا نہ ہووے جیسا کہ شاہد نے لفظ شہادت کا ذکر نہیں کیا تو وہ دوسری مجلس میں اس کو بیان کرسکتا ہے۔

فوائد

(۱) گواہی اس کی کہ زخمی زخم سے مرگیا اولیٰ بالقبول ہے اس گواہی سے کہ وہ زخم سے اچھا ہوکر مرا۔

(۲) مقتول کے ورثہ نے گواہ قائم کئے زید پر کہ اس نے مقتول کو زخمی کیا اور مار ڈالا اور زید نے مقتول کے اقرار پر کہ مجھ کو زید نے نہیں مارا تو گواہ زید کے مقبول ہوں گے۔

(۳) گواہ اکراہ کے معتبر ہیں گواہوں سے رضامندی کے اگر دونوں کی تاریخیں متحد ہوں۔

(۴) اور اگر تاریخیں مختلف ہوں یا تاریخیں بیان نہ کریں تو گواہ رضامندی کے معتبر سمجھے جاویں گے گواہی فساد عقد کی اولیٰ ہے گواہی سے صحت عقد کی اور قول مدعی صحت عقد کا اولیٰ ہے قول سے مدعی فساد کے۔

(۵) قول بیع مقدم ہے قول رہن پر قول بیع وفا مقدم ہے قول بیع بات پر۔

(۶) شہادت ناقصہ کو دوسرے شہود کامل کرسکتے ہیں جیسے دو شاہدوں نے شہادت دی اس بات کی کہ یہ مکان زید مدعی کا ہے اور دو اور شاہدوں نے یہ پورا کردیا کہ وہ قبضے میں مدعا علیہ کے ہے یا دو شاہدوں نے ملک کی گواہی دی شے محدود میں اور دو اور نے حدود اس کے بیان کردیئے یا دو نے شہادت دی اسم اور نسبت پر اور دو نے اس کی تعیین کردی اگر ایک شاہد نے اظہار دیا اور شاہدوں نے کہا کہ ہمارا اظہار اس کے موافق ہے تو نہیں قبول کیا جاوے گا یہاں تک کہ ہر ہر شاہد اپنا جدا جدا اظہار دیوے۔

(۷) شہادت جب باطل ہو جاتی ہے بعض میں باطل ہو جاتی ہے کل میں مثال اس کی یہ ہے کہ بھائی بہن نے ایک زمین کا دعویٰ کیا تو بہن کے زوج اور دوسرے شخص نے گواہی دی تو بہن اور بھائی دونوں کے حق میں مقبول نہ ہوگی اور یہ قول معتمد محمدؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے کہ شہادت بعض میں باقی رہے اور بعض میں باطل ہووے آزانجملہ یہ ہے کہ دو کافروں نے مسلم اور کافر پر کپڑے کی چوری کی گواہی دی تو درحق قطع مقبول نہیں اور کافر پر نصف کپڑے کا حکم ہوگا باقی صورتیں اس کی مذکور ہیں اشباہ میں درمختار طحطاوی۔

(۲۷) وشرط موافقه الشهادة للدعوى كا تفاق الشاهدين لفظا و معنے عند ابى حنيفة فان عند هما لايشترط اتفاقهما لفظا و معنے بل يكفے اتفاقهما معنے (۲۸) فترد ان شهداحدهما بالف و الأخر بالفين اومائة و مائتين او طلقة و طلقتين او ثلث اى شهد احدهما بمائة والأخر بمائتين او شهد احدهما بطلقة والأخر بطلقتين او ثلاث فانها ترد عند ابى حنيفةؒ و عند هما تقبل على الاقل اذا ادعى المدعے الاكثر حتے اذاادعى الاقل يكون المدعى مكذ بالشهاد الاكثر وقبلت علے الف فى بالف والف و مائة اى فى شهادة احدهما بالف والأخر بالف ومائة ان ادعى المدعى الاكثر حتے اذا ادعى الاقل بان قال لم يكن الا الا لف او سكت عن دعوى المائة الزائدة لم تقبل شهادة مثبت الزيادة واما ان قال كان اصل حقى الفاومائة ولكنے استوفيت المائة او ابرأته عنها قبلت شهادة للتوفيق (۲۹) كطلقة و طلقة و نصف و مائة و مائة و عشرة اى كشهادة احدهما بطلقة والأخر بطلقة و نصف و شهادة احدهما بمائة والأخر بمائة و عشرة فان الشهادة مقبولة اتفاقا للاتفاق علے الالف و علے الطلقة و علے المائة ولاشك ان قولهما اظهر و فرق ابى حنيفةؒ ضعيف وهو انهما متفقان علے الالف فى شهادة احدهما بالالف والأخر بالالف و مائة غير متفقين فے شهادة احدهما بالالف والأخر بالالفين

باب گواہی میں اختلاف ہونے کے بیان میں

(۲۷) شہادت ودعویٰ اور شاہدین میں موافقت

شرط ہے موافقت شہادت اور دعویٰ میں اسی طرح درمیان میں دونوں شاہدوں کے لفظاً اور معنیً نزدیک امام صاحبؒ کے (تطابق لفظی سے مراد یہ ہے کہ دونوں شاہدوں کے لفظ افادۂ معنی میں برابر ہوں خواہ وہی لفظ ہو بعینہ یا اس لفظ کا مرادف ہو تو اگر ایک شاہد ہبہ کی گواہی دیوے اور دوسرا عطیہ کی گواہی دیوے تو مقبول ہے) اور صاحبینؒ کے نزدیک صرف تطابق معنوی کافی ہے تو اگر ایک شاہد نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے دو ہزار کی یا ایک نے سو کی اور دوسرے نے دو سو کی یا ایک نے ایک طلاق کی گواہی دی اور دوسرے نے دو طلاق کی یا تین طلاق کی تو امام صاحبؒ کے نزدیک یہ شہادت بالکل مردود ہو گی (اور اقل و اکثر کسی کا حکم نہ ہوگا) اور صاحبینؒ کے نزدیک اقل پر قبول کی جاوے گی (یعنی صورت اولیٰ میں ہزار کی اور صورت ثانی میں سو کی اور صورت ثالث میں ایک طلاق کے ثبوت کا حکم دیا جاوے گا)

(۲۸) مدعی اور شہادت میں اختلاف

جب مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو اور جو مدعی اقل کا مدعی ہو تو شہادت باتفاق مردود ہو گی۔ اس واسطے کہ مدعی خود تکذیب کرتا ہے دوسرے شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے دعویٰ سے اگر ایک گواہ نے ہزار کی گواہی دی اور دوسرے نے ہزار اور ایک سو کی تو شہادت ہزار پر مقبول ہو گی اگر مدعی ہزار اور ایک سو کا دعویٰ کرتا ہو اور جو مدعی ہزار کا دعویٰ کرتا ہو اس طرح پر کہ کہے کہ میرے مدعیٰ علیہ پر نہیں ہیں مگر ہزار روپیہ یا سکوت کرے ان سو روپیہ زائد سے تو نہ قبول کی جاوے گی شہادت اس گواہ کی جو زائد بیان کرتا ہے البتہ اس صورت میں اگر مدعی یوں توجیہ کر دیوے کہ اصل حق میرا ہزار اور ایک سو روپیہ کا تھا لیکن

میں سو روپیہ وصول پا چکا ہوں یا میں نے ابراء کیا ہے سو روپیہ سے (یعنی معاف کر دیئے) تو شہادت اس کی مقبول ہو جاوے گی بسبب موافقت کے۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ یہ حکم دین میں ہے اور دعویٰ عین میں جس قدر پر دونوں شاہدوں کا اتفاق ہوگا دلا یا جاوے گا۔ اور عقود یعنی بیع اور شراء میں مطلقاً اختلاف شہادت مانع ہے قبول سے خواہ دعویٰ اقل کا ہووے یا اکثر کا ہووے۔

(۲۹) اکثر و اقل کی وہ مقدار جس میں تطابق ہو جاتا ہے

اسی طرح اگر ایک شاہد نے گواہی دی ایک طلاق پر اور دوسرے نے ایک طلاق اور نصف طلاق پر یا ایک نے سو پر اور دوسرے نے سو اور دس پر تو شہادت ایک طلاق پر اور سو پر مقبول ہوگی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ان مسائل میں دونوں شاہد متفق ہیں ہزار اور ایک طلاق اور سو پر لفظاً و معنیً۔

(۳۰) شاہد متفرد

اگر دونوں شاہدوں نے ہزار روپیہ کی یا ہزار قرض کی گواہی دی اور ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ پانچ سو روپیہ مدعیٰ علیہ مدعی کو ادا کر چکا ہے تو قبول کی جاوے گی شہادت ان دونوں کی ہزار روپیہ پر اور لازم کئے جاویں گے ہزار روپیہ مدعیٰ علیہ پر اور نہ التفات ہوگا اس شاہد کے قول کی طرف جو پانچ سو روپیہ کا ادا کرنا بیان کرتا ہے اس واسطے کہ وہ متفرد ہے اس شہادت میں مگر جب اس کے ساتھ دوسرا شخص بھی شہادت اس کی دیوے اور جس گواہ کو یہ معلوم ہووے کہ مدعی اپنے دین میں سے کچھ وصول پا چکا ہے تو نہ شہادت دیوے یہاں تک کہ مدعی اس کا اقرار کرے تا کہ مدعا علیہ کا ضرر نہ ہووے۔

(۳۰) ولو شهدا بالف او بقرض الف وزاداحدهما قضے كذاقبلت بالف و بقرض الف وردقوله قضے كذالان شهادة الفرد غير مقبولة الا اذا شهد معه اٰخرولايشهد من علمه حتے يقرالمدعى عندالناس بما قبض اى يجب علے الذى يعلم قضاء البعض ان لا يشهد حتے يقرالمدعى عند الناس بما قبض لئلايتضرر المدعى عليه وذكرالطحاوى عن اصحابنا ان شهادته لا تقبل و هو قول زفرؒ لان المدعى يكذب شاهد قضاء البعض قلنا الاكذاب فے غير المشهودبه لايمنع القبول (۳۱) ولو شهدا بقتل زيد يوم كذابمكة واٰخران بقتله فيه بكوفة ردتا اى شهدا بقتل زيد فى ذلک اليوم بكوفة تردد البينتان لان احدهما كاذبة بيقين وليست احدٰهما اولىٰ من الاخرى فان قضے باحدٰهما ثم قامت الاخرى ردت هى لان الاولى ترجحت باتصال القضاء بها فلا ينتقض بالثانية (۳۲) ولوشهدا بسرقة بقرة واختلفا فى لونها قطع ولواختلفا فى الذكورة لاوعندهما لا يقطع فى الوجهين و قيل الاختلاف فى لونين متشابهين كالسوادوالحمرة لافى السواد و البياض و قيل فى جميع الالوان

(۳۱) دو شہادتوں میں اختلاف

جبکہ دو شاہدوں نے گواہی دی مدعیٰ علیہ پر کہ اس نے زید کو دسویں تاریخ ذی الحجہ یعنی عید کے دن مکہ میں قتل کیا ہے اور گواہی دی اور دو شاہدوں نے کہ اس نے زید کو

اسی تاریخ کوفے میں قتل کیا ہے اور دونوں شہادتیں قاضی کے پاس گزریں قبل حکم کے تو دونوں مردود ہو جاویں گی اس لئے کہ ایک ان میں سے جھوٹی ہے بالیقین اور کوئی دوسرے سے اولیٰ نہیں کہ اس کا اعتبار کیا جاوے اور اگر قاضی ایک شہادت سے حکم دے چکا بعد اس کے دوسری شہادت خلاف اس کے گزری تو دوسری مقبول نہ ہوگی کیونکہ شہادت اولیٰ کو ترجیح ہوگئی ساتھ قضائے قاضی کے تو نہ توڑی جاوے گی شہادت ثانیہ سے اگر دو گواہوں نے زید پر شہادت دی کہ اس نے ایک بیل چرایا لیکن اس کے رنگ میں اختلاف کیا تو شہادت مقبول ہوگی اور زید کا ہاتھ کاٹا جاوے گا۔

(۳۲) مسروقہ چیز بارے شہادت کے اختلاف پر صاحبین اور امام اعظم کا اختلاف

اور اگر ایک گواہ نے شئ مسروقہ کو نر بتایا اور دوسرے نے مادہ تو شہادت مقبول نہ ہوگی۔ یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں صورتوں میں قطع ید کا حکم نہ ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ اختلاف امامؒ اور صاحبینؒ کا ان دو رنگوں میں ہے جو قریب قریب مشابہ ایک دوسرے کے ہیں جیسے سیاہی اور سرخی نہ بیچ سیاہی اور سپیدی کے اور کہا گیا ہے کہ اختلاف سب رنگوں میں ہے۔ (اور یہی اصح ہے عنایہ)

(۳۳) له ان السرقة يقع في الليالي والرائي يراه من بعيد فاللونان يتشابهان والاظهر قولهما (۳۴) ولو شهد بشراء عبداو كتابته بالف والأخر بالف و مائة ردت سواء ادعى البائع او المشترى لان العقد يختلف باختلاف الثمن فيكون علےٰ كل واحدشهادة فردفلا تقبل (۳۵) وكذااذااعتق بمال و صلح عن قود و رهن و خلع ان ادعى العبد والقاتل والراهن والعرس فيه لف و نشر فدعوى العبديرجع الى العتق بمال و هكذا علےٰ الترتيب لان المقصود ههناالعقد وهو مختلف وان ادعى الأخراى المولىٰ فى العتق علےٰ المال وولى المقتول فى الصلح عن القود و المرتهن فى الرهن والزوج فى الخلع فهوكدعوى الدين فى وجوهها اى ان كانا الشاهدان مختلفين لفظا لاتقبل عندابى حنيفةؒ و ان كانا متفقين معنےٰ فان ادعى المدعى الاقل لاتقبل شهادة الشاهد بالاكثر و ان ادعى الاكثر تقبل على الاقل والقائل ان يقول ليس هذاكدعوى الدين لان الدين يثبت باقرار المديون فيمكن ان يقرعنداحدالشاهدين بالف و عند الأخر باكثر ويمكن ايضاً ان يكون اصل الحق هوالاكثر لكنه قضےٰ الزائد علےٰ الالف او ابرأعنه عنداحدالشاهدين دون الأخر فالتوفيق بينهما ممكن اماههنا فالمال يثبت بتبعية العقد والعقد بالف غير العقد بالاكثر فبقےٰ على كل واحد شهادة فرد فلا تقبل كما فى الطرف الأخر

(۳۳) امام صاحبؒ کی دلیل

امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ سرقہ اکثر واقع ہوتا ہے شب میں اور گواہ اس کو دور سے دیکھتے ہیں تو اختلاف رنگوں کا مانع نہ ہوا (اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بیل کا یا جو جانور ہووے ایک طرف کا دھڑ سیاہ ہوتا ہے اور دوسری طرف کا سپید تو جائز ہے کہ ایک شاہد نے ایک طرف کا دھڑ دیکھا ہو اور دوسرے

نے دوسری طرف کا ہدایہ) اور ظاہر تر قول صاحبینؒ کا ہے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ مدعی مدعی سرقہ ایک بیل کا کرے اور اس کا رنگ بیان نہ کرے اور جو اس نے رنگ بیان کر دیا اور ایک گواہ نے خلاف اس کے رنگ بیان کیا تو شہادت بالاجماع مقبول نہ ہو گی اس واسطے کہ مدعی تکذیب کرتا ہے ایک شاہد کی چھپی۔

ثمن پر شہادتوں میں اختلاف

اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ غلام خریدا ہے ہزار کو یا مکاتب ہے ہزار روپیہ پر اور دوسرے نے ہزار اور سو بیان کئے تو شہادت دونوں کی مردود ہوگی اس لئے کہ عقد بیع مختلف ہو جاتی ہے باختلاف ثمن پس ہوگا ہر عقد پر ایک گواہ تو مقبول نہ ہوگا۔ (برابر ہے کہ مدعی دعویٰ اکثر کا ہووے یا اقل کا درمختار)

(۳۵) آزادی، صلح، رہن یا خلع کے عوض پر اختلاف

اگر ایک شاہد نے گواہی دی اس بات کی کہ مولیٰ نے آزاد کیا اس غلام کو یا صلح کی قصاص سے یا گرو رکھا اس چیز کو یا خلع کیا عوض میں ہزار روپیہ کے اور دوسرے نے ہزار اور سو روپیہ بیان کئے اور مدعی غلام ہے (عتق کے دعویٰ میں) اور قاتل ہے (صلح کے دعویٰ میں) اور راہن ہے (رہن کے دعویٰ میں) اور عورت ہے (خلع کے دعویٰ میں) تو شہادت مطلقاً باطل ہوگی۔

فائدہ:۔ خواہ مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہووے یا اقل کا۔

☆ اور اگر مدعی مولیٰ ہے یا ولی مقتول ہے یا مرتہن ہے یا شوہر ہے تو حکم اس کا مثل دعویٰ دین کے ہوگا۔

فائدہ:۔ یعنی اگر شاہدین مختلف ہوں گے لفظاً تو نہ قبول کی جاوے گی شہادت نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اور اگر متفق ہوں گے تو اگر مدعی دعویٰ کرتا ہے اقل کا تو نہ مقبول ہوگی شہادت اس شاہد کی جو زیادہ بیان کرتا ہے اور اگر دعویٰ کرتا ہے اکثر کا تو شہادت اقل پر مقبول ہو جاوے گی۔ کذا فی الاصل اور شارح علامؒ نے اس پر اعتراض کیا ہے جو اصل میں مذکور ہے۔

(۳۶) والاجارة كالبيع فى اول المدة و كالدين بعدها اذفى اول المدة المقصود هوالعقد فلا يقبل الشهادة و بعد المدة يكون الدعوى من الاجير و هى يدعى الاجرة فيكون كدعوى الدين فيقبل كما تقبل فى دعوى الدين وصح النكاح بالف استحسانا وقالاردت فيه ايضا هذا هوالقياس لان المقصود هو العقد من الجانبين فصار كالبيع وجه الاستحسان (۳۷) ان المال فى النكاح تبع ولااختلاف فيما هوالاصل وهو العقد فيثبت ثم وقع الاختلاف فى التبع فيقضى بالاقل و يستوى دعوى اقل المالين او اكثرهما فى الصحيح و قد قيل ان الاختلاف فى دعوى الزوجة امافى دعوى الزوج فلا تقبل اتفاقاً اذ المقصود هوالعقد ولا المال و فى جانب الزوجة يمكن ان يكون المقصود هو المال لكن الصحيح ان الاختلاف فى الفصلين (۳۸) ولزم الجرلشاهدالارث بقوله مات و تركه ميراثا له او مات وذافى ملكه او فى يده اذا قال الشهود كان هذالمورث و هذا المدعى لا يقضى للوارث حتى يجرالميراث الى المدعى بقولهم مات و تركه ميراثا له الى آخره خلافالابى يوسفؒ فانه لا يشترط الجر عنده فان قال كان لابيه اعاره او اودعه او اجاره من فى يده جازبلاجرن لان

يد المستعير والمودع والمستاجر قائمة مقام يده فلا حاجة الى الجرولوشهدا بيدحي منذكذاردت اى شهدا انه كان في يدالمدعي منذشهر والحال انه ليس في يدالمدعي عندالدعوى لاتقبل لان اليد متنوعة الى يد ملك و يد امانة و يد ضمان فتعذرالقضاء باعادة اليد المجهول و عند ابى يوسفؒ تقبل وان اقرالمدعىٰ عليه بذلک او شهدابانه اقربيدالمدعي صح لان جهالة المقربه لا تمنع صحة الاقرار

(۳۶) اجرت میں اختلاف

اور اجارے میں اگر قبل گزرنے مدت کے اس قسم کا شاہدین میں اختلاف ہوا (یعنی ایک شاہد نے مثلاً اجرت مکان کی سو روپیہ بیان کئے اور دوسرے نے سو اور پچاس روپیہ) تو حکم اس کا مثل بیع کے ہوگا (یعنی شہادت ہر طرح سے باطل ہو گی خواہ مدعی اکثر کا دعویٰ کرتا ہو یا اقل کا) اور اگر بعد گزرنے کے یہ اختلاف ہوا تو حکم اس کا مثل دعویٰ دین کے ہوگا (جس طرح ابھی گزرا اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے)

(۳۷) مہر کی مقدار میں اختلاف

اور اگر نکاح میں اس قسم کا اختلاف ہوا یعنی ایک گواہ نے نکاح ہزار روپیہ پر بیان کیا اور دوسرے نے ہزار اور پانچ سو پر تو اقل پر نکاح صحیح ہو جاوے گا استحساناً نزدیک امام صاحبؒ کے (مطلقاً خواہ مدعی زوج ہو یا زوجہ اقل کا دعویٰ ہو یا اکثر کا در مختار) اور صاحبینؒ کے نزدیک شہادت رد کی جاوے گی اور قول ضعیف یہ ہے کہ یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب مدعیٰ زوجہ ہو اور اگر زوج مدعی ہووے تو شہادت اتفاقاً مقبول ہوگی لیکن صحیح وہی قول ہے کہ ہر صورت میں اختلاف ہے۔

(۳۸) وراثت کے دعویٰ کی گواہی

اور لازم ہے میراث کی گواہی میں شاہد کو جر میراث کرنا طرف مدعی کے یعنی یہ کہنا کہ مورث مر گیا اور متروکہ کو اس نے مدعی کے واسطے میراث چھوڑا یا یوں کہنا کہ مورث مدعی کا مر گیا اور تا دم موت یہ چیز اس کے قبضے میں تھی یا ملک میں تھی اور یہ جو کہا کہ یہ مال مدعی کے مورث کا ہے تو اس پر قضا نہ کی جاوے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جر میراث ضرور نہیں۔

فائدہ:۔ اور فتویٰ قول طرفینؒ پر ہے اور جر میراث کے ساتھ دو باتیں اور ضرور ہیں ایک یہ کہ سبب وراثت مدعی کا بیان کرنا کہ مدعی میت کا بھائی سگا ہے یا سوتیلا یا چچا ہے دوسرے یہ کہ سوا اس کے اور کسی کو میں وارث میت کا نہیں جانتا اور میت کا نام بیان کرنا شرط نہیں در مختار۔

☆ تو اگر شاہد نے یہ کہہ دیا کہ یہ چیز مدعی کے باپ کی تھی اس کو عاریت یا امانت یا اجارے میں دی تھی اس شخص کو جو قابض ہے تو جائز ہو جاوے گا بلا ذکر جر میراث کے اگر دو شاہدوں نے گواہی دی اس بات کی کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی اتنی مدت سے اور وقت دعویٰ کے وہ چیز اس کے قبضے میں نہیں ہے تو اس شہادت سے ملک مدعی کی ثابت نہ ہوگی اس واسطے کہ شہادت مجہول ہے کیونکہ گواہوں نے یہ نہیں بیان کیا کہ مدعی کے قبضے میں بطور ملک تھی اور قبضہ چند قسم کا ہوتا ہے بطریق ملک اور ودیعت اور ضمان تو متعذر رہوئی قضا اور نزدیک ابو یوسفؒ کے شہادت مقبول ہوگی ہاں اگر مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں تھی یا گواہوں نے مدعیٰ علیہ کے اس اقرار پر گواہی دی تو شہادت صحیح ہو جاوے گی اور ملک مدعی کی ثابت ہو جاوے گی اس لئے کہ جہالت مقربہ مانع صحت اقرار نہیں (اسی طرح اگر گواہوں نے یہ کہا کہ یہ چیز مدعی کے قبضے میں بطور ملک تھی تب بھی صحیح ہو جاوے گی در مختار۔

(۳۹) وتقبل الشهادة علے الشهادة الافی حدوقودوشرط لها تعذرحضورالاصل بموت او مرض او سفر وعند ابی یوسفؒ ویکفے مسافة ان غدالایبیت الی اهله (۴۰) وشهادة عدد عن کل اصل لاتغائر فرعی هذا و ذلک (۴۱) خلافا للشافعیؒ اذ عنده لابدعن اربعة یشهد اثنان عن هذا واٰخران عن ذلک وعندنا یکفی اثنان یشهد ان عن هذا و یشهد ان عن ذلک (۴۲) ویقول لاصل اشهد علے شهادتی انی اشهد بکذاوالفرع یقول اشهد ان فلانا اشهدنی علے شهادته بکذاوقال انی اشهد علے شهادتی بذلک بعض المشائخ طولوا (۴۳) وقالوا یقول الاصل اشهد بکذوانا اشهدک علے شهادتی فاشهد علے شهادتی و فیه خمس شیٔات ویقول الفرع اشهد بکذا ان فلانا شهد عندے بکذا فاشهد نے علے شهادته بکذاوامرنی ان اشهد علی شهادته و انا اشهد علے شهادته بذلک و فیه ثمانی شیٔات والاحسن الاقصر قول ابی جعفران یقول الاصل اشهد علے شهادتی بکذاویقول الفرع اشهد علے شهادة فلان بکذامن غیراحتیاج الی ذکر زیادة و علیه فتوی الامام السرخسیؒ فان عدل الفرع اصل صح کاحد الشاهدین الاٰخروان سکت عنه ینظر فی حاله ای ینظر القاضے فی حال الاصل فان ثبت عدالته تقبل شهادة فرعه هذا عند ابی یوسفؒ و عند محمدؒ لاتقبل اذ لا شهادة الا بالعد الة فاذالم یعرف الفرع عدالته الاصل لم تقبل شهادته فلا تقبل شهادة الفرع قلنا لا یشترط معرفة الفرع عدالة الاصل بل یشترط ان یثبت ذلک عندالقاضے فان ثبت عنده یقبله والالا

باب شہادۃ علی الشہادۃ کے بیان میں

(۳۹) گواہوں پر گواہی کی شرط

شہادۃ علی الشہادۃ سب مقدمات میں سوا حدود اور قصاص کے مقبول ہے لیکن شرط اس کے قبول ہونے کی یہ ہے کہ اصل شہود کا حاضر ہونا متعذر ہو بسبب ان کے مرجانے کے یا بیماری کے یا مدت سفر پر ہونے کے (یعنی اصلی گواہ اتنے فاصلے پر ہوویں قاضی سے کہ وہ تین دن تین رات کی راہ ہووے جس طرح کہ کتاب الصلوٰۃ میں گزرا) اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صرف اتنا دور ہونا کافی ہے کہ اگر صبح کو شاہد اپنے گھر سے واسطے شہادت کے نکلے تو پھر رات کو گھر میں آ کے نہ رہ سکے۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ اسی مذہب پر فتویٰ ہے اور پسند کیا ہے اس قول کو بہت سے علماء نے اور منجملہ اعذار یہ بھی ہے کہ اصل شاہد عورت پردہ نشین ہووے یا سوا حاکم کسی اور کی قید میں ہووے۔

(۴۰) ایک اصل گواہ پر دو فرع گواہ کی شرط

اور یہ بھی شرط ہے کہ ہر گواہ اصل کی گواہی پر دو آدمی گواہ ہوویں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر گواہ اصل کے دو دو فرع الگ الگ ہوویں۔

فائدہ:۔ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ اصلی دو گواہوں میں سے ہر ایک کی شہادت پر دو گواہ ہوں تو اس کی ہمارے نزدیک دو صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً زید اور عمرو گواہ اصلی ہیں اور خالد اور بکر گواہ فرعی تو پہلی صورت یہ ہے کہ خالد اور بکر دونوں زید کی شہادت پر بھی گواہ ہوں اور عمرو کی شہادت پر بھی گواہ

ہوں اور دوسری صورت یہ ہے کہ زید کی گواہی کے خالد اور بکر گواہ ہوں اور عمرو کی گواہی کے قاسم اور سالم گواہ ہوں۔

(۴۱) امام شافعیؒ کا موقف

اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار گواہ علیحدہ ہوں یعنی ہر گواہ کی شہادت پر جدا جدا دو دو گواہ ہوں (اور یہ صورت درست نہیں ہے کہ اصلی شاہدوں میں سے ایک ایک کی شہادت پر ایک ہی ایک گواہ ہووے۔

(۴۲) فرعی گواہ بنانے کا طریقہ

گواہ فرعی بنانے کا یہ طریقہ ہے کہ اصلی گواہ فرعی گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ تم گواہ رہو میری گواہی پر کہ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی اور فرعی گواہ وقت ادائے شہادت کے یوں کہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلانے نے گواہ کیا مجھ کو اپنی شہادت پر اس بات کی۔

فائدہ:۔ یہ قول ابو جعفرؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا ہے امام سرخسیؒ نے اور اصل میں دو عبارتیں اور مذکور ہیں مگر دونوں طویل ہیں۔

(۴۳) اصل گواہوں کی عدالت کا ثبوت

اگر فرعی گواہ اصلی گواہوں کی عدالت بیان کردیویں تو صحیح ہوجاوے گا جیسے ایک مقدمہ کے دو گواہوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کی تعدیل کی تو صحیح ہے اور اگر فرعی گواہ اصلی گواہوں کی عدالت بیان نہ کریں تو قاضی ان کی عدالت تحقیق کرلیوے۔

فائدہ:۔ یعنی قاضی اصلی گواہوں کا حال دریافت کرے تو اگر ان کی عدالت ثابت ہووے تب فرعی گواہوں کی شہادت قبول کرے ورنہ نہیں یہ مذہب امام ابو یوسفؒ کا ہے اور امام محمدؒ کا اس میں خلاف ہے جو مذکور ہے اصل میں مع دلیل دونوں کے اور ابو یوسفؒ کا مذہب صحیح ہے۔

(۴۴) وان انكرالاصل شهادته بطلت شهادته فرعه ولو شهد ان اثنين علے عزة بنت عزالمضرى وقالااخبرانا بمعرفتها و جاء المدعے بامرأة لم يدرياانها هى ام لاقيل له هات شاهدين انها عزة اعلم ان الغرض من هذه المسألة انه لايشترط ان يعرف الفرع المشهود عليه بل يقال للمدعے هات شهادين يشهدان ان الذى احضرته هوالمشهود عليه وليس الغرض انه اذا شهداعلے فلانة بنت فلان المرضى يكون النسبة تامةً و يكون الشهادة مقبولة لانه اذالم يذكر الجد فلابدان ينسب الے السكة الصغيرةاوالى الفخذ اے الى القبيلة الخاصة ليتم النسبة ويقبل الشهادة عند ابى حنيفةؒ و محمدؒ خلافالابى يوسف رحمه الله تعالىٰ فان ذكر الجدلايشترط عنده فلايشترط مايقوم مقامه من ذكرالسكة او الفخذ وكذاالكتاب الحكمى اى اذا جاء كتاب القاضے الى القاضے ولايعرف الشهود المشهود عليه قيل للمدعى هات شاهدين ان هذا هوالمشهود عليه فان قالا فيها المضرية لم يجزحتے ينسباها الى فخذها اى قالافى الشهادة علے الشهادة والكتاب الحكمے المضرية لم يجزلان هذه النسبة عامة ثم اعلم ان هذا فى العرب اما فى العجم فلايشترط ذكر الفخذلانهم ضيعواانسابهم بل ذكر الصناعة يقوم مقام ذكر الجد ومن اقرانه شهد زوراشهر ولم يعزر فان شريحاؓ كان يشهرولايعزرفيبعثه الى سوقه ان كان سوقيا والى قومه ان لم يكن

سوقيا عنداجتماعهم فيقول انا اخذناه شاهد زورفا حذروه و حذروه الناس وقالايوجعه ضربا ويحبسه وهو قول الشافعیؒ فان عمرؓ ضرب شهاد الزوراربعين سوطا و سخم وجهه و قد قيل انما وضع المسألة فی الاقرار لان شهادة الزورلاتعلم الا بالاقرار ولاتعلم بالبينة اقول قديعلم بدون الاقرار كما اذاشهد بموت زيد او بانّ فلانا قتله ثم ظهر زيد حيا و كذا اذا شهد برؤية الهلال فمضے ثلثون يوماً و ليس بالسماء علة و لم يروا الهلال و مثل هذاكثير

(۴۴) فرعی شہادت باطل ہونیکی صورتیں

باطل ہو جاتی ہے شہادت فرعی گواہوں کی اگر اصل گواہوں نے شہادت سے انکار کیا۔

فائدہ:۔ چنانچہ اصول نے یوں کہا کہ ہم گواہ نہیں اس مقدمے کے یا ہم نے ان کو گواہ نہیں کیا یا ہم نے گواہ کیا لیکن غلط کیا ہم نے یا اصلی گواہ مجنون یا گونگے یا اندھے ہو گئے یا انہوں نے منع کر دیا فرعی گواہوں کو گواہی سے اور اگر اصلی گواہ وقت استفسار کے چپ ہو رہے یعنی نہ انکار کیا نہ اقرار تو شہادت فروع کی قبول کی جاوے گی درمختار زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہم کو بکر اور خالد نے گواہ کیا تھا اس بات پر کہ مسماۃ عزہ بنت عز قبیلہ مضر کی نے اقرار کیا تھا ہزار روپیہ کا واسطے فلاں کے اور بکر اور خالد نے کہا تھا کہ ہم اس عورت کو پہچانتے ہیں بعد اس کے مدعی ایک عورت کو لایا اور اس نے کہا کہ یہ وہی عورت ہے جس پر گواہی دی زید اور عمرو نے اس پر زید اور عمرو نے یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے اس بات کو کہ یہ وہی عورت ہے یا اور کوئی تو مدعی کو حکم ہوگا کہ تو اس بات کے دو گواہ لا کہ یہ عورت وہی فلانی عورت ہے جس کا نام ونسب زید اور عمرو نے بیان کیا ہے۔

فائدہ:۔ اور اصل کتاب میں اس مسئلہ میں تفصیل کی ہے۔ اسی طرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کے پاس جاوے اور خط لے جانے والے گواہ مدعیٰ علیہ کو پہچانتے نہ ہوں تو قاضی مکتوب الیہ مدعی سے کہے کہ لا دو گواہ اس امر پر کہ یہ شخص جس کو تو لایا ہے وہی مدعیٰ علیہ ہے جس کو قاضی کاتب نے لکھا ہے اگر ان دونوں صورتوں میں گواہوں نے مدعیٰ علیہ کی نسبت طرف مضر کے کر دی تو یہ جائز نہ ہوگا جب تک کہ اس کی نسبت خاص قریب دادا کی طرف بیان نہ کریں یہ امر عرب میں ہے اور لیکن عجم میں تو ان لوگوں نے اپنے انساب ضائع کر دیئے تو فقط ذکر پیشے کا قائم مقام ہے ان کے دادا کے ذکر کرنے کے۔

فائدہ:۔ عجم کہتے ہیں ماسوائے عرب اور لوگوں کو

☆ جس شاہد نے اقرار کیا کہ میں نے شہادت دروغ دی تو اس کی تشہیر کر دی جاوے گی اور نہیں تعزیر دیا جاوے گا ساتھ ضرب اور حبس کے اس واسطے کہ شریحؒ

فائدہ:۔ قاضی کوفہ کے تھے مقرر کیا ان کو عمر بن خطابؓ نے۔

☆ جھوٹے گواہ کو تشہیر کرتے تھے اور تعزیر نہیں دیتے تھے۔

فائدہ:۔ روایت کیا اس کو محمد بن الحسنؒ نے کتاب الآثار میں۔

☆ تو اگر وہ گواہ بازاری ہوتا تھا تو اس کو اس کے بازار میں روانہ کرتے تھے ورنہ اس کی قوم کی طرف جس وقت وہ لوگ جمع ہوتے تھے اور کہلا بھیجتے تھے کہ شریحؒ نے تم کو سلام کہا ہے اور کہا ہے کہ اس گواہ کو ہم نے شاہد زور پایا تو پرہیز کرو اس سے اور آگاہ کر دو لوگوں کو اس کے حال سے کہ پرہیز کریں اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو سزائے ضرب اور حبس ہوگی۔

فائدہ:۔ اور تقدیر اس کی رائے قاضی کی طرف مفوض ہے ہدایہ۔

☆ اور یہی قول شافعیؒ کا ہے بدلیل اس بات کے کہ حضرت عمرؓ نے مارے شاہد زور کو چالیس کوڑے اور سیاہ کیا منہ اسکا۔

فائدہ:۔ روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں

ابن الہمامؒ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے۔

☆ بعضوں نے کہا ہے کہ مصنفؒ نے مسئلہ شہادت زور کو خاص کیا ساتھ اقرار شاہد کے اس واسطے کہ شہادت زور گواہوں سے نہیں ثابت ہوسکتی ہے۔ بدوں اقرار کے۔

فائدہ:۔ کیونکہ گواہوں سے اگر ثابت ہو تو لازم آوے قبول شہادت نفی پر اور وہ معتبر نہیں۔

☆ میں کہتا ہوں کہ کبھی جھوٹا ہونا گواہ کا معلوم ہو جاتا ہے بغیر اقرار کے جیسا کہ ایک شخص نے گواہی دی زید کے موت کی یا اس امر کی کہ فلانے نے قتل کیا اس کو پھر زید زندہ نکلا یا کسی شخص نے گواہی دی چاند دیکھنے کی پھر تیس دن پورے گزرے اور آسمان میں کوئی آفت ابر وغیرہ کی نہ تھی اور چاند نظر نہ آیا اور مثل اس کے بہت سی صورتیں ہیں۔

فصل (۱) لارجوع عنها الا عند قاض (۲) فان رجعا عنها قبل الحکم بها سقطت ولم یضمناه (۳) وبعده لم یفسخ ای ان رجعاعن الشهادة بعد حکم القاضی لم یفسخ الحکم و ضمنا ماأتلفاه بهااذاقبض مدعاه دیناً کان او عیناً حتی اذاقضی القاضی ولم یقبض المدعی مدعاه لایجب الضمان بل یتوقف الضمان علی القبض فلما قبض یضمن الشهود و عند الشافعیؒ لاضمان علی الشهود اذا رجعوااذلااعتبار للتسبیب عند وجود المباشرة وهو حکم القاضی قلنا اذا تعذر تضمین المباشر وهو القاضی لانه ملجأفی القضاء یعتبرالتسبیب (۴) فان رجع احدهما ضمن نصفا والعبرة للباقی لاللراجع فان رجع احد ثلثة شهدوالم یضمن لبقاء نصاب الشهادة وان رجع اخر ضمنا نصفا لان نصف نصاب الشهادة باق وان رجعت امرأة من رجل وامرأتین ضمنت ربعا و ان رجعتا ضمنتا نصفا و ان رجعت ثمان من رجل وعشر نسوة فلا غرم و ان رجعت اخری ضمنت التسع ربعا نبقاء ثلثة ارباع النصاب وان رجع الکل فعلی الرجل سدس عندابی حنیفة و نصف عندهما و ما بقی علیهن علی القولین لهما ان للرجل الواحد نصف النصاب فالنساء ان کثرن یقمن مقام رجل واحد ولابی حنیفة ان کل امرأتین مع الرجل تقوم مقام رجل واحد وان رجعن فقط فنصف اجماعا لبقاء نصف النصاب وهوالرجل وغرم رجلان شهدامع امرأة ثم رجعوالاهی لانه لم یثبت بشهادة المرأة الواحدة شئ

فصل گواہی سے رجوع کرنے کے بیان میں

(۱) دونوں گواہی کا پھر جانا

دونوں گواہ اگر پھر جاویں اپنی گواہی سے قاضی کے روبرو تو البتہ اس کا اعتبار ہوگا۔

فائدہ:۔ اگرچہ وہ قاضی دوسرا ہو یعنی وہ قاضی نہ ہو جس کے پاس پہلے گواہی دی تھی سو اگر رجوع کرے گا غیر قاضی کے سامنے تو اس کا اعتبار نہیں اسی واسطے اگر مشہود علیہ نے دعویٰ کیا رجوع شاہدوں کا غیر مجلس قضا میں تو یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا بوجہ فاسد ہونے دعویٰ کے البتہ اگر مشہود علیہ گواہ قائم کرے اس بات پر کہ شاہدوں نے اقرار رجوع کا کیا تھا نزدیک غیر قاضی کے تو مقبول ہوگا درمختار۔

(۲) حکم سے پہلے گواہوں کا پھر جانا

تو اگر قبل حکم کے پھرے۔

فائدہ:۔ یعنی ابھی تک قاضی نے ان کی شہادت سے حکم

نہیں کیا تھا کہ وہ اپنی گواہی سے پھر گئے۔

☆ تو ساقط ہوجاویگی شہادت اور کچھ تاوان نہ ہوگا ان پر۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ وہ قبل حکم کے پھر گئے تو ان کی شہادت سے کوئی چیز تلف نہیں ہوئی نہ مدعی کی نہ مدعیٰ علیہ کی ہدایہ۔

(۳) قاضی کے حکم کے بعد پھر جانا

اور اگر بعد حکم قاضی کے پھرے تو حکم فسخ نہ کیا جاوے گا بلکہ دونوں شاہدوں کو تاوان دینا پڑے گا اس چیز کا جو ان کی گواہی سے تلف ہوئی اگر مدعی وہ شے مدعیٰ علیہ سے لے چکا ہے اور جو ابھی تک وہ شے مدعی نے مدعیٰ علیہ سے نہیں لی ہے تو تاوان واجب نہ ہوگا بلکہ موقوف رہے گا تاوان قبض مدعی پر برابر ہے کہ وہ شے مدعی دین ہو یا عین اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان نہ ہوگا شاہدوں پر۔

فائدہ:۔ اور دلیل ہماری اور ان کی اصل میں مذکور ہے درمختار میں ہے کہ مذہب مفتیٰ بہ یہ ہے کہ بعد حکم کے اگر شاہد رجوع کرے گا تو مطلقاً تاوان اس سے لیا جاوے گا خواہ مدعی نے وہ شے مدعی مدعیٰ علیہ سے لی ہو یا نہ لی ہو اس واسطے کہ جب حکم فسخ نہیں ہوسکتا تو خواہ مخواہ مدعی اس حکم کی تعمیل کرے گا اور مدعیٰ علیہ کو وہ شے ادا کرنی پڑے گی تو مدعیٰ علیہ اپنا نقصان شاہدوں سے بھر لے گا۔

(۴) کچھ گواہوں کا منحرف ہوجانا

اگر ایک گواہ پھر گیا اور ایک باقی رہا تو نصف مال کا ضامن ہوگا اور قاعدہ اس کا یہ ہے کہ باقی گواہوں کا شمار ہوتا ہے نہ پھرنے والوں کا مثلاً تین گواہوں نے گواہی دی اب ایک پھر گیا تو وہ ضامن نہ ہوگا اس واسطے کہ بقدر نصاب شہادت ابھی باقی ہے اب البتہ اگر ایک اور پھر جاوے گا تو دونوں پر نصف مال کا تاوان لازم ہوگا اس واسطے کہ نصف نصاب باقی ہے۔ اور اگر ایک مرد دو عورتوں نے گواہی دی بعد اس کے ایک عورت پھر گئی تو چوتھائی مال کا ضمان اس پر لازم ہوگا اور اگر دونوں عورتیں پھر گئیں تو نصف مال کا ضمان دیں گی اور اگر ایک مرد اور دس عورتوں نے گواہی دی بعد اس کے آٹھ عورتیں پھر گئیں تو ان پر ابھی ضمان کچھ نہ آوے گا اس واسطے کہ بقدر نصاب باقی ہیں البتہ اب اگر ایک عورت اور پھر جاوے گی تو ان نو عورتوں پر چوتھائی مال کا ضمان آوے گا اس واسطے کہ تین ربع نصاب کے باقی ہیں کیونکہ ایک عورت کا پاؤ نصاب اور مرد کا آدھا باقی ہے تو سب ملا کر تین ربع ہوئے اور اگر صورت مذکورہ میں سب پھر جاویں یعنی ایک مرد بھی اور دسوں عورتیں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چھٹا حصہ مال کا مرد پر ہے اور باقی دس عورتوں پر اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف مرد پر اور نصف دسوں عورتوں پر۔

فائدہ:۔ صاحبینؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرد نصف نصاب شہادت ہے اور عورتیں اگرچہ کثیر ہیں لیکن سب ملا کر قائم مقام ایک مرد کے ہوں گی اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ دس عورتیں قائم مقام پانچ مردوں کے ہیں اور ایک مرد ملا کر گویا چھ مردوں کی گواہی ہوئی اور اس میں یہی حکم ہوگا کہ ہر مرد پر چھٹا حصہ مال کا لازم آوے گا ایسا ہی اس صورت میں اسی طرح ہے اصل اور ہدایہ میں۔

☆ اور اگر صورت مذکورہ میں دسوں عورتیں پھر جاویں اور تنہا مرد باقی رہ جاوے تو نصف مال کی ضامن ہوں گی اس واسطے کہ نصف نصاب باقی ہے بلا اجماع یعنی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے اور اگر دو مردوں اور ایک عورت نے گواہی دی ایک مقدمے میں بعد اس کے دونوں مرد پھر گئے اور عورت نہ پھری تو کل مال کا تاوان دونوں مردوں پر لازم آوے گا اس واسطے کہ ایک عورت باقی رہی اور اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ایک عورت پورا گواہ نہیں ہوسکتی بلکہ ایک ٹکڑا ہے شاہد کا تو نہ حکم مضاف ہوگا اس کی طرف ہدایہ۔

(۵) ولايضمن الراجع فی نكاح بمهرمسمے شهداعليها او عليه الامازادعلے مهر مثلها ای ان شهدا بالنكاح بمهر مسمے مساولمهر المثل ثم رجع فلا ضمان سواء شهدا علے المرأة اوعلے الرجل لانهما لم يتلفا شيًا وكذا ان كان المسمى اقل من مهر المثل لان منافع البضع غير معقومة عند الاتلاف اما اذاكان المسمى اكثر من مهر المثل ضمنا مازادعلى مهر المثل (٦) وفی بيع الامانقص عن قيمة مبيعه ای لا يضمن الراجع فی بيع الامانقص عن قيمة المبيع صورة المسألة اذا ادعی المشتری انه اشتری العبد بالف وهو يساوی الفين فشهد شاهدان ثم رجعا ضمنا الالف وانما قلنا ادعی المشتری حتے ان ادعی البائع الثمن لم يضمنا لان البائع رضے بالنقصان وان كان الثمن مساوياللقيمة فلا ضمان لعدم الاتلاف وان كان الثمن اكثر فان كان الدعوی من المشتری فلاضمان لان المشتری رضے بالزيادة علے القيمة وان كان الدعوی من البائع ضمنا للمشتری مازادعلے القيمة و هذه المسألة غير مذكورة فی المتن لان وضع المسألة فی المتن فيما اذاكان الدعوی من المشتری فان عبارة الهداية هكذا وان شهدا ببيع فان هذا الكلام انما يقال اذا ادعی المشتری ان البائع باع فانكرالبائع البيع فشهدالشهود علے البيع و ان كان الدعوی من البائع فالبائع يدعی ان المشتری اشترے منی هذا العبد بكذااو عليه الثمن فانكرالمشتری شراء ہ فشهد الشهود انه اشترے العبد بكذا و عليه الثمن فالعبارة الصحيحة ان يقال شهدا علی الشراء فعلم ان صورة مسألة الهداية فی دعوی المشتری و هذا رقيق تفردبه خاطرے

(۵) مقدارمہر کی گواہی سے انحراف

اگر دوشاہدوں نے گواہی دی نکاح پرعوض میں اتنے مہر کے کہ وہ مہرمثل اس عورت سے مقدار میں کم ہے یا برابر بعد اسکے رجوع کیا تو ضامن نہ ہونگے برابر ہے کہ مدعی عورت ہو یا شوہر البتہ اگر گواہی دی نکاح کی اس مقدارمہر پر جومہرمثل سے اس عورت کے زیادہ ہے بعد اسکے رجوع کیا تو اگر مدعیٰ علیہ شوہر ہوگا اور گواہوں نے زوجہ کی طرف سے گواہی دی تھی تو جس قدر مہر مسمی زیادہ ہے مہرمثل سے اتنا شہود سے زوج بھرلے گا اور اگر مدعیٰ زوج ہے اور اسی کیطرف سے گواہی دی تھی تو شہود پر کچھ ضمان نہیں۔

فائدہ:۔ حاصل یہ ہے کہ یہاں چھ صورتیں ہیں اس طرح پر کہ مہر مسمیٰ یا مہرمثل سے کم ہوگا یا برابر یا زیادہ اور ہر صورت میں یا شہادت زوج کی طرف سے ہوگی یا زوجہ کی طرف سے تو ضمان صرف ایک صورت میں ہے وہ یہ کہ زوجہ مدعیہ ہو اور مہر مسمی یعنی جس کو شہود نے بیان کیا ہے مہرمثل سے زیادہ ہووے تو بقدر زیادت شہود سے ضمان لے کر زوج کو دلایا جاوے گا اور باقی پانچ صورتوں میں گواہوں پر کچھ تاوان نہیں۔

(٦) شہادت بیع سے رجوع

اور اگر دو گواہوں نے شہادت دی بیع کی اور مدعی مشتری ہے بعد اس کے رجوع کیا تو ثمن مسمی یا قیمت سے زیادہ ہے یا برابر ہے یا کم ہے تو اول دونوں صورتوں میں تاوان نہیں اور تیسری صورت میں جس قدر بائع کا نقصان ہوا ہے قیمت سے اتنا گواہوں سے تاوان دلایا جاوے گا اور اگر بائع مدعی ہے تو اول صورت میں مشتری کو جتنا قیمت سے زیادہ دینا پڑا ہے اس کا تاوان گواہوں سے لے لیوے گا اور دوسری اور تیسری صورت میں کچھ ضمان لازم نہ آویگا۔

(۷) وفی طلاق الانصف مهر ها قبل الوطی ای اذا شهدا بالطلاق قبل الوطی ثم رجعا ضمنا نصف المهر اما بعد الدخول فلا لان المهر تاکد بالدخول فلا اتلاف (۸) وضمن فی العتق القیمة (۹) و فی القصاص الدیة فحسب اے اذاشهدا ان زید اقتل عمروا فاقتص زید ثم رجع یجب الدیة عندنا و عند الشافعی رحمه الله تعالیٰ یقتص وضمن الفرع بالرجوع لااصله بقوله ما اشهدته علی شهادتی واشهدته و غلطت قوله لاصله مسألة مبتدأه لا تعلق لها برجوع الفرع فاذاقال الاصل ما اشهدت الفرع علی شهادتی لا یلتفت الی قوله ولا یضمن وان قال اشهدته و غلطت فلا ضمان عند ابی حنیفةؒ و ابی یوسفؒ و یضمن عند محمدؒ ولو رجع الاصل والفرع غرم الفرع فقط هذا عند ابی حنیفةؒ و ابی یوسفؒ لان القضاء وقع بشهادة الفرع فهی علة قریبة فیضاف الحکم الیهاوعند محمد رحمه الله تعالیٰ ان شاء ضمن الاصل و ان شاء ضمن الفرع وقول الفرع کذب اصلی او غلط فیها لیس بشیء لان کذب الاصل لا یثبت بقول الفرع والفرع لم یرجع عن شهادته فلا یلتفت الی قوله وضمن المزکی بالرجوع عن التزکیة هذا عند ابی حنیفةؒ خلافالهما لان التزکیة جعلت الشهادة شهادة (۱۰) لا شاهدا لاحصان ای اذا شهد و اعلی الزنا و شهد الشهود علی احصان الزانی فرجم ثم رجع شهودا لاحصان لم یضمنوالان الاحصان شرط محض لایضاف الحکم الیه بخلاف التزکیة وهماقاساالمزکی علی شاهدا لاحصان کما ضمن شاهد الیمین (۱۱) لا الشرط اذارجعوا ای اذاشهد شاهدان انه علق عتق عبده بشرط و شهد اخران علی وجود الشرط فحکم بالعتق ثم رجع الکل ضمن شاهد الیمین لانهما صاحب العلة.

(۷) طلاق سے قبل دخول کی گواہی سے رجوع

اگر دوشاہدوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنی عورت کوطلاق دی ہے قبل دخول کے اور خاوند پر ادائے نصف مہر کا حکم ہوا بعد اس کے ان دو گواہوں نے اپنی گواہی سے رجوع کیا تو نصف مہر کا تاوان ان سے لیا جاوے گا اور اگر بعد دخول کے گواہوں نے گواہی دی طلاق کے بعد اس کے رجوع کیا تو ان پر کچھ ضمان مہر لازم نہ آوے گا اس واسطے کہ مہر یہاں واجب ہو چکا ہے۔شوہر کے ذمہ پر دخول سے اور گواہوں نے زوج کا کچھ تلف نہیں کیا۔(مگر منافع وطی اور وہ غیر متقوم ہیں شرع میں)

(۸) آزادیٔ غلام کی گواہی سے رجوع

اور اگر گواہوں نے گواہی دی کہ اس شخص نے اپنے غلام کو آزاد کر دیا ہے بعد اس کے رجوع کیا تو ضامن ہوں گے گواہ اس غلام کی قیمت کے۔

فائدہ:۔اور ولا اس غلام کی مولیٰ ہی کو ملے گی نہ شاہدین کو۔

(۹) گواہی قتل سے رجوع

اگر گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کر ڈالا اور زید سے قصاص لیا گیا بعد اس کے رجوع کیا گواہوں نے تو دیت زید کی لازم آوے گی گواہوں پر اور امام شافعیؒ کے نزدیک وہ گواہ قتل کئے جاویں گے زید کے قصاص میں (دلیل ہماری اور

شافعیؒ کی ہدایہ میں مسطور ہے) اگر بعد حکم کے فرعی گواہوں نے رجوع کیا تو ان پر ضمان لازم آوے گا اور اگر اصلی گواہوں نے رجوع کیا اور کہا کہ ہم نے فرعی گواہوں کو گواہ نہیں بنایا تھا یا گواہ بنایا تھا لیکن غلطی کی ہے تو ان پر ضمان نہ ہوگا نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک ضمان ہوگا اور اگر فرعی اور اصلی گواہوں نے سب نے رجوع کیا بعد حکم کے تو ضمان صرف فرعی گواہوں پر ہوگا اور امام محمدؒ کے نزدیک مشہود علیہ کو اختیار ہے خواہ تاوان اپنے نقصان کا اصلی گواہوں سے لیوے یا فرعی گواہوں سے اور اگر فرعی گواہوں نے بعد حکم کے کہا کہ اصلی گواہ جھوٹ بولے تھے یا انہوں نے غلطی کی تھی اس شہادت میں تو اس قول کی طرف التفات نہ ہوگا مزکی یعنی جو قاضی کو عدالت گواہوں کی بتاتا ہے اگر اس نے بعد حکم کے رجوع کیا تزکیہ سے تو ضامن ہوگا نزدیک امام صاحبؒ کے اس لئے کہ تزکیہ کے سبب سے شہادت شہادت ٹھہری اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا۔ (لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے تزکیہ خطا سے کیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی ضامن نہ ہوگا)

(۱۰) احصان کے گواہوں کا رجوع کرنا

اگر چار گواہوں نے شہادت دی ایک شخص پر زنا کی اور دو آدمیوں نے اسکے محصن ہونے پر پھر وہ رجم کیا گیا بعد اسکے احصان کے گواہوں نے رجوع کیا تو وہ ضمان دیت نہ دینگے۔ (البتہ اگر زنا کے گواہ رجوع کریں گے تو ضامن ہوں گے دیت کے)

(۱۱) غلام کی مشروط آزادی کے گواہوں کا رجوع

اگر دو گواہوں نے گواہی دی اس بات کی کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلاں امر پر معلق کیا تھا اور دو اور گواہوں نے یہ گواہی دی کہ وہ فلاں امر پایا گیا اور قاضی نے حکم کر دیا اس غلام کی آزادی کا بعد اس کے سب گواہوں نے رجوع کیا تو تاوان ان دونوں گواہوں پر لازم آوے گا جنہوں نے یہ بیان کیا تھا کہ زید نے اپنے غلام کی آزادی کو فلاں امر پر معلق کیا تھا۔ (اور جو فقط پچھلے گواہوں نے رجوع کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔

کتاب التوکیل

(۱) جاز التوکیل (۲) و هو تفویض التصرف الی غیره و شرطه ان یملکه الموکل الضمیر المنصوب یرجع الی التصرف والظاهران المراد مطلق التصرف فان عبارة الهدایة هکذا و من شرط الوکالة ان یکون الموکل ممن یملک التصرف بان یکون حراً عاقلاً بالغاً او ماذوناً و ان ارید بالتصرف التصرف الذی وکل به لامطلق التصرف یکون قولهما لاقول ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ فان المسلم اذاوکل الذمی ببیع الخمر یجوز عنده ویعقله الوکیل و یقصده ای یعقل ان البیع سالب للملک والشراء جالب له و یعرف الغبن الیسیر من الفاحش و یقصد العقد حتے لو تصرف هازلالایقع عن الامر فصح توکیل الحرالبالغ والماذون مثلهما ولوقال کلاً منهما لکان اشمل لتناوله توکیل الحرالبالغ مثله والماذون و توکیل الماذون مثله والحر البالغ والمراد بالماذون الصبی العاقل الذی اذنه الولی والعبد الذی اذنه المولی وصبیاً یعقل و عبدالمحجورین و یرجع حقوق العقد الی مؤکلهما دونهما ای اذاوکل الحرالبالغ او لماذون صبیاً محجورا او عبدالمحجوراً یرجع حقوق العقد الی موکلهما ولا یرجع الیهما

کتاب الوکالۃ

وکالت کا جواز

(۱) جائز ہے وکیل کر دینا۔

فائدہ:۔ جواز وکالت کا ثابت ہے کلام اللہ اور حدیث سے لیکن کلام اللہ سو فرمایا اللہ تعالیٰ نے فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ یعنی بھیجو ایک کو تم میں سے یہ چاندی دے کر طرف شہر کے الخ اور نقل کیا اس قصے کو اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف سے بلا انکار کے اور نہیں ظاہر ہوا نسخ اس کا تو حجت ہوگا اور لیکن احادیث تو متعدد ہیں از انجملہ یہ ہے کہ روایت کی ترمذیؒ اور ابوداوٗدؒ نے حکیم بن حزامؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ان کو ایک دینار تا کہ خرید لاویں واسطے حضرتؐ کے قربانی تو حکیمؓ نے اس دینار کے بدلے میں ایک بھیڑ خریدی اور بیچا اس کو بدلے میں دو دینار کے پھر ایک دینار کے عوض میں قربانی خریدی اور لائے قربانی اور ایک دینار بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تو دعا کی آپؐ نے کہ برکت ہو تجارت میں ان کی اور روایت کی مانند اس کے بخاریؒ نے عروۃ بن ابی الجعد بارقیؓ سے آزانجملہ وہ ہے کہ روایت کی ابوداوٗدؒ نے جابرؓ سے کہا کہ ارادہ کیا میں نے روانگی کا طرف خیبر کے تو آیا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اور سلام کر کے کہا میں نے کہ میں ارادہ رکھتا ہوں خیبر کو جانے کا تو فرمایا آپؐ نے جب ملے تو ہمارے وکیل سے تو لے لیجیو اس سے پندرہ وسق کھجور کے تو اگر نشانی مانگے تجھ سے تو رکھ لینا تو ہاتھ اپنا اوپر گلے کے اور از انجملہ یہ ہے کہ روایت کی مسلمؒ نے جابرؓ سے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تریسٹھ جانوروں کی قربانی کی اور حکم فرمایا علیؓ مرتضی کو کہ باقی تم ذبح کرو از انجملہ یہ ہے کہ وکیل کیا حضرتؐ نے عمر بن ام سلمہؓ کو واسطے نکاح اپنے کے ام سلمہؓ ان کی ماں سے روایت کیا اس کو نسائیؒ نے سنن میں۔

(۲) توکیل کا معنی اور شرط

اور معنی توکیل کے یہ ہیں کہ سپرد کر دینا تصرف کا غیر کو لیکن شرط اسکی یہ ہے کہ موکل خود تصرف کا مالک ہووے (یعنی حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہو لیکن امام صاحبؒ کے نزدیک یہ ضرور نہیں کہ موکل نے جس تصرف کا مختار وکیل کو کیا ہو اسی خاص تصرف کا موکل مالک ہو یہاں تک کہ مسلم کو وکیل کرنا ذمی کا واسطے بیع خمر کے درست ہے ان کے نزدیک نہ صاحبینؒ کے نزدیک کذا فی الاصل) اور وکیل اس معاملے کو سمجھتا ہووے اور اسکا قصد و ارادہ رکھتا ہووے (یعنی وکیل سمجھتا ہووے اس بات کو کہ بیع دور کرنے والی ہے ملک کو اور شراء کھینچنے والی ہے ملک کو اور غبن قلیل کو غبن فاحش سے ممتاز کرے اور قصد کرے عقد کا یعنی اگر ہنسی سے وہ عقد کرے گا تو موکل کی طرف سے نہ ہوگا کذا فی الاصل) تو صحیح ہے وکیل کرنا حر عاقل بالغ کا یا عبد ماذون یا صبی ماذون کا حر عاقل بالغ کو یا عبد ماذون کو یا صبی ماذون کو اور اگر وکیل کیا حر عاقل بالغ یا عبد ماذون یا صبی ماذون نے ایک صبی عاقل کو جو غیر ماذون ہے یا ایک عبد غیر ماذون کو تو جائز ہوگا لیکن ان دونوں سے حقوق عقد متعلق نہ ہوں گے بلکہ ان کے موکل سے متعلق ہو جاویں گے۔

فائدہ:۔ تو حاصل یہ ہے کہ ضرور ہے یہ بات کہ موکل یا حر عاقل بالغ ہو یا عبد ماذون یا صبی ماذون ہووے تو اگر مجنون یا صبی غیر عاقل ہے تو اس کی توکیل مطلقاً صحیح نہیں اور اگر صبی عاقل ہے لیکن غیر ماذون ہے تو اس کی توکیل تصرفات نافعہ محصنہ میں جیسے قبول ہبہ قبول صدقہ وغیرہ میں درست ہے اور تصرفات ضارہ محصنہ میں یعنی جن میں نرا ضرر ہے جیسے طلاق عتاق ہبہ صدقہ بالکل جائز نہیں اور جو تصرفات دائرہ ہیں نفع و ضرر میں جیسے بیع و شراء و اجارہ ان میں اجازت ولی پر موقوف

ہے اسی طرح صحیح نہیں ہے توکیل عبد غیر ماذون کی اور مرتد کی توکیل موقوف ہے اگر اسلام لایا تو نافذ ہوگی اور اگر قتل کیا گیا یا دارالحرب میں جا کر مل گیا تو باطل ہوگی اور وکیل ضرور ہے کہ یا حر عاقل بالغ ہووے یا عبد ماذون یا صبی ماذون یا عبد مجور یا صبی مجور بشرطیکہ عاقل ہوں لیکن عبد مجور اور صبی مجور نے اگر تصرف کیا موکل کی طرف سے تو حقوق عقد جیسے مطالبہ ثمن رد بالعیب وغیرہ رجوع کریں گے اصل موکل کی طرف یعنی وکیل سے ان حقوق کی بابت مواخذہ نہ ہوگا بخلاف اور قسم کے وکیلوں کے کہ ان میں حقوق عقد متعلق ہوتے ہیں اصل عاقد سے جو خود وکیل ہے درمختار مع زیادۃ من شرحہ وحواشیہ۔

(۳) بكل مايعقده بنفسه يتعلق بقوله فصح توكيل الحرالى آخره وبالخصومة فى كل حق ولايلزم بلارضى خصمه (۴) قال بعض المشائخ ان التوكيل بالخصومة بلارضى الخصم باطل عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ صحيح عندهما وقال البعض الاختلاف فى اللزوم لا فى الصحة و فى الهداية اختارهذا (۵) الالمؤكل مريض لايمكنه حضور مجلس الحاكم او غائب مسيرة سفر و مريد للسفر وهو ان يكون مشتغلا باعدادعدة السفرا ومخدرة لا تعتاد الخروج (۶) وبايفائه واستيفائه الافى استيفاء حدوقودبغيبة مؤكله اى صح التوكيل باعطاء كل حق و كذا بقبض كل حق الاانه لا يصح فى استيفاء حدوقود بغيبة الموكل لشبهة العفوفى القصاص و شبهة ان يصدق القاذف فى حد القذف و شبهة ان يدعى المال ولايدعى السرقة

(۳) وہ معاملات جن میں توکیل ہو سکتی ہے

جتنے معاملات موکل خود کر سکتا ہے ان میں دوسرے کو وکیل بھی کر سکتا ہے اور بھی جائز ہے وکیل کرنا سوال وجواب کے لئے مقدمات میں یعنی مدعی کو درست ہے کہ خصومت اور استغاثہ کے لئے نزدیک حاکم کے جس کو چاہے وکیل کر دیوے اسی طرح مدعیٰ علیہ کو بھی درست ہے کہ جواب دہی کے لئے جس کو چاہے وکیل کرے۔

(۴) خصومت کیلئے توکیل میں خصم کی رضامندی

لیکن بعض مشائخ کہتے ہیں کہ وکیل کرنا خصومت کے لئے بغیر رضامندی طرف ثانی کے باطل ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صحیح ہے صاحبین کے نزدیک اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اختلاف صحت میں نہیں ہے یعنی صحیح سب کے نزدیک ہے بلکہ اختلاف لزوم وکالت میں ہے۔ (یعنی صاحبینؒ کے نزدیک بغیر رضائے خصم کے وکالت ایک فریق کی لازم ہے کیا معنی کہ خصم کی نامنظوری سے وکالت رد نہیں ہو سکتی اور امام صاحبؒ کے نزدیک خصم کی نامنظوری سے رد ہو جاوے گی) اور ہدایہ میں اسی کو اختیار کیا ہے۔

فائدہ:۔ میں کہتا ہوں کہ اب قول مفتیٰ بہ یہ ہے کہ وکالت ہر فریق کی بغیر رضا دوسرے فریق کے درست ہے اور لازم ہے یعنی ہر ایک کو مدعیٰ علیہ اور مدعی میں سے پہنچتا ہے کہ جس کو چاہے وکیل کرے اگرچہ دوسرا فریق اس شخص کے وکیل کرنے پر راضی نہ ہووے اور یہی مذہب ہے صاحبینؒ اور ائمہ ثلثہؒ کا اور اختیار کیا ہے اس کو عتابی نے اور صحیح کہا اس کو نہایہ میں اور اسی پر فتویٰ دیا فقیہ ابواللیثؒ وغیرہ نے اور بعض فقہاءؒ نے اس کو مفوض کیا ہے طرف رائے حاکم کے درمختار وکالت بالخصومۃ کا جواز اثر

سے حضرت علی مرتضیٰؓ کے ثابت ہے روایت کیا بیہقیؒ نے کہ حضرت علیؓ وکیل کرتے تھے مقدمات میں عقیلؓ کو اور جب وہ بوڑھے ہوگئے تو وکیل کرتے تھے عبداللہ بن جعفر طیارؓ کو۔

(۵) وہ صورتیں جن میں خصم کی رضامندی ضروری نہیں

ہاں اگر موکل مریض ہوا ایسا کہ مجلس قاضی تک آنا اس کو ممکن نہ ہو یا مدت سفر کی راہ پر ہووے یا مشغول ہو واسطے تیاری سفر کے یا موکلہ عورت پردہ نشیں ہووے تو بغیر رضائے خصم کے توکیل لازم ہے اجماعاً۔

فائدہ:۔ اور مفتیٰ بہ یہ ہے کہ سب صورتوں میں درست اور لازم ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔

(۶) حد اور قصاص میں توکیل

وکیل کرنا درست ہے سب حقوق کے دینے اور لینے کے لئے مگر حدود اور قصاص کے لینے کے لئے وکیل کرنا درست نہیں جب موکل غائب ہو (اسی طرح دینے کے لئے کیونکہ حد اور قصاص وکیل پر قائم نہیں ہو سکتے تو ضرور ہے اصل مجرم کا حاضر ہونا) اس واسطے کہ احتمال ہے عفو کا قصاص میں (یعنی احتمال ہے کہ اگر موکل حاضر ہوتا وقت استیفائے قصاص کے تو شاید قاتل کا قتل ہونا دیکھ کر رحم کرتا اور عفو کرتا) اور شبہ ہے کہ قاذف کی تصدیق کرتا مقذوف حد قذف میں۔ (یعنی اگر موکل جو مقذوف ہے حاضر ہوتا وقت قائم ہونے حد کے قاذف پر تو اس کی تصدیق کر کے حد کو اس پر سے ساقط کرتا) یا مدعی مال کا دعویٰ کرتا اور سرقے کا دعویٰ نہ کرتا۔

فائدہ:۔ حد سرقہ میں اور جائز ہے توکیل واسطے استیفائے تعزیر کے مدعیٰ علیہ سے طحطاوی

(۷) وحقوق عقد يضيفه الوكيل الى نفسه اى لايحتاج فيه الى ذكر الموكل فان فى البيع والشراء عن المؤكل يكفى ان يقول الوكيل بعت او اشتريت كبيع و اجارة و صلح عن اقرار بتعلق به فيسلم المبيع اى فى الوكالة بالبيع ويقبضه اى فى الوكالة بالشراء وثمن مبيعه و يطالب بثمن مشتريه و يخاصم فى عيبه و شفعة مابيع وهو فى يده فان سلمه الىٰ أمره فلا يرد بالعيب الاباذنه و يرجع بثمن مشتريه مستحقا هذاكله عندنا و عندالشافعى رحمه يرجع الحقوق الى المؤكل لكن يجب ان يعلم ان الحقوق نوعان حق يكون للوكيل و حق يكون على الوكيل فالاول كقبض المبيع و مطالبة ثمن المشترى والمخاصمة فى العيب والرجوع بثمن المستحق ففى هذا النوع للوكيل ولاية هذه الامور لكن لايجب عليه فان امتنع لايجبره الموكل على هذه الافعال لانه متبرع فى العمل بل يوكل الموكل لهذه الافعال و سياتى فى كتاب المضاربة بعض هذا وهو قوله وكذا سائرالوكلاء و ان مات الوكيل فولاية هذه الافعال لورثته فان امتنعوا وكلوا موكل مورثهم و عندالشافعىؒ للموكل ولاية هذه الافعال بلاتوكيل من الوكيل اووارثه و فى النوع الأخر الوكيل مدعى عليه فللمدعى ان يجبرالوكيل على تسليم المبيع وتسليم الثمن واخواتهما

(۷) وکیل سے منسوب امور کے حقوق

جن عقدوں کو وکیل اپنی طرف نسبت کرتا ہے (یعنی اس میں موکل کے ذکر کی حاجت نہیں جیسے بیع اور شراء میں وکیل اتنا ہی کہتا ہے کہ میں نے بیچا یا میں نے خریدا کذا فی الاصل) جیسے بیع اجارہ صلح اقرار سے تو ان کے حقوق وکیل ہی سے متعلق ہوں

گےتو وکیل ہی تسلیم کرے گا مبیع کو طرف مشتری کے اگر بائع کا وکیل ہے یا قبضہ کریگا مبیع پر اگر مشتری کا وکیل ہے یا قبضہ کرے گا ثمن پر اول صورت میں اور ثمن اس سے مانگی جاوے گی دوسری صورت میں اور اس سے خصومت ہو گی بصورت عیب نکلنے کے مبیع میں اول صورت میں اور وہ خود خصومت کرے گا بائع سے بصورت عیب نکلنے کے دوسری صورت میں اور خصومت کیا جاوے گا شفعہ کی بابت اس چیز کے جو اس نے بیچی ہے جب تک وہ چیز اس کے قبضہ میں ہے اور جب موکل کو تسلیم کردے تو اب رد نہ کرے عیب کے سبب سے بے اس کے اذن کے اور اگر وکیل کی خریدی ہوئی چیز سوا بائع کے اور کسی کی نکلے تو وکیل ثمن موکل کو بائع سے پھیر سکتا ہے۔

فائدہ:۔ یہ ہمارا مذہب ہے اور نزدیک امام شافعی رحمۃ اللہ کے سب حقوق راجع ہوتے ہیں طرف موکل کے لیکن جاننا چاہئے کہ حقوق دو قسم کے ہیں ایک وہ حقوق جو وکیل کے لئے ثابت ہوتے ہیں دوسروں پر اور ایک وہ حقوق جو وکیل پر ثابت ہوتے ہیں دوسروں کے تو پہلی قسم کے حقوق جیسے قبضہ کرنا مبیع پر اور طلب کرنا ثمن کا مشتری سے اور خصومت کرنا عیب میں اور پھیر لینا ثمن کا درصورت استحقاق مبیع یعنی مبیع کسی اور کی نکلنے کی صورت میں تو اس قسم کے حقوق میں وکیل کو اختیار ہوتا ہے لیکن اس پر تعمیل ان کی واجب نہیں یہاں تک کہ اگر وہ باز رہے تو موکل ان افعال پر اس کو جبر نہیں کرسکتا اس واسطے کہ وہ متبرع ہے ان کاموں میں تو سپرد کرسکتا ہے موکل کو ان کاموں کے لئے اور قریب ہے کہ آوے گا کچھ بیان اس کا کتاب المضاربہ میں اور اگر وکیل مرجاوے تو اختیار ان حقوق کا اس کے ورثہ کو ہوگا تو اگر ورثہ نے یہ افعال نہ کئے تو وکیل کردیں گے اپنے مورث کے موکل کو اور امام شافعیؒ کے نزدیک موکل یہ کام کرسکتا ہے بغیر وکیل کے وکیل کئے ہوئے یا اس کے وارثوں کے وکیل کئے ہوئے یعنی گو کہ وکیل یا اس کے وارث پھر موکل کو وکیل نہ بناویں اپنی طرف سے واسطے تعمیل ان حقوق کے جب بھی موکل کرسکتا ہے اور دوسری قسم کے حقوق جیسے تسلیم کرنا مبیع کا طرف مشتری کے یا تسلیم کرنا ثمن کا طرف بائع کے ان میں وکیل مدعیٰ علیہ ہو جاتا ہے طرف ثانی کا تو مدعی کو پہنچتا ہے کہ ان کاموں کے لئے اس پر جبر کرے کذافی الاصل

(۸) و یثبت الملک للموکل ابتداءً فلا یعتق قریب و کیل شراہ ای اذااشتری الوکیل فالاصح ان یثبت الملک للموکل ابتداء و عند بعض المشائخ یثبت الملک اولاً للوکیل ثم ینتقل منہ الی موکلہ بسبب عقد یجری بینھما و ان لم یکن ملفوظابل مقتضے للتوکیل السابق فعلے التخریج الاول اذاوکل احدان یشتری قریبہ من مالکہ فاشتراہ لایعتق علے الوکیل لانہ لم یملکہ و علے التخریج الثانی لا یعتق ایضاً لانہ یثبت للوکیل ملک غیر متقرر فلا یعتق

(۸) وکیل کی خرید پر موکل کی ملک کا ثبوت

اور جب سے وکیل خریدتا ہے اسی وقت سے اسی شے میں ملک موکل کی ثابت ہوتی ہے تو وکیل نے اگر اپنے قریب محرم کو خریدا تو آزاد نہ ہوگا (اس واسطے کہ وکیل اس کا مالک نہیں ہوا) اور بعض مشائخ کے نزدیک ثابت ہوتی ہے ملک اولاً وکیل کے لئے پھر اس سے طرف موکل کے منتقل ہوتی ہے اس لئے کہ عقد ان ہی دونوں میں جاری ہوتا ہے لیکن اس طریقے پر بھی آزاد نہ ہوگا اس لئے کہ وکیل کے لئے ملک غیر متقرر ثابت ہوتی ہے پس آزاد نہ ہوگا۔

(۹) وحقوق عقد يضيفه الى موكله كنكاح و خلع و صلح عن انكاراودم عمد و عتق علےٰ مال و كتابة و هبة و تصدق و اعارة وايداع و رهن و اقراض تتعلق بالموكل لابه فلا يطالب وكيل الزوج بالمهرولاوكيل عرس بتسليمها ولابدل الخلع وللمشترى منع الثمن من موكل بايعه فاذا دفع اليه صح و لم يطالبه بايعه ثانيا اعلم ان فی بعض هذه الامثلة نظر افی انها يضاف الى الوكيل او الموكل اما البيع والاجارة فلاشک انهما مستغنيان عن ذكرالموكل فهما من القسم الاول والنكاح والخلع لايستغنيان عنه فهما من القسم الثانی و اماالصلح فلا فرق فيه بين ان يكون عن اقرار او انكار فی الاضافة فان زيدا اذا ادعی داراعلےٰ عمرو فوكل عمرو وكيلاً علےٰ ان يصالح بالمائة فيقول زيد صالحت عن دعوى الدارعلى عمرو بالمائة و يقبل الوكيل هذا الصلح يتم الصلح سواء كان عن اقرار او انكار لانه اذا كان عن اقرار يكون كالبيع فيرجع الحقوق الى الوكيل كما فی البيع فتسليم بدل الصلح علےٰ الوكيل واذاكان عن انكار فهو فداء يمين فی حق المدعیٰ عليه فالوكيل سفير محض فلا يرجع اليه الحقوق.

(۹) مؤکل کی طرف منسوب امور کے حقوق

اور جو عقود ایسے ہیں کہ وکیل ان کو اپنے موکل کی طرف نسبت کرتا ہے جیسے نکاح اور خلع اور صلح انکار سے۔

فائدہ:۔یعنی جب مدعیٰ علیہ منکر ہووے اور پہلے صلح وہ تھی کہ مدعیٰ علیہ اس میں مقر تھا تو وہ بمنزلہ بیع اور شراء کے تھی اسی سبب سے وکیل اس کو اپنی طرف نسبت کرسکتا تھا برخلاف اس کے۔

☆ اور قتل عمد سے اور عتق بمقابلہ مال اور کتابت اور ہبہ اور تصدق اور عاریت دینا اور امانت رکھنا اور گرو کرنا اور قرض دینا تو ان کے حقوق بھی متعلق ہوں گے موکل سے نہ وکیل سے تو وکیل شوہر سے مہر نہ طلب کیا جاوے گا اور نہ وکیل زوجہ کو تسلیم کرنا زوجہ کا لازم ہوگا اور نہ وکیل زوجہ کو بدل خلع دینا ہوگا اگر زید نے عمرو کے وکیل سے ایک چیز خریدی تو زید کو اختیار ہے کہ باوصف طلب کرنے عمرو کے قیمت عمرو کو نہ دیوے اور جو دے دے تو درست ہے پھر وکیل اس سے طلب نہ کرے۔(اس واسطے کہ حق حقدار کو پہنچ گیا)

باب الوكالة بالبيع والشراء

(۱) الامربشراء الطعام على البر فی دراهم كثيرة و علےٰ الخبز فی قليله و علےٰ الدقيق فی متوسطه و فی متخذالوليمة علےٰ الخبزبكل حال هذه الوكالة ينبغے ان تكون باطلة لان الطعام يقع علےٰ كل ما يطعم فيكون جهالة جنسه فاحشة لكن المتعارف فی قوله اشترلی طعاما ان يرادبه الحنطة او الدقيق اوالخبز (۲) ولايصح بشراء شئ فحش جهل جنسه كالرقيق والثوب والدابة وان بين ثمنه اعلم ان كل شيئين يتحدحقيقتهما و مقاصد هما فهما من جنس واحدوان اختلفت الحقيقة والمقاصد فهما من جنسين فان فحش جهالة الجنس بان قد ذكر جنساتحته اجناس كالرقيق فانه ينقسم الى ذكروانثےٰ و هما فی بنی اٰدم جنسان لاختلاف المقاصد ثم كل

منهما قد يقصد منه الجمال كما فی الترکی و قد يقصد منه الخدمة كما فی الهندے وکذا الثوب والدابة فلا يصح الوكالة بشراء هذه الاشياء و ان بين الثمن (٣) الا اذا ذكرنوع الدابة كالحمار والمراد بالنوع ههنا الجنس الاسفل فے اصطلاح الفقهاء اطلق عليه النوع لانه نوع بالنسبة الى الاعلے و يسمى فے المنطق نوعا اضافياً اوثمن الداراوالمحلة الدارمما فحش جهالة جنسه فلابدان يبين ثمنها و محلتها و صح بشراء شئ علم جنسه لاصفة كالشاة والبقر فانهما جنس واحد لا تحاد المقصود والمنفعة فلا احتياج الى بيان الصفة كالسمن والهزال

فائدہ (۱) وکیل یا موکل کی طرف نسبت والے امور کی پہچان

جاننا چاہئے کہ بعض مثالوں میں دیکھنا چاہئے کہ وہ منسوب ہوتی ہیں طرف وکیل کے یا موکل کے لیکن بیع اور اجارہ تو شک نہیں اس میں کہ وہ مستغنی ہیں موکل کے ذکر سے تو وہ بیشک قسم اول میں سے ہیں اسی طرح نکاح اور خلع موکل کے ذکر سے مستغنی نہیں تو وہ قسم ثانی میں سے ہیں لیکن صلح تو خواہ مدعیٰ علیہ کے اقرار کی حالت میں ہووے یا انکار کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے دونوں صورتوں اضافت میں یعنی دونوں قسمیں اس کی یکساں ہیں مثلاً زید نے جب دعویٰ کیا ایک گھر کا عمرو پر تو عمرو نے وکیل کیا ایک شخص کو اس بات کا کہ صلح کرلے زید سے بمقابلہ ایک سو روپیہ کے اور زید نے ان روپیوں پر صلح کی اور وکیل نے قبول کرلیا تو یہ صلح تمام ہو جاوے گی برابر ہے کہ عمرو استحقاق زید کا مقر ہو یا منکر اس واسطے کہ اگر عمرو مقر ہے تو یہ صلح مثل بیع کے ہے تو حقوق اس کے راجع ہوں گے طرف وکیل کے جیسے بیع میں تو بدل صلح کا تسلیم کرنا وکیل پر لازم آوے گا اور اگر عمرو منکر ہے تو وہ عوض ہے قسم کا حق میں مدعا علیہ کے یعنی مدعا علیہ نے سو روپیہ دے کر حلف سے اپنے تئیں چھڑایا تو وکیل سفیر محض ہے تو نہ راجع ہوں گے حقوق اس کی طرف واللہ اعلم کذا فی الاصل۔

فائدہ (۲): قرض کے لئے وکیل کرنا

وکیل کرنا قرض لینے کیلئے درست نہیں البتہ اگر کسی سے قرض مانگا پھر ایک شخص کو وکیل کیا اس کے قبضے کے لئے تو درست ہے۔

باب خرید و فروخت کیلئے وکیل کرنے کے بیان میں

(۱) طعام کے لئے توکیل

اگر ایک شخص نے حکم کیا دوسرے کو کہ کچھ دراہم دے کر طعام خرید لا تو اگر دراہم کثیر دیے ہیں (مثلاً دس درہم یا زیادہ) تو مراد طعام سے گیہوں ہوں گے (یہ مبنی ہے ہر ملک کے عرف پر تو عرب میں طعام کا عرف گیہوں پر ہوتا ہے تو وہی مراد ہوں گے) اور اگر دراہم قلیل دیئے ہیں (جیسے تین درہم یا کم)

☆ تو مراد اس سے روٹی ہوگی اور اگر دراہم بدرجہ متوسط دیے ہیں یعنی نہ قلیل نہ کثیر (جیسے تین اور دس کے بیچ میں چنانچہ چار یا پانچ وغیرہ) تو آٹا مراد ہوگا۔

فائدہ:۔ وجہ ان مسائل کی یہ ہے کہ جب موکل نے دراہم کثیرہ دیے تو معلوم ہوا کہ غرض اس کی ایسے طعام سے ہے جس کا رکھ چھوڑنا ایک مدت طویلہ تک ہو سکے اور آٹا مدت طویلہ تک نہیں رہ سکتا اور روٹی مدت متوسط تک رہ نہیں سکتی تو معلوم ہوا کہ مراد اس کی گیہوں ہیں اور جب قلیل دراہم دیئے تو معلوم ہوا کہ ایسی چیز مراد ہے جو بالفعل کھائی جاوے وہ روٹی ہے اور جب متوسط دراہم دیے تو مراد آٹا ہوگا کیونکہ وہ

متوسط ہے درمیان میں روٹی اور گیہوں کے باقی رہنے میں۔

☆اور جو موکل نے دعوت ولیمہ کی تو مراد روٹی ہوگی ہر حال میں۔

فائدہ:۔ کیونکہ لوگ اس کے یہاں بیٹھے ہوئے ہیں منتظر کھانے کے اور یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ مراد اس کی طعام سے ایسی چیز ہے جس سے سردست کارروائی ہوسکے۔

(۲) مجہول الجنس کی خرید کیلئے وکالت

اور توکیل نہیں صحیح ہے اس چیز کی خرید کے لئے جس کی جنس میں جہالت فاحشہ ہوے جیسے غلام اور گھر اور کپڑا اور جانور اگرچہ قیمت اس کی بیان کردیوے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی حقیقت اور ان سے غرض ایک ہے تو وہ ایک جنس میں داخل ہیں جیسے بکرا بکری قربانی کے حق میں اور اگر ان کی حقیقت اور غرض مختلف ہو جیسے انسان اور جانور یا فقط غرض مختلف ہو جیسے مرد اور عورت تو وہ چیزیں علیحدہ علیحدہ جنس سے ہیں اور جہالت فاحشہ جنس کی یہ ہے کہ وہ جنس ایسی ہو کہ اس کے نیچے اور اجناس ہوویں جیسے بردہ اس میں غلام اور لونڈی دونوں داخل ہیں اور وہ دونوں الگ الگ جنس ہیں بنی آدم میں کیونکہ ہر ایک کے مقاصد اور اغراض مختلف ہیں مثلاً غلام سے خدمت اور بیرونی کام کاج مقصود ہیں اور لونڈی سے وطی اور اندرونی کام مقصود ہیں بلکہ ہر ایک میں بھی اغراض پھر مختلف ہیں جیسے غلام ترکی میں حسن مقصود ہوتا ہے اور غلام ہندی میں خدمت اسی طرح ثوب یعنی کپڑا اور جانور دونوں مجہول ہیں بجہالت فاحشہ تو ان چیزوں کی خرید کرنے کے لئے وکیل کرنا درست نہیں ہے اگرچہ قیمت بیان کردی جاوے جب تک اس کی نوع بیان نہ کرے کذا فی الاصل مع زیادۃ۔

(۳) نوع کی تعیین سے توکیل کا صحیح ہوجانا

البتہ اگر جانور کی نوع بیان کردیوے جیسے گدھا یا گھر کی قیمت اور محلّہ بیان کردیوے تو درست ہے۔

فائدہ:۔ اسی طرح اگر گھوڑا کہہ دیا یا خچر تو توکیل درست ہوجاوے گی تو اگر موکل نے ثمن بھی بیان کردی تو بہتر ہے ورنہ وکیل جس طرح کا گھوڑا یا گدھا خرید لاوے گا موکل کو لینا پڑے گا۔

(۴) ویصح بشراء شئ جهل جنسه من وجه کالعبد و ذکرنوعه کالترکی او ثمن عین نوعاً العبد معلوم الجنس من وجه لکن من حیث المنفعة والجمال کانه اجناس مختلفة فان بین نوعه کالترکی یصح الوکالة وکذا اذابین ثمنا و یکون الثمن بحیث یعلم منه النوع (۵) وبشراء عین بدین له علی وکیله المراد بالعین الشئ المعین وفی غیر عین ان هلک فی یدالوکیل هلک علیه فان قبضه امره فهوله ای امره ان یشتری بالالف الذی له علی المامور عبداً ولم یعین العبد فاشتراه فمات فی یدالمامور فهلک علیه ولایصیر للامر الاان یقبضه وهذا عندابی حنیفة بناء علےٰ ان الوکالة لم یصح لان الدراهم والدنانیر تتعین فی الوکالات فیکون الشراء مقیدا بذلک الدین فیصبر تملیک الدین من غیر من علیه الدین بلاتوکیل ذلک الغیر و هذا لایصح بخلاف ماذاکان العبد متعینا فان البائع یصیرحینئذوکیلا بقبض الدین فیصح تملیک الدین و عندهما اذا قبض المامور یصیر ملکا للأمرلان الدراهم و

الدنانیر لم تتعین فلم یتقید التوکیل بالدین فصحت الوکالة فیکون للأمروجوابه مامرمن انها تتعین فی الوکالات فانه اذا قید الوکالة بها عینا کانت اودینا فهلکت او سقط الدین تبطل الوکالة

(۴) مجہول الوصف کی خرید کیلئے توکیل

اسی طرح اگر جانور کی جنس خاص معلوم ہووے اور اس کی صفت معلوم نہ ہووے تب بھی توکیل درست ہے جیسے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے خرید نے گائے یا بکری کے اگر چہ اس کی صفت بیان نہ کی ہو دبلی ہووے یا موٹی یا جنس ایک وجہ سے معلوم ہووے اور دوسری وجہ سے مجہول جیسے غلام جب اس کی نوع یعنی ترکی ہندی یا ثمن اس کا اس طرح پر کہ اس سے نوع معلوم ہو جاوے بیان کرے تو درست ہے۔

(۵) قرضہ کے عوض چیز کی خرید کیلئے توکیل

زید کے عمرو پر ایک ہزار روپیہ آتے تھے تو زید نے وکیل کیا عمرو کو اس بات کا کہ فلاں غلام معین تو مجھے خرید دے اس ہزار روپیہ کے بدلے میں جو میرے تیرے اوپر ہیں تو صحیح ہو جاوے گی یہ توکیل تو اگر وہ غلام وکیل کے پاس قبل موکل کے حوالہ کرنے کے تلف ہو گیا تو موکل کا مال تلف ہوگا اور اگر زید نے یہ کہا عمرو سے کہ تو ایک غلام ترکی مثلاً مجھے خرید دے۔(یعنی غلام کو معین نہ کیا) اس ہزار کے بدلے میں جو میرے تیرے اوپر آتے ہیں اور عمرو نے ایک غلام ترکی خریدا اور قبل اس بات کے کہ زید کو وہ غلام حوالے کرے عمرو کے پاس ہلاک ہو گیا تو وہ عمرو ہی کے مال سے ہلاک ہوگا البتہ اگر وہ غلام زید نے قبضہ کر لیا عمرو سے تو زید کا ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔ یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے دلیل دونوں کی مذکور ہے اصل میں اور ہدایہ میں۔

(٦) وبشراء نفس المامور من سیده ان قال بعنی نفسے لفلان فباع فان لم یقل لفلان عتق علے المولیٰ ای اذا قال رجل لعبد اشترلی نفسک من مولاک فالعبد ان قال لمولاه بعنے نفسے لفلان فباع یقع عن الأمر وان لم یقل لفلان عتق علے المولی فان قیل الوکیل بشراء شئ معین اذا اشتراه من غیران یضیف الی الأمر یقع عن الأمر قلنا الوکیل قداتی بتصرف من جنس اٰخر وهو العتق علے مال و فی مثل هذا یقع عن الوکیل (۷) و فی شراء نفس الأمر من سیده بالف دفع ان قال لسیده اشتریته لنفسه فباعه عتق علیه و ان لم یقل لنفسه کان للوکیل و علیه ثمنه والالف لسیده ای اذا قال عبدلرجل اشترلی نفسے من مولائی بالف و دفعها الیه فقال الوکیل اشتریته لنفسه فباعه یکون اعتاقاعلے مال وان لم یقل لنفسه کان الشراء واقعا من الوکیل فیکون الثمن علے المشتری و هذا الالف للمولی لانه کسب عبده

(٦) غلام کو خود اپنی خرید کیلئے وکیل بنانا

اگر ایک شخص نے ایک غلام سے کہا کہ تو اپنے تئیں خرید لے میرے لئے اپنے مولیٰ سے اور غلام نے مالک سے کہا بیچ تو مجھ کو میرے ہاتھ فلانے کے لئے اور مولیٰ نے بیچا تو وہ غلام اس شخص کا وکیل ہو جاوے گا جس نے حکم کیا تھا (اس واسطے کہ غلام غیر کا وکیل اپنی ذات کے خریدنے کے لئے ہو سکتا

ہے) اور جو غلام نے مالک سے اتنا ہی کہا کہ بیچ تو مجھ کو میرے ہاتھ اور فلانے کے لئے نہ کہا تو آزاد ہو جاوے گا۔ (اور ثمن اس غلام پر لازم آوے گا)

(۷) غلام کا اپنی خرید کے لئے وکیل بنانا

اور جو ایک غلام نے ایک شخص سے کہا کہ تو مجھ کو خرید لے میرے مولیٰ سے بدلے میں ہزار کے اور ہزار روپیہ غلام نے اس شخص کو دے دیئے تو اگر وہ شخص مولیٰ سے یہ کہے گا کہ میں اس غلام کو اسی کے لئے خرید کرتا ہوں اور مولیٰ نے بیع کی تو آزاد ہو جاوے گا وہ غلام اور اگر یہ نہ کہے گا کہ میں اس کو اسی کے لئے خریدتا ہوں تو وہ مشتری کا غلام ہو جاوے گا اور ثمن کے روپے اس شخص پر لازم آویں گے اور جو ہزار غلام نے اس کو دیئے تھے وہ مولیٰ کے ہوں گے اس واسطے کہ وہ کمائی اس کے غلام کی ہے (تو اسی کی ملک ہوگی اور مشتری سوا اس کے اور ہزار روپے اپنے پاس سے بابت ثمن کے دے گا)

(۸) فان قال اشتریت عبدا للآمر فمات و قال الآمربل لنفسک صدق الوکیل ان کان دفع الأمر الثمن والافللأمر ای امررجلا بشراء عبد بالف فقال الوکیل قد فعلت ومات العبد عندہ و قال الأمر اشتریت لنفسک فان کان دفع الأمر الثمن فالقول للوکیل و ان لم یدفع فالقول للآمر و علل فی الهدایة فیما اذا لم یدفع الأمر الثمن بان الوکیل اخبربامر لایملک استینافه و فیما اذا دفع الثمن بان الوکیل امین یرید الخروج عن عهدة الامانة اقول کل واحد من التعلیلین شامل للصورتین فلا یتم به الفرق بل لابدمن انضمام امر اٰخروهوان فیما اذالم یدفع الثمن علے الأمر و هو ینکره فالقول للمنکر وفیما اذادفع الثمن یدعے الأمر الثمن علے المامور و هو ینکره فالقول للمنکر (۹) وله الرجوع بالثمن علے الأمر دفعه الی بایعه اولا ای للوکیل بالشراء الرجوع بالثمن علی الامر اذا فعل ما امربه سواء دفع الوکیل الثمن الی بایعه او لم یدفعه جعلوا هذه المسألة مبنیة علے انه یجری بین الوکیل والموکل مبادلة حکمیة فیصیرالوکیل بائعامن موکله فله مطالبة الثمن و ان لم یدفع الی بایعه

(۸) موکل و وکیل میں اختلاف

اگر زید نے عمرو کو حکم کیا کہ میرے لئے ایک غلام خرید دے بعد اس کے عمرو نے کہا کہ میں نے غلام تیرے لئے خریدا تھا وہ میرے پاس آ کر مر گیا اور زید یہ کہتا ہے کہ وہ غلام تو نے اپنے لئے خریدا تھا تو اس صورت میں اگر زید عمرو کو دام دے چکا تھا تو قول عمرو کا قسم سے مقبول ہوگا ورنہ قول زید کا۔

(۹) موکل سے ثمن کی وصولی کا حق

وکیل نے جب موکل کیلئے ایک شے خریدی تو وہ اپنے موکل سے دام اسکے لے سکتا ہے گو ابھی تک وکیل نے بائع کو ثمن نہ دیا ہووے اور وکیل کو پہنچتا ہے کہ وہ شے موکل کو نہ دیوے جب تک اس سے دام وصول نہ کرے اگر چہ اس نے دام بائع کو ابھی نہ دیئے ہوں تو اگر وہ شے ہلاک ہوگئی وکیل کے پاس قبل اسکے روک رکھنے کے واسطے وصول ثمن کے تو موکل کے مال میں سے ہلاک ہوگی (یعنی موکل پر اس کا ثمن لازم آوے گا) اور ثمن اس کا ساقط نہ ہوگا۔

(۱۰) وله حبس المبيع من امره لقبض ثمنه و ان لم يدفع بناءً علے ماذكرنا من المبادلة الحكمية فان هلک في يده قبل حبسه منه هلک على الامر ولم يسقط ثمنه و بعد حبسه منه سقط فانه اذا حبسه عن الامرلقبض الثمن فهلک في يدالوكيل يكون مضمونا علے الوكيل ثم اختلف فيه فعندابی یوسفؒ يضمن ضمان الرهن و عند محمدؒ وهو قول ابی حنيفة يضمن ضمان المبيع فماذكر في المتن من سقوط الثمن اشارة الى هذا المذهب و عند زفرؒ يضمن ضمان الغصب اذ عنده ليس له حق الحبس فان كان الثمن مساوياً للقيمة فلا اختلاف و ان كان الثمن عشرة والقيمة خمسة عشرة فعندزفررحمه الله تعالىٰ يضمن خمسة عشرو عند الباقين يضمن عشرة و ان كان بالعكس فعندزفرؒ يضمن عشرة فيطالب الخمسة من الموكل وكذا عند ابی یوسفؒ لان الرهن يضمن باقل من قيمته و من الدين و عند محمد يكون مضمونا بالثمن وهو خمسة عشر وليس للوكيل بشراء عين شراؤه لنفسه

(۱۰) وکیل کے پاس چیز کی ہلاکت

اور اگر وکیل نے اس کو روک رکھا تھا موکل سے واسطے وصول کرنے ثمن کے اور وہ شے ہلاک ہوئی تو ثمن ساقط ہو جاوے گا موکل کے ذمے سے اور ضمان اس کا وکیل پر لازم ہوگا۔ ابو یوسفؒ کے نزدیک ضمان رہن کا اور امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک ضمان مبیع کا اور زفرؒ کے نزدیک ضمان غصب کا پس اگر ثمن اور قیمت برابر ہو تو کچھ اختلاف نہ ہوگا اور اگر ثمن دس درم تھے اور قیمت پندرہ تو زفرؒ کے نزدیک پندرہ کا ضامن ہوگا اور طرفینؒ کے نزدیک دس کا اور جو ثمن پندرہ ہوں اور قیمت دس تو زفرؒ کے نزدیک وکیل دس کا ضامن ہوگا اور پانچ موکل سے طلب کرے اور ایسا ہی ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے اس واسطے کہ ضمان رہن کا اقل قیمت اور دین سے لازم ہوتا ہے اور طرفینؒ کے نزدیک پندرہ لازم ہوں گے وکیل کو یہ نہیں پہنچتا ہے کہ موکل نے جس چیز معین کے خریدنے کے لئے کہا ہو اس کو اپنے لئے خریدے۔

فائدہ:۔ تو وہ شے موکل ہی کی سمجھی جاوے گی گو وہ عقد کو اپنی طرف منسوب کرے اس طرح پر کہ تخصیص کردے اپنے نفس کی مثلاً کہہ دے گواہ رہو کہ اس چیز کو میں اپنے لئے خریدتا ہوں یا نیت کرے اپنے لئے کفایہ۔

(۱۱) فلو شرى بخلاف جنس ثمن سُمی اوبغير النقود اوغيره بامره بغيبته وقع له وبحضرته للآمر اى ان وكل بشراء شئے معين فالوكيل ان لم يخالف امرالموكل فالمشترىٰ للمؤكل وان خالف فللوكيل فالموكل ان سمى الثمن فالوكيل ان اشترى بخلاف ذلک الجنس كان مخالفة و ان لم يسم الثمن فان اشترى بغير النقود كان مخالفة لان المتعارف الشراء بالنقود والمعروف عرفا كالمشروط شرط وان اشترے غير الوكيل بامره لكن بغيبته يكون مخالفة و ان كان بحضرته لايكون مخالفة لانه حضررايه (۱۲) وفي غير عين هو للوكيل الااذااضاف العقد الى مالی امره او اطلق ونوى له اى قال الوكيل اشتريت بهذا الالف

والالف ملک الموکل او اطلق ای قال اشتریت بالف مطلق من غیران یقید بالف ھو ملک الموکل لکن نوی الشراء للآمر یکون للآمر (۱۳) ویبطل الصرف والسلم بمفارقة الوکیل دون آمرہ صورة السلم ان یوکل رجلاان یشتری لہ کربربعقدالسلم و لیس المراد التوکیل ببیع الکربعقد السلم لان ھذا لایجوز اذا الوکیل یبیع طعامافی ذمتہ علی ان یکون الثمن لغیرہ ولا نظیرلہ فی الشرع و انما یعتبر مفارقة الوکیل لان العاقد ھوالوکیل

(۱۱) وکیل کی طرف سے موکل کی خلاف ورزی

تو جب کسی نے وکیل کیا دوسرے کو واسطے خرید نے ایک شے معین کے تو اگر وکیل نے موکل کے حکم کے خلاف نہیں کیا تو وہ چیز موکل ہی کی ہو جاوے گی اور اگر خلاف کیا تو وکیل کی ہو جاوے گی خلاف کرنے کی یہ صورتیں ہیں کہ موکل نے ثمن کو خاص کر دیا تھا ایک قسم سے مثلاً کہا تھا کہ روپیوں کے یا اشرفیوں کے عوض میں خرید کرنا اور وکیل نے دوسری قسم کے عوض میں خریدا یا موکل نے ثمن مطلق کہا تھا اور وکیل نے سوا دراہم دنانیر کے اور کسی شے کے بدلے میں خریدا تو یہ بھی مخالفت ہوگی اس وجہ سے کہ مطلق ثمن سے عرف میں مرادنقود یعنی دراہم دنانیر روپیہ اشرفی ہوتے ہیں یا سوا وکیل کے اور کسی شخص نے خریدا وکیل کے حکم سے اس کی غیبت میں تو اگر اس کی موجودگی میں خرید کرے گا تو مخالفت نہ ہوگی کیونکہ رائے اس کی خرید میں شامل ہوگئی اور مقصود موکل کا یہی تھا۔

(۱۲) غیر معین چیز کی خرید کے وکیل کی خرید کردہ چیز کی ملکیت

اور اگر وکیل کیا واسطے خرید نے ایک شے غیر معین کے اور وکیل نے اس کو خریدا تو وہ شے وکیل ہی کی سمجھی جاوے گی الا جب وکیل عقد کو مضاف کر دے اپنے موکل کے مال کی طرف مثلاً یوں کہہ دے کہ خریدا میں نے اس چیز کو بدلے میں اس ہزار روپیہ کے اور وہ روپے مملوک ہیں موکل کے یا عقد کو مضاف نہ کرے اس کے مال کی طرف لیکن نیت کرے موکل کیلئے خرید نے کی۔

(۱۳) بیع سلم اور بیع صرف کے لئے وکیل

اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو کہ ایک کر گیہوں کا خرید ے بطور عقد سلم کے (خرید نے کی قید اس واسطے لگائی کہ بیچنے میں بطریق سلم کے توکیل درست نہیں اور وجہ اس کی اصل کتاب میں مذکور ہے) یا بیع صرف کرے تو اگر وکیل جدا ہو جاوے گا قبل قبضے کے تو وہ عقد باطل ہو جاوے گا اور موکل کی جدائی کا اعتبار نہیں۔

(۱۴) فان قال بعنے ھذالزید فباعہ ثم انکرالأمر ای انکرالمشتری ان زید امرہ بالشراء اخذہ زید لان قولہ بعنے لزید اقراربتوکیلہ لان ھذا البیع انما یکون لزید اذا امرہ زید بہ فلا یصدق فی انکارہ آمرہ فان صدقہ لایاخذہ جبرا ای ان صدق زید المشتری انہ لم یامرہ لایاخذہ جبرالان اقرار المشتری ارتدبردہ وانما قال جبرالان المشتری ان سلمہ الی زید یکون بیعا بالتعاطی فالتسلیم علی وجہ البیع یکفی للتعاطی وان لم یوجد نقد الثمن (۱۵) ومن وکل بشراء من لحم

بدرهم فشری مَنوین بدرهم ممایباع من بدرهم لزم موکله من بنصف درهم هذا عند ابی حنیفة وعندهما یلزمه منوان بدرهم لان الموکل امره بصرف الدرهم الی اللحم فصرف وزاده خیراله وله انه امره بشراء من لابشراء الزیادة وانما قال مما یباع من بدرهم حتے لواشتری لحمالایباع من بدرهم بل باقل یکون الشراء واقعاً للوکیل لان الأمرامره بشراء لحم یساری من منه بدرهم لاباقل منه

(۱۴) وکیل کا خریدنے کے بعد وکالت سے انکار

اگر مشتری نے خریدتے وقت بائع سے یہ کہا کہ بیچ تو یہ چیز میرے ہاتھ واسطے زید کے اور اس نے بیچی بعد اس کے مشتری نے انکار کیا اس بات کا کہ زید نے مجھے اس چیز کے خریدنے کا حکم کیا تھا تو یہ انکار اس کا مسموع نہ ہوگا اور لیوے اس چیز کو زید کیونکہ خریدتے وقت اقرار کر چکا ہے زید کے لئے خریدنے کا پس انکار میں اس کی تصدیق نہ ہوگی تو اگر زید نے تصدیق کی مشتری کی کہ میں نے اس کو حکم نہیں کیا تھا خرید کا اس صورت میں زید پھر جبراً اس چیز کو نہیں لے سکتا ہاں اگر مشتری خود دے دے زید کو تو بیع بالتعاطی ہو جاوے گی۔

(۱۵) موکل کے بتاتے ہوئے وزن اور قیمت میں تخلف ہو جانا

زید نے عمرو کو حکم کیا کہ سیر بھر گوشت ایک روپیہ کا لاوے عمرو نے قیمتی روپیہ سیر والا گوشت ایک روپیہ کا دوسیر خریدا تو امام صاحبؒ کے نزدیک زید کو آٹھ آنے کا سیر بھر لینا ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک زید کو کل گوشت لینا پڑے گا (اور فتویٰ امامؒ کے قول پر ہے)

(١٦) فان امره بشراء عبدين عينين بلاذكر الثمن فشرى احدهما او شراهما بالف وقيمتهما سواء فشرى احدهما بنصفه او باقل صح وبالاكثر لا الا اذا اشترى الأخر بباقي الثمن قبل الخصومة اى اذا امر بشراء عبدين معنين فان لم يذكر الثمن فشرى احدهما يقع عن الأمر لان التوكيل مطلق وقد لايتفق الجمع بينهما وان سمى ثمنهما بان قال اشترهذين العبدين بالف و قيمتهما سواء فشرى احدهما بالنصف او باقل صح عن الأمر وان اشترى باكثرمن النصف لا يقع عن الأمر بل يقع عن الوكيل الااذااشترى الأخر بباقي الثمن قبل الخصومة لان المقصود حصول العبدين بالف وعندهما ان اشترى احدهما باكثر من النصف ممايتغابن الناس فيه و قد بقي من الثمن مايشترى به الباقي يصح عن الامر

(۱۶) دو معین غلاموں کی خرید کیلئے وکیل بنانا

اگر وکیل سے کہے کہ فلانے دو غلام معین میرے واسطے خرید اور قیمت نہ بیان کرے پس وکیل ایک غلام ان دونوں میں سے اس کے لئے خریدے تو صحیح ہے اور اگر ان دونوں کو ہزار روپیہ میں خریدنے کو کہے اور دونوں کی قیمت برابر ہووے پھر ایک کو وکیل پانچ سو یا کم کو خرید کرے تو بھی صحیح ہے اور اگر پانچ سو سے زیادہ کو خریدے تو نہیں صحیح ہے جانب موکل سے بلکہ یہ مول لینا ذمے وکیل کے ہوگا ہاں اگر موکل کے

جھگڑنے کے پہلے دوسرے غلام کو باقی ثمن سے خریدے تو صحیح ہے کیونکہ مقصود دونوں غلاموں کا ہزار روپیہ میں آنا تھا اور وہ حاصل ہو گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر پانچ سو سے اتنے دام زیادہ دیئے ہیں جتنے کی کمی بیشی معاملوں میں ہوا کرتی ہے اور باقی اتنے روپے ہیں کہ ان سے دوسرا غلام خرید کر سکتا ہے تو موکل کی طرف سے یہ اشتراء صحیح ہوگا۔

(۱۷) فان قال اشتریته بالف وقال امره بل بنصفه فانکان الفه الأمر صدق الأخر عن ساواه والافللامر ای ان اعطاه الأمر الالف وقال اشتربه لی جاریةً فشری وقال اشتریتهابالف وقال الامر اشتریتها بخمسمائة صدق الوکیل ان ساوی المبیع الالف وان لم یسا وه صدق الأمرلانه امره بشراء جاریة بالف والوکیل لایملک الشراء بالغبن الفاحش فلا یقع عن الأمر بل یقع عن الوکیل وان لم یکن الفه وساوی نصفه صدق الأمر و ان ساواه تحالفا ای قال اشترلی جاریة بالف ولم یعطه الالف وقالَ المامور اشتریتها بالالف وقال الامر بل بنصفه فان کان قیمتها خمسمائة صدق الأمر وکذا ان کانت اکثر من خمسمائة واقل من الف لظهورالمخالفة لان الامر قطع بشراء جاریة تساوی الفا بالف وان کانت قیمتها الفاتحالفا لان الوکیل والموکل بمنزلة البائع والمشتری فان تحالفا ینفسخ البیع بینهما وبقی المبیع للوکیل واعلم ان المراد بقوله صدق فی جمیع ماذکر التصدیق بغیر الحلف (۱۸) وکذافی معین لم یسم له ثمنافشراه و اختلفا فی ثمنه و ان صدق البائع المامور فی الاظهر تحالفا ای امران یشتری له هذا العبد ولم یسم له ثمنا فاشتراه فقال اشتریته بالف وقال الأمر بل بنصفه تحالفاوان صدق البائع المامور و انما قال هذالان فی صورة تصدیق البائع المامور قد قیل لا تحالف بل القول للمامورمع الیمین لان الخلاف یرتفع بتصدیق البائع فلا یجری التحالف لکن الاظهران یتحالف وهذا قول الامام ابی منصور الماتریدیؒ لان البائع بعد استیفاء الثمن اجنبی عنهما و ایضاً هواجنبی عن الموکل فلا یصدق علیه

(۱۷) قیمت میں موکل ووکیل کا اختلاف

اور اگر موکل نے وکیل کو ہزار روپے دیئے اور کہا کہ اس کی ایک لونڈی خرید دے اس نے جب خریدی تو کہا کہ میں نے ہزار روپیہ کو خریدی اور موکل کہتا ہے کہ تو نے پانچ سو کو خریدی تو قول وکیل کا معتبر ہوگا اگر اس لونڈی کی قیمت بازار میں ہزار کی ہوگی اور اگر ہزار کی نہ ہوگی تو قول موکل کا معتبر ہوگا اور وہ لونڈی وکیل کو لینا پڑے گی اور جو اسی صورت میں موکل نے ہزار روپے وکیل کو دیئے نہیں تھے تو اگر اس لونڈی کی قیمت بازاری پانچ سو یا زیادہ ہیں لیکن ہزار سے کم ہے تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر ہزار کی ہے تو دونوں حلف کریں گے اس لئے کہ وکیل اور موکل مثل بائع اور مشتری کے ہیں جب دونوں نے حلف کرلیا تو بیع فسخ کر کے لونڈی وکیل ہی کو لینا پڑے گی اور ان سب صورتوں میں قول جس کا معتبر ہوگا تو بلاقسم کے معتبر ہوگا۔

فائدہ:۔یعنی اور جہاں جہاں لکھا ہے کہ قول اس کا معتبر ہوگا مراد اس سے یہ ہے کہ بلاحلف معتبر ہوگا درمختار میں ہے کہ ایسا ہی کہا ابن الکمالؒ اور ملاخسروؒ نے درر میں تبعاً لصدرالشریعۃ یعنی مصنفؒ شرح وقایہ کی اتباع سے لیکن جزم کیا دانی نے کہ یہ تحریف ہے اور مخالف ہے عقل ونقل کے اور صواب یہی ہے کہ حلف سے معتبر ہوگا شامی۔

(۱۸)غلام کی قیمت میں وکیل وموکل کا اختلاف

اگر زید نے حکم کیا عمرو کو ایک غلام معین خریدنے کا یعنی یہ کہا کہ یہ غلام خرید کر اور ثمن اس کا بیان نہ کیا تب عمرو نے اس کو خریدا اور کہا کہ میں نے اس کو ہزار روپیہ میں خریدا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں تونے پانچ سو کو خریدا ہے تو دونوں سے حلف لیا جاوے گا اگرچہ بائع وکیل ہی کی تصدیق کرے پھر اگر دونوں حلف کرلیں گے تو غلام وکیل ہی پر پڑے گا اور بعضے فقہاؒ یہ کہتے ہیں کہ اگر بائع نے تصدیق کی وکیل کی تو اس صورت میں دونوں سے حلف نہ لیا جاوے گا بلکہ قول وکیل کا قسم سے معتبر ہو جاوے گا لیکن ظاہر تو یہ ہے کہ دونوں سے حلف لیا جاوے گا اور یہی قول ہے امام ابی منصور ماتریدیؒ کا۔

فائدہ:۔طحطاوی میں ہے کہ عدم تحالف کو صحیح کہا ہے قاضی خاں نے تبعاً للفقیه ابی جعفرؒ یعنی فقیہ ابوجعفر کی متابعت سے تو تصحیح میں اختلاف ہے انتہیٰ اس صورت میں قاضی کو مناسب ہے کہ متون کی روایت یعنی تحالف پر عمل کرے اور اگر اکتفا کرے گا قسم پر وکیل کی تو بھی درست ہے واللہ اعلم۔

فصل (۱۹) لا یصح بیع الوکیل وشراْه ممن ترد شهادته له هذا عند ابی حنیفةؒ و عندهما یجوزان کان بمثل القیمة الامن عبده او مکاتبه (۲۰) وصح بیع الوکیل بما قل او کثر والعرض والنسیئة هذا عند ابی حنیفةؒ و عندهما لا یصح الابما یتغابن الناس فیه ولایصح الابالدراهم والدنانیر لان المطلق ینصرف الی المتعارف والمراد بالنسیئة البیع بالثمن المؤجل وعندهما یتقید باجل متعارف و بیع نصف ماوکل ببیعه هذا عند ابی حنیفةؒ و عندهما لا یجوز الا ان یبیع الباقی قبل ان یختصما لئلا یلزم ضرر الشرکة (۲۱) واخذه رهنا و کفیلا بالثمن فلا یضمن ان ضاع فی یده او نوی ما علی الکفیل الضمیر ضاع یرجع الی الرهن و صورة التوی ان یرفع الحادثة الی قاض یری براء ة الاصیل بنفس الکفالة کما هو مذهب مالک رحمه الله تعالیٰ فحکم ببراء ة الاصیل ثم مات الکفیل مفلساً

فصل: وہ لوگ جن سے وکیل خرید و فروخت نہیں کرسکتا (۱۹) وہ آدمی جس سے وکیل کا بیع وشراء ممنوع ہے

صحیح نہیں ہے وکیل کو بیع وشراء کرنا ایسے شخص سے کہ جس کے واسطے گواہی اس کی مقبول نہیں ہوتی ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اگر قیمت بازاری سے بیع وشراء کرے مگر اپنے غلام اور مکاتب سے درست نہیں۔

(۲۰) وکیل کیلئے بیع کی صورتیں

اور صحیح ہے وکیل کی بیع کم اور بیش قیمت سے اور بدلے میں اسباب کے اور ادھار اور کل اسباب میں سے آدھے کی بیع اور ان سب مسائل میں صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔

(۲۱) وکیل بالبیع کا مشتری سے رہن یا ضمانت لینا

اور اگر وکیل بالبیع نے مشتری کی کوئی چیز عوض میں ثمن کے گروکر لی یا اس سے ضمانت لے لی تو جائز ہے اور جو بعد اس کے وہ شے مرہون تلف ہوگئی وکیل کے پاس یا ضامن سے مال وصول نہ ہوا اس طرح پر کہ ضامن مفلس ہوکر مرگیا اور مکفول عنہ بھی مفلس مرگیا یا غائب ہوگیا اور اس کا پتہ معلوم نہیں اور یا معاملہ ایسے قاضی کے پاس گیا جو قائل ہے اس بات کا کہ اصیل بری ہو جاتا ہے کفالت کفیل سے اور کفیل مفلس ہوکر مرگیا جیسا کہ یہی مذہب مالکؒ کا ہے پس ان سب صورتوں میں ضمان وکیل پر نہ ہوگا۔

(۲۲) وتقيد شراء الوكيل بمثل القيمة وبزيادة يتغابن الناس فيها و هي ما يقوم به مقوم (۲۳) و يوقف شراء نصف ماوكل بشراء ه على شراء الباقي هذا با لالقاق والفرق لابي حنيفة بين البيع والشراء ان في الشراء تهمة و هي انه اشترى لنفسد ثم ندم فيلقيه على الموكل ولاتهمة في البيع فيجوزلان الامر ببيع الكل يتضمن ببيع النصف لانه و بما لايتيسربيع الكل دفعة (۲۴) ولوردمبيع على وكيل بعيب يحدث مثله اولايحدث ببينة او نكول او اقرارردہ على امره الاوكيل اقربعيب يحدث مثله ولزمه ذلک اى باع الوكيل بالبيع ثم ردعليه بالعيب فان كان العيب ممالايحدث مثله كالاصبع الزائدة اولايحدث مثله في هذه المدة يرده على الأمر سواء كان الرد على الوكيل بالبينة او بالنكول اوبالاقراروان كان العيب مما يحدث مثله فان كان الرد عليه بالبينة او بالنكول رده على الأمروان كان بالاقرار لايرده على الأمر و تاويل اشتراط البينة او النكول اوالاقرار في ا لعيب الذى لايحدث مثله ان القاضي ربما يعلم ان هذا العيب لايحدث مثله في مدة شهر لكن يشتبه عليه تاريخ البيع فيحتاج الى احدى هذه الحجج او كان العيب لايعرفه الاالنساء اوالاطباء وقول المرأة حجة في توجه الخصومة لافي الردفيفتقرالى هذه الحجج للردحتى لوعاين القاضي البيع والعيب ظاهراً لا يحتاج الى شئ (۲۵) منها فان باع نسأفقال امره امرتک بنقدوقال الوكيل اطلقت صدق الأمر و في المضاربة المضارب لان الامر يستفادمن الأمر فالقول له واما المضاربة فالظاهر فيها الاطلاق فالقول للمضارب (۲۶) ولايصح تصرف احدالوكيلين وحده فيما وكلابه الافي خصومة وردوديعة وقضاء دين وطلاق وعتق لم يعوضاما في خصومة فلان الاجتماع يفضي الى الشغب وفي الامور الاخرلايحتاج الى الراى (۲۷) ولا يصح بيع عبداومكاتب اوذمي في مال صغيره المسلم و شراء ه اى الشراء بماله فالحاصل ان العبد والمكاتب لاولاية لهما في مال ولد هما الصغير والكافر لاولاية له في مال صغيره المسلم.

(۲۲) وکیل بالشراء کے لئے ثمن کی حد

وکیل بالشراء مطلق کو لازم ہے کہ برابر قیمت اور مالیت پر چیز مول لیوے خواہ اتنے دام بڑھ کر جو نرخ کرنے والوں کی قیمت میں آجاتے ہیں۔

فائدہ:۔ یعنی کئی نرخ کرنے والوں سے جو اس کی قیمت پوچھی جائے تو وکیل کا ثمن ان میں سے کسی کے قول کے برابر ہو جاوے یہ نہ ہو کہ سب کے اقوال سے زیادہ رہے۔

(۲۳) وکیل کا آدھی چیز خریدنا

اگر ایک چیز کے خریدنے کا وکیل کیا اور اس نے وہ چیز آدھی خریدی تو یہ خرید موقوف رہے گی باقی کے خریدنے پر اگر باقی بھی خرید لیا تو موکل پر پڑے گی ورنہ نہیں۔

(۲۴) موکل کا عیب کے سبب چیز لوٹانا

اگر وکیل نے ایک شے کو بیچا پھر مشتری نے بسبب عیب کے وہ شے وکیل پر پھیر دی اور وہ عیب ایسا ہے کہ تاریخ بیع سے ادھر پیدا نہیں ہو سکتا بلکہ قدیمی معلوم ہوتا ہے جیسے ایک انگلی زائد نکلی تو وکیل اس کو اپنے موکل پر رد کر دے برابر ہے کہ رد مشتری وکیل پر گواہوں سے ہوا ہو یا اقرار یا انکار سے اور اگر وہ عیب ایسا ہے کہ مثل اس کے اس مدت میں پیدا ہو سکتا ہے تو اگر وکیل پر مشتری نے گواہوں سے یا نکول سے ثابت کر کے رد کیا ہے تو وہ موکل پر پھیر دیوے اور اگر اقرار سے وکیل کے رد کیا ہے تو وکیل موکل پر نہ پھیر سکے گا۔

(۲۵) نقد وادھار میں وکیل و موکل کا اختلاف

اگر وکیل نے ادھار بیچا اور موکل نے کہا کہ میں نے تجھ کو نقد بیچنے کا حکم کیا تھا تو قول موکل کا مقبول ہوگا۔ (قسم سے) اور اگر مضارب اور رب المال میں یہ اختلاف ہوا تو قول مضارب کا مقبول ہوگا (قسم سے ذکر مضاربت کا آگے آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ)

(۲۶) ایک موکل کا دو شخصوں کو وکیل بنانا

اگر کوئی دو شخصوں کو وکیل کرے تو ضرور ہے کہ اس تصرف کو جس میں وکیل ہوئے ہیں دونوں مل کر ایک ساتھ کریں مگر جو وکیل بالخصومۃ (یعنی حاکم کے نزدیک مقدمہ لڑانے کے وکیل) ہوں یا امانت کے پھیر دینے میں یا قرض ادا کرنے میں یا بغیر عوض طلاق دینے میں اور آزاد کرنے میں وکیل ہوں تو ہر ایک بغیر دوسرے کے وکالت کر سکتا ہے۔

(۲۷) غلام کو اپنے لڑکے کی اور کافر کو مسلمان بیٹے کی ولایت کا حق نہیں ہے

اگر غلام یا مکاتب اپنے لڑکے صغیر کے مال کی یا کافر ذمی اپنے مسلمان صغیر لڑکے کے مال کی بیع کرے یا اس کے مال سے شرا کرے تو صحیح نہیں تو حاصل یہ ہے کہ غلام اور مکاتب کو ولایت نہیں اپنے صغیر فرزند کے مال میں اور کافر کو اپنے مسلمان لڑکے کے مال میں جو صغیر سن ہو ولایت نہیں واللہ اعلم۔

فائدہ:۔ وکیل کسی کو وکیل نہیں کر سکتا اس امر میں جس میں وکیل ہوا ہے الا اس صورت میں کہ موکل نے اس کو اذن دیا ہووے یا یہ کہہ دیا ہو کہ اپنی رائے کے موافق عمل کرنا ہے۔

باب الوكالة بالخصومة وبالقبض

(۱) للوكيل بالخصومة القبض عندالثلاثة اى عندابی حنیفهؒ وابی یوسف و محمدؒ خلافالزفرؒ كالوكيل بالتقاضے فی ظاهر الجواب ويفتے بعدم قبضهما الأن فان الوكيل بالتقاضے يملك القبض فی ظاهر المذهب لكن الفتوى فی هذا الزمان علے ان الوكيل بالخصومة والوكيل بالتقاضے لايملكان القبض لظهورالخيانة فی الوكلاء (۲) وللوكيل بقبض الدين الخصومة هذا عند ابی حنيفة و عندهما لايملك الخصومة لالذی بقبض العين فلوقام حجة ذی اليدعلی وكيل بقبض عبدان موكله باعه منه يقصر يده ولا يثبت البيع فيقام ثانيا علے البيع اذا حضرالغائب ادخل فاء التعقيب فی قوله فلوقام لان هذه المسألة من فروع ان الوكيل بقبض العين هل هووكيل بالخصومة ام لاففے هذه المسألة قياس و استحسان فالقياس ان العبد يدفع الى الوكيل ولا تقبل بينة ان الموكل باع من صاحب اليد لان البينة قامت علے غير خصم و فی الاستحسان يقصر يدالوكيل من غيران يثبت البيع فی حق الموكل لانه خصم فی قصر اليد وان لم يكن خصما فی اثبات البيع علے الموكل كما يقصر يدالوكيل فی نقل المرأة والعبد بلا طلاق و عتق لوقامت حجتهما عليه حتے يحضر الغائب ای اذاجاء رجل وقال اناوكيل فلان الغائب بنقل امرأته او عبيده الى موضع كذا فاقامت المرأة البينة علے ان موكله طلقها والعبد علے انه اعتقه يقصر يدالوكيل من غيران يثبت الطلاق والتعق بل اذاحضرالغائب تجب اعادة اقامة البينة فقوله حتے يحضر الغائب يتعلق بقوله بلاطلاق وعتق ای لايقع الطلاق والعتق حتے يحضر الغائب فانه اذا حضر يقع ان اعيدت البينة فاعادة البينة قد سبقت فی المسألة الاولى وقد جعل حكم هذه المسألة كالحكم الاول فيفهم اعادة البينة

وکیل بالخصومۃ اور وکیل بالقبض

(۱) وکیل بالخصومۃ کا مال پر قبضہ کرنا

وکیل بالخصومۃ کو یہ پہنچتا ہے کہ مدعیٰ علیہ سے مال وصول کر کے اس پر قبضہ کر لیوے نزدیک تینوں اصحاب ہمارے کے یعنی امام اعظمؒ اور محمدؒ اور ابو یوسفؒ کے برخلاف زفرؒ کے جیسے جو وکیل تقاضا کرنے کیلئے ہے۔ پہنچتا ہے کہ مال لے لیوے ظاہر الروایۃ میں اور اب فتویٰ اس زمانے میں اس پر ہے کہ یہ دونوں وکیل قبض مال کے مالک نہیں ہیں۔ بسبب خائن ہو جانے وکیلوں کے۔

(۲) وکیل بالقبض کیلئے خصومت کا اختیار

اور جو وکیل قرض کے وصول کرنے کا ہے اس کو خصومت کا اختیار ہے امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں (اور فتویٰ امامؒ کے قول پر ہے البتہ وکیل صلح یا وکیل ملازمت صلح کا مختار نہیں) نہ اس وکیل کو جو ایک شے معین کے لیے کے لئے وکیل ہے (یعنی اس کو بالاتفاق اختیار خصومت نہیں ہے) تو اگر کسی نے وکیل کیا ایک شخص کو واسطے لے لینے ایک غلام معین کے زید سے تو جب وکیل نے طلب کیا اس کو زید سے تو زید نے یہ جواب دیا کہ موکل تیرا اس غلام کو بیچ چکا ہے میرے ہاتھ تو یہ

مقدمہ ملتوی رہے گا جب تک کہ موکل حاضر نہ ہووے۔ (اور جب تک وہ غلام زید کے پاس رہے گا) اوران گواہوں کی گواہی سے بیع ثابت نہ ہوگی تو جب موکل حاضر ہووے گا اس کے سامنے پھر گواہوں سے دوبارہ گواہی لے جاوے گی بیع کی اسی طرح یہ مسائل ہیں کہ ایک شخص آیا اوراس نے کہا کہ میں زید کا وکیل ہوں واسطے لے جانے اس کی زوجہ کے یا اس کے غلام کے تو زوجہ نے گواہ قائم کئے زید کے طلاق پر اور غلام نے اس کے آزاد کر دینے پر تو ان گواہوں کی گواہی سے ابھی حکم طلاق یا آزادی کا نہ دیا جاوے گا مقدمہ ملتوی رکھا جاوے گا یہاں تک کہ زید حاضر ہووے تو جب زید آوے گا گواہی دوبارہ لی جاوے گی۔

(۳) وصح اقرار الوكيل بالخصومة عندالقاضي وعند غيره لا هذا عند ابي حنيفة و محمد وعندابي يوسفؒ يجوزوان كان عند غير القاضي و عند زفرؒ و كذا عند الشافعيؒ لايجوز الصلالانه مامور بالخصومة لابالاقرارولنا ان الخصومة يرادبها الجواب فتضمن الاقرار (۴) كتوكيل رب المال كفيله بقبض ماله عن المكفول عنه اى كمالا يصح توكيل رب المال كفيله بقبض المكفول عن المكفول عنه لان الوكيل من يعمل لغيره و هنا يعمل لنفسه (۵) ومصدق الوكيل بقبض دينه ان كان غريما امربدفع دينه الى الوكيل اى ادعى رجل انه وكيل الغائب بقبض دينه من الغريم فصدقة الغريم امر بتسليم الدين الى الوكيل ثم ان كذبه الغائب دفع الغريم اليه ثانيا و يرجع به على الوكيل فيما بقي و فيما ضاع لالان غرضه من دفعه براء ة ذمته فاذا لم يحصل غرضه ينقض الدفع اما ان اضاع لايضمنه لانه اعترف انه محق في القبض والاستردادبه اسهل من التضمين فله ولاية ذلک لا ولاية هذا الا اذاكان ضمنه عند دفعه او دفع اليه على ادعائه غير مصدق وكالته بان قال الوكيل ان حضر الغائب وانكرالتوكيل فاني ضامن هذا المال او الغريم دفعه اليه بناءً على دعوىٰ الوكيل من غيران يصدق وكالته ففي هاتين الصورتين ان انكرالغائب فالغريم يضمن الوكيل ان اضاع المال

(۳) وکیل بالخصومۃ کے اقرار کا موکل پر نفاذ

اگر وکیل بالخصومۃ اپنے موکل کی طرف سے کسی بات کا اقرار کرے قاضی کے سامنے تو یہ اقرار موکل پر نافذ ہوگا اور اگر قاضی کے سوا اور کسی کے سامنے اقرار کرے تو یہ اقرار حجت نہ ہوگا امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اگرچہ اقرار نزد غیر قاضی ہو اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک کسی طرح جائز نہیں۔

(۴) مکفول لہٗ کا کفیل کو وکیل بنانا

اگر مکفول لہٗ وکیل کرے کفیل کو واسطے لینے مکفول بہ کے مکفول عنہ سے تو یہ وکالت جائز نہ ہوگی۔

(۵) قرضہ کی وصولی کی وکالت کا مدعی

اگر ایک شخص نے آکر کہا کہ میں وکیل ہوں زید کا جو غائب ہے اس کا قرض وصول کرنے کے لئے اور زید کے قرضدار نے اس کی تصدیق کی تو قرضدار کو حکم ہوگا کہ وہ قرض حوالہ کرے اس شخص کے پھر اگر زید آیا اور اس نے اس شخص کی جس نے اپنے تئیں وکیل کہا تھا تکذیب کی تو قرضدار کو پھر قرض زید کو ادا کرنا ہوگا اور قرضدار اپنے مال کو اگر وکیل کے پاس باقی ہے پھیر لے گا اور اگر باقی نہ ہو تو کچھ نہ پاوے گا الا اس صورت

میں جب وکیل مال لیتے وقت ضامن ہوگیا اس بات کا کہ اگر زید آ کر میری وکالت کا انکار کرے گا تو میں ضامن ہوں اس مال کا یا قرضدار نے مال اس کو صرف اس کے کہنے سے دے دیا ہووے اور اس کی وکالت کی تصدیق نہ کی ہووے۔

(٦) وان كان مود عالم يؤمر بدفعها اليه اى ان كان مصدق الوكيل مود عالم يؤمر بدفع الوديعة الى مدعے الوكالة لان تصديقه اقرار علے الغير بخلاف الدين فان الديون تقضے بامثالها والمثل ملك المديون (٧) ولوقال تركها المودع ميراثالي و صدقه المودع امر بالدفع اليه اى ادعى ان المودع مات و ترك الوديعةميراثالي و صدقه المودع امر بالدفع اليه (٨) ولوادعى الشراء منه لم يومر بدفع الوديعة اى ادعى انه اشترى من المودع و صدقه المودع لم يؤمر بدفع الوديعة الى المدعى لان المدعى اقر بملك الغير والغير اهل للملك لانه حى فلايصدق فى دعوى البيع علے ذلك الحى بخلاف مسألة الارث لانهما اتفاقاعلے موت المودع فكان هذا اتفاقا علے انه ملك الوارث

(٦) امانت پر قبضہ کی وکالت کا مدعی

اور اگر ایک شخص نے آ کر کہا کہ میں زید کی طرف سے اس کی امانت پر قبضہ کرنے کا وکیل ہوں اور مودع یعنی جس کے پاس ودیعت ہے اس نے اس شخص کی وکالت کی تصدیق کی تو مودع کو امانت حوالہ کر دینے کا حکم نہ ہوگا۔

(٧) امانت کے وارث ہونے کا مدعی

اور اگر کوئی یوں کہے کہ مالک امانت مر گیا اور اس کا وارث میں ہوں اور وہ امانت میرے لئے میراث چھوڑ کر مر گیا اور تصدیق کرے اس کی وہ شخص جس کے پاس امانت ہے تو اس کو حکم ہوگا کہ وہ امانت اس شخص کے سپرد کرے

(٨) امانت کو خرید لینے کا دعویدار

اور اگر کسی نے کہا مودع سے کہ میں نے امانت کو خرید لیا ہے مالک امانت سے اور مودع نے اس کی تصدیق کی تو اس کو حکم دینے کا نہ ہوگا۔

(٩) ومن وكل بقبض مال وادعى الغريم قبض دائنه دفع اليه واستحلف دائنه علے قبضه لاالوكيل علے العلم بقبض المؤكل الدين اے جاء الوكيل بقبض الدين من المديون فادعى المديون ان الدائن قد قبض دينه ولابينة له يومر بالدفع الى الوكيل فاذا حضرالدائن وانكر القبض يستحلف ولا يستحلف الوكيل بانك ماتعلم ان الموكل قد قبض الدين لان الوكيل نائب له اقول ان ادعى المديون انك تعلم ان الموكل قبض الدين وانكرالوكيل العلم ينبغى ان يستحلف لانه ادعى امرالواقربه الوكيل يلزمه ولم يبق له طلب الدين فاذا انكره يستحلف

(٩) مدیون کا وکیل

زید نے عمرو کو وکیل کیا اپنے دین وصول کرنے کے لئے بکر سے جب عمرو نے دین زید کا طلب کیا بکر سے تو بکر نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ زید یہ دین وصول پا چکا ہے اور گواہ نہیں ہیں مدیون کے پاس تو بکر کو حکم ہوگا کہ وہ دین عمرو کو ادا کرے تو جب زید حاضر ہووے اور انکار کرے دین وصول پا چکنے کا تو اس سے بکر قسم لے لیوے اور وکیل کو قسم نہ دلائی جاوے گی اس بات پر کہ میں نہیں جانتا کہ موکل میرا اس دین کو وصل پا چکا ہے۔

(۱۰) ولايردالوكيل بعيب قبل حلف المشترى لوقال البائع رضى هو به وكل المشترى رجلا يردالمبيع بالعيب وغاب المشترى فارادالوكيل الردفقال البائع رضے المشترى بالعيب فالوكيل لايرد بالعيب حتى يحلف المشترى انه لم يرض بالعيب والفرق بين هذه المسألة ومسألة الدين ان التدارک ممکن فی مسألة الدين باسترداد ماقبضه الوكيل اذا ظهرالخطاء عند نكول رب الدين و ههنا غير ممكن لان القضا بفسخ البيع يصح و ان ظهر الخطا و عند ابى حنيفة لان القضاء ينفذ ظاهرا وباطناً عنده فلا يستحلف المشترى بعد ذلک و اما عندهما فقدقالا يجب ان يردبالعيب كما فى مسألة الدين لان التدارک ممکن عندهما ببطلان القضاء وقد قيل الاصح عند ابى يوسفؒ ان يؤخر الردفى الفصلين الے ان يستحلف (۱۱) و من دفع الى اٰخر عشرة ينفقها علے اهله فانفق عليهم عشرة له فهى بها قيل هذا استحسان و فى القياس يصير متبرعا بانفاق ماهوملكه وجه الاستحسان ان الوكيل بالانفاق وكيل بالشراء والحكم فيه ماذكرنا

(۱۰) مبیع کے عیب پر بائع سے خصومت کا وکیل

اگر مشتری نے ایک شخص کو وکیل کیا کہ وہ بائع سے خصومت کرے اس عیب کی بابت جو مبیع میں نکلا ہے اور مبیع واپس کردے بعد اس کے مشتری غائب ہو گیا اب وکیل نے چاہا کہ مبیع کو بائع پر رد کرے تو بائع نے یہ کہا کہ مشتری خرید تے وقت اس عیب پر رضامند ہو گیا تھا تو وکیل بیع کو نہیں پھیر سکتا یہاں تک کہ مشتری قسم کھائے کہ میں راضی نہیں ہوا تھا اس عیب پر اور صاحبینؒ کے نزدیک وکیل مبیع کو پھیر سکتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ صحیح تر نزدیک ابو یوسفؒ کے یہ ہے کہ دونوں مسئلوں میں یعنی مسئلہ دین جو پہلے گزرا اور اس مسئلہ میں تاخیر چاہئے یہاں تک کہ حلف کرلیوے دائن یا مشتری۔

(۱۱) وکیل کا موکل کیلئے اپنا ثمن صرف کرنا

اگر زید نے عمرو کو دس روپیہ دیے کہ اس کو میرے اہل وعیال پر صرف کرنا اور عمرو نے دس روپیہ اپنے پاس سے لے کر ان پر خرچ کئے تو وہ دس روپیہ جو زید نے دیئے تھے عمرو کے ہو جاوینگے اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ استحسان ہے اور قیاس اس کو چاہتا ہے کہ عمرو نے جو روپے اپنے پاس سے صرف کئے ہیں وہ تبرعاً ہو جاویں وجہ استحسان کی یہ ہے کہ وکیل خرچ کرنے کیلئے مثل وکیل بالشراء کے ہے اور وکیل بالشراء باوجود اسکے کہ ثمن اپنے پاس سے دیوے موکل سے لے سکتا ہے اسی طرح یہاں بھی حکم ہوگا واللہ اعلم۔

باب عزل الوكيل

(۱) للموكل عزل وكيله ووقف علے علمه (۲) و تبطل الوكالة بموت احدهما و جنونه مطبقا الجنون المطبق شهر عند ابى يوسف رحمه الله تعالىٰ وعنه انه اكثر من يوم وليلة و عند محمد رحمه الله حول فقدر به احتياطاً ولحاقه بدارالحرب مرتداوكذا بعجز موكله مكاتبا و حجره ماذونا و افتراق الشريكين اے احدالشريكين وكل ثالثا فى التصرف فى مال الشركة فافترقاتبطل الوكالة وان لم يعلم به وكيلهم اى وكيل المكاتب والماذون واحد الشريكين و

بتصرف الموكل فيما وكل به سواء لم يبق محلاللتصرف كما اذاوكله بالاعتاق فاعتق او بقى محلاً كما لووكله بنكاح امرأة فنكحها الموكل ثم ابانها لم يكن للوكيل ان يزوجها للموكل.

باب: وکیل کے معزول کرنے کے بیان میں وکیل کومعزول کرنے کی شرط

(۱) موکل کو پہنچتا ہے کہ جب چاہے وکیل کومعزول کر دیوے وکالت سے لیکن شرط معزولی کی یہ ہے کہ وکیل کواس کا علم ہوجاوے۔

فائدہ:۔ تو جب تک وکیل کوعلم اپنے عزل کا حاصل نہ ہووے یعنی اس کوایک شخص عادل یادو مستورالحال خبرعزل کی نہ سناویں تو جتنے تصرفات قبل اس کے کرے گا موکل پر لازم ہوں گے ہدایہ۔

(۲) وہ صورتیں جن میں وکالت خودبخود باطل ہوجاتی ہے

اور باطل ہوجاتی ہے وکالت وکیل یا موکل کے مرجانے سے یا جنون مطبق اور وہ سال بھر مجنون رہنا ہے۔

فائدہ:۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک مہینے بھر اگر جنون رہا وکیل یا موکل کو تو وکالت اس کی باطل ہوجاوے گی اور ایک روایت میں ایک دن رات ان سے منقول ہے اور وہ جو متن میں ذکر کیا قول محمدؒ کا ہے اور اسی میں احتیاط ہے کذافی الاصل لیکن درمختار میں ہے کہ فتویٰ ایک مہینے کی مقدار پر ہے اور اسی کو صحیح کہا قستانی اور باقلانی نے۔

☆ یا مرتد ہوکر دارالحرب میں چلے جانے سے اور اگر موکل مکاتب تھا اور وہ ادائے زرکتابت سے عاجز ہوگیا یا دو شریکوں نے مل کر ایک شخص کو وکیل کیا تھا اور وہ دونوں شریک جدا ہوگئے یا عبد ماذون نے وکیل کیا تھا پھر مالک نے اس کو منع کردیا تصرفات سے تو ان سب صورتوں میں بھی وکالت وکیل کی باطل ہوجاوے گی اگرچہ وکیل کوان حالوں کی خبر نہ ہو اگر موکل نے جس کام کے لئے وکیل کو وکیل کیا تھا وہ کام آپ کرلیا تب بھی وکالت باطل ہوگی جیسے وکیل کیا اپنے غلام آزاد کرنے کے لئے پھر موکل نے اس کو آزاد کردیا یا وکیل کیا اس کو ایک عورت سے نکاح کردینے کا پھر موکل نے خود اس سے نکاح کرلیا اور جدا بھی کردیا اس کو تو بھی وکیل کو یہ نہیں پہنچتا کہ پھر اس کا نکاح موکل سے کردیوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حاجت موکل کی پوری ہوچکی البتہ اگر وکیل نے اس سے نکاح کرلیا اور نکاح کر کے اسے جدا بھی کردیا تو اب اس کو پہنچتا ہے کہ موکل سے نکاح اس کا کردیوے ہدایہ۔

کتاب الدعویٰ

(۱) هى اخباربحق له علىٰ غيره (۲) والمدعى من لايجبر علىٰ الخصومة (۳) والمدعى عليه من يجبر لما فسر الدعوى كان المدعى علىٰ هذا التفسير هو المخبر بحق له علىٰ غيره فقوله المدعى من لايجبر علىٰ الخصومة تفسير اخرذكره بعض المشائخ وقدقيل المدعى من يلتمس خلاف الظاهر وهوالامرالحادث والمدعى عليه من يتمسك بالظاهر كالعدم الاصلى لكن الاعتبار فى هذا للمعنىٰ دون اللفظ حتىٰ ان المودع اذا ادعى ردالوديعة فهو مدع فى الظاهر لكنه فى المعنىٰ منكر للضمان

(۱) دعویٰ کی تعریف

دعویٰ کہتے ہیں خبر دینے کو ساتھ ایک حق کے اپنے لئے غیر پر۔

فائدہ:۔ اس تعریف پر بہت سے اعتراضات ہوتے ہیں بلکہ تعریف جامع مانع وہ ہے جو صاحب درمختار نے بیان کی کہ دعویٰ ایک قول مقبول ہے نزدیک قاضی کے کہ قصد کیا جاتا ہے اس سے طلب ایک حق کا غیر سے یا دفع کرنا خصم کا اپنی ذات سے تو اس میں دعویٰ دفع تعرض داخل ہوگیا صورت اس کی یوں ہے کہ مدعی قاضی سے یہ کہے کہ فلانا تعرض بے جا کرتا ہے مجھ سے ناحق اور میں چاہتا ہوں کہ وہ دفع کرے تعرض کو تو قاضی اس دعویٰ کو سن سکتا ہے اور منع کرے گا قاضی مدعیٰ علیہ کو اس تعرض مدعی سے ناحق تو جب تک مدعیٰ علیہ کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی باز رہے گا تعرض سے پھر جب پاوے گا کوئی حجت تعرض کرے گا بخلاف دعویٰ قطع نزاع کے کہ وہ مسموع نہیں صورت اس کی یوں ہے کہ ایک شخص آوے قاضی پاس اور کہے کہ حکم کر تو فلانے کو اس بات کا کہ اگر کوئی دعویٰ رکھتا ہے میرے اوپر تو کرے اس کو ورنہ روبرو گواہوں کے بری کردے مجھے سب دعاوی سے تو قاضی مدعی کو جبر نہ کرے گا واسطے دعویٰ کرنے کے کیونکہ دعویٰ حق اس کا ہے طحطاوی۔

(۲) مدعی کی تعریف

مدعی وہ ہے کہ اگر خصومت کو ترک کردے تو اس پر جبر نہ کریں اور مدعیٰ علیہ وہ ہے کہ جو جبر کیا جاوے خصومت پر اور موافق تفسیر دعویٰ کے مدعی کی تفسیر یوں چاہئے کہ مدعی وہ ہے جو خبر دیتا ہے اپنے حق کی غیر پر تو یہ تفسیر دوسری تفسیر ہے ذکر کیا ہے اس کو بعض مشائخ نے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعی وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اس امر کے جو غیر ظاہر ہے کہ وہ ایک امر حادث ہے۔

فائدہ:۔ یعنی وہ دعویٰ کرتا ہے ملک کی ایک شے کا حالانکہ وہ شے اس کے قبضے میں نہیں ہے بلکہ قبضے میں مدعیٰ علیہ کے ہے اور یہ امر خلاف ظاہر ہے کہ شے مالک کے قبضے میں نہ ہووے۔

(۳) مدعیٰ علیہ کی تعریف

اور مدعیٰ علیہ وہ ہے جو تمسک کرتا ہے ساتھ اس امر کے کہ وہ ظاہر ہے یعنی عدم اصلی کا۔

فائدہ:۔ یعنی ظاہر یہی ہے کہ شے اسی کی ہے جس کے قبضے میں ہے اور مدعیٰ علیہ یہی کہتا ہے

☆ لیکن اعتبار شناخت مدعی اور مدعیٰ علیہ میں معنی کا ہے نہ ظاہر کا یہاں تک کہ اگر مودع نے دعویٰ کیا رد ودیعت کا طرف مودِع کے تو وہ ظاہر میں مدعی ہے لیکن حقیقت میں مدعیٰ علیہ ہے کیونکہ انکار کرتا ہے ضمان کا۔

فائدہ:۔ یعنی غرض مودع کی جس کے پاس امانت تھی رد ودیعت کے دعویٰ سے یہ ہے کہ اس پر تاوان مال امانت کا لازم نہ آوے تو ظاہر میں اگرچہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ رد ودیعت کا مدعی مودَع ہے اور مودع مدعیٰ علیہ ہے لیکن یہاں چونکہ حقیقت اور معنی کا اعتبار ہے اور حقیقت میں منکر ضمان کا مودع ہے تو اسی کو مدعیٰ علیہ قرار دیا گیا اس واسطے کہ منکر کو مدعیٰ علیہ کہتے ہیں تو قول اسی کا قسم سے معتبر ہوگا ہدایہ۔

دعویٰ کی صحت کی شرائط

اور دعویٰ کی صحت کے لئے شروط ہیں۔

فائدہ:۔ رکن دعویٰ یہ ہے کہ نسبت کرنا حق کی طرف اپنے اگر اصالۃً دعویٰ ہووے یا اپنے موکل کی طرف اگر

وکالۃً ہو اور اہل دعویٰ وہ شخص ہو جو عاقل ممیز ہو اگرچہ صبی ماذون ہووے ورنہ جائز نہ ہوگا اور شروط دعویٰ یہ ہیں کہ مجلس قضا ہو اور مدعیٰ علیہ حاضر ہووے اس واسطے کہ قضا علی الغائب نہیں ہوسکتی اور آیا مدعیٰ علیہ کو حاضر کرنا اسی وقت چاہئے جب مدعی دعویٰ کرے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ شہر میں ہووے یا اتنی دور کہ اپنے مکان سے مجلس قضا میں آ کر پھر رات کو اپنے مکان میں رہ سکتا ہے تو بمجرد دعویٰ طلب کرے مدعیٰ علیہ کو اور اگر اس سے زیادہ دور ہووے تو جب تک مدعی سے وجہ ثبوت نہ لے جاوے مدعیٰ علیہ کو طلب نہ کرے اور بعضوں نے کہا ہے کہ حلف لیا جاوے مدعی سے اپنے دعویٰ کے حق ہونے پر اگر وہ حلف کرے تو طلب کرے مدعیٰ علیہ کو ورنہ اس کو اپنی مجلس سے نکال دے طحطاوی کہا شعبیؒ نے اور ہمارے زمانے میں قاضیوں کا یہ حال ہے کہ جب ان کے پاس کوئی شخص آ کر دعویٰ کرتا ہے تو وہ طلب کر لیتے ہیں مدعیٰ علیہ کو بغیر اس بات کے کہ استفسار کریں مدعی سے کیفیت اس کے دعویٰ کی اور تمیز کر لیویں صحت دعویٰ کو اس کے فساد سے اور یہ غفلت ہے ان قاضیوں کی یا جہل ہے ان مسائل سے انتہیٰ۔

(۴) وهی تصح بذكر شئ علم جنسه و قدره هذا فی دعوی الدين (۵) لافی دعوی العين فان العين ان كانت حاضرة تكفي الاشارة بان هذا ملك لی و ان كانت غائبة يجب ان يصفها ويذكر قيمتها وانه فی يدالمدعی عليه هذا يختص بدعوی الاعيان وفی المنقول يزيد بغير حق فان الشئ قد يكون فی يدغير المالك بحق كالرهن فی يدالمرتهن والمبيع فی يدالبائع لا جل الثمن اقول هذه العلة يشتمل العقار ايضاً فلادری ماوجه تخصيص المنقول بهذا الحكم

(۴) دعویٰ دین کی شرط

ایک یہ کہ جس چیز کا دعویٰ ہو اس کی جنس اور قدر بیان کرے اور یہ شرط دعویٰ دین میں ہے۔

فائدہ:۔ جنس یعنی اس کی قسم کہ شے مدعی دراہم ہیں یا دنانیر یا گیہوں ہیں یا چاول اور قدر مقدار اس کی کہ سو درہم ہیں یا سو دینا یا سومن گیہوں یا چاول ہیں اور اس کا بیان صفت بھی ضرور ہے کہ وہ دراہم کیسے ہیں جید یا ردی کہا طحطاویؒ نے جس وقت اس شہر میں کئی طرح کے دراہم یا دنانیر چلتے ہوں تو بیان وصف یعنی فلاں قسم کے دراہم کا میں دعویٰ کرتا ہوں ضرور ہے اور اگر شہر میں ایک ہی طرح کے دراہم چلتے ہوں تو بیان جنس وقدر کافی ہے بیان وصف کی کچھ حاجت نہیں۔

(۵) شئ معین کے دعویٰ کی شرط

اور جو دعویٰ کسی شے معین کا ہووے تو اگر وہ شے حاضر ہو اس کی طرف اشارہ کرے اور کہے کہ یہ میری ملک ہے اور اگر غائب ہووے تو اس کا وصف بیان کرنا اور اس کی قیمت ذکر کرنا ضرور ہے دوسرے یہ کہ اگر دعویٰ شے معین کا ہووے تو مدعی کو یہ بھی کہنا ضرور ہے کہ وہ شے مدعیٰ علیہ کے قبضے میں ہے اور جو وہ شے منقول ہے تو لفظ ناحق بھی کہے۔

فائدہ:۔ ناحق کی قید اس واسطے لگائی کہ کبھی شے ہوتی ہے غیر مالک کے پاس بسبب حق کے جیسے شے مرہون مرتہن پاس یا مبیع بائع پاس بوجہ نہ دینے ثمن کے کذا فی الاصل۔

(۶) وفی العقار لایثبت الیدالابحجة او علم القاضے قال فی الھدایة انه لایثبت الید فی العقار الابالبینة او علم القاضے ھو الصحیح دفعاً لتھمة المواضعة اذاالعقار عساه فی یدغیرھما بخلاف المنقول فان الید فیه مشاھدة فتھمة المواضعة ان المدعے والمدعی علیه تواضعا علے ان یقول المدعیٰ علیه ان الدار فی یدی والحال انھا فی یدثالث فیقیم المدعے بینة و یحکم القاضے بانھا ملک المدعی و انما قال فی الھدایة ھی الصحیح لانّ عند بعض المشائخ یکفے تصدیق المدعی علیه انھا فی یده ولا یحتاج الی اقامة البینة فانه ان کان فی یده و اقربذلک فالمدعی یاخذھامنه ان ثبت ملکیته بالبینة او باقرارذی الیداونکوله وان لم یکن فی یده واقربذلک لایکون للمدعے ولایة الاخذمن ذی الیدوان اقام المدعی البینة لان البینة قامت علی غیرخصم فعلم انه اذا اقرذوالید بالید فان الضرر لا یلحق الابذی الید ولایلحق الی غیره فتھمة المواضعة مدفوعة علے ان تھمة المواضعة ان کانت ثابتةً ھٰھنا ففے صورة اقامة البینة ثابتة ایضا فان الداراذاکانت فی یدرجل امانة فواضع المدعی وذوالیدعلی ان ذاالید لایقول انھا امانة فی یده حتے یقیم المدعی البینة علے انھا فی ید ذی الید ثم یقیم بینة علے انھا ملک المدعے فیقضے القاضے ویاخذالمدعی الدارفالحاصل انه اذا ظھرانه فی یدثالث وذوالید اقرانه فی یده لایصیر الثالث محکوما علیه وکذا ان ظھران ید ذی الید ید امانة لاید خصومة

(۶) دعویٰ عقار کی شرط

اور دعویٰ عقار میں (عقار بالفتح شے غیر منقول کو کہتے ہیں اصطلاح فقہاء میں جیسے باغ زمین مکان وغیرہ) قابض ہونا مدعیٰ علیہ کا ثابت نہ ہوگا مگر گواہی سے یا قاضی کے علم سے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ باہم متفق ہو جاویں اس بات پر کہ اس مکان یا زمین کا قابض مدعیٰ علیہ ہے تو قبضہ اس کا ثابت نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں نے حیلہ کیا ہو پرایا مال لینے کا اس طرح پر کہ وہ تصدیق کریں قبضہ مدعیٰ علیہ کی حالانکہ وہ شے شخص ثالث کے قبضے میں ہے تو قاضی حکم کردے ملک مدعی کا برخلاف شے منقول کے کہ اس میں قبضے کے مشاہدہ اور معائنہ ہو جاتا ہے تو صرف تصادق متخاصمین کافی ہے ثبوت قبضہ مدعیٰ علیہ کے لئے کذافی الاصل باختصار در مختار میں ہے کہ دعویٰ غصب عقار اور دعویٰ شراے عقار میں کچھ حاجت قائم کرنے شہود کی نہیں اس بات پر کہ وہ عقار قبضے میں مدعیٰ علیہ کے ہے کیونکہ دعویٰ غصب اور شراء جیسے صحیح ہے قابض پر ویسے ہی غیر قابض پر برخلاف دعویٰ ملک مطلق کے۔

(۷) والمطالبة به عطف علے قوله و انه فی ید المدعی علیه واحضاره ان امکن لیشیرالیه المدعے والشاھد والحالف وذکر قیمته ان تعذر (۸) والحدود الاربعة او الثلثة فی العقار واسماء اصحابھا و نسبتھم الی الجد ذکرالحدود یشترط فی دعوی الدارعند ابی حنیفة وان کانت مشھورة و عندھما لایشترط اذاکانت مشھورة ثم ذکرالحدود الثلثة کاف عندناخلافا

لزفرؒ فانه اذا ذکر ثلثة حدود کما فی هذه الصورة فالحدالرابع خط مستقیم اخروالنسبة الی الجدقول ابی حنیفةؒ فان کان رجلا مشهوداً ایکتفی بذکره و هذافی دعوی الاعیان اما فی دعوی الدین فلا بدمن ذکر الجنس والقدر کمامروذکرفی الذخیرة انه اذاکان و زنیا کالذهب والفضة لابدان یذکر الصفة بانه جیداوردی وان یذکرنوعه نحوبخاری الضرب اونیشا فوری الضرب

(۷) شی مدعیٰ کی طلب

تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی یہ کہے کہ میں اس کو طلب کرتا ہوں مدعیٰ علیہ سے تو اگر وہ شے مدعی مدعیٰ علیہ کے پاس موجود ہوگی تو اس کو حکم ہوگا حاضر کرنے کا اس شے کو مجلس قضا میں تا مدعی اپنے دعویٰ میں اس کی طرف اشارہ کرے یہی حال ہے گواہوں کی گواہی دینے اور مدعیٰ علیہ کے قسم دلانے میں یعنی چیز کو حاضر کرنا چاہئے تا کہ دو گواہ اپنی گواہی میں اور مدعیٰ علیہ اپنی قسم میں اس کی طرف اشارہ کریں اور اگر چیز کا حاضر کرنا مجلس قضا میں متعذر ہووے (بسبب اس کے ہلاک ہو جانے یا غائب ہو جانے کے) تو مدعی اس کی قیمت ذکر کر دیوے۔

فائدہ:۔ اور اگر باوجود باقی ہونے اس کے کے حاضر کرنا اس کا مجلس قضا میں متعذر ہووے جیسے چکی یا بورہ غلہ کا یا گلہ بکریوں کا تو قاضی اپنا امین مدعی کے ساتھ کر دیوے کہ اس کے ساتھ جا کر مدعی اس شے کی طرف اشارہ کر دیوے اور جس صورت میں وہ شے ہلاک ہوگئی ہو تو صرف ذکر قیمت کافی ہے تو بیان کرنا رنگ جانور کا اور اس کے سن اور ذکورت اور انوثت کا ضرور نہیں اگر وہ جانور ہلاک ہو گیا ہو مدعیٰ علیہ کے پاس اور دعویٰ غصب اموال میں اور اسی طرح دعویٰ شے مرہون میں بیان کرنا قیمت کا کچھ ضرور نہیں کیونکہ اکثر ہوتا ہے کہ آدمی اپنے مال کی قیمت کو نہیں جانتا بلکہ قول غاصب اور مرتہن کا اس کی قیمت میں حلف سے معتبر ہوگا البتہ دعویٰ سرقہ میں اگر چہ وہ شے حاضر ہو بیان قیمت ضرور ہے تا نصاب کی کیفیت معلوم ہووے۔

فائدہ:۔ دعویٰ شے مجہول القیمة پر حلف نہیں لیا جاتا مگر چھ جگہ دعویٰ شے مغصوب دعویٰ شے مرہون دعویٰ شے امانت قاضی جب وصی یتیم کو متہم بخیانت کرے قاضی جب متولی وقف کو متہم بخیانت کرے دعویٰ شے مسروقہ اشباہ۔

مختلف الجنس والنوع اشیاء کا دعویٰ

اگر مدعی نے بہت سی چیزوں کا جن کی جنس اور نوع مختلف ہے دعویٰ کیا تو کل کی قیمت ذکر کر دینا کافی ہے اگر چہ ہر ہر چیز کی قیمت علیحدہ علیحدہ بیان نہ کرے اور گواہ بھی اس کے مقبول ہوں گے قیمت پر اور حلف دیا جاوے گا اس کے مدعیٰ علیہ کو کل مال پر ایک ہی بار اگر انکار کرے گا اور اگر اقرار کرے گا یا نکول کرے گا تو اس کے بیان پر جبر کیا جاوے گا شامی وطحطاوی۔

(۸) عقار کے دعویٰ میں حدود کا بیان

عقار کے دعویٰ میں یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اس کے حدود بیان کرے یعنی چاروں حدیں یا تین حدیں اور ان حدوں کے مالکوں کا نام اور ان کے باپ اور دادا کا نام بھی بیان کرے۔

فائدہ:۔ حدود کا بیان کرنا شرط ہے دعویٰ عقار میں نزدیک امام ابو حنیفہؒ کے اگر چہ وہ عقار مشہور ہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر مشہور ہووے تو حدود کا ذکر شرط نہیں پھر بیان کر دینا تین حدود کا کافی ہے نزدیک ہمارے کیونکہ جب تین حدیں ظاہر ہوگئیں تو چوتھی حد ایک خط مستقیم ہوگی چنانچہ شکل مندرجہ حاشیہ سے ظاہر ہے اور زفرؒ کے نزدیک چاروں حدوں کا بیان

ضرور ہے اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہؒ کا اور اسی پر فتویٰ ہے اور اصحاب و مالکین حدود کی نسبت دادا تک شرط ہے امام اعظمؒ کے قول میں لیکن اگر مالک حدود شخص مشہور ہے تو فقط اسی کا نام ذکر کردینا کافی ہے اور گھر کے دعویٰ میں یہ بھی شرط ہے کہ مدعی اس شہر کا نام اور اس محلے کا نام اور اس گلی کا نام جہاں پر وہ گھر ہے بیان کرے یہ سب شرائط دعویٰ عین کے ہیں لیکن دعویٰ دین میں تو ذکر جنس وقدر کا ضرور ہے اور ذخیرہ میں مذکور ہے کہ اگر وہ چیز وزنی ہووے جیسے سونا چاندی تو اس کی صفت بھی کہ کھری ہے یا کھوٹی بیان کرنا ضرور ہے اور اس کی نوع کا بھی ذکر ضرور ہے کہ مثلاً سکہ بخارا کا ہے یا نیشاپور کا کذافی الاصل مع زیادہ

(۹) واذاصحت سأل القاضي الخصم منها (۱۰) فان اقرحكم او انكروسأل المدعي ببينة فان اقام قضي عليه (۱۱) و ان لم يقم يحلفه ان طلبه خصمه (۱۲) فان نكل مرة اى قال لااحلف او سكت بلا افة و قضي بالنكول صح و عرض اليمين ثلثا ثم القضاء احوط و لايرداليمين علي المدعى و ان نكل خصمه (۱۳) فيه خلاف الشافعيؒ فان عنده اذا نكل الخصم يرداليمين علي المدعي و عندنا هذا بدعة و اول من قضي به معاويةؓ و هو مخالف للحديث المشهور

(۹) مدعیٰ علیہ سے قاضی کا سوال کرنا

جب دعویٰ مدعی کا صحیح ہوجاوے (یعنی ہر قسم کے دعویٰ میں جو اس کے شرائط ہیں سب پائے جائیں تو اگر مدعی درخواست کرے) تو قاضی مدعیٰ علیہ سے سوال کرے اس دعویٰ سے۔

فائدہ:۔ یعنی یوں کہے کہ فلاں شخص نے تیرے اوپر یہ دعویٰ کیا ہے تو تو کیا جواب دیتا ہے اور اگر دعویٰ کی صحت نہ ہووے تو طلب مدعیٰ علیہ کی اور سوال کرنا اس سے کچھ ضرور نہیں بلکہ دعویٰ کو خارج کردیوے درمختار۔

(۱۰) مدعی سے بینہ کا مطالبہ

تو اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرے دعویٰ مدعی کا یا انکار کرے تو مدعی سے بینہ طلب کرے اگر مدعی وجہ ثبوت پیش کردیوے تو قاضی حکم کردیوے مدعیٰ علیہ پر۔

فائدہ:۔ بغیر طلب مدعی کے اور اگر مدعیٰ علیہ یہ کہے کہ میں مدعی کے دعویٰ کو دفع کرسکتا ہوں تو قاضی اس کو تین دن کی مہلت دیوے اگر تیسرے دن کچہری ہوتی ہے اور جو روز ہوتی ہے تو ایک دن کی دینا چاہئے اور اگر تین دن کی دے گا تب بھی جائز ہے پھر اگر اس مدت میں مدعیٰ علیہ دفع کرے تو بہتر ورنہ قاضی اس پر حکم کردیوے درمختار و شرحہ للطحطاوی۔

(۱۱) مدعیٰ علیہ سے حلف لینا

اور اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں وجہ ثبوت کے تو در صورت درخواست مدعی قاضی مدعیٰ علیہ سے قسم لیوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اگر لوگ دیے جاتے صرف اپنے دعویٰ سے البتہ کچھ لوگ دوسروں کے خونوں کا اور مالوں کا دعویٰ کرتے لیکن قسم ہے مدعیٰ علیہ پر اور روایت کیا بیہقیؒ نے سند صحیح سے اس حدیث کو اور اس میں یہ لفظ ہے۔ البينة على المدعى و اليمين علىٰ من انكر یعنی گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے وائل بن حجرؓ سے کہ آیا ایک شخص کندی اور ایک حضرمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس تو حضرمی نے یہ دعویٰ کیا کہ یا رسول اللہؐ اس نے میری زمین لے لی ہے تو کہا کندی نے کہ وہ زمین میری ہے مدعی کا اس میں کچھ

حق نہیں تو فرمایا حضرتؐ نے حضرمی سے کیا تیرے پاس گواہ ہیں کہا اس نے کہ نہیں فرمایا آپؐ نے پس تیرے لئے قسم اس کی ہے کہا اس نے یا رسول اللہ کندی مرد فاسق ہے وہ پرواہ نہیں رکھتا قسم کی فرمایا آپؐ نے نہیں ہے تیرے لئے کچھ سوا قسم کے تو چلا کندی قسم کھانے تب کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر حلف کر لے گا مدعی کے مال پر تا کہ کھاوے اس کو ظلم سے البتہ ملے گا اللہ تعالیٰ سے اور اللہ اس سے منہ پھیر لے گا اور اس حدیث کے معنی بہت سی حدیثوں میں مروی ہیں بلکہ بعضوں نے اس کو متواتر کہا ہے روایت کی مسلمؒ نے ابی امامہؓ سے کہا فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے کاٹا حق مرد مسلمان کا اپنی قسم سے تو بیشک واجب کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے جہنم کو اور حرام کیا اوپر اس کے جنت کو تو کہا آپؐ سے ایک شخص نے یا رسول اللہ اگر چہ وہ تھوڑی چیز ہو فرمایا آپؐ نے اگر چہ ایک لکڑی ہو پیلو کی۔

فائدہ:۔ اگر مدعیٰ علیہ نے کہا کہ میں نہ اقرار کرتا ہوں نہ انکار تو اس سے قسم نہ لی جاوے گی بلکہ قید کیا جاوے گا تا کہ اقرار کرے یا انکار کرے اسی طرح اگر چپ ہو رہے بغیر کسی آفت کے اس کی زبان میں در مختار۔

فائدہ: میت پر دعویٰ کرنیوالے سے قسم لینا

اجماع کیا ہے فقہاءؒ نے بلا طلب قسم دلانے پر اس شخص کو جو میت پر دعویٰ دین کرے صورت اس کے قسم دلانے کی یہ ہے کہ قاضی اس کو یوں قسم دیوے کہ قسم اللہ کی میں نے اپنا حق مدیون میت سے نہیں پایا اور نہ کسی نے اس کی طرف سے مجھ کو ادا کیا اور نہ میری طرف سے کسی اور نے اس پر قبضہ کیا میرے حکم سے اور نہ میں نے اس کو معاف کیا نہ کل نہ بعض اور نہ میں نے اس کا کسی پر حوالہ قبول کیا اور نہ میرے پاس اس کی کوئی چیز رہن ہے کذا فی الحلبی عن البحر

(۱۲) مدعیٰ علیہ کے انکار پر فیصلہ

تو اگر مدعیٰ علیہ نے ایک دفعہ بھی قسم کھانے سے انکار کیا مثلاً کہا میں قسم نہیں کھاؤں گا یا چپ ہو رہا بغیر کسی آفت کے (یعنی اگر گونگا یا بہرا ہوگا تو سکوت اس کا انکار نہ ہوگا) اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اس کے انکار پر تو صحیح ہے اور احتیاط اس میں ہے کہ قسم کے واسطے تین بار مدعیٰ علیہ سے کہے پھر اگر تیسری بار میں بھی مدعیٰ علیہ قسم سے انکار کرے تو قاضی اس کے نکول پر حکم کر دیوے۔ اور مدعی سے قسم نہ لیوے۔

فائدہ:۔ نکول کہتے ہیں قسم سے انکار کرنے کو قاضی اس کے نکول پر حکم کر دیوے کیا معنی مدعی کا مقدمہ جتا دیوے اور مال مدعی مدعیٰ علیہ پر لازم کر دیوے۔

(۱۳) مدعیٰ علیہ کے قسم سے انکار پر مدعی سے قسم لینا

اور شافعیؒ کے نزدیک صرف نکول سے مدعی علیہ کے اوپر مال لازم نہ کیا جاوے گا بلکہ پھر مدعی سے قسم لی جاوے گی کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے جب مدعی حلف کر لے گا تو حکم کر دیا جاوے گا مال کا مدعیٰ علیہ پر اور ہمارے نزدیک یہ بدعت ہے اور سب سے پہلے اسی طرح کیا حضرت معاویہؓ نے اور یہ مخالف ہے حدیث مشہور کے۔

فائدہ:۔ اور یہی قول ہے احمدؒ اور مالکؒ کا اور یہی کہتے ہیں ائمہ ثلثہؒ کہ اگر مدعی کے پاس ایک گواہ ہووے تو مدعی سے قسم لے کر حکم کر دیں گے مال کا مدعیٰ علیہ پر اور قسم اس کی قائم مقام دوسرے گواہ کے ہوگی اور امام اعظمؒ نے دونوں مسئلوں میں خلاف کیا ائمہ ثلثہؒ کا یعنی ان کے نزدیک مدعی سے کسی حال میں قسم نہ لی جاوے گی بلکہ حلف خاص ہے مدعیٰ علیہ کے ساتھ باتباع حدیث مشہور بلکہ متواتر جو اوپر گزری کہ فرمایا حضرتؐ نے البینة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر یعنی جنس قسم

منکر پر ہے اور الف لام الیمین میں واسطے استغراق جنس کے ہے یعنی تمام قسمیں مدعیٰ علیہ پر ہیں تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوا کہ قسم مختص ہے مدعیٰ علیہ سے ائمہ ثلثہؒ دلیل لاتے ہیں اس حدیث سے جس کو روایت کیا احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور بیہقیؒ اور طحاویؒ نے عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی سے انہوں نے امام جعفر صادقؒ سے انہوں نے اپنے باپ محمد باقرؒ سے انہوں نے جابرؓ سے کہ فیصلہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ساتھ قسم کے اور ایک شاہد کے کہا ترمذیؒ نے اور روایت کیا اس کو نوویؒ اور مالکؒ وغیرہ نے امام محمد باقرؒ سے مرسلاً اور یہی اصح ہے اور روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے محمد باقرؒ سے انہوں نے حضرت علیؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ ایک شاہد کے اور قسم لی مدعی سے اور یہ منقطع ہے کہا دارقطنیؒ نے علل میں کہ جعفر صادقؒ نے کبھی وصل کیا اس حدیث کو اور کبھی مرسل کیا اور کہا شافعیؒ نے اور بیہقیؒ نے کہ عبدالوہاب نے وصل کیا اس کو اور وہ ثقہ ہے میں کہتا ہوں کہ ذہبی نے اس کو ضعیف کیا اور کہا کہ مختلف ہو گیا تھا آخر عمر میں اور مالکؒ اور ثوریؒ کی روایت مرسل اگرچہ صحیح ہے لیکن حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے اور روایت کیا ابوداؤدؒ اور طحاویؒ نے ابن عباسؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا ساتھ شاہد اور قسم کے اور حسن کہا اس کو ترمذیؒ نے اور منکر کہا اس کو طحاویؒ نے اس واسطے کہ روایت کیا اس کو قیس بن سعد نے عمرو بن دینار سے اور اس کی حدیث کو عمرو بن دینار سے ہم کچھ نہیں جانتے اور روایت کی شافعیؒ اور اصحاب سننؒ اور ابن حبانؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا شاہد اور یمین سے نقل کیا ابن ابی حاتم نے اپنے باپ سے کہ یہ حدیث صحیح ہے لیکن روایت کیا اس حدیث کو سہیل بن ابی صالحؒ نے اپنے باپ سے اور سنا ان سے ربیعۃ بن ابی عبدالرحمن نے پھر بگڑ گیا حفظ ابی سہیل کا اور کہتے تھے ابوسہیل کہ ربیعہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے ان

سے حدیث بیان کی ابوہریرہؓ کی کہا طحاویؒ نے نقلاً عن العینی کہ سہیل راوی اس حدیث کا منکر ہوا اس کی روایت کا تو حدیث مذکور حجت باقی نہ رہی بعد منکر ہونے اس کے راوی کے اور باقی اسانید بھی اس حدیث کے ضعیف ہیں۔

جواب:۔ امام صاحبؒ کا اس حدیث سے بچند وجوہ ہے اولاً اس طرح کہ یہ حدیث طرق اس کے سب ضعیف ہیں رد کیا ہے اس کو نقاد فن حدیث یحییٰ بن معین نے ثانیاً یہ حدیث باوجود ضعیف ہونے کے مخالف ہے نص صریح کلام اللہ کے **واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامرأتان الاية** یعنی گواہ کرو تم دو مردوں کو اپنے میں سے تو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ثالثاً مخالف ہے یہ حدیث اس حدیث مشہور بلکہ متواتر کے کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر حصر کر دیا ہے اس میں جنس شہود کو مدعی پر اور جنس یمین کو مدعیٰ علیہ پر رابعاً اس حدیث میں ذکر ایک واقعہ کا ہے اور نص قولی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں احتمال ہے کہ شاید یہ حکم مخصوص ہو اس واقعہ سے یا اس مدعی سے جیسا کہ حضرتؐ نے کر دیا شہادت خزیمہ کو قائم مقام دو شہادتوں کے اور خاص ہے یہ امر خزیمہ سے باتفاق علما اور احادیث اور آثار ہمارے قولی ہیں عام تو واجب ہو گی ترجیح ان کی اس حدیث پر خامساً بصورت تسلیم معنیٰ اس حدیث کے یہ ہو سکتے ہیں کہ حضرتؐ نے حکم کیا شاہد اور یمین سے یعنی باوجود اس کے کہ مدعی نے ایک شاہد پیش کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر بوجہ عدم تکمیل نصاب شہادت لحاظ نہ فرمایا اور مدعیٰ علیہ سے یمین لی تو مراد یمین مدعیٰ علیہ ہے نہ یمین مدعی سادساً یہ کہ احتمال ہے کہ مراد شاہد سے خزیمہ ہو کیونکہ دوسری حدیث میں مروی ہے کہ حضرتؐ نے اس کی شہادت کو تنہا بمنزلہ دو شہادت کے رکھا اور یہ حکم اس کی

خصوصیات میں سے ہے سابعاً یہ کہ الف ولام قضیٰ بالیمین مع الشاہد میں عہد کا ہووے اور مراد حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاہد سے شہادت معہودہ یعنی دو مردوں کی یا ایک مرد اور دو عورتوں کی مراد ہے اسی طرح سے الیمین سے یمین معہودہ یعنی یمین مدعیٰ علیہ ثامناً یہ کہ یمین سے یمین شاہد کی مراد ہووے یعنی شاہد کو حکم کیا کہ لفظ اشہد کا کہے کیونکہ اشہد الفاظ یمین سے ہے تاسعاً یہ کہ عمل اس حدیث پر متعارف نہ ہوا عہد سلف صالحین یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ میں اور یہ دلیل قاطع ہے اس حدیث کے متروک یا ماول ہونے پر عاشراً یہ کہ استدلال امام شافعیؒ اور ائمہ ثلثہ کا بابت اثبات مسئلتین کے اس سے تمام نہیں ہوتا کیونکہ مذہب انکار شہادت ہے مدعی پر بعد نکول مدعیٰ علیہ اگرچہ مدعی نے ایک گواہ بھی پیش نہ کیا ہو اور یہ مخالف ہے اس حدیث کے بھی اگر کوئی کہے کہ اس مسئلے کے اثبات کی یہ دلیل نہیں بلکہ روایت کی دارقطنیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رد کیا قسم کو اوپر طالب حق یعنی مدعی کے تو جواب اس کا یہ ہے کہ قطع نظر اس کے کہ یہ حدیث بھی ایک نقل واقعہ ہے دوسرے یہ کہ احتمال ہے کہ بیان اسی واقعہ یمین مع الشاہد کا ہووے اس کی اسناد نہایت ضعیف ہے تصریح کی اس کی سب محدثین نے فتلک عشرۃ کاملۃ ھذا ینبغی تحقیق المقام وفیما ذکرنا کفایۃ لاولی الافہام استدلال عجیب امام مالکؒ نے مؤطا میں لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یمین مع الشاہد الواحد حجت نہیں بسبب قول اللہ تعالیٰ کے فان لم یکونا رجلین الآیۃ تو حجت ان لوگوں پر یہ ہے کہ آیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا ایک شخص پر مال کا کیا نہیں حلف لیا جاتا مدعیٰ علیہ سے تو اگر حلف کرتا ہے باطل ہو جاتا ہے اس سے یہ حق اور اگر نکول کرتا ہے تو پھر حلف دلاتے ہیں صاحب حق کو تو یہ ایسا امر ہے کہ نہیں ہے اختلاف اس میں کسی کا لوگوں میں سے اور نہ کسی شہر میں شہروں میں سے تو کس دلیل سے نکالا ہے اس کو اور کس کتاب اللہ میں پایا اس مسئلے کو تو جب اس امر کو اقرار کرے تو ضرور ہے کہ اقرار کرے یمین مع الشاہد کا اگرچہ نہیں ہے یہ کتاب اللہ میں انتہیٰ باختصار میں کہتا ہوں کہ یہ استدلال عجیب ہے امام مالکؒ سے کیونکہ ثبوت حلف مدعیٰ علیہ کا تو احادیث متواترہ یا مشہورہ سے موجود ہے بلکہ اس پر اجماع ہے مجتہدینؒ کا تو یہ کہنا کہ کس دلیل سے نکالا ہے اس کو بعید ہے صواب سے اور اگر مراد ان کی اس امر اتفاقی سے حلف مدعیٰ علیہ مع حلف مدعی درصورت نکول مدعیٰ علیہ ہے تو اس کو اتفاقی کہنا اور مجمع علیہ بلاد وامصار کا قرار دینا خلاف واقع اور غیر مسلم ہے باینہمہ جو لوگ یمین مع الشاہد کو حجت نہیں جانتے ہیں وہ کب کہتے ہیں کہ قسم رد کی جاوے گی مدعی پر تو ملازمت ان دونوں امروں میں غیر ثابت اور بے دلیل ہے اور شاید کہ امام مالکؒ کی اس عبارت کا مطلب کچھ اور ہووے کہ وہ ہمارے فہم ناقص میں نہ آیا ہو واللہ اعلم بمرادعبادہ۔

(۱۴) ولایحلف فی نکاح و رجعة و فیئ فی ایلا واستیلا دورق و نسب وولاء اعلم ان فی هذه الصور لایستحلف عند ابی حنیفة وعندهما یستحلف وصورتها ادعی الرجل النکاح وانکرت المرأة او بالعکس او ادعی الرجل بعد الطلاق وانقضاء العدة الرجعة فی العدة وانکرت المرأة او بالعکس او ادعی الرجل بعد انقضاء مدة الایلاء الفیء فی المدة و انکرت المرأة او بالعکس او ادعی الرجل علی رجل مجهول النسب انه ابنه اوعبده و انکر المجهول او بالعکس او اختصمافی ولاء العتاقة اوولاء الموالاة علی هذه الوجه او ادعت

الامة علی مولاها انها ولدت منه ولداً وادعاه و قدمات الولد ولایجری فی هذه المسألة العکس لان المولی اذا ادعی ذلک تصیر ام ولد باقراره ولااعتبار لانکارالامة و انما یستحلف عندهما لان النکول اقرار لان الحلف واجب علیه علی تقدیر صدقه فی انکاره فاذاامتنع علم انه غیر صادق فی الانکار اذلوکان صادقاً لاقدم علی اداء الواجب وهو الحلف واذاکان النکول اقراراعندهما والاقراریجری فی هذه الامور فیحلف حتی اذانکل یقضی بالنکول ولابی حنیفة ان المرأ کثیراً مایحترزعن الیمین الصادقة فیبذل شیأولایحلف واذاامکن حمله علی البذل لایثبت الاقرار بالشک فیحمل علی البذل والبذل لایجری فی هذه الاشیاء و یمکن ان یقال لمالم یجرالبذل فی هذه الاشیاء لایجعل النکول بدلافیحمل علی الاقرار و فی فتاوی قاضی خانؒ ان الفتوی علی قولهما فی النکاح

(۱۴) وہ امور جن کے انکار کرنیوالے سے قسم نہیں لی جاتی

اور نہیں قسم لی جاتی ہے امام صاحبؒ کے نزدیک منکر سے نکاح اور رجعت اندر عدت میں اور مدت ایلاء کے اندر رجوع کرنے میں اور ام ولد ہونے میں اور غلام ہونے میں اور نسب میں اور ولاء میں برخلاف صاحبینؒ کے۔

فائدہ:۔ اصل کتاب میں صورتیں ان مسائل کی یوں مذکور ہیں کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا نکاح کا اور انکار کیا عورت نے یا اس کا الٹا ہوا یعنی عورت مدعی نکاح کی ہووے اور مرد انکار کرے یا دعویٰ کیا ایک شخص نے بعد طلاق کے اور گزر جانے عدت کے کہ میں نے رجعت کی تھی عدت کے اندر اور انکار کیا عورت نے یا اس کا الٹا ہوا یا دعویٰ کیا ایک شخص نے بعد گزر جانے مدت ایلاء کے کہ میں نے رجوع کیا تھا ایلاء سے اندر مدت کے اور انکار کیا عورت نے یا اس کا الٹا ہوا یا دعویٰ کیا ایک شخص مجہول النسب پر کہ یہ میرا غلام یا بیٹا ہے یا اس کا الٹا ہوا یا جھگڑا کیا دونوں نے آزادی کی ولاء یا ولاء موالات میں اسی طور پر یا دعویٰ کیا لونڈی نے اپنے مولیٰ پر کہ میرے اولاد ہوئی تھی مولیٰ سے اور دعویٰ کیا تھا اس کا مولیٰ نے اور مر گیا ہے ولد اور اس کا الٹا یہاں نہیں ہوسکتا کیونکہ مولیٰ نے اگر دعویٰ کیا کہ یہ میری ام ولد ہے تو وہ ام ولد ہو جاوے گی صرف اقرار سے اس میں اس لونڈی کے انکار کی طرف التفات نہ ہوگا دلیلیں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کی مذکور ہیں اصل میں لیکن صحیح ومختار یہ ہے کہ ان ساتوں چیزوں میں قسم لی جاوے گی درمختار اور فتاویٰ قاضی خاں میں ہے کہ فتویٰ قول صاحبینؒ پر ہے مسئلہ نکاح میں کذافی الاصل۔

(۱۵) وحد ولعان کما اذاادعی رجل علی رجل اٰخرانک قذفتنی بالزنا و علیک الحدلایستحلف بالاجماع وکذااذاادعت المرأة علی الزوج انک قذفتنی بالزنا و علیک اللعان (۱۶) وحلف السارق وضمن ان نکل ولم یقطع لان المال یلزم بالنکول لاالقطع (۱۷) وکذا الزوج اذاادعت المرأة طلاقا قبل الدخول لانه یحلف فی الطلاق اجماعاً فان نکل ضمن نصف مهرها و کذافی النکاح اذاادعت هی مهرها ای اذاادعت المرأة النکاح وطلبت المال کالمهراوالنفقة فانکرالزوج

یحلف فان نکل یلزم المال ولا یثبت الحل عند ابی حنیفۃ لان المال یثبت بالنکول لا الحل وفی النسب اذاادعی حقا کارث و نفقۃ ای یحلف فی دعوی النسب اذا ادعی المدعی مالاً فیثبت بالنکول المال لا النسب عند ابی حنیفۃ وغیرھما کالحجر فی اللقیط وامتناع الرجوع فی الھبۃ

(۱۵) حداورلعان میں بھی قسم نہیں لی جائیگی

اورنہیں قسم لی جاوے گی حداورلعان میں

فائدہ:۔ جیسے حدزنا اور حدقذف میں صورت حد کی یہ ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا دوسرے پر کہ تو نے مجھ کو تہمت زنا کی لگائی تھی اور تجھ پر حدلازم ہے اور مدعیٰ علیہ نے انکار کیا تو اس پر قسم نہ آوے گی بالاجماع اور صورت لعان کی یہ ہے کہ عورت نے دعویٰ کیا خاوند پر کہ تو نے مجھ کو تہمت لگائی تھی زنا کی تو تجھ پر لعان واجب ہے اور مرد نے انکار کیا تو اس کو قسم نہ دلائی جاوے گی کذافی الاصل۔

(۱۶) چوری سے منکر سے قسم

اور چور نے اگر چوری سے انکار کیا تو اس سے قسم لی جاوے مال کے لئے تو اگر اس نے نکول کیا ضامن دے گا مال کا اور ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا اس واسطے کہ نکول ایسی دلیل ہے جس میں شبہ ہے تو مال اس سے لازم ہوگا نہ حد۔

(۱۷) طلاق ومہر وغیرہ کے دعویٰ میں شوہر کا انکار

اسی طرح خاوند کو قسم دلائی جاوے گی اگر عورت نے دعویٰ کیا اس کے طلاق دینے کا قبل دخول کے اس واسطے کہ طلاق میں بالاجماع قسم لی جاتی ہے تو اگر مرد نکول کرے گا ضمان دے گا صورت مذکورہ میں عورت کے نصف مہر کا اسی طرح نکاح میں جب عورت دعویٰ کرے مہر کا یا نفقہ کا اور انکار کرے شوہر تو قسم لی جاوے گی اس سے اور اگر نکول کرے گا تو مال اس پر لازم ہوگا اور عورت اس پر حلال نہ ہوگی نکول سے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کے اسی طرح نسب میں جب مدعی بسبب نسب کے کسی حق کا دعویٰ کرے جیسے میراث یا نفقہ کا اور سوا ان دونوں کا مثل حجر لقیط اور امتناع رجوع کا ہبہ میں۔(یا حضانت کا یا عتق کا بسبب ملک سے یا ہبہ میں رجوع نہ ہو سکنے کا شامی) تو مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جاوے گا اگر نکول کرے گا تو وہ حق ثابت ہو جاوے گا نہ نسب نزدیک امام صاحبؒ کے

(۱۸) وکذا منکر القود ای یحلف اجماعالانہ حق العباد فان نکل فی النفس حبس حتی یقر اویحلف و فیما دونھا یقتص فان الاطراف بمنزلۃ الاموال فیجری فیھا البذل بخلاف النفس ھذا عند ابی حنیفۃ و عندھما یلزم الارش فی النفس ومادونھا فان النکول اقرار فیہ شبھۃ فلا یثبت بہ القصاص بل یلزم المال (۱۹) فان قال لی بینہ حاضرۃ ای فی المصرحتی اوقال لابینۃ لی او شھودی غیب یحلف ولایکفل وطلب حلف الخصم لا یحلف و یکفل بنفسہ ثلثۃ ایام فان ابی الازمہ ای ان ابی الخصم عن اعطاء الکفیل لازمہ المدعی ثلثۃ ایام ثم عطف علی الضمیر المنصوب فی لازمہ قولہ والغریب قدر مجلس الحکم ای لازم المدعی الغریب

مقدار مايكون القاضي جالسا في المحكمة ولايكفل الا الى اٰخر المجلس اي ان اخذمنه الكفيل لايوخذ الا الى اٰخر مجلس الحكم فان اتى البينة فبها والايحلفه ان شاء او يدعه

(۱۸) قصاص کے منکر سے حلف

اسی طرح جو منکر ہو قصاص کا تو اس سے حلف لیا جاوے گا اجماعاً تو اگر نکول کرے گا قصاص بالنفس میں (قصاص بالنفس یہ کہ مقتول کے بدلے میں اس کا قتل واجب ہووے اور قصاص بالاطراف یہ کہ مدعیٰ علیہ نے کسی کے ہاتھ یا پاؤں کاٹ ڈالے اور مدعی اس کا عوض چاہتا ہے کہ مدعیٰ علیہ کے بھی ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں) تو قید کیا جاوے گا مدعیٰ علیہ یہاں تک کہ اقرار کرے یا حلف کرے اور اگر نکول کرے گا تو قصاص بالاطراف میں تو صرف اس کے نکول سے اس سے قصاص لیا جاوے گا نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک قصاص بالنفس میں بجز دنکول دیت لازم ہوگی قاتل پر اور اسی طرح قصاص بالاطراف میں آرش اس کا (اور فتویٰ امام کے قول پر ہے)

(۱۹) مدعی کے گواہوں کی حاضری تک مدعیٰ علیہ سے ضمانت لینا

مدعی نے کہا میرے گواہ حاضر ہیں (یعنی شہر میں یہاں تک کہ اگر مدعی کہے گا کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں یا میرے شہود غائب ہیں تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاوے گی اور ضمانت نہ لی جاوے گی) اور پھر قسم طلب کی مدعیٰ علیہ سے تو مدعیٰ علیہ سے قسم نہ لی جاوے گی بلکہ اس سے حاضر ضمانت لی جاوے گی تین روز کی۔

فائدہ:۔ لیکن شرط ہے کہ حاضر ضامن معتمد اور معتبر ہووے اور اس پر خوف بھاگ جانے کا نہ ہووے اگر چہ مدعیٰ علیہ صاحب اعتبار ہو اور مال بے حقیقت۔

☆ تو اگر مدعیٰ علیہ ضمانت داخل نہ کرے تو خود مدعی یا امین اس کا مدعیٰ علیہ کے ساتھ رہے مدت ضمانت تک یعنی تین روز تک تا کہ مدعیٰ علیہ غائب نہ ہو جاوے یہ صورت جب ہے کہ مدعا علیہ مقیم ہو اس شہر کا اور اگر مسافر ہو تو اس سے حاضر ضمانت وقت برخاست کچہری تک لے جاوے گی اور اگر ضمانت نہ دے گا تو اسی مدت تک مدعی کو حکم اس کے ساتھ رہنے کا ہوگا پس اگر مدعی مدت مقررہ میں گواہ لایا تو بہتر ہے ورنہ قاضی اس سے حلف لے لیوے یا اس کو چھوڑ دیوے۔

فوائد

فائدہ (۱) غیر قاضی کے ہاں قسم

اگر مدعی اور مدعیٰ علیہ نے اتفاق کر لیا اس امر پر کہ مدعیٰ علیہ قاضی کے سوا اور کہیں قسم کھاوے اور بری الذمہ ہو جاوے تو باطل ہے اس واسطے کہ قسم قاضی کا حق ہے بطلب مدعی تو اعتبار نہیں قسم کا اور انکار قسم کا غیر قاضی کے پاس مدعیٰ علیہ نے اگر کہا کہ مدعی سے حلف لیا جاوے اس پر کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے یا گواہ اس کے سچے ہیں تو قاضی اس کی درخواست پر لحاظ نہ کرے۔

فائدہ (۲) قضاء کے طریقے

طریق قضا کے تین ہیں ایک اقرار مدعیٰ علیہ دوسرے برہان مدعی تیسرے نکول مدعیٰ علیہ تو قاضی کو چاہئے کہ اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہویں اور وہ طلب کرے قسم کو مدعیٰ علیہ سے کہے واسطے قسم کرنے کے اگر وہ قسم کھالیوے تو بہتر ہے اور اگر نکول کرے تو اس پر مال کا حکم کرے نہ یہ کہ قبل مدعی

علیہ کے حلف یا نکول کرنے کے اس طرح فیصلہ کردیوے کہ مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جاوے اگر کرے تو بہتر ورنہ اس سے مال دلایا جاوے گا جیسا کہ اس زمانے کے قاضی کرتے ہیں اور یہ امر یا جہل ہے ان سے یا غفلت تو اس امر کو یاد رکھنا چاہئے قاضی کے سامنے مدعیٰ علیہ نے انکار کیا قسم سے اور قاضی نے اس پر نکول سے حکم کردیا مال کا بعد اس کے مدعیٰ علیہ مستعد ہوا حلف پر تو اب کچھ سماعت اس کی نہ ہوگی اور قضا اپنے حال پر باقی رہے گی اگر مدعی نے بعد قسم کے گواہ قائم کئے گو کہ پہلے کہہ چکا ہو کہ میرے پاس گواہ نہیں ہیں یا بعد قضا بالنکول کے تو قبول کئے جاویں گے۔

فائدہ (۳) وکیل، وصی اور صغیر کے باپ کا حلف لینا

وکیل اور وصی اور متولی اور صغیر کا باپ مدعیٰ علیہ سے حلف لے سکتے ہیں نیابۃً اور حلف نہیں کرسکتے نیابۃً اپنے فعل پر آدمی سے قسم لے جاتی ہے بطور قطع اور یقین کے یعنی جس طرح مدعی کہتا ہے اس طرح نہیں ہے اور غیر کے فعل پر بطور علم کے کہ میں نہیں جانتا اس بات کو جیسے کسی شخص نے دعویٰ کیا دین یا عین کا وارث پر بشرطیکہ قاضی اس کی میراث ہونے کو جانتا ہے یا مدعی نے اس کی میراث ہونے کا اقرار کیا یا خصم یعنی مدعیٰ علیہ اس کی میراث ہونے پر گواہ لایا تو مدعیٰ علیہ یعنی وارث سے علم پر قسم لی جاوے کہ میں نہیں جانتا کہ یہ چیز تیری ہے یا تیرا دین آتا تھا مورث پر۔

فائدہ (۴) مدعیٰ علیہ مدیون کے موقف کا ثبوت

اگر مدعی نے دعویٰ کیا دین کا مدعیٰ علیہ پر اور ثابت کیا اس کو برہان سے بعد اس کے مدعیٰ علیہ نے جواب دیا کہ میں یہ دین مدعیٰ کو پہنچا چکا ہوں تو مدعیٰ علیہ سے گواہ ادائے دین کے لئے جاویں گے اسی طرح اگر دعویٰ کرے مدعی کے عفو کر دینے کا اگر مدعیٰ علیہ کے پاس گواہ نہ ہوں ایصال دین یا ابرائے دین کے اور طالب ہو قسم کا مدعی سے تو مدعی سے قسم لی جاوے گی اگر مدعی قسم کرلے تو مال دیا جاوے گا مدعیٰ علیہ سے اور اگر نکول کرے تو مدعیٰ علیہ پر مال لازم نہ ہوگا۔ اگر ایک شاہد نے شہادت دی ہزار روپے کی مدعیٰ علیہ پر اور دوسرے نے اس کے اقرار پر تو گواہی مقبول ہوگی اگر مدیون نے ایصال دین کا دعویٰ کیا ایک بار کل دین کا اور گواہوں نے ادائے متفرق کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول نہ ہوگی۔

فائدہ (۵) زوجیت کے منکر ورثہ کے موقف کی حیثیت

اگر ورثہ نے زوجیت زوجہ کا بالکل انکار کیا یعنی یہ کہا کہ ہمارے مورث کی یہ کبھی زوجہ نہ تھی بعد اس کے زوجہ نے گواہ قائم کئے نکاح اور مہر پر اب ورثہ کہنے لگے کہ ہمارے مورث نے اس کو طلاق دیا تھا یا اس نے ابراء کیا تھا مہر سے تو یہ قول وارثوں کا مسموع نہ ہوگا اس واسطے کہ صریح مخالف ہے قول اول کے قنیہ و درمختار۔

(۲۰) والحلف بالله (۲۱) لابالطلاق و الاعتاق فان الح الخصم قيل صح بهما فى زماننا اى جازللقاضى ان يحلفه بالطلاق والعتاق (۲۲) ويغلظ بصفاته نحو بالله الطالب الغالب المدرک الملک الحى الذى لايموت ابدا ونحوذلک (۲۳) لابالزمان والمكان هذا عندنا وعندالشافعى رحمه الله تعالىٰ يغلظ بالزمان كبعد صلوٰة العصر يوم الجمة وبالمكان كالمسجد الجامع عند

16

المنبر (۲۴) ويحلف اليهودى بالله الذى انزل التوراة علىٰ موسىٰ عليه السلام والنصرانى بالله الذى انزل الانجيل علىٰ عيسىٰ عليه السلام والمجوسى بالله الذى خلق النار والوثنى بالله

(۲۰) قسم صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی لی جائیگی

قسم لی جاوے اللہ جل شانہ کے نام پاک سے نہ کسی اور کے نام سے۔

فائدہ:۔ تو اگر قسم کھاوے گا قرآن یا ماں باپ یا پیغمبر یا ولی اللہ یا شہید کے نام سے یا کعبے کی تو اس پر احکام قسم کے مرتب نہ ہوں گے بلکہ اگر اللہ جل شانہ کا سا کسی اور کو بزرگ سمجھ کر قسم کھاوے گا تو مشرک ہو جاوے گا البتہ اگر قسم کھاوے اللہ کے نام سے یا کسی اور اس کے اسم سے اسمائے متبرکہ سے جیسے رحمٰن و رحیم قادر ذوالجلال یا اس کی ایسی صفت سے جس سے قسم کھائی جاتی ہے جیسے عزت اور جلال اور کبریا اور عظمت اور قدرت تو یہ قسم معتبر ہوگی شامی روایت کی بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تم کو منع کرتا ہے۔ اس بات سے کہ قسم کھاؤ تم اپنے باپوں کی سو جو شخص تم میں سے قسم کھانے والا ہو سو چاہئے کہ قسم کھاوے خدا کی یا چپ رہے اور روایت کی بخاریؒ ومسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ جس نے اپنے حلف میں کہا قسم ہے لات اور عزیٰ کی تو چاہئے کہ کلمہ توحید پڑھے یعنی لا الہ الا اللہ کہا شیخ عبدالحقؒ نے شرح مشکوٰۃ میں کہ اگر قسم غیر خدا کی علیٰ وجہ التعظیم نہیں ہے تو اس سے کافر نہیں ہوتا لیکن استغفار چاہئے کیونکہ صورت کفر کی ہے اور اگر قسم غیر خدا کی علی وجہ التعظیم ہے یعنی اس چیز کی تعظیم مثل خدا کے جانتا ہے تو یہ کفر ہے اور ارتداد ہے واجب ہے کہ عود کرے اس سے اور تجدید اسلام کرے روایت کی ابوداؤدؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قسم کھاؤ تم اپنے باپ دادا اور اپنے ماؤں کی اور نہ بتوں کی اور نہ قسم کھاؤ تم خدا کی مگر جب سچے ہو اور روایت کی ترمذیؒ نے بن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص نے قسم کھائی سوا خدا کے اور کسی کی تو اس نے شرک کیا۔

(۲۱) طلاق اور عتاق پر قسم نہیں ہوتی

اور قسم نہ ہوگی طلاق اور عتاق سے (یعنی اگر مدعی کہے کہ مدعیٰ علیہ سے یوں قسم لی جاوے کہ اگر مدعی کا دعویٰ سچا ہووے تو میری جورو پر طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اس درخواست مدعی پر کچھ لحاظ نہ ہوگا کیونکہ قسم طلاق یا عتاق سے دینا حرام ہے کذا فی الخانیہ اور قول ضعیف یہ ہے کہ اگر ہمارے زمانے میں مدعی الحاح اور زاری کرے تو قاضی کو جائز ہے کہ مدعیٰ علیہ سے طلاق اور عتاق پر قسم لیوے۔

فائدہ:۔ یعنی قاضی کو ایسی قسم لینا درست ہے اور یہ قول مردود ہے بچند وجوہ اول یہ کہ حلف دلانا طلاق اور عتاق کا حرام ہے تو اگرچہ مدعی الحاح اور زاری کرے قاضی کو اس کی تعمیل کیسے درست ہوگی اسی کو اختیار کیا ہے صاحب درمختار اور فقہائے معتبرین نے دوسرے یہ کہ نتیجہ تحلیف اس میں ظاہر نہیں ہوتا اس واسطے کہ اگر مدعیٰ علیہ نے انکار کیا ایسی قسم سے یعنی طلاق اور عتاق کی قسم سے تو اس کے نکول سے اس پر مال لازم نہ کیا جاوے گا تو یہ تحلیف بے فائدہ ٹھہری لیکن بعض فقہاؒ نے یہ کہا ہے کہ جس شخص نے جائز رکھا ہے اس تحلیف کو تو وہ قائل ہے اس بات کا بھی کہ بصورت نکول مدعیٰ علیہ مال اس پر لازم کیا جاوے گا۔ درمختار اور شامی نے نقل کیا دررالبحار سے کہ کبھی فائدہ اس قسم کا یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مدعیٰ علیہ جاہل ہوتا ہے اس بات کا کہ نکول ایسی قسم سے معتبر نہیں تو وہ وقت طلب حلف قسم

سے انکار کر کے مال کا اقرار کر لیتا ہے تیسرے یہ کہ یہ قول منقول نہیں مجتہدین اربعہ سے اور نہ قدمائے فقہاء سے بلکہ متون میں اس کی ممانعت لکھی ہے تو جواز اس کا محض ایجاد کیا ہوا بعض فقہائے متاخرین کا ہے جن کی تقلید ضرور نہیں علی الخصوص جبکہ مخالف احادیث اور حرام ہووے تو اس کو یاد رکھنا چاہئے۔

(۲۲) قسم کو سخت کرنا

اور سخت کر سکتا ہے قاضی قسم کو خدا کے اوصاف ذکر کرنے سے مثلاً کہے قسم اس اللہ کی جو مطالب غالب ہے سمجھنے والا ہے بادشاہ ہے زندہ ہے اس کو موت اور فنا نہیں اور مثل اس کے۔

فائدہ:۔ ہدایہ میں اس کی مثال یوں لکھی ہے کہ قاضی کہے مدعیٰ علیہ سے کہہ تو قسم خدا کی ایسا خدا کہ جاننے والا ہے غائب اور حاضر کا وہ رحمٰن رحیم ہے جانتا ہے وہ چھپی چیز کو جیسے جانتا ہے کھلی چیز کو کہ مدعی کا تیرے اوپر یہ مال نہیں ہے اور نہ اس میں سے کچھ انتہیٰ اور قاضی کو پہنچتا ہے کہ تاکید کرے قسم کی اس سے زیادہ یا کم لیکن احتیاط کرے اس بات کی کہ مدعیٰ علیہ پر قسم مکرر نہ ہو جاوے اس واسطے کہ استحقاق اس پر صرف ایک قسم کا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ جو شخص نیک بخت دیندار مشہور ہو اس پر تاکید قسم کی حاجت نہیں البتہ جو ایسا نہ ہو اس پر قسم سخت کرے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اگر مال قلیل ہو تغلیظ قسم کی حاجت نہیں البتہ اگر مال خطیر کا دعویٰ ہووے تو قسم کو سخت کرے ہدایہ تو اگر قاضی نے مدعیٰ علیہ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دی اور اس نے تغلیظ قسم سے انکار کیا تو قاضی اس پر نکول سے حکم نہ کرے اس واسطے کہ مطلب تو اللہ کی قسم سے ہے اور وہ حاصل ہو گیا درمختار عن الزیلعی۔

(۲۳) زمان و مکان سے قسم کی تاکید

اور نہ ہوگی تاکید قسم کی مسلمان پر زمان اور مکان سے۔

فائدہ:۔ تغلیظ زمان یہ کہ رمضان شریف یا جمعہ کے دن قسم لے اور تغلیظ مکان یہ کہ مسجد یا بیت اللہ میں قسم لیوے درمختار میں ہے کہ یہ تغلیظ مستحب نہیں ہے قاضی کو تو ظاہر یہ ہے کہ اگر کرے تو مباح ہے لیکن نقل کیا شامیؒ نے محیط سے کہ نہیں جائز ہے تغلیظ قسم کی ساتھ مکان کے۔

☆ اور امام شافعیؒ کے نزدیک تغلیظ قسم کی چاہئے زمان سے جیسے بعد نماز عصر کے دن جمعہ کے اور مکان سے جیسے جامع مسجد میں نزدیک منبر کے۔

(۲۴) یہودی، نصرانی، مجوسی اور بت پرست سے قسم لینے کا طریقہ

اور یہودی کو یوں حلف دلاویں گے کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے اتارا توراۃ کو موسیٰ علیہ السلام پر اور نصرانی کو اس طرح کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے اتارا انجیل کو عیسیٰ علیہ السلام پر اور مجوسی کو اس طرح کہ قسم خدا کی جس نے پیدا کیا آگ کو اور بت پرست کو قسم خدا کی دلاویں گے۔

فائدہ:۔ کیونکہ سب بت پرست اقرار کرتے ہیں وجود خدائے تعالیٰ کا فرمایا اللہ تعالیٰ نے ولئن سألتهم من خلق السموات والارض ليقولن الله یعنی اور اگر تو پوچھے مشرکین سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو البتہ کہیں گے کہ خدا نے پیدا کیا اور پارسی سے اور ہندو سے آگ کی اور گنگا کی قسم نہ لیوے کیونکہ تحلیف بغیر خدا جائز نہیں ہے بلکہ یوں کہے کہ قسم اس خدا کی جس نے پیدا کیا آگ کو اور گنگا کو درمختار میں ہے کہ فرقہ دہریہ جو مقر نہیں خدائے عز و جل کے بلکہ انکار کرتے ہیں خدا سے تو ان سے کس چیز کی قسم لی جاوے یہ امر معلوم نہیں ہوا مترجم کہتا ہے کہ ان سے دہر کی قسم لی جاوے اس واسطے کہ دہر بھی منجملہ اسمائے الٰہی ہے حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں دہر ہوں اور آدمی

برا کہتا ہے دہر کو اور اگر یہودی نصرانی پارسی ہندو سے صرف خدا کی قسم لے لے تو کافی ہو جاوے گا درمختار میں ہے کہ اگر مدعیٰ علیہ گونگا ہو تو اس کو حلف دینے کا یہ طریقہ ہے کہ قاضی اس سے کہے کہ تجھ پر عہد ہے خدا کا اور اسکا میثاق اگر ایسا اور ایسا ہو پھر جب وہ اپنے سر سے اشارہ کرے کہ ہاں تو وہ حالف ہو جاوے گا اور اگر بہرا بھی ہووے تو قسم کو لکھے تا کہ وہ اس کا جواب لکھے اپنے خط سے اور اگر وہ لکھنا نہ جانتا ہووے تو اس کو اشارے سے قسم دیوے اور اگر گونگا اور بہرا اور اندھا بھی ہووے تو اس کا باپ قسم کھاوے یا اس کا وصی یا اگر باپ اور وصی نہ ہووے تو قاضی نے جس شخص کو اس کے قائم مقام کیا ہے وہ حلف کرے طحطاوی نے یہ لکھا کہ یہ قسم کیا علم پر ہوگی اس واسطے کہ متعلق مانعہ ہے یا یقین وقطع پر اس کو تحریر کرنا چاہئے پھر معلوم کر کے یہ قول مخالف ہے ماتقدم کے کہ نیابت استحلاف میں جاری ہوتی ہے نہ حلف میں انتہیٰ

(۲۵) ولایحلفون فی معابد هم و یحلف علے الحاصل فی البیع والنکاح نحو باللہ مابینکما بیع قائم او نکاح قائم فی الحال و فی الطلاق ما ھے بائن منک الأن و فی الغصب مایجب علیک رده لاعلی السبب باللہ مابعته و نحوه مثل باللہ ما نکحتها و باللہ ما طلقتها و باللہ ماغصبته لان هذه الاسباب ترتفع بان باع شیئاثم تقایلافان احلف علے السبب یتضررالمدعی علیه هذا عند ابی حنیفةؒ و محمدؒ و عندابی یوسفؒ یحلف علے السبب فے جمیع ذلک الاعند تعریض المدعی علیه بان یقول ایها القاضے لا تحلفنی علے السبب فان الانسان قد یبیع ثم یقبل ویطلق ثم یتزوج و قیل ینظرالی انکارالمدعی علیه فان انکرالسبب یحلف علیه وان انکرالحکم یحلف علے الحاصل هذا ماقالوا والقائل ان یقول ینبغی ان یحلف علی السبب دائما و ان عرض المدعا علیه فلا اعتبار لذلک التعریض لان غایة ما فی الباب انه قدوقع البیع ثم وقع الا قالة ففی دعوی الاقالة یصیر المدعے علیه مدعیاً فعلیه البینة علے الاقالة فان عجز فعلے المدعے الیمین

(۲۵) غیر مسلم سے اپنے عبادت خانوں میں قسم نہ لی جائے

اور نہ حلف دیئے جاویں گے یہ لوگ (یعنی یہود اور نصاریٰ اور بت پرست) اپنے عبادت خانوں میں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ قاضی کو ان کے عبادت خانون میں جانا مکروہ ہے کیونکہ وہ مجمع شیاطین ہیں اور ظاہرا کراہت تحریمی ہے اس واسطے کہ عندالاطلاق کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے اور میں نے فتویٰ دیا ہے اُس مسلمان کی تعزیر کا جو ملازم کنیسہ ہے یہود کے ساتھ کذافی البحرالرائق اور قسم دلائی جاوے گی مدعیٰ علیہ کو حاصل دعویٰ پر۔

فائدہ:۔ قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ اگر سبب ایسا ہے جو مرتفع نہیں ہوسکتا جیسے عتق مرد مسلمان کا تو اس میں حلف سبب پر ہوگا اور اگر وہ سبب مرتفع ہوسکتا ہے جیسے بیع فسخ سے اور نکاح طلاق سے تو وہاں قسم حاصل پر ہوگی مگر جس صورت میں مدعی کا ضرر ہووے اور اس کی مثالیں آگے آتی ہیں۔

☆ جیسے بیع اور نکاح میں قاضی یوں قسم دیوے کہ قسم خدا کی تم دونوں میں بیع قائم نہیں اور یا نکاح قائم نہیں اور طلاق میں اس طرح کہ وہ عورت تجھ سے اس وقت بائن نہیں ہے اور غصب میں اس طرح کہ تجھ پر اس چیز کا پھیر دینا واجب نہیں اور نہ

دیوے قسم سبب پر جیسے قسم خدا کی میں نے بیچا یا میں نے طلاق نہیں دیا یا میں نے غصب نہیں کیا یا میں نے نکاح نہیں کیا۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ یہ اسباب مرتفع ہو جاتے ہیں اس طرح پر کہ ایک چیز کو بیچا پھر اقالہ کیا تو اگر مدعیٰ علیہ کو قسم دلاویں گے سبب پر تو اس کو ضرر ہوگا بوجہ جھوٹ بولنے کے یہ مذہب طرفینؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک سب صورتوں میں قسم سبب پر دلائی جاوے گی مگر جب مدعیٰ علیہ قاضی سے کنایۃً کہے کہ اے قاضی نہ حلف دلا تو مجھ کو سبب پر اس واسطے کہ آدمی کہیں بیع کرتا ہے پھر اقالہ کر لیتا ہے یا طلاق دیتا ہے پھر نکاح کر لیتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مدعیٰ علیہ کے انکار کو دیکھیں گے اگر وہ منکر ہوگا سبب کا تو اس پر حلف دیا جاوے گا اور اگر منکر ہوگا حکم کا تو حاصل پر حلف دیا جاوے گا اور یہاں پر کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ لائق یہ ہے کہ ہمیشہ حلف ہو سبب پر اگرچہ مدعیٰ علیہ کنایۃً قاضی سے کہے اس واسطے کہ انتہا درجہ کی یہ بات ہے کہ بیع ہوئی ہوگی پھر اقالہ ہوا ہوگا تو دعویٰ اقالہ میں مدعیٰ علیہ کو مدعی ہونا چاہیئے تو مدعیٰ علیہ پر گواہ لازم ہیں اقالہ کے اور اگر عاجز ہو تو مدعی پر قسم ہے کذا فی الاصل۔

(۲۶) الا اذا ترک النظر للمدعی یحلف علی السبب کدعوی الشفعة بالجوار و ففقة المبتوتة والخصم لا یراهما ای یحلف علی الحاصل الاان یلزم من الحلف علی الحاصل ترک النظرللمدعی فح یحلف علی السبب کدعوی الشفعة بالجوار فانه یمکن ان یحلف علی الحاصل انه لایجب الشفعة بناءً علی مذهب الشافعیؒ فان الشفعة لا تثبت بالجوار عنده فیحلف المشتری علی السبب بالله ما اشتریت هذه الدارو کذااذاادعت النفقة بالطلاق البائن کالخلع مثلا فانه لا یجب النفقة عندالشافعیؒ و تجب عندنا فان حلف بالله ما تجب علیک النفقة فربما یحلف علی مذهب الشافعیؒ فیخلف علی السبب بالله ماطلقتها طلاقا بائنا (۲۷) وکذافی سبب لایرتفع کعبد مسلم یدعی عتقه فان المولی یحلف بالله مااعتقته فانه لاضرورة الی الحلف علی الحاصل لان السبب لایمکن ارتفاعه فان العبد المسلم اذا اعتق لایسترق (۲۸) وفی الامة والعبد الکافر علی الحاصل لان السبب قدیرتفع فیهما امافی الامة فبالردة واللحاق الی دارالحرب ثم السبی وامافی العبد الکافر فینقض العهد واللحاق الی دارالحرب ثم السبی (۲۹) ویحلف علی العلم من ورث شیًا فادعاه اٰخرو علی البتات ان وهب له او اشتراه البتات القطع فالموهوب له والمشتری یحلفان بالله لیس هذا ملکالک فعدم الملک مقطوع به بخلاف الوارث فانه یحلف بالله لااعلم انه ملک لک فانه ینفی العلم بالملک و عدم الملک لیس مقطوعا به فی کلامه (۳۰) وصح فداء الحلف والصلح

منہ ولا یحلف بعد ای اذا توجہ الحلف فقال اعطیت ہذہ العشرۃ فداء من الحلف و قبل الأخر وقال المدعی صالحت عندعوی الحلف علی کذاوقبل الأخر صح و سقط حق الحلف.

(۲۶) مدعیٰ علیہ سے سبب پر قسم لینا

مگراس صورت میں جہاں پر مدعی کا ضرر ہووے تو وہاں حلف سبب پر ہوگا جیسے شفعہ کا دعویٰ بسبب ہمسائیگی کے اور نفقہ مطلقہ بطلاق بائن کا جب مدعیٰ علیہ ان چیزوں کا قائل نہ ہو۔

فائدہ:۔ مثلاً مدعیٰ علیہ شافعی ہو اور ان کے نزدیک نہ ہمسایہ کو شفعہ ہے نہ مطلقہ طلاق بائن کو نفقہ تو یہاں اگر مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاوے گی حکم پر یعنی میرے اوپر شفعہ واجب نہیں یا نفقہ واجب نہیں تو مدعیٰ علیہ سچا ہوگا اور مدعی کا ضرر لازم آوے گا اس واسطے مدعیٰ علیہ کو یوں قسم دیں گے کہ خدا کی قسم میں نے یہ گھر نہیں خریدا یا میں نے اس کو طلاق بائن نہیں دیا کذا فی الاصل۔

(۲۷) سبب غیر مرتفع پر قسم

اسی طرح قسم لی جاوے گی اس سبب پر جو مرتفع نہیں ہو سکتا جیسے غلام مسلمان عتق کا دعویٰ کرے مولیٰ پر۔

فائدہ:۔ تو مولیٰ کو یوں قسم دیویں گے کہ قسم خدا کی میں نے اس کو نہیں آزاد کیا اس واسطے کہ حاصل پر حلف لینے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ سبب کا ارتفاع یہاں نہیں ہوسکتا اس واسطے کہ غلام مسلمان جب آزاد ہوگیا تو پھر غلام ہو نہیں سکتا کذا فی الاصل۔

(۲۸) کافر غلام ولونڈی کے مدعیٰ علیہ کی قسم

اور لونڈی اور غلام کافر میں اگر مدعی ہوں یہ دونوں عتق کے مولیٰ پر تو قسم لی جاوے گی حاصل پر۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ سبب کا ارتفاع یہاں ہوسکتا ہے لیکن لونڈی میں تو اس طرح کہ مرتد ہو جاوے اور دارالحرب میں چلی جاوے پھر قید ہو کر آوے اور لیکن غلام کافر تو اس طرح پر کہ عہد کو توڑ دیوے اور دارالحرب سے مل جاوے پھر قید ہو کر آوے کذا فی الاصل۔

(۲۹) وارث سے قسم

اور جو شخص کسی چیز کا وارث ہووے اپنے مورث سے اور دوسرا شخص مدعی ہو اس چیز کا تو وارث سے قسم علم پر لی جاوے گی یعنی اس طرح کہ مجھے معلوم نہیں کہ یہ شے تیری ملک ہے اور اگر کسی شخص کو کوئی چیز ہبہ یا خرید سے آئی تو وہ بطور قطع حلف کرے۔ (اسی طرح اگر وارث مدعی ہو کسی چیز کا دوسرے پر درمختار)

(۳۰) قسم کے عوض کچھ دینا

اور قسم کے بدلے میں مدعی کو کچھ دینا اور صلح کر لینا کچھ مال پر بعوض قسم کے صحیح ہے تو مدعی جب اقرار کرے کہ مجھ کو بدلہ قسم کا یا بدل صلح قسم سے پہنچ گیا تو اب مدعیٰ علیہ کو قسم نہ دی جاوے گی بلکہ حق حلف ساقط ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔ مدعی نے قسم چاہی مدعیٰ علیہ سے سو اس نے کہا کہ تو مجھ کو قسم دے چکا ہے ایک بار تو اگر تحلیف قاضی یا پنچ کے سامنے ہوئی ہو اور مدعی اس پر گواہ لایا ہو تو مدعیٰ علیہ کا قول مقبول ہوگا ورنہ مدعی اس سے حلف لے سکتا ہے۔

باب التحالف

(۱) ولواختلفا فی قدرالثمن او المبیع حکم لمن برهن وان برهنا حکم لمثبت الزیادة وهو البائع ان کان الاختلاف فی قدر الثمن والمشتری ان کان الاختلاف فی قدرالمبیع (۲) و ان اختلفا فیهما کما اذاقال البائع بعت هذاالعبد الواحد بالفین وقال المشتری لابل بعت العبدین بالف فحجة البائع فی الثمن و حجة المشتری فی المبیع اولیٰ فان عجز ارضی کل بزیادة یدعیه الأخر والاتحالفا فقوله فان عجزا یرجع الی الصور الثلث ای ماإذاکان الاختلاف فی الثمن او المبیع او فیهما فان کان الاختلاف فی الثمن فیقال للمشتری اما ان ترضی بالثمن الذی اعاده البائع والافسخناالبیع وان کان الاختلاف فی المبیع فیقال للبائع امان تسلم ماادعاه المشتری والا فسخنا البیع و ان کان الاختلاف فی کل منهما یقال ماذکربکلیهما فان رضی کل بقول الأخر فظاهروالاتحالفا وحلف المشتری اولا فی الصور الثلث لانه یطالب اولا بالثمن فانکاره اسبق و ایضا یتعجل فائدة النکول و هی وجوب الثمن و فی بیع السلعة بالسلعة و فی الصرف یبدأ القاضی بایهما شاء و یحلف کل علی نفی ماادعاه الأخرولااحتیاج الی اثبات مایدعیه وهو الصحیح

دوشخصوں کے باہم قسم کھانے کے بیان میں

(۱) ثمن کے اختلاف پر تحالف

جب بائع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں (مثلاً بائع نے ثمن دوسوروپے بتلائے اور مشتری نے سوروپے) یا مبیع میں (یعنی مشتری نے مبیع زیادہ بتلائی اور بائع نے کم جیسے مشتری نے مبیع کو بیس من غلہ قرار دیا اور بائع نے انیس من) تو جو شخص گواہوں سے اپنا بیان ثابت کرے گا اس کے موافق حکم ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ اپنے اپنے بیان پر پیش کئے تو فیصلہ اس کے موافق ہوگا جو دعویٰ کرتا ہے زیادت کا۔ فائدہ:۔ اور وہ بائع ہے صورت اول میں اور مشتری صورت ثانی میں۔

(۲) ثمن اور مبیع میں اختلاف پر تحالف

اور اگر اختلاف ہوا مقدار ثمن اور مبیع دونوں میں مثلاً بائع نے کہا کہ میں نے اس غلام کو دو ہزار روپے کے عوض میں بیچا ہے اور مشتری نے کہا نہیں بلکہ تو نے دو غلاموں کو بدلے میں ہزار روپیہ کے بیچا ہے تو گواہ بائع کے ثمن میں اور مشتری کے مبیع میں معتبر ہوں گے اور اگر بائع اور مشتری دونوں گواہوں کے پیش کرنے سے عاجز ہوئے تینوں صورتوں میں (یعنی جب اختلاف ہو فقط مقدار ثمن میں یا فقط مقدار مبیع میں یا مبیع اور ثمن دونوں میں) تو یا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر راضی ہو جاوے (یعنی مشتری بائع کی زیادتی ثمن پر یا بائع مشتری کی زیادتی مبیع پر یا ہر ایک دوسرے کی زیادتی پر) یا دونوں حلف کریں تو اگر اختلاف ثمن میں ہوگا تو مشتری سے کہا جاوے گا یا تو تو راضی ہو جا اس ثمن سے جس کا بائع دعویٰ کرتا ہے ورنہ بیع فسخ کی جاوے گی اور اگر اختلاف مبیع میں ہوگا تو بائع سے کہا جاوے گا یا تو تو تسلیم کر دے اس چیز کو جس کا دعویٰ کیا مشتری نے ورنہ فسخ کریں گے ہم بیع کو اور اگر اختلاف دونوں میں ہووے تو ہر ایک سے یہی کہا جاوے گا تو اگر راضی ہوگیا ہر شخص دوسرے کی زیادتی پر تو بہتر ہے ورنہ دونوں سے حلف لیں گے اور پہلے

حلف مشتری سے لیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ تینوں صورتوں میں اس واسطے کہ پہلے اسی سے ثمن کا مطالبہ ہوتا ہے تو انکار بھی اس کا اسبق ہے اور بھی جلدی ظاہر ہوتا ہے فائدہ نکول کا اور وہ وجوب ثمن ہے برخلاف اس صورت کے جب بائع سے پہلے حلف لیا جاوے کیونکہ مطالبہ تسلیم مبیع کا موخر رہے گا استیفائی ثمن تک اور اگر مبیع اسباب کی بدلے میں اسباب کے ہووے یا بیع صرف ہووے تو قاضی کو اختیار ہے کہ جس کی قسم سے چاہے شروع کردے اور قسم صرف اسی طور پر سے لی جاوے گی کہ بائع یوں قسم کھائے کہ واللہ میں نے ہزار کو نہیں بیچا اور مشتری قسم کھائے کہ واللہ میں نے بعوض دو ہزار کے نہیں خریدا اور ملانا اثبات کا اس کے ساتھ ضرور نہیں یعنی بائع یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے دو ہزار کو بیچا ہے اور مشتری یہ بھی کہے کہ بلکہ میں نے ایک ہزار کو خریدا ہے یہی صحیح ہے کذا فی الاصل مع تشریح من الہدایہ۔

(۳) و فسخ القاضی البیع ای بعد التحالف ومن نکل لزمه دعوی الأخر ای اذا عرض الیمین اولاً علی المشتری فان نکل لزمه دعوی البائع فان حلف یعرض الیمین علی البائع فان حلف یفسخ البیع و ان نکل لزمه دعویٰ المشتری (۴) ثم اعلم ان الاختلاف اذا کان فی الثمن فالتحالف قبل قبض المبیع موافق للقیاس لان البائع یدعی زیادة الثمن والمشتری ینکرها والمشتری یدعی وجوب تسلیم المبیع باقل الثمنین والبائع ینکره فکل منهما مدع و منکرفیتحا لفان امابعد قبض المبیع فمخالف للقیاس فان المشتری لایدعی شیًالان المبیع قد سلم له والبائع یدعی زیادة الثمن والمشتری ینکرها لکن التحالف هذا ثبت بقوله علیه السلام اذا اختلف المتبائعان والسلعة قائمة تحالفا وترادا (۵) ولا تحالف فی الاجل وشرط الخیار وقبض بعض الثمن و حلف المنکر سواء اختلفا فی اصل الاجل او فی قدره فقال المشتری الثمن مؤجل وانکرالبائع او قال المشتری الثمن مؤجل الی سنة وقال البائع بل الی نصف سنة حلف منکر الزیادة او قال احدهما البیع بشرط الخیار وانکرالأخرا وقال احدهما لی الخیار الی ثلثة ایام وقال الأخر لابل الی یومین اوقال المشتری ادیت بعض الثمن و انکرالبائع

(۳) قسم کے بعد کا فیصلہ

اور فسخ کردیوے قاضی بیع کو بعد دونوں کی قسم کے اور جو نکول کریگا دونوں میں سے اس پر لازم کیا جاوے گا دعویٰ دوسرے کا۔

فائدہ:۔ یعنی جب قاضی نے پیش کیا قسم کو پہلے مشتری پر تو اگر اس نے نکول کیا تو بائع کا دعویٰ اس پر لازم ہوگیا اور اگر حلف کیا تو اب قسم پیش کی جاوے گی بائع پر تو اگر اس نے حلف کیا تو فسخ کی جاوے گی بیع اور اگر نکول کیا تو مشتری کا دعویٰ اس پر لازم ہوگا۔

(۴) تحالف کا ضابطہ

جاننا چاہئے کہ یہ اختلاف جب مقدار ثمن میں ہووے تو دونوں سے حلف لینا قبل قبض مبیع کے موافق ہے قیاس کے اس واسطے کہ بائع دعویٰ کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اس کا انکار کرتا ہے اور مشتری دعویٰ کرتا ہے تسلیم مبیع کا بائع پر ساتھ

ثمن قلیل کے اور بائع اس کا انکار کرتا ہے تو ہر ایک ان دونوں میں سے مدعی بھی ہوا اور منکر بھی تو دونوں پر حلف لازم آوے گا لیکن بعد قبض مبیع کے دونوں سے حلف لینا خلاف قیاس کے ہے اس واسطے کہ مشتری کسی بات کا دعویٰ نہیں کرتا بائع پر کیونکہ مبیع اس کے پاس آ گئی ہے البتہ بائع دعویٰ کرتا ہے زیادتی ثمن کا اور مشتری اس کا منکر ہے تو قسم صرف مشتری سے چاہئے تھی لیکن ترک کیا قیاس کو ہم نے اور ثابت کیا ہم نے دونوں کے حلف کو قول سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے تو دونوں حلف کریں اور دونوں پھیر دیویں یعنی بائع ثمن کو اور مشتری مبیع کو کذا فی الاصل یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی۔ ہاں روایت کی ابن ماجہؒ اور دارمی نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اختلاف کریں بائع اور مشتری اور مبیع موجود ہووے اور ان دونوں کے پاس گواہ نہ ہوویں تو قول بائع کا معتبر ہے یا پھیر لیویں دونوں مبیع کو اور نقل کیا سیوطیؒ نے جامع صغیر میں روایت طبرانیؒ سے ابن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے البیعان اذااختلفاو لابینة تر ادا البیع یعنی بائع اور مشتری جب اختلاف کریں اور ان دونوں کے پاس گواہ نہ ہوویں تو پھیر لیویں بیع کو۔

(۵) میعاد، شرط خیار، یا قبض میں اختلاف پر تحالف

اگر اختلاف ہو تو میعاد میں یا شرط خیار میں یا قبض میں بعض ثمن کے تو تحالف نہیں بلکہ حلف دلایا جاوے گا منکر کو۔

فائدہ:۔ برابر ہے کہ اختلاف اصل اجل میں ہووے جیسے مشتری کہے کہ میں نے ادھار اتنی مدت پر خریدی ہے اور بائع اس سے انکار کرے یا مشتری کہے کہ ثمن موجل ہے بمیعاد ایک سال کے اور بائع کہے کہ نہیں بلکہ چھ مہینے کی میعاد ہے تو جو منکر ہوگا زیادت کا اس کو قسم دی جاوے گی یا کہے بائع یا مشتری کہ بیع بشرط خیار تھی اور دوسرا اس کا انکار کرے یا کہے ایک ان میں کا کہ مجھ کو اختیار تھا تین دن کا اور دوسرا کہے کہ نہیں بلکہ دو دن کا یا مشتری کہے کہ میں بعض ثمن دے چکا ہوں اور بائع اس کا انکار کرے کذا فی الاصل۔

(۶) ولا بعد هلاک المبیع و حلف للمشتری ای ان هلک المبیع فی ید المشتری بعد القبض ثم اختلفا فی قدر الثمن فلا تحالف عند ابی حنیفةؒ و ابی یوسفؒ والقول للمشتری مع یمینه و عند محمدؒ یتحالفان و ینفسخ البیع علی قیمة الهالک لان کلامنهما یدعی عقد اینکره الأخر فیتحالفان ولهماان التحالف بعد قبض المبیع علی خلاف القیاس فلایتعدی الی حال هلاک السلعة ولا بعد هلاک بعضه الا ان یرضی البائع بترک حصة الهالک ای لایاخذمن ثمن الهالک شیًا اصلا ویجعل الهلاک کان لم یکن فکان العقد لم یکن الاعلی القائم فیتحالفان هذا تخریج بعض المشائخ و ینصرف الاستثناء عندهم الی التحالف فقالوا ان المراد بقوله فی الجامع الصغیر یاخذالحی ولاشئ له ای لایأخذمن ثمن الهالک شیًا اصلا وقال بعض المشائخ یأخذمن ثمن الهالک بقدر ما اقربه المشتری ولا یاخذ الزیادة فالاستثناء ینصرف الی یمین المشتری لاالی التحالف یعنی

انهما لايتحالفان ويكون القول قول المشترى مع يمينه الاان يرضى البائع ان ياخذ الحى ولايخاصمه فى الهالک فح لايحلف المشترى لانه انما يحلف اذاكان منكرامايدعيه البائع فاذا اخذالبائع الحى صلحاً عن جميع ماادعاه علے المشترى، فلاحاجة الى تحليف المشترى

(۶) مبیع تلف ہونے کے بعد اختلاف پر حلف

اسی طرح تحالف نہ ہوگا اگر مبیع تلف ہوگئی ہووے اور پھر اختلاف ہو قدر ثمن میں بلکہ حلف دیا جاوے گا مشتری نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اور قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا برخلاف امام محمدؒ کے اور دلیل ان کی اصل میں مسطور ہے اور جو بعض مبیع تلف ہوئی اور بعض باقی ہے تو بھی تحالف نہ ہوگا مگر اس صورت میں تحالف ہوگا کہ مبیع جتنی تلف ہوئی ہے اس کے چھوڑ دینے پر راضی ہو جاوے۔ (اور بعض مشائخ یہ کہتے ہیں کہ یہ استثناء یمین مشتری سے ہے تو اس صورت میں مشتری پر یمین نہ آوے گی اور تفصیل اس کی اصل کتاب میں ہے)

(۷) بدل کتابت میں اختلاف

اور مولیٰ اور مکاتب نے بدل کتابت میں اختلاف کیا تو تحالف نہ ہوگا۔ (بلکہ قول مکاتب کا قسم سے مقبول ہوگا)

(۷) ولافى بدل الكتابة (۸) ولا فى رأس المال بعد اقالته وصدق المسلم اليه ان حلف ولايعود السلم اى اقالاعقد السلم فوقع الاختلاف فى رأس المال فالقول قول المسلم اليه ولاتحالف لانه ان تحالفا تنفسخ الاقالة ويعود السلم وذالايجوزلان اقالة السلم اسقاط الدين والساقط لايعود ولواختلفا فى قدرالثمن بعد اقالة البيع تحالفا وعاد البيع فانهما اذاتحالفا ينفسخ الاقالة ويعود البيع وذاغير ممتنع (۹) ولواختلفا فى بدل الاجارة او المنفعة قبل قبضهما تحالفا وترادا وحلف المستاجر اولاان اختلفا فى الاجرة والموجران اختلفا فى المنفعة فاى نكل يثبت قول صاحبه و اى برهن قبل وان برهنا فحجة الموجر اولى ان اختلفا فى الاجرة وحجة المستاجران اختلفا فى المنفعة لان حجة الموجر تثبت زيادة الاجر وحجة المستاجر تثبت زيادة المنفعة والحجج للاثبات وحجة كل فى فضل يدعيه اولىٰ ان اختلفا فيهما كما اذا قال الموجراجرت الى سنة بمائتين وقال المستاجر لابل اجرن الى سنتين بمائة واقا ما البينة يثبت فى سنتين بمائتين

(۸) بعد فسخ سلم راس المال میں اختلاف

اسی طرح اگر بیع سلم کے فسخ کے بعد راس المال میں اختلاف ہوا تو قول مسلم الیہ حلف سے مقبول ہوگا اور تحالف نہ ہوگا اور عقد سلم عود نہ کرے گا اور اگر بیع کا اقالہ ہوا اور بعد بیع کے اختلاف ہوا بائع اور مشتری میں مقدار ثمن میں تو دونوں حلف کریں جب دونوں حلف کرلیں گے تو بیع لوٹ آوے گی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ تحالف سے اقالہ فسخ ہوگیا اور جب اقالہ فسخ ہوا تو بیع لوٹ آوے گی۔

(۹) بدل اجارہ یا منفعت میں اختلاف

اور اگر اختلاف کیا بدل اجارہ یا منفعت میں موجر اور مستاجر نے قبل پوری لینے منفعت اور قبضہ کرنے اجرت کے تو دونوں حلف کریں اور ہر ایک دوسرے کی شے کو پھیر دیوے

اور پہلے مستاجر کو قسم دی جاوے گی اگر اختلاف اجرت میں ہووے اور موجر کو پہلے قسم دیجاوے گی اگر اختلاف منفعت میں ہووے اور جو کوئی نکول کرے گا تو دوسرے کا قول ثابت ہو جاوے گا اور جو کوئی برہان لاوے گا اس کا بیان مقبول ہوگا اور اگر دونوں برہان لاویں تو قول موجر کا اجرت میں جب اختلاف اجرت میں ہو اور مستاجر کا منفعت میں جب اختلاف منفعت میں ہو مقبول ہوگا اور جب اختلاف دونوں میں واقع ہووے تو گواہ ہر ایک کے اولیٰ ہوں گے دعویٰ زیادت میں جیسے موجر نے کہا کہ میں نے تجھ کو مکان کرایہ میں دیا ایک برس تک دوسو روپیہ میں اور مستاجر نے کہا کہ نہیں بلکہ دو برس تک سو روپے میں اور قائم کیا دونوں نے گواہوں کو تو حکم دیا جاوے گا دو برس تک دوسو روپے میں۔

فائدہ:۔ تو موجر کے گواہوں کا ازدیاد اجرت میں اور مستاجر کے گواہوں کا زیادتی میعاد میں اعتبار ہوا اس لئے کہ حجت واسطے اثبات کے ہوتی ہے پس جس میں زیادتی کا ثبوت ہوگا وہ قوی اور راجح ہوگی۔

(۱۰) ولاتحالف ان اختلفا بعد قبض المنفعة والقول للمستاجر اى اختلفا فى قدر الاجرة بعد قبض المنفعة فلا تحالف عليهما فالقول للمستاجر لانه منكر الزيادة وهذا ظاهر عند ابى حنيفة و ابى يوسفؒ لان التحالف بعد قبض المبيع علىٰ خلاف القياس فلا يقاس الاجارة علىٰ البيع فان التحالف فى الاجارة ثبت قياسا علىٰ البيع واما عند محمد فان البيع ينفسخ بقيمة الهالک و ههنا ليس للمنافع قيمة وبعد قبض بعضها تحالف و فسخت فيما بقىٰ والقول للمستاجر فيما مضىٰ فان الاجارة تمعقد ساعة فساعة فكانها تنعقد بعقود مختلفة ففيما بقىٰ يتحالفان قياسا علىٰ البيع وفيما مضىٰ لابل القول فيه للمنكروهو المستاجر (۱۱) وان اختلف الزوجان فى متاع البيت فلها ماصلح لهاوله ما صلح له او لهما اى اختلفا ولا بينة لاحدهما فما صلح للنساء يكون للمرأة مع يمينها وما صلح للرجال او للرجال والنساء يكون للرجل مع يمينه وان مات احدهما فالمشكل للحى المراد بالمشكل ما يصلح للرجال والنساء فهو للحى مع يمينه هذا عندابى حنيفةؒ وقال ابو يوسفؒ يدفع الى المرأة مايجهزبه مثلها والباقى للزوج مع يمينه والحيوة والموت سواء لقيام الورثة مقام المورث وعند محمدؒ ان كانا حيين فكماقال ابو حنيفة و بعد الموت ما يصلح لهما لورثه الزوج و ان كان احدهما عبدافالكل للحرفى الحيوة و للحى بعد الموت وعندهما العبد الماذون والمكاتب كالحر.

(۱۰) منفعت لینے کے بعد مقدار اجرت میں اختلاف

اور اگر موجر اور مستاجر نے بعد پوری لینے منفعت کے اختلاف کیا مقدار اجرت میں تو قول مستاجر کا حلف سے مقبول ہوگا اور اگر بعض منفعت لی ہے اور بعض باقی ہے تو دونوں سے حلف لے کر اجارے میں ماقبی کو فسخ کر دیں گے اور جتنی مدت گزری ہے اس میں قول مستاجر کا مقبول ہوگا۔

(۱۱) گھریلو سامان میں میاں بیوی کا اختلاف

اور اگر اختلاف کیا جورو اور خاوند نے اسباب خانگی میں

اور کسی کے لئے گواہ نہیں تو جو اسباب خاص عورت کے لائق ہے (جیسے اوڑھنی کرتی چولی زیور وغیرہ) تو وہ عورت کو دیا جاوے گا قسم لے کر اور جو اسباب کہ خاص مرد کے لائق ہے۔ (جیسے پگڑی تاج قبا وغیرہ) یا مرد اور عورت دونوں کا ہوسکتا ہے (جیسے ظروف وغیرہ) تو وہ مرد کو دیا جاوے گا قسم لے کر۔

فائدہ:۔ یہ صورت جب ہے کہ مرد اور عورت کسی پاس گواہ نہ ہوویں اور دونوں زندہ ہوویں تو اگر دونوں گواہ پیش کریں تو زوجہ کے گواہ مقبول ہوں گے۔

☆ اور جو کوئی مر گیا ہووے تو قول زندہ کا اس اسباب کے حق میں جو دونوں کے لائق ہے قسم سے مقبول ہوگا (اور اس مسئلہ میں نو قول ہیں مجتہدینؒ کے جو مذکور ہیں حواشی درمختار میں) اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عورت کو سامان اس کا حسب لیاقت اس کے دیا جاوے گا اور باقی خاوند کو اس سے قسم لے کر دیا جاوے گا اور زندگی اور موت سب برابر ہے واسطے قیام ورثہ کے مقام مورث کے ان کے نزدیک اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر جورو اور خاوند زندہ ہوں تو مثل قول ابو حنیفہؒ کے ہے اور بعد موت کے جو اسباب مشکل ہے وہ خاوند کے وارثوں کو ملے گا اور اگر جورو خاوند میں سے کوئی مملوک ہو تو کل اس کا ہوگا جو ان میں سے آزاد ہے حالت حیات میں اور بعد ایک کے مر جانے کے زندہ کا ہوگا (اور صاحبینؒ کے نزدیک عبد ماذون اور مکاتب مثل حر کے ہے)

فوائد

(۱) زوجین کا اختلاف اگر مقدار مہر میں واقع ہووے تو اس کی صورتیں کتاب النکاح باب المہر جلد ثانی میں گزر چکیں

(۲) اگر موجر اور مستاجر نے متاع خانگی میں اختلاف کیا تو کل چیزیں مستاجر کی ہوں گی قسم لے کر مگر کپڑے جو بدن پر موجر کے ہیں وہ موجر کے ہوں گے

(۳) اگر دو قسم کے پیشہ ور ایک جا رہتے ہوں اور آلات میں اختلاف کریں اور آلات دونوں کے قبضہ میں ہوں تو ہر ایک کو اس کے پیشے کے آلات حوالے نہ کئے جاویں گے بلکہ جتنے آلات ہیں دونوں میں مشترک ہو جاویں گے۔

(۴) دو شخص ایک مکان میں رہتے ہیں اور ایک کے پاس ایک شے گراں بہا نکلی جو اس کے لائق نہیں ہے جیسے جاروب کش پاس چادر کمخواب کے یا مفلس پاس توڑہ اشرفیوں کا اور دوسرا شخص اس کے لائق ہے اور دونوں اس کے مدعی ہیں اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو وہ شے اس کی ہوگی جو اس کے لائق ہے۔

(۵) کشتی میں دو شخص سوار ہیں اور اس میں آٹا بھرا ہوا ہے ایک شخص آرد فروش اور دوسرا ملاح ہے اور ہر ایک دعویٰ کرتا ہے آٹے اور کشتی کا تو آٹا آرد فروش کا ہوگا اور کشتی ملاح کی درمختار۔

فصل (۱) ولوقال ذوالیدھذا الشئ اودعیه او اعارنیه او اجرینه اورھنیه زید او غصبته منه و برھن علیه سقطت خصومة المدعی لان یدھؤلاء لیست یدخصومة (۲) وان قال اشتریته من الغائب او قال المدعی غصبته او سرقته او سرق منی لاوان برھن ذوالید علی ایداع زید لان ذاالید اذا قال اشتریته من الغائب فقد اقران یده ید خصومة فلا یسقط عنه الخصومة وکذاان ادعی المدعی الفعل علی ذی الید کما اذاقال غصبته منی او سرقته منی لایسقط عنه الخصومة وکذا اذا قال سرق منی وقال ذوالید او دعنیه فلان واقام البینة لا یسقط عنه الخصومة عند ابی حنیفةؒ و ابی یوسفؒ و عند محمدؒ تسقط (۳) کما لوقال الشھود اودعه من لانعرفه فانه لاتندفع الخصومة لاحتمال ان یکون المدعی ھوالذی اودعه عنده

فصل دفع دعویٰ میں ملکیت کے دعویٰ کا امانت یا عاریت وغیرہ کے ثبوت سے دفع ہونا

اگر مدعیٰ علیہ نے مدعی کے جواب میں کہا کہ یہ شے جو میرے قبضہ میں ہے اور تو اس کا دعویٰ کرتا ہے امانت ہے زید کی یا عاریت لیا ہے اس کو میں نے زید سے یا کرایے میں لیا ہے یا گرولیا ہے یا غصب کیا ہے میں نے زید سے اور اس پر گواہ قائم کئے تو مدعی کی خصومت مدعیٰ علیہ سے دفع ہوجاوے گی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مدعیٰ علیہ نے گواہوں سے ثابت کر دیا اس امر کو کہ قبضہ اس کا بطور خصومت نہیں ہے تو مدعی کا دعویٰ بالذات متوجہ ہوا زید سے نہ مدعیٰ علیہ سے اور ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ اگر مدعیٰ علیہ حیلہ گری اور دروغ گوئی میں مشہور ہووے یعنی لوگوں کا مال لے کر بعد اس کے یہی حیلہ کر کے ہضم کرتا ہے تو خصومت مدعی کی دفع نہ ہوگی اور یہی قول ماخوذ ہے اور اسی کو پسند کیا ہے درمختار میں۔

(۲) امانت کے ثبوت پر دعویٰ کا دفع نہ ہونا

اور اگر مدعیٰ علیہ نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ چیز میں نے خریدی ہے زید غائب سے یا مدعی نے اس طرح دعویٰ کیا کہ یہ چیز میری تو نے غصب کی ہے یا چرائی ہے یا میرے پاس سے چوری ہوگئی ہے تو اب دفع کرنا مدعیٰ علیہ کا ان صورتوں سے مقبول نہ ہوگا اگرچہ مدعیٰ علیہ اس شے کے امانت ہونے پر گواہ پیش کرے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مدعیٰ علیہ نے جب یہ کہا کہ میں نے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اس نے خود اقرار کیا کہ ید اسکا ید خصومت کا ہے تو اس سے خصومت ساقط نہ ہوگی اسی طرح جب مدعی نے دعویٰ کیا ایک فعل کا مدعیٰ علیہ پر یعنی غصب اور سرقے کا تو بھی خصومت ساقط نہ ہوگی اسی طرح جب مدعی نے یہ کہا کہ یہ چیز چوری ہوگئی تھی میرے پاس سے اور مدعیٰ علیہ نے اسکے جواب میں یہ کہا کہ یہ میرے پاس امانت ہے فلانے کی تو بھی خصومت ساقط نہ ہوگی نزدیک شیخینؒ کے اور نزدیک محمدؒ کے ساقط ہوجاوے گی۔

(۳) وہ گواہی جس سے خصومت ساقط نہیں ہوتی

جیسے گواہ اگر اس بات کی گواہی دیں مدعیٰ علیہ کی طرف سے کہ مدعیٰ علیہ پاس اس شے کو ایک شخص نے امانت رکھا ہے کہ ہم اس کو نہیں پہچانتے۔

فائدہ:۔ تو خصومت مدعی کی دفع نہ ہوگی اس واسطے کہ احتمال ہے کہ وہ شخص یہی مدعی ہووے۔

(۴) بخلاف قولهم نعرفه بوجهه لاباسمه ونسبه تسقط الخصومة عند ابی حنیفة فان الشهود عالمون بان المودع لیس هوالمدعی وعند محمدؒ لایسقط الخصومة حیث لم یذکر وا شخصامعینا اودعه عنده (۵) ولو قال ابتعته من زید ای قال المدعی اشتریته من زید وقال ذوالید اودعنیه هو سقطت الخصومة بلاحجة الااذابرهن المدعی ان زیدا و کله بقبضه فان المدعی اذا قال انه اشتراه من زید فقد اقرانه وصل الی ذی الید من جهته فلا یکون یده یدخصومة الااذااثبت الوکالة بقبضه (۶) هذه المسائل تسمی مخمسة کتاب الدعوی لانها خمس صوروهی الایداع والاعارة والرهن والغصب والاجارة وایضاً فیها خمسة اقوال فعندابی شبرمةؒ لایندفع الخصومة وعند بن ابی لیلیؒ یندفع الخصومة بلابینه و عند ابی یوسف رحمه الله تعالیٰ ان کان ذوالید رجالاً صالحاً یندفع الخصومة الااذاکان معروفا بالحیل ل امکان ان یدفع ما فی یده الی من تغیب عن البلد ویقول له اودعه عندی بحضرة الشهود کیلا یمکن لاحد الدعویٰ علیے وعند محمد رحمه الله تعالیٰ لایندفع الخصومة اذا قالوا نعرفه بوجهه لاباسمه و نسبه و عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ یندفع الخصومة بالبینة کما ذکرنا

(۴) وہ گواہی جس سے خصومت ساقط ہوجاتی ہے

البتہ اگر گواہ صرف اتنا کہیں کہ ہم امانت رکھنے والی صورت کو پہچانتے ہیں اوراس کے نام ونسب کونہیں جانتے تو خصومت ساقط ہوجاوے گی نزدیک امام صاحبؒ کے۔

فائدہ:۔ کیونکہ جب گواہوں نے نام ونسب امانت رکھنے والے کابیان کردیااوراس کی صورت کوبھی پہچانتے ہیں یافقط اس کی صورت کو پہچانتے ہوں تو گواہ جانتے ہوں گے یہ بات کہ امانت رکھنے والاشخص مدعی نہیں ہے اورنزدیک امام محمدؒ کے خصومت ساقط نہ ہوگی فقط صورت پہچاننے سے جب تک گواہ نام ونسب بھی اس کا بیان نہ کریں کیونکہ انہوں نے ایک شخص معین کونہیں ذکرکیا جس نے امانت رکھی ہے اس کے نزدیک کذافی الاصل۔

(۵) خرید کرنے کے دعویٰ کا دفعیہ

اوراگر مدعی نے اس طرح دعویٰ کیا کہ یہ شے جو قبضے میں مدعیٰ علیہ کے ہے وہ میں نے زید سے خریدی ہے اور مدعیٰ علیہ نے یہ کہا کہ یہ شے زید نے میرے پاس امانت رکھوائی ہے تو خصومت مدعی کی ساقط ہو جاوے گی اگرچہ مدعیٰ علیہ اپنے بیان پر گواہ نہ پیش کرے لیکن اس صورت میں خصومت دفع نہ ہوگی جب مدعی گواہوں سے یہ بات ثابت کردے کہ زید نے مجھ کو وکیل کیا ہے اس چیز کے لینے کے لئے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مدعی نے جب یہ کہا کہ اس نے یہ چیز خریدی ہے زید سے تو اس نے اقرار کیا کہ ذوالید کو زید کی طرف سے پہنچا ہے تو یہ مدعیٰ علیہ کا ید خصومت نہیں ہوا مگر جب مدعی وکالت اپنی ثابت کردیوے اس شے کے لے لینے کیلئے۔

مسائل مخمسہ

جاننا چاہئے کہ ان مسائل کو مخمسہ کہتے ہیں کتاب الدعویٰ کا اس واسطے کہ مدعیٰ علیہ کے جواب کی پانچ صورتیں ایک امانت' دوسری عاریت' تیسری اجارہ' چوتھی رہن پانچویں

غصب اور بھی اس جہت سے کہ اس میں پانچ قول ہیں تو نزدیک ابن شبرمہؒ کے خصومت دفع نہ ہوگی اور نزدیک ابن ابی لیلیٰؒ کے خصومت دفع ہو جاوے گی اگر چہ مدعیٰ علیہ گواہ قائم نہ کرے اپنے بیان پر اور نزدیک ابی یوسفؒ کے اگر مدعیٰ علیہ مرد صالح ہوگا تو اس سے خصومت دفع ہو جاوے گی اور اگر مشہور ہوگا حیلہ جوئی اور مکر سازی میں تو دفع نہ ہوگی اس واسطے کہ وہ یہ کر سکتا ہے کہ جتنا مال اس کے قبضے میں ہے ایک شخص غائب ہونے والے کو دیوے اور اس سے کہے کہ تو روبرو گواہوں کے اس مال کو میرے پاس امانت رکھوا دے تا کہ کوئی اس مال کا دعویٰ نہ کر سکے اور نزدیک محمدؒ کے خصومت دفع نہ ہوگی جب گواہوں نے یہ کہا کہ ہم اس شخص کو نہیں پہچانتے مگر صورت سے اور نام و نسب اس کا نہیں جانتے اور نزدیک امام اعظمؒ کے خصومت دفع ہو جاوے گی جب مدعیٰ علیہ گواہ قائم کر دیوے اپنے بیان پر جیسا مذکور ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل۔

باب دعوے الرجلين

(۱) حجة الخارج فی الملک المطلق احق من حجة ذی الیدوان وقت احدهما فقط اعلم ان حجة الخارج عندنا احق من حجة ذی الید و عند الشافعی رحمه الله تعالیٰ حجة ذی الیداحق ثم ان وقت احدهما فقط فعند ابی حنیفة رحمه الله و محمدؒ الخارج احق و عند ابی یوسفؒ صاحب الوقت احق (۲) ولوبرهن خارجان علی شئ قضی به لهما هذا عندنا و عندالشافعی رحمه الله تعالیٰ تهاترت البینتان (۳) فان برهنا فی النكاح سقط لامتناع الجمع بینهما بخلاف الملک فان الشركة فيه ممكن وهی لمن صدقته فان ارخافالسابق احق فان اقرت لمن لاحجة له فهی له وان برهن الأخر قضی له وان برهن احدهما و قضی له ثم برهن الأخر لم يقض له الااذا ثبت سبقه كمالم يقض لحجة الخارج علی ذی يدظهرنكاحه الا اذا ثبت سبقه ای اذاكانت امرأة فی يدرجل ونكاحه ظاهروادعی الخارج انها زوجته واقام البينة لم يقض له الااذاثبت ان نكاحه سابق

باب...ایک چیز پر دو شخصوں کے دعوے کے بیان میں

(۱) قاعدہ کلیہ: قاعدۂ کلیہ اس کا یہ ہے کہ گواہ غیر قابض کے اولیٰ ہیں قابض کے گواہوں سے اگر چہ ایک کے گواہ وقت بیان کریں اور ایک کے گواہ وقت نہ بیان کریں۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ جب دعویٰ ایسے دو شخصوں کا ہووے ایک چیز پر کہ ایک شخص قابض ہو اور دوسرا خارج یعنی غیر قابض تو گواہ خارج کے احق ہوں گے۔ ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک گواہ قابض کے اولیٰ ہیں پھر اگر ایک کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو نزدیک امام اعظمؒ اور محمدؒ کے خارج ہی کے گواہ معتبر ہوں گے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے گواہ معتبر ہوں گے جس نے وقت بیان کیا ہے کذا فی الاصل۔

(۲) دونوں مدعیوں کا خارج ہونا

اور اگر دونوں شخص خارج ہیں اور دونوں نے ایک شے کا دعویٰ کیا اور ہر ایک نے گواہ قائم کئے تو وہ شے آدھوں آدھ دونوں کو دی جاوے گی یہ ہمارا مذہب ہے اور شافعیؒ کے

نزدیک دونوں طرف کے گواہ مردود ہو جاویں گے۔

فائدہ:۔ یا قرعہ کیا جاوے گا سو جس کے نام پر قرعہ نکلے گا وہ شے اس کے حوالے کی جاوے گی دلیل شافعیؒ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں ایسا ہی واقعہ ہوا سو آپ نے قرعہ ڈالا اور کہا کہ اے اللہ تو ہی ہے فیصلہ کرنے والا ان دونوں میں روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے معجم اوسط میں اور ہماری دلیل حدیث صحیح الاسناد ہے جس کو روایت کیا ابوداؤدؒ نے سنن میں ابوموسیٰ اشعریؓ سے کہ دو شخصوں نے دعویٰ کیا ایک اونٹ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور ہر ایک نے گواہ قائم کئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تقسیم کر دیا اس اونٹ کو ان دونوں میں آدھا آدھا اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں تمیمؓ بن طرفہ سے کہ دو مردوں نے جھگڑا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک اونٹ میں اور قائم کئے ہر شخص نے گواہ تو فیصلہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کا دونوں میں نصفا نصف کہا طحاوی نے کہ قرعہ کا حکم ابتدائے اسلام میں تھا پھر منسوخ ہو گیا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب ہمارا صحیح اور موافق احادیث ہے۔

(۳) ایک عورت سے نکاح پر دونوں کا گواہ قائم کرنا

تو اگر دو شخصوں نے گواہ قائم کئے ایک عورت سے نکاح پر تو دونوں گواہیاں ساقط ہو جاویں گی۔ (اس واسطے کہ جورو میں شرکت نہیں ہو سکتی برخلاف ملک کے کہ اس میں شرکت ہو سکتی ہے کذافی الاصل) اور وہ عورت اس کو دی جاوے گی جس کی عورت تصدیق کرے یہ صورت جب ہے کہ دونوں شخصوں کے گواہوں نے وقت نکاح بیان نہ کیا ہووے اور جو دونوں نے تاریخ نکاح بیان کی تو جس کی تاریخ پہلے ہے عورت اسی کی ہوگی اور اگر عورت نے قبل قائم کرنے گواہوں کے ایک شخص کی منکوحہ ہونے کا اقرار کیا تو وہ عورت اس کی ہو جاوے گی پھر اگر دوسرے شخص نے گواہ قائم کر دیئے اپنی منکوحہ ہونے پر تو پہلے شخص سے چھین کر دوسرے کو دلاویں گے اور اگر ایک شخص نے گواہ قائم کئے اس عورت کے اپنی منکوحہ ہونے پر اور قاضی نے فیصلہ کر دیا اس کے گواہوں پر اس بات کا یہ زوجہ اس شخص کی ہے بعد اس کے دوسرے شخص نے گواہ قائم کئے اپنی منکوحہ ہونے پر تو قضائے اول فسخ نہ کی جاوے گی مگر جبکہ اس شخص ثانی کے گواہ نکاح کی تاریخ پہلے گواہوں کی تاریخ سے مقدم بیان کریں تو پھر زوجہ کو شخص اول سے چھین کر شخص ثانی کو دلاویں گے اور اگر عورت ایک شخص کے قبضے میں ہے بطور نکاح کے اب ایک شخص خارج نے گواہ قائم کئے کہ یہ عورت میری منکوحہ ہے تو وہ عورت خارج کو نہ دلائی جائے گی الا اس صورت میں جب یہ بات ثابت ہو جاوے کہ نکاح اس کا شخص قابض کے نکاح سے مقدم ہے۔

فائدہ:۔ حاصل اس کا زیلعی میں یوں مرقوم ہے کہ جب دو آدمیوں نے تنازع کیا ایک عورت میں اور دونوں نے گواہ پیش کئے تو اگر دونوں کے گواہوں نے تاریخیں بیان کی ہیں تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی وہ اولیٰ ہے اور اگر دونوں کے گواہوں نے تاریخیں نہیں بیان کیں یا تاریخیں متحد بیان کیں تو جو قابض ہے عورت پر وطی سے یا اپنے مکان میں رکھنے سے وہ اولیٰ ہے اور اگر یہ کوئی امر نہ ہووے تو عورت سے پوچھا جاوے گا جس کی وہ تصدیق کرے وہ اولیٰ ہے۔

(۴) فان برهنا علےٰ شراء شئ من ذی الید فلکل نصفه بنصف الثمن او ترکه ای لکل واحد منهما الخیاران شاء اخذ نصف ذلک الشئ بنصف الثمن و ان شاء ترک وبترک احدهما بعد ما قضے لهالم یاخذالأخر کله و هو الساق ان ارخا ای ذکراللشراء من ذی الید تاریخا ولذی یدان لم یورخاو ارخ احدهما ولذی وقت ان وقت احدهما فقط ولایدلهما ای اذا ارخافالسابق احق و ان لم یورخا اوارخ احدهما فان کان فی یداحدهما فذوالید اولیٰ و ان لم یکن فی یداحدهما فان وقت احدهما فهو احق و ان لم یوقت احدهما فقد مران لکل نصفه بنصف الثمن او ترکه (۵) والشراء احق من هبة و صدقة مع قبض ای قال احدهما اشتریته من زید وقال الأخر وهب لی زید و قبضته او تصدق علی زید و قبضته فبرهنا فمدعی الشراء احق (۶) والشراء والمهرسواء (۷) و رهن مع قبض احق من هبة معه فان برهن خارجان علی ملک مؤرخ او شراء مؤرخ من واحد او خارج علےٰ ملک مؤرخ و ذوید علےٰ ملک اقدم فالسابق احق و ان برهنا علےٰ شراء شئ متفق تاریخهما من اٰخر ای قال احدهما اشتریته من زید وقال الأخر اشتریته من عمرو وذکراتاریخا واحد اووقت احدهما فقط استویا فالحاصل انه اذا وقت احدهما فقط وتلقیامن واحد فصاحب الوقت احق وان تلقیامن اثنین فهما سواء

(۴) ایک چیز خریدنے پر دو شخصوں کا گواہ قائم کرنا

اور اگر دو شخصوں نے گواہ پیش کئے ایک چیز کے خریدنے پر ایک شخص قابض سے تو ہر شخص کے لئے اختیار ہوگا کہ نصف مبیع لیوے بعوض نصف ثمن کے یا ترک کر دیوے اور جب قاضی نے دونوں کے لئے نصف نصف لینے کا فیصلہ کر دیا اب ایک شخص نے اپنا حصہ چھوڑ دیا تو دوسرے کو یہ نہیں پہنچتا کہ کل مبیع لے لیوے۔ (کیونکہ نصف میں اس کی بیع فسخ ہو چکی ہے ہدایہ) اور اگر اس صورت میں دونوں شخصوں کے گواہوں نے تاریخ خرید بیان کی تو جس کی مقدم تاریخ ہوگی اس کو وہ شے ملے گی اور اگر ایک کے گواہوں نے تاریخ خرید بیان کی اور دوسرے کے گواہوں نے نہ بیان کی یا دونوں نے تاریخ بیان نہ کی تو جو قابض ہے اس کو ملے گی اور جو کوئی قابض نہیں ہے تو صاحب وقت اولیٰ ہوگا اور جو کسی نے وقت بیان نہیں کیا تو ہر ایک کو اختیار ہوگا کہ نصف ثمن کے بدلے میں نصف مبیع لے لیوے یا چھوڑ دیوے۔

(۵) ایک چیز کے متعلق دعویٰ شراء اور دعویٰ ہبہ یا صدقہ

اور اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ یہ چیز میں نے زید سے خریدی ہے اور دوسرے نے کہا کہ یہ چیز مجھ کو زید نے ہبہ کی ہے اور میں نے اس پر قبضہ کر لیا تھا یا صدقہ دی ہے اور میں نے اس پر قبضہ کیا تھا اور ہر ایک نے اپنے بیان پر گواہ پیش کئے لیکن کسی کے گواہوں نے تاریخ بیان نہ کی تو جو شخص دعویٰ خرید کا کرتا ہے اس کے گواہ مقبول ہوں گے۔ (تو دعویٰ شرا مقدم ہے دعویٰ صدقہ اور ہبہ پر اور دعویٰ صدقہ بالقبض اور ہبہ بالقبض برابر ہیں ہدایہ۔

(۶) دعویٰ شراء اور دعویٰ مہر

اور دعویٰ شرا اور دعویٰ مہر برابر ہیں۔
فائدہ:۔ صورت اس کی یوں ہے کہ زید نے دعویٰ کیا عمرو پر جو قابض ہے ایک غلام پر کہ یہ غلام میرا ہے اور ہندہ نے دعویٰ کیا کہ عمرو نے اس غلام کو میرا مہر مقرر کر کے مجھ سے نکاح کیا ہے اور دونوں نے گواہ پیش کئے تو دونوں گواہیاں اور دعویٰ برابر سمجھے جاویں گے اور وہی حکم مسئلہ سابق کا جاری ہوگا۔

(۷) دعویٰ رہن مع القبض اور دعویٰ ہبہ مع القبض

اور دعویٰ رہن مع القبض اولیٰ ہے ہبہ مع القبض سے تو اگر دونوں مدعی خارج ہیں اور ہر ایک نے گواہ قائم کئے اپنی ملک پر مع تاریخ یا اپنی خرید پر مع تاریخ ہر ایک شخص سے یا ایک خارج تھا اس نے گواہ قائم کئے ملک پر مع تاریخ اور ایک ذوالید تھا اس نے بھی گواہ قائم کئے مع تاریخ تو قول مقدم تاریخ والے کا اولیٰ ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے خرید پر اور تاریخیں دونوں کی ایک ہیں لیکن بائع ہر ایک شخص کا جدا جدا ہے (مثلاً ایک کہتا ہے کہ میں نے زید سے خریدا اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے عمرو سے خریدا اور دونوں کی تاریخیں ایک ہیں کذا فی الاصل) یا صرف ایک نے وقت بیان کیا تو دونوں برابر ہوں گے۔ (یہ بھی صورت اسی میں ہے جب ہر ایک دعویٰ خرید کا الگ الگ شخص سے کرے اور جو ایک شخص سے دعویٰ خرید کا کرتے ہوں اور ایک وقت بیان کرے اور دوسرا وقت بیان نہ کرے تو صاحب وقت اولیٰ ہوگا جیسا کہ اوپر گزرا)

(۸) فان برهن خارج علے الملک وذواليد علے الشراء منه او برهنا علے سبب ملک لايتكرر كالنتائج وحلب لبن او اتخاذجبن او لبداوجز صوف فذواليداحق (۹) ولوبرهن كل علي شراء من الأخر بلا وقت سقطاوترک المال فی يدمن معه ای برهن كل واحد من ذی اليد والخارج علے الشراء من صاحبه ولم يذكراتاريخا سقط البينتان وترک المال فی يد صاحب اليدوعند محمدؒ يقضے للخارج كان ذااليد اشتراه اولاثم باعه من الخارج ولايعكس لان البيع قبل القبض لايجوزوان كان فی العقارعند محمد رحمه الله و انما قال بلاوقت حتے لوارخا ففيه تفصيل مذكور فی الهداية فطالعها ان شئت

(۸) ایک خارج اور یا قابض کا ملک پر گواہ قائم کرنا

اور اگر ایک خارج ہے اور دوسرا قابض اور دونوں نے گواہ قائم کئے مطلق ملک پر (یعنی سبب ملک جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ بیان نہ کیا) اور ایک نے وقت بیان کیا تو گواہ خارج ہی کے مقبول ہوں گے اور اگر خارج نے گواہ قائم کئے ملک پر اور قابض نے خرید نے پر اسی شخص خارج سے یا خارج اور قابض دونوں نے گواہ قائم کئے ایسے سبب ملک پر جو ایک ہی بار ہوتا ہے نہ مکرر جیسے نتاج یعنی پیدائش بچہ جوان کی یا دوہنا دودھ کا یا بنانا پنیر کا اور نمدہ کا نے پر اور بالوں کے تراشنے پر تو قابض ہی کے گواہ مقبول ہوں گے اور وہ شے قابض کو دلائی جاوے گی۔
فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی دارقطنیؒ نے جابر رضی اللہ عنہ سے کہ دو مردوں نے جھگڑا کیا ایک اونٹنی میں سو کہا ہر

ایک نے ان میں سے کہ جنی ہے یہ اونٹنی میرے پاس اور قائم کئے ہرایک نے گواہ اپنے دعوے پر تو فیصلہ کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹنی کا اس شخص کے لئے جس کے قبضے میں تھی۔ روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے۔

(۹) ہرایک کا دوسرے سے خریدنے پر گواہ قائم کرنا

اور اگر گواہ لایا ہر ایک (خواہ دونوں خارج ہوں یا ذی الید یا ایک خارج ہو اور دوسرا ذی الید یعنی) دوسرے پر کہ میں نے اس سے خریدا ہے۔ (یعنی دونوں مدعیوں میں سے ہر ایک دوسرے سے یہ کہے کہ میں نے تجھ سے خریدا ہے اور وہ دوسرا یہ کہے کہ میں نے تجھ سے خریدا ہے) اور بغیر ذکر وقت کے دونوں گواہ قائم کریں اپنے اپنے بیان پر تو دونوں کے گواہ رد کئے جاویں گے اور مال اس شخص پاس رہے گا جس کے پاس قبل دعوے کے تھا اور امام محمد کے نزدیک خارج کو دلایا جاوے گا اور اگر دونوں کے گواہوں نے وقت بیان کیا تو اس کی تفصیل مذکور ہے ہدایہ میں اگر تیرا جی چاہے تو اس کا مطالعہ کر لے۔

فائدہ:۔ ہدایہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر دونوں کے گواہوں نے وقت بیان کیا دعویٰ عقار میں اور کسی نے قبضہ اپنا ثابت نہ کیا اور وقت خارج کا مقدم ہے تو قابض کو دلایا جاوے گا نزدیک شیخینؒ کے تو گویا ایسا ہوا کہ خارج نے پہلے خریدا پھر بیچا اس کو قبل قبض کے قابض کے ہاتھ اور یہ امر جائز ہے عقار میں نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک خارج کو دلایا جاوے گا اس لئے کہ نہیں صحیح ہے بیع خارج کی قبل قبض کے تو باقی رہا وہ عقار ملک پر خارج کے اور جو کسی نے اپنا قبضہ ثابت کیا تو بالاتفاق قابض کے دلایا جاوے گا کیونکہ یہاں دونوں بیعیں درست ہوسکتی ہیں۔ شیخینؒ کے مذہب پر اور محمدؒ کے مذہب پر جب وقت ذوالید کا مقدم ہوگا تو خارج کو دلایا جاوے گا خواہ گواہوں نے قبضہ کسی کا بیان کیا ہو یا نہ بیان کیا ہو تو گویا ایسا ہو گا کہ خریدا ہوگا اس کو ذوالید نے اور قبضہ کیا اس پر پھر بیچا ہوگا اس کو خارج کے ہاتھ اور تسلیم نہ کیا ہوگا خارج کو یا کسی اور سبب سے مثل کرایہ وغیرہ کے قابض کے پاس آ گیا ہوگا انتہیٰ۔

(۱۰) واعلم ان صاحب الهداية ذكر هذه المسائل من غير ضبط وانا جمعتهامن الذخيرة مضبوطةً موجزة فاقول ان برهن المدعيان فان كان تاريخ احدهما سابقا فهو احق وان لم يكن فان كان كل منهما ذايد فهما متساويان وكذاان كان كل منهما خارجا فی الملک المطلق وهذااذالم يؤرخا اوارخ احدهما اوارخاولم يكن احدهما سابقا حتے ان كان تاريخ احدهما سابقا فقد مران السابق احق وكذافی الملک بسبب الااذاتلقيامن واحدوارخ احدهما فقط فانه احق و ان كان احدهما ذايد والأخر خارجاً فالخارج اولى فی الملک المطلق شاملاللصورالمذكورة الااذاادعيا مع الملک المطلق فعلاكمااذاقال هو عبدی اعتقته او دبرته فذواليداحق بخلاف مااذاقال كل واحد هو عبدی كاتبته فهماسواء لانهماخارجان اذلايدعلے المكاتب ولوقال احدهما هو عبدی كاتبته وقال الأخردبرته او اعتقته فهذا اولی فالضابطة ان كل بينة يكون اكثراثباتا فهی احق هذا فی الخارج و ذی اليد فی الملک المطلق واما فی الملک سببا فان ذكر اسببا واحد افان تلقيامن واحد فذواليد حق وان تلقيامن اثنين

فالخارج احق شاملا للصور المذکورة وان ذکر اسببین کالشراء والهبة و غیر ذلک ینظر الی قوة السبب کما فی المتن (۱۱) ولا یرجح بکثرة الشهود فان الترجیح عندنا بقوة الدلیل لابکثرته

(۱۰) مذکورہ مسائل کا خلاصہ

اور جان تو اس بات کو کہ صاحب ہدایہ نے ان مسائل کو بغیر ضبط اور ترتیب کے جمع کیا ہے اور میں اس کو ذخیرے سے بطور ضبط اور اختصار ذکر کرتا ہوں تو میں کہتا ہوں کہ اگر دونوں مدعی گواہ لائے تو جس کی تاریخ مقدم ہوگی وہ زیادہ حقدار ہوگا اور جو کسی کی تاریخ مقدم نہ ہووے تو اگر دونوں ذوالید یعنی قابض ہیں تو دونوں برابر ہوں گے اسی طرح اگر دونوں خارج ہوں گے اور دعویٰ ملک مطلق کا یعنی بغیر ذکر سبب کے کرتے ہوں گے اور یہ شامل ہے اس بات کو کہ دونوں تاریخ بیان نہ کریں یا صرف ایک شخص ان میں سے تاریخ بیان کرے یا دونوں تاریخ بیان کریں اور کسی کی تاریخ مقدم نہ ہووے کیونکہ اگر کسی کی تاریخ مقدم ہوگی تو وہی زیادہ حقدار ہوگا اسی طرح دعویٰ ملک بسبب میں مگر جب ایک ہی شخص سے حصول ملک کا دعویٰ کریں تو جو تاریخ بیان کرے گا وہ زیادہ حقدار ہوگا اور اگر ایک ذوالید یعنی قابض اور دوسرا خارج ہوگا تو خارج زیادہ حقدار ہے دعویٰ ملک مطلق میں سب صورتوں میں مگر جب دعویٰ کریں ملک مطلق کے ساتھ ایک فعل کا جیسے کہے ہر ایک ان میں سے کہ وہ میرا غلام ہے میں نے اس کو آزاد کیا ہے یا مدبر کیا ہے تو شخص قابض احق ہوگا برخلاف اس صورت کے جب ہر ایک ان میں سے کہے کہ وہ غلام میرا ہے میں نے اس کو مکاتب کیا ہے تو وہ دونوں برابر ہوں گے اس واسطے کہ مکاتب پر کسی کا قبضہ نہیں ہوتا تو وہ دونوں خارج ہیں اور اگر ایک نے کہا کہ وہ غلام میرا ہے میں نے اس کو مکاتب کیا اور دوسرے نے کہا کہ میں نے اس کو مدبر کیا ہے یا آزاد کیا ہے تو یہ دوسرا اولیٰ ہوگا تو قاعدہ یہ ہے کہ جس کے گواہ مثبت زیادتی ہوں گے وہ احق ہوگا یہ صورتیں خارج اور ذوالید کی ہیں ملک مطلق میں لیکن ملک بسبب میں تو اگر دونوں نے ایک ہی سبب ذکر کیا اور حصول ملک بھی ایک ہی شخص سے بیان کرتے ہیں تو ذوالید احق ہوگا اور اگر جدا جدا شخص سے بیان کرتے ہیں تو خارج احق ہوگا سب صورتوں میں اور اگر دونوں نے سبب ملک علیحدہ علیحدہ بیان کئے جیسے شرا اور ہبہ تو جس کا سبب قوی ہوگا وہ اولیٰ ہوگا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا۔ (یہ خلاصہ ہے تمام مسائل متقدمہ کا تو اس کو یاد رکھنا چاہئے)۔

(۱۱) گواہوں کی کثرت وقلت

اور ترجیح نہیں دی جاتی گواہوں کی کثرت سے (مثلاً ایک کے دو گواہ ہیں اور دوسرے کے چار) اس واسطے کہ ترجیح ہمارے نزدیک دلیل کی قوت سے ہے نہ کثرت ادلہ سے۔

فائدہ:۔ یعنی فی نفسہ دلیل قوی ہو جیسے ایک ظرف دلیل متواتر ہے اور دوسری طرف آحاد تو متواتر کو ترجیح ہوگی اور یہ نہ ہوگا کہ ایک طرف دو حدیثیں ہیں اور ایک طرف ایک ہی حدیث ہے تو دو حدیثوں کو ترجیح ہو جاوے ایک حدیث پر اسی طرح ایک آیت پر دو آیتوں کو ترجیح نہ ہوگی یہ مسئلہ اصول کی کتابوں میں بہ تفصیل مذکور ہے۔

(۱۲) والوادعى احدالخارجين نصف داروالأخر كلها فالربع للاول وقال الثلث للاول والباقى للثانى اعلم ان اباحنيفة اعتبر فى هذه المسألة طريق المنازعة وهو ان النصف سالم لمدعے الكل بلامنازعة وبقى والنصف الأخروفيه منازعتهما علے السواء فينصف فلصاحب الكل ثلثة ارباع ولصاحب النصف الربع وهما اعتبراطريق العول والمضاربة انما سمى بهذا لان فى المسألة كلاً و نصفاً فالمسألة من اثنين و تعول الى ثلثة فلصاحب الكل سهمان ولصاحب النصف سهم هذا هو العول واما المضاربة فان كل واحد يضرب بقدر حقه فصاحب الكل له الثلثان من الثلاثة فيضرب الثلثان فى الدار فيحصل له ثلثاالدار وصاحب النصف له ثلث من الثلثة فيضرب الثلث فى الدارفيحصل له ثلث الدارلان ضرب الكسود بطريق الاضافة فانه اذا ضرب الثلث فے الستة معناه ثلث الستة وهو اثنان وان كانت معهما فهى للثانى نصف بقضاء نصف لابه فان الداراذاكانت فى يدهما يكون النصف فے يدكل منهما فالنصف الذى فى يدمدعى الكل لايدعيه اخرفيترک فى يده والنصف الذى فى يدمدعے النصف يدعيه كل واحد منهما فمدعى الكل خارج و بينة الخارج اولى

(۱۲) ایک گھر پر نصف اور کل کے دو دعوے

اگر دو خارجوں نے دعویٰ کیا ایک گھر کا اس طرح پر کہ ایک نے اس گھر کے آدھے کا دعویٰ کیا اور دوسرے نے کل گھر کا اور دونوں دلیل لائے تو کل کے مدعی کو تین حصے اس مکان کے اور نصف کے مدعی کو چوتھائی حصہ دلایا جاوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک کل کے مدعی کو دو ثلث اور نصف کے مدعی کو ثلث ملے گا۔ (دلیلیں امامؒ اور صاحبینؒ کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مسطور ہیں) اور اگر ایک گھر دو شخصوں کے قبضہ میں تھا اور ایک نے دعویٰ کیا اس کے نصف کا اور دوسرے نے کل گھر کا اور ہر ایک نے گواہ قائم کیے تو کل کے مدعی کو سارا مکان دلایا جاوے گا اور نصف کے مدعی کو کچھ نہ ملے گا۔

فائدہ:۔ اس وجہ سے کہ گھر جب دونوں کے قبضے میں تھا تو ہر ایک کے قبضے میں نصف نصف مکان تھا تو جو نصف مدعی کل کے قبضے میں تھا اس کا تو کوئی مدعی نہیں تو وہ اس کا ہوگا بغیر قضائے قاضی کے اور جو نصف مدعی نصف کے قبضے میں تھا اس کا مدعی کل مدعی ہے اور وہ خارج ہے تو گواہ خارج کے اولیٰ ہیں گواہوں سے قابض کے اس واسطے وہ نصف بھی قاضی اس کو دلاوے گا کذا فی الاصل۔

(۱۳) فان برهن خارجان علے نتائج دابة وارخا قضے لمن وافق وقته سنهاوان اشكل فلهما اما اذا خالف سنها التاريخين بطلت البينتان و ترک الدابة مع ذى اليد فان برهن احدالخارجين علے غصب شئ والأخرعلے وديعته استويا اى ان ادعى احد الخارجين علے ذى اليد انک غصبت هذا الشئ منے والأخرادعى انى اودعت هذا الشئ عندک و برهنا ينصف بينهما لاستوائهما فان المودع اذا حجدالوديعة صارغا صباً و اللابس احق من اخذالكم والراكب من اخذاللجام ومن فى السرج من رديفه وذوحملها ممن علق كوزة منها

اى صاحب اليد في هذه الصور هوالاول (۱۴) وجالس البساط والمتعلق به سواء كمن معه ثوب و طرفه مع اخر (۱۵) والقول لصبيے يعبرفي انا حروان قال انا عبدفلان قضے لمن معه كمن لايعبر المراد بالتعبيران يتكلم و يعقل ما يقول فان كان معبراً ويقول انا حرفالقول قوله لانه في يد نفسه ولو قال انا عبدزيد وهو في يدعمر وكان عبداً لعمرو لانه لما اقرانه عبداقرانه ليس في يدنفسه فيكون عبدا لصاحب اليد وان لم يكن معبراً لا يكون في يد نفسه فيكون عبداً لصاحب اليد اقول اليد علے الانسان ليس دليلا ظاهراعلے الملك فان من راى انسانا في يداٰخر يتصرف فيه تصرف الملاك لا يجوز ان يشهد انه ملكه فان الاصل في الانسان الحرية فكون الصبيے الذى لايعبرعبداً لصحاب اليد مشكل

(۱۳) ایک جانور کی پیدائش پر دو خارجوں کا دعویٰ

اگر دو خارجوں نے دعویٰ کیا ایک جانور کی پیدائش کا اور دونوں کے گواہوں نے تاریخ اس کی پیدائش کی بیان کی تو اس جانور کا سن دیکھا جاوے گا جس کی تاریخ کے موافق ہوگا اس کو دلایا جاوے گا اور اگر موافقت اور مخالفت کچھ معلوم نہ ہو سکے تو وہ جانور دونوں کا ہوگا اور جو سن اس کا دونوں کے گواہوں کے مخالف نکلے تو دونوں کے گواہ مردود ہو جاویں گے اور وہ جانور جس کے پاس تھا اسی کے قبضے میں رکھا جاوے گا۔

تو اگر دونوں خارجوں میں سے ایک نے دعویٰ کیا ذوالید پر کہ یہ چیز میری تو نے غصب کر لی تھی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے یہ شئے تیرے پاس امانت رکھائی تھی اور ہر ایک نے گواہ قائم کئے تو دونوں کے لئے حکم کیا جاویگا اُس چیز کے نصف نصف کا اس واسطے کہ دونوں برابر ہو گئے کیونکہ جس کے امانت سپرد ہووے وہ جب انکار کرے امانت سے تو غاصب ہو جاتا ہے سو گویا دونوں شخص مدعی غصب کے ہوئے۔ (اور اس میں برابر ہونگے) جو کپڑے پہنے ہوئے ہے وہ زیادہ حقدار ہے اُس سے جو آستین کو پکڑے ہوئے ہے۔

فائدہ: یہاں سے وہ مسائل شروع ہوئے ہیں جن میں دو شخص مدعی ہیں بسبب قبضے کے اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں بدائع میں ہے کہ جس موضع میں ایک مدعی کی ملک کا حکم ہو گا اس وجہ سے کہ وہ شئے اُس کے قبضے میں ہے تو اُس پر قسم واجب ہوگی اگر طرف ثانی طلب کرے پھر اگر وہ قسم کھائے تو بری الذمہ ہو گیا اور اگر قسم سے انکار کیا تو وہ ہارے گا اور دوسرا شخص جیتے گا۔ اسی طرح جو گھوڑے پر سوار ہے وہ مقدم ہے اس شخص پر جو اُس کی لگام کو پکڑے ہوئے ہے اور جو زین پر بیٹھا ہے وہ اولیٰ ہے اُس سے جو اسکی پچھاڑی پر بیٹھا ہے۔ اور جس کا بوجھ اونٹ پر لدا ہوا ہے وہ اولیٰ ہے اُس سے جس کا کوزہ اونٹ پر لٹک رہا ہے اور جو فرش پر بیٹھا ہے اور جو اُسکو پکڑے ہوئے ہے دونوں برابر ہیں (جیسے دونوں بیٹھے ہیں ایک فرش پر یا سوار ہیں ایک زین پر در مختار)

(۱۴) ایک کپڑے کو دو پکڑنے والوں کا دعویٰ

اور جو ایک کے ہاتھ میں کپڑا ہے اور دوسرے کے ہاتھ میں اس کا کنارہ ہے تو دونوں برابر ہوں گے۔

فائدہ:۔ کنارے سے مراد وہی کپڑے کا کنارہ ہے جو بنا ہوا ہے نہ سرا فقط جو بنا ہوا نہیں ہوتا در مختار۔

(۱۵) لڑکے کے آزاد یا غلام ہونے کا دعویٰ

اگر ایک لڑکا جو بولتا ہے اور بات کو سمجھتا ہے ایک شخص کے قبضے میں ہے وہ یہ کہے کہ میں اصلی آزاد ہوں تو قول اسی کا معتبر ہوگا اور وہ جو قبضے میں زید کے ہے اور کہے کہ میں غلام عمرو کا ہوں تو وہ زید ہی کا غلام رہے گا اور جو وہ لڑکا بول نہ سکتا ہو اور بات کو نہ سمجھتا ہووے تو جس شخص کے قبضے میں ہے اس کا غلام ہوگا۔

(۱۶) والحائط لمن جذوعه علیه اومتصل ببنائه اتصال تربیع اتصال التربیع اتصال جدار بجدار بحیث یتداخل لبنات هذا الجدار فی لبنات ذلک وانما سمی اتصال التربیع لانهما انما یبنیان لیحیطامع جدارین اٰخرین بمکان مربع (۱۷) لا لمن له علیه هرادی المراد بالهرادی الخشبات التے توضع علے الجذوع بل هو بین الجارین لو تنازعا ای اذاکان لاحدهما علیه هرادی ولاشئ للاٰخر علیه فهو بینهما (۱۸) وذوبیت من دار کذی بیوت منها فی حق ساحتها بناء علی ان لاترجیح بکثرة العلة (۱۹) ارض ادعی رجل انها فی یده واٰخر کذلک و برهنا قضے بیدهما فان برهن احدهما او کان لبن فیها او بنے او حفر قضے بیده فان الاستعمال دلیل الید.

(۱۶) دیوار کا حقدار

دیوار اس شخص کی ہوگی جس کی کڑیاں اس پر رکھی ہوئی ہوں یا اس کی دیوار سے یہ دیوار متنازع فیہ متصل ہووے بطریق اتصال تربیع۔

فائدہ:۔ اتصال تربیع یہ ہے کہ ایک دیوار دوسری دیوار سے اس طرح ملی ہووے کہ ایک دیوار کی اینٹیں دوسری دیوار کی اینٹوں میں داخل ہوں اور اتصاف تربیع اس واسطے اس کا نام ہوا کہ اس طرح دو دیواریں اس واسطے بنائی جاتی ہیں کہ اور دو دیواروں کے ساتھ مل کر ایک مکان مربع کا احاطہ کرلیویں کذافی الاصل مقابل اس اتصال کے اتصال ملازقت ہے وہ یہ کہ ایک دیوار کا کنارہ دوسری دیوار کے کنارہ سے ملا ہووے یعنی دونوں دیواروں کا جوڑ معلوم ہوتا ہو یہ دونوں صورتیں اینٹوں کی دیوار میں معلوم ہوئیں اب اگر لکڑی کی دیواریں ہوں تو اتصال تربیع اس طرح ہوگا کہ ایک دیوار کی لکڑی دوسری دیوار میں گئی ہو در مختار۔

(۱۷) ایک دیوار پر دو شخصوں کا دعویٰ

اور اگر دو شخصوں نے دعویٰ کیا دیوار کا اور ایک کے اس دیوار پر تختے (یا بانس جو کڑیوں پر رکھے جاتے ہیں) دھرے ہوئے ہیں (یا ایک کی دیوار کے ساتھ وہ دیوار متنازع فیہ اتصال ملازقت رکھتی ہے درمختار) تو وہ شخص اولیٰ نہ ہوگا بلکہ دیوار دونوں میں مشترک رہے گی۔

فائدہ:۔ اور اگر ایک شخص کی کڑیاں دیوار پر رکھی ہوں اور دوسرے کی دیوار کے ساتھ اتصال تربیع رکھتی ہووے تو صاحب اتصال زیادہ حقدار ہوگا اور بعضوں نے کہا کہ جس کی کڑیاں رکھی ہیں وہ اولیٰ ہوگا لیکن صحیح اول ہے اور جو کڑیاں ظلم سے رکھی گئی ہیں دوسرے شخص کی دیوار پر تو صاحب دیوار اگر اس کے اکھاڑنے کے مطالبے سے ابرا کردیوے یا صلح یا عفو کردے تو وہ حق مطالبہ ساقط نہ ہوگا پس اگر صاحب دیوار نے اس مطالبے سے ابرا کیا بعد اس کے وہ مکان کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا تو مشتری کو مطالبہ اس حق کا پہنچتا ہے اسی طرح اگر

صاحب دیوار نے وہ مکان کرایے کو دیا دھنیاں رکھنے والے کو تب بھی اس کا حق مطالبہ ساقط نہ ہوگا درمختار۔

(۱۸) ایک گھر کے صحن کے دو دعویدار

اگر ایک دار میں ایک شخص کے دس بیت ہیں اور دوسرے کا ایک بیت ہے تو وہ دونوں اس کے صحن کے منافع میں برابر ہوں گے۔

فائدہ:۔ یعنی صاحب بیت واحد اور صاحب بیوت کثیرہ صحن کے استعمال میں برابر ہیں یعنی پھرنے میں اور اسباب رکھنے میں اور لکڑیاں چیرنے میں وغیر ذلک غایة الاوطار لیکن پانی کا حصہ لینے میں اگر نزاع ہوگی تو بقدر زمین ہر ایک کے لئے حکم ہوگا اس واسطے کہ پانی کی حاجت سینچنے کے لئے ہے جس کی زمین زیادہ ہے اس کو زیادہ حاجت ہے درمختار۔

(۱۹) ایک زمین پر دو دعویدار

دو آدمیوں نے اگر ایک زمین کا دعویٰ کیا اور ہر ایک یہ کہتا ہے کہ وہ زمین میرے قبضے میں ہے تو قاضی حکم نہ دے کسی کے قبضے کا یہاں تک کہ دونوں گواہ قائم کریں اپنے اپنے قبضے پر پھر جب دونوں گواہ قائم کر دیں تو وہ زمین دونوں کی نصف نصف دلائی جاوے گی اور جو ایک ہی شخص نے گواہ قائم کئے اپنے قبضے پر یا تصرف کیا اس شخص نے زمین امتناع فیہ میں کہ اینٹیں بنائی تھیں یا عمارت بنائی تھی یا گڑھا کھودا تھا تو اسی کے قبضے کا حکم ہوگا۔ (اس واسطے کہ استعمال اور تصرف دونوں دلیلیں قبضے کی ہیں ہدایہ)

باب دعوی النسب

(۱) مبیعة ولدت لاقل من نصف حول منذبیعت فادعی البائع الولد یثبت نسبه منه وامیتها ویفسخ البیع ویرد الثمن و ان ادعاه المشتری مع دعوته او بعدها هذا عندنا وعند زفر والشافعی دعوته باطلة لان البیع اعتراف منه بانها امة فبالدعوة یصیر مناقضا ولنا ان العلوق امر خفی فیعفی فیه التناقض وکون العلوق فی یدالبائع دلیل علی انه منه وانما قال وان ادعاه المشتری مع دعوته او بعد هاحتی لوداعی المشتری قبل دعوة البائع ثبت النسب من المشتری ویحمل علی ان المشتری نکحها واستولدها ثم اشتراها (۲) وکذالوادعاه بعد موت الام بخلاف موت الولد یعنی اذاماتت الامة والولدحی فادعاه البائع و قد جاء ت به الاقل من ستة اشهریثبت النسب منه وان مات الولدلالان الولداصل فی ثبوت النسب قال النبی علیه السلام اعتقها ولد ها واذاصحت الدعوة بعد موت الام فعندابی حنیفة یرد کل الثمن وعندهما یرد حصه الولد لاحصة الام

باب.... دعویٰ نسب کے بیان میں

(۱) لونڈی کی بیع کے بعد اسکے بچے کا دعویٰ

زید نے ایک لونڈی بیچی عمرو کے ہاتھ بعد اس کے چھ مہینے کے اندر وہ جنی اور زید نے دعویٰ کیا کہ یہ ولد میرا ہے تو اس ولد کا نسب ثابت ہو جاوے گا زید سے اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہو جاوے گی اور بیع فسخ کی جاوے گی اور ثمن عمرو کو واپس دلایا جاوے گا اگر چہ عمرو بھی اس لڑکے کا دعویٰ کرے زید کے دعوے کے ساتھ یا بعد اس کے۔

فائدہ:۔ یہ ہمارا مذہب ہے اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک دعویٰ زید کا باطل ہوگا اس واسطے کہ زید کا بیچنا اس لونڈی کو اقرار ہے اس بات کا کہ یہ میری ام ولد نہیں ہے بلکہ لونڈی ہے تو اب دعویٰ ولد میں تناقض ہے اقرار سابق سے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ نطفہ ٹھہرنا ایک امر خفی ہے تو اس میں تناقض عفو کیا جاوے گا اور نطفہ ٹھہرنا زید کی ملک میں دلیل ہے اس بات کی کہ وہ ولد زید کا ہے اس واسطے کہ وقت بیع سے چھ مہینے پورے نہیں گزرے ہیں تا احتمال ہو اس بات کا کہ بعد بیع کے نطفہ ٹھہرا ہے کیونکہ اقل مدت حمل کے چھ مہینے ہیں اور یہ جو کہا کہ عمرو اگرچہ دعویٰ کرے اس ولد کا ساتھ زید کے یا بعد دعویٰ زید کے سو اس واسطے کہ اگر پہلے عمرو نے دعویٰ کیا ولد کا تو نسب اس سے ثابت ہو جاوے گا اور اس دعویٰ کی صحت اس طرح پر کی جاوے گی کہ عمرو نے اس سے نکاح کیا ہوگا جب وہ زید کی ملک میں تھی پھر استیلاء کیا اس کا پھر خرید لیا اس کو کذا فی الاصل بزیادۃ۔

(۲) لونڈی مرنے کے بعد بچے کا دعویٰ

اور اگر اسی صورت مذکورہ میں لونڈی مرگئی اور لڑکا زندہ ہے اور زید نے اس کا دعویٰ کیا تو بھی نسب زید سے ثابت ہو جاوے گا نہ اس صورت میں جب لڑکا مرگیا ہووے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ولد اصل ہے ثبوت نسب میں فرمایا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابراہیمؑ کی ماں کے لئے کہ آزاد کیا اس کو اس کے ولد نے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے ابن عباسؓ سے اور جب صحیح ہوا دعویٰ زید کا بعد مرجانے لونڈی کے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زید پورا ثمن عمرو کو پھیر دے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک بقدر حصہ ولد کے نہ اس کی ماں کے حصے کے کذا فی الاصل بزیادۃ۔

(۳) ولوادعاه بعد عتقها يثبت نسبه و يردحصة من الثمن اى لوادعى البائع الولدانه ولده بعدما اعتق المشترى الام وقد جاء ت به لاقل من نصف حول يثبت نسب الولد ويردالبائع حصة الولد من الثمن بان يقسم على قيمة الام و قيمة الولدفما اصاب الولد يرده البائع الى المشترى وما اصاب الام لايرده (۴) و بعد عتقه ردت دعوته اى ان ادعى البائع الولد بعدمااعتقه للمشترے ردت دعوة البائع كمالوولدت لاكثرمن نصف حول واقل من سنتين اوولدت لاكثرمن سنتين اى ردت دعوة البائع اذا كانت المدة من وقت البيع الى وقت الولادة اكثر من نصف حول الااذاصدقه المشترى واذا صدقه فحكم القسم الثانى كا لاول وفى الثالث لم يبطل بيعه القسم الاول مااذاولدت لاقل من نصف حول من زمان البيع والثانى مااذاولدت لاكثرمن نصف حول اواقل من سنتين والثالث مااذاولدت لاكثرمن سنتين ففے القسم الثانى يثبت نسبه واميتها و يفسخ البيع ويرد الثمن كما فى القسم الاول وهى ام ولده نكاحا اى ام الولد نكاحاً امة ولدت من زوجها فملكها الزوج اوامة ملكها زوجها فولدت فادعے الولد وههنا يحمل علے هذا

(۳) لونڈی آزاد ہو جانے کے بعد بچے کا دعویٰ

اور اگر اسی صورت مذکورہ میں عمرو نے اس لونڈی کو آزاد کر دیا تھا تو بھی نسب زید کا ثابت ہو جاوے گا اور زید صرف ثمن بقدر حصہ ولد عمرو کو پھیر دیگا۔

فائدہ:۔ صورت اس کی یوں ہوگی کہ ثمن کو تقسیم کریں گے قیمت پر لونڈی اور اس کے لڑکے کے تو جو لڑکے کو پہنچے گا

اس کو زید پھیر دے گا عمرو کو اور جو اس کی ماں کو پہنچے گا اس کو نہ پھیرے گا کذا فی الاصل۔

(۴) بچے کے آزاد ہونے کے بعد دعویٰ

اور اگر عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا تھا (یا دونوں کو آزاد کر دیا تھا) تو اب دعویٰ زید کا مسموع نہ ہوگا جیسے اس صورت میں کہ وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ لیکن دو برس سے کم میں جنی یا دو برس سے زیادہ میں جنی (یعنی ان دونوں صورتوں میں بھی دعویٰ زید کا غیر مسموع ہوگا) (مگر اس وقت کہ عمرو زید کے دعوے کی تصدیق کرے تو اول دو قسموں میں (یعنی جب چھ مہینے سے کم میں جنی اور عمرو نے ولد کو آزاد کر دیا ہے یا چھ مہینے سے زیادہ اور دو برس سے کم میں جنی) وہی قسم اول کا حکم ہوگا (یعنی زید کا نسب ثابت ہو جاوے گا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ہو جاوے گی اور بیع فسخ کر دی جاوے گی اور قیمت پھروادی جاوے گی کذا فی الاصل)۔ اور تیسری قسم (یعنی جب وہ لونڈی دو برس سے زیادہ میں جنی اور مشتری نے بائع کے دعویٰ کے تصدیق کی) بیع باطل نہ ہوگی اور لونڈی زید کی ام ولد ہوگی نکاح کی راہ سے۔

فائدہ:۔ ام ولد اس لونڈی کو کہتے ہیں جس کی اولاد اپنے خاوند سے ہووے پھر خاوند اس کا مالک ہو جاوے یا جس لونڈی کا خاوند مالک ہووے پھر وہ جنے اور وہ دعویٰ کرے ولد کا اور اس جگہ مراد یہی قسم ہے کیونکہ یہ صورت اس پر محمول ہے کہ بائع نے پھر وہ لونڈی مشتری سے خرید کر استیلاء کیا ہوگا کذا فی الاصل مع زیادۃ۔

(۵) ولو باع من ولد عنده ثم ادعاه بعد بيع مشتريه صح نسبه ورد بيعه وكذالو كاتب الولد او الام اورهن او اجر اوزوجها ثم ادعاه صحت الدعوة في حق الام والولد جميعاً وينقض هذه التصرف ويرد الجارية على البائع اعلم ان عبارة الهداية كذلك و من باع عبدا ولد عنده و باعه المشترى من آخر ثم ادعاه البائع الاول فهوابنه و بطل البيع لان البيع يحتمل النقض وماله من حق الدعوة لايحتمله فينتقض البيع لاجله وكذلك اذا كاتب الولد اور رهنه او اجره او كاتب الام اورهنها اوزوجها ثم كانت الدعوة لان هذه العوارض تحتمل النقض فينتقض ذلك كله و تصح الدعوة بخلاف الاعتاق والتدبير على مامر اقول ضمير الفاعل في كاتب ان كان راجعاً الى المشترى وكذافي قوله او كاتب الام يصير تقدير الكلام و من باع عبدا الولد عنده او كاتب المشترى الام و هذا غير صحيح لان المعطوف عليه بيع الولد لابيع الام فكيف يصح قوله كاتب المشترى الام و ان كان راجعاً الى من في قوله و من باع عبدا فالمسألة ان رجلا كاتب من ولد عنده اورهنه او أجره ثم كانت الدعوة وح لايحسن قوله بخلاف الاعتاق لان مسألة الاعتاق التي مرت ما اذا اعتق المشترى الولد لان الفرق الصحيح ان يكون بين اعتاق المشترى وكتابته لابين اعتاق المشترى وكتابة البائع اذا عرفت هذا فمرجع الضمير في كاتب الولد هو المشترى و في كاتب الامة في من باع (۶) ولو باع احد توأمين ولد اعنده من امته واعتقه مشتريه ثم ادعى البائع الآخر يثبت نسبهما منه و بطل

عتق المشتری لان من ضرورۃ ثبوت نسب احدھما ثبوت نسب الأخر والتوأمان ولدان بین ولادتھما اقل من ستۃ اشھر ولوقال لصبی معہ ھو ابن زید ثم قال ھو ابنی لم یکن ابنہ وان حجدزید بنوتہ ھذا عندابی حنیفۃ و عند ھما ان جحد زید بنوتہ یصیر ابناللذی فی یدہ الصبی لان الاقرار فی النسب یرتدبالرد ولہ ان النسب ممالایحتمل النقض والاقرار بمثلہ لایرتد بالرد

(۵) لونڈی کے لڑکے کو بیچنے کے بعد اس کے نسب کا دعویٰ

جس شخص نے اپنی لونڈی کے لڑکے کو جو اس کے پاس پیدا ہوا تھا بیچا اور مشتری نے اس کو پھر کسی اور کے ہاتھ بیچا اب اگر بائع نے دعویٰ کیا اس لڑکے کے نسب کا تو یہ دعویٰ صحیح ہوگا اور بیع پھر جاوے گی یہی حکم ہے اگر مشتری نے مکاتب کر دیا اس لڑکے کو یا گرو رکھا اس کو یا کرایہ دیا اس کو یا بائع نے اس کی ماں کو مکاتب کیا یا گرو رکھا یا کرایہ دیا یا نکاح کر دیا اس کا پھر لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا تو بھی نسب ثابت ہوگا اور یہ تصرفات توڑ ڈالے جاویں گے اس واسطے کہ یہ سب عوارض محتمل نقض ہیں اور دعویٰ نسب محتمل نقض نہیں برخلاف اس صورت کے کہ مشتری نے اس لڑکے کو آزاد یا مدبر کر دیا ہووے اس صورت میں دعویٰ بائع کا مسموع نہ ہوگا جیسا کہ اوپر گزرا (اصل میں اس مقام پر ایک تقریر ہے جو متعلق ہے عبارت سے وقایہ کی اس واسطے متروک ہوئی)

(٦) لونڈی کے جڑواں بچوں میں سے ایک کو بیچنے کے بعد دوسرے کے نسب کا دعویٰ

جس شخص کی لونڈی سے دو بچے توام (اس کا بیان آگے آتا ہے) اسی کے پاس پیدا ہوئے اور ان دونوں میں سے ایک بیچ ڈالا اور مشتری نے اس کو آزاد کر دیا بعد اس کے بائع نے اس لڑکے کا جو اس کے پاس موجود ہے۔ دعویٰ کیا نسب کا تو دونوں لڑکوں کا نسب اس شخص سے ثابت ہو جاوے گا اور مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا اس واسطے کہ جب ایک کا نسب ثابت ہوا اس شخص سے تو دوسرے کا بھی ثابت ہونا ضروری ہے تو امین ان دو بچوں کو کہتے ہیں جن کی پیدائش کے بیچ میں چھ مہینے سے کم مدت گزری ہووے اور اگر ایک شخص کے پاس ایک لڑکا تھا اس نے یہ کہا کہ یہ بیٹا زید کا ہے پھر کہنے لگا کہ میرا بیٹا ہے تو اس کا بیٹا کبھی نہ ہوگا اگرچہ زید انکار کرے اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر زید انکار کرے گا اس کی فرزندی سے تو وہ اس شخص کا بیٹا ہو جاوے گا اس واسطے کہ اقرار بالنسب رد ہو گیا زید کے انکار سے دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ نسب ان چیزوں میں سے ہے جو منقوض نہیں ہو سکتیں تو ایسے ہی اقرار نسب کا بھی رد نہ ہوگا رد کرنے سے۔

فائدہ:۔ اسی طرح اگر ایک صغیر کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے پھر کہا کہ میرا نہیں ہے تو یہ نفی صحیح نہ ہوگی جب بیٹا تصدیق کرتا ہو ثبوت نسب کی یا پہلے تصدیق نہ کرے پھر تصدیق کرنے لگے اور اگر باپ منکر ہو اس کی فرزندی کا اور بیٹا باپ کے اقرار پر گواہ قائم کرے تو نسب ثابت ہو جاوے گا اور یہ اقرار کہ وہ شخص میرا بھائی ہے مقبول نہیں اس واسطے کہ وہ اقرار غیر پر ہے تو ضرور ہے تصدیق اس کی درمختار۔

(۷) ولو كان مع مسلم و كافر صبي فقال المسلم هو عبدي وقال الكافر هوابني فهو حرابن للكافر لانه ينال الحرية في الحال والاسلام في المال اذدلائل الواحدانية ظاهرة و في عكسه يثبت الاسلام بتبعية و يحرم عن الحرية وليس في وسعه اكتسابه بها (۸) ولو قال زوج امرأة لصبي معهما هوا بني من غيرها وقالت هوا بني من غيره فهوا بنهما (۹) ولوولدت امة مشترته وادعى المشترى الولد ثم استحقت غرم الاب قيمة الولد يوم يخاصم وهوحراى ولدت امة مشترته وادعى المشترى الولد ثم استحقت الام فالولد حرويضمن الاب وهوالمشترى قيمة الولد للمستحق لان ولد المغرور حربا لقيمة والمراد بالمغرور رجل وطى امرأة معتمد اعلى ملك يمين او نكاح فولدت ثم استحقت و انما يسمى مغرورالان البائع غره وباع منه جاريته لم تكن ملكاله و يعتبرقيمة الولديوم الخصومة (۱۰) فان مات الولد فلا شئ على ابيه لعدم المنع منه وتركته له لانه حرالاصل فان قتله ابود اوغيره غرم الاب قيمته و يرجع بهاكثمنها على بائعه لابالعقر اى ان قتله الاب يضمن قيمته للمستحق و كذاان قتله غيره فاخذالاب ديته فان الدية يدل له فسلامة البدل للاب كسلامة الولد ثم منع البدل من المستحق كمنع الولد و فيه القيمة ويرجع بالقيمة على البائع كما يرجع بثمنها ولايرجع بالعقر الذى اخذمنه المستحق لانه بدل استيفاء منفعة البضع

(۷) ایک بچہ کے متعلق مسلمان کا غلام ہونے یا کافر کا بیٹا ہونے کا دعویٰ

اور اگر ایک بچہ ہو مسلمان اور کافر کیساتھ سو مسلمان کہے کہ وہ میرا غلام ہے اور کافر کہے وہ میرا بیٹا ہے تو وہ آزاد ہے کافر کا بیٹا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ کافر کے بیٹے ہونے میں بالفعل بچے کو آزادی حاصل ہوتی ہے اور اسلام انجام کار کو اس لئے کہ دلائل توحید ظاہر ہیں اور اگر بالعکس ہوتا یعنی مسلمان کا غلام ٹھہرتا تو اسلام اس کو بالتبع حاصل ہو جاتا لیکن آزادی سے محروم ہوتا اور آزاد ہوجانا اس کی طاقت سے باہر ہے کذا فی الاصل۔

(۸) میاں بیوی کے درمیان بچہ کے نسب پر اختلاف

اگر ایک لڑکا خاوند اور جورو کے پاس ہے (اس قسم کا کہ وہ اپنا حال بیان نہیں کرسکتا ہے درمختار) اور زوج اور زوجہ دونوں نے اس کا دعویٰ کیا ہے (ایک ساتھ درمختار) اس طرح پر کہ شوہر یہ کہتا ہے کہ یہ لڑکا بیٹا میرا ہے تیرے سوا اور دوسری زوجہ سے اور جورو یہ کہتی ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تیرے سوا دوسرے خاوند سے تو وہ دونوں کا بیٹا قرار دیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ اور جو وہ لڑکا خود اپنا حال بیان کرسکتا ہو تو جس کی تصدیق کرے گا اسی کا بیٹا قرار دیا جاوے گا درمختار۔

(۹) لونڈی کے ولد کے دعویٰ کے بعد لونڈی کا کسی اور کی ملک نکلنا

اگر زید نے ایک لونڈی خریدی اور اس کا ولد زید سے ہوا اور زید نے اس کا دعویٰ بھی کیا (یعنی یہ کہا کہ یہ میرا لڑکا ہے اس لئے کہ لونڈی فراش ضعیف ہے نسب اس میں بدوں دعوے کے ثابت نہیں ہوتا) بعد اس کے وہ لونڈی کسی اور کی نکلی تو لڑکا آزاد ہو

گا اور باپ کو یعنی زید کو قیمت ولد کی مستحق کو دینا پڑے گی۔ اور قیمت لڑکے کی وہ معتبر ہوگی جو روز خصومت اس کی قیمت ہوگی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ زید مغرور یعنی فریب میں آیا ہوا ہے اور ولد مغرور کا آزاد ہوتا ہے قیمت سے اور مراد مغرور سے وہ شخص ہے جو ایک عورت سے صحبت کرے اس کی ملک یمین یا ملک نکاح پر اعتماد کر کے پھر وہ عورت اس سے جنی بعد اس کے وہ عورت کسی اور کی مملوک نکلی اور اس کو مغرور اس لئے کہتے ہیں کہ بائع نے زید کو دھوکا اور فریب دیا اور اس کے ہاتھ ایسی لونڈی بیچی جو ملک اس کی نہ تھی کذا فی الاصل۔

(۱۰) لڑکے کے مرجانے یا قتل ہوجانے کے بعد

تو اگر وہ لڑکا مر گیا تو اس کے باپ پر کچھ لازم نہ آوے گا۔ (بلکہ صرف لونڈی مستحق کو حوالے کرے گا) اور ترکہ اس لڑکے کا باپ کو ملے گا تو اگر اس لڑکے کو خود باپ نے قتل کرڈالا یا کسی اور نے قتل کیا (اور باپ نے دیت اس کی بقدر اس کی قیمت کے یا زیادہ کے لے لی اور جو قیمت سے کم دیت لے گا تو اس پر تاوان اسی کے موافق آوے گا درمختار) تو تاوان دے اس کا باپ قیمت کا مستحق کو اور وہ قیمت اپنی بائع سے پھیر لیوے جیسے ثمن لونڈی کا پھیر لے گا اور عقر اس لونڈی کا بائع سے نہ پھیرے اگرچہ مستحق کو اس نے عقر دیا ہووے اس واسطے کہ یہ بدل ہے استیفائے منفعت بضع کا۔

فوائد (۱) موضع خفا میں اور نسب میں تناقض

(۱) تناقض موضع خفا میں اور نسب میں عفو ہے مثلاً ایک شخص نے کہا کہ میں اس کا وارث نہیں ہوں پھر اس نے دعویٰ کیا کہ میں اس کا وارث ہوں اور وجہ وراثت کی بیان کی تو دعویٰ صحیح ہو جاوے گا اسی طرح اگر ایک شخص نے ایک عورت کو کہا کہ یہ میری لڑکی شیر خوار ہے پھر اپنی خطا کا معترف ہوا تو اس کا دعویٰ خطا صحیح ہے بشرطیکہ ثابت رہنا مقر کا اپنے اقرار پر اس کے قول سے یا گواہوں سے ثابت نہ ہووے اسی طرح اگر ورثہ نے زوجہ کی تصدیق میں اور میراث دیدی پھر میراث کے پھیر لینے کا دعویٰ کیا اس بنا پر کہ مورث نے اس کو طلاق دیدیا تھا تو یہ دعویٰ مسموع ہوگا اسی طرح ایک شخص نے اگر گھر کو کرایہ لیا عمرو سے بعد اس کے مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ گھر میرا ہے اور مجھ کو میرے باپ کے ترکہ سے پہنچتا ہے تو دعویٰ مسموع ہوگا اسی طرح اگر ایک عورت نے خلع کیا اپنے خاوند سے اور بدل خلع دیا بعد اس کے مدعی ہوئی اس بات کی کہ خاوند مجھ کو پہلے خلع سے طلاق بائن دے چکا تھا تو یہ دعویٰ سنا جاوے گا اور بدل خلع پھروادیا جاوے گا اسی طرح اگر ایک کپڑا رومال میں لپٹا ہوا کرایہ کو لیا بعد اس کے جب کھولا تو مدعی ہوا اس بات کا کہ یہ کپڑا میرا ہے تو یہ دعویٰ سنا جاوے گا۔ کذافی الحموی باختصار اگر مدعی یا مدعیٰ علیہ سے نام کے بیان کرنے میں غلطی واقع ہوئی پھر اس کا تدارک کر دیا تو صحیح ہے اس واسطے کہ ایک شخص کے دو نام ہو سکتے ہیں کذافی الحامدیہ

(۲) کسی شخص پر اپنے باپ کے حق کا دعویٰ

جو شخص دعویٰ کرے اپنے باپ کے حق کا ایک شخص پر تو مدعیٰ علیہ خواہ حق کا انکار کرتا ہو یا اقرار اولاً مدعی کو چاہئے کہ اپنا نسب ثابت کرے مدعیٰ علیہ کے سامنے اور اگر دعویٰ کرے میراث کا تو اگر مدعیٰ علیہ معترف ہو اس کے نسب کا اور مال کا تو قاضی حکم کر دے مدعیٰ علیہ کو مال دینے کا اور یہ حکم اُس کے باپ پر نافذ نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر مدعی کا باپ زندہ آوے تو وہ مال مدعیٰ علیہ سے لیوے اور مدعیٰ علیہ مدعی سے پھیر لیوے اور اگر مدعیٰ علیہ منکر ہو اُس کے نسب کا تو مدعی سے گواہ طلب ہوں گے اثبات نسب کے اور اس کے مورث کی موت پر اور اگر گواہوں سے عاجز ہووے تو مدعیٰ علیہ سے قسم لی جاوے گی اس طرح کہ میں نہیں جانتا یہ بات کہ یہ فلانے کا بیٹا ہے اور وہ مرگیا ہے اگر اس نے قسم کھالی تو دعویٰ مدعی ساقط ہوگیا اور اگر

نکول کیا یا مدعی نے اپنا نسب اور موت مورث کو گواہوں سے ثابت کیا تو اب مدعی سے گواہ طلب ہوں گے اثبات مال پر اگر اس نے گواہ قائم کئے تو دعوی اس کا ثابت ہو گیا اب مدعی علیہ پر حکم کر دیا جاوے گا اس مال کا اور اگر گواہوں سے عاجز ہوا تو مدعی علیہ سے بطور قطع اور یقین کے قسم لی جاوے گی اگر اس نے قسم کر لی تو بہتر ہے ورنہ اگر نکول کیا تو مال کا اس پر حکم کر دیا جاوے گا۔ کذافی جامع الفصولین ملخصاً

(۳) سگے بھائی ہونے یا چچازاد ہونیکا دعویٰ

اگر ایک شخص نے دعوی کیا سگے بھائی ہونے کا تو دادا کا نام ذکر کرنا ضرور نہیں اور اگر چچازاد بھائی ہونے کا دعوی کیا تو دادا کا نام بیان کرنا ضرور ہے۔

(۴) میت پر قرض کا اثبات اور اقرار

اگر ایک شخص نے اپنا دین میت پر گواہوں سے ثابت کیا تو وہ دین سب وارثوں کے حصے سے لیا جاوے گا اور اگر کسی وارث کے اقرار سے ثابت کیا تو جس وارث نے اقرار کیا ہے اسی کے حصے سے دین وصول کیا جاوے گا بقدر اس کے حصے کے کذافی الدرالمختار وحواشیه

(۵) نفی پر شہادت

شہادت نفی پر مقبول نہیں مثال اس کی یہ ہے کہ مدعی گواہ لایا اس امر پر کہ مدعی علیہ نے فلاں تاریخ فلاں روز اتنے روپے مجھ سے قرض لئے تھے تو مدعی علیہ گواہ لایا اس امر پر کہ میں اس تاریخ کو اس جگہ تھا ہی نہیں بلکہ دوسری جگہ تھا تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی اس واسطے کہ اس جگہ نہ ہونا نفی ہے بلحاظ صورت اور معنی دونوں کے اور قول اس کا کہ میں دوسری جگہ تھا نفی ہے بلحاظ معنی کے اور اصل اس کی مذکور ہے روایت نوادر میں امام ابو یوسفؒ سے کہ گواہی دی دو مردوں نے ایک شخص کے قول یا فعل پر تو لازم آ جاوے گا وہ قول اور فعل مدعی علیہ پر برابر ہے کہ اجارہ ہو یا کتابت یا طلاق یا عتاق یا قتل یا قصاص کسی مکان یا وقت یا صفت میں تو اگر گواہ لایا مشہود علیہ اس امر پر کہ وہ اس جگہ نہ تھا اس دن تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی لیکن محیط میں مذکور ہے کہ اگر نہ ہونا اس کا متواتر ہو جاوے لوگوں کے نزدیک اور جانتے ہوں سب لوگ کہ وہ اس وقت اس جگہ میں نہ تھا تو دعوی اس پر مسموع نہ ہوگا اور حکم کر دیا جاوے گا مدعی علیہ کے برات ذمے کا اس واسطے کہ لازم آتی ہے تکذیب اس امر کی جو ثابت ہے بالبداہۃ اور اس میں شک نہیں ہو سکتا اسی طرح حال ہے ہر شہادت کا جو قائم ہوا اس امر پر کہ فلانے نے یہ قول نہیں کہا یا یہ کام نہیں کیا تو یہ شہادت مقبول نہ ہوگی ایسا ہی ہے بزازیہ میں کذافی الحموی

(۶) نفی پر شہادت مقبول ہونیکی صورتیں

لیکن صاحب اشباہ نے شہادت علی النفی سے دس مسائل کو مستثنے کیا ہے کہ اس میں شہادت نفی پر مقبول ہے منجملہ اس کے یہ صورت ہے کہ خاوند نے عورت کی طلاق کو ایک امر عدمی پر معلق کیا اور شہادت اس پر گزری تو یہ شہادت مقبول ہو جاوے گی اور یہ صورت ہے کہ شاہدوں نے شہادت دی میراث کی اور یہ کہا کہ سوا اس کے اور کوئی وارث نہیں ہے تو یہ شہادت مقبول ہوگی اسی طرح شہادت نفی متواتر پر مقبول ہے باقی صورتیں اگر دیکھنا منظور ہیں تو اشباہ کو مطالعہ کر لے۔

دین کے اقرار کے بعد ادائے دین کا دعویٰ

ایک مدعی علیہ نے اقرار کیا دین کا پھر مدعی ہوا اس کے ادا کا ایک ہی مجلس میں تو مقبول نہ ہوگا اور اگر مدعی اور مدعی علیہ دونوں کی مجلس بدل گئی پھر دعوی کیا ادائے دین کا اور قائم کئے گواہ اس پر تو یہ دعوی مسموع ہوگا بشرطیکہ دعوی ایفاء کا قبل اقرار کے نہ ہووے ورنہ باطل ہوگا اور جو دعوی کرے ادائے دین کا بعد انکار دین کے تو مقبول ہے باتفاق جیسا کہ اوپر گزر چکا (حموی)۔

كتاب الاقرار

(۱) هو اخبار بحق لآخر عليه (۲) وحكمه ظهور المقربه لاانشاؤه فصح الاقرار بالخمر للمسلم لابطلاق و عتق مكرها لما كان حكم الاقرار الظهور لاالانشاء صح الاقرار بالخمر للمسلم ولا يصح تمليك الخمر اياه ولايصح الاقرار بالطلاق والعتاق مكرها ولو كان انشاءً يصح لان طلاق المكره و عتاقه واقعات عندنا (۳) ولو اقرحرمكلف بحق معلوم او مجهول صح ولزمه بيان ماجهل بماله قيمة صحة الاقرار بالمجهول مبنية علي انه اخبار لاانشاء تمليك وصدق المقرمع حلفه ان ادعى المقرله اكثر منه (۴) ولا يصدق في اقل من درهم في على مال (۵) و من النصاب في علي مال عظيم من الذهب او من الفضة و من خمس و عشرين في الابل و من قدرالنصاب قيمة في غير مال الزكوٰة (۶) و من ثلثة نصب في اموال عظام

فائدہ:۔اقرار کے حجت ہونے کا ثبوت

اقرار کا حجت ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وليملل الذى عليه الحق یعنی چاہئے کہ اقرار کرے وہ شخص جس پر حق ہے تو اگر اقرار حجت نہ ہوتا تو اس حکم کے کچھ معنی نہ ہوتے اور حدیث سے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قل الحق ولو كان مراً یعنی تو کہہ ٹھیک اگرچہ تلخ ہو روایت کیا اس کو ابن حبانؒ نے بسند صحیح ابوذرؓ سے اور حکم کیا حضرت نے ماعز پر رجم کا بسبب اقرار زنا کے اور اجماع سے کیونکہ اجماع کیا امت محمدیہؐ نے کہ اقرار حجت ہے مقر کے حق میں یہاں تک کہ ثابت کیا انہوں نے حد اور قصاص کو اقرار مقر سے تو مال بطریق اولیٰ ثابت ہوگا اور عقل سے اس واسطے کہ شخص عاقل اپنی ذات پر جھوٹا اقرار نہ کرے گا جس چیز میں اس کی مضرت جان یا نقصان مال ہووے تو ترجیح ہوئی جانب صدق کو اس کی ذات کے حق میں بسبب نہ ہونے تہمت کے اور کمال ولایت کے طحطاوی مع زیادہ۔

(۱) اقرار کی تعریف

اقرار کہتے ہیں خبر دینے کو اس بات کی کہ غیر کا حق مجھ پر لازم ہے۔

فائدہ:۔ جو شخص اقرار کرے اس کو مقر کہتے ہیں اور جس کے حق کو اپنے اوپر ثابت کرے اس کو مقرلہ کہتے ہیں اور جس چیز کا اقرار کرے اس کو مقربہ کہتے ہیں۔

(۲) اقرار کا حکم

حکم اقرار کا یہ ہے کہ مقربہ اس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے نہ یہ کہ اقرار انشا ہے مقربہ کے ثبوت کا (یعنی اقرار سے غرض اور غایت یہ ہے کہ ایک حق لازم کو ظاہر کرے نہ یہ کہ بالفعل اس کو ایجاد کرے جیسے انشائی عقود ہوتی ہے آگے اسی حکم پر تفریع کرتا ہے) تو اگر کسی نے اقرار کیا کہ مسلمان کا خمر میرے پاس ہے تو صحیح ہے اور اگر اقرار انشا ہوتا تو یہ اقرار صحیح نہ ہوتا کیونکہ لازم آتا انشائی تملیک خمر واسطے مسلم کے اور یہ صحیح نہیں اور جو کسی نے اقرار کیا طلاق اور عتاق کا زبردستی سے تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اور اگر اقرار انشا ہوتا تو صحیح ہو جاتا اس واسطے کہ زبردستی سے طلاق اور عتاق واقع ہو جاتے ہیں۔

فائدہ:۔ یعنی جبر سے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو طلاق دے یا غلام کو آزاد کر دیوے تو طلاق اور عتاق نافذ ہو جاویں گے جیسا کہ بیان اس کا کتاب الاکراہ میں آوے گا درمختار

وغیرہ میں اور مسائل بھی اس پر متفرع کئے ہیں ان میں سے یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے غیر کے مال کا دوسرے کے لئے اقرار کیا تو وہ مال جب مقر کے پاس آوے گا مقرلہ کو دلایا جاوے گا اور زوجیت کا اقرار زوجہ کی طرف سے بلاشہود صحیح ہے اور اگر مقرلہ نے مقر کا اقرار رد کیا پھر قبول کیا تو صحیح نہ ہوگا مگر جو عقود لازم ہیں جیسے نکاح وغیرہ ان میں اقرار رد نہ ہوگا اور جب مقرلہ نے اقرار مقر کا قبول کرلیا بعد اسکے رد کیا تو رد نہ ہوگا اگر مقر نے ایک دفعہ اقرار کیا اور مقرلہ نے اس کو رد کر دیا بعد اس کے دوسری بار پھر مقر نے اقرار کیا اور مقرلہ نے تصدیق کی تو یہ دوسرا اقرار لازم ہوگا ایک شخص نے دوسرے پر دعویٰ کیا محض بر بنائے اقرار مدعیٰ علیہ کے ایک شے معین کا تو یہ دعویٰ مسموع نہ ہوگا مگر جب مدعی یوں کہے کہ یہ شے میری ملک ہے اور مدعیٰ علیہ نے اس کا اقرار کیا ہے میرے واسطے یا یوں کہے کہ میرا اس پر اتنا ہے اور اسی طرح اس نے اقرار بھی کیا ہے تو دعویٰ مسموع ہوگا باتفاق اس واسطے کہ مدعی نے اقرار مدعیٰ علیہ کو سبب وجوب ملک کا نہیں ٹھہرایا پھر اگر مدعیٰ علیہ انکار کرے تو بقول مفتی بہ حلف اصل مال پر لیا جاوے گا نہ اقرار پر البتہ اگر مدعیٰ نے دعویٰ کیا مدعیٰ علیہ پر ایک شے کا اور مدعیٰ علیہ نے گواہ قائم کئے اس امر پر کہ مدعی نے اقرار کیا تھا اس بات کا کہ میرا کچھ حق مدعیٰ علیہ کی طرف نہیں ہے تو یہ دعویٰ مدعیٰ علیہ کا مسموع ہوگا۔

(۳) عاقل بالغ آزاد کا اقرار

جس شخص آزاد عاقل بالغ نے (حالت بیداری میں خوشی سے یا غلام ماذون یا صبی ماذون یا معتوہ ماذون نے در مختار) اقرار کیا کسی حق معلوم یا مجہول کا تو صحیح ہے لیکن مقر پر لازم ہوگا کہ اس شے مجہول کو بیان کرے قیمت دار چیز سے پھر اگر مقرلہ اس سے زیادہ کا دعویٰ کرے اور گواہ نہ رکھتا ہووے تو قول مقر کا قسم سے مقبول ہوگا۔

فائدہ:۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جہالت مقر بہ کی مانع صحت اقرار نہیں ہے البتہ جہالت مقر یا مقرلہ کی مانع ہے تو جس صورت میں مقر بہ مجہول ہوگا تو مقر جبر کیا جاوے گا اس کے اظہار اور بیان پر اور جب مقر یا مقرلہ مجہول ہوگا تو اقرار ہی صحیح نہ ہوگا۔

(۴) مطلقاً مال کے اقرار میں کم از کم مقدار

اگر مقر نے یہ کہا کہ فلاں کا میرے ذمہ پر مال ہے تو ایک درم سے کم میں اس کی تصدیق نہ ہوگی۔

(۵) بڑے مال کے اقرار پر مال کی مقدار

اور جو یہ کہا کہ فلاں کا میرے اوپر بڑا مال ہے تو سونے اور چاندی میں مقدار نصاب زکوٰۃ سے (یعنی بیس دینار اور دوسو درم سے) کم میں اور اونٹوں میں پچیس اونٹوں سے کم میں اور سوا ان کے اور مالوں میں قیمت نصاب زکوٰۃ سے کم میں تصحیح نہ کی جاوے گی۔ (درمختار میں ہے کہ اگر مقر مفلس ہوگا تو نصاب سرقہ سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اور مقدار نصاب سرقے میں تصدیق ہو جاوے گی اور اس قول کی تصدیق بھی ہوتی ہے)

(۶) اموال عظیمہ کے اقرار پر مال کی مقدار

اور تین نصاب زکوٰۃ سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اگر مقر نے یوں کہا کہ **علی اموال عظام** یعنی مجھ پر بڑے اموال ہیں۔

فائدہ:۔ اور اگر اموال عظام کی تفسیر غیر مال زکوٰۃ یعنی کپڑوں وغیرہ سے کرے گا تو تین نصابوں کی قیمت معتبر ہوگی درمختار۔

(۷) ودراهم ثلثة ودراهم كثيرة عشرة هذا عند ابى حنيفة لان جمع الكثرة اقله عشرة و عندهما لايصدق في اقل من النصاب وكذادرهما درهم و كذا كذا احد عشر و كذا وكذااحد و عشرون لان كذا وكذا كناية عن العددين و اقل عددين يذكران بغيرواواحد عشر و اقل عددين يذكران بالواواحد و عشرون ولو ثلث بلاواوفا حد عشر لانه لا نظير لثلثة بلاواوفالاقرب منه اثنان بلاواويعنے احد عشر و مع واوفمأته واحد و عشرون و ان ربع زيد الف يعنے ان ربع لفظ كذامع الواوفيكون الف و مائة واحد و عشرون (۸) وعلى و قبل اقرار بدين و صدق ان وصل به هووديعة وان فصل لالان ظاهره الاقرار بالدين فقوله هو وديعة يكون بيان تغييربتاويل ان عليه حفظ الوديعة وهو يصح موصولا لامفصولا كالاستثناء والتخصيص وعندى او معى او فى بيتے او كيسے او صندوقى امانة

(۷) دراہم اور دراہم کثیرہ کے اقرار پر مقدار

اور دراہم کے اقرار میں تین درم سے کم میں اور دراہم کثیرہ کے اقرار میں دس درم سے کم میں تصدیق نہ ہوگی یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نصاب سے کم میں تصدیق نہ ہوگی اگر مقر نے کہا کہ علی کذا درہماً تو ایک درہم لازم آوے گا اور جو کہا کذا کذا درہماً تو گیارہ درہم لازم آویں گے اور جو کہا کذا وکذا درہماً وعطف کے ساتھ تو اکیس درہم لازم آویں گے اور جو کہا کذا کذا کذا درہماً تب بھی گیارہ درہم لازم آویں گے اور جو کہا کذا وکذا وکذا تو ایک سو اکیس درہم لازم آویں گے اور جو کہا کذا وکذا وکذا وکذا تو ایک ہزار ایک سو اکیس لازم آویں گے۔

فائدہ:۔ وجہیں ان مسائل کی اصل میں اور ہدایہ میں مذکور ہیں اور وہ متعلق ہیں خاص زبان عرب سے اور ہماری زبان میں اس کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔

(۸) اقرار کے مختلف الفاظ کے مختلف مصداق

اگر کہے کہ مجھ پر یا میری طرف فلانے کا اتنا ہے تو یہ قرض پر محمول ہوگا البتہ اگر امانت کا لفظ اس کے ساتھ کہے گا تو امانت شمار کی جاوے گی اور اگر اس کے بعد کہے گا تو دین ہی شمار کیا جاوے گا اور اگر یوں کہا کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر میں یا میری تھیلی میں یا میرے صندوق میں فلانے کا اتنا ہے تو امانت پر محمول ہوگا۔

فائدہ:۔ اور جو کسی نے کہا کہ میرا سب مال اس کا ہے یا جس کا میں مالک ہوں وہ اس کا ہے یا اس کو میرے مال میں سے یا میرے دراہم میں سے اتنا ہے تو یہ ہبہ سمجھا جاوے گا نہ اقرار تو ضرور ہے اتمام ہبہ کے لئے کہ قائل بعد اس قول کے وہ مال اسے تسلیم کرے درمختار۔

(۹) و قوله لمدعي الالف اتزنها او انتقدها او اجلنے بها او قضيتكها او ابرأتنے منه او تصدقت بها علے اووهبتهالى اواحلتك بها علے زيد اقرار و بلا ضمير لالانه ان لم يذكر الضمير يحتمل ان يراد زن كلامك بميزان العقل او انتقد كلامك ولا تقل قولا زيفا و اجلنے يرادبه امهلنى فى الجواب و قضيت يرادبه حكمت بانك كاذب و ابرأتنے من ان لاتدعى علے و تصدقت علے كثيراً فما بالك تدعى علے بلاحق ووهبتنے كثيرا كما فى تصدق

18

واحلت لک مالا علے زید فماصنعت به (۱۰) وان اقربدین مؤجل صدق المقرله ان قال هو حال و حلف ای حلف المقرله علے انه لیس مؤجلا فیجب له الدین حالا (۱۱) ومائة ودرهم کلها دراهم و فی مائة و ثوب و مائة و ثوبین تفسیر المائة ومائة و ثلثة اثواب کلها ثیاب اعلم ان فی قوله لفلان علے مائة ودرهم عند الشافعیؒ تفسر المائة کما فی علے مائة و ثوب وهوالقیاس وعندنا اذا ذکر بعد لفظ العددماهو من المقدرات کما اذاقال مائة و درهم ومائة و قفیز حنطة یکون المائة من جنس ذلک المقدر قیاسا علے ما اذاذکر بعد لفظ العدد عددا اٰخرنحومائة و ثلثة اثواب و ان لم یکن من المقدرات کالثوب مثلافح یفسرالمائة

(۹) قرض خواہ کی یاددہانی پر مقروض کے اقرار الفاظ

زید نے عمرو سے کہا کہ تجھ پر میرے ہزار روپے ہیں عمرو نے اس کے جواب میں یہ کہا کہ ان کو وزن کرلے یا پرکھ لے یا مجھے ان کی مہلت دے یا میں تجھ کو وہ دے چکا ہوں یا تو نے مجھ کو وہ رپے معاف کردیئے ہیں یا خیرات کردیئے ہیں یا ہبہ کردیئے ہیں یا میں نے ان روپیوں کا حوالہ کردیا ہے تجھے تو زید پران سب کلمات سے عمرو کا اقرار ثابت ہوجاوے گا اور جو عمرو نے بغیر ضمیر کے کہا تو اقرار نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ یعنی ان روپیوں کی طرف ضمیر نہیں پھیری بلکہ اتنا ہی کہا کہ تو پرکھ لے یا وزن کرلے الیٰ آخرہ تو اقرار نہ ہوگا وجہ اس کی اصل میں مذکور ہے اور جو زید نے عمرو سے کہا کہ میرے تجھ پر ہزار روپے ہیں اور عمرو نے اس کے جواب میں سر سے اشارہ کیا تو یہ اشارہ اقرار نہ ہوگا اگر زید زبان سے بولنے پر قادر ہے درمختار۔

(۱۰) میعادی قرضہ کا اقرار

اگر کوئی اقرار کرے اپنے اوپر ایک میعادی قرض کا اور مقرلہ کہے کہ تجھ بالفعل دینا ہے تو مقرلہ) کا قول قسم سے مقبول ہوگا۔ (اگر مقر کے پاس گواہ نہ ہوں میعاد کے) یعنی مقرلہ کو قسم دلاویں گے اس امر پر کہ یہ قرض میعادی نہیں ہے تو جب وہ قسم کھالے گا تو قرض بالفعل دلایا جاوے گا۔

فائدہ:۔ (برخلاف اس صورت کے کہ مقر نے کالے روپیوں کا اقرار کیا تو ویسے ہی روپے اس پر لازم آویں گے جیسے ضامن کا اقرار ساتھ دین میعادی کے کہ اس میں قول ضامن ہی کا معتبر ہوگا اگر زید نے عمرو سے ایک چیز خریدی یا مول چکایا یا امانت لی یا عاریت لی یا اس کے ہبہ اور کرایہ لینے کی درخواست کی یا عمرو کے وکیل سے یہ امور کئے تو گویا زید نے اقرار کیا اس بات کا کہ وہ چیز مملوک ہے عمرو کی اب اگر زید اپنے لئے خواہ دوسرے کی طرف سے وکالۃً یا وصایۃً اس شے کا مدعی ہو عمرو پر تو یہ دعویٰ نہ سنا جاوے گا بسبب تناقض کے البتہ اگر زید نے سب دعووٴں سے عمرو کو ابراء عام کیا پھر عمرو پر دعویٰ کیا کسی اور کا وکیل بن کر یا وصی بن کر اپنے موکل یا صغیر کے لئے تو درست ہے درمختار۔

(۱۱) مبہم اعداد کے معدود کی تعیین

ایک شخص کہے کہ مجھ پر ایک سو اور روپیہ ہے تو سو سے بھی مراد روپے ہوں گے یعنی ایک سو ایک روپے کا اقرار ہوا اور اگر کہے کہ ایک سو اور ایک کپڑا ہے تو پوچھا جاوے گا کہ سو سے کیا مراد ہے اسی طرح سو اور دو کپڑوں کے اقرار میں اور اگر یوں کہے کہ میرے اوپر مائۃ وثلثۃ اثواب یعنی سو اور تین کپڑے ہیں تو سو سے بھی مراد کپڑے ہوں گے۔

(۱۲) والاقرار بدأبة فی اصطبل یلزمها (۱۳) فقط و خاتم حلقة و فصه ای الاقرار بخاتم یلزم حلقة و فصه هذا من باب العطف علی معمولی عاملین مختلفین والمجرور مقدم نحو فی الدار زید والحجرة عمرو کذافی قوله وسیف جفنه و حمائله و نصله و حجلة العیدان والکسوة الحجلة البیت المزین بالثیاب والسرر وثمر فی قوصرة ایاهما کثوب فی مندیل او ثوب (۱۴) وثوب فی عشرة اثواب واحد هذا عند ابی یوسف (عندا بی حنیفة وابی یوسف) فان عشرة اثواب لاتکون تابعة لثوب واحد و عند محمد یلزمه احد عشرثوبالان الثوب النفیس یلف فی ثیاب کثیرة و خمسة فی خمسة بنیة الضرب خمسة و بنیة مع عشرة و عند حسن بن زیاد یلزمه خمسة و عشرون وقد ذکر فی کتاب الطلاق و فی من درهم الی عشرة و ما بین درهم الی عشرة علیه تسعة هذا عند ابی حنیفة لان الغایة الاولی تدخل ضرورة والاخیرة لاتدخل و عندهما تدخل الغایتان فیجب عشرة و عند زفر لاتدخل شئ منهما فیجب ثمانیة و شی له من داری ما بین هذا الحائط الی هذا الحائط له ما بینهما والفرق لابی حنیفة ان فی قوله مابین الواحد الی العشرة لاوجود لما بینهما الابانضمام الاول کما یقال سنی مابین خمسین الی ستین ای مع انضمام الأحاد التی دون الخمسین بخلاف ما بین الحائطین

(۱۲) طویلے کے اندر گھوڑے کے غصب کا اقرار

اور جو ایک شخص نے اقرار کیا ایک گھوڑے کے غصب کا طویلے کے اندر تو صرف گھوڑا اس پر لازم ہوگا۔

فائدہ:۔ نہ طویلہ اس واسطے کہ غیر منقول میں شیخین کے نزدیک غصب نہیں ثابت ہوتا قاعدہ کلیہ ان مسائل کا یہ ہے کہ جو چیز ظرف ہونے کے لائق ہے اگر منقول ہے تو ظرف اور مظروف دونوں مقر پر لازم آویں گے اور اگر غیر منقول ہے تو صرف مظروف لازم آوے گا اور جو ظرف ہونے کے لائق نہیں ہے جیسے یوں کہے کہ فلانے کا مجھ پر ایک درم ہے درہم کے اندر تو صرف اول لازم آوے گا نہ ثانی درمختار۔

(۱۳) انگوٹھی تلوار اور حجلہ وغیرہ کا اقرار

اور جو اقرار کیا ایک انگوٹھی کا تو اس کا حلقہ اور نگین دونوں لازم آویں گے اور تلوار کے اقرار میں اس کا میان اور پرتلہ اور پھل لازم آوے گا اور حجلہ کے اقرار میں اس کی لکڑیاں اور پردے بھی لازم آویں گے اور جو اقرار کیا کھجور کا ٹوکرے میں یا کپڑے کا رومال مین یا کپڑے میں یا غلے کا کشتی میں یا گون میں ہدایہ) تو ظرف اور مظروف دونوں اس پر لازم آویں گے۔

(۱۴) ایک میں سے دس یا پانچ کپڑوں یا درہموں کا اقرار

اور جو اقرار کیا ایک کپڑے کا دس کپڑوں میں تو صرف ایک ہی کپڑا لازم ہوگا نزدیک شیخین کے اس واسطے کہ دس کپڑے ایک کپڑے کے تابع نہیں ہو سکتے اور امام محمد کے نزدیک گیارہ کپڑے لازم آویں گے اس واسطے کہ نفیس کپڑا کئی کپڑوں کی تہ میں ہوتا ہے اور جو اقرار کیا کہ مجھ پر پانچ کپڑے ہیں پانچ کپڑوں میں اور نیت کی ضرب کی تو صرف

پانچ کپڑے لازم آویں گے اور اگر نیت کی پانچ کے ساتھ پانچ کے تو دس دینے ہوں گے اور حسنؒ بن زیاد کے نزدیک پچیس کپڑے لازم آویں گے اور یہ جو کہا کہ فلانے کے میرے اوپر ایک درہم سے دس درہم تک ہیں یا ایک اور دس کے بیچ میں تو نو درہم لازم آویں گے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دس درہم اور زفرؒ کے نزدیک آٹھ درہم اور اگر یوں کہے کہ فلانے کا اس گھر میں سے اس دیوار سے لے کر اس دیوار تک ہے تو دونوں دیواریں داخل نہ ہوں گی۔

(۱۵) ولو اقربالحمل صح و حمل على الوصية من غيره اى يحمل هذا الاقرار على ان رجلاً او صے بالحمل لرجل ومات الموصے فالان يقر وارثه بانه للموصےٰ له وكذاله ان بين المقرسبباً صالحاً كالارث والوصية اى يصح الاقرار للحمل ان بين المقر سببا صالحا كالارث والوصية فان الوصية للحمل تصح والحمل يرث و ان لم يبين سببا صالحا كمالوبين الهبة او قال اشتريت له لا يصح وانما لايحتاج الى ذكر السبب الصالح فى الاقرار باحمل لان الوصية متعينة هناک بخلاف الاقرار للحمل فان الاسباب متعارضة كالارث والوصية فان ولدت حيالاقل من نصف حول اى من وقت الاقرار فله ما اقروان ولدت حيين فلهما وان ولدت ميتا فللموصے والمورث لانه اذابين السبب وقال ان فلانا اوصے بهذا الحمل اوان فلانامات و تركه ميراثاله فيكون هذا اقرارابملک الموصے اوالمورث فينقسم بين ورثتهما وان فسرببيع او اقراض اوابهم الاقرار لغىٰ هذا عند ابى يوسفؒ وعند محمدؒ و يصح الاقرار ويحمل علے السبب الصالح (۱۶) وان اقربشرط الخياربان قال لفلان على الف درهم على ان بالخيار فيه ثلثة ايام صح وبطل شرطه لان الخيار للفسخ والاقرار لا يحتمله (۱۷) ومن المسائل الكثيرة الوقوع انه لواقرثم ادعى انه كاذب فى الاقرار فعند ابى حنيفةؒ و محمدؒ لايلتفت الى قوله لكن يفتے على قول ابى يوسفؒ ان المقرله يحلف ان المقرلم يكن كاذبا وكذالوادعى وارث المقر فعندالبعض لايلتفت الى قوله لان حق الورثة لم يكن ثابتا فى زمان الاقرار والاصح التحليف لان الورثة ادعواامرالواقربه المقرله يلزمه واذا انكر استحلف وان كان الدعوىٰ على ورثة المقرله فاليمين عليهم بالعلم ان لانعلم انه كان كاذباً.

(۱۵) دوسرے کے لئے حمل کا اقرار

صحیح ہے اقرار حمل کا دوسرے کے لئے (مثلاً یہ کہے کہ میری اس لونڈی یا بکری کا حمل فلانے کے لئے ہے) اور یہ اقرار مجهول کیا جاوے گا وصیت پر یعنی ایک شخص وصیت کر گیا اپنی لونڈی یا بکری کے حمل کی کسی اور شخص کے لئے بعد اس کے موصی مر گیا تو اب وارث مقر کا اقرار کرتا ہے اس حمل کا موصی لہ) کے واسطے اسی طرح صحیح ہے اقرار حمل کے لئے مثلاً کہے کہ فلانی عورت کے حمل کے میرے اوپر ہزار درہم ہیں بشرطیکہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ مال حمل کا ہو سکے جیسے وصیت یا میراث اس لئے کہ وصیت حمل کے لئے صحیح ہے اور اسی

طرح حمل وارث بھی ہوتا ہے پھر اگر وہ عورت وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم میں ایک بچہ زندہ جنے یا دو بچے زندہ جنے تو وہ مال ان کا ہو جاوے گا اور اگر مردہ جنے تو وہ مال موصی اور مورث کا ہوگا تو ان کے وارثوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ایسا سبب بیان کرے جو حمل سے نہیں ہوسکتا جیسے کہے کہ میں نے اس حمل کو ہبہ کیا تھا یا میں نے اس حمل کا وکیل ہوکر اس چیز کو خریدا ہے یا میں نے اس کے ہاتھ یہ چیز بیع کی ہے یا میں نے اس سے قرض لیا ہے یا بالکل سبب بیان نہ کرے تو یہ اقرار لغو ہو جاوے گا۔ (باتفاق ائمہ ثلثہ)

(۱۶) اقرار بشرط خیار

اگر اقرار کرے کسی چیز کا بشرط خیار مثلاً یوں کہے کہ فلانے کے مجھ پر ہزار درہم ہیں لیکن اس شرط پر کہ مجھ کو تین دن تک اختیار ہے تو یہ اقرار صحیح ہوگا اور شرط خیار محض باطل ہوگی۔ (اس واسطے کہ اختیار فسخ کے لئے ہوتا ہے اور اقرار قابل فسخ کے نہیں ہے)

(۱۷) اقرار کے بعد جھوٹ کا دعویٰ

اگر ایک شخص نے اقرار کیا بعد اس کے دعویٰ کیا کہ میں نے جھوٹ کہا تھا تو طرفینؒ کے نزدیک اس کے اس قول کی طرف التفات نہ ہوگا لیکن فتویٰ ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ مقرلہ سے قسم لی جاوے گی اس امر پر کہ مقر جھوٹ نہیں بولا تھا اسی طرح پر اگر مقر کے وارث نے دعویٰ کیا کہ میرے مورث نے جھوٹ کہہ دیا تھا تو بعضوں کے نزدیک وارث کے اس قول پر لحاظ نہ ہوگا اور اصح یہ ہے کہ مقرلہ سے یہاں بھی اسی طور پر قسم لی جاوے گی اور اگر مقرلہ مرگیا ہے تو اس کے وارثوں سے علم پر قسم لی جاوے گی یعنی یوں کہے کہ ہم نہیں جانتے کہ مقرلے یہ اقرار جھوٹ کیا تھا۔

فوائد (۱) کتابت اقرار کا حکم

کتابت اقرار کا حکم کرنا مثل اقرار کے ہے اس واسطے کہ جیسے اقرار زبان سے ہوتا ہے ویسے ہی انگلیوں کے لکھنے سے ہوتا ہے تو اگر ایک شخص نے منشی سے کہا کہ خط لکھ میرے اس اقرار کا کہ مجھ پر ہزار درہم ہیں یا لکھ میرے گھر کا بیعنامہ یا میری عورت کا طلاق نامہ تو اقرار صحیح ہوگیا خواہ منشی اس کو لکھے یا نہ لکھے۔

(۲) مدعیٰ علیہ کا دوبار ایک ایک گواہ کے سامنے اقرار

اگر مدعیٰ علیہ نے اقرار کیا مال کا ایک گواہ کے سامنے پھر دوسری بار دوسرے گواہ کے سامنے تو یہ گواہی صحیح ہوسکتی ہے اگر مدعیٰ علیہ نہ اقرار کرے نہ انکار تو قاضی اس کو قید کرے یہاں تک کہ یا اقرار کرے یا انکار۔

(۳) فرزندی کا اقرار

باپ نے جب اقرار کیا اس بات کا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور ماں اس کی آزاد ہے تو یہ اقرار فرزندی کا اقرار ہوگا اس عورت کے منکوحہ ہونے کا برخلاف مہر کے اقرار کے کہ وہ اقرار بالنکاح نہ ہوگا۔ کذافی الدر المختار والطحطاوی والقنیہ ملتقطامن مواضع.

باب الاستثناء

(۱) ومن استثنے بعض مااقربه متصلالزمه باقیه (۲) و ان استثنے الکل فکله ای لـزمه کله لان استثناء الکل لا یصح (۳) فان استثنے کیلیا اووزنیا من دراهم صح قیمةً و ان استثنے غیرهما منهالم یصح ان قال له علی مائة دراهم الادینارااوالاقفیز حنطة صح الاستثناء وان قال الاثوبالم یصح هذا عند ابی حنیفة و ابی یوسفؒ لوجودالمجانسة من وجه اذاکان مکیلا او موزوناوعند محمدؒ لایصح فی الکل لعدم المجانسة من وجه وعندالشافعیؒ یصح فی الکل للمجانسة من حیث المالیة (۴) ومن اقرو وصل به ان شاء الله تعالیٰ بطل اقراره

باب....استثناء کے بیان میں

(یعنی اقرار میں سے کچھ نکال لینے کے بیان میں

(۱) اقرار کی شرط اور حکم

جس چیز کا اقرار کیا ہواس میں سے کسی قدر کو استثناء کرنا یعنی نکال ڈالنا صحیح ہے بشرطیکہ یہ استثناء متصل ہووے اقرار سے۔(مثلاً کہے کہ زید کے مجھ پر دس روپے ہیں مگر دو یا دوکم تو دوکم کو ساتھ ہی اگر کہے گا تو یہ استثناء صحیح ہوگا)اور بعد استثناء کے جو باقی رہے گا وہ مقر پر لازم آوے گا (مثلاً مثال مذکور میں آٹھ روپے لازم آویں گے۔

(۲) سب کا استثناء

اور جو سب کا استثناء کرے سب سے تو باطل ہے (مثلاً کہے کہ میرے اوپر ہزار روپے ہزار کم آتے ہیں)اور اس پر سب لازم آویں گے (تو مثال مذکور میں ہزار روپے دینے ہوں گے)

(۳) روپوں میں سے دیگر اشیاء کا استثناء

جو چیزیں نپتی ہیں یا تلتی ہیں ان کو روپیوں میں سے استثناء کرنا درست ہے تو اس قدر کی قیمت کم کر کے باقی روپے دینا ہوں گے اور ان کے سوا اور چیزوں کو نکالنا درست نہیں ہے مثلاً اگر کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہیں ایک دینار کم یا ایک قفیز گیہوں کا تو استثناء صحیح ہوگا واسطے وجود مناسبت فی الجملہ کے اور سو درہم میں سے قیمت ایک دینار اور قفیز کی مجرا کر کے باقی درہم دینا ہوں گے اور جو کہا کہ میرے اوپر سو درہم ہیں ایک کپڑا کم تو یہ استثناء صحیح نہ ہوگا نزدیک شیخینؒ کے اور امام محمدؒ کے نزدیک کسی صورت میں صحیح نہ ہوگا اور شافعیؒ کے نزدیک سب صورتوں میں صحیح ہوگا۔

(۴) اقرار کے ساتھ ان شاءاللہ کہنا

جس شخص نے اقرار کیا ایک امر کا اور اس کے ساتھ انشاءاللہ تعالیٰ ملا دیا تو اقرار باطل ہوجاوے گا۔

(۵) ولو استثنے بناء دارااقربها کانا للمقرله لان الاستثناء لا یصح لان البناء انما یدخل بالتبعیة وما هو کذلک لا یصح استثناؤه وان قال بناؤهالی و عرصته لک فکماقال و فص الخاتم و نخلة بستان کبنائها ان قال هذاالخاتم لفلان الافصه او هذاالبستان له الانخلته لایصح الاستثناء ولو قال ان الحلقة له والفص لے اولارض له والنخل لی یصح (۶) فان قال له علے الف من ثمن عند ما قبضته و عینه فان سلمه المقرله لزمه الالف والا لاقوله ما قبضته

صفة العبد وقوله عينه اى عين العبد وهو فى يدالمقرله فان سلم المقرنه ذلک العبد الى المقر لزمه الالف والا لاوان لم يعين لزمه وما قبضته لغو اى قوله و ما قبضته لغو عند ابى حنيفة سواء وصل او فصل لان انكار القبض في غير المعين ينافى الوجوب لان جهالة المبيع كهلاكه فلا يجب الثمن فيكون هذارجوعا وعندهما ان وصل صدق لانه بيان تغيير عندهما (۷) كقوله من ثمن خمر اى يكون لغواعندابى حنيفة وصل ام فصل وعندهما ان وصل صح وان فصل لا

(۵) دار میں سے عمارت کا استثناء

اگر کسی نے دار کے اقرار میں سے عمارت کا استثناء کیا تو صحیح نہ ہوگا یعنی زمین اور عمارت اس دار کی دونوں مقرلہ کی ہو جاویں گی اس لئے کہ بنا داخل ہوتی ہے دار میں بالتبع اور جو چیز بالتبع داخل ہو اس کا استثناء صحیح نہیں البتہ اگر یوں کہے کہ عمارت میری ہے اور صحن تیرا ہے تو جیسا کہے گا ویسا ہی ہوگا اور انگشتری کا نگینہ اور باغ کے درخت مثل عمارت کے ہیں۔

فائدہ:۔ یعنی اگر کسی نے کہا کہ یہ انگشتری فلانے کی ہے مگر نگین میرا ہے یا یہ باغ اس کا ہے مگر درخت کھجور کے جو اس میں ہیں میرے ہیں یہ استثناء صحیح نہیں البتہ اگر یوں کہے گا کہ اس انگوٹھی کا چھلہ اس کا ہے اور نگین میرا ہے یا زمین اس باغ کی اس کی ہے اور درخت کھجور کے میرے ہیں تو جیسا کہے گا ویسا ہی ہوگا کذافی الاصل۔

(۶) غلام کے عوض ہزار روپے کا اقرار مگر قبضہ کا انکار

اور اگر کہا کہ اس شخص کے میرے اوپر ہزار روپے ہیں ایک غلام کی قیمت کے ابھی تک میں نے اس غلام پر قبضہ نہیں کیا ہے تو اگر ایک غلام معین کو ذکر کیا ہے اس صورت میں مقرلہ نے اگر وہ غلام مقر کے حوالہ کیا تب مقر کو ہزار روپے دینا پڑیں گے اور اگر غلام نہیں دیا تو کچھ نہ دینا ہوگا اور اگر غلام معین کو نہ کہا ہو تو مقر پر ہزار روپے واجب ہو گئے اور یہ قول اس کا کہ میں نے ابھی اس غلام پر قبضہ نہیں کیا لغو ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کے نزدیک برابر ہے کہ اس قول کو اس کلام کے ساتھ کہے یا جدا کہے کیونکہ اس نے جب انکار کیا قبض کا ایک شے غیر معین میں تو گویا منکر ہوا وجوب دراہم کا اس واسطے کہ جہالت مبیع مثل ہلاک مبیع کے ہے تو قیمت واجب نہ ہوگی تو یہ رجوع ہو گیا اقرار سے اور وہ مسموع نہیں اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر یہ قول اس اقرار سے ملا ہوا ہے تو اس صورت میں تصدیق اس کی کی جاوے گی کیونکہ یہ بیان تغییر ہے ان کے نزدیک کذافی الاصل۔

(۷) شراب یا سور کے ہزار روپے کا اقرار

جس طرح مقر نے یوں کہا کہ میرے اوپر ہزار روپے فلانے کے ہیں بابت قیمت شراب یا سور کے (یا جوے کے مال کے یا آزاد کی قیمت کے یا مردے کے یا خون کے درمختار) تو مقر پر ہزار روپے لازم ہوں گے اور یہ اقوال لغو ہو جاویں گے۔

فائدہ:۔ امام صاحب کے نزدیک اگرچہ اس کو اقرار کے ساتھ ملا کر کہے یا جدا کہے اور نزدیک صاحبینؒ کے اگر ملا کر کہے گا تو اس کی تصدیق کی جاوے گی کذافی الاصل لیکن یہ صورت جب ہے کہ مقرلہ ان اقوال کا منکر ہو اور جو وہ مقر کی تصدیق کرے یا مقر گواہ قائم کرے ان امور پر تو اب ہزار روپے اس کو لازم نہ ہوں گے درمختار۔

(۸) وفی من ثمن متاع او قرض و هی زیوف او بنهرجة او ستوقة اور صاص لزمه الجید هذا عند ابی حنیفة وصل ام فصل و عندهماان وصل صدق لانه رجوع عنده و بیان تغییر عندهما (۹) و فی من غصب او ودیعة ان ادعی احدهذه صدق الا فصلاً فی الاخیرین ای ان قال له علی الف من غصب اوودیعة الاانها زیوف او بنهرجة صدق وصل ام فصل و ان قال ستوقة اورصاص فان وصل صدق وان فصل لاوالفرق بین البیع والقرض و بین الغصب والودیعة ان الاولین یقعان علے الجیاد فان فسرالدراهم بغیر الجیاد یکون رجوعا والغصب والودیعة یقعان علے کل ذلک والستوقة والرصاص لیسا من جنس الدراهم و انما یسمیان دراهم مجازا فیکون بیان تغییران وصل صدق و ان فصل لا

(۸) کھوٹے ہزارروپے کا اقرار

اوراگر کہے کہ میرے اوپر ہزارروپے ہیں بابت قیمت اسباب یا قرض کے اور وہ روپے زیوف یا بنہرجہ یا ستوقہ یا رصاص ہیں تو کھرے ہزارروپے اس کو دیناہوں گے۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کے نزدیک برابر ہے کہ یہ قول اقرار کے ساتھ ملاہوا ہو یا جداہووے اور صاحبینؒ کے نزدیک وصل کی صورت میں تصدیق کی جاوے گی اس واسطے کہ یہ قول رجوع ہے اقرار سے امام صاحبؒ کے نزدیک اور بیان تغییر ہے صاحبینؒ کے نزدیک کذافی الاصل۔

(۹) غصب یا امانت کے کھوٹے ہزارروپے کا اقرار

اوراگر کہے کہ میرے اوپر فلانے کے ہزارروپے ہیں جو میں نے اس سے غصب کئے تھے یا اس نے امانت رکھائے تھے مگر وہ روپے زیوف یا بنہرجہ ہیں تو اس کی تصدیق کی جاوے گی برابر ہے کہ وصل کرے یا فصل کرے اوراگر کہے کہ وہ روپے ستوقہ یا رصاص تھے تو درصورت وصل اس کی تصدیق ہوگی اوردرصورت فصل اس کی تصدیق نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ وجہ فرق اصل میں مذکور ہے۔

(۱۰) وصدق فی غصبت ثوباوجاء بمعیب وفی له علی الف درهم الاانه ینقص کذامتصلاوان فصل لالان الاستثناء یصح متصلالامنفصلا ولوقال اخذت منک الفاودیعة فهلکت وقال الأخربل غصباضمن وفی اعطیته ودیعة وقال الأخر غصبته لاوالفرق ان فی الاول اقرلوجوب الضمان وهوالاخذ وفی الثانی لم یقربذلک بل الأخر یدعی علیه الغصب وهو ینکرفالقول له (۱۱) و فی هذا کان ودیعة لی عندک فاخذته فقال هو لی اخذه ای المقرله لانه اقربیده ثم ادعی انه کان لی فاخذته فیسلم الے المقرله و یقیم البینة وصدق من قال اجرت فرسی او ثوبی هذا فرکبه او لبسه ورده او خاط ثوبی هذابکذا فقبضته هذا عندابی حنیفة وعندهما یجب ان یسلم الی المقرله ثم یدعیه کما فی مسألة الودیعة وهوالقیاس ووجه الاستحسان ان فی الاجارة لم یقربیدالأخر مطلقا بل یده ضروزیة لاجل الانتفاع فبقے فی ماوراء الضرورة فی حکم یدالموجربخلاف الودیعة .

(۱۰) عیب دار کپڑے، ہزار سے کم درہموں کا اور امانت کے تلف ہونے کا اقرار

جو شخص اقرار کرے ایک کپڑے کے غصب کا پھر عیب دار کپڑا لاوے اور کہے کہ یہی چھینا تھا تو اس کا قول معتبر ہوگا یا اقرار کرے اس امر کا کہ فلاں کے مجھ پر ہزار درہم ہیں مگر اتنے کم تو اگر یہ استثناء ملا کر کیا ہے تو قول اس کا معتبر ہوگا اور جو ٹھہر کے کیا تو استثنا باطل ہوگا اور پورے ہزار درہم آویں گے اور جو کہے کہ میں نے تجھ سے ہزار امانۃً لئے تھے وہ تلف ہو گئے اور مقرلہ) کہے کہ تو نے غصباً لئے تھے تو مقر پر ضمان ہزار روپیہ کا لازم آوے گا اور جو مقر کہے کہ تو نے مجھ کو ہزار امانۃً دیئے تھے اور مقرلہ کہے کہ تو نے چھین لئے تھے تو مقر پر ضمان لازم نہ آوے گا۔

فائدہ:۔ وجہ فرق یہ ہے کہ صورت اول میں مقر نے اقرار کیا سبب وجوب ضمان کا یعنی لے لینے کا اور ثانی میں اقرار نہیں کیا اس کا بلکہ مقرلہ اس پر دعویٰ کرتا ہے غصب کا اور مقر منکر ہے تو قول منکر کا معتبر ہوگا کذا فی الاصل۔

(۱۱) امانت یا کرائے پر کوئی چیز دے کر واپس لینے کا اقرار

اگر زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو میں نے لے لی اور عمرو کہے کہ امانت نہیں تھی بلکہ میری تھی تو عمرو اس شے کو زید سے لے لیوے کیونکہ زید کے اقرار سے قبضہ عمرو کا اس شے پر ثابت ہے تو ضرور ہے کہ زید اس شے کو تسلیم کر دیوے عمرو کو پھر اگر زید کو دعویٰ ہو تو گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرے اور اگر زید یہ کہے کہ میں نے اپنے اس گھوڑے کو یا اس کپڑے کو عمرو کو کرایہ میں دیا تھا سو عمرو اس گھوڑے پر سوار ہوا اور اس کپڑے کو پہنا بعد اس کے مجھے پھیر گیا یا عمرو نے میرے اس کپڑے کو اتنے داموں کے عوض سیا تھا بعد اس کے میں نے لے لیا اور عمرو کہے کہ یہ کپڑا یا گھوڑا میرا ہے تو ان صورتوں میں زید کے قول کی تصدیق کی جاوے گی۔ (یعنی زید کو یہ حکم نہ ہوگا کہ وہ شے عمرو کے حوالے کر دیوے پھر اس پر دعویٰ کرے جیسا کہ مسئلہ امانت میں گزرا بلکہ یہاں عمرو کو اختیار ہے کہ گواہوں سے اپنا دعویٰ زید پر ثابت کر کے بعد ثبوت کے اس چیز کو لے لیوے) اور صاحبینؒ کے نزدیک یہاں بھی زید کو حکم ہوگا کہ وہ عمرو کے حوالے کر کے بعد اس کے گواہوں سے اپنا دعویٰ ثابت کرے جیسا کہ مسئلہ ودیعت میں گزرا اور یہی موافق قیاس کے ہے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اجارے میں نہیں اقرار کیا دوسرے کے مطلق قبضے کا بلکہ قبضہ ضروریہ کا واسطے انتفاع کے پس باقی رہے گا موجر کا قبضہ ماورائے ضرورت میں بخلاف ودیعت کے۔

فائدہ:۔ اور فتویٰ امامؒ کے قول پر ہے۔

فوائد (۱) زید کی نہیں عمرو کی امانت ہے کا اقرار

اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہے نہیں بلکہ امانت عمرو کی تو ہزار زید کے اس پر ثابت ہو گئے اور اسی قدر یعنی ہزار عمرو کے اس پر لازم ہوئے اور یہی حکم غصب میں ہے۔

ایک مقرلہ کیلئے دو اقرار

اور اگر مقرلہ ایک شخص ہووے اور اس کے لئے دو اقرار کرے تو جو اقرار آزروئے مقدار کے زیادہ ہے یا آزروئے وصف کے افضل ہے لازم ہوگا جیسے کہے کہ اس کے میرے اوپر ایک ہزار روپے ہیں نہیں بلکہ دو ہزار روپے یا بالعکس تو دو ہزار لازم ہوں گے یا اس کے میرے اوپر ہزار روپے ہیں کھوٹے نہیں بلکہ کھرے یا بالعکس تو ہزار کھرے لازم ہوں گے کذا فی الدرالمختار۔

باب اقرار المريض

(۱) دين صحة مطلقا اى سواء علم بسببه او علم بالاقرار ودين مرضه المراد مرض الموت بسبب معلوم فيه و علم بلا اقرار كبدل ماملكه او اتلفه او مهر عرسه سواء و قدما علے مااقربه فے مرض موته هذا عندنا و عندالشافعیؒ هذا يساوى الاولين لاستواء السبب و هو الاقرارولنا ان اقرار المريض وقع بما تعلق به حق الغير (۲) والكل مقدم علے الارث وان شمل ماله اى الديون الثلثة و هى دين الصحة و دين المرض بسبب معلوم و دين المرض الذى علم بمجرد الاقرار مقدم علے الارث و ان شمل جميع المال (۳) ولا يصح ان يخص اى المريض فى مرض الموت غريما بقضاء دينه (۴) ولااقرار ه لوارثه الا ان يصدقه البقية اى بقية الغرماء فى الدين و بقية الورثة فى الاقرار لوارث (۵) وان اقر اى المريض بشئ لرجل ثم ببنوته ثبت نسبه وبطل ما اقربه و صح ما اقرلاجنبية ثم نكحها لان فى الاول اقرار المريض لابنه و فى الثانى لاجنبية

باب....مریض کے اقرار کے بیان میں

(۱) مریض کے تین قسم کے قرضے اوران کی ادائیگی کی ترتیب

مریض پر جو دین ہو حالت صحت کا خواہ اس دین کا سبب معلوم ہووے یا صرف اس کے اقرار سے ثابت ہوا ہو اور جو دین اس پر واجب ہوا ہو حالت مرض موت میں اسباب معروفہ سے نہ صرف اس کے اقرار سے جیسے بدل اس چیز کا جس کا مریض مالک ہوا یا جس چیز کو مریض نے تلف کیا یا مہر مثل اپنی عورت کا دونوں برابر ہیں اوران دونوں قسموں کے دین۔(یعنی دین صحت مطلقاً اور دین مرض بہ اسباب معروفہ) مقدم ہوں گے ادا کرنے میں اس دین پر جو حالت مرض میں صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے۔

فائدہ:۔یعنی پہلے ترکہ میت میں سے دین صحت مطلقاًاور دین مرض جواسباب معروفہ سے ہوادا کریں گے بعداس کے اگر کچھ مال بچے گا تو وہ دین ادا کیا جاوے جو حالت مرض میں صرف مریض کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے اورشافعیؒ کے نزدیک تینوں قسم کے دین برابر ہیں اوردلیل ہماری اصل میں مذکور ہے۔

(۲) قرض کا میراث پر مقدم ہونا

لیکن تینوں قسم کے دین میراث پر مقدم ہوں گے یعنی ترکہ وارثوں میں اس وقت تقسیم ہوگا جب کہ سب طرح کے دین دار ہو چکیں اگر چہ دیون پورے مال کو گھیر لیویں۔(اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے من بعد وصية يوصىٰ بها او دين)

(۳) بعض کا قرض ادا کرنا اور بعض کا نہ کرنا

اور مریض کو یہ جائز نہیں کہ بعض قرض خواہوں کا قرض ادا کرے نہ بعض کا۔

فائدہ:۔اگر چہ دین مہر کا دینا یا اجرت کا ادا کرنا ہو اس واسطے کہ مریض کے مال میں سب دین والوں کا حق متعلق ہے تو بعض کے دینے اور بعض کے نہ دینے میں اوروں کی حق تلفی ہے مریض کی قید سے معلوم ہوا کہ صحیح سالم شخص جو مجور نہ ہو اس کو یہ امر جائز ہے کہ اپنے قرض خواہوں میں سے کسی کا

قرض اول ادا کرے اور دوسروں کا بعد ادا کرے تنقیح الحامدیۃ

(۴) اپنے وارث کے لئے اقرار

اور جائز نہیں مریض کا اقرار اپنے وارث کے واسطے (دین کا یا عین کا اور امام شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں جائز ہے وصیت واسطے وارث کے اور نہ اقرار دین کا اس کے لئے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ نے سنن میں) مگر اس صورت میں جب باقی قرض خواہ دین میں اور باقی ورثہ اقرار تو ارث میں اس کی تصدیق کریں۔

فائدہ:۔ کیونکہ معتبر نہ ہونا اقرار کا صرف اور ورثہ کے حق کے لئے تھا تو جب انہوں نے اقرار کر لیا تو اقرار صحیح ہو جاوے گا اسی طرح مریض نے اگر اپنے وارث پر جو دین تھا اس کے وصول ہو جانے کا اقرار کیا تب بھی صحیح نہ ہوگا مگر تصدیق سے اور ورثہ کی اور اشباہ میں ہے کہ مریض کا اقرار واسطے وارث کے موقوف ہے اجازت پر اور وارثوں کے مگر تین جگہ ایک اقرار وصول پانے امانات کا وارث سے دوسرے نفی جیسے مریض کا یوں کہنا کہ میرا کچھ حق نہیں میرے باپ کی طرف یا میری ماں کی طرف اور یہی نفی حیلہ ہے مریض کے ابراء کرنے کا اپنے وارث کو۔

(۵) مقرلہ کو اپنا بیٹا بتلانا

اور اگر اقرار کیا مریض نے ایک کے لئے کسی چیز کا پھر مدعی ہوا اس بات کا کہ وہ شخص میرا بیٹا ہے (اور اس شخص نے اس کی تصدیق کی بشرطیکہ وہ شخص مجہول النسب ہو اور مریض کا لڑکا باعتبار سن کے ہوسکتا ہو) تو نسب ثابت ہو جاوے گا اور اقرار باطل ہوگا اور اگر مریض نے ایک عورت اجنبی کے لئے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کر لیا تو یہ اقرار صحیح رہے گا اس واسطے کہ اول صورت میں اقرار مریض کا ہے اپنے بیٹے کے لئے اور دوسری میں اقرار اجنبیہ کے واسطے۔

فائدہ:۔ اگر اس کے لئے وصیت کی پھر اس سے نکاح کر لیا تو وصیت باطل ہو جاوے گی درمختار۔

(۶) ولواقربنبوة غلام جهل نسبه ويولد مثله المثله اى هما فى السن بحيث يولد مثله مثله وصدقه الغلام ثبت نسبه ولوفى مرض وشارک الورثة تصديق الغلام انما يشترط اذا كان ممن يعبر و ان لم يعبرومات المقرثبت نسبه وشارک الورثة بلاتصديق (۷) وصح اقرار الرجل والمرأة بالوالدين والولد والزوج والمولى و شرط تصديق هؤلاء كما شرط تصديق الزوج او شهادة القابلة فى اقرارها بالولد تكفى شهادة امرأة واحدة وذكر القابلة خرج مخرج العادة وصحت التصديق بعد موت المقرالامن الزوج بعد موتها مفرة هذا عند ابى حنيفة لان حكم النكاح ينقطع بالموت فلا يصح تصديق الزوجية بعد انقطاعها بخلاف تصديق الزوجة لان حكم النكاح باق بعد الموت لوجوب العدة و عندهما يصح باعتباران حكم النكاح وهوالارث باق بعد الموت وله ان التصديق يستندالى الاقرار والارث ح معدوم (۸) ولواقربنسب من غيرولاد كاخ و عم لايصح لانه تحميل النسب على الغير ويرث الامع وارث اخروان بعد (۹) ومن اقرباخ وابوه ميت شاركه فى الارث بلانسب لان الميراث حقه

فیقبل فیه اقراره و اما النسب ففیه تحمیل علی الغیر (۱۰) ولو اقراحد ابنی میت له علی اٰخر دین بقبض ابیه نصفه فلا شئ له والنصف للاٰخر اذا کان لزید علی عمرومائة درهم فاقراحد ابنی زیدان زیداً قبض خمسین فلا شئ للمقروالباقی لاخیه لان اقرار المقرینصرف الی نصیبه

(۶) کسی لڑکے کی فرزندی کا اقرار

اگرکسی نے اقرار کیا ایک لڑکے کی فرزندی کا اور وہ لڑکا مجہول النسب ہے اور اس سن کا لڑکا مقر سے ہوسکتا ہے اور تصدیق کی اس کی لڑکے نے تو نسب اس لڑکے کا ثابت ہو جاوے گا مقر سے اگرچہ مقروقت اقرار کے مریض ہووے اور وہ لڑکا شریک ہوجاوے گا اور وارثوں کا میراث میں اور تصدیق لڑکے کی اس وقت ضرور ہے کہ وہ لڑکا گفتگو کرسکتا ہو اور جو گفتگو نہ کرسکتا ہو اور مرجاوے مقر ثابت ہوگا نسب اس کا اور شریک ہو گا ورثہ میں اور تصدیق کی کچھ حاجت نہیں ہے۔

فائدہ:۔ اشباہ میں ہے کہ علی بن احمد سوال کیئے گئے ایک شخص سے کہ مرگیا اور ترکہ چھوڑ گیا تو اس کو وارثوں نے تقسیم کرلیا بعد تقسیم کے ایک شخص آیا اور اس نے دعویٰ کیا کہ میت میرا باپ تھا اور ثابت کیا اس نے نسب کو نزدیک قاضی کے گواہوں سے اس طرح پر کہ میت نے اقرار کیا تھا اس کی فرزندی کا اور قاضی نے حکم کردیا اس کے ثبوت نسب کا اب وارث اس سے یہ کہتے ہیں کہ تو اس امر کو ثابت کرکہ میت نے تیری ماں سے نکاح کیا تھا تو یہ قول ورثہ کا واقع ہوسکتا ہے یا نہیں تو کہا علی بن احمدؒ نے کہ اگر قاضی اس کے ثبوت نسب کا حکم کرچکا ہے تو نسب اور فرزندی اس کی ثابت ہو گئی اب کچھ حاجت زیادتی کی نہیں ہے انتہیٰ اور اوپر گزر چکا فتاویٰ قنیہ سے کہ اقرار بالولد عورت حرہ سے اقرار بالنکاح ہے فاحفظہ۔

(۷) کسی کو بیٹا' باپ ماں وغیرہ بتلانا

مرد یا عورت اگرکسی کو اپنا باپ یا ماں یا بیٹا یا بیوی یا خاوند یا مولیٰ یعنی آزاد کرنے والا بتادے اور وہ لوگ مقر کی تصدیق کریں تو اقرار صحیح ہوجاوے گا اور اسی طرح شرط ہے تصدیق زوج کی اور عورت جب کسی کو بیٹا کہے تو ایک شرط اور ہے وہ یہ کہ ایک عورت گواہی دے اس امر پر کہ یہ لڑکا اس عورت سے پیدا ہوا ہے اور مقر نے اگر اقرار کیا نسب کا حالت حیات میں اور مقرلہ نے اس کی تصدیق کی بعد موت مقر کے تو صحیح ہے مگر جب زوج تصدیق کرے زوجہ کی زوجیت کی بعد مرجانے زوجہ کے اس کے اقرار پر تو یہ تصدیق صحیح نہ ہوگی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہوجاوے گی۔

(۸) رشتہ ولادت کے علاوہ کسی اور رشتہ کا اقرار

اگر اقرار کرے سوائے رشتہ ولادت کے دوسرے رشتے کا جیسے کہے کہ یہ میرا بھائی ہے یا چچا ہے (درمختار میں ہے کہ اسی میں داخل ہے یہ اقرار بھی کہ میرا پوتا ہے یا دادا ہے) تو یہ اقرار صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ یہ اقرار کرنا نسب کا ہے شخص غیر پر۔

فائدہ:۔ کیونکہ جب اس نے یہ کہا کہ یہ میرا بھائی ہے تو ثابت کیا اس کا نسب اپنے باپ سے اور جب یہ کہا کہ میرا چچا ہے تو اٹھایا نسب کو اپنے دادا پر اور اقرار حجت قاصرہ ہے یعنی صرف دلیل سے مقر پر نہ ہو غیر پر تو اس کے کہنے سے دوسرے پر نسب کیسے ثابت ہوگا۔

☆ اور وارث ہوگا ایسا مقرلہ جب کوئی اور وارث مقرلہ کا نہ ہووے نہ قریب اور نہ بعید۔

فائدہ:۔ یعنی نہ کوئی مقر کا ذوی الفروض میں سے نہ عصبات سے نہ ذوی الارحام سے اور اگر کوئی دوسرا وارث قریب یا بعید مقر کا موجود ہوگا تو ایسا مقرلہ محروم ہوگا میراث سے۔

(۹) کسی کے لئے بھائی ہونے کا اقرار

جسکا باپ مرگیا ہے اگر وہ اقرار کرے کسی کے واسطے اپنا بھائی ہونے کا تو مقرلہ اس کے حصہ میراث میں شریک ہو جاوے گا لیکن نسب اس کا ثابت نہ ہوگا۔

(۱۰) باپ کے مقروض کیلئے ادائیگی کا اقرار

زید کے عمرو پر سو روپے آتے تھے اب زید دو بیٹے خالد اور ولید چھوڑ کر مرگیا جن میں سے خالد نے یہ اقرار کیا کہ ہمارا باپ یعنی زید عمرو سے منجملہ زر قرضہ پچاس روپیہ وصول پا چکا ہے۔ (اور دوسرا بیٹا یعنی ولید اس سے منکر ہے اور خالد نے یہ بیان گواہوں سے ثابت نہ کیا) تو خالد کو کچھ نہ ملے گا اور پچاس روپے عمرو سے صرف ولید کو دلا دیئے جاویں گے۔

فائدہ:۔ بعد قسم لینے کے اس طرح پر کہ واللہ اس کو معلوم نہیں کہ اس کے باپ نے سو روپے سے نصف وصول پائے اور یہ قسم بھائی کے حق کے لئے ہے اور جو خالد یہ کہتا ہو کہ باپ ہمارا سارا دین وصول پا چکا ہے تب بھی ولید کو پچاس روپے دلائے جاویں گے قسم لے کر لیکن یہاں قسم عمرو کے حق کے لئے ہوگی تو اول صورت میں اگر ولید قسم نہ کھائے تو خالد اس کے حصے میں شریک ہو جائے گا اور ثانی صورت میں اگر ولید قسم نہ کھاوے تو عمرو بری الذمہ ہو جاوے گا طحطاوی۔

کتاب الصلح

(۱) هو عقد يرفع النزاع صح مع اقرار و سكوت وانكار اى مع اقرار المدعىٰ عليه اوسكوته او انكاره و عند الشافعیؒ لا يصح الافی صورة الاقرار (۲) فالاول كبيع ان وقع عن مال بمال فيجرى فيه الشفعة والرد بعيب خيار روية و شرط سواء صولح عن داراوعلى دار فللشفيع الشفعة و يثبت الردبالخيارات الثلث لكل واحد من المدعی والمدعىٰ عليه فی بدل الصلح والمصالح عنه (۳) ويفسده جهالة البدل (۴) وما استحق من المدعی يردالمدعی حصته من العوض وما استحق من البدل رجع بحصته من المدعی

صلح کا جواز

صلح کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے والصلح خیر یعنی صلح بہتر ہے اور روایت کی ترمذیؒ نے عمرو بن عوف مزنی سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ صلح جائز ہے درمیان میں مسلمانوں کے مگر وہ صلح جو حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو اور مسلمان ثابت رہیں شرطوں پر اپنی مگر وہ شرط کہ حرام کرے حلال کو یا حلال کرے حرام کو صحیح کیا۔ اس حدیث کو ترمذیؒ نے اور منکر کہا اس کو محدثوںؒ نے اس واسطے کہ روایت کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف کی ضعیف ہے اور شاید کہ ترمذیؒ نے اعتبار کیا اس کے کثرت طرق کا لیکن صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ نے ابو ہریرہؓ کی روایت سے اور اخراج کیا اس کا ابوداؤدؒ ابو ہریرہ سے کتاب القضا میں۔

(۱) صلح کی تعریف

صلح ایک عقد ہے جو مٹا دیتا ہے نزاع کو اور صحیح ہے صلح ہر حال میں خواہ مدعیٰ علیہ مقر ہووے یا منکر ہو یا چپ ہو کہ نہ اقرار کرے نہ انکار (اور شافعی کے نزدیک صلح نہیں صحیح ہے مگر اقرار مدعیٰ علیہ کی صورت میں کذا فی الاصل)

(۲) مدعیٰ علیہ کے اقرار پر مال سے مال کے عوض صلح

اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرتا ہے اور صلح واقع ہوئی مال سے بعوض مال کے تو یہ صلح بیع کے حکم میں ہے تو جاری ہوں گے احکام بیع کے اس میں جیسے شفعہ اور خیار العیب اور خیار الرویہ اور خیار الشرط برابر ہے کہ صلح واقع ہوئی ہو ایک گھر کے دعوے سے یا ایک گھر پر تو شفیع کو شفعہ ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ثابت ہوگا مدعی اور مدعیٰ علیہ دونوں کو بدل صلح اور مصالح عنہ میں۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ مصالح علیہ اور بدل صلح اس کو کہتے ہیں جس پر صلح واقع ہوئی ہو اور مصالح عنہ وہ ہے جس چیز کا دعویٰ چھوڑ دیا مثلاً زید نے خالد سے ایک مکان کا دعویٰ کیا خالد نے کہا کہ مجھ سے سو درم کے لے لے اور مکان کا دعویٰ نہ کر تو سو درم مصالح علیہ اور بدل صلح ہوئے اور وہ مکان مصالح عنہ ٹھہرا شفعہ کی صورت یہ ہے کہ زید نے عمرو سے صلح کر لی ایک مکان پر یا ایک مکان کے دعوے سے تو دونوں مکان کے شفیعوں کو دعویٰ شفعہ کا پہنچتا ہے۔

(۳) بدل صلح کا مجہول ہونا

صلح میں اگر بدل صلح معلوم نہ ہو بلکہ مجہول ہو تو صلح فاسد ہو جاوے گی۔

فائدہ:۔ اور اگر مصالح عنہ مجہول ہووے تو کچھ حرج نہیں ہے اس واسطے کہ وہ ساقط ہو جاتا ہے مدعیٰ علیہ کے ذمے سے اور ساقط کی جہالت باعث منازعت نہیں ہے درمختار۔

(۴) مصالح عنہ میں غیر کا حق نکلنا

مصالح عنہ میں سے بعد صلح کے جس قدر غیر کا حق نکلے تو اس کے موافق حصہ رسد مدعی بدل صلح میں سے پھیر دیوے اور جتنا بدل صلح میں سے غیر کا حق نکلے تو اس کے حصے کے موافق مدعیٰ علیہ مدعی کو مصالح عنہ میں سے پھیر دیوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے اور معاوضہ کا یہی حکم ہے درمختار۔

(۵) وکاجارة ان وقع عن مال بمنفعة فشرط التوقیت فیه ای ان کان البدل منفعة یعلم بالتوقیت کالخدمة و سکنی الداربخلاف ما اذاوقع الصلح عن المال علی نقل هذا الشئ من هناالی ثمه ویبطل بموت احدهما فی المدة والأخر ان ای الصلح مع سکوت او انکار معاوضة فی حق المدعی وفداء یمین و قطع نزاع فی حق الأخر فلا شفعة فی صلح عن دارمع احدهما ای مع السکوت اوالانکار وتجب فی الصلح علی دار لانه اذاصولح عن دارففی زعم المدعیٰ علیه انه لم یتجددله ملک وزعم المدعی لیس بحجة علی المدعیٰ علیه فلا تجب الشفعة واذاصولح علی دار ففی زعم المدعی انه اخذها عوضاعن حقه فیؤاخذ بزعمه فتجب الشفعة (۶) وما استحق من المدعی ردالمدعیٰ حصته من العوض و رجع بالخصومة فیه ای یخاصم المستحق فیما استحقه وما استحق من البدل رجع الی الدعوی فی کله او بعضه ای ان استحق بعض البدل من یدالمدعی رجع الی دعوی حصة ما استحق من المصالح عنه وان استحق کله رجع الی دعوی الکل و فی الصلح مع الاقرار اذا استحق البدل رجع الی المبدل لوجود اقرار المدعیٰ علیه و فی السکوت والانکار رجع الی دعوی المبدل

(۵) مال سے منفعت کے عوض صلح

اور جو صلح واقع ہوئی مال سے بعوض منفعت کے (تو اگر وہ منفعت ایسی ہے جس میں مدت کا بیان کرنا ضرور ہے تو مدت کا بیان شرط ہوگا جیسے خدمت گھر کا رہنا ورنہ ضرور نہیں جیسے ایک چیز کا دوسری جگہ پر پہنچا دینا کذافی الاصل) تو وہ صلح اجارہ کا حکم رکھے گی اس صورت میں اگر اندر مدت کے دونوں میں کوئی مر جاوے گا تو صلح باطل ہو جاوے گی جو صلح کہ مدعیٰ علیہ کے انکار یا چپ رہنے کی صورت میں واقع ہو تو وہ مدعی کے حق میں معاوضہ ہے اور مدعیٰ علیہ کے حق میں فدیہ ہے قسم کا (یعنی جب مدعیٰ علیہ منکر ہے تو اس پر شرعاً قسم لازم آتی ہے تو گویا مدعیٰ علیہ یہ بدل صلح عوض میں قسم کے دیتا ہے) اور قطع نزاع کا تو اگر مدعیٰ علیہ منکر ہے اور ایک گھر مصالح عنہ ہوا تو اس صورت میں شفعہ واجب نہ ہوگا اور جو گھر مصالح علیہ ہوا تو شفعہ واجب ہوگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ جب گھر مصالح عنہ ہوا تو وہ گھر بدستور سابق مدعیٰ علیہ کے قبضے میں رہا اور مدعیٰ علیہ کے گمان میں یہ نہیں ہے کہ یہ گھر مدعی کی ملک تھا اور اب نئی ملک میری اس گھر پر ہوئی ہے تا شفعہ واجب ہووے اور زعم مدعی کا حجت نہیں ہو سکتا مدعیٰ علیہ پر برخلاف اس صورت کے کہ وہ گھر مصالح علیہ ہوا کیونکہ وہ مدعی جانتا ہے کہ میں نے لیا ہے اس کو عوض میں اپنے حق کے پس مواخذہ کیا جاوے گا اس کے زعم پر اور واجب ہوگا شفعہ کذافی الاصل۔

(۶) صلح سکوت اور صلح انکار میں مصالح میں کسی اور کا حصہ نکلنا

صلح سکوت اور انکار میں اگر مصالح عنہ کسی قدر اور کا نکلے تو مدعی اس قدر بدل صلح میں سے مدعیٰ علیہ کو پھیر کر مستحق سے خصومت کر لیوے اور مصالح علیہ کل یا بعض کسی اور کا نکلا تو کل کی صورت میں کل مصالح عنہ کا دعویٰ اور بعض کی صورت میں بعض مصالح عنہ کا دعویٰ مدعیٰ علیہ پر پھر کرنے لگے۔

فائدہ:۔ اور بدل صلح کا تلف ہو جانا قبل تسلیم کے طرف مدعی کے سب قسم کے صلحوں میں مثل استحقاق کے ہے درمختار۔

---

(۷) ولو صالح علےٰ بعض دارید عیهالم یصح و حیلته ان یزید فی البدل شیٔا او یبرئ المدعے عن دعویٰ الباقی انما لم یصح لان بعض الدارلایصلح عوضا عن الکل فاذا زاد فی البدل شیٔا کدرهم او ثوب یکون ذلک الشیٔ عوضا عما بقے فی یدالمدعے علیه وان ابرأه المدعے عن دعوی الباقی یصح ایضا لان هذه براء ة عن دعویٰ الاعیان و هی صحیحة و ان لم یکن البراء ة عن الاعیان صحیحة والفرق بینهما یظهر فیما اذاکان الدارفی یدالمدعےٰ علیه فیبرئ المدعی عن دعوها یصح و ان لم یکن فی یدالمدعے علیه فلا کما اذامات واحد و ترک میراثافبرئ واحد عن نصیبه لایصح لان هذه براء ة عن الاعیان (۸) وصح الصلح عن دعوے المال والمنفعة قیل صورة الصلح عن دعوی المنفعة ان یدعے علی الورثة ان المیت کان اوصے بخدمة هذا العبد وانکرالورثة وانما یحتاج الے ذلک لان الروایة محفوظة انه لوادعی یتجارعین والمالک ینکره ثم صالحا لایجوز (۹) والجنایة فی النفس ومادونها عمداً او

خطأ (۱۰) والرق (۱۱) ودعوی الزوج النکاح وکان عتقابمال وخلعا ای کان الصلح علی مال عن دعوی الرق کان عتقا بمال فان کان الصلح مع الاقرار کان عتقا بمال فی حقهما حتی یثبت الولاء وان لم یکن مع الاقرار فهوعتق بمال فی زعم المدعی لافی زعم المدعیٰ علیه بل قطع نزاع فی زعمه فلایثبت الولاء الاان یقیم المدعی البینة وکان الصلح خلعافی دعویٰ الزوج النکاح ففی الاقرار یکون خلعا مطلقا و فی الاخرین فی زعم الزوج لافی زعمها حتی لاتجب علیها العدة وان تزوجت زوجا اٰخرجاز فی القضاء اما فیما بینها و بین الله تعالیٰ فان علمت انها کانت زوجة للاول لایحل لها التزوج فی عدة و ان علمت انهالم تکن حل ولم یجز عن دعوها النکاح ذکر فی الهدایة ان فی بعض نسخ مختصرالقدوری جواز الصلح بان یجعل بدل الصلح زیادة فی المهر و فی بعض النسخ عدم الجواز ففی الوقایة اختار هذالان الصلح ان جعل منه فرقة فالعوض لم یشرع الامن جانبها و ان لم یجعل فالبدل لایقع فی مقابلة شئ

(۷) ایک گھر پردعوے کے بعد اس کے ایک حصہ پرصلح

زید نے ایک گھر کا دعویٰ کیا عمرو پر بعد اس کے اسی گھر کے ایک حصے پرصلح کی تو یہ صلح صحیح نہ ہوگی اور حیلہ اس کی صحت کا یہ ہے کہ بدل صلح میں کوئی چیز اور بڑھا دیوے جیسے ایک درم یا ایک کپڑا تاکہ یہ شے باقی گھر کا عوض ہوجاوے یاباقی گھر کے دعوے سے زید عمرو کو بری کردیوے۔

فائدہ:۔ یہ صلح اس واسطے صحیح نہیں ہے کہ ایک ٹکڑا گھر کا کل گھر کا عوض نہیں ہوسکتا تو جب مدعیٰ علیہ نے بدل صلح میں ایک درم یا ایک کپڑا وغیرہ زیادہ کردیا تو یہ شے زائد عوض اس قدر حصے کی ہوجاوے گی جو مدعیٰ علیہ پاس باقی رہا ہے اور اگر مدعی نے بری کردیا مدعیٰ علیہ کو باقی مکان کے دعویٰ سے تب بھی صحیح ہوجاوے گی اس واسطے کہ یہ برابر ہے دعویٰ عیان سے اور ایسا ابرا صحیح ہے البتہ ابراء عیان سے درست نہیں ہے اس واسطے کہ اگر کسی نے ابراء کیا عین سے اور پھر اسی عین کو پایا تو اس کو لے لینا درست ہے لیکن قاضی کے نزدیک اس کا دعویٰ مسموع نہ ہوگا اور فرق ان دونوں میں ظاہر ہوگا اس صورت میں کہ جب گھر مدعیٰ علیہ کے قبضے میں ہووے اور مدعی بری کردے اس کو دعویٰ سے اس گھر کے تو صحیح ہوگا یہ ابراء اور جو مدعیٰ علیہ کے قبضے میں نہ ہووے مثلاً ایک شخص مرگیا اور ترکہ چھوڑ گیا اب ایک شخص نے وارثوں میں سے اپنے حصے سے ابرا کیا تو ابراء صحیح نہ ہوگا کیونکہ یہ ابراء عن الاعیان ہے کذافی الاصل بزیادۃ اور صلح بعض دین پر تو صحیح ہے اور مدعیٰ علیہ بری الذمہ ہو جاوے گا باقی دین سے قضاً نہ دیانۃً تو اسی واسطے اگر مدعی اپنا باقی دین پاجاوے تو اس کو لے لے گا درمختار۔

(۸) مال اور منفعت کے دعوے سے صلح

صحیح ہے صلح مال کے دعوے اور منفعت کے دعوے سے۔

فائدہ:۔ دعویٰ منفعت کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دعویٰ کیا ورثہ پر اس امر کا کہ ان کے مورث نے وصیت کی تھی اس بات کی کہ یہ غلام میری خدمت کیا کرے اور ورثہ نے اس کا انکار کیا اور اس صورت کے نکالنے کی اس واسطے

حاجت ہوئی کہ اگر مستاجر دعویٰ کرے ایک عین کے کرایہ میں لینے کا اور مالک اس کا انکار کرے پھر دونوں صلح کرلیں تو صلح جائز نہ ہوگی کذا فی الاصل لیکن بحرالرائق میں اس کے خلاف مذکور ہے کہ صلح مستاجر کی موجر کے ساتھ جب وہ منکر ہو اجارہ کا یا مدت کا یا اجرت کا درست ہے طحطاوی وشامی۔

(۹) جنایت نفس سے صلح

اور صحیح ہے صلح جنایت نفس اور ماذون النفس سے خواہ عمد ہو یا خطا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فرمایا اللہ سبحانہ نے فمن عفی له من اخیه شیء فاتباع بالمعروف واداء الیه باحسان ترجمہ جس کو معاف کیا گیا اس کے بھائی کی طرف سے کچھ سو پیروی ہے دستور کی اور ادا کرنا ہے طرف اس کے ساتھ نیکی کے کہا ابن عباس نے کہ نازل ہوئی یہ آیت صلح میں ہدایہ

(۱۰) غلامی کے دعوے سے صلح

اور غلامی کے دعوے سے اور یہ صلح آزادی ہوگی اوپر مال کے۔

فائدہ:۔ مثلاً زید نے دعویٰ کیا عمرو پر کہ یہ میرا غلام ہے اور عمرو نے صلح کر لی کچھ روپے دے کر زید سے تو گویا زید نے یہ روپے لے کر عمرو کو آزاد کیا۔

☆ تو اگر مدعیٰ علیہ اقرار کرتا ہو اپنے غلام ہونے کا تو یہ آزادی ہوگی مال پر دونوں کے حق میں تو ولا ثابت ہوگی مدعی کے لئے اور جو اقرار نہ کرتا ہو تو مدعی کے حق میں آزادی ہوگی مال پر نہ مدعیٰ علیہ کے زعم میں بلکہ اس کے گمان میں قطع نزاع ہوگا تو ولا ثابت نہ ہوگی مگر گواہوں سے اوپر غلام ہونے کے۔

فائدہ:۔ ولا کہتے ہیں غلام کے ترکے کو اور بیان اس کا کتاب الولا میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔

(۱۱) نکاح کے دعویٰ سے صلح

اور صحیح ہے صلح نکاح کے دعوے سے جب مدعی نکاح کا خاوند ہو تو یہ صلح مثل خلع کے ہو جاوے گی تو اقرار کی صورت میں دونوں کے حق میں خلع ہوگا اور عدم اقرار کی صورت میں خاوند کے زعم میں خلع ہوگا نہ عورت کے زعم میں یہاں تک کہ اس پر عدت واجب نہ ہوگی اور جو دوسرے خاوند سے اسی وقت نکاح کرلے گی تو صحیح ہو جاوے گا قضاءً لیکن فیما بینہما و بین اللہ تعالیٰ تو اگر زوجہ یہ بات جانتی ہوگی کہ میں پہلے خاوند کی زوجہ ہوں تو اس کو نکاح کرنا دوسرے شخص سے اندرون عدت جائز نہ ہوگا اور جو یہ جانتی ہوگی کہ میں اس کی زوجہ نہیں ہوں تو اس کا نکاح حلال ہوگا اور جو عورت مدعیہ ہو نکاح کی مرد پر اور مرد صلح کرلے کچھ مال پر تو یہ صلح جائز نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ اسی قول کو صحیح کہا ہے نقایہ اور درر اور ملتقی اور مجتبیٰ اور اختیار میں اور بعضوں نے اس صلح کو صحیح رکھا ہے اور صحیح کہا اس قول کو درر البحار میں درمختار۔

(۱۲) ولاعن دعویٰ الحدلانه حق الله تعالیٰ ولااذاقتل ماذون اٰخر عمدا فصالح عن نفسه لان رقبته لیست من تجارته فلا تجوزله التصرف فیها وصح صلحه عن نفس عبدله قتل رجلا عمدا لان عبده من کسبه فیصح تصرفه فیه واستخلاصه (۱۳) والصلح عن مغصوب تلف باکثرمن قیمته او عرض هذا عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وعندهما لایصح باکثرمن القیمة الا ان یکون زیادة یتغابن الناس فیها لان حقه فی القیمة فالزائدة ربواوله ان حقه فی الهالک باق فاعتیاضه باکثرلایکون ربوافان الزائد علی المالیة فی مقابلة الصورة

19

(۱۴) وفی موسراعتق نصفاله و صالح عن باقیه باکثرمن نصف قیمته بطل الفضل هذابالاتفاق اماعندهما فظاهر واماعنده فلان القیمة منصوص علیها هٰهنا فلایجوز الزیادة علیها و ثمه غیر منصوص علیها ولوصالح بعرض صح وان کان قیمته اکثرمن قیمة نصف العبد

(۱۲) دعویٰ حد سے صلح

اور نہیں صحیح ہے صلح دعویٰ حد سے اس واسطے کہ حد حق اللہ ہے اور غلام ماذون جب وہ کسی دوسرے کو قصداً مار ڈالے اپنے نفس کی طرف سے صلح نہیں کرسکتا۔ (اس واسطے کہ غلام ماذون کو مولیٰ نے اذن تجارت کا دیا ہے اور ذات اس غلام کی مال تجارت میں داخل نہیں تو اس کو اپنی ذات میں کیونکر تصرف جائز ہوگا کذا فی الاصل) ہاں اس غلام ماذون کا اگر ایک غلام ہووے اور وہ کسی کو عمداً مار ڈالے تو غلام ماذون اس کے نفس کی طرف سے صلح کرسکتا ہے (اس واسطے کہ غلام ماذون کا غلام اس کی کمائی میں سے ہی تو تصرف اس کا اپنی کمائی میں اور چھوڑنا اس کا جائز ہوگا کذا فی الاصل)

(۱۳) غصب شدہ چیز کی قیمت پر مالک سے صلح

اسی طرح شے مغصوب اگر غاصب کے پاس تلف ہوگئی بعد اس کے غاصب نے مالک سے صلح کر لی اس کی قیمت سے زیادہ پر یا کسی اسباب پر تو صحیح ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک قیمت سے زیادہ پر درست نہیں۔

فائدہ :۔ اور مختار قول امام صاحبؒ کا ہے اور دلیلیں دونوں کی اصل میں مذکور ہیں۔

(۱۴) غلام میں شریک سے صلح کرنا

اگر ایک غلام میں دو شخص شریک تھے اس میں سے شریک تو انگر نے اپنے حصہ کو آزاد کردیا اور دوسرے شریک سے نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کر لی تو زیادتی باطل ہو جاوے گی بالاتفاق ہاں اگر نصف قیمت سے زیادہ مالیت کے اسباب پر صلح کرے تو جائز ہوگا اور یہ بالاتفاق ہے صاحبینؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک اس واسطے کہ یہاں قیمت منصوص علیہ ہے پس زیادتی قیمت جائز نہیں اور غصب میں غیر منصوص ہے۔

(۱۵) وبدل صلح عن دم عمد اوعلٰے بعض دین یدعیه یلزم الموکل لاوکیله لان الصلح فی هاتین الصورتین لیس بمنزلة البیع اما فی الاول فظاهر واما فی الثانی فلانه اخذالبعض و حط الباقی فیرجع الحقوق الی الموکل الاان یضمنه ای الوکیل فح یکون البدل علیه لاجل الکفالة وفیما هو کبیع لزم وکیله ای فیما یکون الصلح عن مال علٰے مال من غیر جنس المصالح عنه و یکون مع الاقرار (۱۶) وان صالح فضولی و ضمن البدل او اضاف الی ماله او اشارالی نقداوعوض بلانسبة الی نفسه او اطلق و نقد صح و ان لم ینقدان اجازه المدعیٰ علیه لزمه البدل والارد ای صالح الفضولی عن جانب المدعیٰ علیه مع المدعی و ضمن بدل الصلح اوقال صالحتک علٰے الف درهم من مالی او علٰے الفی هذا او علٰے عبدی هذا اوقال صالحتک علٰے هذاالالف او علٰے هذا العبد من غیران ینسبهما الی نفسه او اطلق وقال صالحتک علٰے الف درهم ونقده ففی هذه الصورصح الصلح و ان لم ینقد الالف ان اجازه المدعیٰ علیه لزمه والافلا

(۱۵) قتل عمد سے یا دین کے حصہ سے، صلح کے لئے وکیل کرنا

اگر ایک شخص نے وکیل کیا دوسرے کو قتل عمد سے صلح کرنے کے لئے یا جس قدر دین کا اس پر دعویٰ ہے اس میں سے ایک حصے پر صلح کرنے کے لئے تو بدل صلح موکل پر لازم ہوگا نہ وکیل پر (اس واسطے کہ ان دونوں صورتوں میں صلح مثل بیع کے نہیں ہے لیکن قتل کی صورت میں تو ظاہر ہے اور لیکن دوسری صورت میں تو اس واسطے کہ مدعی نے بعض کو لیا اور بعض کو چھوڑ دیا تو حقوق راجع ہوں گے طرف موکل کے کذافی الاصل)۔ البتہ اگر وکیل صلح کرتے وقت ضامن ہوگیا ہو بدل صلح کا تو اس پر لازم آوے گا اور جو صلح مثل بیع کے ہے تو اس میں بدل صلح وکیل پر لازم ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ مراد اس سے وہ صلح ہے جو مال سے ہو بعوض مال کے اور وہ مال مصالح عنہ کی جنس سے نہ ہووے اور مدعیٰ علیہ اقرار کرتا ہووے کذافی الاصل۔

(۱۶) فضولی کا مدعیٰ علیہ کی طرف سے صلح کرنا

اگر ایک شخص فضولی نے صلح کی مدعیٰ علیہ کی طرف سے ساتھ مدعی کے اور ضامن ہوا بدل صلح کا یا یوں کہا کہ صلح کرتا ہوں میں تجھ سے ہزار درم پر اپنے مال میں سے یا اپنے اس ہزار روپے پر یا اپنے اس غلام پر یا اس ہزار روپے پر یا اس غلام پر اور اپنی طرف نسبت نہ کی یا یوں کہا کہ صلح کی میں نے تجھ سے ہزار روپے پر (یعنی مطلق کہا نہ اشارہ کیا نہ اپنی طرف نسبت کیا) اور وہ ہزار روپے دیدئے تو ان سب صورتوں میں صلح صحیح ہو جاوے گی (اور فضولی پر ان روپیوں کا تسلیم کرنا لازم آوے گا اور فضولی کا احسان ہوگا مدعیٰ علیہ پر تو رجوع نہ کرے گا مدعیٰ علیہ پر کیونکہ سب اس کے حکم کے صلح واقع ہوئی) اور اگر فضولی نے یوں کہا کہ صلح کرتا ہوں میں تجھ سے ہزار روپے پر اور ہزار روپے نہ لے تو موقوف رہے گی صلح مدعیٰ علیہ کی اجازت پر تو اگر جائز رکھے گا مدعیٰ علیہ تو صلح جائز ہوگی اور مدعیٰ علیہ کو ہزار روپے دینا پڑیں گے اور جو اجازت نہ دے گا تو صلح باطل ہو جاوے گی۔

(۱۷) وصلحه علی بعض جنس ماله علیه اخذ لبعض حقه و حط لباقیه لامعاوضة لان بعض الشئ لا یصح عوضاً للکل فصح عن الف حال علی مائة حالة او علی الف موجل ففی الاول یکون اسقاطالما فوق لمائة و فی الثانی یکون اسقاطا لوصف الحلول او عن الف جیاد علی مائة زیوف لانه یکون اسقاطا لما فوق المائة واسقاطالوصف الجودة فی المائة ففی هذه الصور یصح الصلح ولایشترط قبض بدل الصلح (۱۸) ولم یصح عن دراهم علی دنانیر مؤجلة لان هذاالصلح معاوضة فیکون صرفا فیشترط قبض الدنانیر قبل الافتراق اوعن الف مؤجل علی نصفه حالا لان وصف الحلول یکون فی مقابلة خمسمائة و ذلک الوصف لیس بمال او عن الالف سوداعلی نصفه بیضا لانه یکون معاوضة الف سود بخمسمائة وزیادة وصف (۱۹) ومن امرباداء نصف دین علیه غدا علی انه برئ ممازادان قبل ووفی برئ وان لم یف دعادینه ای ان قال ادالی خمسمائة غدًا علی انک برئ من الباقی فقبله

فادی برئ وان لم يؤدخمسمائة في الغدعا ددينه وهذا عندابی حنيفة و محمدؒ وعند ابی يوسف رحمه الله تعالىٰ لايعود دينه لان البراء ة مطلقة لان كلمة علے للعوض و اداء النصف لايصلح عوضا للبراء ة فبقے البراء ة مطلقة ولهماان كلمة علے للشرط فيكون البراء ة مقيدة بالشرط فيفوت بفواته و فيه نظرلان كلمة علے دخلت علے البراء ة فهذا التعليل انما يصح لوقال ابرأتک عن خمسمائة علے ان تؤدی الخمسمائة الاخرى و يمكن ان يجاب عنه بانه و ان كان فی اللفظ هكذا لكن فی المعنے كل واحد مقيد بالأخر لانه مارضی بالبراء ة مطلقا بل بالبراء ة علے تقدير اداء خمسمائة فصارت البراء ة مشروطةً بالاداء فاذالم يؤ ددعاحقه هذا من املاء المصنف وان لم يوقت لم يعد ای ان لم يوقت الاداء بل قال ادالی خمسمائة ولم يقل غدافقے هذه الصورة ان لم يو دالدين لم يعددينه لانه ابراء مطلق

(۱۷) مدعی کا قرضہ کے نصف وغیرہ پر صلح کرنا

جب مدعی اپنے قرض میں سے جو مدعیٰ علیہ پر ہے اس کے نصف یا ثلث یا ربع پر صلح کرلیوے تو یہ صلح بعض کا لینا اور بعض کا چھوڑ دینا شمار کیا جاوے گا نہ عقد معاوضہ۔ (اس واسطے کہ بعض کل کا معاوضہ نہیں ہوسکتا) تو صحیح ہے صلح ہزار روپے سے جو بلا میعاد تھے سونقد پر یا ہزار میعادی پر (تو پہلی صورت میں نو سو روپے کا اسقاط ہوا اور دوسری صورت میں بے میعادی ہونا ساقط ہوا کذا فی الاصل) یا ہزار روپے زیوف سے سو کھرے روپیوں پر (اس واسطے کہ یہ اسقاط ہے نو سو روپے اور کھرے پن کا تو اس صورت میں صلح صحیح ہو جاوے گی اور بدل صلح پر قبضہ کرنا شرط نہیں کذا فی الاصل)

(۱۸) دراہم کے بدلے میعادی دیناروں پر صلح

اور صلح دراہم سے میعادی دیناروں پر درست نہیں (اس واسطے کہ یہ صلح معاوضہ ہے تو بیع صرف ہو جاوے گی اور اس میں قبض کرنا دیناروں پر قبل جدائی متعاقدین کے ضرور ہے کذا فی الاصل) اسی طرح صلح ہزار روپے میعادی سے پانچ سو روپے نقد پر درست نہیں ہے (اس واسطے کہ نقد ہونا بعوض پانچ سو کے ہو گیا اور یہ وصف مال نہیں ہے کذا فی الاصل) اسی طرح سیاہ رنگ کے ہزار روپے سے پانچ سو روپے سفید رنگ پر جائز نہیں ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ معاوضہ ہوا ہزار سیاہ روپے کا پانچ سو روپے سے ساتھ زیادتی وصف کے کذا فی الاصل اور معاوضہ نقدین میں وصف کا اعتبار ساقط ہے۔ پس سب صورتوں میں ربوا لازم آوے گا قاعدۂ کلیہ درمختار میں یہ مرقوم ہے کہ احسان اگر دائن کی طرف سے پایا جاوے تو اسقاط حق ہے اور اگر دائن اور مدیون دونوں کی طرف سے پایا جاوے تو وہ معاوضہ ہے پھر جب معاوضہ ٹھہرا تو معاوضہ کا حکم اس میں جاری ہوگا تو اگر بیاج یا بیاج کا شبہ ثابت ہوگا تو معاوضہ فاسد ہوگا اور نہیں تو صحیح ہوگا کذا فی الطحطاوی۔

(۱۹) جلد ادائیگی پر قرض کے کچھ حصہ سے بری کرنا

اگر زید کے عمرو پر ہزار روپے تھے تو زید نے یہ کہا کہ کل تو مجھ کو پانچ سو ادا کر دے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے اور عمرو نے اس کو قبول کیا اور کل کے روز پانچ سو ادا کر دیے تو عمرو باقی سے بری الذمہ ہو جاوے گا اور اگر پانچ سو کو کل کے دن ادا نہ

کیا تو سارا دین پھر عمرو پر لوٹ آوے گا (یعنی ہزار روپے پورے اس پر واجب ہو جاویں گے اور اس میں خلاف ابو یوسفؒ کا ہے دلائل سب کے مذکور ہیں اصل کتاب اور ہدایہ میں) اور جوادا کرنے کا وقت نہیں بیان کیا (یعنی زید نے صرف اتنا ہی کہا کہ پانچ سو تو مجھ کوادا کرے تو تو باقی سے بری الذمہ ہے) تو زید کا دین پورا کبھی نہ لوٹے گا (یعنی اگر عمرو نے اس صورت میں کل کے روز پانچ سو روپے نہ ادا کئے تو ہزار عمرو پر نہ لوٹیں گے بلکہ پانچ سو ہی رہیں گے۔

(۲۰) و کذالو صالحه من دینه علی نصف یدفعه الیه غدا و هو بریٔ مما فضل علی انه ان لم یدفعه غدا فالکل علیه ففی هذه الصورة ان قبل بریٔ عن الباقی فان لم یؤدی فی الغدفالکل علیه کما فی المسألة الاولی وهذا بالاجماع فان ابرأه عن نصفه علی ان یعطیه ما بقی عذا فهوبریٔ ادی الباقی اولا وقد علل فی هذه الصورة بما علل ابویوسف رحمه الله فی المسألة الاولیٰ و هذا عجیب بل التعلیل الذی ذکر من جانب ابی حنیفةؒ و محمدؒ انما یصح فی هذه المسألة لان الابراء مقید بالشرط هنالافی المسألة الاولیٰ و یمکن ان یجاب عنه بان هذا انما جاء من لفظ غدالان الابراء فی الحال لایمکن ان یکون مقیدا باعطاء خمسمائه غدامن املاء المصنفؒ ولو علق صریحاً کان ادیت الی کذااواذااومتی لایصح ای ان قال ان ادیت الی کذا فانت بریٔ من الباقی لایصح لان الابراء المعلق تعلیقا صریحالایصح فان الابراء فیه معنی التملیک و معنی الاسقاط فالاسقاط لاینافی تعلیقه بالشرط والتملیک ینافیه فراعینا المعنیین وقلنا ان کان التعلیق صریحالایصح و ان لم یکن صریحا کما فی الصورة المذکورة یصح

(۲۰) نصف قرضہ پر مشروط صلح

اور اگر زید نے صلح کر لی عمرو سے اپنے نصف قرضے پر اس شرط پر کہ اگر عمرو اس کو کل نصف قرضہ ادا کر دے تو وہ باقی سے بری الذمہ ہے اور جو کل نصف قرضہ ادا نہ کرے تو کل دین عمرو پر ہے تو اس صورت میں اگر عمرو قبول کرے اور کل کے روز نصف قرضہ ادا کر دیوے تو باقی سے بری الذمہ ہو جاوے گا ورنہ پورا دین عمرو پر رہے گا بالاجماع اور اگر زید نے عمرو کو نصف قرضے سے بری الذمہ کر دیا اس شرط پر کہ کل تو مجھے نصف ادا کر دے تو عمرو نصف دین سے بری الذمہ ہو گیا خواہ باقی ادا کرے یا نہ ادا کرے (باجماع امامؒ اور صاحبینؒ اور دلیل اس کی اصل میں مذکور ہے) اور اگر زید نے ابرا کو صریح شرط پر معلق کیا جیسے یوں کہا کہ اگر تو مجھے اس قدر ادا کر دے یا جب یا جس وقت ادا کرے تو تو باقی سے بری ہے تو یہ ابرا صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ ابرا کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے۔

(۲۱) وان قال للاٰخر سرالااقرلک بمالک علی حتی تاخره عنی او تحطه ففعل صح علیه ولوعلق اخذ للحال (۲۲) ولوصالح احد ربی دین عن نصفه علی ثوب اتبع شریکه غریمه بنصفه او اخذنصف الثوب من شریکه الاان یضمن ربع الدین فان الشریک ان ضمن له ربع الدین فلاحق له فی الثوب هذااذاکان الدین مشترکابینهما بان یکون واجبابسبب متحد

كثمن المبيع صفقة واحدة و ثمن المال المشترک والموروث بينهما او قيمة المستهلک المشترک فان کل مااخذه احد الشريكين فللآخر اتباعه ولو قبض احد شيئامن الدين شارکه شريكه فيه ورجعا علے الغريم بما بقے ای لايكون للغريم ان يقول للذی اعطاه نصف الدين انی قداعطيتک حقک فليس لک علے شئ فان ما اعطاه اياه مشترک بينه وبين شريكه

(۲۱) مقروض کے اقرار کے عوض مہلت یا معافی

اور اگر مدیون نے دائن سے مخفی کہا کہ میں تیرے مال کا اقرار نہ کروں گا جب تک تو مجھے مہلت نہ دیگا یا کچھ نہ چھوڑے گا سو دائن نے مہلت دی یا کچھ دین معاف کر دیا تو یہ صلح صحیح ہوگی تو دائن اس کو مہلت دیوے یا کچھ قرض چھوڑے صلح کے موافق اور اگر مدیون نے یہ قول پکار کر دائن سے کہا اور دائن کا پورا دین مدیون پر ثابت ہوگیا تو وہ کل دین فی الحال لے لیوے۔

دین مشترک میں صلح کے بیان میں

(۲۲) ایک شریک کی مقروض سے کپڑے پر صلح

دو شخصوں کا دین مشترک تھا ایک شخص پر تو ان دونوں میں سے ایک شریک نے اپنے حصے کے بدلے میں مدیون سے ایک کپڑے پر صلح کر لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا حصہ قرضے کا مدیون سے وصول کرے خواہ نصف کپڑا شریک مصالح سے لے لیوے مگر یہ شریک مصالح شریک غیر مصالح کے چوتھائی قرض کی ضمانت کر دیوے تو اب شریک مصالح کا حق اس کپڑے میں نہ رہے گا (مثلاً بکر اور خالد کے بالاشتراک چار درم زید پر قرض تھے بکر نے اپنے دو درموں کے بدلے میں ایک کپڑا لے کر زید سے صلح کر لی تو خالد کو اختیار ہے کہ یا تو اپنے دو درم زید سے وصول کرے یا بکر سے نصف کپڑا لیوے اور اگر بکر خالد کے لئے ایک درم کا ضامن ہو جاوے تو اب خالد کپڑے کو بکر سے نہیں لے سکتا بلکہ درم اپنا لے گا) یہ جب ہے کہ دین مشترک کا سبب وجوب متحد ہووے جیسے ثمن اس چیز کا جو ایک ہی عقد میں بیچی گئی اور وہ چیز دو آدمیوں میں مشترک تھی یا قیمت مال مشترک کی یا مورث کی یا قیمت شے مستہلک مشترک کی تو اس قسم کے دین میں جتنا مال جو کوئی وصول کرے دوسرا اس کا نصف یا بقدر حصے اپنے کے اس سے لے سکتا ہے مثلاً ان دونوں میں سے اگر ایک نے اپنا حصہ قرض کا قرضدار سے وصول کیا تو اس میں دوسرا بھی شریک ہو جاوے گا اب دونوں قرضدار سے باقی کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔

فائدہ:۔ یعنی قرضدار اس شریک سے جس کا حصہ قرض ادا کر چکا ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تیرا حق دے چکا اب تیرا مجھ پر کچھ نہیں ہے کیونکہ جتنا اس نے دیا تھا وہ دونوں شریکوں میں بٹ گیا کذا فی الاصل۔

(۲۳) ولو شرىٰ عن غريمه بنصفه شيئا ضمنه شريكه ربع الدين او تبع غريمه ای اشترىٰ احد الشريكين بنصفه من الغريم شيئافللشريک الأخران يضمنه ربع الدين لانه صارقابضاً نصف الدين بالمقاصة فيضمنه شريكه الربع بخلاف مسألة الصلح فانه اذا اخذالثوب بطريق الصلح عن النصف و مبنے الصلح علے الحط فالظاهران قيمة الثوب اقل من نصف

الدين فلوضمنه ربع الدين يتضرر اخذالثوب فلاخذالثوب ان يقول انی ماخذت الاالثوب فان شئت خذنصفه بخلاف مسألة الشراء اذمبناه علی المماکسة فلا یتضرر المشتری بضمان ربع الدين وفی الابراء عن حطة والمقاصة بدين سبق لم یرجع الشريک ای اذا ابرأ احد الشريکين الغريم عن نصيبه لايرجع الشريک الآخر علی ذلک الشريک لان الابراء اتلاف لا قبض وکذا ان وقعت المقاصة بدينه السابق صورته لزيد علی عمرو خمسون درهما فباع عمرو و بکرعبد مشترکابينهما من زيدبمائة درهم حتی وجب لکل منهما علی زيد خمسون درهما وقعت المقاصة بين الخمسين التی وجبت لعمروعلی زيد و بين الخمسين التی کانت لزيد علی عمروفليس لبکران يقول لعمروانک قبضت الخمسين التی وجبت لک علی زيد حيث وقع المقاصة بينهما و بين الخمسين التی کانت لزيد عليک فادالی نصفها وانما لايکون له ذلک لان عمرو اقاص دينه بالمقاصة لاقابض شيًا

(۲۳)ایک شریک کا نصف قرض کے عوض کوئی چیز خریدنا وغیرہ

اور جو دوشریکوں میں سے ایک نے اپنے نصف دین کے بدلے میں کوئی چیز مدیون سے خرید لی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ خواہ اپنا نصف دین مدیون سے وصول کرے یا شریک مشتری سے ربع دین کا ضمان لیوے پھر دونوں شریک باقی کا مدیون سے مطالبہ کر لیویں اور اگر احدالشریکین نے اپنے حصہ قرض سے مدیون کو بری الذمہ کر دیا تو دوسرا شریک سے کچھ نہیں لے سکتا۔ اسی طرح اگر ایک شریک پر مدیون کا دین تھا پہلے کا اور یہ دین اسی دین کے عوض میں ہو گیا تب بھی دوسرا شریک ایک شریک سے کچھ نہیں لے سکتا۔ مثال اس کی یہ ہے کہ زید کے عمرو پر پچاس روپے تھے تو عمرو اور بکر نے ایک غلام مشترک کو زید کے ہاتھ سو درم کو بیچا تو ہر ایک کے زید پر پچاس پچاس درم ہوئے تو عمرو کے پچاس روپے کے بدلے میں وہ پچاس روپے ہو گئے جو زید کے اس پر اس معاملے سے پیشتر آتے تھے تو اب بکر کو یہ نہیں پہنچتا کہ عمرو سے یوں کہے کہ تو نے اپنے پچاس روپے گویا وصول پائے تو نصف اس کا مجھے ادا کر دے اس واسطے کہ عمرو نے اپنا دین ادا کیا نہ یہ کہ کچھ زید سے وصول پایا تا بکر اس میں شریک ہووے۔

(۲۴) ولوابرأاحدهما عن البعض قسم الباقی علی سهامه ای اذاکان الدين بين الشريکين نصفين فابرأه احدهما عن نصف نصيبه وهو الربع قسم الباقی اثلاثا لانه بقی له ربع وللآخر نصف (۲۵) و بطل صلح احد ربی سلم من نصفه علی مادفع ای اذااسلم رجلان فی کرورأس مالهما مائة وسلم کل واحد خمسين درهما ثم صالح احدهما عن نصف کره بالخمسين التی دفعها الی المسلم اليه واخذ الخمسين فهذا الصلح لايجوز عند ابی حنيفة و محمدٌ و عند ابی يوسفؒ يجوز کما اذااشتريا عبدافاقال احدهما فی نصيبه لهما انه لوصح فی نصيبه خاصةً لزم قسمة الدين فی الذمة ولوجازفی نصيبهما لابدمن اجازة الاخرولم

توجد (۲۶) فان اخرج احد الورثة عن عرض او عقار بمال او ذهب بفضة او عکسه او نقدین بهماصح قل بدلا او لا انما یصح عن النقدین ای الدراهم والدنانیربهما سواء قل البدل اوکثر لانه یصرف الجنس الی خلاف الجنس علی ماعرف فی کتاب الصرف

(۲۴) ایک شریک کا بعض دین سے مقروض کو بری کرنا

اور اگر احدالشریکین نے اپنے بعض دین سے مدیون کو ابرا کیا تو باقی دین اس کے سہام پر مقسوم ہوگا مثلاً جب ہرایک کا دین نصف نصف مدیون پر تھا اب ایک شریک نے اپنے حصے کا نصف مدیون کو معاف کر دیا یعنی ربع کل دین کا تو اب دین کے تین حصے کئے جاویں گے دو حصے اس شریک کے ہوں گے جس نے معاف نہیں کیا اور ایک حصہ اس کا جس نے معاف کر دیا۔

(۲۵) عقد سلم کے ایک شریک کا مسلم الیہ سے صلح کرنا

اگر دو مردوں نے عقد سلم کیا مل کر ایک کر میں گیہوں کے اور دونوں کا راس المال سو روپے تھا اور ہرایک نے پچاس پچاس اپنے اپنے حصے کے دیئے پھر ایک رب السلم نے اپنے نصف کر کے بدلے میں پچاس روپے پر مسلم الیہ سے صلح کر لی اور وہ روپے اپنے لے لئے تو یہ صلح جائز نہ ہوگی امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک جائز ہوگی جیسے دو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا پھر ایک نے ان میں سے اقالہ کر لیا۔

فائدہ:۔ اور طرفینؒ کی دلیل اصل میں مذکور ہے۔

تخارج کے بیان میں

فائدہ: تخارج کا معنی

تخارج کہتے ہیں اس کو کہ سب وارث اتفاق کر کے ایک وارث کو میراث سے خارج کریں کچھ مال معین دے کر کذافی المنح۔

(۲۶) اسباب، سونا، چاندی کے ترکہ سے مال وغیرہ کے عوض تخارج

خارج کر دیا وارثوں نے ایک وارث کو ترکے سے اور وہ ترکہ اسباب ہے یا عقار کچھ مال دے کر یا ترکہ سونا ہے اور انہوں نے چاندی دی یا ترکہ چاندی ہے اور انہوں نے سونا دیا یا ترکہ چاندی سونا دونوں ہیں اور انہوں نے دونوں دیئے تو یہ خارج صحیح ہے سب صورتوں میں برابر ہے کہ بدل قلیل ہو یا کثیر جنس کو مخالف جنس کی طرف پھیر کر۔

فائدہ:۔ یعنی سونے کو چاندی کا عوض ٹھہرا دیں گے اور چاندی کو سونے کا تا بیاج کے شبہے سے احتراز ہووے کذافی الاصل لیکن اس تخارج میں جہاں مبادلہ بطور عقد صرف کے ہے تو وہاں قبضہ کرنا طرفینؒ کا شرط ہے صحت کی تا کہ سود لازم نہ آوے درمختار۔

(۲۷) و فی نقدین وغیرهما احدالنقدین لا الاان یکون المعطیٰ اکثر من قسطه من ذلک الجنس ای اذاکان المعطے ماله مائة درهم یجب ان یکون المائة اکثر من حصته من الدراهم لیکون مایساوی حصة فی مقابلتها و ما فضل فی مقابلة غیر الدراهم وذلک لان الصلح لایجوز بطریق الابراء لان الترکة اعیان والبراء ة عن الاعیان لایجوز (۲۸) وبطل الصلح

ان شرط فیه لهم الدین من الترکة یعنی ان اخرج احدالورثة و فی الترکة دیون و شرط ان یکون الدین لبقیة الورثة بطل الصلح لانه تملیک الدین من غیر من علیه الدین فذکر لصحة الصلح حیلاً فقال فان شرطوابراء ة الغرماء منه او قضوانصیب المصالح منه تبرعا او اقرضوه قدرقسط منه و صالحواعن غیره واحالهم بالقرض علی الغرماء صح الحیلة الاولیٰ ان یشترطواان یبرأ المصالح الغرماء عن حصة من الدین و یصالح عن اعیان الترکة بمال و فی هذاالوجه فائدة لبقیة الورثة لان المصالح لایبقی له علی الغرماء حق لان حصته من الدین تصیرلهم والثانیة ان بقیة الورثة یؤدون الی المصالح نقداً و یحیل لهم حصته من الدین علی الغرماء و فی هذاالوجه ضرر بقیة الورثة لان النقد خیر من الدین والثالثة و هی احسن الطریق و هی الاقراض فلنفرض ان حصة المصالح من الدین مائة درهم و من العین مائة ایضاً و یصالحون علی الدراهم فلابد ان یکون بدل الصلح اکثرمن مائة وهومائة وعشرة دراهم فیقرضونه مائةً و هو یحیلهم بالمائة علی الغرماء وهم یقبلون الحوالة ثم یصالحون عن غیرالدین علی عشرة فان کان غیرالدین بحیث یجوز الصلح عنه بعشرة فظاهرفان لم یکن یزاد علی العشرة شیئ اخر کسکین مثلاً لیکون العشرة فی مقابلة العشرة والباقی فی مقابلة السکین

(۲۷) اشرفی واسباب پر مشترک ترکہ سے تخارج

اور جب ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونوں ہوں اور وارث مذکور کو صرف روپے یا صرف اشرفیاں دے کر خارج کریں تو یہ تخارج درست نہ ہوگا جب تک کہ بدل اس مقدار سے زیادہ نہ ہو جو وارث مذکور کو اسی جنس کے حصے سے پہنچے۔

فائدہ:۔ مثلاً وارث مذکور کو میراث میں دس درہم اور کچھ اسباب پہنچتا تھا تو صحت تخارج میں ضرور ہے کہ اور وارث دس درم سے زیادہ پر صلح کریں تاکہ دس بعوض دس کے ہو جاویں اور زائد عوض حصہ اسباب کے ہووے ورنہ سود ہو جاوے گا اس لئے کہ یہ صلح نہیں جائز بطریق ابرا کے کیونکہ ترکہ اعیان سے ہے اور برات اعیان سے جائز نہیں کذا فی الاصل۔

(۲۸) مدیون متوفی کے ترکہ سے تخارج

اور صلح باطل ہے اگر ایک وارث ترکہ سے خارج کیا جاوے اور حال آنکہ منجملہ ترکہ دیون ہیں متوفی کے اوپر لوگوں کے اس شرط پر کہ وہ دیون باقی وارثوں کے ہیں کیونکہ یہ مالک کرنا ہے دین کا مدیون کے سوا اور کسی شخص کو اور یہ باطل ہے (جب وارث خارج نے دیون کو وارثوں کے لئے چھوڑا تو اس نے اپنے حصے کا دیون سے باقی وارثوں کو مالک کیا اور حال آنکہ تملیک دین کی سوا مدیون کے اور کسی شخص کو باطل ہے) مگر اس صلح کے صحیح ہونے کے کئی حیلے ہیں ایک حیلہ یہ ہے کہ وارث شرط کریں اس بات کی کہ مصالح اپنے حصہ دین سے قرضداروں کو بری الذمہ کرے اور صلح کرلے اعیان ترکہ سے اوپر مال کے اور اس حیلے میں باقی وارثوں کا فائدہ یہ ہے کہ وارث مصالح کا حق باقی نہ رہا مدیونوں پر اور یہ نہیں کہ اس کا حصہ دین بقیہ ورثہ کا ہوگیا دوسرا حیلہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کا

حصہ دین سے اپنے مال میں سے نقد ادا کریں بطریق احسان کے ان کی جانب سے اور مصالح اپنے حصہ دین کا حوالہ کرے مدیونوں پر یعنی وارثوں کو اپنا حصہ دلا دے مدیونوں سے اور اس حیلے میں ضرر ہے باقی ورثہ کا کیونکہ وارثوں کو نقد دینا پڑا اور ان کا حق دین ہوا تیسرا حیلہ اور وہ سب حیلوں میں بہتر ہے وہ یہ ہے کہ باقی وارث مصالح کو قرض دیویں بقدر اس کے حصے کے دین سے اور صلح کر لیں دین کے سوا اور ترکے سے اور مصالح حوالے کردے وارثوں کو اپنے قرض کا قرضداروں پر مثلاً فرض کریں ہم کو حصہ مصالح کا دین مین سے سو درم ہے اور باقی ترکے میں سے بھی سو درھم اور وارث صلح کرتے ہیں بعوض دراھم کے تو ضرور ہے یہ امر کہ بدل صلح زیادہ ہو مثلاً ایک سو دس درھم ہوں تو سو درہم تو وارث اس کو بطور قرض کے دیویں اور وہ ان سو کو اتار دیوے قرضداروں پر اور وارث اتروائی قبول کر لیں پھر صلح کر لیں دین کے سوا اور چیزوں سے دس درہم پر اگر اس قدر درہم باقی ترکے کا بدل ہو سکتے ہوں اور جو نہ ہو سکتے ہوں تو کچھ اور بڑھا دیں گے مثلاً ایک چھری زیادہ کردیں گے تاکہ دس بدلے میں دس کے اور چھری باقی کے بدل میں ہو جاوے۔

فائدہ:۔ یہ حیلہ احسن الحیل اس واسطے ہوا کہ حیلہ اولیٰ میں مصالح کا ضرر ہے ابرا کرنے سے اور حیلہ ثانیہ میں بقیہ ورثہ کا جیسا کہ گزرا طحطاوی۔

(۲۹) وفي صحة الصلح عن تركة جهلت علے مكيل او موزون اختلاف فعندبعض المشائخ لايجوز بشبهة الربواء وعند البعض يجوز لان ههنا شبهة شبهة الربوا ولااعتبارلها لانه يحتمل ان يكون في التركة من جنس بدل الصلح وعلے تقديران يكون من جنسه يحتمل ان يكون زائد اعلى بدل الصلح واحتمال الاحتمال يكون شبهة الشبهة ولو جهلت و هي غير المكيل والموزون في يدالبقية صح في الاصح وجه عدم الصحة ان هذا الصلح بيع لا ابراء لان البراء ة عن الاعيان لايجوز واذا كان بيعا فاحدالبدلين مجهول فلايصح ووجه الصحة ان التركة اذا كانت في يد بقية الورثة فالجهالة لاتفضے الى المنازعة فيجوز (۳۰) وبطل الصلح والقسمة مع دين محيط للتركة ولايصالح قبل القضاء في غير محيط ولو فعل قالوالصح اى ينبغے ان لايصالح قبل قضاء الدين في دين غير محيط ولو صولح فالمشائخ قالواصح لان التركة لا يخلو عن قليل دين والدائن قديكون غائبا فلوجعلت التركة موقوفة يتضرر الورثة والدائن لايتضررلان علے الورثة قضاء دينه ووقف قدر الدين و قسم الباقي استحسانا ووقف الكل قياساً وجه القياس ان الدين يتعلق بكل جزء من التركة ووجه الاستحسان لزوم ضرر الورثة (۳۱) ومن المسائل المهمة انه هل يشترط لصحة الصلح صحة الدعوى ام لافبعض الناس يقولون يشترط لكن هذا غير صحيح لانه اذاادعىٰ حقاً مجهولاً في دار فصولح علے شئ يصح الصلح علے مامر في باب الحقوق والاستحقاق ولاشك ان دعوى الحق المجهول دعوىٰ غير صحيحة و في الذخيرة مسائل تؤيد ماقلنا.

(۲۹) مجہول الاعیان ترکہ میں صلح

جس ترکے کے اعیان معلوم نہیں اس میں صلح صحیح ہونے میں مکیل اور موزون پر اختلاف ہے مشائخ کا (اور صحیح صحت صلح ہے درمختار دلیلیں دونوں کی اصل کتاب میں مذکور ہیں) اور اگر ترکہ غیر کیلی اور غیر وزنی مجہول الاعیان بقیہ ورثہ کے پاس ہووے تو صلح صحیح ہے قول اصح میں۔

(۳۰) ادائیگی دین سے قبل صلح اور تقسیم

اور باطل ہے صلح اور تقسیم ترکہ دین ادا کرنے سے پہلے اگر وہ دین محیط ہو ترکے کو اور جو محیط نہ ہو تب بھی صلح نہ کی جاوے قبل ادائے دین کے اور اگر صلح ہوئی تو فقہا نے کہا کہ صحیح ہو جاوے گی (یعنی دین غیر محیط میں نہ محیط میں) لیکن بقدر دین ترکہ روک لیا جاوے گا باقی کی قیمت کر دی جاوے گی از روئے استحسان کے اور قیاس یہ ہے کہ کل ترکہ روکا جاوے مگر چونکہ اس میں ضرر تھا ورثہ کا اس لئے استحساناً روک رکھنا ترکے کا بقدر دین کافی ہے۔

(۳۱) دعویٰ کی شرط

آیا صحت صلح کے لئے صحت دعویٰ شرط ہے یا شرط نہیں تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحت دعویٰ شرط ہے لیکن یہ قول صحیح نہیں اس واسطے کہ مدعی نے اگر دعویٰ کیا ایک حق مجہول کا مکان میں اور مدعیٰ علیہ نے صلح کر لی تو یہ صلح جائز ہے جیسا کہ گزرا باب الحقوق والاستحقاق میں اور شک نہیں دعویٰ مجہول کے غیر صحیح ہونے میں اور ذخیرے میں بہت سے مسائل ہیں جو تائید کرتے ہیں ہمارے قول کی واللہ اعلم۔

کتاب المضاربة

(۱) هي عقد شركة في الربح بمال من رجل وعمل من اٰخر (۲) وهي ايداع اولاً وتوكيل عند عمله و شركة ان ربح و غصب ان خالف وبضاعة ان شرط كل الربح للمالك و قرض ان شرط للمضارب اعلم ان في هذه العبارة تساهلاوهو ان المضاربة اذا كانت عقد شركة في الربح فكيف تكون بضاعة او قرضاً و انما قال ذلك بطريق التغليب والحق ان يقول ان المضاربة ايداع و توكيل و شركة و غصب و دفع المال الى اٰخر ليعمل فيه بشرط ان يكون الربح للمالك بضاعة و بشرط ان يكون للعامل قرض فنظم الدفع المذكور في سلك المضاربة تغليباً واجارة فاسدة ان فسدت فلاربح له عنده اي لاربح للمضارب عند الفساد بل اجر عمله ربح اولا ولا يزاد على ماشرط خلافا لمحمدؒ ولا يضمن المال فيها اي في المضاربة الفاسدة كما في الصحيحة

(۱) مضاربت کی تعریف

عقد مضاربت شرع میں عبارت ہے اس عقد شرکت سے نفع میں کہ مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی۔

فائدہ:۔ تو جو محنت کرتا ہے اس کو مضارب کہتے ہیں اور جس کا مال ہے اسے رب المال کہتے ہیں جواز اس کا ثابت ہے شرع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور لوگ یہ معاملہ کرتے رہے اور حضرتؐ نے منع نہ کیا اس سے اور صحابہ بھی اس پر عمل کرتے رہے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا ہدایہ۔

(۲) مختلف صورتوں میں مختلف احکام

اور مضاربت کے احکام چند طرح پر ہیں تو مضاربت قبل عمل کے امانت ودیعت ہے (تو ہلاک مال سے مضارب پر تاوان نہیں آتا) اور وقت عمل کے توکیل ہے (پھر جب

تو کیل ہوئی تو جو عہدہ مضارب کو لاحق ہوگا وہ رب المال پر ہے کذا فی الدر) اور جب نفع ہووے تو شرکت ہے اور جو مخالفت کرے مضارب رب المال کی (مثلاً مضارب نے وہ تصرف کیا جس سے رب المال نے اس کو منع کیا تھا) تو غاصب ہے اور درصورت شرط کر لینے سب نفع کے واسطے مالک کے بضاعت ہے اور درصورت شرط کر لینے سب نفع کے واسطے مضارب کے قرض ہے اور اجارۂ فاسدہ ہے اگر عقد مضاربت فاسد ہو جاوے تو اب اس وقت میں مضارب کے واسطے نفع نہیں بلکہ اس کے لئے اس کی محنت کی مزدوری ہے ہر طرح خواہ تجارت میں نفع ہوا ہو یا نہ ہوا ہووے لیکن زیادہ نہ دی جاوے مزدوری مقدار مشروط سے بخلاف محمدؒ (اور ائمہ ثلثہؒ کے اجارہ فاسدہ کا یہی حکم ہے کہ اس کی اجرت مثل مشروط سے زیادہ نہیں ہوتی)

☆اور مضاربت فاسدہ میں بھی ہلاکت مال سے تاوان نہیں جیسے مضاربت صحیحہ میں۔

(۳) ولا يصح الابمال يصح فيه الشركة و تسليمه الى المضارب و شيوع الربح بينهما (۴) فتفسد ان شرط لاحد هما زيادة عشرة اعلم ان كل شرط يقطع الشركة فى الربح او يوجب جهالة الربح يفسدها واما عداها من الشروط الفاسدة التے تفسد البيع لاتفسد المضاربة بل يبطل ذلک الشرط و كذا شرط الوضيعة علے المضارب (۵) وللمضارب فى مطلقها ان يبيع بنقدونسية الاباجل لم يعهد المراد بالمطلق مالم يقيد بزمان او مكان اونوع من التجارة وان يشترى و يوكل بهما اے بالبيع والشراء ويسافرو عندابى يوسف رحمه الله تعالىٰ ليس له ان يسافروعن ابى حنيفة رحمه الله تعالى انه ان دفع فى بلده ليس له ان يسافروان دفع فى غير بلده له ان يسافر الى بلده ويبضع ولورب المال ولا تفسد هى به اى لاتفسدالمضاربة بان يبضع رب المال خلا فالزفرؒ ويودع و يرهن و يرتهن ويوجر ويستاجرويحتال بالثمن علے الايسروالاعسر اى يقبل الحوالة وليس له ان يضارب الاباذن المالک او باعمل برأيک الضابطة ان الشئ لايتضمن مثله بل يتضمن دونه كالايداع و نحوه ولا ان يقرض او يستدين و ان قيل له ذلک اى اعمل برأيک مالم ينص عليهما اى على الاستدانة والاقراض وانما يصح المضاربة باعمل برأيک دون الاقراض لان المضاربة من صنيع التجاروهى مجلبة للربح بخلاف الاقراض اذ لا فائدة فيه

(۳) مضاربت کی شرائط

صحیح نہیں ہے مضاربت مگر اس مال میں جس میں شرکت صحیح ہوتی ہے) (یعنی راس المال دراہم یا دنانیر یا سونا یا چاندی ہو جیسا کہ کتاب الشرکۃ میں گزرا)

☆ اسی طرح ضرور ہے کہ رب المال اس مال کو مضارب کے سپرد کر دیوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ عمل مضارب کی جانب سے ہے اور وہ بدوں تسلیم کے کامل کے متعذر رہے تو اگر رب المال بھی اس مال میں اپنا قبضہ رکھے تو مضاربت فاسد ہوگی ٹھہرا وی۔

☆اور نفع شایع ہو دونوں میں۔

فائدہ:۔ یعنی مثلاً نصفا نصف یا تین تہاوی یا چار چوتھاوی وغیرہ

(۴) نفع کے حصہ سے زیادہ لینا

تو مضاربت فاسد ہوگی اگر ایک کیلئے نفع کے حصے سے زیادہ مثلاً دس روپے مقرر ہوئے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ جو شرط نفع کی شرکت کو قطع کر دیوے یا نفع کو مجہول کر دیوے تو مضاربت فاسد ہوگی اور سوا اس کے اور شروط فاسدہ سے مضاربت فاسد نہ ہوگی بلکہ وہ شرط خود باطل ہو جاوے گی ٹوٹے کا شرط کرنا مضاربت پر کذا فی الاصل۔

(۵) عقد مضاربت کا مطلق ہونا

جب عقد مضاربت مطلق واقع ہووے (یعنی کسی مکان اور زمان اور تصرف خاص سے مقید نہ ہو کذا فی الاصل) تو مضارب کو اختیار ہے کہ نقد بیچے یا قرض بیچے مگر نہ اتنی مدت پر جس کا تاجروں میں دستور نہ ہو اور خریدے اور وکیل کرے ساتھ بیع وشرا کے اور سفر کرے۔

فائدہ:۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا سفر کرنا درست نہیں اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر مال رب المال نے اپنے شہر میں دیا ہے تو اس کو سفر درست نہیں اور اگر پرائے شہر میں دیا تو سفر جائز ہے کذا فی الاصل لیکن صحیح یہ ہے کہ دونوں صورت میں مضارب کو سفر جائز ہے کذا فی الدر المختار۔

☆اور مال کو بضاعۃً دیوے اگرچہ رب المال ہی کو دیوے اور زفرؒ کے نزدیک رب المال کو دینے سے مضاربت فاسد ہوگی اور امانت رکھاوے اور گرو کرے یا گرو لیوے اور کرایہ کو دیوے یا کرایہ لیوے اور حوالہ قبول کرے غنی اور تنگدست پر البتہ مضارب کو یہ نہیں پہنچتا کہ اس مال کو بطور مضاربت کسی اور کو حوالہ کرے مگر مالک کے اذن سے یا جس صورت میں مالک نے کہہ دیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر اور نہ یہ کہ قرض دیوے یا قرض لیوے۔ (یعنی مضارب کو قرض دینے اور لینے کا بھی اختیار نہیں ہے) اگرچہ رب المال نے وقت مضاربت کے کہہ دیا ہو کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کرنا البتہ اگر مالک نے تصریح سے ان دونوں کی اجازت دیدی ہووے تو درست ہے۔

(۶) فلو اشتری بالمال براً وقصر و حمل بماله و قیل له ذلک ای اعمل برأیک فقد تطوع لانه لا یملک الاستدانة وان صبغه احمر فهو شریک بمازاد و دخل تحت اعمل برأیک کالخطلة ای اذا قال اعمل برأیک فصبغه احمر یکون شریکا بمازادویدخل الصبغ تحت اعمل برأیک وکذاالخلط بماله بخلاف القصارة لانه لایختلط به شئ من ماله و انما قال صبغه احمر حتے لو صبغه اسود فانه لایدخل تحت اعمل برأیک عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ لان السواد نقصان عنده واما سائرالالوان غیر السواد فکالحمرة ولا یضمن المضارب اے بصیغه احمر وبالخلط بماله اذاقال اعمل برأیک وله حصة صبغه ان بیع و حصة الثوب فی المضاربة ای فے مال المضاربة (۷) ولا ان یجاوزبلداً او سلعةً او وقتاً او شخصاً عینه رب المال فان جاورعنه ضمن وله ربحه ولاان یزوج عبدااوامة من مالها ای من مال المضاربة ولا ان یشتری من یعتق علے رب المال سواء کان قریبه او قال رب المال ان اشتریت فلانا فهوحر فلو شری کان له لالها ای کان للمضارب لا للمضاربة

(۶)مضارب کا کپڑے کو دھلوانا یا رنگوانا وغیرہ

اگر مضارب سے مالک نے کہہ دیا تھا کہ تو اپنی رائے کے موافق کرنا اور اس نے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے اس کو پانی سے دھلوایا یا لا دلایا تو مضارب متطوع اور متبرع ہوگا یعنی مالک سے دھلوائی اور لدوائی کی مزدوری جو اپنے پاس سے خرچ کی ہے مجرا نہیں لے سکتا کیونکہ وہ ادھار کرنے کا مالک نہیں ہے اور اگر ان کپڑوں کو مضارب نے اپنے پاس سے دام دے کر سرخ رنگوایا تو جس قدر رنگ اس میں بڑھا ہے اس میں رب المال کا شریک ہوجاوے گا جیسے اپنا مال اس میں ملا دیوے۔ (اور یہ رنگ اور خلط مال مالک کے اس قول میں کہ تو اپنی رائے کے موافق کام کر داخل ہو جاویں گے برخلاف دھلوائی کے کہ اس میں کوئی چیز بڑھی نہیں تو اگر نشاستہ یعنی کلپ دے کر دھلوایا ہوگا تو وہ رنگ کے مانند ہے اور سرخ رنگ کی قید اس واسطے لگائی کہ سیاہ رنگ اس قول میں مالکؒ کے نزدیک اور امام صاحبؒ کے نزدیک داخل نہ ہوگا اس واسطے کہ سیاہی نقصان ہے نزدیک امام صاحبؒ کے لیکن سیاہی کے سوا اور رنگ مثل سرخی کے ہیں کذافی الاصل مع زیادۃ من الدرالمختار) تو مضارب سرخ رنگنے سے یا اپنے مال کے ملا دینے سے درصورت مالک کے یہ کہہ دینے کے کہ تو اپنی رائے کے موافق عمل کر ضامن نہ ہوگا تو جب یہ کپڑا بکے گا تو مضارب رنگ کے دام کل لے لے گا اور کپڑے کے داموں میں نفع میں شریک ہوگا۔

فائدہ:۔ مثلاً وہ کپڑا پانچ روپے کا سفید تھا جب سرخ رنگا گیا تو چھ روپے کا ہوا اور آٹھ روپے کا بکا تو مضارب ایک روپیہ تو رنگ کا لے لے گا اور ایک روپیہ نفع کا اور ایک روپیہ صاحب مال لے لے گا جب نفع نصفا نصف ٹھہرا ہووے۔

(۷)عقد مضاربت کا مقید ہونا

اور مضارب کو یہ نہیں پہنچتا کہ رب المال نے اگر کوئی شہر خاص واسطے تجارت کے معین کر دیا ہووے یا کسی مال خاص میں تجارت کو کہا ہووے یا کوئی وقت یا کوئی موسم یا کوئی خاص معاملے والا بتا دیا ہووے کہ اس سے تجارت کرے تو اگر اس کی مخالفت کرے گا ضامن ہوگا اور وہ چیز جو خریدی ہے مع نفع مضارب کی ہوگی اسی طرح مضارب کو یہ نہیں پہنچتا کہ مال مضاربت میں سے جو غلام لونڈی خریدا ہووے اس کا نکاح کر دیوے یا ایسے غلام اور لونڈی کو خریدے کہ وہ رب المال پر آزاد ہوجاوے (مثلاً وہ غلام لونڈی رب المال کا ذی رحم محرم ہووے یا رب المال نے اس پر حلف کیا ہو کہ اگر میں فلانے غلام یا لونڈی کو خریدوں تو وہ آزاد ہے کذافی الاصل) اور اگر خریدے گا تو مضارب پر پڑے گا نہ رب المال پر مال مضاربت میں سے۔

(۸) ولا من یعتق علیه ان کان ربح ولو فعل ضمن وان لم یکن له ربح صح فان زادت قیمته عتق حصته ولم یضمن شیًا لانه لا صنع له فی زیادة القیمة وسعی العبد فی قیمة حصته منه ای قیمة حصة رب المال من العبد (۹) مضارب بالنصف شرئ بالفهاامة فولدت ولدا

مساويا الفافادعاه فصار قيمته الفاونصفه سعے لرب المال فی الف و ربعه او اعتقه و لرب المال بعد قبض الفه تضمین المدعے نصف قیمتها وجه ذلک ان الدعوة صحیحة فی الظاهر حملا علے فراش النکاح لکن لم تنفذلعدم الملک لان مال المضاربة اذاصار اعیانا کل واحد یساوی رأس المال لایظهر الربح بل کل واحد یصلح ان یکون رأس المال لانه یمکن ان یهلک ماسواه و یبقیٰ واحد فقط فلا رجحان لاحد لکونه رأس المال او ربحاثم اذازادت القیمة بعد الدعوة حتے صارقیمة الولد الفاً وخمسمائة ظهر الربح فنفذت الدعوة السابقة و یثبت النسب و عتق الولد لقیام ملکه فی البعض ولا یضمن لرب المال شیٔا لان عتقه بالدعوة والملک مؤخر فیضاف الیه ولا صنع فیه لانه ضمان اعتاق لابد من صنعه فله الاستسعاء فی رأس المال و نصف الربح والاعتاق عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ فاذا قبض الالف له ان یضمن المضارب الذی ادعی الولد نصف قیمة الام لان الالف الماخوذ صاررأس المال لتقدمه استیفاءً فالجاریة کلها ربح لکن نفذت الدعوة السابقة وصارت ام ولد له فیضمن نصف قیمتها لانه ضمان تملیک فلایشترط له صنع .

(۸) ایسے غلام لونڈی کوخریدنا جومضارب پرآزادہو

اور نہ اس غلام لونڈی کوخریدے جو مضارب پر آزاد ہو جاوے جب مال میں نفع ہوا ہووے اور جو خریدے گا تو مضارب پر پڑے گا اور اگر نفع نہ ہوا ہووے تو صحیح ہوگا۔ (اس واسطے کہ اس صورت میں مضارب کا کچھ روپیہ ہی نہیں ہے تا کہ اس کی ملک اس غلام لونڈی میں آوے) تو اگر بعد اس کے اس غلام لونڈی کی قیمت بڑھ گئی تو مضارب کے حصہ نفع کی مقدار وہ غلام آزاد ہو جاوے گا اور مالک کو مضارب کچھ ضمان نہ دے گا بلکہ باقی قیمت کے لئے وہ غلام سعی کرے گا۔

(۹) مضاربت کی لونڈی سے وطی اوراس کے لڑکے کےنسب کا دعویٰ

اگر مضارب پاس ہزارروپے تھے نصفا نصف نفع پر اس نے ان ہزار روپے سے ایک لونڈی خریدی کہ قیمت اس کی ہزارروپے تھی بعد اس کے اس سے وطی کی اور وہ ایک لڑکا جنی ہزارروپے کا اور مضارب نے اس لڑکے کے نسب کا دعویٰ کیا اب لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپے ہوگئی اور مضارب غنی ہے تو رب المال کو اختیار ہے چاہے اس لڑکے سے ہزار روپے میں سعی کرالیوے چاہے آزاد کردے پھر جب رب المال ہزار روپے لڑکے سے وصول کرلیوے تو پانچ سو لونڈی کی قیمت کے اور مضارب سے بھر لیوے۔

فائدہ:۔ یہ ترجمہ عبارت ہدایہ کا ہے اور اصل کتاب میں اس مقام میں تفصیل کی ہے فقط۔

باب المضارب الذی یضارب

(۱) لایضمن المضارب بدفعه مضاربة بلا اذن رب المال الی ان یعمل الثانی فی ظاهر الروایة وهو قولهما والی ان یربح فی روایة الحسن عن ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وجه الاول ان الدفع ایداع وهو یملکه فاذا عمل تعین انه مضاربة فیضمن وجه الثانی ان الدفع قبل العمل ایداع وبعده ابضاع وهو یملکها فاذا ربح ثبت الشرکة فح یضمن کمالوخلط بغیره وعند زفرؒ یضمن المجرد الدفع (۲) فلو اذن بالدفع فدفع بالثلث وقیل له مارزق الله بیننا نصفان فنصف ربحه للمالک وسدسه للاول وثلثه للثانی وان قیل له مارزقک الله فلکل ثلث لان المالک قداذن بالدفع مضاربة فللمضارب الثانی ماشرط له المضارب الاول فما رزق الله المضارب الاول وهو الثلثان یکون نصفین بینه وبین رب المال ولوقیل ماربحت فهو بیننا نصفان ودفع بالنصف فللثانی نصف ولهما نصف لان ربح المضارب الاول النصف وهو مشترک بینه وبین رب المال ولوقیل مارزق الله فلی نصف او ما فضل فنصفان وقد دفع بالنصف فنصفه للمالک ونصفه للثانی ولاشئ للاول ولوشرط للثانی ثلثیه فللمالک والثانی شرطهما وعلی الاول السدس لان للمالک النصف وللمضارب الثانی ثلثین فیضمن المضارب الاول السدس وصح ان شرط للمالک ثلثا ولعبده ثلثا لیعمل معه ای مع المضارب ولنفسه ثلثا وتبطل بموت احدهما ولحاق المالک بدارالحرب مرتدا بخلاف لحاق المضارب بدارالحرب مرتداحیث لاتبطل المضاربة لان له عبارة صحیحة

مضارب کے مضاربت کرنے کے بیان میں مالک کی اجازت کے بغیر مضارب کا کسی کو مضارب بنانا

اگر مضارب اپنی طرف سے کسی کو مضارب کرے بغیر اذن مالک کے تو فقط مال کے دینے سے ضامن نہ ہوگا یہاں تک کہ مضارب ثانی اس میں عمل نہ کرے ظاہر الروایۃ میں اور یہی قول ہے صاحبینؒ کا اور حسن کی روایت میں امام صاحبؒ سے ہے یہاں تک کہ مضارب ثانی اس میں نفع نہ کماوے اور زفرؒ کے نزدیک فقط مال کے دینے سے ضامن ہو جاوے گا (اور مفتی بہ اول روایت ہے اور دلیل دونوں روایت کی اصل میں مذکور ہے)

(۲) نفع کی تقسیم

اگر رب المال نے مضارب کو اذن دیا مال دینے کا بطور مضاربت کے اور مضارب نے مضارب ثانی کو مال دیا تین تہاؤ نفع پر اور مالک نے مضارب اول سے وقت مضاربت کے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ دے گا وہ آدھوں آدھ ہمارے تمہارے بیچ میں ہے اب مضارب ثانی کو جو نفع حاصل ہوگا اس کا نصف مالک کو ملے گا اور چھٹا حصہ مضارب اول کو اور تہائی اس کی مضارب ثانی کو اور اگر مالک نے یوں کہا تھا مضارب اول سے کہ جو کچھ تجھ کو اللہ دے گا وہ ہم تم آدھا آدھ لیں گے تو ایک تہائی نفع کی مالک کو اور ایک تہائی مضارب اول کو اور ایک

تہائی مضارب ثانی کو ملے گی اور جو مالک نے یوں کہا تھا کہ جو تو نفع کماوے وہ ہم تم دونوں کے بیچ میں نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دیا ہے تو جو مضارب ثانی کو حاصل ہوگا اس کا نصف مضارب ثانی کو ملے گا اور نصف میں مضارب اول اور مالک شریک ہوں گے اور اگر مالک نے یوں کہا کہ جو کچھ اللہ دے گا تو اس کا نصف میں لوں گا یا جو کچھ بڑھے گا وہ ہم تم دونوں میں نصفا نصف ہے اور مضارب اول اور مالک شریک ہوں گے اور اگر مالک نے یوں کہا کہ جو کچھ اللہ دے گا تو اس کا نصف میں لوں گا یا جو کچھ بڑھے گا وہ ہم تم دونوں میں نصفا نصف ہے اور مضارب اول نے نصف نفع پر مال دیا تو اس صورت میں مضارب ثانی کو نصف نفع اور مالک کو نصف نفع ملے گا اور مضارب اول کو کچھ نہ ملے گا اور جو مضارب اول نے اسی صورت میں دو حصے نفع کے مضارب ثانی کے لئے ٹھہرائے اور ایک حصہ اپنے لئے تو مالک کو نصف نفع ملے گا اور مضارب ثانی کو دو ثلث اور ایک سدس نفع کا جو اس میں گھٹتا ہے وہ مضارب اول سے بھر لیا جاوے گا اور اگر مضارب نفع میں تہائی رب المال کی اور تہائی اس کے غلام کی اس شرط پر کہ وہ مضارب کے ساتھ کام کاج کرے مقرر کرے اور تہائی اپنے لئے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہو کر دارالحرب میں مل جانے سے مضاربت باطل ہو جاتی ہے (اور اگر مضارب مرتد ہو کر دارالحرب میں مل جاوے تو مضاربت باطل نہ ہوگی کذا فی الاصل)

(۳) ولا ینعزل حتی یعلم بعزله ای ان عزل رب المال المضارب لاینعزل حتی یعلم بعزله فلو علم فله بیع عرضها ثم لا یتصرف فی ثمنه ولا فی نقد نض من جنس رأس ماله نض بالضاد المعجمة ای صارنقد او یبدل خلافه به استحسانا ای یبدل نقدانض لکنه خلاف جنس رأس ماله بان کان رأس المال دراهم والنقددنانیر او بالعکس وفی القیاس لایبدل له لوجود العزل ولاضرورة بخلاف العروض وجه الاستحسان ان الربح لایظهر الاعنداتحاد الجنس فتحققت الضرورة (۴) ولو افترقاوفی المال دین لزمه اقتضاء دینه ان کان ربح والالا لانه انکان ربح فهو یعمل بالاجرة وان لم یکن ربح فهومتبرع فی العمل ویوکل المالک به ای ان لم یکن ربح فالمضارب بعدالافتراق یوکل المالک بالاقتضاء فان المشتری لا یدفع الثمن الی رب المال لان الحقوق ترجع الی الوکیل فلابدمن توکیل المضارب المالک وکذاسائرالوکلاء ای ان امتنع سائرالوکلاء عن الاقتضاء یوکلون الملاک والبیاع والسمسار یجبران علیه (۵) المراد بالبیاع الدلال فانه یعمل بالاجرة والسمسارهو الذی یجلب الیه الحنطة ونحوها لبیعها فهو یعمل بالاجرة ایضاً فیجبران علی تقاضی الثمن (۶) وماهلک صرف الی الربح اولافان زاد علی الربح لم یضمنه المضارب لانه امین فان قسم الربح وفسخ عقدها ثم عقدت عقدا فهلک المال کله لوبعضه لم یترادالربح ای فسخ العقد والمال فی یدالمضارب ثم عقدا فهلک المال وان لم یفسخ ثم هلک تراداو اخذالمالک ماله

20

وماقضل قسم وما نقص لم يضمنه المصارب (۷) ونفقة مضارب عمل فی مصره فی ماله كدوائه نفقة المضارب مبتداء وفی ماله خبره وان مرض المضارب سواء كان فی الحضرا وفی السفر فالدواء فی ماله وعن ابی حنيفة الدواء بمنزلة النفقة وفی سفره طعامه وشرابه وكسوته واجرة خادمه وغسل ثيابه والدهن فی موضع يحتاج اليه كالحجاز

(۳) مضارب کی برطرفی

مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول نہیں ہوتا جب تک اس کو خبر اپنی برطرفی کی نہ ہووے پھر اگر اس کو برطرفی کی خبر ہوئی اور مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اس کو بیچ کر نقد کرلے اور پھر ثمن میں تصرف نہ کرے اور نہ اس نقد میں جو راس المال کی جنس سے ہووے اور اگر راس المال کی جنس سے نہ ہووے تو اس کو مضارب بدل سکتا ہے از روئے استحسان کے نہ قیاس کے۔

فائدہ:۔ مثلاً راس المال اگر دراہم تھے اور مال مضاربت بھی دراہم ہیں تو مضارب اس میں تصرف نہیں کر سکتا البتہ اگر راس المال دراہم تھے اور مال مضاربت دنانیر یا بالعکس تو مضارب اس کو جنس راس المال سے بدل سکتا ہے استحساناً نفع ظاہر ہووے۔

(۴) قرض میں گئے مال مضاربت کی وصولی

اگر رب المال اور مضارب دونوں بعد فسخ عقد کے جدا ہو گئے اور مال مضاربت قرض تھا لوگوں پر تو اگر مضارب کو اس تجارت میں نفع حاصل ہوا ہے تو مضارب پر وصول کرنا قرضے کا قرضداروں سے لازم آوے گا ورنہ نہیں۔ (کیونکہ جس صورت میں مال میں نفع ہوا ہے تو مضارب کا کام بعوض اجرت کے ہوا اور نفع نہ ہونے کی صورت میں بطور تبرع کے) (بلکہ مضارب مالک کو اس کے وصول کرنے کے لئے وکیل کر دیوے اسی طرح سب وکیلوں کا حال ہے کہ اگر تقاضا نہ کریں تو موکل کو وکیل کر دیویں اور دلال اور سمسار جبر کئے جاویں گے قیمت کے وصول کرنے پر۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ دلال اجرت لے کر بکواتا ہے اور سمسار وہ شخص ہے جس کے پاس غلہ وغیرہ لوگوں کا جمع کیا جاتا ہے تا وہ اجرت لے کر بیچ دے تو اس پر بھی ثمن وصول کرنے کے لئے جبر کیا جاوے گا۔

(۵) نقصان کی ادائیگی

مال مضاربت میں جس قدر نقصان ہووے اولاً وہ نفع سے مجرا لیا جاوے گا اگر نفع سے بھی نقصان زیادہ ہو جاوے تو مضاربت اس کا ضامن نہ ہوگا امین ہے اور اگر نفع بانٹ لیا اور عقد مضاربت کو فسخ کر دیا اور مال مضاربت قبضہ مضارب میں ہے بعد اس کے از سرنو عقد مضاربت کیا اب کل یا بعض مال تلف ہو گیا تو پہلا نفع اس میں نہیں لگایا جاوے گا کیونکہ یہ تو نیا عقد ہے البتہ اگر نفع تقسیم ہو گیا اور عقد مضاربت باقی رہا پھر سب مال یا بعض مال جاتا رہا تو جو نفع دونوں نے بانٹ لیا ہے پھر سے جمع کریں اور اب رب المال اپنا راس المال اس نفع سے پورا کرلے جو بچے اسے دونوں بانٹ لیں اور اگر اس نفع سے اصل مال پورا نہ ہووے یعنی اصل مال کم رہے تو مضارب پر تاوان اس کا لازم نہ آوے گا۔ (اس واسطے کہ مضارب امین ہے جیسا کہ گزرا)

(۷) مضارب کے اخراجات

جومضارب اپنے ہی شہر میں رہ کر کام کاج کرے تو اپنے کھانے پینے کا خرچ اور اپنی دوا ہر حال میں اپنے ہی پاس سے اٹھاوے یعنی مال مضاربت میں سے نہ لیوے اور جو سفر میں جاوے تو کھلائی پلائی لباس پوشیدنی مضارب نوکر کی تنخواہ کپڑوں کی دھلوائی تیل جہاں تیل کی حاجت ہے جیسے ملک حجاز میں۔

فائدہ:۔ حجاز مکہ اور مدینہ اور طائف اور ان شہروں کو کہتے ہیں جو درمیان نجد اور غور کے واقع ہیں ملک حجاز میں تیل کی اس لئے حاجت ہے کہ بلاد حجاز واقع ہیں اقلیم دوم میں اور زمین اقلیم دوم کی حار ہے اور یابس تو وہاں بدوں تیل ڈالے اور گھی کھائے گزر نہیں ہوتا اور دوا کا خرچ مثل نفقہ کے ہے امام اعظمؒ کے نزدیک۔

(۸) ورکوبه کراءً وشراءً وعلفه في مالها بالمعروف وضمن الفضل اى ان انفق زائد اعلے المعروف ضمن الفضل وردمابقے في يده بعد قدوم مصره الى مالها اى ما بقے من الطعام ونحوه ومادون سفر يغدواليه ولايبيت باهله كالسفر وان بات كسوق مصره فان ربح اخذ رب المال ما انفق من رأس ماله اى اخذمن الربح ما انفق المضارب من رأس المال حتى يتم رأس المال فان فضل شئ قسم (۹) فان رابح متاعها يحسب نفقته لانفقة نفسه اى ان رابح وقال قام علے بكذايحسب فيه ماانفق علے المتاع من كراء حمله ونحوذلک ولا يحسب نفقة المضارب

(۸) سواری کے اخراجات

اور سواری خواہ کرایے کی ہو یا خرید کی ہو دانہ چارہ اس کا ان سب کے مصارف مال مضاربت میں سے لیوے موافق دستور کے اور جو دستور سے زیادہ صرف کر ڈالے گا اس قدر زیادہ کا ضامن ہوگا اور جب شہر کو لوٹ کر آوے اور سفر کی چیزوں میں سے جو مال مضاربت سے لی گئی تھیں کچھ باقی ہو تو وہ مال مضاربت میں سے شریک کر دیوے اور اگر مضارب ایسے مقام پر کام کاج کرتا ہے کہ جب صبح کو وہاں جاتا ہے تو رات کو اپنے گھر میں نہیں رہ سکتا تو اس کا حکم سفر کا سا ہے اور اگر شب کو اپنے گھر میں رہ سکتا ہے تو وہ مثل ایک بازار کے ہے شہر کے بازاروں میں سے پھر اگر مضارب کو نفع حاصل ہووے تو مالک مال اس قدر خرچ کو مجرا لے لیوے جو مضارب نے مال مضاربت میں سے سفر میں صرف کیا تھا تو راس المال پورا ہو جاوے اب اس پر جو زیادہ بچے وہ بانٹ دیا جاوے۔

(۹) مضاربت کی چیز کو مرابحۃً بیچنا

اور اگر مضارب کسی چیز کو مال مضاربت میں سے بطور مرابحہ بیچے تو جو کچھ اس چیز پر صرف ہوا ہے جیسے کرایہ بار برداری وغیرہ اصل لاگت میں لگا لیوے اور کہے مجھ کو اتنے کو پڑی ہے اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف ہوا ہے اس کو نہ لگاوے۔

(۱۰) مضارب بالنصف شرىٰ بالفهابز اوباعه بالفين وشرى بهما عبدافضا عافي يده غرم المضارب ربعهما والمالک الباقي وربع العبد للمضارب وباقيه لهاوراس المال الفان وخمسمائة ورابح علے الالفين فقط اى اشترىٰ بالف ثم باعه بالفين وشرے بالفين عبدا ولم يدفعهما الى البائع حتے ضاع الالفان في يدالمضارب غرم المضارب ربع الالفين لانه ملک

المضارب والمالک ثلاثة الارباع فاذا دفعهما یصیر راس المال الفین خمسمائة لان رب المال دفع اولاالفاثم دفع الفاوخمسمائة فان باعه مرابحة یقول قام علی بالفین وقوله فقط ای لا یقول قام علی بالفین وخمسمائة لان الشراء وقع بالالفین فلا یضم الوضیعة التی وقعت بسبب الهلاک فی ید المضارب فلوبیع بضعفهما فحصتها ثلاثة الاف والربح منها نصف الف بینهما ای ان بیع باربعة الاف فثلاثة الاف حصة المضاربة والالف ملک المضارب خاصة ثم ثلاثة الالف یدفع منها راس المال وهو الفان وخمسمائة فبقی الربح خمسمائة نصفها لرب المال ونصفها للمضارب ولوشری من رب المال بالف عبداشراه بنصفه رابح بنصفه فقوله شراه بنصفه صفة للعبد وضمیر الفاعل فی شراه یرجع الی رب المال فالمضارب ان باعه مرابحة یقول قام علی بنصف الالف لان شراء المضارب من رب المال وان کان جائزا ففیه شبهة العدم ومبنی المرابحه علی الامانه فیعتبر اقل الثمنین (۱۱) ولو شری بالفها عبدا یعدل ضعفه فقتل رجلا خطاء فربع الفداء علیه وباقیه علی المالک ای اذا امتنعاعن الدفع واختارا الفداء یعنی ارش الجنایة یفدیان بقدر الملک والعبدربعه للمضارب لان رأس المال الف والعبد یساوی الفین واذافد یاخرج عنها فیخدم المضارب یوما والمالک ثلاثة ایام انما یخرج العبد عن المضاربة لان قضاء القاضی بانقسام الفداء یتضمن انقسام العبد والمضاربة تنتهی بالقسمة

(۱۰) راس المال تلف ہونے پر معاملات کی نوعیت

اگر مضارب پاس ہزارروپے تھے نصف نفع پراس نے ان ہزارروپے کا کپڑا خریدااوراس کو دو ہزار کو بیچ کرایک غلام خریدااور ابھی دو ہزاراس کی قیمت کے بائع کو نہیں دئے تھے کہ دو ہزار مضارب پاس تلف ہوگئے تو مضارب پانچ سو کا ضمان دے گا اور باقی دام مالک دے گا تو چوتھائی غلام مضارب کا ہوگا اور تین حصے اس کے مال مضاربت میں رہیں گے اور راس المال اڑھائی ہزار ہوااوراگر مضارب اس غلام کو بطور مرابحہ کے بیچے تو اصل جمع دو ہزار بتلاوے نہ ڈھائی ہزار کیونکہ قیمت غلام کی تو دوہی ہزارتھی اور اس تاوان کو جو بسبب ہلاکی کے مضارب پر لازم ہوا نہ ملاوے پس اگر وہ غلام چار ہزار کو بکا تو تین ہزار حصہ مضاربت ہوگا اور ہزارروپے خاص مضارب کے ہوں گے پھران تین ہزار میں سے راس المال یعنی ڈھائی ہزار کو نکال کر باقی جو پانچ سو بچیں گے وہ نفع کے سمجھے جاویں گے ان کو رب المال اور مضارب نصف نصف بانٹ لے گا۔ اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو رب المال نے پانچ سو کو مول لیا تھا تو مرابحت پر بیچنے کے وقت مضارب پانچ سو اصل جمع بتلاوے۔

(۱۱) قتل خطا کے مرتکب غلام کو خریدنا

اور جو مضارب نے ہزارروپے کو ایسا غلام خریدا جس کی قیمت دو ہزار ہے اور اس غلام نے بطور خطا ایک شخص کو قتل کیا پھر رب المال اور مضارب اس غلام کے دینے سے رکے اور فدیہ دینے کو اختیار کیا تو اس قتل کے خون بہا کے تین حصے مالک پر اور ایک حصہ مضارب پر ہوگا اور جب دونوں نے خون بہا دیا تو اب وہ غلام مال مضاربت میں سے نکل جاوے گا سو اب تین دن رب المال کی خدمت کرے اور ایک دن مضارب کی۔

(۱۲) ولوشریٰ عبدابالفهاو هلک الاف قبل نقده دفع رب المال ثمنه ثم وثم ای اذا دفع رب المال ثمنه وهلک فی یدالمضارب قبل ان یؤدیه الی البائع ثم یدفع رب المال الی المضارب ثمنه مرة اخریٰ وهکذا ان هلک فی یده وجمیع ما دفع راس ماله (۱۳) وصدق مضارب قال معی الف دفعته الی والف ربحت لامالک قال الکل دفعته وعندزفر رحمه الله تعالیٰ وهو القول الاول لابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ القول لرب المال لانه ینکردعوی المضارب الربح ولنا ان الاختلاف فی مقدار المقبوض فالقول للقابض مع الیمین ولوقال من معه الف هو مضاربة زید وقدربح صدق زیدان قال هو بضاعة ای صدق زید مع الیمین لانه ینکر دعوی الربع اودعویٰ تقویم عمل المضارب کما لو قال قرض وقال زید بضاعة او ودیعة یعنے صدق زید مع الیمین لانه ینکر دعوی التملیک والتملک (۱۴) ولو قال المالک عنیت نوعا صدق المضارب ان جحد ای مع الیمین لان الاصل فی المضاربة العموم بخلاف الوکالة لان الاصل فیه الخصوص ولوادعی کل نوعا صدق المالک ایے مع الیمین لان الاذن یستفاد من جهته .

(۱۲) غلام کی قیمت بائع کے حوالہ سے پہلے ہلاک ہوجانا

مضارب نے مال مضاربت سے ہزارروپے کے بدلے میں ایک غلام خریدا اورقبل حوالے کرنے کے طرف بائع کے وہ روپے تلف ہوگئے تورب المال کوہزارپھردینے ہوں گے پھراگر تلف ہوگئے قبل بائع کے دینے کے توپھردینے ہوں گے اسی طرح پرجہاں تک تلف ہوتے جاویں گے مال دیتاجاوے گااور یہ سب روپے راس المال میں شریک ہوتے جاویں گے۔

(۱۳) راس کی مقدار میں مالک و مضارب کااختلاف

اگرمضارب کے پاس دوہزارہوں اوررب المال سے کہے کہ تونے مجھ کوایک ہزارروپے دیئے تھےاورایک ہزارنفع کے ہیں اوررب المال کہے کہ میں نے تجھے دوہزارروپے دیئے تھےتوقول مضارب کاقسم سےمعتبرہوگاایک شخص کے پاس ہزار روپے ہیں وہ کہتاہے کہ یہ روپے مضاربت کے طورپرہیں زید کے اورکچھ نفع ہوچکاہے اورزید کہتاہے کہ بطریق بضاعت کے ہیں توقول زیدکامعتبرہوگاقسم سے جیسے وہ شخص ان روپیوں کوقرض کے بتلاوے اورزاید اس کوبضاعت یاامانت قرار دیوے توبھی قول زیدکاقسم سےمقبول ہے۔

(۱۴) مضاربت کے کاروبارکی قسم بارے اختلاف

اگررب المال کہے کہ میں نے تجھے حکم کیاتھامضاربت کافلانی چیزکی تجارت میں اورمضارب اس کاانکارکرے اورکہے کہ تونے کسی تجارت خاص کی قیدنہیں لگائی تھی توقول مضارب کاقسم سےمقبول ہوگااوراگرہرایک نے ایک قسم خاص تجارت کادعویٰ کیاتوقول مالک کاقسم سےمقبول ہوگا کیونکہ اذن تجارت کااسی کی طرف سے ہے۔

كتاب الوديعة

(۱) هي امانة تركت للحفظ فلا يضمنها المودع ان هلكت اى بلاتعدمنه (۲) وله حفظها بنفسه وعياله والسفور بها عند عدم النهي والخوف السفورالخروج للسفر فالسفور مصدر والسفر الحاصل بالمصدر فاختارالمصدر وان نهىٰ عن السفر او كان الطريق مخوفافسافر فهلك المال ضمن ولوحفظ بغيرهم ضمن الااذاخاف الحرق والغرق فوضعها عند جاره او في فلك اٰخر (۳) فان حبسها بعد طلب ربها قادراعلے التسليم اوحجد ها معه ثم اقربها اولا اى جحدها مع رب الوديعة يضمن سواء اقربها بعد الجحود اولا وانما قال مع رب الوديعة لانه ان جحد ها مع غيرالمالك لا يضمن لان هذا من باب الحفظ

یہ کتاب ہے امانت کے بیان میں۔

فائدہ:۔امانت میں خیانت کرنا بڑا گناہ ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ایمان ہے اس کا جوامانت دار نہیں ہے روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے شعب الایمان میں انسؓ سے اور یہ بڑی وعید ہے خائن کے لئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ان الله يأمركم ان تؤدوا الامانات الىٰ اهلها یعنی اللہ حکم کرتا ہے تم کواس بات کا کہ ادا کروتم امانت کواس کے مالکوں کی طرف۔

امانت کی تعریف

ودیعت امانت ہے کہ چھوڑی گئی ہے واسطے حفاظت کے تو ضامن نہ ہوگا مودع اگرخود بخود بغیراس کی زیادتی کے ودیعت ہلاک اور تلف ہوجاوے۔

فائدہ:۔ جو چیز امانت رکھوائی جاوے اس کو ودیعت کہتے ہیں اور جو رکھاوے یعنی صاحب مال اس کو مودع بکسر دال اور جس کے پاس رکھی جاوے اس کو مودع بفتح دال اور امین کہتے ہیں تو ودیعت جب بغیر زیادتی مودع کے تلف ہو گئی تو اس پر تاوان اس کا لازم نہ آوے گا اس واسطے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ نہیں ہے عاریت لینے والے پر جو خائن نہ ہوتاوان اور نہ مودع پر جو خائن نہ ہوتاوان روایت کیا اس کو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے اپنی سنن میں اور روایت کی ابن ماجہؒ نے عمرو بن شعیبؒ عن ابیہ عن جدہ سے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس نے امانت رکھی کسی کے پاس تو نہیں اس پر تاوان اور اسناد اس کی ضعیف ہے مگر یہ قول متفق علیہ ہے ائمہ اربعہؒ کا کذا فی المیزان۔

مودع علیہ کی ذمہ داری

مودع کو یہ پہنچتا ہے کہ مال امانت کی محافظت خود کرے یا اپنے گھر والوں کے پاس رکھے یا امانت کو ساتھ لے کر سفر کرے اگر مودع نے اس کو سفر میں لے جانے سے منع نہ کیا ہووے اور راستے میں خوف غارتگری کا نہ ہووے اور جو مودع نے اس کو سفر میں ساتھ لے جانے سے منع کر دیا ہووے یا راستہ خوفناک ہووے اور راہ میں امانت تلف ہو جاوے تو اس کو تاوان دینا پڑے گا اسی طرح اگر مودع نے اس کی حفاظت سوا اپنے گھر والوں کے اور لوگوں سے کرائی تو بھی درصورت ہلاک ضمان دے گا البتہ اگر آگ لگنے یا ڈوب جانے کے خوف سے اپنے پڑوسی یا دوسرے کشتی والے کو دیدیوے اور وہ تلف ہوجائے تو ضمان نہ دے گا۔

فائدہ:۔مگر ثبوت ان عذرات کا بغیر گواہوں کے نہ ہوگا ہدایہ۔

(۳) امانت واپس دینے سے انکار

تو اگر صاحب مال نے امانت اپنی طلب کی اور مودع نے باوجود قدرت نہ دی یا انکار کیا اگر چہ پھر بعد اس کے اقرار بھی کیا یا نہ کیا یعنی جب انکار کیا امانت کا بروقت طلب صاحب مال کے تو ضامن ہو جاوے گا برابر ہے کہ پھر اس کا اقرار کرے یا نہ کرے اور جو سوا مالک کے اور کسی سے انکار کیا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ یہ بھی حفاظت مال کا طریقہ ہے۔

(۴) وان جهل المودع الوديعة عندالموت يصير غاصبا او خلط بماله حتے لا يتميز فانه ان خلط بخلاف الجنس ينقطع حق المالك ويجب الضمان اتفاقا وكذاان خلط بجنسه عند ابى حنيفةؒ وكذا عند ابى يوسف الا اذا خلط بما هو اكثر منه يجعل الاقل تابعاً للاكثر لابماهواقل فانه لا ينقطع حق المالك بل تثبت الشركة وعند محمدؒ لا ينقطع حق المالك بل تثبت الشركة سواء كان اقل او اكثر (۵) او تعدے المودع فلبس ثوبها اوركب دابتها اوانفق بعضها ثم خلط مثله بما بقى او حفظ فى دارامربه فے غيرها ضمن اى حفظ فى دارامرالمودع بالحفظ فى غيرها فقوله ضمن جزاء الشرط وهو قوله فان حبسها الخ وان اختلطت بلا فعله اشتركاولوازال التعدى زال ضمانه كما اذا وضعها فى داراخرى ثم ردها الى دارامرالمالك بالحفظ فيها زال الضمان اى ان كانت الوديعة بحيث لوهلكت لكانت مضمونة فزال هذا المعنے وانما قلنا هذالان زوال الضمان حقيقة غير ممكن لان حقيقة زوال الضمان بعد الهلاك وبعد الهلاك لا يمكن ازالة التعدى وعند الشافعے رحمه الله تعالىٰ ان ازال التعدى لايزيل الضمان (۶) ولا يدفع الى احد المودعين قسطه بغيبة الأخر اما اذاكانت الوديعة غير المكيل والموزون فبالاتفاق وان كانت من المكيل والموزون فكذا عند ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ خلافالهما لانه ليس للمودع ولاية القسمة

(۴) مودع کا امانت کو اپنے مال میں ملا دینا یا مرتے وقت نہ بتانا

اور اگر مودع نے مرتے وقت بیان نہ کیا امانت کو جب بھی غاصب ضامن ہوگا یا مودع نے اس امانت کو اپنے مال میں اس طرح ملا دیا کہ تمیز نہیں ہو سکتی تو بھی ضامن ہوگا۔

فائدہ:۔ مثلاً امانت گیہوں تھے اور اس نے اپنے گیہوں میں ان کو ملا دیا اور اگر خلاف جنس میں ملا دے گا جیسے جو کو گیہوں میں تو مالک کا حق جاتا رہے گا اور بالاتفاق ضمان لازم آوے گا اسی طرح اگر اپنی جنس میں ملاوے نزدیک امام صاحبؒ کے اور اسی طرح نزدیک ابو یوسفؒ کے مگر جب امانت کو اسی جنس میں جو اکثر ہووے امانت سے ملاوے تو اقل تابع ہوگا اکثر کا نہ جب اقل میں ملاوے کیونکہ اس صورت میں حق مالک کا نہ جاوے گا بلکہ شرکت ثابت ہوگی اور محمدؒ کے نزدیک ہر حال میں شرکت ہوگی خواہ اقل میں ملاوے یا اکثر میں کذا فی الاصل۔

(۵) امانت میں مودع کی زیادتی

یا مودع نے امانت میں زیادتی کی اس طرح پر کہ اس

کے کپڑے کو پہنایا یا امانت کے جانور پر سوار ہوا یا امانت کے روپیوں میں سے کچھ خرچ کئے پھر اتنے اس میں شریک کر دیئے یا جس گھر میں مالک نے حفاظت مال کا حکم کیا تھا مودع نے اس کے سوا دوسرے گھر میں حفاظت کی تو ان سب صورتوں میں مودع ضامن ہوگا اور اگر وہ امانت مودع کے مال میں خود بخود مل گئی تو دونوں اس میں شریک ہوجاویں گے اور اگر مودع نے امانت میں زیادتی کی پھر اس زیادتی کو دور کر دیا تو ضمان بھی زائل ہوجاوے گا۔

فائدہ:۔ جیسے امانت کو جس گھر میں مودع نے کہا تھا نہ رکھا بلکہ دوسرے گھر میں رکھا بعد اس کے پھر اسی گھر میں رکھ دیا تو ضمان زائل ہوجاوے گا اگر وہ پہلا مکان ایسا تھا کہ جو اس میں ودیعت رہتی تو ہلاک ہوجاتی اور ضمان لازم ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک زائل نہ ہوگا کذافی الاصل۔

(٦) دوشریکوں کی امانت

اگر دوشریکوں نے اپنا مال ایک شخص کے پاس امانت رکھا اب ایک شریک آیا تو مودع کو یہ نہیں پہنچتا کہ اس کا حصہ حوالے کرے بغیر دوسرے کے آئے ہوئے۔

فائدہ:۔ جب یہ ودیعت سوا مکیل اور موزوں کے اور کوئی چیز ہو تو یہ حکم اتفاقی ہے اور اگر مکیل وموزوں ہووے تو یہی حکم ہے نزدیک امام اعظم کے برخلاف صاحبینؒ کے اس واسطے کہ مودع کو ولایت تقسیم مال کی نہیں ہے کذافی الاصل۔

(٧) ولا حدالمودعين دفعهما الى الأخرفيما لايقسم ودفع نصفها فقط فيما يقسم اى اذاكانت الوديعة عند رجلين وهى ممالايقسم يحفظها احد هما باذن الأخر وان كانت مما يقسم لايجوز لاحدهما ان يدفعها الى الأخر للحفظ بل يقسمان فيحفظ كل واحد نصفها وهذا عندابى حنيفة وعندهما يجوز الدفع الى الاخر فيما يقسم وضمن دافع الكل لاقابضه اى اذا دفع الكل الى الاخر فيما يقسم يضمن الدافع النصف ولا يضمن القابض لان مودع المودع لايضمن عنده (٨) فان نهى عن الدفع الى عياله فدفع الى من له منه بدضمن والى من لابدله منه كدفع الدابة الى عبده وشئ يحفظه النساء الى عرسه لاكمالوامرحفظها فى بيت معين من دارفحفظ فى اٰخر منها لان بيوت داروحدة لايتفاوت فلافائدة فى التعيين بخلاف الدار لان الدارين يتفاوتان فان كان له خلل ظاهر ضمن الى اذاكانت للبيت الذى حفظها فيه خلل ظاهر وقدعين بيتاٰاخر من هذه الدارضمن

(٧) ایک چیز کو دو کے ہاں امانت رکھنا

جب ایک چیز امانت رکھی دومردوں کے پاس تو اگر وہ شے قابل قیمت نہیں ہے تو ہر ایک ان کا حفاظت کرسکتا ہے دوسرے کے اذن سے اور جو قابل تقسیم ہے تو ہر ایک کو چاہئے کہ اس کے دو حصے کر کے ایک ایک حصے کی حفاظت کرے۔ (اور صاحبینؒ کے نزدیک یہاں بھی ہر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دے سکتا ہے کذافی الاصل) باوجود اس کے اگر ایک مودع نے نصف حصہ اپنا دوسرے کو دے دیا اور وہ امانت قابل تقسیم ہے تو یہ دینے والا نصف کا ضامن ہوگا نہ جو قابض ہے کل مال پر کیونکہ مودع المودع ضامن نہیں ہوتا امام صاحبؒ کے نزدیک۔

(٨) مودع کا کسی دوسرے کو دینا یا دوسری جگہ رکھنا

اگر مودع نے منع کر دیا مودع کو کہ اس امانت کو اپنے

گھر والوں کے سپرد نہ کرنا اور اس نے دیا اس شخص کو کہ اگر اس کو نہ دیتا تو کچھ اسکا حرج نہ تھا تو ضامن ہوگا اور اگر اس کو دیا کہ جس کے بغیر دیئے چارہ نہ تھا جیسے امانت جانور تھا اور اپنے غلام کے سپرد کیا یا وہ چیزیں تھیں جس کی عورتیں حفاظت کرتی ہیں اور اپنی بیوی کو دیں تو ضامن نہ ہوگا جیسے اگر ایک دار یعنی احاطہ میں کئی کوٹھڑیاں ہیں اور مودع نے ایک کوٹھڑی خاص میں رکھنے کو کہا تھا اور اس نے دوسری کوٹھڑی میں رکھا تو ضامن نہ ہوگا کیونکہ ایک دار کی سب کوٹھڑیاں حفاظت میں برابر ہیں بخلاف دار کے اس لئے کہ دو دار حفاظت میں متفاوت ہوتے ہیں (یعنی جب دار بدل دے گا تو ضامن ہوگا) مگر جب دوسری کوٹھڑی میں جس میں اس نے مال رکھا کوئی خلل ظاہر ہوگا تو ضامن ہوگا (جیسے اس کا دروازہ بودا ہووے یا دیوار ٹوٹی ہووے) اور اگر مودع نے امانت کسی اور پاس رکھائی تو ضمان صرف اول پر لازم آوے گا۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک کو اختیار ہے چاہے تاوان اس کا مودع سے لیوے خواہ مودع المودع سے لیکن اگر مودع الموع سے لے گا تو وہ مودع سے پھیر لے گا کذافی الاصل۔

ولواودع المودع فهلكت ضمن الاول فقط هذا عند ابی حنيفة رحمه الله تعالىٰ وقالا رحمهما الله يضمن ايهما شاء فان ضمن الأخر رجع على الاول (۹) ولو اودع الغاصب ضمن ايهما شاء هذا بالاتفاق فهما قاسامودع المودع على مودع الغاصب فان المودع اذا دفع الى الاجنبى صارغاصبا وفرق ابو حنيفة رحمه الله بان المودع اذا دفع الى الغير لايضمن مالم يفارقه فاذا فارق ترك الحفظ فيضمن ولا يضمن الأخرلانه صارمودعاحيث غاب الأخرولاصنع له فى ذلک كثوب القته الريح فى حجر انسان۔(۱۰) ولو ادعى كل من رجلين الفامع ثالث انه له اودعه اياه فنكل لهما فهذا والف اٰخر عليه لهماادعى زيد على عمروان الالف الذى فى يدک لى اودعته اياک وادعى بكرعلى عمروكذلک ولابينة لاحدوعمرو منكر فالقاضى يحلفه لكل واحد على الانفرادويبدأ بايهما شاء فان تشاحااقرع فيهما فان نكل لاحد هما يحلفه للأخر فان نكل له ايضًا فهذا الالف مع الالف الأخر عليه يكون لهما لانه اوجب الحق لكل واحد منهما سواء بالنكول اوبالاقراروذلک حجة فى حقه ويصرف الالف اليهما وصارقاضيا نصف حق كل منهما بنصف حق الأخر فيغرمه واعلم ان النكول ههنا يفارق الاقرارفانه اذا اقرلاحدهما يقضى له ولا يحلف للأخرلان الاقرار حجة فى نفسه والنكول انما يصير حجة بقضاء القاضى فجاز تاخير القضاء ليحلف الثانى حتى اذا نكل لاحدهما وقضى القاضى به فعلى رواية فخرالاسلام البزدویؒ يحلف للثانى فان نكل يقضى بينهمالان القضاء للاول لايبطل حق الثانى وعلى رواية الخصافؒ لايحلف للثانى لان القضاء وقع فى مجتهد فيه لان بعض العلماء قال اذا نكل لاحدهما يقضى له ولايؤخر لتحليف الثانى لان النكول كالاقرار وفى الاقرار لايؤخر.

(۹)مغصوب چیز کی امانت

اوراگر غاصب نے شے مغصوب کوکسی کے پاس امانت رکھا بعداس کے وہ شے اس شخص کے پاس سے تلف ہوگئی تو مالک کواختیار ہے تاوان اس کا غاصب سے لیوے اور چاہے مودع الغاصب سےاور یہ بالاتفاق ہے۔
فائدہ:۔یعنی اس شخص سے جس کے پاس غاصب نے امانت رکھا تھا سو اگر تاوان لیوے مودع سے تو وہ غاصب پر رجوع کرلیوے درمختار۔

(۱۰)ایک امانت کے دودعویدار

عمرو کے پاس ہزارروپے ہیں زید نے دعویٰ کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور بکر نے دعویٰ کیا کہ یہ میری امانت ہیں اور کسی کے پاس گواہ نہیں ہیں اور عمرو دونوں کے دعوے سے منکر ہے تو قاضی عمرو کو حلف دلاوے گا ہرایک کے لئے جدا جدا اور جس کے حلف سے چاہے شروع کرے اور جو جھگڑا کریں تو قرعہ ڈال لیوے تو اگر ایک کے حلف سے عمرو نے نکول کیا دوسرے کے لئے حلف دلائے اگر اس کے لئے بھی نکول کرے تو یہ ہزار دونوں کے ٹھہریں گے اور عمرو پر ہزار روپے اور لازم آویں گے۔ (دلیل اس کی مع اور تفصیل کے اصل کتاب میں مذکور ہے فقط)

كتاب العارية

(۱) هى تمليك منفعة بلابدل فان اللفظ ينبئ عن التمليك فان العرية العطية والمنافع قابلة للتمليك كالوصية بخدمة العبد وعند البعض هى اباحة الانتفاع بملك الغيرواعلم ان التمليكات اربعة انواع فتمليك العين بالعوض بيع وبلاعوض هبة وتمليك المنفعة بعوض اجارة وبلا عوض عارية (۲) وتصح باعرتك ومنحتك اصل المنح ان يعطى ناقة او شاة ليشرب لبنها ثم تردفروعى فيه اصل الوضع فحمل على العارية واطعمتك ارضى وحملتك على دابتى واخدمتك عبدى وداري لك سكنى اى داري لك بطريق السكنى فدارى مبتداء ولك خبره وسكنى تمييز عن النسبة الى المخاطب وعمرى سكنى اى دارى لك عمرى سكنى فعمرى مفعول مطلق لفعل محذوف وتقديره اعمرتهالك عمرى والعمرى جعل الدارلاحدمدة عمره وسكنى تميز ويرجع المعير فيها متى شاء (۳)ولايضمن بلا تعدان هلكت هذا عندنا وعندالشافعى رحمه الله تعالىٰ العارية مضمونة

عاریت کی فضیلت

یہ کتاب ہے عاریت کے احکام کے بیان میں یعنی مانگی ہوئی چیز کے دینے کے بیان میں۔عاریت کی خوبی قرآن اور حدیث اور اجماع سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ویمنعون الماعون یعنی منع کرتے ہیں ماعون کو ماعون اس چیز سے عبارت ہے جس کے عاریت دینے کی لوگوں میں عادت جاری ہو پھر جب عاریت نہ دینا مذموم ٹھہرا تو عاریت دینا خوب ہوا اور ہدایہ میں ہے کہ عاریت جائز ہے اس واسطے کہ یہ ایک قسم کا احسان ہے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی زرہیں عاریت لی تھیں صفوانؓ سے غزوۂ حنین میں

روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور بخاری میں ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوطلحہؓ کا گھوڑا جس کا مندوب نام تھا بطور عاریت لیا تھا۔

(۱) عاریت کی تعریف

عاریت کہتے ہیں نفع کے مالک کردینے کو بغیر عوض کے جاننا چاہئے کہ تملیکات چار قسم کے ہیں ایک تملیک عین بعوض تو یہ بیع ہے دوسری تملیک عین بلاعوض یہ ہبہ ہے تیسری تملیک منفعت بعوض یہ اجارہ ہے چوتھی تملیک منفعت بلاعوض یہ عاریت ہے۔

فائدہ:۔ اعارہ عاریت دینا استعارہ عاریت مانگنا معیر عاریت دینے والا مستعیر عاریت لینے والا مستعار وہ شے جو عاریت دی جاوے۔

(۲) عاریت کے الفاظ

صحیح ہے عاریت ان الفاظ سے کہ یہ چیز میں نے تجھ کو عاریت دی یا عطا کی یا اپنی زمین میں نے تجھے کھانے کو دی۔ (یعنی زمین کا غلہ تیرے کھانے کو دیا) یا میں نے تجھے اس جانور پر چڑھایا یا میں نے اپنا غلام تجھے خدمت کے لئے دیا یا میرا گھر تیرا ہے سکونت کی راہ سے یا میرا گھر میری عمر بھر تیرے رہنے کو ہے اور معیر کو اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی چیز پھیر لیوے۔

فائدہ:۔ اگرچہ معیر نے اس کا کوئی وقت بھی مقرر کردیا ہووے اور مستعیر کو پھیر دینا اس کا واجب ہے اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاریت ادا کی جاویگی طرف مالک کے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے ابی امامہؓ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کر امانت کو اس کی طرف جس نے امین کیا تجھے اور نہ خیانت کر اس کی جس نے خیانت کی تیری روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ نے ابوہریرہؓ سے اور حسن کہا اس کو اور صحیح کیا اس کو حاکم نے اور منکر جانا اس کو ابوحاتم رازی نے۔

(۳) مستعار کی ہلاکت

اور بغیر زیادتی مستعیر کے اگر مستعار مستعیر پاس ہلاک ہوجاوے تو مستعیر پر تاوان اس کا لازم نہ آوے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ عاریت امانت ہے اور امانت کا تاوان نہیں ہوتا اور امام شافعیؒ کے نزدیک تاوان لازم آوے گا۔

(۴) ولاتوجرلان الشئ لایستتبع ماقوقه فان اجرها فعطبت ضمنه المعبرولایرجع علے احداوالمستاجر بالنصف عطف علے الضمیر المنصوب فے ضمنه ویرجع علے موجره ان لم یعلم انه عاریة معه ان لم یعلم المستاجر انه عاریة مع موجره وانما یرجع علیه المستاجر للغرور بخلاف ماذاعلم اذلا غرور من الموجر (۵) ویعار ما اختلف استعماله اولاانْ لم یعین منتفعابه وما لایختلف ان عین ای ان اعارشیًا ولم یعین من ینتفع به فللمستعیر ان یعیره سواء اختلف استعماله کرکوب الدابة او لم یختلف کالحمل علے الدابة وان عین من ینتفع به فان لم یختلف استعماله بغیره جاز وان اختلف لاوکذا الموجر ای اذا اجر شیًا فان لم یعین من ینتفع به فللمستاجران یعیره سواء اختلف استعماله او لا وان عین یعیرمالایختلف استعماله لا مااختلف وعندالشافعی رحمه الله تعالیٰ لیس للمستعیرالاعارة لان العاریة عنده اباحة الانتفاع والمباح له لایملک الاباحة وعندناهے تملیک المنافع والمستعیر لما ملک المنافع کان له ان یملکها غیره

(۴) مستعار کو کرایہ پر چلانا

مستعیر کو یہ اختیار نہیں کہ مستعار کو کرایہ پر چلاوے تو اگر اس نے کرایہ پر دیا اور ہلاک ہوگئی تو معیر کو اختیار ہے کہ تاوان اس کا مستعیر سے لیوے یا کرایہ دار سے سو اگر مستعیر سے لیا تو وہ کسی پر رجوع نہ کرے اور جو کرایہ دار سے لیا تو وہ مستعیر پر رجوع کر لیوے اگر اس کو کرایہ لیتے وقت علم اس بات کا نہ ہووے کہ یہ شے عاریت ہے موجر پاس۔

(۵) مستعار کے استعمال کے مجازین

اگر ایک شے عاریت دی اور نفع اٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستعیر کو درست ہے کہ وہ شے دوسرے کو بطور عاریت دیوے برابر ہے کہ استعمال اس کا مختلف ہو جیسے سواری جانور کی یہ نہ مختلف ہو جیسے بوجھ لادنا جانور پر اور اگر معین کر دیا اس شخص کو جو اس شے سے نفع لیوے، (جیسے معیر نے کہہ دیا کہ تو ہی اس سے نفع اٹھانا) تو اگر استعمال اس کا مختلف نہ ہو تب مستعیر کو اس کا عاریت دینا درست ہے اور اگر مختلف ہو تو دوسرے کو عاریت دینا درست نہیں اسی طرح موجر کا حکم ہے۔

فائدہ:۔ یعنی جس وقت کوئی شے کرایہ دی تو اگر موجر نے نفع اٹھانے والے کو معین نہیں کیا تو مستاجر دوسرے کو عاریت دے سکتا ہے برابر ہے کہ وہ شے مختلف الاستعمال ہو یا نہ ہو اور اگر معین کر دیا تو نہیں دے سکتا مگر اس شے کو جو مختلف الاستعمال نہ ہووے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مستعیر کو عاریت دینا کسی صورت میں جائز نہیں کذا فی الاصل۔

(۶) فمن استعار دابة او استاجر مطلقا یحمل ویعیرله ای للحمل وبرکوبه یعین وضمن بغیره (۷) وان اطلق الانتفاع فی الوقت والنوع تنفع به ماشاء ای وقت شاء وان قید ضمن بالخلاف الی شر فقط القید (التقیید) اماان یکون فی الوقت دون النوع او فی النوع دون الوقت او فیهما فان عمل علی موافقة القید فظاهروان خالف فان کان الخلاف الی مثل اوالی خیر لا یضمن ولی شریضمن وکذا تقییدالاجارة بنوع او قدرای ان وافق او خالف الی مثلی اوالی خیر لا یضمن والی شریضمن (۸) وردهاالی اصطبل مالکها او مع عبده او اجیره مسانهة او مشاهرة او مع اجیرربها او عبده یقوم علی دابته او لاتسلیم ای ردالدابة الی اصطبل مالکها فهلکت قبل الوصول الی مالکها لایضمن لان هذا تسلیم وکذا ان ارسلها المستعیر مع عبده الی المالک فهلکت قبل الوصول الیه وکذا ان ارسلها مع اجیره مسانهة او مشاهرة بخلاف اجیره میاومة اذ لیس فی عیاله فیضمن بالتسلیم الیه وکذاان سلمها الی اجیر المالک او عبده سواء یقوم علی الدواب اولافهلکت قبل الوصول الی المالک وهوالاصح وقیل یضمن بالتسلیم الی عبده الذی لایقوم علی الدواب فدلت المسئلة علی ان المستعیر لایملک الایداع کردمستعار غیر نفیس الی دارمالکه فان هذا تسلیم بخلاف المستعار النفیس کالجواهر حیث الاردالاالی المعیر بخلاف ردالودیعة والمغصوب الی دارمالکها فان هذالایکون تسلیماً بل لابد من الردالی المالک

(۶) مستعار جانور کا استعمال

تو جس شخص نے ایک جانور کرایہ میں یا بطور عاریت لیا اور موجر اور معیر نے کوئی قید نہیں لگائی تو اس شخص کو پہنچتا ہے کہ اس جانور پر آپ بوجھ لادے یا دوسرے کو بطور عاریت بوجھ لادنے کے لئے دیوے اور خود سوار ہووے اور دوسرے کو سوار کرادے اور جس کام کو کرے گا تو وہی فعل معین ہو جاوے گا اب اگر دوسرا فعل کردے گا تو ضامن ہوگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مطلق ہر قسم کے نفع کو شامل ہے اور تعیین انتفاع میں مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے تو اگر اول آپ سواری کی تو اب دوسرے کو سوار نہیں کر سکتا اور اگر بوجھ لادا تو سوار ہو نہیں سکتا۔

(۷) مستعار سے نفع اندوزی کی حدود

اور اگر معیر اور موجر نے انتفاع کو مطلق رکھا وقت میں اور قسم میں تو مستعیر اور مستاجر کو اختیار ہے کہ جس وقت چاہے اور جس طرح کا چاہے نفع لیوے اور اگر مقید کر دیا تو اگر مستعیر اور مستاجر نے اس کے مثل یا بہتر دوسرا نفع لیا تو خیر اور اگر اس سے بڑا نفع لے گا تو ضامن ہوگا اور اسی طرح اگر مقید کیا اجارے کو یا قسم یا قدر کے ساتھ پس اگر مستاجر نے موافق اس کے کیا یا مثل یا بہتر کیا تو ضامن نہ ہوگا اور جو اس سے بدتر کیا تو ضامن ہوگا۔

(۸) مستعار کی واپسی

اگر ایک شخص نے ایک جانور کرایہ کو یا بطور عاریت کے لیا اور بعد فراغت کے اس جانور کو مالک کے اصطبل میں چھوڑ دیا یا اپنے غلام یا اس نوکر کے ساتھ جس کو تنخواہ ماہواری یا سالانہ ملتی ہو بھیج دیا یا مالک کے غلام کے ہمراہ خواہ وہ غلام اس جانور پر مقرر ہو یا نہ ہو یا اسی کے نوکر کے ہمراہ روانہ کر دیا پھر وہ جانور مالک کو ملنے کے اول ہلاک ہو گیا تو ضامن نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اور جو نوکر روز پر ملازم ہو تو اس کے ہمراہ بھیجنے سے ضامن ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ مستعیر امانت رکھنے کا مالک نہیں اور بعض کے نزدیک اگر غلام اس کا اس جانور پر مقرر نہ ہوگا تو اس کو تسلیم سے ضامن ہوگا کذا فی الاصل۔

بیش قیمت اور کم قیمت کا فرق

جیسے مستعیر شے مستعار کو جو نہایت عمدہ اور بیش قیمت نہ ہو معیر کے گھر میں دے آوے پھر وہ ہلاک ہو جاوے مالک کو پہنچنے سے پہلے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہ شے نہایت نفیس ہو جیسے جواہرات وغیرہ تو گھر میں دے آنے سے بری الذمہ نہ ہوگا بلکہ خاص مالک کو دینا چاہئے اسی طرح امانت اور مغصوب کو اگر مالک کے گھر پر دے آوے گا تو ضامن ہوگا۔

فائدہ:۔ یعنی درصورت ہلاک بلکہ امانت اور مغصوب کو خاص مالک کو دینا ضرور ہے کذا فی الاصل۔

(۹) وعارية النقدين والمكيل والموزون والمعدود قرض لانه لا ينتفع بهذه الاشياء الابالاستهلاك الااذاعين الانتفاع كاستعارة الدراهم ليعتبر الميزان او يزين الدكان.وفائدة كونها قرضا انهالو هلكت في يدالمستعير قبل الانتفاع تكون مضمونة (۱۰) وصح اعارة الارض للبناء والغرس وله ان يرجع عنها ويكلف قلعها ولايضمن ان اطلق اى لايضمن المعير مانقص من البناء والغرس بالقلع ان كانت الاعارة مطلقة اى غيرموقتة وضمن ما نقص بالقلع ان وقت اى وقت الاعارة ورجع عنها قبل ذلك الوقت وانما يضمن للغرور

وفی صورة الاطلاق ماغره بل اعیرالمستعير واعتمد علی الاطلاق وكره الرجوع قبله ای قبل الوقت لان فيه خلف الوعد (۱۱) ولواعارللزرع لايوخذ حتے يحصدوقت اولا لان للزرع نهاية معلومة ففي الترک من رعاية الحقين بخلاف الغرس اذليس له نهاية معلومة (۱۲) واجرة ردالمستعار والمستاجر والمغصوب علی المستعير والموجر والغاصب لان الردواجب علی المستعير والغاصب عند طلب الملک واما علی المستاجر التمكين والتخلية دون الردفان منفعة القبض للموجر فيكون مؤنة الردعليه لاعلی المستاجر (۱۳) ويكتب المعارله قد اطعمتنی ارضک لاعرتنی اذا اعيرت للزراعة اذا اعيرت الارض للزراعة فارادالمستعيران يكتب كتابا فعندابی حنيفة يكتب لفظ الاطعام لانه ادل علی الزراعة فان اعارة الارض قديكون للبناء والغرس وعندهما يكتب لفظ الاعارة.

(۹) وہ چیزیں جن کی عاریت قرض ہے

اور عاریت لینا روپیہ اشرفی اور مکیل اور موزوں اور معدود کا قرض میں داخل ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ ان اشیاء سے نفع حاصل نہیں ہوسکتا بدوں استہلاک عین کے الا اس صورت میں جب انتفاع کو معین کر دیوے جیسے روپیہ مانگے دھڑا درست کرنے کے لئے یا دکان کی آرائش کے لئے تو عاریت ہوگا اور فائدہ قرض ہونے کا یہ ہے کہ اگر یہ چیزیں ہلاک ہوجاویں گی مستعیر پاس قبل نفع لینے کے تو ضمان اس پر لازم آوے گا کذافی الاصل۔

(۱۰) مکان اور شجر کاری کیلئے زمین عاریت دینا

صحیح ہے عاریت دینا زمین کا واسطے مکان بنانے اور درخت بونے کے اور معیر کو پہنچتا ہے کہ جس وقت چاہے عاریت سے رجوع کرے اور مستعیر کو حکم کرے واسطے کھودنے مکان اور درخت کے اور درخت اور مکان کا جو نقصان ہوگا تو معیر اس کا ضامن نہ ہوگا اگر عاریت کے وقت معیر نے کوئی وقت بیان نہ کیا ہووے اور اگر وقت معین کر دیا ہو اور قبل وقت کے اس کے کھودنے کا حکم کرے تو جس قدر قیمت اس درخت یا مکان کے کھودنے سے گھٹ جاوے گی اس کا معیر کو تاوان دینا ہوگا اور مکروہ ہے کہ معیر قبل وقت کے عاریت میں رجوع کرے (کیونکہ یہ وعدہ خلافی ہے اور وہ حرام ہے)

(۱۱) کاشتکاری کیلئے زمین عاریت دینا

اور اگر زمین کھیتی بونے کے لئے عاریت دی تو معیر کو یہ نہیں پہنچتا کہ قبل کھیت کٹنے کے زمین اپنی لے لیوے خواہ عاریت کی مدت مقرر کی ہو یا نہ کی ہو۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ کھیتی کی انتہا ایک مدت معلوم تک ہے تو اس حکم میں عاریت طرفین کی ہے بخلاف درخت یا مکان کے کہ اس کی کچھ انتہا نہیں ہے کذافی الاصل۔

(۱۲) مستعار چیز کی واپسی کی اجرت

شے مستعار اور مستاجر اور مغصوب کے رد کی اجرت مستعیر اور موجر اور غاصب پر واجب ہے۔

فائدہ:۔ مستاجر پر اجرت رد کی واجب نہیں بلکہ اس پر صرف خالی اور فارغ کر دینا ضرور ہے نہ رد کرنا اس لئے کہ نفع قبضے کا واسطے موجر کے ہے پس ہوگی اجرت رد کرنے کی موجر پر نہ مستاجر پر کذافی الاصل۔

(۱۳) کاشتکاری کیلئے لی گئی زمین کی دستاویز

جب ایک شخص زمین واسطے کھیتی کرنے کے عاریت لیوے تو مالک کی دستاویز میں یوں لکھے کہ تو نے مجھ کو زمین کھانے کے لئے دی ہے نہ یہ کہ تو نے عاریت دی اس لئے کہ عاریت زمین کی کبھی واسطے مکان بنانے اور درخت لگانے کے ہوتی ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک یوں ہی لکھے کہ تو نے زمین مجھے عاریت دی واللہ اعلم۔

كتاب الهبة

(۱) هي تمليک عين بلاعوض (۲) ويصح وهبت ونحلت واعطيت واطعمتک هذا الطعام فان الاطعام اذا نسب الى الطعام كان هبة واذانسب الى الارض كان عارية وجعلت هذالک واعمرتک وجعلته لک عمرى قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم من اعمر عمرى فهي للمعمر حال حياته ولورثته من بعده بخلاف ماذا قال دارى لک عمرى سكنى فان قوله سكنى يجعله عارية وحملتک على هذه الدابة ينيتها وكسوتک هذا الثوب ودارى لک هبة تسكنها فان قوله تسكنها ليس تميزا بل هو مشهورة وفي هبة سكنى اى دارى لک هبة سكنى فقوله سكنى تميز فيكون تفسير الماقبله فيكون عارية او سكنى هبة اى دارى لک بطريق السكنة خال كون السكنى هبة اى موهوبة او نحلى سكنى النحلى اسم من النحلة اى الاعطاء تقديره نحلتها نحلة ثم قوله سكنى تميز او سكنى صدقة اى دارى لک بطريق السكنى حال كون السكنى صدقة او صدقة عارية اى دارى لک حال كونها صدقة بطريق العارية فعارية تميز فهم منه المنفعة او هبة عارية اى دارى لک بطريق العارية حال كونها هبة فلما قال عارية فهم منها المنفعة معناه حال كون المنافع موهوبة لک

فائدہ:۔ ہبہ کا جواز واستحباب

ہبہ کا جواز اور مستحب ہونا حدیث سے ثابت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہدیہ دو آپس میں تا محبت زیادہ ہو آپس میں روایت کیا اس کو بخاریؒ نے ادب المفرد میں ابو ہریرہؓ سے اور ابویعلیٰ نے اسناد حسن سے اور روایت کیا اس کو مالکؒ نے موطا میں عطاءؒ سے مرسلاً اور نسائی نے کتاب الکنی میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں اور روایت کی بزار نے انسؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپس میں ہدیہ بھیجو اس لئے کہ ہدیہ دور کرتا ہے کینے کو اور اس کے جواز پر اجماع منعقد ہوا۔

(۱) ہبہ کی تعریف

ہبہ کہتے ہیں ذات ایک شے کا مالک کر دینا غیر کو بغیر عوض کے۔

فائدہ:۔ اور واہب کہتے ہیں ہبہ کرنے والے کو اور موہوب لہ جس کو ہبہ کیا جاوے اور موہوب وہ شے جس کو ہبہ کرے۔

(۲) ہبہ کے الفاظ

صحیح ہے ہبہ ان الفاظ سے وهبت ہبہ کیا میں نے نحلت عطا کیا میں نے (اس لئے کہ وہبت صریح ہے معنی ہبہ میں اور نحل بھی مستعمل ہے ہبہ میں فرمایا حضرت صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے لئے جس نے اپنے بیٹے کو ایک غلام ہبہ کیا تھا اکل ولدک نحلة مثل کذا کیا سب لڑکوں کو دیا تو نے اسی طرح) اعطیت عطا کیا میں نے اطعمتک وھٰذا الطعام کھانے کو دیا میں نے تجھے یہ کھانا (اس واسطے کہ اطعام جب منسوب ہوتا ہے طرف طعام کے تو ہبہ ہوتا ہے اور جب منسوب ہو طرف زمین کے جیسے کہے اطعمتک ھذہ الارض تو عاریت ہے جیسا کہ گزرا کذافی الاصل) جعلت ھذالک اس کو میں نے تیرے لئے کر دیا اور اعمرتکہ اور جعلت لک عمرے میں نے یہ چیز تجھے بطور عمریٰ دی یعنی عمر بھر کو دی۔ (عمریٰ یہ ہے کہ اپنی کوئی چیز کسی کو اس کی مدۃ العمر کے لئے دیدیوے اور کہے کہ جب تو مر جاوے گا تو میں پھیر لوں گا سو تملیک صحیح ہے اور پھیر لینے کی شرط باطل ہے اس واسطے کہ ہبہ باطل نہیں ہوتا شروط فاسدہ سے بلکہ وہ شرطیں باطل ہو جاتی ہیں اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کسی کو عمریٰ دیوے تو وہ چیز معمرلہ کی ہے تاحیات اس کی کے اور بعدہ اس کے وارثوں کی روایت کیا اس کو جماعت نے سوا بخاریؒ کے جابرؓ سے برخلاف اس صورت کے کہ داری لک عمریٰ سکنیٰ کہے کیونکہ قول اسکا سکنیٰ عاریت ہے کذافی الاصل) حملتک علیٰ ھٰذہ الدابة میں نے تجھ کو سوار کیا اس جانور پر بشرطیکہ نیت ہبہ کی ہو کسوتک ھٰذا الثوب پہنایا میں نے تجھ کو یہ کپڑا داری لک ھبةً تسکنھا میرا گھر تیرا ہے موہوب ہو کر اس میں رہے گا تو اور قول تسکنہا تمیز نہیں بلکہ وہ مشہور ہے اور اگر یوں کہے کہ داری لک ھبةً سکنیٰ تو عاریت ہو جاوے گا کیونکہ اس صورت میں لفظ سکنیٰ کا تمیز ہوگا اور تفسیر ہوگا اپنے ماقبل کا پس عاریت ہوگا یا یوں کہے سکنیٰ ھبةً اس واسطے کہ ہبۃً حال ہوگا سکنیٰ سے جب بھی عاریت ہوگا اسی طرح نحلےٰ سکنےٰ اور سکنیٰ صدقۃ اور صدقۃ عاریۃ اور عاریۃ ہبۃ میں بھی عاریت ہوگا۔

فائدہ:۔ نحلےٰ سکنےٰ کے معنی دیا میں نے تجھ کو یہ گھر دینے کرازروئے سکونت کے اور سکنیٰ صدقۃً یعنی گھر میرا تیرے لئے ہے بطریق سکنیٰ کے حال آنکہ وہ سکنیٰ صدقہ ہے اور صدقةً عاریةً یعنی گھر میرا تیرے لئے صدقہ ہے بطریق عاریت کے عاریةً ھبةً یعنی گھر میرا تیرے لئے ہے بطور عاریت کے حال آنکہ وہی عاریت ہبہ ہے یعنی ہبہ منافع مراد ہے نہ ہبہ عین کذافی الاصل۔

(۳) وتتم بالقبض الكامل (۴) اى تتم الهبة بالقبض الكامل الممكن فى الموهوب الموهوب له فالقبض الكامل فى الموهوب المنقول ماينا سبه وفى العقار ماينا سبه فقبض مفتاح الدار قبض لها والقبض الكامل فيما يحتمل القسمة بالقسمة حتے يقع القبض علے الموهوب بطريق الاصالة من غير ان يكون بتبعية قبض الكل وفيما لا يحتمل القسمة بتبعية قبض الكل فتصح ان قبض فى مجلسها بلا اذن وبعده باذن اى اذا قبض فى مجلس الهبة بلا اذن كان قبضالان الهبة دليل الاذن وبعد انقضا المجلس لابدان ياذن الواهب صريحا (۵) كمشاع لايقسم متعلق بقوله فتصح والمراد به انه اذا قسم لايبقےٰ منفعة كالرحىٰ والحمام والبيت الصغير (۲) لافيما يقسم اى لا يصح الهبة فى مشاع لو قسم يبقىٰ منفعته عندنا خلاف للشافعے رحمه الله تعالىٰ وهذاالخلاف مبنے علے اشتراط القبض هو يقول المشاع

محل للقبض کما فی البیع ونحوہ ونحن نقول القبض منصوص علیہ ھھنا فلا بد من کمالہ لقولہ علیہ السلام لا یجوز الھبۃ الامحوزۃ مقبوضۃ ولا فرق عندنا بین ان یھبہ من الشریک او من الاجنبی والمفسد ھو الشیوع المقارن لاالشیوع الطاری کما اذاوھب ثم رجع فی البعض الشائع او استحق البعض المشائخ بخلاف الرھن فان الشیوع الطاری مفسد لہ فان قسم وسلم صح ای اذاوھب النصف المشاع ثم قسم وسلم صح لان تمامھا بالقبض وعند القبض لا شیوع

(۳) ہبہ کی تکمیل

اور تمام ہوتی ہے ہبہ قبض کامل سے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں جائز ہوتی ہے ہبہ مگر قبض کے ساتھ کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے البتہ روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے قول سے ابراہیم نخعیؒ کے اور مراد اس سے یہ ہے کہ بدوں قبض کے ملک موہوب لہ کی ثابت نہیں ہوتی اس واسطے کہ جواز بدوں قبض کے بھی ہوجاتا ہے ہدایہ۔

(۴) قبض کامل

مراد قبض کامل سے یہ ہے کہ جس قدر ممکن ہو موہوب لہ) موہوب پر قبضہ کرلے تو منقول میں قبض کامل وہ ہے جو اس کے مناسب ہو اور غیر منقول میں جو اس کے مناسب ہووے، تو گھر کی کنجیوں پر قبضہ کرنا گھر پر قبضہ ہوگا اور جو چیز لائق قسمت ہے اس میں قبض کامل بعد قسمت کے ہوگا اور جو لائق قسمت نہیں تو کل پر قبضہ کرنے سے موہوب پر بھی قبضہ ہوجاوے گا پس صحیح ہے اگر قبضہ کیا موہوب لہ) نے مجلس ہبہ میں بلا اذن واہب کے اور اگر بعد مجلس ہبہ کے قبضہ کیا تو باذن واہب ضرور ہے۔

(۵) مشاع چیز کا ہبہ

صحیح ہے ہبہ کرنا اس مشاع کا جو قابل قسمت نہیں ہے۔ (مشاع اس شے کو کہتے ہیں کہ شریکوں میں مشترک ہووے اور اس کی قیمت نہ ہوئی ہووے) اور مراد یہ ہے کہ جب تقسیم کیا جاوے تو قابل منفعت نہ رہے جیسے چکی یا حمام یا چھوٹا مکان (کہ بعد تقسیم کے قابل انتفاع کے نہیں رہتا تو اگر ایسے مشاع کو واہب نے ہبہ کیا موہوب لہ کو اور موہوب لہ نے اس پر قبضہ کرلیا تو قبل از تقسیم بھی ہبہ تمام ہوجاتی ہے)

(۶) وہ شیوع جو مفسد ہبہ ہے

اور نہیں صحیح ہوتی ہے ہبہ اس مشاع کی جو قابل تقسیم ہے جو تقسیم کی جاوے تو منفعت اس کی باقی رہے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح ہے اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے۔ (یعنی قبل تقسیم کے اگرچہ موہوب لہ اس پر قبضہ کرلیوے) اگرچہ اپنے شریک ہی کو ہبہ کرے یا اجنبی کو جاننا چاہئے کہ مفسد ہبہ وہ شیوع ہے جو مقارن ہو ہبہ کے نہ جو بعد ہبہ کے طاری ہو جاوے جیسے ایک شخص نے ایک مکان ہبہ کیا پھر اس کے بعض غیر معین میں رجوع کیا یا بعض غیر معین کسی اور کا نکلا برخلاف رہنے کے کہ وہاں شیوع طاری بھی مفسد ہے تو اگر واہب نے اس کی تقسیم کی پھر سپرد کیا موہوب لہ کو تو ہبہ صحیح ہوجاوے گی۔

فائدہ:۔ یعنی پہلے اس نے نصف مشاع ہبہ کیا پھر تقسیم کر کے تسلیم کردیا تو ہبہ صحیح ہوجاوے گی اس واسطے کہ تمامی ہبہ قبض سے ہے اور وقت قبض کے شیوع نہ رہا کذا فی الاصل۔

(۷) فان وهب دقيقا في براودهنا في سمسم لاوان طحن اواخرج وسلم وكذا السمن في اللبن انمالايجوز لان الموهوب معدوم وقت الهبة بخلاف المشاع (۸) وهبة لبن في ضرع وصوف علے غنم وزرع ونخل في الارض وتمرفي نخل كالمشاع اى لايجوز هذه الهبات لكن ان فصلت هذه الاشياء عن ملك الواهب وقبضت تصح (۹) وتم هبة مامع الموهوب له بلا قبض جديد (۱۰) وما وهب لطفله بالعقد وما وهب اجنبي له يقبضه عاقلا او قبض ابيه اوجده اووصى احدهما او ام هو معها او اجنبي يربيه وهو معه (۱۱) اوزوجها لها بعد الزفاف اى زوج الطفل الموهوب لهالاجلها لكن بعد الزفاف (۱۲) وصح هبة اثنين دارالواحد لان الكل يقع في يده بلاشيوع وفي عكسه لا اى هبة واحدالاثنين دارالاتصح عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى وعندهما تصح لان التمليك واحد فلا شيوع كما اذارهن من رجلين وله ان هذه هبة النصف من كل واحد فيثبت الشيوع بخلاف الرهن لانه محبوس بدين كل واحد بكماله كتصدق عشرة علے غنيين وصح على فقيرين اى اذا تصدق بعشرة علے غنيين لايصح عندابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ وكذا اذاوهب لهما للشيوع وعندهما تصح الهبة لانه لا شيوع عندهما كما في هبة واحد دارامن اثنين وكذاتصح الصدقة على الغنيين لان الصدقة على الغنيين يرادبها الهبة مجازاً والهبة جائزة ولو تصدق بعشرة على فقيرين اووهب العشرة لهما جاز بالاتفاق لان الصدقة يرادبها وجه الله تعالىٰ قال النبى صلى الله عليه وآله وسلم الصدقة تقع في كف الرحمٰن قبل ان تقع في كف الفقير فلا شيوع واما الهبة على الفقير فهى صدقة والصدقة جائزة وكذاالهبة .

(۷) گیہوں میں موجود آٹے وغیرہ کا ہبہ

اگر ہبہ کیا گیہوں کے اندر کا آٹا یا تلوں کے اندر کا تیل نہیں جائز ہے اگر چہ گیہوں پیس کر آٹا دے دیوے یا تلوں میں سے تیل نکال کردے دیوے اوراسی طرح ہبہ روغن کی دودھ میں جائز نہیں۔

فائدہ:۔ اگر چہ دودھ میں سے گھی نکال کر دے دیوے اس واسطے کہ یہ چیزیں معدوم تھیں وقت ہبہ کے تو ان کی ہبہ کسی طرح جائز نہ ہوگی برخلاف مشاع کے کذافی الاصل۔

(۸) تھنوں کے دودھ وغیرہ کا ہبہ

اور ہبہ دودھ کی تھن میں اوراون کی بکری کی پیٹھ پر اور کھیت اور درختوں کی زمین میں اور کھجور کی درخت میں مثل مشاع کے ہے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر ان چیزوں کو بعد ہبہ کے جدا کر کے دے گا تو ہبہ صحیح ہو جاوے گی مثل مشاع کے ورنہ نہیں۔

(۹) وہ چیز جو موہوب لہ کے پاس ہے

ہبہ اس چیز کی جو موہوب لہ کے پاس ہے۔ (اگر چہ بطور غصب یا امانت ہووے درمختار) بغیر قبضہ جدید کے تمام ہو جاوے گی۔

فائدہ:۔ یعنی موہوب لہ کو ضرورت نہیں کہ اس پر دوسری مرتبہ قبضہ جدید کرے۔

☆ اگر باپ

فائدہ:۔ یا جس کو ولایت ہو بچے پر یعنی جو صغیر کی پرورش کرتا ہو تو بھائی اور چچا بھی اس میں داخل ہیں جب باپ نہ ہو بشرطیکہ صغیر ان کے عیال میں ہووے درمختار۔

(۱۰) نابالغ کو ہبہ کرنا

اپنے فرزند نابالغ کو کوئی شے ہبہ کرے تو یہ ہبہ صرف

ایجاب سے تمام ہو جاوے گی نہ اس میں قبول کی حاجت ہے نہ قبض کی اس واسطے کہ ولی کا قبضہ مثل قبضہ موہوب لہ کے شمار کیا جاوے گا درمختار) اگر اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی ایک نابالغ کو تو ہبہ تمام ہو جاوے گی خود اس صغیر کے قبضہ سے اگر وہ عاقل ہو (یعنی تحصیل مال کو سمجھتا ہووے درمختار) یا اس کے باپ کے قبضہ سے یا اس کے دادا کے قبضے سے باپ اور دادا کے وصی کے قبضے سے یا ماں کے قبضہ کرنے سے اگر وہ صغیر ماں کے پاس ہووے۔ (یعنی اسی کے پاس پرورش پاتا ہو اور اگر اس کی پرورش میں نہ ہووے تو اس کا قبضہ کافی نہ ہوگا) یا اجنبی کے قبضہ کرنے سے اگر وہ اجنبی اس صغیر کی پرورش کرتا ہے اور وہ لڑکا اسی کے پاس ہے۔

(۱۱) صغیرہ کو ہبہ کرنا

اور اگر ایک شے ہبہ کی صغیرہ کے لئے اور اس کی طرف سے اس کے خاوند نے موہوب پر قبضہ کیا تو درست ہے بشرطیکہ بعد زفاف کے ہووے۔

فائدہ:۔ اور قبل زفاف کے صحیح نہیں درمختار زفاف سے مراد زوجہ کا جانا زوج کے گھر میں بعد نکاح کے۔

(۱۲) دو آدمیوں کا اپنا گھر ایک کو یا ایک کا دو کو ہبہ کرنا

دو آدمیوں نے اگر اپنا گھر ایک شخص کو ہبہ کیا تو صحیح ہے اس واسطے کہ کل گھر ایک شخص کے پاس آیا تو شیوع نہیں ہے اور اس کا الٹا یعنی ایک شخص اپنا گھر دو آدمیوں کو ہبہ کرے تو صحیح نہیں نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ (اس واسطے کے تملیک متحد ہے تو شیوع باقی نہیں رہا جیسے ایک چیز گرو کی دو شخصوں کے پاس اور امام صاحبؒ کی دلیل یہ ہے کہ ہر ایک کو نصف گھر ہبہ کیا تو شیوع ثابت ہوا برخلاف رہنے کے کہ وہاں ہر ایک کو دین کے بدلے میں کل شے محبوس رہے گی کذا فی الاصل) جیسے دس درم تصدق کئے یا ہبہ کئے دو تو انگروں کو تو درست نہیں اور دو فقیروں کو اگر تصدق یا ہبہ کئے تو درست ہے۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اول صورت میں بھی درست ہے جیسے مکان کی ہبہ میں دو شخصوں کو دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ تو انگروں کو جب ہبہ یا تصدق کیا تو موہوب لہ دو شخص ہو گئے اور وہ موجب ہے شیوع کو اور صحیح ہے صدقہ دو غنیوں پر اس لئے کہ مراد صدقہ سے ہبہ ہے مجازاً اور ہبہ جائز ہے برخلاف تصدق اور ہبہ کے دو فقیروں پر کیونکہ وہ دراصل خدا کو دینا ہے اور خدا واحد ہے فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقہ پڑتا ہے اول کف میں خدائے تعالیٰ کے قبل اس کے کہ پڑے کف میں فقیر کے کذا فی الاصل اور یہ حدیث اس لفظ سے مجھے نہیں ملی واللہ اعلم۔

باب الرجوع عنها

(۱) و من وهب فرجع صح هذا عندنالقوله عليه السلام الواهب احق بهبته مالم يثب اى مالم يعوض وعندالشافعى رحمه الله تعالىٰ لايصح الافى هبة الوالد لولده لقوله صلى الله عليه وسلم لايرجع الواهب فى هبة الاالوالد فيما يهب لولده ونحن نقول به اى لاينبغى ان يرجع الا الوالد فانه يتملكه للحاجة ومنعه لزيادة متصلة كبناء وغرس وسمن لامنفصلة

وھی مثل الولد وموت احدالعاقدین وعوض ضیف الیھاولومن اجنبی بنحوخذہ عوض هبتک فقبض الواھب فلو وھب ولم یضف رجع کل بھبته وخروجھا عن ملک الموھوب له والزوجیة وقت الھبة فلو وھب لھا فنکحھا رجع ولو وھب فایان لا وقرابة المحرمیة وھلاک الموھوب وضابطھا حروف دمع خزقة قد قیل بیت (۲) ومانع (ومانع عن الرجوع فی الھبة) حق الرجوع الی الھبة یا صاحبی حروف دمع خزقة فالدال الزیادة والمیم الموت والعین العوض والخاء الخروج والزاء الزوجیة والقاف القرابة والھاء الھلاک

باب.... ہبہ کر کے پھیر لینا

(۱) رجوع فی الہبہ کا حکم

ہبہ کر کے پھیر لینا درست ہے ہمارے نزدیک اس واسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہبہ کرنے والا زیادہ حقدار ہے شے موہوب کا جب تک کہ نہ بدلہ پاوے اس کا (روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور روایت کیا اس کو حاکمؒ نے اور صحیح کہا ابن عمرؓ سے) اور امام شافعیؒ کے نزدیک رجوع کرنا ہبہ میں درست نہیں مگر جو باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرے اس لئے کہ فرمایا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ رجوع کرے ہبہ کرنے والا اپنی ہبہ میں مگر باپ اس چیز میں جو ہبہ کرے اپنی اولاد کو (روایت کیا اس حدیث کو امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور نسائیؒ اور ابن ماجہؒ نے ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے اور صحیح کیا اس کو ترمذیؒ نے اور ابن حبانؒ اور حاکمؒ نے) ہم کہتے ہیں کہ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ دوسروں کو سزاوار نہیں کہ رجوع کریں البتہ باپ کو کہ وہ وقت احتیاج کے اپنی اولاد کے مال کا مالک ہوجاتا ہے۔

فائدہ:۔ یعنی یہ ممانعت جو حدیث شافعیؒ میں مروی ہے محمول ہے اوپر کراہت رجوع کے اور شک نہیں اس میں کہ پھرنا ہبہ سے ہمارے نزدیک یا مکروہ تحریمی ہے برقول اصح یا مکروہ تنزیہی ہے برقول ضعیف اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھرنے والا اپنی ہبہ میں جیسے کتا کہ قے کرتا ہے پھر آتا ہے اپنی قے کی طرف روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے درمختار وطحطاوی۔

(۲) ہبہ سے رجوع کے موانع

لیکن رجوع کے ساتھ موانع ہیں جو دمع خزقة میں مجتمع ہیں (سات امر مانع ہیں رجوع فی الہبہ کے امام نسفیؒ نے تسہیل ضبط کے واسطے ان موانع کی طرف اشارہ ان سات حرفوں میں کر دیا ہے معنی اس عبارت کے یہ ہیں کہ آنسو نے زخمی کر ڈالا اس کو خزق بمعنی طعن ہے تو گویا آنسو کو برچھی کے ساتھ مشابہت دی کذافی الطحطاوی) منع کرتی ہے رجوع کرنے ہبہ سے زیادتی تو دال سے مراد زیادت ہے (جو نفس شے موہوب میں ہووے اور اس کے سبب سے قیمت شے موہوب کی بڑھ جاوے اور) جو متصل ہووے شے موہوب سے (یعنی جدا ہونا اس زیادت کا شے موہوب سے ممکن نہ ہووے زیادت کی قید اس واسطے لگائی کہ نقصان موہوب چنانچہ حاملہ ہونا لونڈی کا اور کاٹ ڈالنا کپڑے کا مانع رجوع نہیں اور نفس شے موہوب کی قید سے وہ زیادت نکل گئی جو صرف نرخ میں ہووے مثلاً بعد ہبہ کے شے موہوب کا نرخ بڑھ جاوے تو یہ زیادتی مانع رجوع نہیں زیادت قیمت کی قید سے وہ زیادتی نکل گئی جو نقصان قیمت کی موجب ہے جیسے

طول فاحش غلام لونڈی کے قامت کا کہ یہ بھی مانع رجوع نہیں) جیسے عمارت بنانا اور درخت کا جمانا (کہ ایک شخص نے خالی زمین ہبہ کی بعد اس کے موہوب لہ نے اس میں عمارت بنائی یا درخت جمائے جس سے زمین کی قیمت بڑھ گئی تو اب واہب کو رجوع جائز نہ ہوگا فتاویٰ عالمگیری میں کافی سے منقول ہے کہ اگر خالی زمین ہبہ لی سو موہوب لہ نے ایک کنارے پر کھجور جمائے یا عمارت بنائی اور یہ عمارت بنانا اور کھجور جمانا زمین کی زیادت ٹھہری تو واہب کو ہبہ پھیر لینا جائز نہیں نہ کل زمین میں نہ بعض زمین میں اور اگر یہ زیادت میں معدود نہ ہو یا نقصان میں شمار ہو تو مانع رجوع نہیں یا اگر دکان نہایت چھوٹی بناوے تو یہ ہرگز زیادت نہ ہوگی تو اس کا کچھ اعتبار نہیں اور اگر زمین عظیم یعنی طویل اور عریض ہو تو عمارت مذکورہ تمام زمین کی زیادت نہ ہوگی بلکہ اس کے ایک قطعہ کی زیادت ٹھہرے گی تو واہب کو وہ قطعہ چھوڑ کے دوسرے قطعہ میں رجوع جائز نہ ہوگا انتہی غایۃ الاوطار) اور فربہی یعنی موٹا ہو جانا شے موہوب کا (اور اسی طرح خوبصورتی اور درخت اور رنگ اور شوب پڑنا کپڑے پر یعنی وہ دھلوائی جس سے قیمت بڑھ جاوے اور جوان ہونا صغیر کا اور سننے بہرے کا اور دیکھنا اندھے کا اور مسلمان ہونا غلام کا اور معالجہ ہونا اس کا اور معاف ہو جانا جنایت کا اور تعلیم قرآن کی یا کتابت کی یا قرأت کی آواز لکھنے اعراب مصحف کی اور نقل مشاع ایک شہر سے دوسرے شہر کو جہاں اس کی قیمت زیادہ ہو جاوے در مختار)۔

☆ نہ وہ زیادتی جو جدا ہووے شے موہوب سے (کہ وہ مانع رجوع نہیں) جیسے بچہ ہونا شے موہوب کا (اور پھل درخت کا تو اس صورت میں واہب اصل شے کو پھیر لیوے نہ زیادت در مختار) اور میم سے مراد مر جانا ہے واہب کا یا موہوب لہ کا (بعض قبض کے کہ پھر اختیار رجوع کا باقی نہیں

رہتا اور جو قبل تسلیم کے کوئی مر گیا تو عقد ہبہ باطل ہو جاوے گا در مختار) اور عین سے مراد عوض ہے جو ہبہ کے بدلے میں موہوب لہ نے واہب کو دیا ہووے بشرطیکہ اس عوض کی اضافت طرف ہبہ کے کی ہو۔ (مثلاً موہوب لہ نے واہب سے کہا کہ لے اپنی ہبہ کا عوض یا اس کا بدلہ یا اپنے ہبہ کا مقابل لے یا مانند اس کلام کے اور کوئی لفظ بولا جس سے واہب کو معلوم ہو جاوے کہ یہ اس کے ہبہ کا عوض ہے اور واہب نے اس پر قبضہ کیا تو اب حق رجوع ساقط ہو جاوے گا اس واسطے کہ ہبہ بالعوض انتہاء بیع ہے) اور اگر کوئی شخص اجنبی موہوب لہ کی طرف سے واہب کو عوض اس کے ہبہ کا دیوے یہ کہہ کر کہ لے تو اپنی ہبہ کا عوض اور واہب اس کو لے لیوے تو بھی حق رجوع ساقط ہو جاوے گا اور اگر عوض ہبہ کی اضافت طرف ہبہ کے نہ کی۔ (یعنی کوئی ایسا لفظ نہ کہا جس سے واہب کو معلوم ہو جاتا کہ یہ میری ہبہ کا عوض ہے) تو ہر ایک واہب اور موہوب لہ اپنی اپنی چیز کو پھیر سکتا ہے اور خ سے مراد یہ ہے کہ وہ شے موہوب ملک سے موہوب لہ کی خارج ہو جاوے (مثلاً موہوب لہ اس شے کو فروخت کر ڈالے یا کسی اور کو ہبہ کر دیوے تو اگر موہوب لہ اپنے موہوب لہ سے بعد ہبہ کے اس شے کو پھیر لیوے تو واہب اول بھی پھیر سکتا ہے اس سے اسی طرح اگر موہوب لہ نے نصف شے موہوب فروخت کر ڈالی تو نصف باقی میں واہب رجوع کر سکتا ہے در مختار) اور زای معجمہ سے مراد زوجیت ہے وقت ہبہ کے (یعنی جس وقت ہبہ ہوئی ہو اس وقت واہب اور موہوب لہ میں علاقہ زوجیت کا ہونا مثلاً خاوند جورو کو کوئی شے ہبہ کرے یا جورو خاوند کو اور وقت ہبہ کی قید اس واسطے لگائی کہ) اگر ہبہ کیا ایک عورت کو اور بعد ہبہ کے اس سے نکاح کیا تو رجوع کر سکتا ہے (اس لئے کہ وقت ہبہ کے زوجیت نہ تھی) اور اگر ہبہ کیا اپنی زوجہ کو اور بعد ہبہ کے اس عورت کو جدا کر دیا تو پھیر لینا شے موہوب

کا جائز نہیں (اس لئے کہ وقت ہبہ کے علاقہ زوجیت موجود تھا یہی دوصورتیں ہیں اگر جورو خاوند کو ہبہ کرے ان میں بھی یہی حکم ہے) اور قاف سے مراد قرابت محرمیت ہے (یعنی ایسی قرابت جس سے نکاح حرام ہوجاوے تو اگر فقط قرابت ہو محرمیت نہ ہو جیسے چچا یا خالہ یا ماموں کی اولاد یا محرمیت ہو قرابت نہ ہو جیسے محرم رضاعی تو رجوع ہبہ جائز ہے) اور ہاء سے مراد ہلاک ہونا شے موہوب کا ہے۔ (ہلاک سے تلف ہوجانا اس شے کی ذات کا یا عامہ منافع کا مراد ہے باوجود باقی رہنے ملک موہوب لہ کے تو خروج عن الملک کے کہنے کے بعد یہ مانع زائد نہ ہوگا)

(۳) ورجع فی استحقاق نصف الهبة بنصف عوضهالافی استحقاق نصف العوض حتے یردمابقی هذاعندنا وعند زفر رحمه الله تعالیٰ یرجع بالنصف اعتباراً بالعوض الأخرولنا انه ظهر بالاستحقاق ان العوض هوالباقی فقط فمالم یرده لایرجع بالهبة وانما یکون له حق الردلانه لم یسقط حق الرجوع الاان یسلم له کل العوض ولم یسلم ولوعوض نصفها رجع بمالم یعوض فلوباع نصفها او لم یبع شیًارجع فی النصف یعنی ان باع الموهوب له نصف الهبة فللواهب ان یرجع فی النصف الباقی وکذا اذالم یبع شیًا فللواهب حق الرجوع فی النصف لان له الرجوع فی الکل ففی النصف اولیٰ (۴) ولا یصح الابتراض او حکم قاض فلو اعتق الموهوب بعد الرجوع قبل القضاء صح ای اعتق الموهوب له الموهوب ولومنعه فهلک لم یضمن ای منع الموهوب له الموهوب عن الواهب بعد ما رجع لکن لم یقض القاضی فهلک الموهوب فی ید الموهوب له لا یضمن وکذا ان هلک فی یده بعد قضاء القاضی لان یده غیرمضمونة الااذاطلبه فمنعه مع القدرة علے التسلیم

(۳) عوض یا موہوب میں کسی اور کا حق ثابت ہونا

اگر عوض دینے کے بعد آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو موہوب لہ نصف عوض اپنا پھیر لیوے اور اگر عوض میں آدھا کسی اور کا نکلا تو واہب یہ نہیں کرسکتا کہ آدھا موہوب واپس لے لیوے بلکہ خواہ وہ آدھا عوض جو اس کے پاس باقی ہے موہوب لہ کو پھیر کر اپنا کل موہوب واپس لے لیوے یا اسی آدھے عوض پر قناعت کرے (اور امام زفرؒ کے نزدیک اس صورت میں آدھا موہوب پھیر سکتا ہے باعتبار عوض کے اور دلیل ہماری اصل میں مذکور ہے) اگر موہوب لہ نے آدھے موہوب کا عوض دیا تو واہب نصف موہوب جس کا عوض نہیں پہنچا پھیر لے سکتا ہے اور جو موہوب لہ نے نصف موہوب کو فروخت کر ڈالا تو واہب نصف باقی میں رجوع کرسکتا ہے اسی طرح واہب کو اختیار ہے کہ نصف موہوب پھیر لیوے اگرچہ موہوب لہ نے اس میں سے کچھ بھی فروخت نہ کیا ہووے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اس صورت میں واہب کو کل پھیر لینے کا اختیار ہے تو نصف کو بطریق اولیٰ پھیر لے سکے گا۔

(۴) رجوع کی صحت کی شرط

اور صحیح نہیں رجوع یعنی ہبہ کا پھیر لینا مگر دونوں کی

رضامندی یا قاضی کے حکم سے (اس لئے کہ رجوع فی الہبہ میں اختلاف ہے مجتہدین کا تو بغیر رضامندی واہب اور موہوب لہ یا حکم قاضی کے رجوع صحیح نہ ہوگا) پس اگر موہوب کو آزاد کر دیا موہوب لہ نے بعد رجوع واہب کے قبل حکم قاضی کے تو یہ آزادی صحیح ہو جاوے گی اور اگر موہوب لہ نے موہوب کو روک رکھا واہب سے بعد رجوع کے لیکن ابھی قاضی نے حکم نہیں کیا تھا رجوع کا اور موہوب تلف ہو گیا موہوب لہ کے پاس تو موہوب لہ ضامن نہ ہوگا اسی طرح اگر تلف ہو گیا موہوب لہ پاس بعد حکم قاضی کے بھی اس واسطے کہ قبضہ موہوب لہ کا قبضہ ضمان نہیں ہے البتہ جب بعد حکم قاضی کے موہوب لہ موہوب کو روک رکھے یعنی باوصف طلب واہب نہ دیوے تو تاوان اس پر لازم ہوگا بشرطیکہ قادر ہو تسلیم پر۔

(۵) وهو مع احدهما ای الزجوع مع التراضي او قضاء القاضي فسخ من الاصل لاهبة للواهب فلم يشترط قبضه (٦) وصح في المشاع (٧) فان تلف الموهوب ای فی يد الموهوب له فاستحق فيضمن الموهوب له لم يرجع على واهبه لان الهبة عقد تبرع فلا يستحق فيها السلامة (٨) وهي بشرط العوض هبة ابتداءً فيشترط قبضهما وتبطل بالشيوع يجوز ان يكون قبضهما من باب اضافة المصدر الى الفاعل والمفعول محذوف للدلالة ويجوز ان يكون على العكس وبيع انتهاء فترد بالعيب وخيارالرؤية ومثبت للشفعة هذا عندنا وعند زفرؒ والشافعيؒ هي بيع ابتداءً وانتهاءً لان الاعتبار للمعاني قلنا يشمل على المعنيين فيجمع بينهما ما امكن فان قلت الهبة تمليك العين بلاعوض والبيع تمليك بعوض فكيف يجمع بينهما وايضاً التمليك لايجرى فيه الشرط فقوله وهبت لك هذا على ان تهب لي ذلك صار بمعنى ملكتك هذا بذلك قلت يحمل على المعنيين في الحالين كالابتداء والبقاء والتمليك لايجرى فيه شرط يصيربه قمارافاماالشرط الذي يصير به في المآل عوضا صحيحاً فالتمليك لاينافيه فيكون شرطاابتداءً اعتبارا للعبارة حتى لايصير كالبيع لازما قبل القبض لكنه شرط بمعنى العوض اعتبارابمايؤل اليه حتى يترتب عليه احكام البيع حالة البقاء لافي الابتداء .

(۵) رجوع فی الہبہ فسخ ہے

اور ہبہ میں جب رجوع قضائے قاضی سے ہو جاوے یا بتراضی طرفین تو یہ فسخ ہوگا اصل ہبہ کا نہ ہبہ جدید موہوب لہ کی طرف سے واسطے واہب کے اس واسطے قبضہ واہب کا رجوع میں شرط نہیں۔

فائدہ:۔ اور اگر موہوب لہ واہب کو ہبہ کرے قبل قضا یا رضا کے اور وہ قبول کرے تو مالک نہ ہوگا بدوں قبض کے اور جب کہ قبض کرے گا تو بمنزلہ رجوع کے ہوگا قضا یا رضا سے اور موہوب لہ کو اس میں رجوع کرنا جائز نہ ہوگا کذا فی الطحطاوی عن البدائع۔

(٦) ہبہ مشاع میں رجوع

اور صحیح ہے رجوع مشاع میں

فائدہ:۔ یعنی ہبہ مشاع اگرچہ صحیح نہیں لیکن رجوع فی الہبہ مشاع میں درست ہے اس لئے کہ رجوع فسخ ہے اصل ہبہ کا نہ ہبہ ثانی صورت اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک گھر دو شخصوں کو ہبہ کیا اب ایک کے حصے میں رجوع کرے۔

(۷) موہوب لہ تاوان کی رقم واہب سے نہیں لے سکتا

اگر موہوب موہوب لہ پاس تلف ہو گیا بعد اس کے معلوم ہوا کہ وہ موہوب ایک شخص ثالث کا تھا اور موہوب لہ نے اس کا ضمان مالک کو دیا تو موہوب لہ واہب سے وہ تاوان پھیر نہیں سکتا اس واسطے کہ ہبہ احسان کا عقد ہے نہ معاوضے کا تو اس میں سلامت موہوب کا استحقاق نہیں۔

(۸) ہبہ بشرط العوض

ہبہ کرنا عوض لینے کی شرط پر (اس کو عربی میں بشرط العوض کہتے ہیں مثلاً یوں کہا کہ میں ہبہ کرتا ہوں تجھ کو یہ غلام اس شرط پر کہ تو اس کے بدلے مجھ کو وہ غلام ہبہ کرے اور شرط ہے اس میں کہ عوض معین ہووے اور اگر عوض مجہول ہوگا تو یہ ہبہ ہبہ ہوگا ابتدا اور انتہا میں) ابتدا میں ہبہ ہے تو شرط ہوگا کہ واہب اور موہوب لہ دونوں قابض ہو جاویں بدلین پر مجلس عقد میں اور باطل ہوگا شیوع سے۔ (جب موہوب قابل قسمت کے ہووے) اور انتہا میں یہ ہبہ بیع ہے پس پھر سکتا ہے بسبب عیب کے اور خیار الرؤیۃ کے اور ثابت ہوگا اس میں حق شفعہ شفیع کو ہمارے نزدیک اور امام زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک یہ ہبہ بیع ہے ابتدا اور انتہا دونوں میں (اور دلیل ہماری اور ان کی مذکور ہے ہدایہ اور اصل کتاب میں)

فصل (۱) ومن وهب امة الاحملها او على ان يردها عليه او يعتقها او يستولد هااووهب دارااوتصدق بها على ان يرد عليه شيًا منها او يعوضه شيًا منها صحت وبطل استثناؤه وشرطه رأيت فى بعض الحواشى ان قوله او يعوضه شيًامنها يرجع الى التصدق بشرط العوض فانه اذا تصدق بطل الشرط واذاوهب بشرط العوض فالشرط صحيح اقول اذا وهب بشرط ان يعوض شيًا فالشرط باطل وشرط العوض انما يصح اذاكان معلوما فعلم ان قوله او يعوضه يرجع الى الهبة والصدقة ولواعتق الحمل ثم وهبها صحت اى الهبة لان الحمل لم يبق ملكا فاذا وهب الام صاركانه وهبها واستثنى الحمل فالهبة جائزة ولود بره ثم وهبها لا لان الحمل بقى ملكه فلم يكن كالاستثناء ولاينفذالهبة فى الحمل فبقى هبة شئ مشغول بملك الواهب او هبة المشاع ومن قال لغريمه اذا جاء غدا فهولك اوانت منه برئ فهو باطل لما مران التعليق الصريح فى الابراء لا يصح (۲) وجاز العمرى للمعمر له حال حياته ولورثته بعده وهى جعل داره له مدة عمره فاذا مات ترد عليه اى العمرى جعل الدارله مدة عمره مع شرط ان المعمرله اذامات ترد على الواهب وهذا الشرط باطل كما جاء به الحديث (۳) وبطل الرقبىٰ وهى ان مت قبلك فهو لك الرقبىٰ اسم من الرقوب هوالانتظار فكانه ينتظر الى ان يموت المالك وهى باطلة عند ابى حنيفة رحمه الله ومحمدؒ لانه تعليق التمليك بخطر وعند ابى يوسفؒ يصح لان قوله دارى لك رقبى

ای داری لک وانا انتظر موتک لتعود الی فیصح ویبطل الشرط کالعمری فالاختلاف مبنی علی تفسیرها (۴) وصدقته کهبته لا تصح الابقبضه ولا فی شائع یقسم ای اذا تصدق بنصف الدار لا یصح بخلاف ماذا تصدق بشئ علی فقیرین کمامر ولاعود فیها والفرق بینهما ان الرجوع لایصح فی الصدقة لانه وصل الیه العوض وهو الثواب.

فصل.....مسائل متفرقہ

(۱) حاملہ لونڈی اور گھر کا ہبہ شرط کیساتھ

جس نے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا بغیر اس کے حمل کے یا اس شرط پر کہ وہ لونڈی واہب کو پھیر دیوے یا موہوب لہ اس کو آزاد کر دیوے یا اپنی ام ولد بناوے یا ایک گھر ہبہ کیا یا صدقہ دیا اس شرط پر کہ تھوڑا اس میں سے مجھ کو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو ان سب صورتوں میں ہبہ صحیح ہے اور اول صورت میں حمل کا استثنا اور باقی صورتوں میں شرط باطل ہے اور اگر اس نے آزاد کر دیا اس لونڈی کے حمل کو اور پھر ہبہ کیا لونڈی کو تو جائز ہے۔ (اس واسطے کہ حمل واہب کی ملک نہ رہا تو جب اس کی ماں کو ہبہ کیا تو گویا لونڈی کو ہبہ کیا باستثنائے حمل اور ایسا ہبہ صحیح ہے تو یہ بھی جائز ہوگا) اور اگر حمل کو مدبر کیا پھر اس کی ماں کو ہبہ کیا تو ہبہ ناجائز ہوگا اس لئے کہ حمل باقی رہا ملک واہب میں پس نہ ہوگا۔ مثل استثناء کے جس شخص نے اپنے قرضدار سے کہا کہ جب کل ہو تو وہ قرض تیرا ہے یا اس سے بری الذمہ ہے۔ (یا کہے کہ مجھ کو آدھا قرض ادا کر دے تو باقی آدھا تیرا ہے یا تو اس سے بری الذمہ ہے ہدایہ) تو یہ قول باطل ہے (اس واسطے کہ ابرای دین کی تعلیق صریح شرط پر باطل ہے کذافی الاصل)

(۲) ہبۂ عمری

درست ہے ہبہ عمری اور وہ معمرلہ کا ہوگا اس کی زندگی تک اور بعد اس کے وارثوں کا ہوگا اور عمریٰ کہتے ہیں ایک شخص کو اپنا گھر دینا اس کی مدۃ العمر تک اس شرط پر کہ جب معمرلہ مر جاوے تو وہ گھر پھر واہب کا ہو جاوے گا تو یہ ہبہ صحیح ہوگا اور واہب کی شرط مدۃ العمر تک کی باطل ہو جاوے گی بلکہ وہ گھر متمرلہ کا تا بحالت حیات مملوک رہے گا اور بعد اس کی موت کے اس کے وارثوں کا ہوگا۔

فائدہ:۔ صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روکے رہو اپنے پاس اپنے مال اور نہ تباہ کرو اس کو سو بیشک جس نے کیا عمریٰ سو وہ اس کا ہے جس کو دیا گیا جیتے اور مرے اس کے اور اس کے وارثوں کا اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ کی روایت میں ہے کہ جو چیز عمریٰ دی گئی تو وہ معمرلہ کے وارثوں کی ہے کذافی بلوغ المرام۔

(۳) ہبۂ رقبیٰ

اور باطل ہے ہبہ رقبیٰ وہ یہ ہے کہ اگر میں مر جاؤں پہلے تیرے تو یہ چیز تیری ہے اور جو تو مر جاوے تو پھر وہ چیز میری ہو جاوے گی۔

فائدہ:۔ رقبیٰ مشتق ہے رقوب سے جس کے معنی انتظار کے ہیں گویا ہر ایک ان دونوں میں سے دوسرے کی موت کا انتظار کرتا ہے اور یہ باطل ہے نزدیک طرفینؒ کے اور نزدیک ابو یوسفؒ کے صحیح ہے اور شرط باطل ہے اس لئے کہ قول اس کا داری لک رقبیٰ کے یہ معنی ہیں کہ یہ گھر میرا تیرے لئے ہے اور میں منتظر ہوں تیری موت کا تو پھر آوے وہ گھر میری

طرف پس صحیح ہوگا یہ قول اور باطل ہوگی شرط مثل عمریٰ کے تو اختلاف کی بنا تفسیر عمریٰ پر ہوئی کذافی الاصل۔

(۴) صدقہ کا حکم

صدقہ کا حکم ہبہ کا سا ہے کہ صحیح نہیں ہوتا بغیر قبضے کے اور نہ اس مشاع میں جو قابل قسمت ہے مثلاً تصدق کیا ایک شے محتمل القسمۃ کے نصف کو تو صحیح نہیں البتہ اگر ایک شے دو فقیروں کو تصدق کرے تو درست ہے اور صدقے میں رجوع درست نہیں ہے۔ (کیونکہ صدقے کا عوض ثواب ہے اور وہ متصدق کو حاصل ہو گیا برخلاف ہبہ کے کذافی الاصل۔

فوائد (۱) قرض خواہ کا دوسرے کیلئے اقرار

اگر قرض خواہ نے خود کہا کہ نام میرا تمسک میں بطور عاریت ہے اور یہ قرضہ اصل میں دوسرے شخص کا ہے تو اس کا اقرار صحیح ہوگا اور مقرلہ اس دین کو لے سکتا ہے ایسا ہی حکم ہے اگر یوں کہا کہ میرا قرضہ جو فلاں شخص پر ہے وہ فلانے کا ہے۔

(۲) عطائے شاہی کے لئے دو کی صلح

دو شخصوں نے باہم صلح کر لی اس امر پر کہ عطائے سلطانی میں دفتر سرکار میں ایک شخص کا نام لکھوا دیا جاوے تو عطائے سلطانی اسی کی ہوگی جس کا نام دفتر سرکار میں مرقوم ہے۔

(۳) مدعوین کے لئے دعوت کا کھانا

ایک شخص نے دعوت کی چند آدمیوں کی اور ہر ایک کو ایک ایک علیحدہ خوان پر بٹھایا تو ہر ایک خوان والے کو درست نہیں کہ دوسرے خوان والے کو اپنے پاس سے کچھ کھانا دیوے یا کسی فقیر کو اس میں سے کچھ دیوے یا خادم کو یا صاحب خانہ کے مکان کے سوا اور مکان کی بلی کو دیوے یا کتے کو اگرچہ صاحب خانہ کا ہو وے دیوے مگر جلی ہوئی روٹی دینا درست ہے اس لئے کہ اس کا اذن عادۃً پایا جاتا ہے۔

(۴) خط کی حیثیت

جوہرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے کو خط لکھا اور اس میں یہ لکھا کہ اس کی پشت پر جواب لکھ دینا تو مکتوب الیہ کو اس خط کو پھیر دینا ضرور ہے اور اگر جواب پشت پر طلب نہیں کیا تو مکتوب الیہ اس خط کا مالک ہو جاوے گا۔

(۵) غیر سوائم) نذر اور کفارے پر حاکم کا جبر

حاکم کو جبر نہیں پہنچتا ادائے زکوٰۃ غیر سوائم اور نذر اور کفارے پر

(۶) دین کی مدیون کو ہبہ

دین کا اگر ہبہ کیا مدیون کو یا بری کیا اس کو تو درست ہے پھر دائن کو رجوع اس سے خواہ مدیون نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو درست نہیں ہے لاکن رد ہو جاتا ہے اگر مدیون نے قبول ہبہ یا ابراء کو رد کیا خواہ مجلس میں ہو یا بعد اس مجلس کے اس لئے کہ اس میں معنی اسقاط کے ہیں۔

(۷) مہر کی مشروط معافی

عورت نے اپنا مہر معاف کیا اس شرط پر کہ خاوند اس پر ظلم کرنا چھوڑ دیوے یا اس کو حج کرا لاوے اور خاوند نے ایفائے شرط نہ کی تو مہر اپنے حال پر باقی رہے گا اور عفو نہ ہوگا۔ کذافی الدر المختار و شروحہ من الطحطاوی والشامی.

كتاب الاجارات

قال بعض اهل العربية الاجارة فعالة من المفاعلة واجر على وزن فاعل لاافعل لان الايجارلم يجئ فالمضارع يواجرواسم الفاعل المواجر وفي عين الخليل اجرت زيداً مملوكي اواجره ايجارا وفي الاساس اجر وهو موجر ولم يقل مواجر فانه غلط ومستعمل فى موضع قبيح وهي اسم للاجرة كالجعالة اسم للجعل واجر ياجرمن باب طلب اى اعطاه الاجرة فهواجر فوضح الفرق بين الموجروالأجروالاجارة فعالة من اجر يوجر بمعنى الاجرة لكن في الشرع نقل الى العقد فقال (۱) وهي بيع نفع معلوم بعوض كذالك دين او عين ويعلم النفع بذكر المدة كسكنے الداروزراعة الارض مدة كذاطالت او قصرت (۲) لكن في الوقف لا تصح فوق ثلث سنين في المختار كيلا يدعى المستاجرانه ملكه فعلة عدم الجواز اذا كانت هذا المعنے لاتصح الاجارة الطويلة بعقود مختلفة كما جوزها البعض تجاوز الله عنهم

کتاب الاجارہ

فائدہ:۔ ہندی میں اجارے کوٹھیکہ اورنوکری کومزدوری اورکرایہ کہتے ہیں جوشخص اپنی چیز کواجارہ میں دیوے اس کو موجراور جواجارے میں لیوے اس کومستاجر کہتے ہیں۔

(۱) اجارہ کی تعریف

لغت میں اجارے کے معنی اجرت یعنی مزدوری کے ہیں اور اصطلاح شرع میں اجارہ بیع ہے ایک نفع معلوم کے بدلے میں یا ایک عوض معلوم کے برابر ہے کہ وہ عوض عین ہو۔(جیسے گھوڑا خچر بیل بکری کتاب وغیرہ) یادین ہووے۔

فائدہ:۔ جیسے روپیہ اشرفی وغیرہ مترجم کہتا ہے جوتعریف مصنفؒ نے اجارے کی بیان کی ناقص ہے اس واسطے کہ اجارہ فاسدہ جس میں نفع کی تعیین یاعوض کی تشخیص نہ ہوئی ہووے اس تعریف سے نکل جاتا ہے حالانکہ مطلق اجارہ صحیح اورفاسد دونوں کوشامل ہے اس لئے صاحب درمختار نے معلوم کی قید نہیں لگائی اورنفع کے بعدایک قید بڑھادی کہ وہ نفع مقصودہواس عین سے اس سے نکل گیا کرایہ لینا کپڑوں یا برتنوں کامحض آرائش و زیبائش کے لئے یا گھوڑا کوتل چلانے کے لئے یاغلام وخادم جلو میں چلنے کے لئے تالوگ سمجھیں کہ یہ مستاجر کی ملک ہیں کہ یہ اجارہ فاسد ہے موجرکواس میں اجرت نہ ملے گی اجارہ جائز ہے تعاطی سے جہاں پرایک دستورمعین ہووے مثل بیع کے جیسے ناؤ کی سواری کی اجرت یاحجام کی مزدوری یا فصد یا حمام یا سقے کی اجرت عقد کی اس میں کچھ حاجت نہیں ہے۔درمختاروطحطاوی۔

منفعت کی تحدید مدت سے

اور منفعت معلوم ہوتی ہے مقدار مدت اجارہ بیان کرنے سے جیسے گھروں میں رہنے اورزمین میں کھیتی کرنیکی فلاں مدت ہے برابر ہے کہ وہ مدت طویل ہو یا کم ہو۔(اور بعضوں نے ایک سال سے زیادہ مدت جائزنہیں رکھی لیکن مفتی بہ وہی ہے جومتن میں ہے)

(۲) وقف اراضی کا اجارہ

البتہ وقف کی اراضی کا اجارہ دینا تین برس سے زیادہ

مدت تک کا صحیح نہیں یہی مختار ہے اس لئے کہ مستاجر اپنی ملک کا دعویٰ نہ کرنے لگے اور جب وجہ عدم جواز کی یہ ہوئی تو اب اجارۂ طویلہ مختلف عقود سے جیسا بعض فقہاء نے جائز رکھا ہے جائز نہ ہوگا معاف کرے اللہ خطا ان کی۔

فائدہ:۔ صدر الشریعۃ کی غرض اس مقام سے رد ہے اوپر ان فقہاء کے جنہوں نے واسطے اجارۂ طویلہ کے اراضی وقف میں ایک حیلہ نکالا ہے وہ یہ ہے کہ اجارہ مشتمل ہوگئی ہو عقدوں پر اور ہر ہر عقد تین تین برس یا کم کا ہووے تو اس طرح مدت اجارے کی بہت طویل ہوسکتی ہے اور جب ایک عقد ختم ہو جاوے گا تو دوسرا عقد شروع ہو جاوے گا اور یہی حیلہ ہے ان لوگوں کے نزدیک بھی جو غیر اراضی وقف میں ایک سال سے زیادہ مدت جائز نہیں رکھتے شارح نے اس قول کو اس طرح پر رد کیا کہ اجارۂ طویلہ کی وجہ عدم جواز کی یہ ہے کہ ایسا نہ ہو مستاجر بعد گزر جانے ایک مدت طویل کے باستدلال قبضے اپنے کے موقوف میں دعویٰ ملک کرے اور وقف ضائع ہو جاوے اور یہ وجہ اس صورت میں بھی پائی جاتی ہے تو یہ حیلہ بھی ناجائز ہوگا تو جب اجارۂ طویل ناجائز ہوا تو فسخ ہو جاوے گا کل مدت میں یعنی نہ تین سال میں صحیح رہے گا نہ زیادہ میں اور بعض کے نزدیک اجارۂ طویلہ اگر اراضی میں ہے تو تین برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں غیر صحیح اور اگر گھر یا دکان میں ہے تو ایک برس میں صحیح ہوگا اور باقی میں باطل لیکن اول قول کو ترجیح دی ہے مصنف تنویر الابصار نے واللہ اعلم۔

(۳) وبذكر العمل كصبغ الثوب وخياطة وحمل قدر معلوم على دابة مسافة علمت (۴) وبالاشارة كنقل هذا الى ثمه (۵) ولاتجب الاجرة بالعقد خلافا للشافعي رحمه الله تعالىٰ فان الاجرة عنده تجب بنفس العقد بل بتعجيلها فان المستاجر اذا عجل الاجرة فالمعجل هوالاجرة الواجبة بمعنى انه لا يكون له حق الاستر داداو بشرطه فانه اذاشرط تعجيل الاجرة تجب معجلة او باستيفاء النفع او التمكين منه (۶) فتجب لدار قبضت ولم يسكنهاو يسقط بالغصب بقدر فوت تمكنه (۷) وللموجر طلب الاجرة للداروالارض بكل يوم وللدابة بكل مرحلة (۸) وللقصارة والخياطة اذا تمت وان عمل فى بيت المستاجر انما قال هذالان الخياط اذا عمل فى بيت المستاجر فخاط بعض الثوب ثمه ثم سرق الثوب فله الاجرة بقدر ما خاطه فهذا دليل على ان الاجرة تجب بقدر العمل لكن نقول بالسرقة انتهىٰ عمله على البعض وهو معلوم بالنسبة الى الكل فتجب اجرة ماعمل بخلاف ماذالم ينته العمل على البعض فانه لايمكن ان يطلب الاجرة بكل عمل قليل ولا تقدير للابعاض فيتوقف الطلب على كل العمل (۹) وللخبز بعد اخراجه من التنور فان احترق بعد ما اخرج فله الاجرة وقبله لاولاغرم فيهما هذا عندابى حنيفةؒ لانه امانة عنده وعندهما يضمن مثل دقيقه ولااجرله وان شاء ضمنه الخبز واعطاه الاجرة (۱۰) وللطبخ بعد الغرف (۱۱) والضرب اللبن بعد الاقامة هذا عندابى حنيفةؒ وقالالايستحق حتى يشرحه لان التشريج من تمام العمل وعندابى حنيفةؒ هوزائد كالنقل

(۳) منفعت کی تحدید کام کی تعیین سے

اور بھی منفعت معلوم ہوتی ہے کار کے بیان کر دینے سے جیسے رنگوائی یا سلوائی یا اسباب کی لدوائی جانور پر جس کی مقدار معلوم ہووے ایک مسافت معین تک۔

فائدہ:۔ یا سواری ایک جانور کی ایک مسافت معین تک یا ایک وقت معین تک اور اگر مسافت یا وقت کا بیان نہ ہووے تو اجارہ فاسد ہے اور دھلوائی اور رنگوائی کو اور اسی طرح زرگری وغیرہ کو اس طرح بیان کر دینا لازم ہے کہ پھر اخیر کو منازعت نہ ہووے مثلاً رنگوائی میں کپڑے کا بیان اور رنگ کی قسم کا کہ زرد سرخ سبز جو مطلوب ہو ضرور ہے اسی طرح سلوائی میں دوخت کی قسم اور کپڑے کا بیان لازم ہے اور ایسا ہی دھلوائی میں کپڑے کا معین ہونا ضرور ہے درمختار طحطاوی۔

(۴) منفعت کی تحدید اشارہ سے

اور بھی منفعت معلوم ہو جاتی ہے اشارے سے جیسے ایک چیز کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کو فلاں جگہ تک پہنچا دے۔

(۵) مستاجر پر اجرت کا وجوب

اور اجرت صرف عقد اجارہ سے واجب نہیں ہوتی۔ (اور شافعیؒ کے نزدیک صرف عقد اجارہ سے واجب ہو جاتی ہے کذافی الاصل) بلکہ جب مستاجر اجرت کو پیشگی دیوے بلا شرط (یعنی شرط اجارہ میں نہ ہو کہ اجرت پیشگی لی جاوے گی بلکہ از خود مستاجر جلدی کر کے اجرت دیدیوے تو اب وہ واجب ہو جاتی ہے اس معنی کر کے کہ پھر مستاجر اس کو پھیر نہیں سکتا) یا اجرت کی شرط پیشگی لینے کی ہوگئی ہو پس پیشگی دینا واجب ہوگا یا مستاجر پورا نفع اٹھا چکے یا قدرے پورے نفع اٹھانے کی پوری ہو جاوے۔

فائدہ:۔ جب موجر مستاجر کو اجارہ کی چیز اپنے اسباب سے خالی کر کے دے اور اس کی طرف سے یا حاکم یا غاصب کی طرف سے کوئی مانع نہ ہو تو مستاجر قادر ٹھہرے گا اس وقت میں اگرچہ مستاجر اس سے نفع نہ اٹھاوے لیکن بعد گزرنے مدت کے اجرت اس پر لازم ہوگی الا تین صورتوں میں ایک اجارہ فاسدہ میں قدرت انتفاع سے اجرت لازم نہیں آتی بلکہ جب اس سے نفع اٹھاوے دوسرے جب جانور خارج شہر کے سواری کے واسطے کرایہ لیا پھر اس کو اپنے پاس باندھ رکھا اور اس پر سوار نہیں ہوا تیسرے یہ کہ ایک کپڑا ہر روز ایک روپیہ کرایہ پر پہننے کو لیا پھر اس کو چند سال تک رکھ چھوڑا بدوں پہننے کے تو اجرت صرف اتنے دنوں تک کی لازم ہوگی جہاں تک وہ کپڑا پہننے سے پھٹ جاتا اس کے بعد کی لازم نہ آوے گی اشباہ۔

(۶) گھر لے کر سکونت نہ کی یا جبراً چھین لیا گیا

جیسے ایک گھر کرایہ کو لیا اور اپنے قبضے میں کر لیا اور اس میں سکونت نہ کی تو اجرت واجب ہوگی بعد گزرنے مدت کے اور جو اجرت اجارہ میں اس گھر کو کرایہ دار سے کسی نے جبراً چھین لیا اس طرح کہ اس کی قدرت نفع لینے کی نہ رہی تو جس مدت تک وہ گھر اس کے پاس سے نکل کے غاصب پاس رہا ہے اس قدر کا کرایہ دینا نہ پڑے گا۔

فائدہ:۔ الا اس صورت میں کہ اس غاصب کا نکالنا ممکن ہو کرایہ دار کو سفارش سے یا مددگاروں کی حمایت اور زور سے اور اس نے خود نہ نکالا تو ان دنوں کی بھی اجرت دینا پڑے گی کذافی الاشباہ۔

(۷) روز کا روز کرایہ وصول کرنا

اور موجر کو درست ہے کہ کرایہ زمین اور مکان کا کرایہ دار سے روزانہ وصول کرے اور جانور کا ہر منزل پر لیوے۔

فائدہ:۔ یہ صورت جب ہے کہ کرایہ مطلق مقرر کیا ہووے بلا قید تعجیل یا تاخیر کے اور اگر تعجیل یا تاخیر کا بیان ہو گیا ہووے تو وہی متعین ہوگا شرط کے موافق درمختار۔

(۸) دھوبی ودرزی کی مزدوری

اور دھوبی اور درزی مزدوری جب لے گا کہ اپنے کام سے فراغت حاصل کرے۔ (اگر وہ شے قبل اس کے تلف ہوگئی تو مزدوری اس کی ساقط ہو جاوے گی درمختار) اگرچہ سلائی کا کام درزی نے مستاجر کے گھر میں کیا ہووے۔ (یہ اس واسطے کہا کہ خیاط نے اگر کام مستاجر کے گھر میں کیا اور کچھ کپڑا سیا تھا کہ چوری ہوگیا تو اس کو بقدر سلائی کے مزدوری ملے گی کذافی الاصل) اسی طرح اگر مزدور نے دیوار بنائی اور بعد بنانے کے گر گئی تو اجرت اس کی واجب ہو گی موافق مذہب صحیح کے اگر درزی ایک شخص کا کپڑا سی رہا تھا اور قبل اس بات کے کہ درزی وہ کپڑا مالک کو دیوے ایک شخص نے اس کی سیون ادھیڑ ڈالی تو درزی کو مزدوری نہ ملے گی بلکہ درزی کو سیون ادھیڑنے والے سے تاوان لینے کا اختیار ہے اور پھر دوبارہ سینے پر اس پر جبر نہ ہوگا کذافی الدرالمختار

(۹) نان بائی کی مزدوری

اور نان پز مزدوری لے سکتا ہے جب روٹی تنور سے نکال لیوے تو اگر روٹی جل جاوے بعد نکال لینے کے تو اس کو اجرت ملے گی اور جو قبل نکالنے کے جل جاوے تو مزدوری اس کو نہ ملے گی اور دونوں صورتوں میں نان پز پر نقصان کا تاوان نہ آوے گا۔

فائدہ:۔ نزدیک امام صاحبؒ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک نان پز مالک کا جس قدر آٹا تھا حوالے کرے اور اگر مالک چاہے تو نان پز سے پختہ روٹی کا تاوان لے کر پکانے کی مزدوری اس کو دیدیوے یہ اختلاف صرف صورت اول میں ہے اور لیکن صورت ثانی میں یعنی جب روٹی قبل نکالنے کے جل جائے تو بالاتفاق اس کو مزدوری نہ ملے گی اور تاوان لازم آوے گا بسبب اس کی تقصیر کے کذافی الدرروالبحر یہ حکم جب تھا کہ روٹی مستاجر کے گھر میں پکائی جاتی ہووے اور جو اس کے گھر میں نہ پکتی ہووے تو جل جانے یا چوری جانے کی صورت میں بالکل مزدوری نہ ملے گی خواہ وہ روٹی قبل نکالنے کے تنور سے جلی ہووے یا بعد نکالنے کے اور تاوان اس پر نہ ہو گا اس لئے کہ اس کے ہاتھ میں امانت تھی امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تاوان ہوگا اور یہ مسئلہ اجیر مشترک کا ہے جوہرہ ودرمختار۔

(۱۰) پکوئیے کی اجرت

اور دیگ اور ہانڈی پکانے کی مزدوری واجب ہوتی ہے نکالنے کے بعد یعنی جب دیگ سے پیالوں اور رکابیوں میں باورچی نکال چکے تب مزدوری کا مستحق ہوگا۔

فائدہ:۔ پس اگر باورچی نے کھانا بگاڑ دیا یا جلا ڈالا یا کچا رکھا خوب نہ پکایا تو وہ کھانے کا ضامن ہے یعنی طعام کی قیمت کا تاوان اس پر لازم ہوگا درمختار۔

(۱۱) کچی اینٹ بنانے کی اجرت

اور کچی اینٹ پاتھنے والے کی مزدوری واجب ہو گی جب اینٹیں کھڑی کر دیوے۔

فائدہ:۔ یعنی الگ الگ بنا کر ڈال دیوے یہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک تشریج کے بعد یعنی بعض بعض پر رکھنے اور ڈھیر لگا دینے کے بعد واجب ہوگی اس لئے کہ تشریج تمام عمل سے ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک وہ فعل زائد ہے مثل نقل کے کذافی الاصل اور فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے درمختار۔

(۱۲) ومن لعمله اثرفي العين اى شئ من ماله قائم بتلك العين كصباغ وقصار يقصر بالنشاء والبيض له حبسها للاجرفان حبس فضاع فلاغرم ولااجر هذا عند ابى حنيفة وعندهما العين كانت مضمونة قبل الحبس فكذا بعده ثم هو بالخياز عندهما ان شاء ضمنه قيمته غير معمول ولااجروان شاء ضمنه معمولاً وله الاجر (۱۳) ومن لااثر لعمله اى ليس شئ من ماله قائما بتلك العين كالحمال والملاح وغاسل الثوب لاحبس له بخلاف رادالأبق فان الأبق كان على شرف الهلاك فكانه احيي وباع منه بالجعل وعند زفرؒ ليس له حق الحبس سواء كان لعمله اثر فى العين ام لا (۱۴) ولمن يطلق له العمل ان يستعمل غيره فان قيده بيده فلا كما اذا امره ان يخيطه بيده

(۱۲) اجرت کے عوض چیز روکنا

جو اجیر کہ اس کے کام کا اثر موجود ہو اس شے میں جیسے رنگریز اور وہ دھوبی جو نشاستہ اور انڈے کی سفیدی سے دھووے۔

فائدہ:۔ کہ ان دونوں کے کام کا اثر کپڑے میں موجود ہو جاتا ہے یعنی رنگ اور نشاستہ وغیرہ کا اور بعضوں کے نزدیک اثر سے مراد یہ ہے کہ جو نظر پڑے اور دکھائی دے اس صورت میں وہ دھوبی جو فقط کپڑا سفید کر دیتا ہے اور نشاستہ وغیرہ نہیں لگاتا اسی حکم میں داخل ہے۔ درمختار میں ہے کہ قول ثانی صحیح ہے تو کپڑا دھونے والا اور پستہ توڑنے والا اور لکڑی چیرنے والا اور آٹا پیسنے والا اور درزی اور موزہ دوز اور غلام کا سر مونڈنے والا۔

☆ ان سب کو روک رکھنا چیز کا مزدوری وصول کرنے کے لئے جائز ہے تو اگر ان لوگوں نے چیز کو روک رکھا اور وہ چیز تلف ہوگئی تو نہ مزدور پر تاوان ہے اور نہ مالک پر مزدوری ہے۔

فائدہ:۔ یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ وہ شے قبل روک رکھنے کے مضمون تھی تو بعد روک رکھنے کے بھی مضمون ہوگی پھر مالک کو ان کے نزدیک اختیار ہے چاہے تاوان لیوے ان لوگوں سے اس چیز کی قیمت کا جو قبل اس عمل کے تھی تو مزدوری نہ دیوے یا اس قیمت کا جو بعد عمل کے ہو تو مزدوری بھی دیوے کذا فی الاصل۔

(۱۳) وہ اجیر جو چیز کو روک نہیں سکتا

اور جس اجیر کے کام کا اثر اس شے میں نہ ہووے جیسے بوجھ لادنے والا یا ملاح یا کپڑا پچھینچنے والا جو صرف کپڑا دھوئے اور کلف وغیرہ اس پر نہ کرے تو ان لوگوں کو چیز کا روک رکھنا واسطے مزدوری لینے کے نہیں پہنچتا (تو اگر ان لوگوں نے چیز کو روک رکھا اور تلف ہو گئی تو ضمان دینگے مثل غاصب کے درمختار) البتہ جو غلام بھاگے ہوئے کو لیکر آوے وہ اپنی مزدوری کیلئے اس غلام کو روک سکتا ہے۔

فائدہ:۔ اگرچہ اس کے کام کا اثر غلام میں کچھ پایا نہیں جاتا اس لئے کہ غلام سابق مثل ہالک کے تھا تو لانے والے نے گویا اس کو جلا کر مالک کے ہاتھ بعوض اجرت کے فروخت کیا اور زفرؒ کے نزدیک اجیر کو حق حبس نہیں برابر ہے کہ اس کے کام کا اثر اس چیز میں ہووے یا نہ ہووے کذا فی الاصل۔

(۱۴) اجیر کا دوسرے سے کام کروانا

اگر مالک مال نے اجیر سے قید اس بات کی نہ لگائی کہ یہ کام تو اپنے ہاتھ سے کرنا تو اس کو اختیار ہے کہ خواہ آپ کرے یا کسی اور سے کام لیوے اور اگر یہ قید لگادی جیسے کہا کہ اس کپڑے کو اپنے ہاتھ سے سینا تو اجیر کو دوسرے سے کام لینا درست نہیں۔

فائدہ:۔ مگر دایہ کو اس کو غیر عورت سے دودھ پلوا دینا جائز ہے۔ شرط اور بلا شرط ہر طرح سے درمختار۔

(۱۵) ولاجیر المجئ بعیاله ان مات بعضهم وجاء بمن بقی اجره بحسابه وحامل خط اوزادالی زید باجران رده لموته لاشئ له هذاعندابی حنیفة وابی یوسف رحهمما وعندمحمد له اجرالذهاب فی الخط ای الکتاب وفی الزاد لاشئ له اتفاقاحیث نقض عمله بالرد (۱۶) وصح استیجاردارادکان بلا ذکر مایعمل فیه فان العمل المتعارف فیهما سکنی فینصرف الیه وله کل عمل سوی موهن البناء کالقصارة والحدادة

(۱۵) اجیر کے لئے کام کا موقع نہ رہنا یا پورا نہ ہوسکنا

ایک شخص نے ٹھیکہ لیا اس بات کا کہ زید کے اہل وعیال کو لے آوں گا (مثلاً بصرے سے جاکر اور جب بصرے میں گیا) تو بعض اہل وعیال اس کے مرگئے تھے وہ شخص جو باقی تھے ان کو لے کر آیا اس صورت میں اجیر کو اجرت حساب سے ملے گی زید نے عمرو کو ایک خط دیا کہ بکر کو لے جاکر پہنچادے اجرت سے عمرو جب لے کر گیا تو بسبب مرجانے بکر کے وہ خط پھر زید کے پاس واپس کر لایا اس صورت میں عمرو کو کچھ اجرت نہ ملیگی یہی حکم ہے کہ اگر کچھ کھانا لے جاوے کسی کے پاس پہنچانے کے لئے اور اس کے مرجانے کے سبب سے وہ کھانا پھر مالک کے پاس پھیر لاوے تو اجرت کچھ نہ ملے گی۔

فائدہ:۔ نزدیک شیخین کے اور نزدیک محمدؒ کے خط میں اس کو اجرت جانے کی ملے گی یعنی نصف پوری اجرت کی اور کھانے میں کچھ نہ ملے گا بالاتفاق اس لئے کہ باطل ہوگیا عمل اس کا بسبب رد کے کذافی الاصل طحطاوی میں ہے کہ یہ حکم جب ہے کہ مالک نے خط لے جانے اور جواب لانے دونوں کو کہا ہووے اس واسطے کہ اگر جواب لانا مذکور نہ ہوگا تو خط پھیر لانے سے تمام اجرت لازم ہو گی چنانچہ شرح مجمع میں مطرح ہے اور امام محمدؒ کی جامع صغیر میں خط لے جانا اور جواب لانا دونوں مذکور ہیں انتہی مختصراً۔

(۱۶) دکان یا گھر کا کرایہ لینا

صحیح ہے کرایہ لینا گھر کا یا دکان کا اگرچہ ذکر نہ کرے اس کام کا جو اس میں کرے گا (اس واسطے کہ عمل متعارف ان دونوں میں سکونت ہے تو مطلق منصرف ہوگا ظرف متعارف کے کذافی الاصل) اور کرایہ دار کو جائز ہے کہ اس دکان یا مکان میں جو کام چاہے کرے مگر وہ کام جس سے عمارت سست ہو جاتی ہے جیسے ڈھلائی وغیرہ۔

فائدہ:۔ اور لوہاری اور آٹا پسوائی کہ ان کاموں سے عمارت میں نقصان آتا ہے تو بدوں رضامندی مالک کے یا ان چیزوں کی شرط ہو جانے سے عقد اجارہ میں یہ کام درست نہیں اسی طرح مستاجر کو اختیار ہے کہ جب مکان یا دکان کرایہ کو لیوے تو آپ رہے یا اور کسی کو رکھے لیکن لوہار دھوبی وغیرہ کو جن سے عمارت میں نقصان ہوتا ہے نہ رکھے درمختار۔

(۱۷) ولو استاجرارضا لبناء او غرس صح واذاانقضت المدة سلمها فارغة الاان یغرم الموجر قیمته مقلوعاً ویتملکه بلارضے المستاجر ان نقص القلع الارض والافبرضاه او یرضے بترکه فیکون البناء والغرض لهذا والارض لهذا وقوله ویتملکه بالنصب عطف علے ان یغرم وقوله

والاای وان لم ینقص القلع الارض وقوله او یرضے عطف علے قوله ان یغرم فالحاصل انه یجب علے المستاجران یسلمها فارغۃً الاان یوجداحدالامزین الاول ان یعطے الموجر قیمة البناء اوالغرس مقلوعاً ویتملکه وهذا الاعطاء والتملک یکون جبراً علے تقدیران ینقص القلع الارض ویکون برضاء المستاجر علی تقدیران لاینقص والامرالثانی ان یرضے الموجربترک ابناء والغرس فی ارضه هذا الذی ذکره فی وجوب القلع وعدم وجوبه وفهم منه ولایة القلع للمستاجر وعدمها فانه قد ذکرانه ان نقص القلع الارض یتملکه بلارضی المستاجر فح لایکون للمستاجر القلع وفی غیر هذه الصورة یکون (۱۸) والرطبة کالشجرة فان لها بقاء فی الارض بخلاف الزرع فانه اذا انقضت المدة لایجبر علی القطع قبل اوان الحصاد

(۱۷) تعمیر یا شجر کاری کیلئے زمین کرایہ پر لینا

اگر زمین کرایہ کو لی واسطے عمارت بنانے کے یا درخت بونے کے تو درست ہے پھر جب مدت اجارہ تمام ہو جاوے تو مستاجر کو لازم ہے کہ عمارت اور درخت اپنا اکھیڑ کے زمین خالی مالک کو تسلیم کرے مگر جب کہ مالک زمین کا اس عمارت اور درخت کی قیمت دینے پر جو بعد کھد جانے کے ہوتی ہے راضی ہو جاوے تو جبراً اس قدر قیمت مستاجر کو دے کر عمارت اور درخت بھی لے سکتا ہے اگر کھودنے سے عمارت کے اور درخت کے مالک کی زمین کا نقصان ہوتا ہو اور جو اس کا نقصان نہ ہوتا ہو تو مستاجر کی رضامندی سے لے سکتا ہے یا مالک زمین کا راضی ہو جاوے اس بات پر کہ عمارت اور درخت اپنا ہماری زمین پر رہنے دو تو زمین مالک کی رہے گی اور عمارت اور درخت مستاجر کے۔

فائدہ:۔ لیکن عمارت اور درخت کا رہنے دینا اگر بعوض اُجرت کے ہو تو اجارہ ہوگا ورنہ عاریت ہوگا تو اب مالک زمین اور مالک مکان دونوں کو پہنچتا ہے کہ زمین اور عمارت ایک شخص ثالث کو کرایہ دیویں اور زرکرایہ قیمت زمین پر جو بغیر عمارت ہووے اور قیمت عمارت پر جو بغیر زمین ہووے تقسیم کر کے بقدر اپنے اپنے حصے کے بانٹ لیویں درمختار۔

(۱۸) رطبہ کا حکم

اور رطبہ کا حکم (رطبہ مابین درخت اور گھانس کے ہے مراد یہاں رطبہ سے وہ چیز ہے جس کو ایک مرتبہ بودیں تو جڑ اس کی ہمیشہ زمین میں باقی رہے اور اس کے پتے یا پھول توڑتے اور بیچتے جاویں) مثل درخت کے ہے۔

فائدہ:۔ یعنی مستاجر پر رطبہ اکھیڑ کے خالی زمین تسلیم کرنا واجب ہے اس لئے کہ رطبہ کی جب کوئی انتہا نہیں ہوئی تو مثل درخت کے ہوگئی کہ اس کا اکھیڑنا ضرور ہوا برخلاف کھیتی کے کہ اگر مدت اجارہ ختم ہوگئی اور ابھی تک کھیتی کٹنے کا وقت نہیں آیا تو مستاجر پر جبر نہ کیا جاوے گا کھیت اکھیڑنے پر بلکہ کٹنے کے وقت تک مہلت دی جاوے گی اور مالک زمین کو اجرت مثل دلائی جاوے گی اور اسی کھیتی کے حکم میں ہیں وہ ترکاریاں جن کی ایک انتہا ہے جیسے مولی گاجر بینگن وغیرہ درمختار۔

(۱۹) وضمن بارداف رجل معه وقد ذكرركوبه اى ركوب المستاجر من غير ذكر الرديف نصف قيمتها بلا اعتبار الثقل فان الخفيف الجاهل بالفروسية قديكون اضرمن الثقيل العالم بها (۱۹) وبالزيادة علے حمل مازاد الثقل ان اطاقت حملها والاكل قيمتها اى ضمن بالزيادة علے حمل مازاد ان كان الحمل بحيث تطيقه هذه الدابة وان لم يكن الحمل كذلک يضمن كل قيمتها (۲۰) كعطبها بضربه وكبحه العطب الهلاک وكبح اللجام جذبه الى نفسه عنقاً يعنے ضمن بهلاک الدابة بسبب الضرب اوكبح اللجام كل قيمتها عندابى حنيفةؒ وعندهما لاالاان يكون ضرباً او كبحاً غيرمتعارف

(۱۹) کرایہ کے جانور پر زیادہ لادنا

اگر ایک جانور سواری کو کرایہ لیا اور کرایہ لیتے وقت فقط اپنے سوار ہونے کا ذکر کیا بعد اس کے اپنے پیچھے ایک اور شخص کو بھی بٹھایا اور جانور ہلاک ہوگیا تو جانور کی نصف قیمت مستاجر کو دینا پڑے گی (اور گرانی وزن کا اعتبار نہ ہوگا اس واسطے کہ کبھی ہلکا آدمی جو ناواقف ہو سواری سے زیادہ ضرر پہنچاتا ہے اس بھاری آدمی سے جو فن سواری کو جانتا ہووے کذا فی الاصل) اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ لادنے سے جانور مر گیا تو تاوان دے بقدر زیادہ بوجھ ہونے کے (مثلاً تین من لادنا ٹھہرا تھا اور اس نے چار من لادا اور اس سے جانور مر گیا تو چوتھائی قیمت کا تاوان دیوے) یہ حکم جب ہے کہ وہ جانور اس قدر بوجھ کے لادنے کی جتنا مستاجر نے لادا ہے طاقت رکھتا تھا اور جو اس قدر بوجھ کی وہ جانور طاقت ہی نہ رکھتا تھا تو کل قیمت کا تاوان لازم آوے گا۔

فائدہ:۔ اسی طرح اگر ردیف کی سواری کی بالکل طاقت ہی نہ رکھتا ہو اور مستاجر نے سوار کیا تو کل قیمت کا تاوان دے گا جیسے ردیف کو اپنے کندھے پر بٹھالیا یا بوجھ کی جگہ پر سوار ہوگیا یا بہت سے کپڑے اپنے اوپر لاد لئے ان سب صورتوں میں کل قیمت کا تاوان دے گا درمختار۔

(۲۰) مارنے یا لگام کھینچنے سے جانور کی ہلاکت

اسی طرح اگر مستاجر نے جانور کو ایسا مارا یا اس کی لگام کھینچی کہ جانور ہلاک ہوگیا تو کل قیمت کا تاوان لازم آوے گا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک تاوان نہ ہوگا مگر جبکہ ایسی مار مارے یا اس طرح لگام کھینچے جو موافق دستور کے نہ ہووے۔

فائدہ:۔ اسی پر فتویٰ ہے اور امام نے بھی اسی قول کی طرف رجوع کیا درمختار اور ہدایہ کا ظاہر قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مستاجر کو جانور کا مارنا جائز ہے اذن عرفی کے سبب سے اور مارنا اپنے جانور کو پس قنیہ میں ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ اس کو ہرگز نہ مارے اور اس سے مواخذہ ہوگا اس ضرب میں جو تادیب سے زیادہ ہے یعنی ہر شخص کو منع کرنا درست ہے علی الخصوص جب مالک جانور کے منہ پر مارے درمختار۔

(۲۱) وجوازها بها عما استوجرت اليه ولوذاهباً وجائياً وردها اليه قوله وردها بالجرعطف على جوازها اى يضمن بجواز الدابة عن موضع استوجرت اليه ثم ردها الى ذلك الموضع وان كان الاستيجار ذاهباً وجائياً وانما قال هذا نفياً لماقيل انه انما يضمن اذااستاجرها ذاهباً فقط لان الاجارة قد انتهت بالوصول الى ذلك الموضع فيضمن بالجواز عنه واما اذااستاجرها ذاهباً وجائياً فجاوزعن ذلك الموضع ثم ردها اليه لايضمن كالمودع اذاخالف ثم عاد الى الوفاق لكن الصحيح الضمان اقول ان هلكت الدابة فى ذلك الموضع بسبب تيقن بانه لامدخل الجواز هاعن ذلك الموضع فى تحقق ذلك السبب يفتے بعدم الضمان وان هلكت بسبب لا تيقن بذلك بل يمكن ان يكون له مدخل يفتے بالضمان

(۲۱) جانورکومعینہ مقام سے آگے لے کر جانا

اگرایک جانورکوکرایہ لیاایک مقام معین تک آنے جانے کے لئے اوراس مقام سے آگے لے گیا بعداس کے پھراسی مقام تک پھیرلایااور جانور ہلاک ہوگیاتواس کوضمان دیناہوگا۔

فائدہ:۔ یہی حکم ہے عاریت میں اور بعضوں کے نزدیک ضمان جب ہے کہ فقط جانے کے لئے کرایہ لیاہواور جو آنے جانے کے لئے ہوتو تاوان نہیں ہے لیکن صحیح قول اول ہے کہ دونوں صورتوں میں ضمان ہے کذافی الاصل صدر الشریعۃؒ نے کہا کہ اگر جانوراس مقام میں آکر ہلاک ہوگیا اوریقین ہےاس بات کا کہ اس کی ہلاکت میں اس مقام سے آگے جانے کو دخل نہیں ہے تو فتویٰ ہوگا ضمان نہ آنے پر اوراگر ہلاک ہواایسے سبب سے کہ اس کا یقین نہیں ہے بلکہ احتمال ہے کہ آگے جانے کواس کی ہلاکت میں دخل ہوتو فتویٰ ضمان آنے پر ہے انتہی مختصراً۔

(۲۲) ونزع سرج حمار مكترى وايكافه مطلقاً واسراجه بما لايسرج بمثله دون مايسرج بمثله اى ان اكترى حماراً مسرجاً فنزع السرج واوكفه وحمل عليه فهلك ضمن سواء كان الاكاف ممايوكف هذاالحمار بمثله اولاوان نزع السرج او سرجه بسرج آخر فان كان هذا السرج ممالايسرج هذا الحمار بمثله يضمن وان كان يسرج بمثله لايضمن الااذاكان فى الوزن زائداً علے الاول فيضمن بحسابه وهذا عند ابى حنيفةؒ وعندهما ان اوكفه بكاف يوكف بمثله لايضمن الااذاكان زائداً فى الوزن على السرج الذى نزعه فيضمن بقدر الزيادة (۲۳) وسلوك الحمال طريقا غير ماعينه المالك وتفاوتااولايسلكه الناس او حمله فى البحر فله الاجران بلغ اى للحمال الاجر فى جميع ماذكران بلغ المنزل لحصول المقصود (۲۴) ومن استاجرارضاً لزرع برفزرع رطبته ضمن مانقصت بلااجر لانه صارغا صباً وحكم الغصب هذا (۲۵) ومن دفع ثوباً ليخيطه قميصاً فخاطه قباءً ضمن قيمة ثوبه اواخذالقباء باجرمثله ولم يزدعلے ماسمى لانه لايزاد علے المسمى عندنا فى الاجارة الفاسدة والله اعلم.

(۲۲) گدھے کا زین اتار کر پالان کسنا

اگر ایک گدھا کرایہ پر لیا جس پر زین کسا ہوا تھا اور مستاجر نے اس کا زین اتار کر پالان اس پر باندھا اور بوجھ لادا پھر وہ تلف ہوگیا تو ضمان لازم آوے گا برابر ہے کہ اس طرح کا پالان ایسے گدھے پر باندھا جاتا ہو یا نہ باندھا جاتا ہو اور اگر مستاجر نے اس زین کو اتار کر دوسرا زین اس پر کسا تو دیکھنا چاہئے اگر وہ زین جس کو مستاجر نے کسا ہے ایسا ہے کہ اس قسم کا زین ایسے گدھے پر نہیں کسا جاتا ہے تو ضمان ہوگا اور اگر کسا جاتا ہے تو ضمان نہ ہوگا مگر جب بوجھ میں زیادہ ہو پہلے زین سے تو بقدر زیادتی وزن ضمان ہوگا یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک پالان میں بھی یہی حکم ہے۔

فائدہ:۔ یعنی جب پالان اس قسم کا ہووے کہ ویسا پالان ایسے گدھے پر لادا جاتا ہے تو ضمان نہیں ہے مگر جب وزن میں زائد ہو زین سے کذا فی الاصل۔

(۲۳) حمال کا راستہ اختیار کرنے میں مستاجر کی مخالفت کرنا

اور اگر ایک شخص کو بوجھ لے چلنے کے لئے اجرت پر مقرر کیا اور حمال نے اسباب لے کر وہ راستہ اختیار نہ کیا جس کو مالک نے مقرر کر دیا تھا بلکہ دوسرے راستے سے گیا اور دونوں راستوں میں فرق تھا۔ (مثلاً مالک کا راستہ مقرر کیا ہوا ماموں اور محفوظ تھا اور مزدور کا راستہ پر خوف و خطر یا دشوار گزار تھا) یا مزدور جس راستے گیا اس میں لوگ آمد و رفت نہیں کرتے تھے یا مالک نے خشکی کے راستے جانے کو کہا تھا اور حمال دریا کے راستے گیا اور مال و اسباب تلف ہوگیا تو حمال ضامن ہوگا (اور جو دونوں راستوں میں کچھ فرق نہ ہووے تو ضامن نہ ہوگا ہدایہ) اور اگر باینہمہ حمال نے اسباب مالک کا منزل مقصود تک پہنچا دیا تو مالک کو اجرت دینا پڑے گی اس کو سب صورتوں میں اس واسطے حصول مقصود کے۔

(۲۴) گیہوں کیلئے زمین لے کر رطبہ لگا دینا

جس شخص نے زمین کرایہ لی گیہوں بونے کے لئے اور پھر اس میں رطبہ لگایا تو جو کچھ نقصان زمین کا رطبہ لگانے سے ہوگا وہ مستاجر کو دینا پڑے گا اور اجرت نہیں دے گا اس لئے کہ وہ خلاف کرنے سے غاصب ہوگیا اور غاصب پر صرف تاوان ہے۔

(۲۵) درزی کا کرتہ کی جگہ قبا سینا

جس شخص نے درزی کو ایک کپڑا دیا کرتہ سینے کے لئے اور اس نے قبا سی ڈالی تو مالک کو اختیار ہے خواہ اپنے کپڑے کی قیمت درزی سے لے لیوے یا قبا لے لیوے اور درزی کو اجر مثل دیدیوے لیکن اجر مثل اجر مسمیٰ سے زیادہ نہ دیوے۔

فائدہ:۔ یعنی جس قدر کرتے کی سلائی مقرر ہوئی تھی اس سے کم یا برابر اگر اجر مثل قبا کا ہووے تو اجر مثل دیوے اور جو اجر مثل قبا کا اجر مسمیٰ سے زیادہ ہووے تو زیادہ نہ دے گا کیونکہ یہ اجارہ فاسد ہوگیا اور اجارۂ فاسدہ میں ہمارے نزدیک اجر مسمیٰ سے زیادتی نہیں ہوتی۔

فوائد (۱) رنگریز کا غلطی کرنا

رنگریز کو ایک کپڑا دیکر سرخ رنگنے کو کہا اور اس نے زرد رنگا تو مالک کو اختیار ہے چاہے زرد رنگین لیوے اور رنگریز کو اتنا دیوے جتنی قیمت سفید کپڑے کی زردی سے ہوگئی اور رنگریز کے واسطے اجرت نہیں اور چاہے اپنے سفید کپڑے کے دام لے لیوے اسی طرح اگر رنگریز نے بہت ناقص رنگا تو سفید کپڑے کی قیمت کا ضمان دے گا۔

(۲) درزی کا ناپ میں غلطی کرنا

درزی سے کہا کہ قبایا قمیص قطع کر جس کا طول اور عرض اور آستین اس قدر ہووے سووہ کم ہوا مقدار تعین سے سو اگر بقدر انگلی یا اس کے مانند کم ہو تو معاف ہے اور اگر زیادہ ہو تو اس کا تاوان دے۔

(۳) درزی کی دھوکہ دہی

مالک نے درزی سے کہا کہ اگر یہ کپڑا میرے قمیص کے واسطے کفایت کرتا ہو تو اس کو قطع کر ایک درم کی مزدوری پر اور اس کو سی دے سو درزی نے قطع کیا پھر بولا کہ یہ کپڑا تیرے قمیص کے واسطے کافی نہیں تو اس پر تاوان لازم ہوگا اس واسطے کہ اس نے دھوکہ دیا۔

ساربان اتر امیدان میں یہاں تک کہ مال تلف ہو گیا چوری یا بارش سے اگر وہاں چوری اور بارش بکثرت ہوا کرتی ہے تو ضامن ہوگا۔

(۴) دوسرے تاجر کا مال بغیر اجازت بیچنا

اگر ایک شخص نے اہل بازار میں سے دوسرے تاجر کا مال بیچ دیا بغیر تقرر اجرت کے بعد اس کے اجرت طلب کی تو عرف کا اختیار ہوگا یعنی اگر اجرت لینے کا دستور ہوگا تو اجرت مثل واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

(۵) کرایہ کے مکان کا کچھ حصہ گرنا

ظاہر الروایۃ میں گھر اگر تھوڑا گر جاوے تو کرایہ ساقط نہیں ہوتا اور بعض کے نزدیک بقدر انہدام کرایہ ساقط کر دیا جاوے گا۔

(۶) تعمیر کے اخراجات میں مالک و کرایہ دار کا اختلاف

اگر مالک خانہ نے کرایہ دار کو حکم کیا عمارت بنانے کا اور کرایہ میں مجرا کر لینے کا تو عمارت میں دونوں نے اتفاق کیا اور مقدار صرف میں اختلاف کیا تو صاحب خانہ کا قول مقبول ہوگا اور گواہ کرایہ دار کے مسموع ہوں گے طحطاوی و در مختار۔

باب الاجارة الفاسدة

(۱) الشرط يفسدها والمراد شرط يفسدالبيع (۲) وفيها اجر المثل لايزاد على المسمى هذا عندنا وعند زفروالشافعيؒ يجب بالغاً مابلغ كما في البيع الفاسد تجب قيمة العين بالغة مابلغت ولنا ان المنافع غير متقومة بنفسها بل بالعقد وقد اسقطا الزيادة فيه (۳) وصح اجارة دار كل شهر بكذافي واحد فقط وفي كل شهرٍ سكن ساعة في اوله هذا عند بعض المشائخ فانه حين يهل الهلال يكون لكل واحد حق الفسخ فاذامضى ادنىٰ زمان لزم العقد في هذاالشهرو في ظاهرالرواية لكل واحد منهما حق الفسخ في الليلة الاولىٰ مع اليوم الاول من الشهر اذفي اعتبار اوان رؤية الهلال حرج (۴) وفي كل شهر علم مدته بان قيل اجرت لستة اشهر كل شهر بكذاواجارتها سنة بكذ اوان لم يسم قسط كل شهر

باب....اجارۂ فاسدہ کے بیان میں

(۱) اجارہ کو فاسد کرنے والی شرط

اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اس شرط سے جس سے بیع فاسد ہوتی ہے۔

فائدہ: یعنی اس شرط سے کہ مخالف ہو عقد کے مثلاً یہ شرط کہ اگر مکان بالکل خراب اور منہدم بھی ہوجاوے جب بھی کرایہ ساقط نہ ہوگا یا پن چکی کا پانی بند ہوجاوے جب بھی اجرت لازم ہوگی اجارے کو وہی شروط فاسد کرتے ہیں جو بیع کو جیسے ماجور یا اجرت یا مدت یا عمل کی جہالت اور فاسد کرتا ہے۔ اجارے کو شیوع اصلی یعنی جو وقت اجارہ موجود ہووے بایں طور کہ اپنے گھر میں سے ثلث یا ربع کرایہ دیوے غیر شریک کو نہ شیوع طاری یعنی جو بعد اجارہ کے عارض ہو گیا ہووے جیسے اجارہ دیا کل گھر کا پھر بعض میں فسخ کرڈالا یا دوشریکوں نے اپنی کل چیز کو اجارہ دیا پھر ایک شریک مرگیا اگر اجارہ دیا شے مشاع کو اور قبل باطل کرنے حاکم کے اس کو تقسیم کیا اور تسلیم کیا مستاجر کو تو جائز ہو گا نہ بعد ابطال حاکم کے اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ جب مستاجر اس سے منفعت حاصل کر لیوے تو اجرت مثل واجب ہوگی اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمیٰ سے اگر اجرت کا تسمیہ اور تعین ہوا ہو اور جو اجرت شے مجہول ہووے جیسے ایک کپڑا یا ایک چارپایہ یا اجرت کا ذکر ہی نہ آیا ہووے یا اجرت خمر یا خنزیر ٹھہرا ہووے تو اجرت مثل واجب ہوگی جہاں تک پہنچے اجارۂ فاسدہ جدا ہے اجارۂ باطلہ سے اجارۂ فاسدہ وہ ہے جو اوپر گزرا یعنی اصل اس کی مشروع ہووے اور فساد کسی شرط زائد وغیرہ کے سبب سے ہو گیا ہووے اجارۂ باطلہ جو اصل سے مشروع نہ ہووے جیسے اجارہ لینا بعوض مردار اور خون کے یا بت تراشی یا تصویر سازی کے لئے تو اجارۂ باطلہ میں مطلق اجرت واجب نہیں اگر چہ مستاجر منفعت حاصل کرلیوے طحطاوی و درمختار ملخصاً۔

(۲) اجارۂ فاسدہ میں اجرت

اور اس اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل واجب ہوتی ہے اور نہ زیادہ ہوگی اجرت مسمیٰ سے۔

فائدہ: ہمارے نزدیک اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک جہاں تک پہنچے اجرت مثل واجب ہوگی جیسے بیع فاسد میں قیمت مبیع کی جہاں تک واجب ہوتی ہے دلیل ہماری یہ ہے کہ منافع غیر متقوم ہیں فی نفسہا بلکہ متقوم ہوجاتے ہیں بسبب عقد کے اور عقد میں خود متعاقدین نے زیادتی کو اجر مسمیٰ سے ساقط کردیا ہے کذافی الاصل۔

(۳) ماہوار کرایہ پر کئے گئے اجارہ کی مدت

ایک مکان کرایہ دیا ہر مہینے کا کرایہ اتنا تو فقط ایک مہینے میں اجارہ صحیح ہوگا اور باقی مدت میں فاسد ہوگا بسبب مجہول ہونے مدت کے یعنی معلوم نہیں کہ پانچ مہینے یا دس درمختار۔ اور جس مہینے کے اول میں ایک ساعت بھی مستاجر رہے گا تو اس میں بھی اجارہ صحیح ہوگا۔

فائدہ: یہ مذہب بعض مشائخ کا ہے کہ جب چاند دیکھا جاوے گا تو ہر ایک کو حق فسخ ہے پس جب تھوڑا زمانہ بھی دوسرے مہینے کا گزرا تو اس مہینے میں بھی عقد اجارہ لازم ہو جاوے گا اور ظاہر الروایۃ میں ہر ایک کو حق فسخ پہنچتا ہے چاند رات اور پہلی تاریخ کی شام تک اس واسطے کہ فقط رویت چاند کی ان کے اعتبار کرنے میں حرج ہے کذافی الاصل۔

(۴) ماہوار کرایہ کی صورت میں کئی ماہ کا اجارہ

مگر یہ کہ سب مہینوں کا اکٹھا ذکر کردیوے تو سب میں صحیح ہو جاوے گا مثلاً یوں کہہ دیوے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو چھ مہینے تک اجارہ دیا ہر مہینے پر اتنا کرایہ اسی طرح اگر سال بھر تک اجارہ دیوے اسی طرح (یعنی یوں کہے کہ یہ گھر میں نے تجھ کو سال بھر اجارہ دیا ہر مہینے میں اتنا کرایہ) اگر چہ ہر مہینے کے کرایہ کا ذکر نہ کرے۔

فائدہ: یعنی سال بھر کا کرایہ ذکر کردیوے اور ہر مہینے کا کرایہ ذکر نہ کرے تو صحیح ہوگا اور اس سال کے کرائے کو ہر مہینے پر تقسیم کرلیویں گے درمختار۔

(۵) واول المدة ماسمي والافوقت العقدفان كان حين يهل يعتبرالاهلة والافللايام كالعدة اى ان كان عقد الاجارة عندالاهلال يعتبرالاهلة وان كان فى اثناء الشهر فعندابى حنيفة يعتبر الكل بالايام كل شهر ثلثون يوماً وعندهما يعتبرالاول بالايام والباقى بالاهلة فان اٰجر فى عاشرذى الحجة سنةً فعند ابى حنيفة يقع علےٰ ثلثمائة وستين يوماً وعندهما الشهرالاول يعتبر بالايام وهو ثلثون يوماً فذوالحجة ان تم على ثلثين يوماً فالسنة تتم علےٰ عاشر ذى الحجة وان تم على تسعة وعشرين يوماً فالسنة تتم علےٰ الحادى العشرمن ذى الحجة والحق ان يتم السنة علےٰ عاشر ذى الحجة علےٰ كل حال اذلوتتم علےٰ حادى عشر يدخل العاشرفى تمام السنة فلزم تكرارالعبد الاضحىٰ فے سنة واحدة احدهما فى اول المدة والثانى فى اٰخرها وهل سمعت ان عيدالاضحىٰ يتكررفى سنة واحدةً (۶) واجارة الحمام والحجام

(۵) مدت اجارہ کی ابتداء

اور ابتدائے مدت اجارہ وہ ہے جو مذکورہ ہو (مثلاً یہ کہہ دیا ہووے کہ اجارہ شروع ہوگا غرۂ ماہ رجب یا غرۂ ماہ رمضان سے) اور اگر ابتدائے مدت مذکور نہ ہووے تو وقت عقد اجارہ وہی اول مدت ہے سو اگر اجارہ منعقد ہوا ہو اس وقت جب چاند دیکھا گیا تو مہینوں کا شمار چاند چاند ہوا کرے گا اور اگر اجارہ ہوا اثنائے مہینے میں (مثلاً دسویں آٹھویں چودھویں بیسویں وغیرہ) تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مہینوں کا شمار دنوں سے ہوگا یعنی جب تیس دن پورے ہوا کرینگے تو ایک مہینہ ہو جاوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک پہلا مہینہ دنوں سے پورا کیا جاوے گا اور باقی چاند چاند رہے گا پس اگر ذی حجہ کی دسویں تاریخ سال بھر کا اجارہ ہوا تو امام صاحبؒ کے نزدیک سال پورا ہوگا دنوں کے شمار سے ہر مہینہ تیس دن کا تو ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک ذی حجہ اگر تیس دن کا ہوا تو سال تمام ہوگا دوسرے سال کے ذی حجہ کی دسویں تاریخ اور اگر ذی حجہ انتیس دن کا ہوگا تو سال تمام ہوگا ذی حجہ کی گیارہویں تاریخ کو اور حق یہ ہے کہ تمام ہوگا سال دسویں ذی حجہ کو دونوں صورتوں میں کیا تو نے سنا ہے کہ ایک سال میں دو عید الاضحیٰ ہوویں۔

(ہمارے عرف کے موافق مذہب صاحبینؒ کا اولیٰ بالعمل ہے)

(۶) حمام اور حجام کی اجرت

اور جائز ہے اجرت دینا حمام کی اور حجام کی۔

فائدہ:۔ درمختار میں وجہ اجرت حمام کے جواز کی یہ مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جحفہ کے حمام میں تشریف لے گئے تھے لیکن مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ دخول حمام جحفہ کی حدیث موضوع ہے اس صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ استدلال کیا جاوے تعارف ناس سے اور جہالت مدت سے ناجائز اس واسطے نہ ہوا کہ اس پر اجماع ہے مسلمین کا اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو مسلمان نیک جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی نیک ہے اور جس کو مسلمان بد جانیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بد ہے۔ کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ یہ حدیث غریب ہے مرفوعاً البتہ روایت کیا اس کو احمدؒ نے موقوفاً ابن مسعودؓ سے اور اسی طرح روایت کیا اس کو بزازؒ اور طبرانیؒ اور طیاسی نے ترجمہ ابن مسعودؓ میں اور حجام کی اجرت کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے کہ پچھنے لگوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور دی پچھنے لگانے والے کو اجرت اس کی اور اگر ہوتی مزدوری اس کی حرام تو نہ دیتے آپ اس کو اور وہ جو مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ فرمایا اپنے حرام سے ہے کمائی حجام کی اور خبیث ہے کسب حجام کا روایت کیا اس کو مسلمؒ نے رافع بن خدیج سے سو وہ حدیث منسوخ ہے یا محمول ہے اوپر کراہت تنزیہی کے واللہ اعلم۔

(۷) والظئرباجرمعين وبطعامها وكسوتها هذا عندابی حنيفة وعندهما لايجوز للجهالة وهو القياس وله ان الجهالة لاتفضي الى المنازعة لان العادة التوسعة علے الاظهار شفقةً علے الاولاد وهوالاستحسان (۸) وللزوج وطيها الافي بيت المستاجر فان البيت ملكه فيمنعه فيه وله في نكاح ظاهر فسخها ان لم يأذن بها فان اقرت بنكاحه لا ای ان كان النكاح ظاهرا بين الناس او يكون عليه شهود فللزوج فسخ الاجارة صيانةً لحقه اما ان علم النكاح باقرارها لا (۹) ولاهل الصبي فسخها ان مرضت او حبلت لان لبنها يضربالولد (۱۰) وعليها غسل الصبی وثيابه واصلاح طعامه ودهنه لاثمن شئ منها وهو واجره واجب علے ابيه فان ارضعته بلبن شاة اوغذته بطعام ومضت المدة فلا اجز (۱۱) ولم يصح للاذان

(۷) انا کا اجارہ

اور درست ہے اجارہ لینا انا کا ایک اجر معین پر (بسبب رواج لوگوں کے بخلاف باقی حیوانات کے یعنی شیر نوشی کے واسطے گائے یا بکری کو اجارہ لینا یا اجارہ دینا جائز نہیں جہالت کے سبب سے) اسی طرح انا کو نوکر رکھنا اس کے کھانے اور کپڑے پر جائز ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے بوجہ مجہول ہونے اجرت کے اور یہی موافق قیاس کے ہے اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ یہ جہالت موجب منازعت نہیں ہوتی کیونکہ انا پر خوراک اور پوشاک کی کشایش کی عادت ہے بچے کی محبت اور شفقت سے۔

فائدہ:۔ فتاویٰ کبریٰ میں ہے کہ انا کے نوکر رکھنے میں دودھ پلانے کی مدت معین کرنا بالاجماع شرط ہے دلیل میں اس کے جواز کی صاحبؒ ہدایہ نے یہ قول اللہ تعالیٰ کا بیان کیا ہے فان ارضعن لکم فاتوھن اجورھن یعنی اگر دودھ پلاویں تمہارے لئے تو دو تم اجرت ان کی دوسرے یہ کہ عملدرآمد اس امر پر جاری تھا عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اور حضرتؐ نے اس کو قبول کیا اور ثابت رکھا۔

(۸) انا کے خاوند کے حقوق

اور انا کے خاوند کو جائز ہے کہ اپنی زوجہ سے وطی کرے نہ مستاجر کے گھر میں (اس واسطے کہ گھر ملک ہے مستاجر کی تو وہ منع کر سکتا ہے) انا کے خاوند کو فسخ اجارہ پہنچتا ہے اگر اس کا نکاح ظاہر ہو لوگوں میں یا اس پر گواہ ہوویں اپنے حق کی صیانت کے لئے اور اگر نکاح کا ثبوت صرف انا کے اقرار سے ہووے تو فسخ اجارہ نہیں کر سکتا (کیونکہ صرف ان دونوں کا قول مستاجر کے زوال حق میں قبول نہ ہوگا درمختار)

(۹) بچہ والوں کا حق فسخ

اور بچے والے فسخ کر سکتے ہیں عقد اجارہ کو اگر انا بیمار ہو جاوے یا حاملہ ہو جاوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ دودھ عورت مریضہ اور حاملہ کا لڑکے کو ضرر کرتا ہے کذافی الاصل۔ اسی طرح جائز ہے فسخ اگر اس کی زناکاری اور فسق و فجور ظاہر ہو جاوے یا لڑکا اس کے دودھ کو قے کر ڈالتا ہووے یا وہ چور ہووے یا لڑکا اس کی چھاتی منہ میں نہ لیتا ہووے یا دودھ اس کا نہ پیتا ہووے الحاصل جو امر بچے کو مضر ہو تو اس کا منع مستاجر کو پہنچتا ہے چنانچہ زمانہ دراز تک انا کا غائب رہنا اور جو مضر نہ ہو اس کا منع جائز نہیں اور اس قدر اجارے سے مستثنیٰ ہوگا نماز کے اوقات کے مانند کذافی الطحطاوی اور کفر کے سبب سے فسخ اجارہ جائز نہیں اس واسطے کہ کفر اس کا صغیر کو ضرر نہیں کرتا اور اگر بچے کا

باپ مرجاوے گا تو اجارہ نہ ٹوٹے گا البتہ اگر لڑکا یا انا کوئی ان میں سے مرجاوے تو اجارہ فسخ ہو جاوے گا درمختار۔

(۱۰) انا کی ذمہ داریاں

اور انا پر لازم ہے بچے کو اور اس کے کپڑوں کا دھونا اور اس کا کھانا تیار کرنا اور اس کے بدن میں تیل لگانا نہ ان چیزوں کی قیمت کہ ان چیزوں کی قیمت اور اس کے دودھ پلانے کی اجرت بچے کے باپ پر ہے۔ (اگر بچے کا مال نہ ہووے ورنہ اسی کے مال سے دی جاوے گی مثل نفقہ کے در مختار) سو اگر انا نے بچے کو بکری کا دودھ پلایا یا اس کو کھانا کھلا کر رکھا اور مدت اجارے کی گزر گئی تو اجرت نہ پاوے گی۔

فائدہ:۔ برخلاف اس صورت کے کہ انا نے اپنی لونڈی سے یا ایک عورت کو نوکر رکھ کے دودھ پلوا دیا کہ اس صورت میں انا کو اُجرت ملے گی مگر جب خود انا کے دودھ پلانے کی شرط ہوگئی ہووے تو غیر سے دودھ پلوا دینے میں مستحق اجرت نہ ہو گی برقول اصح اور اوجہ یہ ہے کہ اجرت واجب ہوگی درمختار وطحطاوی۔

(۱۱) اذان کی اجرت لینا

اور نہیں صحیح ہے اجارہ لینا اذان کے واسطے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کیا ابوداؤدؒ نے عثمان بن ابی العاصؓ سے کہا کہ کہا میں نے یا رسول اللہؐ کر دیجئے مجھ کو امام اپنی قوم کا فرمایا آپ نے تو امام ان کا ہے اور رکھ تو ایسا موذن جو نہ لیوے اذان پر اجرت۔

(۱۲) والامامة والحج وتعليم القرآن والفقه (۱۶) والغناء والنوح والملاهي (۱۵) وعسب التيس ويفتى اليوم بصحتهالتعليم القرآن والفقه والاصل عندنا انه لايجوز الاجارة على الطاعات ولاعلى المعاصي لكن لماوقع الفتور في الامور الدينية يفتى بصحتها لتعليم القرآن والفقه تحرزاً عن الاندراس (۱۳) ويجبر المستاجر على دفع ما قيل ويحبس به وعلى الحلوة المرسومة الحلوة بفتح الحاء الغيرالمعجمة هدية تهدى الى المعلمين على رؤس بعض سورالقرآن سميت بهالان العادة اهداء الحلاوى هي لغة يستعملها اهل ماوراء النهر (۱۴) والاجارة المشاع الامن الشريك هذا عندابي حنيفةؒ وقالا يصح اجارة المشاع من الشريك وغيره (۱۷) ولودفع الى اخر غزلاً لينسجه بنصفه او استاجر حماراً ليحمل عليه زاداً ببعضه

(۱۲) حج، امامت اور تعلیم قرآن وفقہ کی اجرت

اور حج اور امامت کے واسطے اور قرآن اور فقہ کی تعلیم کے واسطے (اور مثل فقہ کے اور علوم دینیہ ہیں اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھو تم قرآن کو اور نہ روٹی کھاؤ اس کی روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے مسند میں کلیہ اس کا یہ ہے کہ جمیع عبادات اور طاعات کے لئے اجارہ درست نہیں ہے درمختار) اور آج کے زمانے میں فتویٰ اس پر ہے کہ تعلیم قرآن اور فقہ (اور امامت اور اذان درمختار) کے لئے اجرت لینا درست ہے۔

فائدہ:۔ کیونکہ قاعدہ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ اجارہ طاعات اور معاصی پر درست نہیں ہے لیکن جب سستی پڑ گئی دین میں تو اب فتویٰ دیا جاتا ہے ساتھ صحت اجارہ کے تعلیم قرآن اور فقہ کے لئے اس خوف سے کہ مبادا یہ چیزیں محو اور ضائع ہو جاویں کذافی الاصل۔ میں کہتا ہوں موافق قول مفتی بہ کے ایک حدیث بھی موجود ہے جس کو روایت کیا

بخاریؒ نے ابن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زیادہ لائق ان چیزوں میں کہ اجر لیا تم نے اجرت کتاب اللہ کی ہے واللہ اعلم۔

(۱۳) مستاجر پر اجرت کے لئے جبر

تو جب بہ نظر زمانہ حال ان چیزوں کی اجرت لینا درست ٹھہرا تو مستاجر پر جبر ہوگا اس اجرت کے دینے پر جو اس نے قبول کی ہے اور درصورت نہ دینے کے اس کے عوض میں محبوس ہوگا اور بھی جبر ہوگا اس مٹھائی کے دینے پر جو استادوں کو دیا کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ عربی میں اس کو حلوہ کہتے ہیں حلوہ ایک ہدیہ ہے جو معلموں کو دیا جاتا ہے بعض سورتوں کے شروع ہونے پر چنانچہ سورۂ تبارک اور فتح اس ہدیہ کا نام حلوہ اس واسطے ہوا کہ اکثر حلوہ دیا کرتے ہیں اور یہ لغت ہے اہل ماوراء النہر کی کذا فی الاصل۔

(۱۴) اجارۂ مشاع

اور نہیں جائز ہے اجارہ مشاع کا مگر اپنے شریک سے۔

فائدہ:۔ یعنی جب ایک ہی شریک ہو اور جو دو تین شریک ہوں تو ایک شریک کو اجارہ دینا درست نہ ہوگا درمختار اور یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اجارہ مشاع کا درست ہے شریک اور غیر شریک سے کذا فی الاصل لیکن مفتی بہ قول امام صاحبؒ کا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے ارباب شروح ومتون نے طحطاوی۔

(۱۵) مادہ پر نر چھوڑنے کی اجرت

اور نہیں جائز ہے اجرت لینا نر کے چھوڑنے کی مادہ پر گابھن کرنے کے واسطے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے حرام ہے اجرت لینا نر کی کدوائی کی مادہ پر یہ حدیث ہدایہ میں ہے زیلعیؒ نے کہا کہ اس لفظ سے غریب ہے البتہ روایت کیا بخاریؒ نے ابن عمرؓ سے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نر کی کدوائی سے مادہ پر۔

(۱۶) گانے بجانے کی اجرت

اسی طرح نہیں جائز ہے اجرت لینا راگ اور نوحہ اور باجے اور تمام آلات لہو ولعب کے بجانے کے لئے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ سب معاصی میں داخل ہیں اور معاصی پر اجرت لینا ناجائز ہے اور بیان ان کی حرمت کا انشاء اللہ تعالیٰ آگے آوے گا۔

(۱۷) اجیر کے عمل سے پیدا شدہ چیز سے اجرت دینا

اگر ایک شخص نے دوسرے کو سوت دیا اس طرح پر کہ کپڑا بن دیوے اور آدھا کپڑا بنوائی کی مزدوری میں لے لیوے یا ایک گدھا غلہ اٹھانے کے لئے کرایہ کو لیا بعوض کچھ غلے کے اسی میں سے یا ایک بیل اجارہ لیا واسطے آٹا پیسنے کے بعوض کچھ تھوڑے آٹے کے اسی آٹے میں سے تو یہ اجارہ فاسد ہے۔

فائدہ:۔ قاعدہ کلیہ اس کا یہ ہے کہ جب اجرت وہ شے ہوگی جو اجیر کے عمل سے پیدا ہوتی ہے تو وہ اجارہ فاسد ہوگا اور تیسری صورت کا نام قفیز طحان ہے یعنی آٹا پیسنے والے کا اجر اسی آٹے میں سے دیوے اور منع کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے روایت کیا اس کو دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے اور اول اور دوسری صورت محمول ہے اوپر صورت ثالثہ کے کذا فی الاصل مع زیادۃ۔

(۱۸) اوثوراً ليطحن برأله ببعض دقيقه هذا يسمى قفيزالطحان وقدنهى النبي صلى الله عليه وسلم عنه لانه جعل الاجر بعض مايخرج من عمله والصورتان الاوليان فى معنى قفيزالطحان اورجلا ليخبزله كذااليوم بكذا اى اذااستاجر رجلا ليخبزله عشرة امناء اليوم بدرهم فان هذا فاسدعندابى حنيفة وعندهما يصح اذاالمعقود عليه لعمل وذكرالوقت للتعجيل له انه جمع بين العمل والوقت والاول يوجب كون العمل معقوداً عليه وفيه نفع المستاجروالثانى يوجب كون تسليم النفس فى هذااليوم معقوداً عليه وفيه نفع للاجير فيفضى الى المنازعة ولو كان معقود عليه كليهما اى يعمل هذاالعمل مستغرقاً لهذا اليوم فذلک ممالاقدرة عليه لاحدعادة حتى لوقال ليخبزله عشرة امناء فى اليوم فعن ابى حنيفة انه يصح لان كلمة فى لايقتضى الاستغراق (۱۹) اوارضابشرط ان يثنيها اى يكربها مرتين فان كان المراد يردها مكروبة فلاشک فى فساده فانه شرط لايقتضيه العقد وفيه نفع لاحد العاقدين وهوالموجروان لم يكن المراد هذا فان كانت الارض لاتخرج الريع الابالكراب مرتين لايفسدالعقد لان الشرط مما يقتضيه العقد وان كانت تخرج بدونه فان كان اثره يبقى بعد انتهاء العقد يفسد اذفيه منفعة رب الارض وان كان اثره لايبقى لايفسد

(۱۸) نان بائی کی اجرت

یا ایک نان پز کو مقرر کیا تا کہ اس قدر آٹے کی روٹی پکا دیوے آج کے روز بعوض ایک درم کے۔

فائدہ:۔ تو یہ اجارہ فاسد ہے نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک صاحبینؒ کے درست ہے صاحبینؒ یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے معقود علیہ عمل کو کیا ہے اور وقت کا ذکر محض تعجیل کے لئے ہے امام اعظمؒ یہ کہتے ہیں کہ مستاجر نے جمع کر دیا عمل اور وقت میں اور عمل کے معقود علیہ ہونے میں مستاجر کو نفع ہے اور وقت کے بیان کرنے میں صرف تسلیم نفس معقود علیہ ہوتا ہے اس وقت میں اور اس میں نفع ہے اجیر کو تو آئندہ موجب منازعت ہوگا اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ معقود علیہ دونوں ہوں مثلاً روٹی پکایا کرے سارے دن کہ ایک آن خالی نہ رہے اس لئے کہ یہ ممکن نہیں ہے عادۃً یہاں تک کہ اگر یوں کہا کہ روٹی پکا دیوے آج کے دن میں تو امامؒ سے مروی ہے کہ صحیح ہو جاوے گا اس واسطے کہ میں کے کہنے سے استغراق جاتا رہا کذا فی الاصل۔

(۱۹) زمین کو دوبار جوتنے کی شرط پر لینا

یا زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اس کو دوبار جوتے۔

فائدہ:۔ تو اگر مراد یہ ہے کہ مستاجر زمین پھیرتے وقت جوت کر دیوے تو کچھ شک نہیں اس اجارے کے فساد میں اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کو عقد اجارہ مقتضی نہیں ہے اور اس میں نفع ہے احدالمتعاقدین یعنی موجر کا اور اگر یہ مراد نہیں ہے بلکہ وہ زمین ایسی ہے کہ بدوں دوبارہ کے جوتنے کے کھیت نہیں ہوتا تو عقد فاسد نہ ہوگا اس واسطے کہ اس صورت میں یہ شرط ایسی ہوئی جس کو عقد مقتضی ہے اور جو بدوں دوبار کے جوتنے کے کھیتی ہو جاتی ہے تو اگر اثر اس دوبارہ جوتنے کا بعد ختم ہو جانے عقد اجارہ کے باقی رہے گا تو اجارہ فاسد ہوگا اس واسطے کہ اس میں منفعت ہے مالک زمین کی اور جو باقی نہ رہے گا تو اجارہ جائز ہوگا کذا فی الاصل۔

(۲۰) اويكره انهارها ذكران المراد الانهار العظام فان منفعة كريها يبقے بعد انقضاء العقد بخلاف الجد اول اويسرقتها فان منفعته يبقے بعد انقضاء العقد (۲۱) او يزرعها بزراعة ارض اخرى فسدت اى استاجر ارضاً ليزرعها ويكون الاجرة ان يزرع الموجرارضاً اخرىٰ هى للمستاجر لايجوز عندنا وعندالشافعیؒ يجوز لان المنافع بمنزلة الاعيان عنده ولنا ان الجنس بافراده يحرم النساء عندنا كبيع ثوب هروى بمثله واحد هما نسية وقوله فسدت جواب الشرط وهو قوله ولودفع الى اخره بخلاف استيجارها علے ان يكربهاويزرعها ويسقيها اويزرعهافانه يصح لان هذاشرط يقتضيه العقد (۲۲) فان لم يذكرزراعتها او مايزرع فيها لم يصح ان لم يعممه بان قال ازرع فيها ماشئت وهذا بخلاف الدارفان استيجارها تقع علے السكنے علے مامر فان زرعهاو مضے الاجل عاد صحيحاً وهو الاستحسان ووجهه ان الجهالة ارتفعت قبل تمام العقد وعند محمدؒ لايعودصحيحاً وهوالقياس ومن استاجر جملاً الى مصرولم يسم حمله وحمل المعتاد فنفق لم يضمن لان الاجارة فاسدة فالعين امانة كما فى الصحيحة وان بلغ فله المسمى اى استحسانا كما ذكرنا فى مسألة الزراعة فان خاصما قبل الزرع او الحمل نقض عقدالاجارة اى ان يخاصم المتعاقدان قبل الزرع فى مسألة اجارة الارض بلاذكرالزرع وقبل الحمل فى هذه المسألة ينقض القاضے العقد.

(۲۰) یا نہر کھودنے یا پانس ڈالنے کی شرط پر لینا

یا اس زمین کی نہریں کھود دیوے۔ (مراد نہروں سے یہاں بڑی نہریں ہیں نہ چھوٹی چھوٹی نالیاں اس واسطے کہ منفعت بڑی نہروں کی بعد مدت اجارہ کے بھی باقی رہے گی کذافی الاصل) یا اس میں پانس ڈال دیوے (اس واسطے کہ اس کی منفعت بھی بعد عقد کے باقی رہے گی کذافی الاصل)

(۲۱) مستاجر کی زمین میں زراعت پر زمین لینا

یا ایک زمین اجارہ لے زراعت کے لئے اس اجرت پر کہ موجر مستاجر کی زمین میں زراعت کرے۔ (اور شافعیؒ کے نزدیک درست ہے اور ہمارے نزدیک ایک نوع کا اجارہ ہم جنس نوع سے چنانچہ اجارہ سکنیٰ کا سکنیٰ سے اور رکوبؔ کا رکوب سے فاسد ہے کذافی الزیلعی) تو یہ سب قسمیں اجارے کی فاسد ہیں ہاں اگر زمین اجارہ لی اس شرط پر کہ مستاجر اس کو جوتے اور بودے یا اس کو سینچے اور بودے تو درست ہے۔ (کیونکہ یہ شرط موافق عقد کے ہے)

(۲۲) عمل کی تعیین کے بغیر زمین یا اونٹ لینا

اگر زمین اجارہ لی اور یہ بیان نہیں کیا کہ اس میں زراعت کرے گا یا کس چیز کی زراعت کرے گا تو اجارہ فاسد ہوگا اگر موجر نے تعمیم نہ کی ہو اور جو عام کر دیا ہووے مثلاً یہ کہہ دیا ہووے کہ جس چیز کی چاہے زراعت کر تو جائز ہوگا برخلاف مکان کے کہ اس کا اجارہ مطلق سکونت پر محمول ہوگا اگر چہ نہ کہے اگر زمین اجارہ لی اور بیان نہ کیا زراعت وغیرہ کو اور اجارہ فاسد ہوا بعد اس کے مستاجر نے اس میں زراعت کی اور مدت گزر گئی تو اجارہ صحیح ہو جاوے گا اور محمدؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اگر ایک اونٹ مصر تک کرایے کو لیا اور بوجھ بیان نہ کیا کہ کتنا ہے پھر اس پر بوجھ موافق عادت کے

لادا اور اونٹ مر گیا تو مستاجر پر تاوان نہیں ہے (اس واسطے کہ اجارہ فاسد ہے تو وہ اونٹ مستاجر کے پاس امانت رہے گا جیسا کہ اجارۂ صحیحہ میں امانت ہے اور امانت کا ضمان تعدی سے ہوتا ہے اور مستاجر نے جب بوجھ بقدر معتاد لادا تو اس نے تعدی نہیں کی پھر ضمان کی کیا وجہ ہے) اور اگر اس اونٹ نے بوجھ مصر تک پہنچا دیا تو اونٹ والے کو اجرت مقررہ ملے گی تو اگر موجر اور مستاجر میں قبل کھیتی کرنے کے (اجارہ زمین کی صورت میں بغیر ذکر زراعت کے) یا بوجھ لادنے کے (اجارۂ شتر کی صورت میں) اختلاف ہو تو قاضی عقد اجارہ کو فسخ کر دیوے دفع فساد کے واسطے۔

باب من الاجارة

(۱) الاجیرالمشترک یستحق الاجربالعمل فله ان یعمل للعامة انما ادخل الفا فی قوله فله لان هذا مبنی علی ماسبق لان الواجب علیه ان یعمل هذا العمل من غیران یصیر منافع الاجیرللمستاجر فسمی بهذا ای بالاجیرالمشترک کالصّباغ ونحوه (۲) ولایضمن ماهلک فی یده وان شرط علیه الضمان وبه یفتی اعلم ان المتاع فی یده امانة عندابی حنیفةؒ فلا یضمن الا بالتعدی کما فی الودیعة وعندهما یضمن الااذاهلک بسبب لایمکن الاحتراز عنه کالموت حتف انفه والحرق الغالب اما اذا سرق والحال انه لم یقصر فی المحافظة یضمن عندهما کما فی الودیعة التی یکون باجر فان الحفظ مستحق علیه وابوحنیفةؒ یقول الاجرة فی مقابلة العمل دون الحفظ فصار کالودیعة بلااجراماان شرط الضمان فعند بعض المشائخ انه یضمن عند ابی حنیفةؒ وعند البعض انه لایضمن وفی المتن اختارهذالان شرط الضمان فی الودیعة باطل لکن یمکن ان یقال اذاشرط الضمان هناصار کان الاجرة فی مقابلة العمل والحفظ جمیعاً ففارق الودیعة التی لااجر فیها

باب.... مزدور مشترک کے

(۱) اجیر مشترک کی تعریف

اجیر مشترک وہ ہے جو مستحق ہو اجرت کا بعد عمل کے۔ (برابر ہے کہ چند شخصوں کا کام کرتا ہو جیسے درزی رنگریز دھوبی وغیرہ یا ایک شخص کا کام کرے بلا تعیین وقت یا بتعیین وقت لیکن بلا تخصیص مستاجر کے کام کے درمختار) تو وہ عامہ خلائق کا کام کر سکتا ہے اسی لئے نام اس کا اجیر مشترک ہوا جیسا درزی اور مثل اس کے۔

فائدہ:۔ اور مقابل اس کے اجیر خاص اور اجیر واحد جس کا بیان آگے آتا ہے۔

(۲) اجیر مشترک پر تاوان نہیں ہے

اور اجیر مشترک پر تاوان لازم نہ ہوگا اس چیز کا جو اس کے پاس تلف ہو جاوے اگر چہ اس پر تاوان دینے کی شرط ہو گئی ہو اسی پر فتویٰ ہے۔ (یہی قول مروی ہے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے) اس لئے کہ مال اجیر مشترک کے پاس امانت ہے اور امانت کا ضمان نہیں ہوتا مگر تعدی سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اجیر مشترک ضامن ہوگا مگر اس صورت میں کہ وہ مال ایسے سبب

سے ہلاک ہوجاوے جس کا بچاؤ ممکن نہیں جیسے خود مر جاوے یا آتش زنی عظیم ہووے ہاں اگر وہ مال چوری جاوے اور اجیر مشترک نے اس کی حفاظت میں کمی نہ کی ہو جب بھی ضمان ہوگا نزدیک صاحبینؒ کے مثل اس ودیعت کے جو بعوض اجرت کے ہووے کہ اس میں حفاظت مال کی مودع پر لازم ہوتی ہے اور ابو حنیفہؒ یہ کہتے ہیں کہ اجرت مقابلہ عمل میں ہے نہ حفاظت کے بدلے میں تو مثل اس ودیعت کے ہوئی جو بلا اجرت ہووے لیکن اگر شرط کی ضمان کی تو بعض مشائخ کے نزدیک یہ ہے کہ ضامن ہوگا نزدیک امام اعظمؒ کے اور نزدیک بعضوں کے ضامن نہ ہوگا اور وقایہ میں اسی قول کو اختیار کیا ہے اس لئے کہ شرط ضمان کی ودیعت میں باطل ہے لیکن ممکن ہے کہ کہا جاوے کہ جب ضمان کی شرط کر لی تو اجرت بمقابلہ عمل اور حفاظت دونوں کے ہوگئی تو اس صورت میں اس ودیعت کے حکم میں جو بلا اجر ہے نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ یہ مضمون ہے اصل کتاب کا اور زیلعیؒ میں ہے کہ فتویٰ صاحبینؒ کے قول پر ہے اس لئے کہ اہل حرفہ دغا باز اور خائن ہوگئے ہیں اور تاوان کے لازم آنے سے لوگوں کے مال محفوظ رہیں گے اور متاخرین نے نصف قیمت پر صلح کر لینے کا فتویٰ دیا ہے غایۃ الاوطار۔

(۳) بل ماتلف بعمله كدق القصار ونحوه كزلق الحمال وشدالمكارى ومدالملاح وهذا عندنا وعندزفرؒ والشافعیؒ لايضمن لانه يعمل باذن المالك ولنا ان المامور به العمل الصالح اقول ينبغي ان يكون المراد بقوله ماتلف بعمله عملاً جاوزفيه القدر المعتاد علے مایاتی فی الحجام اوعملاً لايعتادفيه المقدار المعلوم (۴) ولايضمن به آدمياً غرق فی السفينة او سقط من دابة ای آدمياً غرق بسبب مدالسفينة او سقط من الدابة بسبب شد المكارى لان الآدمی غير مضمون بالعقد بل بالجناية ولهذاتجب علے العاقلة الضمان وضمان العقود لايتحمله العاقلة ولاحجام او بزاغ او فصادلم تجاوزالمعتاد (۵) فان انكسرون فی طريق الفرات ضمن الحمال قيمته فی مكان حمله بلااجراو فی موضع كسره مع حصة اجرة لانه لما اوجب الضمان فله وجهان احدهما ان يجعل فعله تعديامن الابتداء فان الحمل شئ واحد او يجعل الاول باذنه ثم صارتعدياعندالكسر فيختاراياً شاء

(۳) وہ چیز جو اجیر کے عمل سے ہلاک ہوئی

البتہ اس مال کا تاوان لازم ہوگا جو تلف ہوگیا اس کے عمل سے جیسے دھوبی کے کوٹنے سے کپڑا پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے یا جس رسی سے بوجھ کو باندھا جاوے اس کے ٹوٹنے سے مال ضائع ہوجاوے یا ملاح کے ناؤ کھینچنے سے ڈوب جاوے اور مال غرق ہوجاوے۔

فائدہ:۔ یہ مذہب ہمارا ہے اور زفرؒ اور شافعیؒ کے نزدیک ضامن نہ ہوگا اس لئے کہ عمل اس کا مالک کے اذن سے ہے جواب ہمارا یہ ہے کہ مالک کا اذن عمل صالح کو تھا نہ ایسے عمل کو جس سے نقصان ہووے صدر الشریعۃ کہتے ہیں کہ مراد عمل سے تلف ہوجانے کی یہ ہے کہ عمل اس کا متجاوز ہوگیا اس قدر سے جو موافق عادت کے ہے جیسے حجام میں آتا ہے یا وہ عمل جس میں مقدار معلوم معتاد نہیں کذا فی الاصل۔ اور درمختار میں عمادیہ سے منقول ہے کہ ضمان دونوں صورتوں میں ہے خواہ تجاوز ہو قدر معتاد سے یا نہ ہو برخلاف حجام کے اور منیہ

میں ہے کہ کشتی کے غرق ہونے سے تاوان لازم ہونا اس وقت پر ہے جبکہ اسباب کا مالک یا اس کا وکیل کشتی میں موجود نہ ہووے ورنہ تاوان لازم نہ ہوگا۔

(۴) ملاح‘ حجام اور فاصد سے کسی کا مرنا یا زخمی ہونا

اور جو اس ناؤ کے ڈوبنے سے یا رسی کے ٹوٹنے سے کوئی آدمی تلف ہو جاوے تو اس کا تاوان لازم نہ ہوگا اور تاوان نہیں حجام یعنی پچھنے لگانے والے پر اور سلوتری پر اور آدمیوں کے فصد کھولنے والے پر جو مکان معتاد سے تجاوز نہیں کر گیا۔

فائدہ:۔ پھر اگر مکان معتاد سے تجاوز کر گیا تو پوری زیادتی کا ضامن ہوگا اگر وہ شخص ہلاک نہ ہوا ہو اور اگر زخمی مر گیا تو جان کی نصف دیت کا تاوان اس پر لازم ہوگا اگر ختنہ کرنے والے نے سپاری کاٹ ڈالی لیکن مختون اچھا ہو گیا تو ختنہ کرنے والے پر پوری دیت واجب ہوگی اور جو مر گیا تو نصف دیت نفس کی واجب ہوگی درمختار۔

(۵) مزدور سے مٹکا ٹوٹنا

اگر مزدور نے مٹکا توڑ ڈالا راہ میں تو مالک کو اختیار ہے چاہے مزدور سے تاوان لے اس قیمت کا جو مٹکا اٹھانے کی جگہ پر اس کی قیمت تھی تو مزدوری نہ دیوے یا وہاں کی قیمت لیوے جس جگہ ٹوٹا ہے جس قدر مزدور نے راہ طے کی ہے اس کے حساب سے اس کی اجرت دیوے۔

فائدہ:۔ یہ تاوان اس صورت میں ہے کہ مٹکا اس کے فعل سے ٹوٹا اور اگر ایسا نہ ہو مثلاً لوگوں کے ہجوم وغیرہ سے ٹوٹ گیا تو اس پر تاوان نہیں ہے درمختار۔

(٦) والاجیر الخاص یستحق الاجر بتسلیم نفسه مدته وان لم یعمل کالاجیر للخدمة سنة اولرعی الغنم ویسمی اجیراً واحد الانه لایعمل لغیره (٧) ولایضمن ماتلف فی یده اوبعمله (٨) وصح تردیدالاجربالتردید فی خیاطة الثوب فارسیااوروميااوصبغه بعصفراوزعفران وفی اسکان البیت عطاراً او حداداًوفی حمل الدابة الی الکوفة او واسط وفی هذه الداراوهذه وفی حمل کربراوشعیرعلیها ویجب اجرما وجد ای قیل ان خطته فارسیاً فبدرهم وان خطته روميا فبدرهمین واجرتک هذه الدارشهرا بدرهم او هذه الدارشهرابدرهمین وهکذا اذاکان فی ثلثة اشیاء وفی اربعة اشیاء لاکمافی البیع غیرانه یشترط خیار التعیین فی البیع دون الاجارة لان فی الاجارة تجب الاجرة بالعمل وعند العمل یتعین بخلاف البیع فان الثمن یجب بنفس العقد والمبیع مجهول وذکر فی الهدایة فی مسألة العطاروالحدادوکرالبر والشعیر خلاف ابی یوسف ومحمد رحمهما وفی الدابة الی کوفة او واسط احتمال الخلاف ومسألة الخیاط والصبغ متفق علیهما

(٦) اجیر خاص

اور اجیر خاص (وہ ہے جو ایک مستاجر کا کام کرے ایک وقت معین تک تخصیص کار مستاجر درمختار) مستحق ہوتا ہے اجرت کا اپنی ذات کی تسلیم سے مدت اجارہ تک اگرچہ کام نہ کرے مانند اس شخص کے جو ایک سال کے لئے نوکر ہوا واسطے خدمت کے یا بکریاں چرانے کے لئے اور اس کو اجیر واحد بھی کہتے ہیں اس لئے کہ وہ صرف مستاجر کا کام کرتا ہے

غیر کا کام نہیں کرتا۔

فائدہ:۔ خدمت سے مراد مستاجر کی خدمت اور اس کی زوجہ واولاد کی خدمت ہے اور خدمت معتادہ کا وظیفہ صبح سے ہے تاوقتیکہ لوگ سوویں عشاء کے بعد کذافی الطحطاوی اجیر خاص کو غیر کے واسطے عمل کرنا جائز نہیں اور اگر غیر کا کام کرے گا تو اس کی اجرت سے بقدر اس کے عمل کے کم کرڈالا جاوے درمختار۔

(۷) اجیر خاص کے ہاتھوں تلف ہونا

اجیر خاص پر تاوان نہیں اس چیز کا جو اس کے پاس یا اس کے فعل سے تلف ہو جاوے۔

فائدہ:۔ جیسے کپڑا پھٹ جاوے اس کے کوٹنے سے مگر جب قصداً بگاڑے یا عمل غیر معتاد کرے جیسے بکریوں کو ایسا مارے کہ ان کی کھوپڑی پھوٹ جاوے یا پاؤں ٹوٹ جاوے تو تاوان دیوے درمختار۔

(۸) اجرت کی تردید

اور اجرت کی تردید صحیح ہے عمل میں تردید کرنے سے چنانچہ مستاجر خیاط سے یوں کہے اگر قبا کو تو بطور فارسیوں کے سیے گا تو ایک درم اجرت ہے اور اگر تو رومیوں کے طرز پر سیے گا تو دو درم اجرت ہیں۔ (اور زماں اور مکان اور عامل اور مسافت اور بوجھ میں تردید کرنے سے درمختار) یا اگر کپڑے کو تو کسم سے رنگے گا تو یہ اجرت ہے اور جو زعفران سے تو یہ یا اس گھر میں تو عطار کو رکھے گا تو یہ کرایہ ہے اور اگر لوہار کو رکھے گا تو یہ یا اس جانور کو اگر کوفے تک لے چلے گا تو یہ اجرت ہے اور اگر واسط تک تو یہ اور اگر اس گھر میں رہے گا تو یہ کرایہ ہے اور جو اس گھر میں تو یہ کرایہ اور اگر اس جانور پر گیہوں لادے گا تو یہ اجرت ہے اور اگر جو لادے گا تو یہ اور تردیدات مذکورہ میں سے جو چیز پائی جاوے گی اس کی اجرت واجب ہوگی۔

فائدہ:۔ ایسا ہی تین چیزوں میں بھی تردید درست ہے لیکن چار چیزوں میں درست نہیں مثل بیع کے لیکن خیار التعیین شرط ہے بیع میں نہ اجارے میں اس واسطے کہ اجارے میں اجرت واجب ہوتی ہے عمل سے اور وقت عمل کے اجرت متعین ہو جاوے گی برخلاف بیع کے کیونکہ ثمن واجب ہوتی ہے نفس عقد سے اور مبیع مجہول ہے اور ہدایہ میں مذکور ہے کہ مسئلہ تردید عطار اور لوہار اور کر گیہوں اور جو میں اختلاف ابو یوسفؒ اور محمدؒ کا ہے اور حمل دابہ میں کوفے تک یا واسط تک احتمال اختلاف ہے اور مسئلہ خیاطت اور رنگ کا متفق علیہ ہے کذافی الاصل۔

(۹) ولوردد فی خیاطة الیوم او غدا ای اذاقال ان خطته الیوم فبدرهم وفی غدبنصف درهم فله ماسمے ان خاطه الیوم واجرمثله ان خاطه غداهذا عند ابی حنیفة وعندهما الشرطان جائزان وعندزفرؒ فاسدان لان ذکرالیوم للتعجیل وذکرالغد للترفیة لاالتوقیت فیجتمع فی کل یوم تسمیتان لهما ان کل واحد منهما مقصود فصار کاختلاف النوعین وله ان ذکرالیوم لیس للتوقیت لان اجتماع الوقت والعمل مفسد کمامربل ذکره للتعجیل وذکرالغدللتعلیق فیجمع فی الغد تسمیتان ولایجاوزبه المسمے ای اجر المثل ان کان زائد اعلے نصف درهم لایجب الزیادة وفی الجامع الصغیرلایزادعلے درهم ولا ینقص عن نصف درهم لکن الصحیح هوالاول لان المسمی فی الغدنصف درهم وفی الاجارة الفاسدة اجر المثل لایزاد علے المسمےٰ وان خاطه فی الیوم الثالث فاجر المثل لایزاد علے نصف درهم

(۹) عمل کے وقت میں اختلاف سے اجرت کا اختلاف

اگر مستاجر نے خیاط سے یوں کہا کہ اس کپڑے کو اگر آج تو سی دے تو ایک درم ہے اور جو کل سیے تو نصف درم تو اگر خیاط نے آج ہی سی دیا تو ایک درم پاوے گا اور جو کل سیے گا تو اجرت مثل ملے گی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں شرطیں جائز ہیں اور زفرؒ کے نزدیک دونوں فاسد ہیں۔ (دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے) لیکن اجرت مثل نصف درم سے زیادہ نہ دی جاوے گی۔

فائدہ:۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ ایک درم سے زیادہ نہ دی جاوے گی اور نصف درم سے کم نہ دی جاوے گی لیکن صحیح قول اول ہے اس واسطے کہ کل کا مسمّٰی نصف درم تھا اور اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل مسمّٰی سے زیادہ نہیں دی جاتی ہے اور جو خیاط نے اس کو پرسوں سیا تو بھی اجرت مثل ملے گی لیکن نصف درم سے زیادہ نہ دی جاوے گی کذافی الاصل۔

(۱۰) ولایسافر بعبد مستاجر للخدمة الابشرطه (۱۱) ولایسترد مستاجر اجر ماعمل عبد مجهور أجر عبد محجور نفسه فان اعطاه المستاجر الاجر لایسترده لان هذه الاجارة بعد الفراغ صحیحة استحسانا لان الفساد لرعایة حق المولی فبعد الفراغ رعایة حقه فی الصحة ووجوب الاجرة (۱۲) ولا یضمن اكل غلة عبد غصبه فاجر هو نفسه ای رجل غصب عبداً فاٰجر العبد نفسه فاخذالغاصب الاجرة فاكله فلاضمان عندابی حنیفةؒ لان العبد لایجوز نفسه فكذا ما فی یده فلا یكون متقوماً وقالایضمن لانه مال المولی وصح للعبد قبضها ویأخذهامولاه قائمة هذا بالاتفاق لان بعدالفراغ یعتبرماذوناً كمامر (۱۳) ولواستاجر عبدا شهرین شهر باربعة وشهراً بخمسة صح والاول باربعة والثانی بخمسة

(۱۰) خدمت کے غلام کو سفر میں لے جانا

جس غلام کو نوکر رکھا خدمت کے لئے تو مستاجر اس کو اپنے ساتھ سفر میں لے جا نہیں سکتا مگر جب پہلے سے شرط کر لی ہو۔ (اس واسطے کہ سفر کی مشقت زیادہ ہوتی ہے حضر سے)

(۱۱) محجور غلام کو اجرت پر رکھنا

ایک غلام محجور نے (ضد ماذون یعنی وہ غلام جس کو مولیٰ نے اجازت عمل کی نہ دی ہووے) اپنے تئیں مزدوری میں لگایا اور مستاجر نے اس کو مزدوری دی بعد کو معلوم ہوا کہ وہ غلام محجور تھا تو مستاجر مزدوری نہیں پھیر سکتا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فساد اجارہ بسبب عاریت حق مولیٰ کے ہے اور بعد فراغ کے یہ اجارہ صحیح ہے استحساناً اس لئے کہ فساد بجہت رعایت حق مولیٰ کے تھا اور اب مولیٰ کے حق کی رعایت اسی میں ہے کہ اجارہ صحیح سمجھا جاوے اور اجرت واجب ہووے کذافی الاصل۔

(۱۲) غاصب کا محجور کی اجرت غصب کر لینا

غاصب نے ایک عبد محجور غصب کیا اور اس عبد محجور نے اپنے تئیں مزدوری پر لگایا اور غاصب مزدوری اس کی لے کر کھا گیا تو وقت غلام پھیرنے کے تاوان مزدوری کا غاصب کو نہ دینا ہوگا۔ امام اعظمؒ کے نزدیک اس لئے کہ غلام اپنے نفس کا

محرز نہیں ہوتا پس اسی طرح اپنی کمائی کا تو نہ ہوگا یہ اجر مال متقوم اور صاحبینؒ کے نزدیک دینا ہوگا اس لئے کہ وہ مال مولیٰ کا ہے اور صحیح ہے غلام کو اپنی مزدوری لے لینا غاصب سے پھر مولیٰ کا اس سے لے لینا اگر وہ مزدوری کے پیسے غاصب کے پاس موجود ہوں اور یہ بالاتفاق ہے اس واسطے کہ بعد فراغ عمل کے اعتبار کیا جاتا ہے ماذون ہونا اس کا جیسا کہ گزرا۔

(۱۳) غلام کی ماہوار اجرت میں تفاوت رکھنا

اگر ایک غلام کو نوکر رکھا دو مہینے تک ایک مہینے چار روپیہ پر اور ایک مہینے پانچ روپیہ پر تو صحیح ہے پہلے مہینے میں چار اور دوسرے میں پانچ واجب ہوں گے۔

(۱۴) وحكم الحال ان قال مستاجر لعبد مرض هواوأبق في اول المدة وقال الموجرفي اخرها اصل هذه المسألة الطاحونة فان المالک اذاقال ماء الطاحونة كان جاريافي اول المدة وقال المستاجر لم يكن جاريا يحكم الحال (۱۵) وصدق رب الثوب في امرتک ان تعمله قباء او تصبغه احمر فلااجروقال امرتنيي بما عملت لان الاذن مستفاد من رب الثوب والمرادان يصدق باليمين وفي عملت لي مجانالاصانع قال بل باجر لان المالک ينكر تقوم عمل الصانع وعندابي يوسفؒ ان كان الصانع معاملاً له يجب الاجرة وعندمحمدؒ ان كان معروفا بهذه الصنعة للاجريجب الاجرة وابو حنيفةؒ يقول الظاهر لايصلح حجة لاستحقاق الاجرة.

(۱۴) غلام کے بھاگنے یا بیمار ہونے کے وقت میں اختلاف

اگر ایک غلام میں موجر اور مستاجر نے اختلاف کیا اس طرح پر کہ مستاجر یہ کہتا ہے کہ یہ غلام اول مدت اجارہ میں بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا اور موجر یہ کہتا ہے کہ نہیں بلکہ آخر مدت میں البتہ بھاگ گیا تھا یا مریض ہو گیا تھا تو حال کو حکم بناویں گے۔

فائدہ:۔ یعنی وقت منازعت کے دیکھا جاوے گا کہ فی الواقع غلام بھاگا ہوا یا بیمار ہے تو مستاجر کا قول قسم سے معتبر ہوگا اور جو وقت منازعت کے بھاگا ہوا یا بیمار نہیں ہے تو قول موجر کا قسم سے معتبر ہوگا یہ مسئلہ نظیر ہے پن چکی کے پانی کے مسئلہ کی جب مالک یہ کہے کہ پانی جاری تھا مدت اجارہ میں اور مستاجر اس کا انکار کرے تو حال کو حکم بناویں گے لیکن جس کا قول مقبول ہوگا سو قسم سے مقبول ہوگا۔

(۱۵) مالک اور اجیر میں اختلاف

اگر مالک میں اور اجیر میں اختلاف ہوا عمل میں مثلاً مالک یہ کہتا ہے کہ میں نے تجھے قبا سینے کو کہا تھا یا سرخ رنگنے کو کہا تھا اور تو نے کرتا سیا یا زرد رنگا اور اجیر یہ کہے کہ جو تو نے کہا تھا ویسا ہی میں نے کیا تو قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا اسی طرح اگر مالک یہ کہتا ہے کہ تو نے یہ کام مجھے مفت کر دیا ہے اور اجیر کہے کہ میں نے اجرت سے کیا ہے تب بھی قول مالک کا قسم سے مقبول ہوگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مالک منکر ہے اجیر کے تقوم عمل کا اور مالک ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر کاریگر اور مالک سے اجرت کے ساتھ معاملے ہوا کرتے ہیں تو اجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں اور محمدؒ کے نزدیک اگر وہ کاریگر اس پیشے کے ساتھ مشہور ہووے یعنی کام کرنے میں بعوض اجرت کے اور اس کا

گزراسی اجرت پر ہووے تو کاریگر کا قول مقبول ہوگا ظاہر حال کی شہادت کے سبب سے اور اگرایسا نہ ہوتو اس کا قول مقبول نہ ہوگا بلکہ مالک کا قول مسموع ہوگا اور امام صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر حال لائق حجت نہیں واسطے استحقاق اجرت کے واللہ اعلم کذافی الاصل اوراسی پر فتویٰ ہے درمختار۔

کھیتی ضائع ہوجائے تو مستاجر پر اجر لازم ہے

اگرزمین اجارہ لی واسطے کھیتی کے اور کھیتی کسی آفت سے ضائع ہوگئی تو مستاجر پر اجر لازم آوے گا برخلاف خراج سلطانی کے کہ درصورت تلف ہوجانے زراعت کے خراج ساقط ہوجاوے گا کذافی الدرالمختار۔

باب فسخ الاجارة

(۱) هی تفسخ بعیب فوت النفع کخراب الداروانقطاع ماء الارض والرحی (۲) اواخل به لمرض العبد ووبرالدابة انما قال تفسخ لان العقد لاینفسخ لامکان الانتفاع بوجه اٰخر لکن للمستاجر حق الفسخ (۳) فلوا انتفع بالمعیب اوازال الموجر العیب سقط خیاره ای خیار المستاجر وبخیار الشرط والرؤیة (۴) وبالعذر هذا عندنا وعندالشافعیؒ لا تفسخ بخیار الشرط ولا بالعذر وهو لزوم ضرر لم یستحق بالعقد ان بقی کما فی سکون وجع ضرس استوجر بقلعه فان بقی العقد یقلع السن الصحیح وهو غیر مستحق بالعقد (۵) وموت عرس استوجر من یطبخ ولیمتها فانه ان بقی العقد یتضررالمستاجر بطبخ غیرالولیمة (۶) ولحوق دین لایقضی الابثمن مااٰجره فانه ان بقی یلزمه ضرر الحبس

فائدہ:۔اجارے کا فسخ حاکم کے حکم یا رضامندی عاقدین سے ہوسکتا ہے درمختار۔

(۱) منفعت فوت ہونے کی وجہ سے فسخ

مستاجر فسخ کرسکتا ہے اجارہ اس عیب سے (خواہ وہ عیب حاصل ہوا ہو عقد اجارہ سے پہلے یا عقد کے بعد قبضے کے پیچھے یا قبضے کے پہلے) جس کے سبب سے منفعت فوت ہوجاوے جیسے گھر کا ویران ہوجانا یا پن چکی کا یا زمین زراعت کا پانی بند ہوجانا۔

فائدہ:۔ اگر بالکل پانی بند نہ ہوا بلکہ کم ہوگیا تو مستاجر کو اختیار ہے چاہے اجارے کو فسخ کردیوے کل زمین میں یا جس قدر زمین سیراب ہووے اس کے حساب سے اجرت دیوے اگر حمام اجارہ لیا ایک بستی میں پھر اس بستی کے سب لوگ وہاں سے کوچ کر گئے تو اجرت مستاجر سے ساقط ہوگی اور اگر بعض نکل گئے تو اجرت ساقط نہ ہوگی درمختار۔

(۲) منفعت میں خلل کے سبب فسخ

یا اس منفعت میں خلل ہوجاوے جیسے غلام کا بیمار ہوجانا اور جانور کی پیٹھ لگ جانی۔

فائدہ:۔ یا گھر کی ایک دیوار گرجانا درمختار۔

(۳) مستاجر کے حق فسخ کا ازالہ

تو اگر مستاجر نے باوصف خلل کے اس سے نفع اٹھایا یا موجر نے اس عیب کو زائل کردیا تو اب مستاجر کو حق فسخ نہ رہے گا اسی طرح فسخ اجارے کا ہوسکتا ہے خیارالشرط اور خیارالرؤیۃ سے۔

فائدہ:۔ اور شافعیؒ کے نزدیک خیارالشرط سے اور عذر سے فسخ اجارے کا نہ ہوگا۔

(۴) عذر کے سبب فسخ اجارہ

اور عذر سے عذر اس کو کہتے ہیں کہ اگر مستاجر اجارے کو باقی رکھے تو ایسا نقصان اس کا ہوتا ہے جو عقد اجارہ سے اس پر لازم نہیں ہوا تھا مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے درد کے سبب سے اپنے دانت اکھاڑنے کو ایک شخص کو اجیر مقرر کیا اور قبل اکھیڑنے کے درد جاتا رہا۔ (کیونکہ اس صورت میں اگر عقد اجارہ باقی رہے تو صحیح وسالم دانت کو اکھاڑنا پڑتا ہے اور یہ مستاجر پر لازم نہ ہوا تھا کذا فی الاصل)

(۵) ولیمہ کیلئے باورچی مقرر کیا اور زوجہ مرگئی

یا زوجہ کی دعوت ولیمہ کے لئے باورچی کو مقرر کیا پھر زوجہ مرگئی (یا اس نے خلع کرایا کیونکہ اس صورت میں اگر عقد باقی رہے تو مستاجر کو ضرر ہوتا ہے بدوں ولیمہ کے کھانا پکانے کا کذا فی الاصل۔

(۶) اجارہ میں دی ہوئی چیز قرض کے سبب بیچنے پر مجبور ہونا

یا موجر پر دین اس طرح کا لاحق ہوا کہ بدوں اس شے کے بیچے جو اجارے میں دی ہے وہ قرض ادا نہیں ہو سکتا (برابر ہے کہ وہ قرض سب لوگوں کو معلوم ہووے یا گواہوں کے بین سے یا موجر کے اقرار سے ثابت ہوا ہووے درمختار)

(۷) وسفر مستاجر عبدللخدمة مطلقاً او فی المصر فان الاستیجار للخدمة مطلقا یتقید بالخدمة فی المصرفان قال مالک العبد لاتسافر وامض علی الاجارة فللمستاجران یفسخ فان اراد المستاجران یخرج العبد فلما لکه الفسخ اما ان رضی المالک بخروج العبد فلیس للمستاجر حق الفسخ (۸) وافلاس مستاجروکان لیتجرفیه (۱۰) وخیاط الستاجر عبدالیخیط معه فترک عمله قیل تاویله خیاط یعمل براس ماله فذهب راس ماله واماالذی لیس له مال ویعمل بالاجرة فراس ماله ابرة ومقراض فلا یتحقق العذر (۹) وبد امکتری الدابة من سفره بخلاف بدوالمکاری والفرق بینهما ان العقد من طرف المکتری تابع لمصلحة السفر فربما یبدوله ان لامصلحة فی السفر فلایمکن الزامه لاجل الاکتراء ومن طرف المکاری لیس کذلک فبدوه بدومن هذا العقد قصد افلاعتبارله وترک خیاطة مستاجر عبد لیخیط له لیعمل فی الصرف اذ یمکنه ان یقعد الخیاط فی ناحیته من الدکان ویعمل بالصرف فی ناحیة (۱۱) وبیع ماأجره (۱۲) وتنفسخ بموت احدالعاقدین ان عقدها لنفسه فان عقدها لغیره فلا کالوکیل والوصی ومتولی الوقف.

(۷) شہر میں کام کیلئے نوکر رکھا اور سفر کرنا پڑ گیا

یا ایک غلام خدمت کے لئے نوکر رکھا یا شہر کے اندر کاموں کے لئے نوکر رکھا پھر مستاجر کو سفر کرنا پڑا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مطلق خدمت کے لئے نوکر رکھا جب بھی مراد وہی خدمت ہوگی جو شہر میں ہوتی ہے تو اس صورت میں اگر غلام کے مالک نے مستاجر کو سفر سے روکا اور کہا کہ عقد اجارہ پر قائم رہ تو مستاجر کو حق فسخ پہنچتا ہے اور اگر خود مستاجر نے یہ چاہا کہ غلام کو اپنے ساتھ سفر میں لے جاوے تو مالک کو فسخ پہنچتا ہے اور جو مالک غلام کے لے جانے پر

راضی ہوگیا تو اب مستاجر کو فسخ نہیں پہنچتا کذا فی الاصل۔

(۸) تجارت کیلئے دکان لی اور پھر مفلس ہوگیا

یا دکان تجارت کے لئے کرایے کو لی پھر مستاجر مفلس ہو گیا یا ایک درزی نے ایک غلام نوکر رکھا سینے کے لئے پھر اس نے یہ کام چھوڑ دیا۔

فائدہ:۔ فقہاء نے کہا ہے کہ مراد درزی سے وہ درزی ہے جو اپنا مال صرف کر کے سلائی کرتا ہے اور اس کا مال جاتا رہا کیونکہ یہ البتہ عذر ہے لیکن وہ درزی جس کا مال سوا سوئی اور قینچی کے کچھ نہیں اور اجرت پر وہ سلائی کرتا ہے تو وہ مراد نہیں ہے اس واسطے کہ عذر متحقق نہیں ہے کذا فی الاصل۔

(۹) سواری لی مگر سفر کا ارادہ ختم ہوگیا

یا ایک جانور سفر کو جانے کے لئے کرایہ پر لیا پھر عزم سفر کا جاتا رہا اور جو کرایہ دینے والے کا عزم سفر کا جاتا رہا تو یہ عذر نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اس کو ممکن ہے کہ جانور کے ساتھ اپنے شاگرد یا کسی اور مزدور کو کردیوے ہدایہ۔

(۱۰) سلائی کے لئے غلام مقرر کیا اور سلائی کا کام چھوڑ دیا

اسی طرح خیاط نے اگر غلام کو اجارہ لیا واسطے سلائی کے پھر سلائی ترک کی اور صرافی کا ارادہ کیا تو یہ عذر نہ ہوگا اس لئے کہ ممکن ہے کہ ایک ہی دکان میں ایک طرف غلام سیا کرے اور دوسری طرف وہ صرافی کرے۔

فائدہ:۔ اور اگر مستاجر نے ایک گھر کرایے کو لیا پھر ارادہ سفر کا کیا یا ایک پیشے کے لئے دکان لی پھر وہ پیشہ چھوڑ دیا تو عذر ہوگا درمختار۔

(۱۱) ایک چیز اجارہ میں دے کر پھر بیچ ڈالی

اسی طرح اگر موجر نے ایک چیز کو اجارے میں دیا پھر وہ چیز بیچ ڈالی تو یہ عذر نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ بدوں لاحق ہونے دین کے اور بیع اس کی موقوف رہے گی۔ مدت اجارہ کے گزرنے تک اور یہی قول مختار ہے لیکن مستاجر کو فسخ بیع نہیں پہنچتا درمختار۔

(۱۲) اجارہ کا خود بخود فسخ ہونا

اجارہ خود بخود فسخ ہو جاتا ہے احد العاقدین کی موت سے جنہوں نے اپنی ذات کے لئے عقد اور اجارہ کیا ہووے اور اگر غیر کے لئے عقد اجارہ کیا جیسے وصی یتیم کے لئے کرے (یا باپ یا دادا لڑکے کے لئے) یا وکیل موکل کی طرف سے یا متولی وقف تو ان کے مرنے سے عقد اجارہ فسخ نہ ہوگا۔

مسائل شتے

(۱) ومن احرق حصائدارض مستاجرة او مستعارة فاحترق شئ فی ارض جارہ لم یضمن قیل هذا اذاکان الریاح هادنة اما اذاکانت مضطربة یضمن (۲) فان اقعد خیاط او صباغ فی دکانه من یطرح علیه العمل بالنصف صح ای یتقبل احدهما العمل من الناس بوجاهته ویعمل الأخر بحذاقته ففی الهداية حمله علی شرکة الوجوه وفيه نظرلانه شرکة الصنائع والتقبل فکان صاحب الهداية اطلق شرکة الوجود علیه لان احدهما یقبل العمل لوجاهته

وهذا العقد غير جائز قياسالان احدهما يقبل العمل ويستاجر الأخربنصف مايخرج من عمله وهو مجهول وجائز استحساناً ووجهه ان تخصيص قبول العمل باحدهمالايدل علےٰ نفيه من الأخر فاذاعقدت شركة الصنائع ويقبل احدهما العمل ويعمل الأخر فيجوز فكذااههنا والحاجة ماسة بمثل هذا العقد فجوزناه (۳) كاستيجارجمل يحمل عليه محملا وراكبين وحمل محملاً معتاداً هذاعندنا وعندالشافعیؒ لايجوز للجهالة ولواراه الجمال فاجود

باب....مسائل متفرقہ

(۱) اجارہ یا عاریت کی زمین میں ٹھوٹیاں جلانے سے دوسرے کی کوئی چیز جلنا

اگر زمین اجارہ یا عاریت کی ٹھوٹیاں جلائیں اور اس کے سبب سے دوسرے کی زمین میں کوئی چیز جل گئی تو جلانے والے پر تاوان نہیں ہوگا اگر جلاتے وقت زور کی ہوا نہ ہووے اور جو ہوا زور کی ہووے تو تاوان دینا ہوگا۔

فائدہ:۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اس جا میں جہاں رکھنے کا استحقاق رکھتا ہو کوئی چیز رکھے اور اس سے کوئی اور چیز مال یا جان تلف ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا اور اگر وہاں رکھے جہاں رکھنے کا استحقاق نہ ہو جیسے دوسرے کی ملک میں یا راہ میں تو ضامن ہوگا تو اگر راہ میں آگ ڈال دی اور اس سے کچھ نقصان ہوا تو تاوان دے گا الا اس صورت میں کہ ہوا اس آگ کو اڑا کر اور کہیں لے جاوے اور اس سے نقصان ہو تو ضامن نہ ہوگا ہٰذا خلاصۃ الدر المختار۔

(۲) کام لے کر دینے کیلئے دکان پر آدمی بٹھانا

اگر درزی یا رنگریز ایک شخص کو اپنی دکان پر بٹھاوے جو دکاندار کو سینے یا رنگنے کا کام لوگوں سے لے کر دیوے نصفا نصف اجرت پر تو صحیح ہے۔

فائدہ:۔ برابر ہے کہ دونوں کا پیشہ ایک ہو یا مختلف درمختار۔

(۳) سوار دکھائے بغیر اونٹ لینا

جیسے ایک اونٹ کرایہ لیوے ایک مقام معین تک یہ بیان کر کے کہ اس پر ایک محمل لادا جاوے گا اور دو شخص سوار ہوں گے۔

فائدہ:۔ تو یہاں اگرچہ اونٹ غیر معین ہے اور کجاوہ اور سوار دیکھے نہیں گئے یہ لیکن اجارہ جائز ہے بوجہ رواج کے بوجھ معتاد و معمول مراد ہوگا چنانچہ اب تک حجاج کا مکہ معظّمہ میں یہی دستور ہے لیکن کجاوہ اور بوجھ دکھا دینا حمال کو بہتر ہے تا کہ بعد کو بکھیڑا نہ ہووے اور شافعیؒ کے نزدیک یہ اجارہ درست نہیں بوجہ جہالت کے۔

(۴) فان استاجره لحمل قدرزاد فاكل منه زاد عوضه ومن قال لغاصب داره فرغها والافاجرتها كل شهر كذافلم يفرغ فعليه المسمى لانه اذاعين الاجرة والغاصب رضى بها فانعقد بينهما عقداجارة الا اذاجحد الغاصب ملكه وان اقام عليه بينة من بعد فانه اذا جحد ملكه لم يكن راضياً بالاجارة مع ان المغصوب منه اقام البينة بعد جحودالغاصب انه ملكه ثم عطف علےٰ قوله الااذا جحد قوله او اقربالملک له لكن قال لااريد بهذاالاجر فانه ح لايكون راضياً بالاجارة (۵) وصحت الاجارة وفسخهاوالمزارعة والمعاملة اى

المساقاة والوكالة والكفالة والمضاربة والقضاء والامارة اى تفويضهما والايصاء اى جعل الغير وصياً والوصية والطلاق والعتاق والوقف مضافةً اى مضافة الى الزمان المستقبل كمايقال في المحرم اجرت هذاالدارمن غرة رمضان الى سنة كذا لاالبيع واجازته وفسخه والقسمة والشركة والهبة والنكاح والرجعة والصلح عن مال وابراء الدين.

(۴) اونٹ کیلئے معینہ بوجھ کی کمی پوری کرنا

تو اگر اونٹ کرایہ لیا واسطے لادنے ایک مقدار معین کے توشے سے بعد اس کے اس توشے میں سے کچھ کھالیا تو اس کے بدلے اس قدر توشہ اور بڑھا سکتا ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر غصب کیا اور مالک نے یہ کہا کہ تو میرے گھر کو خالی کردے ورنہ میں تجھ سے ہر مہینے پیچھے اتنا کرایہ لوں گا اور غاصب نے یہ سن کر گھر خالی نہ کیا تو اس پر اس قدر کرایہ لازم ہوگا جتنا مالک نے کہہ دیا تھا۔ الا اس صورت میں کہ غاصب مالک کی ملک کا منکر ہووے اگرچہ مالک بعد اس کے اپنی ملک پر گواہ قائم کرے یا مالک کی ملک کا اقرار کرتا ہووے لیکن اجرت دینے کا انکار کردیوے۔

فائدہ:۔ ان دونوں صورتوں میں غاصب پر کرایہ مسمّٰی لازم نہ آوے گا اس لئے کہ وہ اجارے پر راضی نہیں ہوا۔

(۵) آئندہ زمانہ کی طرف نسبت کرکے اجارہ وغیرہ کا عقد

صحیح ہے اجارہ اور فسخ اجارہ اور مزارعت اور مساقات اور وکالت اور کفالت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور وصیت کرنا اور آزاد کرنا اور طلاق دینا اور وقف کرنا ایک زمان آئندہ کی طرف نسبت کرکے جیسے محرم میں کہے کہ میں نے یہ مکان تجھ کو کرایہ دیا غرۂ رمضان سے فلانے سال تک نہ بیع آور بیع کی اجازت درصورت کسی اجنبی کے بیع کرنے کے اور فسخ کرنا بیع کا اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا دین سے کہ ان امور کو زمانہ آئندہ کی طرف مضاف کرنا صحیح نہیں ہے۔

فوائد

(۱) تحریر شہادت اور تحریر فتوٰی پر اجرت لینا درست ہے کاتب نے کتابت کی اجرت پر اس طرح پر کہ ہر ورق میں غلطی کی تو مالک کو اختیار ہے چاہے وہ کتاب لے لیوے اور کاتب کو اجرت مثل دیوے لیکن اجر معین سے زیادہ نہ دیوے اور چاہے اپنے کاغذ اور روشنائی کے دام پھیر لیوے۔

(۲) صراف نے اجرت لے کر روپے پرکھ دیے پھر کچھ روپے کھوٹے نکلے تو اس کے حساب سے اجرت پھیر لی جاوے گی۔

(۳) دلال نے وہ کپڑا جس کو بیع کے لئے پھرتا ہے تاجر کو دیا اگر تاجر سفر کر جاوے تو دلال پر تاوان نہیں ہے۔

(۴) اگر مستاجر بسبب عذر سفر کے فسخ اجارہ کیا چاہے اور موجر کو اس کے قول کا یقین نہیں تو اس کو قسم دیوے یا اس کے رفیقوں سے پوچھ لیوے۔

(۵) اگر ایک شخص مدیون مرا اور اس کے بعض اشیاء لوگوں کے پاس کرایہ ہیں جن کا زر کرایہ موجر پیشگی لے چکا تھا تو مستاجرین بعد مدت اجارہ ان چیزوں کو قرض خواہوں کو دیں گے۔

کتاب المکاتب

(۱) الکتابة اعتاق المملوک یداً حالا ورقبة مالافان کاتب قنا (۲) ولو صغیراً یعقل بمال حال اومؤجل او منجم ای موقت بازمنه معینة اخذمن التوقیت بطلوع النجم ثم شاع بعد ذلک نحوان یقول کاتبتک بمائه علے ان تؤدی کل شهر کذااوکل عشرة ایام کذا وعند الشافعیؒ لایجوز حالاً ولابدمن نجمین ای شهرین لانه عاجز عن التسلیم فی زمان قلیل قلنا یمکن ان یستقرض وفی السلم الاجل قائم مقام المعقود علیه او قال جعلت علیک الفاتودیه نجوماً اولها کذاواخرها کذافان ادیته فانت حر وان عجزت فقن وقبل العقد صح ای صح هذاالعقد بلفظ الکتابة او بلفظ یؤدی معناها وهوقوله او قال جعلت علیک الخ (۳) وخرج من یده دون ملکه فان المکاتب عبد مابقے علیه درهم

فائدہ:۔ مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے آزاد کرنے کیلئے کچھ عوض ٹھہرالیاہووے کہ اتنا تو دیدے تو آزاد ہے۔

(۱) کتابت کی تعریف

کتابت آزاد کرنا ہے غلام کا ازروئے تصرف کے بالفعل اورازروئے رقبہ کے بعدادا کرنے بدل کتابت کے۔

فائدہ:۔ یعنی جس وقت عقد کتابت ہوتو غلام آزاد ہوگیا باعتبار ید یعنی تصرف کے یعنی اس کو اختیار تصرف کا اپنی کمائی میں حاصل ہوگیا لیکن رقبہ یعنی ذات اس کی بعد ادائے بدل کتابت آزاد ہوگی تو اس کو ملک ید بالفعل حاصل ہوتا ہے اور ملک رقبہ مآل کار میں جواز کتابت کا کلام اللہ شریف سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیراً یعنی مکاتب کروتم ان کو اگر جانوتم ان میں بہتری اور یہ امر استحباب ہے۔

(۲) صغیر عاقل کونقد یا ادھار پر مکاتب بنانا

تواگر مکاتب کرے اپنے غلام کو اگر صغیر عاقل ہو بعوض اس مال کے جو بالفعل یا بعد ایک مدت معین کے یا باقساط ٹھہرے صحیح ہے اور شافعیؒ کے نزدیک کتابت حالہ یعنی جو بعوض اس مال کے ہووے جو بالفعل نقد ٹھہرے درست نہیں ہے اور ضرور ہے مدت دو ماہ سے اس واسطے کہ غلام عاجز ہے ادا کرنے بدل کتابت سے زمانہ قلیل میں ہم کہتے ہیں ممکن ہے کہ غلام کسی سے قرض لے کر بالفعل دے دیوے یا مولیٰ یوں کہے کہ میں نے تیرے اوپر ہزار روپے کردیئے تو ان کو قسطوں سے ادا کردے پہلی قسط اتنی اور اخیر قسط اتنی تو اگر تو ادا کردے گا تو آزاد ہوجاوے گا اور اگر عاجز ہوجاوے گا تو غلام ہوجاوے گا اور غلام قبول کرلیوے صحیح ہوگا۔

فائدہ:۔ اگرچہ اس صورت میں مولی نے لفظ کتابت کا نہ کہا اس واسطے کہ معنی اس کے ادا کردیئے۔

(۳) مکاتب غلام کا حکم

اور وہ غلام مولیٰ کے تصرف سے نکل جاوے گا نہ اس کی ملک سے اس واسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکاتب غلام ہے جب تک اس پر ایک درم باقی ہے روایت کیا اس کو ابوداوٗدؒ نے اور بھی روایت کی ابوداوٗدؒ نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے جو غلام مکاتب کیا جاوے سو دینار پر تو سب ادا کردیوے مگر دس دینار جب بھی وہ غلام ہے ہدایہ۔

(۴) وعتق مجانا ان اعتق وغرمه السيدان وطي مكاتبة او جنے عليها او على ولدها ومالها اى العقراوارش الجناية او مثل المال او قيمته (۵) فان كاتب علے قيمته اوعين لغيره يتعين بالمتعين هذا في ظاهر الرواية وعن ابی حنيفةؒ انها تصح حتے اذا ملكها وسلمها عتق .وان عجز يردالى الرق وفيه احتراز عن دراهم الغير او دنانيره فان الكتابة عليها جائزة لعدم تعيينها او مائة ليرد سيده عبداغير عين حتے لو شرط ان يردها عبداً معيناً صح اوالمسلم على خمر او خنزير فسد فقوله او المسلم عطف علے الضمير المستترفی قوله فان كاتب والعطف جائز لوجود الفصل وعتق فيها وسع في قيمته ان ادى ماسمے وفي ظاهر الرواية انما يثبت العتق والسعاية في القيمة اذا ادى ماسمے وهو الخمر والخنزير وعن ابی حنيفةؒ انه انما يعتق باداء عينهما ان قال اديتهمافانت حرولافرق في ظاهر الرواية وعند ابی یوسفؒ ان ادى العين عتق وان ادى القيمة عتق ايضاً وعندزفرؒ لايعتق الاباداء القيمة لان المسلم نهى عن اقترار الخمر فاقيمت القيمة مقامها ولاتنقص مما سمى وزيدت عليهٖ هذه مسألة مبتداء ة لاتعلق لها بمسألة الخمر والخنزير ومعناها ان القيمة في الكتابة الفاسدة اذا كانت من جنس المسمى فان كانت ناقصة عن المسمى لا تنقص عن المسمى وان كانت زائدة زيدت عليه ووضع المسألة في المبسوط فيما اذا كاتب عبده بالف علے ان يخادمه ابدا فالكتابة فاسدة فيجب القيمة فان كانت ناقصة عن الالف لا تنقص وان كانت زائدة زيدت عليه

(۴) کتابت کے بعد غلام ولونڈی کی حیثیت

تو اگر بعد کتابت کے مولیٰ اس کو آزاد کردے مفت آزاد ہوجاوے گا اور تاوان دے گا مولیٰ اگر اپنی لونڈی مکاتبہ سے وطی کرنے یا کوئی جنایت کرے اس پر یا اس کے لڑکے پر یا اس کے مال پر۔

فائدہ:۔ یعنی جماع کی صورت میں عقر دے گا اور جنایت نفس کی صورت میں دیت اور جنایت مال میں مثل اس مال کے یا قیمت اس کی کذافی الاصل۔

(۵) اجنبی کی چیز یا سود ینار یا شراب وغیرہ پر مکاتب بنانا

اگر مولیٰ نے غلام کو مکاتب کیا اس کی قیمت پر یا ایک شخص اجنبی کی معین چیز پر یا سو دینار پر یا اس شرط سے کہ مولیٰ اس کو ایک غلام غیر معین پھیر دیوے یا مسلمان نے مکاتب کیا اپنے غلام کو شراب یا سور کے عوض میں تو ان سب صورتوں میں کتابت فاسد ہے اور مکاتب اگر شراب یا سور ادا کردے گا تو آزاد ہوجاوے گا لیکن اپنی ذات کی قیمت مولےٰ کو دینا پڑے گی اور قیمت کتابت فاسدہ میں کم نہ کی جاوے گی مسمیٰ سے اور جو زیادہ ہو تو زیادہ کی جاوے گی۔

(۶) وصحت علیٰ حیوان ذكر جنسه فقط ای لم یذكر نوعه وصفته ویؤدی الوسط او قیمته انما یخیرلان كل واحد اصل من وجه امماالوسط فظاهرواما قیمة الوسط فلان الوسط یعرف بالقیمة فصارت اصلاً فذفع القیمة قضاءً فی معنے الاداء (۷) وفی كافر كاتب عبداً مثله بخمرمقدره صح وای اسلم لسیده قیمتها وعتق بقبض الخمرلان عتقه متعلق بقبضها لكن مع ذلك یجب القیمة كمامر

(۶) جانور کے بدلے کتابت

اگرایک جانور کے بدلے میں مکاتب کرے اوراس کی جنس کہ اونٹ ہے یا گھوڑا وغیرہ بیان کردیوے اگرچہ نوع اور وصف اس کا بیان نہ کرے تو درست ہے ورنہ نہیں اور غلام کواس جنس کا جانور متوسط بقیمت دیناہوگا یااس کی قیمت دینی ہوگی۔

فائدہ:۔ اصل کتاب میں ان مقامات میں کچھ طول کیا ہے لیکن ہم نے بنظراس کے کہ زمانہ حال میں مسائل مکاتب کی کم احتیاج پڑتی ہے ترک کیا۔

(۷) کافرکا کافرکوشراب پرمکاتب بنانا

اگرمولیٰ بھی کافر ہےاور غلام بھی کافر ہےاوراس نے مکاتب کیا غلام کو بعوض ایک مقدار معین کے شراب سے تو درست ہے اور جوان دونوں میں سے مسلمان ہوجاوے گا تو مالک کو قیمت دی جاوے گی اور اگر مولیٰ شراب لے لے گا تب بھی غلام آزاد ہوگا لیکن اپنی ذات کی قیمت دیناہوگی۔

باب تصرف المكاتب

(۱) صح بیعه وشراء ه وسفره وان شرط ضده فانه ان شرط ان لا یسافر فله السفر استحساناً لانه شرط مخالف المقتضے العقدوهو مالكیة الید ولاتفسدالكتابة بهذا الشرط فان الكتابة تشبه البیع ومع ذلك هی اعتاق بالنظر الی العبد فقلنا كل شرط مفسد یكون فی احد البدلین كمالو شرط خدمة مجهولة یفسدها وكل شرط لا یكون كذلك لایفسدها عملا بالشبهین وانكاح امته وكتابة عبده لانهما یفیدان المال وعند زفروالشافعی رحمهما لایجوز الكتابة وهو القیاس لانها تؤدی الی العتق وهو لیس من اهله وجه الاستحسان انها افادة المال وعتقه یضاف الی المولی وله ولاء ه ان ادی بعد عتقه ولسیده ان ادی قبله ای للمكاتب الاول ولاء الثانی ان ادی الثانی بعد عتق الاول ولسیده ان ادی قبله (۲) لاتزوجه الاباذنه ولا هبته ولو بعوض ولا تصدقه الایسیروتكفله واقراضه واعتاق عبده ولو بمال لانه فوق الكتابة وبیع نفس عبده منه وانكاحه فان ذلك اعتاق وهذا اتلاف مال

باب....مکاتب کے تصرفات

(۱) وہ تصرفات جومکاتب کرسکتا ہے

مکاتب کودرست ہے خریداور فروخت اور مسافرت گو شرط ہوگئی ہو کہ سفر نہ کرے اوراپنی لونڈی کا نکاح کردینااوراپنے غلام کا مکاتب کرنا پھراگرمکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت اول کے آزادہونے کے ادا کیا تو اس کی ولاء مکاتب کو ملے گی اور جو قبل

اس کے آزاد ہونے کے ادا کیا تو ولاء اس کے مولیٰ کو ملے گی۔

(۲) وہ تصرفات جو مکاتب کیلئے جائز نہیں

مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بدوں اذن مولیٰ کے درست نہیں۔ اسی طرح جائز نہیں مکاتب کو ہبہ کرنا اگر بعوض ہو اور نہ صدقے مگر شے قلیل کا اور نہ ضمانت اور نہ قرض دینا اور نہ اپنے غلام کا آزاد کر دینا اگر چہ بعوض مال کے ہووے اس واسطے کہ یہ فوق کتابت ہے اور نہ اپنے غلام کا بیچنا اسی کے ہاتھ۔ (اس لئے کہ درحقیقت اعتاق ہے) اور نہ اس کا نکاح کر دینا اس لئے کہ اس میں اتلاف مال ہے۔

(۳) والاب والوصی فی الرقیق الصغیر کالمکاتب ای کل تصرف یملکه المکاتب فی عبده یملکانه فی رقیق الصغیر ومالافلافانهما یملکان تصرفاً یحصل به المال للصغیر کالمکاتب یملک کسب المال فحکمهما حکمه فیملکان کتابة عبده لااعتاقه علی مال وبیع عبده من نفسه وشیٔ من ذالایصح من ماذون ومضارب وشریک ای من قوله لاتزوجه الی هناواما انکاح امته وکتابة عبده بهما وان لم یکوناجائزین للماذون لم یدخلهما فی قوله وشیٔ من ذابل ذکرهما فی کتاب الماذون بقوله ولاتزوج رقیقه ولا مکاتبته لان قوله ههنا ونکاح امته عطف علی البیع والشراء وهما جائزان للماذون فتخصیص الاشارة فی قوله وشیٔ من ذاالی بعض المعطوفات دون البعض لم یکن حسنا فجعل الاشارة الی قوله لاتزوجه الیٰ اخره (۴) ویکاتب علیه بالشراء ولده وابواه لامن لاولادبینهما هذا عند ابی حنیفة وعندهما انه ان اشتری ذارحم محرم منه کالاخ والعم یدخل فی کتابته کما یعتق علیه له ان للمکاتب کسباً لاملکاً فجعل الکسب کافیاً للصلة فی قرابة الولادة اذالقادر علی الکسب مخاطب بالنفقة فی الولاد لافی غیره اذلابدفیه من الیسار وصح بیع ام ولده شرنها بدونه فان شری معه فلا هذا عند ابی جنیفة وعندهما لایصح بیعها وان شراها بدون الولد لانها ام ولده فلا یجوز بیعها وله ان القیاس ان یجوز بیعها وان کان معها ولدلان کسب المکاتب موقوف فلا یتعلق به مالا یحتمل الفسخ واما اذاکان معها ولد ثبت امتناع البیع بتبعیة الولد قال صلی الله علیه وسلم اعتقها ولدها.ولا یثبت اصالة والقیاس ینفیه

(۳) صغیر کی مملوک میں سرپرست کا اختیار

اور باپ اور وصی کے اختیارات صغیر کی مملوک میں مثل مکاتب کے ہیں اور ان امورات میں سے کسی کا مضارب اور شریک اور عبد ماذون کو بھی اختیار نہیں ہے۔

(۴) اپنے اصول وفروع کو خریدنا

اور اگر مکاتب اپنے اصول یا فروع کو خریدے تو وہ بھی اس کی کتابت میں داخل ہوں گے۔ تبعاً (یعنی جب مکاتب آزاد ہوگا تو وہ بھی آزاد ہوں گے ورنہ مکاتب کے ساتھ وہ بھی مولیٰ کے غلام ہو جاویں گے) اور جو سوا اصول اور فروع کے اور رشتہ داروں کو خریدے تو وہ کتابت میں داخل نہ ہوں گے اگر مکاتب اپنے ام ولد کو بدوں ولد کے خریدے تو اس کی بیع درست ہے اور جو ولد کے ساتھ خریدے تو اس کی بیع جائز نہیں ہے۔

(۵) کولد ولد له من امته متعلق بقوله ویکاتب علیه بالشراء ای اذاولدله ولد من امته فادعاه دخل فی کتابته وکسبه له ای کسب ولد المکاتب یکون للمکاتب لان الولد کسبه فکسب الولد کسب کسبه (۶) فان کاتب قنین له زوجین فولدت دخل الولد فی کتابتها وکسبه لها ای زوج امته عن عبده فکاتبهما فولدت ولد ادخل الولد فی کتابة الام وکسبه للام لان الولد یتبع الام فی الرق والعتق وفروعه (۷) فان ولدت حرة بزعمها من مکاتب او عبد نکحها باذن فاستحقت فولدها عبدای تزوج المکاتب باذن مولاه امرأة فقالت انا حرة فولدت منه فاستحقت فولد ها عبدعندابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ وعند محمد رحمهما حر بالقیمة لانه ولد المغرور لهما ان القیاس ان یکون عبدالکونه مولوداً بین رقیقین وفی الحرخالفنا القیاس باجماع الصحابة وهذا لیس فی معناه لان حق المولی مجبور بالقیمة یؤدیها الحر فی الحال وههنا لاقدرة للعبد علی ادائها فی الحال بل تؤخرالی العتق

(۵) مکاتب کی لونڈی کا ولد

اور ولد مکاتب کی لونڈی کا اگر مکاتب اس کو اپنا ولد کہے کتابت میں داخل ہوجاوے گا اوراس کی کمائی بھی مکاتب کی ہوگی۔

(۶) مکاتب غلام ولونڈی کے ولد کی کمائی

اوراگر مولیٰ نے ایک لونڈی اور ایک غلام کو اپنے جو آپس میں جورو اور خاوند تھے مکاتب کیا بعد اس کے ان دونوں سے ایک لڑکا پیدا ہوا تو وہ لڑکا ماں کی کتابت میں داخل ہوگا اوراس کی کمائی بھی ماں کو ملے گی۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ ولدتابع ہوتا ہے ماں کا رق اور عتق اورفروعات میں ان کے۔

(۷) مکاتب کی منکوحہ لونڈی کی اولاد

اگر مکاتب نے یا عبد ماذون نے باذن مولےٰ ایک عورت سے نکاح کیا جو اپنے تئیں آزاد کہتی تھی اوراس کی اولاد ہوئی بعداس کے وہ کسی کی مملوک نکلی تو اولاد بھی اس کی لونڈی کے مالک کی مملوک ہوجاوے گی۔

فائدہ:۔اور مکاتب اس کو بقیمت نہیں لے سکتا نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے اور نزدیک امام محمدؒ کے وہ حر بالقیمۃ ہوگا اس لئے کہ وہ ولد مفرور ہے اور دلیل شیخینؒ کی اصل میں مذکور ہے البتہ اگر یہی صورت شخص آزاد میں ہووے تو وہ بھی اپنی اولاد لونڈی کے مولیٰ سے بہ قیمت لے سکتا ہے۔

(۸) فان وطی امته یملکه بغیر اذن المولیٰ فاستحقت او بشراء فاسد فردت اخذعقرها فی الحال کالماذون بالتجارة ای وطف المکاتب او الماذون امة بغیر اذن المولی بناء علی انها ملکه بان اشترٰها اووهبت له ثم استحقت الامة او اشتری امة شراء فاسداً فوطیها ثم ردت یجب العقر فی الحال ولونکحها فوطیها اخذحین عتق ای نکح المکاتب اوالماذون امة بغیر اذن المولیٰ فوطی ثم استحقت یجب العقر بعد العتق والفرق انه لولاالشراء لماسقط

الحدومالم يسقط الحدلايجب العقر فيكون من توابع التجارة فيكون ثابتا فی حق المولی والنكاح ليس من باب الكسب فلاينتظمه الكتابة والقائل ان يقول ان العقر يثبت بالوطی لابالشراء والازن بالشراء ليس اذناً بالوطی والوطی ليس من التجارة فی شئ فلايكون ثابتا فی حق المولی (۹) وصح تدبير مكاتبه وعجز نفسه وكان مدبرا او مضے عليها وسعے فی ثلثے قيمته او ثلثے البدل ان مات سيده فقيراً ای له الخيار اماان يعجز نفسه وكان مدبرا اومضے الكتابة فان مضے عليها فمات المولیٰ ولامال له سواه فهو بالخياران يسعے فی ثلثے قيمته او ثلثے بدل الكتابة وعندهما يسعی فی الاقل منهمافان الاعتاق متجز عند ابی حنيفة بقی الثلثان عبدا فان ادی للتدبير ثلثے القيمة فی الحال وان ادی للكتابة ثلثے البدل مؤجلاعتق مؤجلا فيفيدالتخيير وقد تلقے جهت الحرية ببدلين معجل بالتدبير ومؤجل بالكتابة فيتخيربينهما وعندهما لما لم يكن متجزياً صار بموت المولی معتق الكل وقد سقط عنه ثلث المال وبقی الثلثان فكل ماهو اقل من ثلثے البدل او ثلثی القيمة يسعی فيه ولافائدة فی التخيير بين الاقل والاكثر

(۸) غیر کی لونڈی سے اپنی سمجھ کر یا بدوں اذن مولیٰ منکوحہ لونڈی سے وطی

اگر عبد ماذون یا مکاتب نے بغیر اذن مولیٰ کے اپنی لونڈی سے وطی کی اس گمان سے کہ وہ ملک اُسکی ہے اس لئے کہ مول لیا ہے اُس کو یا ہبہ کی گئی ہے اُس کو پھر وہ لونڈی کسی اور کی نکلی یا ایک لونڈی بطور بیع فاسد خرید کر اُس سے وطی کی پھر وہ رد کی گئی مالک پر تو اس کو عقر فی الحال دینا پڑے گا اور جو ایک لونڈی سے بے اذن مولیٰ کے نکاح کر کے وطی کی تو عقر بعد آزادی کے دینا ہوگا۔

(۹) مدبر

اگر مولیٰ نے اپنے مکاتب کو مدبر کیا تو صحیح ہے اب اس کو اختیار ہے چاہے اپنے تئیں عاجز کر دیوے ادائے بدل کتابت سے اور مدبر ہو جاوے یا عقد کتابت پر چلا جاوے تو اگر مولیٰ مر گیا اور سوائے اس مکاتب کے کچھ مال نہیں رکھتا تھا تو دو ثلث اپنی قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما کر دیوے۔

فائدہ:۔ یعنی مکاتب کو اختیار ہے اس لئے کہ اگر اس کو فی الحال عتق منظور ہوگا تو دو ثلث کے کماوے گا اور جو مؤجلاً منظور ہوگا تو دو ثلث بدل کتاب کے کماوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک جو دونوں میں سے کم ہوگا اس میں سعی کرے گا۔

(۱۰) واستيلا دمكاتبته ومضت عليها او عجزت وكانت ام ولد له ای ولدت المكاتبة فادعی المولی الولد تصيرام ولد له فتخيربين ان تمضے علے الكتابة وتؤدی البدل فتعتق قبل موت المولیٰ وبين ان تعجزنفسها فتعتق بعد موت المولیٰ فان مضت علے الكتابة فلها ان تاخذالعقر من سيدها (۱۱) وكتابة ام ولده فعتقت بموته مجاناً ومدبرته ای صحت كتابة مدبرة وتسعے فی ثلثے قيمته او كل البدل فی موت سيدها معسرا هذا عندابی حنيفةؒ وعند ابی يوسفؒ تسعے فی الاقل منها وعند محمدؒ تسعے فی الاقل من ثلثے القيمة او ثلثے البدل اما الخيار وعدمه

ففرع التجزی وعدمه کما مرواما المقدار فمحمد رحمه الله تعالیٰ یقول البدل لما کان مقابلاً بالکل فبالموت یسلم له ثلث البدل ومن المحال ان یجب البدل فی مقابلة الثلث وهما یقولان البدل وقع فی مقابلة الثلثین لان الظاهر ان الانسان لایلتزم المال فی مقابلة مایستحق حریته (۱۲) وصلحه مع مکاتبه علےٰ نصف حال من بدل مؤجل ای صح صلحه والقیاس ان لایصح لانه اعتیاض عن الاجل بالمال ووجه الاستحسان ان الاجل فی حق المکاتب مال من وجه لانه لایقدر علےٰ الاداء الابه وبدل الکتابة لیس بمال من وجه حتےٰ لاتصح الکفالة به فاعتد لا

(۱۰) مکاتب لونڈی جس کا ولد ہوا

اگر لونڈی مکاتب کا ولد ہوا اور مولیٰ نے اس کا دعویٰ کیا تو اب وہ لونڈی ام ولد مولے کی ہوگی اب اس کو اختیار ہے کہ خواہ اپنے عقد کتابت پر باقی رہے اور بدل ادا کر کے بالفعل آزاد ہو جاوے یا اپنے تیئں عاجز کر کے بعد موت مولیٰ کے آزاد ہو جاوے تو اگر اپنی کتابت پر باقی رہے تو اس کو پہنچتا ہے کہ عقد اپنا وصول کرے مولیٰ سے اگر چاہے۔

(۱۱) ام ولد اور مدبر جو مکاتب بنائے گئے

اگر کسی نے ام ولد کو مکاتب بنایا تو وہ بعد مرجانے مولیٰ کے مفت آزاد ہو جاوے گی اور جو مدبر کو مکاتب کیا اور مولے مفلس مرا تو وہ دو ثلث میں اپنی قیمت کے یا کل بدل کتابت میں سعی کرے گا یہ امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو اقل ہو اس میں سعی کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک سعی کرے اس میں جو اقل ہو دو ثلث قیمت یا دو ثلث بدل سے۔

(۱۲) اقساط پر مکاتب کر کے نقد پر صلح کرنا

اور اگر مولیٰ نے مکاتب سے ہزار روپے بدل کتابت باقساط ٹھہرائے بعد اس کے اس ہزار کے عوض میں پانچ سو روپے نقد پر صلح کر لی تو درست ہے۔

(۱۳) فان مات مریض کاتب عبده علےٰ ضعف قیمته باجل وردورثته الاجل ادےٰ ثلثےٰ البدل حالاوباقیه مؤجلا او استرق ای خیرالعبد بین ان یؤدی ثلثےٰ البدل حالا والباقی مؤجلاً وبین ان یمتنع فیسترق وهذا عندابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ وعند محمدؒ خیرالعبد بین ان یؤدی ثلثےٰ القیمة حالاً والباقی الی تمام البدل مؤجلاً وبین ان یمتنع فیسترق لان المریض لیس له التاجیل فی ثلثی القیمة اما فیما وراءه یصح له الترک فیصح له التاخیر لهما ان جمیع المسمی بدل الرقبة وحق الورثة متعلق بالمبدلُ فکذابالبدل فلا یصح التاخیر الافی ثلثه وفی نصف قیمته هنا ای فیما اذاکان البدل نصف القیمة هنا ای فی المسألة المذکورة وهی موت المریض الذی کاتب عبده علی بدل مؤجل ادی ثلثیهاحالا او استرق ای خیرالعبدبین ان یؤدےٰ ثلثےٰ القیمة حالاو بین ان یمتنع فیسترق لان المحاباة وقعت فےٰ المقدار وفی التاخیر فتنفذبالثلث دون الثلثین اتفاقا

(۱۳) مالک کے مرض الموت میں مکاتب ہوا

اگر کوئی بیمار جس نے اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض پر ایک میعاد تک مکاتب کیا اور بدل کتابت یعنی دو ہزار اس کی قیمت سے دوچند ہیں یعنی قیمت اس کی ہزار روپیہ ہے بعد اس کے وہ بیمار مر گیا اور وارثوں نے میعاد منظور نہ کی تو غلام مذکور دو تہائی بدل کتابت فی الحال ادا کر دیوے اور باقی ایک تہائی اپنی میعاد تک دیتا رہے اور اگر یہ نہ کر سکے تو غلام بن جاوے (یعنی عقد کتابت کو لغو کر دیوے اور رفیق بن جاوے یہ مذہب شیخینؒ کا ہے اور محمدؒ کے نزدیک اختیار ہے کہ خواہ دو ثلث اپنی قیمت کے فی الحال دیوے اور باقی میعاد تک غلام بن جاوے کذا فی الاصل)۔

اور جو بدل کتابت کم ٹھہرایا اور قیمت اس کی دو چند ہے بدل کتابت سے تو غلام کو اختیار ہے چاہے دو ثلث قیمت کے فی الحال دے دیوے یا غلام بن جاوے۔

(۱۴) فان قال حر سيد عبد كاتب عبدك على كذا وشرطا العتق بادائه او لااى سواء قال على الف ان اديت فهو حر اولم يقل ففعل وادى الحرعتق ولم يرجع اى لايرجع المؤدى على العبد لانه متبرع فى الاداء وانما يعتق باداء الحراما ان شرط العتق بادائه فظاهر واما ان لم يشترط فالقياس ان لايعتق وفى الاستحسان انه يعتق لانه يتوقف على قبول العبدالغائب فيما يضره وهو وجوب البدل عليه لافيما ينفعه وهو صحة اداء القائل البدل وان قبل العبد فهو مكاتب اى ان كاتب الحر العبد وبلغ العبد وقبل فهو مكاتب لان الكتابة موقوف على اجازته (۱۵) فان كوتب حاضر وغائب وقبل الحاضر فان ادى قبل جبرا وعتقا صورة المسألة ان يقول كاتبنى بالف على نفسى وعلى فلان ففعل وقبل الحاضر فالقياس ان يصح فى حصة الحاضر وفى حصة الغائب يتوقف على قبوله وجه الاستحسان ان الحاضر اضاف العقد الى نفسه فجعل لنفسه اصلاً وللغائب تبعاً فيصح كما يصح على الاولادبالتبعية فايهما ادى قبل جبراً اما الحاضر فلان كل البدل عليه واما الغائب فلانه ينال شرف الحرية وان لم يكن البدل عليه فصاركمعيرالرهن صورته استعاررجل عينامن غيره ليرهنه بدين عليه للآخر فرهنه ثم احتاج المعيرالى استخلاص عينه فان ادى الدين الى المرتهن يجبرالمرتهن على القبول وان لم يكن على معيرالرهن دين وانما هو على المستعير فاذا ادى المعير الدين يرجع على المستعير وان ادى بغير امره لانه مضطرالى تخليص عينه ولايتمكن الاباداء الدين ولم يرجع على الآخر لانه متبرع فى حق الآخر وانما يرجع معيرا لرهن لانه مضطرفى الاداء لانه يخاف تلف ماله فى يد المرتهن وقبول الغائب لغو لان العقد نفذعلى الحاضر (۱۶) فان كوتبت امته وطفلان لها فقبلت فاى ادى لم يرجع وعتقوا كما فى المسألة الاولىٰ

(۱۴) غیر کے کہنے پر مکاتب بنانا

اگر ایک آزاد نے مولیٰ سے کہا کہ تو اپنے غلام کو مکاتب کرا تنے روپیوں پر خواہ یہ بھی کہا کہ اگر میں ادا کردوں تو وہ آزاد ہے یا نہ کہا اور مولیٰ نے اس کے کہنے سے مکاتب کر دیا تب شخص آزاد نے اس قدر روپے مولیٰ کو ادا کر دیئے تو وہ غلام آزاد ہو جاوے گا اور شخص اجنبی وہ روپیہ اپنے غلام سے نہیں لے سکتا اور جو غلام کو اس کی خبر پہنچی اور اس نے اس عقد کو قبول کیا تو وہ مکاتب ہو جاوے گا۔

(۱۵) غلام حاضر کے کہنے پر حاضر و غائب دونوں کو مکاتب بنانا

اگر ایک شخص دو غلاموں کو مکاتب کرے جن میں ایک حاضر اور ایک غائب ہے مثلاً غلام حاضر مولیٰ سے یہ کہے کہ مکاتب کر مجھ کو اور فلانے غلام کو جو غائب ہے ہزار روپے پر اور مولیٰ نے مکاتب کر دیا اور غلام حاضر نے قبول کیا تو اب ان دونوں میں سے جو کوئی بدل کتابت ادا کرے گا مولیٰ کو لینا پڑے گا اور دونوں آزاد ہو جاویں گے اور جو ادا کرے وہ دوسرے سے اس کا حصہ نہیں لے سکتا بلکہ ہر ایک دوسرے کے حصے میں متبرع ہوگا اور بدل کتابت کا مواخذہ غلام غائب سے نہ ہوگا اور قبول اس کا بھی لغو ہے نظیر اس کی مسئلہ معیر رہین ہے صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے عمرو سے ایک چیز عاریت لے کر بکر پاس اس کو گرو کر کے اپنا قرضہ ادا کیا اب عمرو کو اس کے چھڑانے کی حاجت پڑی اور وہ زر رہن لے کر بکر کے پاس گیا تو بکر جبر کیا جاوے گا زر رہن کے قبول کرنے پر اور وہ شے عمرو کو دلا دی جاوے گی مگر یہاں اتنا فرق ہے کہ عمرو وہ زر رہین زید سے مجرا لے گا۔

(۱۶) لونڈی کا اپنے اور صغیر بچوں کی طرف سے عقد کتابت کرنا

اگر ایک لونڈی اپنے اور اپنے دو بچوں کی طرف سے جو صغیر ہیں عقد کتابت کرے تو صحیح ہے اب تینوں میں سے جو ادا کرے گا مولیٰ کو لینا پڑے گا اور سب آزاد ہو جاویں گے اور کوئی دوسرے سے اس کا حصہ مجرا نہیں لے سکتا۔

باب کتابة العبد المشترک

(۱) احد شریکی عبدا ذن للاٰخر بکتابة حصته بالف وقبضة ففعل وقبض بعضه فذاله ان عجز الضمیر فی حصة وفی قوله فذاله یرجع الی الاٰخر هذا عندابی حنیفةؒ واصله ان الکتابة متجزیة فیکون مقتصراً علی نصیبه وفائدة الاذن انه ان لم یأذن فله حق الفسخ فبالاذن لاینفی ذلک واذنه بشریکه بالقبض اذن للعبد بالاداء الیه فیکون متبرعاً فی نصیبه علی القباض فیکون له وعندهما الکتابة غیر متجز فالاذن بکتابة نصیبه اذن بکتابة الکل فالقابض اصیل فی البعض ووکیل فی البعض والمقبوض مشترک بینهما فیبقی کذلک بعدالعجز

(۲) مکاتبة لرجلین جاء ت بولدفادعاه احدهما ثم جاء ت باٰخرفادعاه الاٰخر فعجزت فهی ام ولد للاول وضمن نصف قیمتها ونصف عقرها وشریکه عقرها وقیمة الولد وهوابنه هذا

عند ابی حنیفة وبیانه ان استیلاد المکاتبة المشترکة متجز عندابی حنیفة فیقتصر علی نصیبه لان المکاتبة لاینتقل من ملک الی ملک کمامرفی المدبر واستیلاد القنیة لایتجزی فاذااستولدذاحدالشریکین القنیة المشترکة صارت کلها ام ولد له ویضمن نصف قیمتها للشریک اذاعرفت هذا فاستیلادالثانی قبل العجز وقع فی ملکه ظاهراً فیثبت نسب ولده لکن اذاعجزت صارت کان الکتابة لم تکن فظهرانه فی الحقیقة وطی ام الولد الغیر فاستیلاد الاول وقع غیر متجزی وکلها ام ولد له ویضمن نصف قیمتها لشریکه ولاتکون ام ولد للشریک لکن ولد الشریک ولد مغرورحیث وطی معتمداعلی الملک فیکون حرا بالقیمة ویضمن تمام عقرها واما عندهما فاستیلاد المکاتبة لایتجزی فقبل العجز صارت ام ولد للاول وانتقل نصیب الثانی الیه یفسخ الکتابة فان الکتابة تنفسخ بالاستیلاد فیما لا یتضرر به المکاتب فیکون وطی الثانی فی غیر ملکه فیجب علیه تمام العقر لاالحدللشبهة ولایکون ولده حراً بالقیمة ویضمن الاول للشریک نصف قیمتها مکاتبة عندابی یوسفؒ والاقل من نصف قیمتها ومن نصف ما بقی علیها من بدل الکتابة عند محمدؒ واذاانفسخت الکتابة فی حصة الشریک عندهما قبل العجز فکلها مکاتبة للاول بنصف البدل عندالشیخ ابی المنصورؒ وبکل البدل عندعامة المشائخ وای دفع العقر الیها صح ای قبل العجز لاختصاصهابمنا فعها واعواضها فان لم یطاها الثانی ودبرها فعجزت بطل تدبیره وهی ام ولد للاول والولدله وضمن لشریکه نصف عقرها ونصف قیمتها لانه بین بالعجزانه تملک نصیب الشریک وقت الاستیلاد فالتدبیر وقع فی غیرملکه بخلاف النسب لانه یعتمد الغرورفان حررها ای المکاتبة المشترکة احدهما غنیا فعجزت ضمن نصف قیمتها لشریکه ورجع به علیها هذا عندابی حنیفةؒ وعندهما لایرجع وهذا مبنی علی ان الساکت اذا ضمن المعتق یرجع به علیها عندابی حنیفة لاعندهما

باب.... غلام مشترک کا مکاتب کرنا

(۱) مشترک غلام کا ایک حصہ کے بدل کتابت کی تکمیل سے عاجز آنا

مشترک غلام ایک حصہ کے عوض جو زید اور عمرو ایک غلام میں شریک ہیں ان میں سے ایک نے مثلاً زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصے کو ہزار روپے کے عوض میں مکاتب کرکے بدل کتابت وصول کر لینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام ادا سے عاجز ہو گیا تو جولیا ہے وہ عمرو کا ہے نہ زید کا۔

(۲) دو بچوں والی مشترک لونڈی کا بدل کتابت سے عاجز آنا

ایک لونڈی مکاتبہ زید اور عمرو میں مشترک تھی اُس کا ایک ولد ہوا تب زید نے دعویٰ کیا کہ یہ ولد میرا ہے بعد اُس کے دوسرا ولد ہوا تب عمرو نے دعویٰ کیا اور کہا کہ یہ میرا ہے اب

وہ لونڈی عاجز ہوگئی ادائے بدل کتابت سے تو یہ لونڈی زید کی ام ولد ٹھہرے گی اور زید عمرو کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا عقر ادا کرے اور یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہرے گا اور عمرو زید کو پورا عقر اور قیمت لڑکے کی دے گا اور قبل عجز کے جو کوئی عقر اس لونڈی کو دے دے گا صحیح ہوگا تو اگر عمرو نے اس لونڈی سے صحبت نہیں کی بلکہ مدبر کر دیا اب وہ لونڈی عاجز ہوگئی تو مدبر کرنا عمرو کا باطل ہوگا اور وہ لونڈی ام ولد زید کی ہوگی اور ولد بھی زید کا ہوگا لیکن زید نصف عقر اور نصف قیمت لونڈی کی عمرو کو ادا کرے گا اور اگر زید عمرو میں سے کسی نے اس کو آزاد کر دیا اور اگر آزاد کرنے والا مالدار ہے اب وہ لونڈی عاجز ہو گئی بدل کتابت سے تو آزاد کرنے والا اپنے شریک کو نصف قیمت کا تاوان دے کر لونڈی سے وصول کر لیوے۔

(۳) عبدلرجلين دبره احدهما ثم حرره الأخرملياً او عكساً اى حرره احدهما ثم دبره الأخر عتق المدبراو استسعىٰ فيهما اى فى المسالتين او ضمن شريكه فى الاولى فقط اعلم ان فى المسألة الاولى اذا دبره الاول فللثانى الاعتاق او التضمين اوالاستسعاء عندابى حنيفةؒ فاذااعتق الثانى لم يبق له ولاية التضمين والاستسعاء ثم بالاعتاق فسد نصيب المدبر فله ان يعتق او يستسعى او يضمن قيمته مدبراً وقدمرفى باب عتق البعض من كتاب الاعتاق ان قيمة المدبر ثلثا قيمة القن واذا ضمنه لايتملكه لانه لاينتقل من ملك الى ملك واما فى المسألة الثانية اذااعتق الاول فللأخرالخيارات الثلث عنده فاذادبره لم يبق له ولاية التضمين بل بقى له ولاية الاعتاق اوالاستسعاء فولاية الاعتاق اوالاستسعاء ثابتة فى المسألتين والتضمين يختص بالاولى عندهما اذا دبره احدهما فاعتاق الأخر باطل لان التدبير لايتجزى عندهما فيملك نصيب صاحبه بالتدبير والتضمين نصف قيمته فناموسراً كان او معسراً لانه ضمان تملك فلاً يختلف باليسار والعساروان اعتقه احدهما فتدبيرالأخرباطل لان الاعتاق لايتجزى عندهما فيضمن نصف قيمته ان كان معسراويسعے العبدان كان مِعسرلان هذا ضمان الاعتاق فيختلف باليساروالعسار.

(۳) غلام کو ایک نے آزاد اور دوسرے نے مدبر کیا

ایک غلام دو شخصوں میں مشترک تھا ایک نے اسکو مدبر کیا اور دوسرے نے اسکو آزاد کیا اور آزاد کرنے والا غنی ہے یا اسکا الٹا ہوا یعنی پہلے ایک نے آزاد کیا پھر دوسرے نے اسکو مدبر کیا تو مدبر کرنیوالا خواہ اپنا حصہ بھی آزاد کر دیوے یا غلام سے سعی کرا لیوے دونوں صورتوں میں اور پہلی صورت میں صرف یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے شریک سے ضمان لے لیوے۔ (اس مقام کو اصل میں طول کیا ہے ہم نے اس کو ترک کیا)

باب الموت والعجز

(۱) مکاتب عجز عن نجم ان کان له وجه سیصل الیه لایعجزه الحاکم الیٰ ثلثة ایام ای ان مضت ثلثة ایام ولم یؤدحصة ذلک النجم حکم له بعجزه والاعجزه ای ان لم یکن له وجه سیصل الیه عجزه وهذه عندابی حنیفةؒ ومحمدؒ وعند ابی یوسفؒ لایعجزه حتے یتوالی علیه نجمان (۲) وفسخها بطلب سیده او سیده برضاه ای فسخها سیده برضی المکاتب وعادرقة وما فی یده لسیده (۳) فان مات عن وفاء ای عن مال بقی ببدل الکتابة لم تفسخ کتابته هذا عندنا وعند الشافعیؒ تبطل الکتابة بفوات المحل ونحن نقول هو حی فی بعض الاحکام فکذافی هذا لاحتیاجه الی زوال اثرالکفر وهو الرق ویستند الحریة الی ماقبل الموت وقضیے البدل من ماله وحکم بموته حراً والارث منه وعتق بین ولدوا فی کتابة حتے لوولد واقبل الکتابة لایتبعونه او شراهم او کوتب هو وابنه صغیرا وکبیرا بمرة ای بکتابة واحدة فان الولد ان کان صغیراً یتبعه وان کان کبیرا جعلا کشخص واحد

باب.... مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اس کے مالک کا مرنا

(۱) حاکم کا مکاتب کو عاجز قرار دینا

اگر مکاتب ایک قسط کے دینے سے عاجز ہوجاوے اور کہیں سے اس کو مال ملنے کو ہووے تو حاکم اس کے عجز کا تین دن تک حکم نہ کرے (اور جب تین دن بھی گزر جاویں اور وہ قسط ادا نہ کرے تو اس کے عجز کا حکم کر دیوے کذافی الاصل) اور جو اس کو کہیں سے مال ملنے والا نہ ہووے تو حاکم اس کو اسی وقت عاجز کر دیوے۔

فائدہ: یہ امام ابوحنیفہؒ اور محمدؒ کا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حاکم مکاتب کو عاجز نہ کرے جب تک اس پر دو قسطیں نہ چڑھیں کذافی الاصل۔ دلیل امام ابو یوسفؒ کی قول ہے حضرت علیؓ کا کہ جب مکاتب پر دو قسطیں چڑھ جاویں تو غلامی میں رد کیا جاوے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ہم یہ کہتے ہیں کہ معارض ہے اس کی وہ جو مروی ہے ابن عمرؓ سے کہ ایک مکاتبہ ان کی عاجز ہوگئی ایک قسط ادا کرنے سے تو رد کیا اس کو طرف غلامی کے ذکر کیا اس اثر کو صاحب ہدایہ نے لیکن زیلعیؒ نے کہا غریب ہے۔

(۲) مولیٰ کی طلب پر عقد کتابت کا فسخ کرنا

اور عقد کتابت کو حاکم فسخ کرے بطلب مولیٰ اگرچہ مکاتب فسخ پر راضی نہ ہووے اور جو مکاتب خود فسخ پر راضی ہووے تو مولیٰ بھی اس کو فسخ کر سکتا ہے پھر جب عقد کتابت فسخ ہوگیا تو وہ مکاتب بدستور سابق غلام بن جاوے گا اور جو کچھ مال اس کے پاس ہوگا وہ سب مولیٰ کا ہو جاوے گا۔

(۳) مکاتب کا مال چھوڑ کر مرنا

تو اگر مکاتب قبل ادائے بدل کتابت کے اس قدر تر کہ چھوڑ کر جس سے بدل کتابت ادا ہو سکے مر جاوے تو عقد کتابت فسخ نہ ہوگا اور اس کے ترکے میں بدل کتابت ادا کر کے اس کی آزادی کا حکم آخر حیات میں کریں گے اور جو کچھ مال بعد ادا کرنے بدل کتابت کے بچ رہے گا وہ اس کے وارثوں کو ملے گا اور وہ اولاد اس کی آزاد ہو جاوے گی جو

حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہو یا ان کو خرید اہووے یا اس کے ساتھ مکاتب کیا گیا ہو خواہ صغیر ہو یا کبیر۔

فائدہ:۔ اور شافعیؒ کے نزدیک موت مکاتب سے اگرچہ مال چھوڑ کر مرے عقد کتابت فسخ ہو جاوے گی۔ دلیل ہمارے مذہب کی قول حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کا ہے جس کو بیہقیؒ نے روایت کیا اور دلیل شافعیؒ کی قول زید بن ثابتؓ کا ہے روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے کذا فی التخریج للزیلعیؒ اور اصل میں دلیل دونوں کی بالتفصیل مذکور ہے۔

(۴) وان لم یترک وفاأفمن ولد فی کتابته سعی علی نجومه فاذا ادی حکم بعتق ابیه قبل موته وبعتقه ومن شراؤه ادی البدل حالاً اوردرقیقاً هذا عندابی حنیفة وعند هما الولد المشتری یسعی علی نجوم الاب ایضالانه کوتب بتبعیة الاب (۵) فان ترک ولدامن حرة ودینا یفی ببدلها فجنی الولد وقضی به ای بموجب الجنایة علی عاقلة امه لم یکن ذلک تعجیزالابیه لان هذا القضاء لاینافی الکتابة لان مقتضی الکتابة الحالق الولد بموالی الام وایجاب العقل علیهم لکن علی وجه یحتمل ان یعتق فینجرالولاء الی موالی الاب وانما قال ودینا یفی لانه لوکان عینا لایتاتی القضاء بالالحاق بالام لانه یمکن الوفاء فی الحال وان اختصم قوم امه وابیه فی ولائه فقضی به لقوم امه فهو تعجیز لان القضاء یکون ولاء الولد لموالی الام معناه ان الاب مات رقیقا وانفسخ عقدالکتابة فیکون القضاء فی فصل مجتهدفیه فینفذوتنفسخ الکتابة وطاب لسیده ماادی الیه من صدقته فعجز ای اذالم یکن المولی مصرفاللزکوٰة فاخذالمکاتب الزکوٰة لکونه من المصارف ثم اداه الی المولی عن بدل الکتابه ثم عجز فظهر ان المولی اخذالزکوٰة وهو غنی ومع ذلک یطیب له لانه اخذه عوضا عن العتق زمان الاخذوالعبد قداخذه صدقته وقدقال النبی علیه السلام لک صدقة ولنا هدیة

(۴) مکاتب کا بدل کتابت سے کم مال چھوڑنا

اور جو اس قدر مال چھوڑ کر نہ مرے تو جو اولاد اس کی حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہووے وہ اپنے باپ کی قسطوں کے ادا کرنے میں کوشش کرے گی اور جب قسطیں ادا کر دے گی تو ان کا اور ان کے باپ کی آزادی کا قبل موت کے حکم کیا جاوے گا اور جس اولاد کو مکاتب نے حالت کتابت میں خرید اتھا ان کو یہ حکم ہوگا کہ اگر بدل کتابت نقد دیدو تو آزاد ہو ورنہ غلام ہو جاوے گی۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک ان کا بھی حکم مثل اسی اولاد کے ہے جو حالت کتابت میں پیدا ہوئی ہووے۔

(۵) مکاتب کے مرنے کے بعد اسکے لڑکے کی جنایت کا تاوان

تو اگر مکاتب مر جاوے اور ایک لڑکا اس کا ہووے عورت حرہ سے اور اس قدر قرض کسی پر چھوڑے کہ اس کے بدل کتابت کو کافی ہووے اور وہ لڑکا کوئی جنایت کرے اور تاوان جنایت کا حکم ماں کر عاقلہ پر کیا جاوے تو یہ مکاتب کے عاجز ہونے کا حکم نہ ہوگا البتہ موالی ماں کے اور موالی باپ کے مکاتب کے ولد کے ولاء میں نزاع کریں اور ولاء کا حکم موالی ام کے لئے کیا جاوے تو یہ حکم عجز مکاتب کا ہوگا اگر مکاتب

نے مال زکوٰۃ لے کر مولیٰ کو بدل کتابت میں ادا کیا بعد اس کے عاجز ہو گیا تو وہ مال مولیٰ کو حلال رہے گا۔

فائدہ:۔ اگرچہ مولیٰ مصرف زکوٰۃ کا نہ ہو لیکن مکاتب مصرف ہے تو اگر اس نے لے کر مولیٰ کو ادا کیا پھر عاجز ہو گیا تو ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ مال مولیٰ کو درست نہ ہووے اس لئے کہ مولیٰ غنی ہے اور غنی کو زکوٰۃ لینا درست نہیں ہے باینہمہ مولےٰ کو وہ مال خوش اور حلال ہے اس واسطے کہ اس نے جس وقت لیا تھا بعوض عتق لیا تھا اور غلام نے بطور صدقہ لیا تھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریرہؓ لونڈی سے فرمایا تھا کہ تیرے واسطے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے کذا فی الاصل۔

(٦) فان جنیٰ عبدفکاتبه سیده جاهلاً ای بالجنایة فعجز دفع اوفدی ای جنیٰ مکاتب فلم یقض بموجب جنایة فعجز خیر بین دفعه واداء ارش الجنایة لان هذا هو موجب جنابة العبد لکن الکتابة صارت مانعة عن الدفع ثم زال المانع بالعجزفعادالحکم الاصلی وان قضی به علیه مکاتبا فعجز بیع فیه ای وان قضی بموجب الجنایة علی المکاتب حال کونه مکاتبا ثم عجز بیع فی ذلک لانه دین متعلق برقبته بالقضاء به فانتقل الی قیمته (٧) ولا تنفسخ بموت السید وادی البدل الی ورثته علی نجومه فان اعتقه بعضهم لایصح وان اعتقوه عتق مجانالانه لاینتقل من ملک الی ملک فلایصح اعتاق بعض الورثة واما اعتاق الکل فیجعله ابراء تصحیحاً للعتق ولاکذلک اعتاق بعض الورثة لانه لایمکن جعله ابراء البعض تصحیحاً للعتق فان ابراء البعض لایصحح العتق لانه لایعتق شئ بابراء البعض والله اعلم.

(٦) جانی غلام کو مکاتب بنایا

اگر غلام نے کوئی جنایت کی اور مولے کو اس کی خبر نہ تھی اس نے مکاتب کر دیا پھر وہ عاجز ہو گیا یا ایک مکاتب نے جنایت کی پھر حکم نہیں کیا گیا ساتھ موجب جنایت کے اور عاجز ہو گیا تو اب مولے کو اختیار ہے چاہے اس غلام کو بعوض جنایت کے دے دیوے یا جنایت کا تاوان ادا کرے اور اگر حالت کتابت میں تاوان جنایت کا حکم ہوا پھر وہ عاجز ہو گیا تو بیع کیا جاوے گا۔

(٧) مالک کی موت سے عقد کتابت فسخ نہ ہونا

اور کتابت مالک کے مر جانے سے فسخ نہیں ہوتی بلکہ مکاتب مولیٰ کے وارثوں کو حسب دستور اقساط ادا کرے تو اگر بعض وارث اس کو آزاد کر دیں تو صحیح نہ ہوگا البتہ اگر کل وارث آزاد کر دیویں تو مفت آزاد ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔ اور دلیل اس کی اصل میں مذکور ہے۔

کتاب الولاء

(١) هو میراث یستحقه المرء بسبب عتق شخص فی ملکه او بسبب عقد الموالاة فالولاء نوعان ولاء العتاقة وولاء الموالاة فابتدء بولاء العتاقة فقال من اعتق باعتاق او

بفرع له كالكتابة والتدبيروالا ستيلاد او بملک قريبه ای بمالكية قريبه اياه فولاء ه ليسده وان شرط عدمه فان ذلک شرط مخالف لمقتضى العقد فينفذالعتق ويبطل الشرط فان قيل كيف يكون الولاء فى التدبير والاستيلاد للسيد والمدبر وام الولد انما يعتقان بعد موت السيد قلنا صورته ان يرتد السيد نعوذ بالله منها ويلحق بدارالحرب حتى يحكم بعتق مدبره وام ولده ثم جاء مسلماً فمات مدبره او ام ولده فالولاء له (۲) ومن اعتق امةً زوجها قن فولدت لاقل من نصف حول اى من وقت الاعتاق فله ولاء الولد بلاانقل عنه انى ان اعتق ابوه لا ينتقل ولاء الولد من موالى الام الى موالى الاب لان الحمل كان موجوداً وقت الاعتاق فاعتاقه وقع قصداً فلا ينتقل ولاء ه من معتقه

(۱) ولاء اور اس کی اقسام

اس میں ولاء کا بیان ہے ولاء نام اس ترکے کا ہے جس کا آدمی مستحق ہوتا ہے بوجہ آزاد کرنے کے کسی شخص کے اپنی ملک میں یا بسبب عقد موالات کے تو ولاء دو قسم ہے ایک ولاء عتاقہ دوسرا ولاء موالات تو پہلے بیان ولاء عتاقہ کا ہوتا ہے جو شخص کسی غلام کو آزاد کرے اعتاق سے یا فروع سے اس کے مثل کتابت اور تدبیر اور استیلاد کے یا اپنے ذی رحم محرم کے مالک ہو جانے کی وجہ سے تو ترکہ اس کا یعنی ولاء اس کی مولیٰ کو ملے گی اگر چہ ولاء نہ ملنے کی شرط ہوئی ہو۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ شرط مخالف ہے مقتضی عقد کے تو عتق نافذ ہوگا اور شرط باطل ہو جاوے گی اگر کوئی کہے کہ مدبر اور ام ولد تو بعد مولے کے مرنے کے آزاد ہوتے ہیں تو ان کی ولاء مولے کو کیسے ملے گی ہم کہیں گے کہ صورت اس کی یوں ہے کہ مولےٰ مرتد ہو کر دارالحرب چلا جاوے اور قاضی اس کی موت کا حکم کر کے اس کے مدبر اور ام ولد کی آزادی کا حکم دیوے بعد اس کے مولے پھر مسلمان ہو کر چلا آوے اب وہ مدبر یا ام ولد مر جاوے تو ولاء اس کی مولے کو ملے گی کذا فی الاصل دلیل اس باب میں قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ ولاء اس کو ہے جو آزاد کرے روایت کیا اس کو ائمۂ ستہؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور فرمایا آپ نے کہ مولیٰ قوم کا قوم میں ہے اور حلیف ان کا بھی اسی قوم میں ہے اور حلیف سے مراد مولی الموالاۃ ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ اور امام احمدؒ نے اور حضرت حمزہؓ کی بیٹی کی ایک معتقہ مرگئی اور ایک بیٹی چھوڑ گئی سو حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آدھا مال اس کی بیٹی کو دلایا اور آدھا حضرت امیر حمزہؓ کی بیٹی کو روایت کیا اس کو نسائیؒ نے اور حاکمؒ نے مستدرک میں۔

(۲) غلام کی زوجہ لونڈی کا ولاء

جس نے ایک لونڈی کو آزاد کیا اور خاوند اس کا غلام تھا کسی اور شخص کا اب وہ لونڈی وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں ایک بچہ جنی تو ولاء بچے کی لونڈی کے مولیٰ کو ملے گی اور غلام کے مولے کو نہ ملے گی اگر چہ غلام کا مولے بھی اس کو آزاد کر دیوے (دلیل اس کی اصل میں مسطور ہے)

(۳) وكذالوولدت ولدين احدهما لاقل من ذلك وان كان الأخر اكثر منه اى ولدت الامة المعتقة ولدين توأمين بين الاعتاق وولادة احدهما اقل من نصف حول لاينتقل ولاء ولدين ايضالان احدالتوامين كان الموجوداً وقت الاعتاق فكذالأخر والتوأمان ولدان من بطن واحدبين ولادتهمااقل من نصف حول فان ولدت لاكثر منه فولاء الولد لسيدها فان اعتق الاب جرولاء ابنه الى قومه اى وان ولدت الامة المعتقة ولداً وبين الاعتاق وولادته اكثر من نصف حول فولاء الولد لسيدامه بمعنے ان الولدان مات فولاء ه لسيد الام فان اعتق الاب قبل موت الولد صارالولد بحيث ان مات بعد موت الاب فولاء الولد يكون لمعتق الاب وانما قلنا قبل موت الولدلان الاب ان اعتق بعد موت الابن لاينتقل ولاء الابن الى موالى الاب لان مولى الام استحق ولاء الولد زمان موته وبعد تقرر ذلك لا ينتقل عنه وانما قلنا بعد موت الاب لان الاب اذا اعتق والولدمات قبل موت الاب فميراثه للاب فلا يكون ولاء ه لموالى الاب

(۳) لونڈی کے جڑواں بچوں کا ولاء

یہی حکم ہے اگر دو بچے جنی تو امین اور پہلے کی ولادت وقت آزادی سے چھ مہینے سے کم میں ہووے البتہ اگر وہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ میں جنی تو ولاء بچے کی لونڈی کے مولیٰ کو ملے گی لیکن اگر باپ کا مولے باپ کو آزاد کردیوے تو وہ ولاء اپنے بیٹے کی اپنی قوم کی طرف کھینچ لے گا۔

فائدہ:۔یعنی اب اگر وہ بچہ بعد باپ کے مرجانے کے تو ولاء اس کی موالی اب کو ملے گی اس واسطے کہ ولاء بمنزلہ نسب کے ہے اور نسب اباء کی طرف ہوتا ہے تو اسی طرح ولاء بھی ہوگی فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ولاء ایک اپنایت ہے مثل اپنایت نسب کے نہیں بیع کی جاتی ہے اور نہ ہبہ کی جاتی ہے روایت کیا اس کو شافعیؒ نے اور صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ نے اور حاکمؒ نے۔

(۴) عجمی له موالی الموالات نكح معتقة العرب فولدت ولداً فولاء ولدها لمولاها هذا عندابی حنيفةؒ ومحمدؒ واما عند ابی يوسفؒ فولاء ه لمولے الاب موالاة ترجيحاً لجانب الاب وهما رجحاولاء العتاقة وان كان من جانب الام وانما وضع المسألة فی العجمی لان ولاء الموالات لايكون فی العرب لان لهم شعوبا وقبائل فلا ارث لمولی الموالاة لتاخره عن الوارث النسبے وان كان من ذوی الارحام واما العجم فقد ضيعواانسابهم فيتصورفيهم مولی الموالات (۵) والمعتق عصبة قدم النسبے عليه وهو علے ذی الرحم ای المعتق شخص ياخذ مابقی من صاحب الفرض وكل المال له عند عدمه والنسبے اما عصبة بنفسه ای ذكرلافرض له ولا تدخل فی نسبته الی الميت انثے واما عصبة بنفسه ای ذكرلافرض له ولاتدخل فی نسبة الی الميت انثے واما بغيره وهی انثے يعصبها ذكروا ما مع غيره كالاخت لاب وام اولاب تصير عصبة مع البنت وكلهم يقدم علے المعتق والمعتق يقدم علے ذوی الرحم ای من لافرض له وتدخل فی نسبته الی الميت انثے

(۴) عجمی کے مولی الموالات کی منکوحہ عرب کی آزاد کردہ کے بچہ کا ولاء

ایک عجمی کے مولی الموالاۃ نے اس عورت سے نکاح کیا جس کو عرب نے آزاد کیا تھا اب اس کا بچہ پیدا ہوا تو ولاء اس کے بچے کی ماں کے مولےٰ کو ملے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باپ کے مولےٰ کو ملے گی۔

(۵) وارثوں میں مولی عتاقہ کی حیثیت

اور مولیٰ عتاقہ عصبہ ہے سببی اور عصبات نسبی (جیسے باپ بیٹا وغیرہ) مقدم ہیں اس پر اور وہ مقدم ہیں ذوی الارحام پر۔

فائدہ:۔ یعنی عصبہ جو صاحب فرض سے بچے لے لے گا اور اگر کوئی صاحب فرض نہ ہوگا تو کل مال لے لے گا اس واسطے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کو جس نے ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا تھا کہ اگر وہ مر جاوے گا اور کوئی عصبہ نہ چھوڑے گا تو مال اس کا تجھے ملے گا روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے اور بھی روایت کی عبدالرزاقؒ نے زید بن ثابتؓ سے کہ وہ میراث دلاتے تھے۔ مولےٰ عتاقہ کو نہ ذوی الارحام کو اور عصبات نسبی تین قسم ہیں ایک عصبہ بنفسہ یعنی وہ مذکر جس کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور میت کی طرف اگر اس کو نسبت کریں تو بیچ میں عورت کا واسطہ نہ آوے جیسے باپ اور ایک عصبہ بغیرہ یعنی وہ عورت جو مذکر کے سبب سے عصبہ ہو جاوے جیسے بیٹی ساتھ بیٹوں کے ایک عصبہ مع الغیر جو دوسرے صاحب فرض کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جیسے بہن ساتھ بیٹی کے تو یہ سب اقسام عصبات کے مقدم ہیں۔ مولیٰ عتاقہ پر اور مولیٰ عتاقہ مقدم ہے ذوی الارحام پر یعنی ان وارثوں پر جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں ہے اور ان کی نسبت میں طرف میت کے عورت کا واسطہ آتا ہے جیسے نانا اور بیٹی کی اولاد وغیرہ کذا فی الاصل مع زیادۃ۔

(٦) فان مات السيد ثم المعتق ولاوارث له من النسب فارثه لاقرب عصبة سيده اى ان مات السيد ثم المعتق ولاوارث له من النسب فارثه لاقرب عصبة سيده على الترتيب الذى يعرف فى علم الفرائض

(٧) ولا ولاء للنساء الامااعتقن او اعتق من اعتقن كما فى الحديث وعبارة الحديث هذه ليس للنساء من الولاء الامااعتقن او اعتق من اعتقن او كاتبن او كاتب من كاتبن اودبرن اود برمن دبرن او جرولاء معتقهن او معتق معتقهن اى ليس للنساء من الولاء الاولاء من اعتقهن اوولاء من اعتقه من اعتقهن واما ولاء المدبر فقد عرفته ففى مدبرالمدبر يفرض ذلک مرتين ومسألة جرالولاء قدمرت

(٦) مولیٰ کی موت کے بعد ولاء کے حقدار

تو اگر مولیٰ مر جاوے بعد اس کے وہ غلام آزاد مرے تو اس کا ترکہ مولیٰ کے قریب تر عصبہ کے موافق فرائض کے ملے گا۔

(۷) عورتوں کے لئے ولاء کا حکم

اور عورتوں کو ولاء نہ ملے گی مگر اس غلام کی جو وہ خود آزاد کریں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔

فائدہ:۔ پوری حدیث یوں ہے کہ عورتوں کو ولاء نہیں ہے مگر اس غلام کی جو وہ خود آزاد کریں یا ان کا آزاد کیا ہوا آزاد کرے یا وہ خود مکاتب کریں یا ان کا مکاتب مکاتب کرے یا وہ خود مدبر کریں یا ان کا مدبر مدبر کرے یا ان کا آزاد کیا ہوا غلام ولاء کو کھینچ لاوے یا آزاد کئے ہوئے کا آزاد کیا ہوا ولاء کو کھینچے انتہیٰ لیکن یہ حدیث اس لفظ سے غریب ہے۔

فصل (۱) ان اسلم رجل علی یدرجل ووالاه او غیره علی ان یرثه ویعقل عنه صح قوله ان اسلم رجل علی یدرجل الخ قید اخرج مخرج العادة وهو لیس بشرط الصحة هذا العقد وعقله علیه وارثه له ای ان جنی الاسفل فدیته علی الموالی الاعلی وان مات فارثه للاعلی هذا عندنا وعندالشافعیؒ لااعتبار بعقد الموالات (۲) واخر عن ذی الرحم (۳) وله النقل عنه بمحضره الی غیره ان لم یعقل عنه فان عقل عنه او عن ولده فلا (۴) ولایوالی معتق احداصلاً فان ولاء العتاقة مقدم علی ولاء الموالات فشرطه ان لایکون معتقاوایضا من شرطه ان یکون مجهول النسب وان لایکون عربیاً لان للعرب قبائل فیکون لهم الورثة النسبیة.

فصل ولاء موالات

(۱) عقد مولات اور اس کا حکم

ایک شخص دوسرے کے ہاتھ پر اسلام لایا اور نومسلم نے اس شخص کو مولیٰ کیا کہ نومسلم کے مرنے کے بعد وہ اس کے کل مال کا وارث ہووے یا اگر وہ نومسلم کچھ قصور کرے تو اس کی طرف سے دیت دیوے یا اسلام کسی اور کے ہاتھ پر لایا اور دوسرے مسلم سے یہی عقد موالات کیا تو یہ عقد صحیح ہے اس صورت میں اگر وہ نومسلم مرے گا تو یہ شخص اس کا وارث ہوگا اور اس کی طرف سے درصورت ہو جانے جنایت کے تاوان دے گا۔

فائدہ:۔ اور شافعیؒ کے نزدیک یہ عقد غیر صحیح ہے اور ہماری دلیل قول اللہ تعالیٰ کا ہے والذین عقدت ایمانکم فاتوھم نصیبھم اور یہ آیت عقد موالات میں اتری ہے اور روایت کی ابوداؤدؒ نے تمیم داریؓ سے کہ پوچھے گئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا طریقہ ہے اس شخص میں کہ مسلمان ہووے دوسرے کے ہاتھ پر فرمایا آپؐ نے وہ شخص جس کے ہاتھ پر مسلمان ہوا زیادہ حق دار ہے اس نومسلم کا حیات اور ممات میں ہدایہ۔

(۲) مولی الموالات کے وارث ہونیکی شرط

لیکن مولی الموالاۃ اس صورت میں وارث ہوگا کہ اس شخص کا دوسرا کوئی وارث نہ ہو ذوی الارحام میں سے بھی۔

(۳) مولی الموالات تبدیل کرنا

اور جب تک مولی الموالاۃ نے اس شخص کی طرف سے یا اس کے ولد کی طرف سے تاوان جنایت کا نہیں دیا ہے تو اس کو درست ہے کہ اس کو چھوڑ کر اور کسی کو اپنا مولے الموالاۃ بناوے وقت حاضر ہونے مولی الموالاۃ اول کے اور اگر تاوان دے چکا تو درست نہیں۔

(۴) غلام کا کسی کو مولی الموالات بنانا

اور غلام آزاد کو درست نہیں کہ کسی کو مولے الموالاۃ بناوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اس کا مولے عتاقہ موجود ہے اور ولاء موالات کی شرط یہ ہے کہ وہ غلام آزاد کیا ہوا نہ ہو اور دوسرے وہ شخص مجہول النسب ہووے تیسرے یہ کہ عربی نہ ہووے کیونکہ عربوں کے قبائل موجود ہیں تو ان کے ہوتے غیر کیسے وارث ہوسکتا ہے کذا فی الاصل واللہ اعلم بالصواب۔

كتاب الاكراه

(۱) هو فعل يوقع المكره بغيره فيفوت به رضاه او يفسداختياره مع بقاء الاهلية يقال او قع فلان بفلان مايسوئه ثم الاكراه نوعان احدهما ان يكون مفوتاً للرضى وهوان يكون بالحبس او الضرب والثانی ان يكون مفسداً لاختياره وهوان يكون التهديد بالقتل او قطع العضو ففوت الرضاء اعم من فسادالاختيار ففی الحبس والضرب يفوت الرضاء ولكن الاختيار الصحيح باق وفی القتل لارضی ولكن له اختيار غير صحيح بل اختيار فاسد وتحقيقه ان الرضاء فی مقابلة الكراهة والاختيار فی مقابلة الجبر ففی الاكراه بالحبس او الضرب لاشک ان الكراهة موجودة فالرضی معدوم لكن الاختيار متحقق مع وصف الصحة فان الاختيار انما يفسدفی مقابلة تلف النفس او العضوفان كل امرفيه هلاک احدهما فالامتناع عنه مجبول فی طبيعة جميع الحيوانات الاتری ان القوة الماسكة كيف تمسک الانسان بل جميع الحيوانات عن الهوی من المكان العالی ومن الالقاء فی النار عند مظنة التلف فالامتناع عنه وان كان اختيارياً فهو اختيار صورةً قريب من الجبر فكذافی الاكراه عند خوف تلف النفس او العضو اختيارالامتناع عما فيه مظنة التلف اختيار فاسده لان الانسان عليه مجبورمن حيث ان الطبع عليه مجبول ومع ذلک الاهلية باقية فی الملجی وغير الملجی لتحقيق العقل والبلوغ

(یعنی زبردستی ایک کام کرانے کا بیان)

(۱) اکراہ کی تعریف

اکراہ وہ فعل ہے جس کو آدمی غیر پر کرے اس طرح سے کہ اس غیر کی رضامندی جاتی رہے یا اس کا اختیار فاسد ہو جاوے باوجود باقی رہنے اہلیت کے۔

فائدہ:۔ یعنی اکراہ دو قسم ہے ایک وہ جو رضامندی مکرہ کو فوت کر دیوے جیسے تہدید کرنا حبس اور ضرب سے دوسرے یہ کہ فاسد کر دیوے اس کے اختیار کو مثلاً تہدید کرے قتل سے یا کسی عضو کے قطع سے تو رضامندی کا فوت ہو جانا عام ہے فساد اختیار سے مثلاً حبس اور ضرب میں رضامندی فوت ہو جاتی ہے لیکن اختیار صحیح رہتا ہے اور قتل کی صورت میں بھی رضامندی فوت ہوتی ہے اور اختیار بھی صحیح نہیں رہتا بلکہ فاسد ہو جاتا ہے تحقیق اس کی یہ ہے کہ رضا کے مقابلے میں کراہت ہے اور اختیار کے مقابلے میں جبر ہے تو حبس یا ضرب کے اکراہ میں بلا شک کراہت موجود ہے تو رضا معدوم ہے لیکن اختیار موجود ہے ساتھ وصف صحت کے اس واسطے کہ اختیار جب فاسد ہوتا ہے کہ تلف جان یا عضو کا خوف ہووے دیکھو جس امر میں جان یا عضو کے تلف ہونے کا خوف ہے اس سے باز رہنا حیوانات کی طبیعت میں جبلی اور خلقی ہے کیا تو نہیں دیکھتا کہ قوت ماسکہ انسان بلکہ جمیع حیوانات کو کس طرح روکتی ہے بلند مکان سے گرنے سے یا آگ میں پڑنے سے درصورت گمان تلف کے تو اس سے باز رہنا اگرچہ اختیاری ہے لیکن اختیار ضروری ہے جو جبر سے قریب ہے اسی طرح اس اکراہ میں جو تلف جان یا عضو سے ہووے اختیار ہے باز رہنے کا مظنہ ہلاک سے لیکن اختیار فاسد ہے اس لئے کہ انسان اس پر من حیث الطبع مجبول اور مخلوق ہے باوصف اس کے اہلیت دونوں قسم کی اکراہ میں باقی ہے ملجی اور غیر ملجی میں واسطے پائے جانے عقل اور بلوغ کے کذا فی الاصل۔

(۲) وشرطه قدرة المکره علی ایقاع مایهددبه سلطاناً کان او لصا (۳) روی عن ابی حنیفة ان الاکراه لایتحقق الامن السلطان فکانه قال ذلک بناء علی ماکان واقعاً فی عصره (۴) وخوف المکره ایقاعه ای یغلب علی ظنه ان المکره یوقعه (۵) وکون المکره به متلفاً نفساً او عضواً او موجباً عما بعدم الرضاء اعلم ان هذا یختلف باختلاف الناس فان الاراذل ربمالایعتنون بالضرب والحبس فالضرب اللین لایکون اکراهاً فی حقهم بل الضرب المبرح وکذاالحبس الاان یکون حبساً مدیدا یتضجرمنه والاشراف یعتنون بکلام فیه خشونة فمثل هذایکون اکراها لهم (۶) والمکره ممتنعاً عمااکره علیه قبله لحقه کبیع ماله او اتلافه او اعتاق عبده او لحق اخر کاتلاف مال الغیر اولحق الشرع کشرب الخمر والزنا

(۲) اکراہ کی پہلی شرط

اکراہ کی شرطیں یہ ہیں کہ اکراہ کرنے والا قادر ہو اس امر پر جس کا خوف دلاتا ہے برابر ہے کہ وہ بادشاہ ہو یا چور ہو۔

فائدہ:۔ یا اور کوئی شخص جابر ہووے مثلاً زوج اپنی زوجہ کے حق میں اسی طرح مجنون مسلط سے اکراہ ممکن ہے تو اگر مجنون مذکور ایک شخص سے دوسرے کو قتل کروائے اس کے تلف نفس کی تخویف سے تو قاتل پر قصاص نہیں ہے اور نہ دیت تو قاتل مقتول کی میراث سے محروم نہ ہوگا اگر اس کا وارث ہو اور دیت مجنون کی قوم پر ہوگی کذافی الطحطاوی۔

(۳) امام اعظمؒ سے ایک روایت

اور امام اعظمؒ سے ایک روایت ہے کہ اکراہ سوا سلطان کے اور کوئی نہیں کر سکتا تو شاید یہ قول ان کا بنظر اپنے زمانے کے ہووے۔ (والا بنظر زمانہ حال سوا سلطان کے اور لوگ بھی اکراہ کر سکتے ہیں ہدایہ)

(۴) دوسری شرط

دوسری یہ کہ مکرہ کو ظن غالب ہو جاوے اس بات کا کہ مکرہ اس کے ساتھ وہ امر کرے گا جس کا خوف دلاتا ہے۔

(۵) تیسری شرط

تیسری یہ کہ وہ امر جس کا مکرہ خوف دلاتا ہے ایسا ہو جیسے تلف نفس یا عضو یا اور کوئی چیز جو غم و اندوہ کو موجب ہووے جو اس کی رضا کو معدوم کرے جیسے ضرب اور حبس وغیرہ۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ یہ غم امر مختلف ہے باعتبار اختلاف مردم کے مثلاً کمینے اور ذلیل لوگ کہ کبھی ان کو ضرب اور حبس سے کچھ باک اور غم نہیں ہوتا تو ان کو ضرب خفیف اور حبس قلیل سے اکراہ نہ ہوگا بلکہ ضرب شدید سے اور حبس مدید سے اور اشراف کو ایک سخت کلمہ کہنے سے نہایت درجے اندوہ و ملال ہوتا ہے تو ان کے حق میں اسی قدر اکراہ کے لئے کافی ہے کذافی الاصل۔

(۶) چوتھی شرط

چوتھی یہ کہ مکرہ اس کام کے کرنے سے جس پر جبر کیا جاتا ہے رکتا ہو قبل اکراہ کے اپنے حق کے لئے جیسے اپنا مال بیچ ڈالنے یا تلف کرنے میں یا اپنے غلام آزاد کرنے میں یا دوسرے کے حق کے لئے جیسے کسی شخص غیر کے مال تلف کرنے میں یا شرع کے حق کی وجہ سے مثلاً شراب پینے یا زنا کرنے میں۔

(۷) فلو اكراه يقتل او بضرب شديد او حبس حتے باع او اشترى او اقراو اجر فسخ او امضے فان هذه العقود يشترط فيها الرضى فالاكراه الذى يعدم الرضى وهو غير الملجى يمنع نفاذها لكنها تنعقد وله الخيار فى الفسخ والامضاء ويملكه المشترى ان قبض فيصح اعتاقه ولزمه قيمته لان بيع المكره عندنا بيع فاسدلان ركن البيع صدر من اهله فى محله والفساد لفوات الوصف وهو الرضاء والمبيع بيعاً فاسداً يملك بالقبض فلوقبض واعتق او تصرف تصرفاً لاتنقض ينفذ عندنا خلافاً لزفرؒ اذهوعنده بيع موقوف والموقوف قبل الاجازة لايفيد الملک فان قبض ثمنه او سلم طوعاً نفذوان قبضه مكرها لاورده ان بقے لم يذكر فى الهداية حكم التسليم مكرها لكن ذكر فى اصول الفقه ان الاكراه اذا كان علے البيع والتسليم يكون التسليم مقتصراً علے الفاعل ولم يجعل الفاعل الة للحامل فى التسليم لانه حمله علے تسليم المبيع ولو جعل الة له تصيرا تسليم المغصوب فاذا كان التسليم مقتصراً علے الفاعل ينبغى ان ينفذويجب القيمة فان قلت يشكل بقبض الثمن فان الفاعل لايمكن ان يكون الة فيه ومع ذلک لاينفذفيه قلت لايلزم هنامن جعله الة تغير الفعل الذى اكره عليه بخلاف تسليم المبيع

(۷) حالت اکراہ میں کئے ہوئے کام کا حکم

تو اگر کوئی شخص جبر کیا گیا بخویف قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید (برخلاف ضرب خفیف اور حبس قلیل کے مگر صاحب منصب اور عزت کے لئے اسی قدر کافی ہے در مختار) یہاں تک کہ اس نے اس جبر کے سبب سے اپنا مال بیچ ڈالا یا کسی چیز کو خریدا یا کسی طرح کا اقرار کیا اپنے اوپر یا اجارہ کیا تو بعد زوال اکراہ کے اس شخص کو اختیار ہے کہ ان عقود کو فسخ کر ڈالے۔ (اور حق فسخ جابر یا مجبور کی موت سے ساقط نہ ہوگا بلکہ مجبور کے ورثہ کو بھی ہوگا اسی طرح ساقط نہ ہوگا مشتری کی موت اور چند مرتبہ دست بدست اس کی بیع ہو جانے سے یا مبیع میں زیادت ہو جانے سے درمختار) یا ان کو نافذ کر دیوے (یعنی وہ عقود موقوف رہیں گے اس کی فسخ اور امضا پر) تو قبل نافذ کرنے مالک کے یہ عقود فاسد ہوں گے نہ باطل اسی لئے اگر مشتری اس غلام کو جو بحالت اکراہ بائع کے بیچا ہے اپنے قبضے میں کر کے آزاد کر دیوے تو اعتاق اس کا صحیح ہو جاوے گا اور مشتری پر اس کی قیمت واجبی لازم آوے گی (مثل اعتاق کے اور تصرفات ہیں جن کا نقض نہیں ہوسکتا وہ سب صحیح ہو جاویں گے جیسے تدبیر استیلاد وغیرہ درمختار) تو اگر بائع نے اپنی خوشی سے ثمن اس چیز کی لے لی یا مبیع کو خوشی سے مشتری کو دیدیا تو بیع نافذ ہوگئی اور اگر زبردستی سے ثمن لے لی تو بیع نافذ نہ ہوگی بلکہ بائع اگر اس کے پاس وہ ثمن باقی رہے تو پھیر سکتا ہے۔ (اور جو بائع پاس وہ ثمن تلف ہو جاوے تو اس پر تاوان کچھ نہ ہوگا اس لئے کہ اس کے پاس ثمن امانت تھی)

(۸) فلواکرہ البائع لاالمشتری وھلک المبیع فی یدہ ای فی یدالمشتری ضمن قیمته للبائع وله ان یضمن ایاًشاء فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری بقیمته وان ضمن المشتری نفذ کل شراء بعدہ لاماقبله فقوله ضمن قیمته للبائع ای ضمن المشتری بمعنی ان اقرار الضمان علیه وله ای للبائع وھو المکرہ بالفتح ان یضمن ایاً شاء من المکرہ بالکسر ومن المشتری فان ضمن المکرہ رجع علی المشتری وان ضمن المشتری نفذ کل شراء بعدہ لاماقبله فان المشتری اعم من ان یکون مشتریاً اولاً او ثانیا او ثالثاولوتنا سخت العقود فانه ان ضمن المشتری الثانی القیمة یصیر ملکاله فینفذکل شراء بعد ذلک الشراء ولا ینفذ الشراء الذی کان قبله فیرجع المشتری الضامن بالثمن علی بائعه ثم ھذا البائع بالثمن علی بائعه وھذا بخلاف ماذا جاز المالک احدالعقود حیث ینفذالجمیع لانه اسقط حقه وھو المانع فعاد الکل الی الجواز وفی الضمان یثبت الملک المستند فیستند الی حین العقد لاماقبله

(۸) بجر بیچی ہوئی چیز کا مشتری کے پاس تلف ہونا

بائع نے بجبر ایک شے کو بیچا اور مشتری نے بلا جبر اس کو خرید ابعد اس کے وہ مبیع مشتری پاس تلف ہوگئی تو اس کی قیمت کا تاوان بائع کو دے گا اور بائع کو اختیار ہے کہ اس کی قیمت کا تاوان خواہ مشتری سے وصول کرے خواہ اس شخص سے جس نے اس پر جبر کیا تھا تو اگر اس نے مکرہ سے وصول کیا تو مکرہ مشتری سے وصول کر کے لیوے اور اگر مشتری سے وصول کیا تو اب جو خرید بعد ضمان لینے کے ہوئی ہوگی نافذ ہوگی نہ وہ خرید جو قبل ضمان لینے کے ہوئی ہوگی۔

فائدہ:۔ یہاں پر دو مسئلے ہیں پہلا مسئلہ یہ ہے کہ بائع پر اکراہ ہو نہ مشتری پر اور مبیع تلف ہو جاوے تو مالک چاہے اکراہ کرنے والے سے تاوان قیمت کا لیوے چاہے مشتری سے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مبیع مذکور کو مشتری اول مشتری ثانی کے ہاتھ بیع کرے اور ثانی ثالث کے ہاتھ اور ثالث رابع کے ہاتھ مثلاً اور مالک مشتری ثانی یا ثالث سے تاوان قیمت کا لیوے تو تاوان کے بعد کی خریداری جائز ہوگی نہ پہلے کی اور اگر مشتری اول سے تاوان لے گا تو تمام خریداریاں جائز ہو جاویں گی اور مصنفؒ نے ان دونوں مسئلوں کو خلط کر دیا کذا فی الطحطاوی۔

(۹) فان اکرہ علی اکل میتة اودم اولحم خنزیر او شرب خمر بحبس او ضرب او قید لم یحل (۱۰) او بقتل او بقطع حل به لان ھذہ الاشیاء مستثناۃ عن الحرمة فی حال الضرورۃ والاستثناء عن الحرمة حل ولا ضرورۃ فی اکراہ غیر ملجی (۱۱) فان صبرفقتل اثم کما فی المخمصة (۱۲) وعلی الکفر بقتل او قطع عضورخص له ان یظھرما اجبربه بلسانه وقلبه مطمئن بالایمان وبالصبر اجرولم یرخص بغیرھما ای بغیر القتل والقطع روی ان خبیباً وعماراً ابتلیابذلک فصبر خبیب حتی صلب فسماہ النبی علیه الصلوۃ والسلام سید الشھداء واظھر عمار وکان قلبه مطمئنا بالایمان فقال رسول اللہ علیه السلام فان

عاد وافعدوالفرق بین ھذا وبین شرب الخمران شرب الخمر یحل عندالضرورۃ والکفرلایحل ابداً فیرخص اظہار مع قیام دلیل الحرمۃ لان حقہ یفوت بالکلیہ وحق اللہ تعالیٰ لایفوت بالکلیۃ لان التصدیق باق (۱۳) ورخص لہ اتلاف مال المسلم بھما ای بالقتل والقطع وضمن المکرہ بکسر الرای اذفی الافعال یصیر الفاعل آلۃ للحامل

(۹) حبس، ضرب یا بیڑی کے خوف سے شراب وغیرہ کا تناول درست نہیں

اگرکوئی شخص اکراہ کیا گیامردار کے کھانے پر یا شراب یا خون پینے پر یا سور کے گوشت کھانے پرحبس یا ضرب یا بیڑی کی تہدید سے توان چیزوں کا تناول درست نہیں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ اکراہ غیر ملجی ہے تو اس میں ضرورت نہیں اور یہ چیزیں مستثنیٰ ہیں حرمت سے وقت اضطرار ملجی اورمخمصہ کے کذافی الاصل۔

(۱۰) قتل یاقطع عضوکی تخویف سے شراب وغیرہ کا تناول

البتہ اگرتخویف کیا گیا ساتھ قتل یاقطع کسی عضو کے تو درست ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ اکراہ ملجی ہے اور یہاں ضرورت واقع ہے اوران چیزوں کی حرمت سے بنص آیت حالت اضطرار مستثنیٰ ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیروماآھل بہ لغیراللہ فمن اضطرغیر باغ ولا عادفلاآثم علیہ ترجمہ سوائے اس کے نہیں کہ حرام کیا اوپرتمہارے مرداراورلہو اورگوشت سورکااور جوکچھ پکارا جاوے اوپراس کے واسطے غیر خداکے پس جوکوئی بے بس ہونہ حد سے نکل جانے والا اور نہ تجاوز کرنے والاسونہیں ہے گناہ اوپراس کے۔

(۱۱) قتل کی تہدید کے باوجود شراب نہ پینا

سواگراس نے صبرکیا اورقتل ہوگیا اوران چیزوں کو نہ کھایا تو گنہگار ہوگا جیسے حالت شدت بھوک میں۔

فائدہ:۔ اگران چیزوں کو نہ کھاوے گا گنہگار مرے گا البتہ اگرکفار کے غصہ دلانے کے لئے یا مسئلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے نہ کھایا تو گنہگار نہ ہوگا درمختار۔

(۱۲) وہ آدمی جوکفر پر مجبور کیا گیا

اگرقتل یاقطع عضو کی تخویف سے اکراہ ہوا کفر پر یا حضرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برا کہنے پر تو اس کو رخصت ہے کہ اپنی زبان سے کہہ دیوے مگردل میں اپنا اعتقاد اوریقین مضبوط رکھے۔

فائدہ:۔اوراگرحبس یا ضرب یا قید سے تخویف ہوئی تو کلمہ کفرکہنا ہرگز جائزنہیں ہے دلیل اس میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا الامن اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان یعنی مگر جوشخص اکراہ کیا جاوے اوردل اس کا مطمئن ہے ساتھ ایمان کے انتہیٰ اورروایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں محمد بن عمار بن یاسرؓ سے کہ مشرکین نے ان کے باپ عمار بن یاسرؓ کو پکڑا تو نہ چھوڑا ان کو یہاں تک کہ برا کہلوایا حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کواور تعریف کرائی اپنے بتوں کی تو جب آئے عمارؓ حضرتؐ پاس سوز کرکیاانہوں نے یہ واقعہ تب پوچھا حضرتؐ نے کہ کس طرح پایا تو نے اپنے دل کو کہا عمارؓ نے کہ میرے دل میں ایمان

مضبوط تھا تب فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر پھر مشرکین ایسا کریں تو تو بھی ایسا ہی کر زیلعی درمختار میں ہے کہ اگر توریے کا خیال اس کو آیا اور اس نے توریہ نہ کیا تو عورت اس کی دیانۃً اور قضاء بائن ہو جاوے گی اور جو اس کے دل میں توریے کا بالکل خیال نہ آیا اور دل میں اس کے ایمان مضبوط تھا تو عورت اس کی بائن نہ ہوگی نہ قضاءً نہ دیانۃً طحطاوی

☆اور جو زبان سے نہ کہے اور صبر کرے اور قتل یا قطع ہو جاوے تو ثواب پاوے گا اور سوا قتل و قطع کے تخویف کے اور قسم کی تہدید میں رخصت نہیں ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ عمار بن یاسرؓ اور خبیبؓ دونوں اس آفت میں مبتلا ہوئے تھے تو عمار بن یاسرؓ نے رخصت پر عمل کیا اور حبیب نے نہ کہا یہاں تک کہ سولی دیئے گئے تو نام ان کا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہداء رکھا کذا فی الاصل والھدایۃ۔

(۱۳) کسی کے مال تلف کرنے پر مجبور ہونا

اور اگر قتل یا قطع کی تہدید سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے مال تلف کرنے پر۔ (یا ذمی کے مال تلف کرنے پر) تو اس کو جائز ہے کہ تلف کر ڈالے (اور اگر تلف نہ کرے گا اور صبر کرے گا تو ثواب پاوے گا درمختار) اور صاحب مال تاوان اس کا مکرہ بالکسر یعنی اکراہ کرنے والے سے لے گا نہ مکرہ بالفتح سے یعنی جس پر اکراہ ہوا۔

(۱۴) لاقتله فان قتل المسلم لايحل بالضرورة ويقاد المكره فقط اى ان كان القتل عمداً فعندابى حنيفةً ومحمدً القصاص على الحامل لان الفاعل يصير الة له وعند زفرً على الفاعل لانه مباشر ولايحل له القتل وعند ابى يوسفً لايجب على احد للشبهة وعند الشافعىً يجب عليهما على الفاعل بالمباشرة وعلى الحامل بالتسبب والتسبب عنده كالمباشرة كشهود القصاص (۱۵) وصح نكاحه وطلاقه وعتقه اى اعتاقه فان هذه العقود تصح عندنا مع وجودالاكراه قياساً على صحتها مع الهزل وعندالشافعىً لاتصح ورجع بقيمة العبد ونصف المسمى ان لم يطأ اى يرجع المكره على من اكرمه فى صورة الاكراه بالاعتاق بقيمة العبد لان الاعتاق من حيث انه اتلاف يضاف الى الحامل لان الاتلاف فعل فيمكن فيه جعل الفاعل الة للحامل وان لم يمكن ذلك فى القول ويرجع عليه فى الاكراه بالطلاق بنصف المسمى ان لم يوجدالدخول لان نصف المسمى فى معرض السقوط بان تجئ الفرقة من قبل المرأة فليتاكدبالطلاق قبل الدخول فمن هذا الوجه يكون اتلافا فيضاف الى الحامل يجعل الفاعل الة له بخلاف ما بعد الدخول لان المهر تقرر بالدخول والقائل ان يقول المهر يجب بالعقد والطلاق شرطه والحكم لايضاف اليه وايضاً سقوطه بالفرقة مجرد وهم فلااعتبارله

(۱۴) مسلمان کے قتل پر مجبور ہونا

اور جو قتل یا قطع کی تخویف سے اکراہ ہوا کسی مسلمان کے قتل کر ڈالنے پر (یا اس کے کسی عضو کاٹنے پر یا گلا داب کے مار ڈالنے پر یا جان کے جلانے پر یا پانی میں ڈبونے پر یا زنا کرنے پر) تو اس کو رخصت نہیں ہے کہ ان کاموں کو کرے بانیہمہ اگر اس نے قتل کر ڈالا تو قصاص مکرہ بالکسر پر ہوگا نہ مکرہ بالفتح پر۔

فائدہ:۔ اور زفرؒ کے نزدیک مکرہ بالفتح پر اور شافعیؒ کے نزدیک دونوں پر اور ابو یوسفؒ کے نزدیک کسی پر نہ ہوگا کذافی الاصل اور دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے اور اگر اس نے زنا کیا تو حد نہ پڑے گی استحساناً بلکہ زانی مامور مہر کا تاوان دے گا اگرچہ عورت راضی ہووے اس واسطے کہ حد اور مہر دونوں کے دونوں ساقط نہیں ہوجاتے درمختار۔

(۱۵) مکرہ کا نکاح، طلاق اور عتاق

نکاح اور طلاق اور عتاق مکرہ کا (اس واسطے کہ یہ عقود ہمارے نزدیک صحیح ہوجاتے ہیں اکراہ سے جیسے ہزل اور خوش طبعی سے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں ہوتے کذافی الاصل اور دلائل ہمارے کتاب الطلاق میں گزرے) تو اگر طلاق پر اکراہ کیا اور اس نے طلاق دیدیا تو مکرہ بالفتح مکرہ بالکسر سے نصف مہر مسمی (ورنہ نصف متعہ اگر مہر مقرر نہ ہو درمختار) جو عورت کو دینا پڑا پھیر لیوے یہ صورت جب ہے کہ مکرہ بالفتح نے اپنی عورت سے وطی نہ کی ہووے اور جو وطی کر چکا ہووے تو کچھ پھیر نہیں سکتا (اس لئے کہ مہر اس پر وطی سے واجب ہو چکا تھا) اسی طرح عتاق میں قیمت غلام کی مکرہ بالکسر سے پھیر لیوے

(۱۶) ونذره ويمينه وظهاره ورجعته و'يلاؤه وفيئه فيا واسلامه بلاقتل لورجع الاصل عندنا ان كل عقد لايحتمل الفسخ فالاكراه لايمنع نذره وكذلك كل ماينفذ مع الهزل ينفذمع الاكراه والاسلام انما يصح مع الاكراه لقوله عليه السلام امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الاالله فالاسلام يصح مع خوف القتل لكن اذااسلم المكره ثم ارتدلايقتل لتمكن الشبهة في اسلامه (۱۷) لاابراء مديونه (۱۸) او كفيله وردته فلا تبين عرسه ولوزنى يحد الا اذا اكرهه السلطان هذا عند ابى حنيفة وعندهما لايحداقول كون الاكراه مسقطاللحدمتفق عليه فيما بينهم بل هذا الاختلاف انما هو فى تحقق الاكراه من غير السلطان فان عندابى حنيفة الاكراه لايتحقق من غير السلطان فالزنا لايكون مع الاكراه فيحدواذااكره السلطان فزنى لايحدلو جودالاكراه هنا وعندهما الاكراه يتحقق من السلطان وغيره فلا يحدفى الصورتين.

(۱۶) حالت اکراہ کی نذر ظہار وغیرہ اور اسلام لانا

اور صحیح ہے نذر اور یمین اور ظہار اور رجعت اور ایلاء اور رجوع ایلاء سے حالت اکراہ میں اور جائز ہے اسلام اکراہ سے لیکن اگر وہ شخص پھر جاوے گا اسلام سے تو قتل نہ کیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ یعنی زبردستی سے اسلام لاکر پھر کافر ہوگیا تو اس کو قتل نہ کریں گے جیسے اور مرتدین کو قتل کریں گے اس واسطے کہ اس کے اسلام میں شبہ ہے کہ شاید اس نے دل سے قبول نہ کیا ہووے لیکن جبر کیا جاوے گا اسلام پر اسلام مع الاکراہ اس لئے صحیح ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم کیا گیا میں اس بات کا کہ قتال کروں لوگوں سے یہاں تک کہ کہیں وہ لوگ لا الہ الا اللہ یعنی نہیں ہے کوئی معبود سوا خدا کے روایت کیا اس کو بخاریؒ ومسلمؒ نے ابن عمرؓ سے اور اس حدیث کو اسی قدر شارح وقایہ نے بیان کیا لیکن پوری حدیث صحیحین میں یوں ہے کہ مجھ کو اس بات کا حکم ہوا کہ قتال کروں لوگوں سے یہاں تک کہ وہ شہادت دیں اس بات کی کہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ اور قائم کریں نماز کو اور ادا کریں زکوٰۃ کو تو جب انہوں نے ان کاموں کو کیا بچالیا انہوں نے مجھ سے اپنے خونوں کو اور مالوں کو مگر بسبب

حق اسلام کے اور حساب ان کا اللہ پر ہے انتہی۔

(۱۷) مقروض کو قرضہ معاف کرنا

صحیح نہیں حالت اکراہ میں معاف کر دینا اپنے مدیون کے دین کا۔

فائدہ:۔ تو اگر عورت نے اپنے شوہر کی تخویف ضرب سے مہر معاف کر دیا تو یہ ہبہ صحیح نہ ہوگا اگر شوہر قادر ہو ضرب پر اور اگر شوہر نے تہدید ساتھ طلاق دے دینے یا دوسری عورت سے نکاح کرنے کے کی تو یہ اکراہ نہیں ہے اس صورت میں ہبہ مہر نافذ ہوگا اسی طرح اگر شوہر نے اپنی زوجہ مریضہ کو والدین کے گھر جانے سے منع کیا الا جبکہ وہ مہر اپنا بخش دیوے سو اس نے کچھ مہر بخش دیا تو یہ ہبہ باطل ہے اس لئے کہ یہ اس عورت کے مانند ہے جس پر اکراہ ہوا در مختار۔

(۱۸) کفیل کو بری کرنا، مرتد ہونا، زنا کرنا

یا بری کرنا کفیل کی کفالت کا یا مرتد ہو جانا تو اس کی زوجہ بائن نہ ہوگی اور اگر زنا کرے گا حالت اکراہ میں تو اس پر حد پڑے گی مگر جب سلطان اگر اکراہ کرے تو حد ساقط ہو جاوے گی۔

فائدہ:۔ یہ فرق امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک مطلقاً حد نہ پڑے گی جیسا اوپر گزر چکا۔

كتاب الحجر

(۱) هو منع نفاذ تصرف قولي انما قال هذا لان الحجر لايتحقق في افعال الجوارح فالصبي اذا اتلف مال الغير يجب الضمان وكذاالمجنون (۲) وسببه الصغر والجنون والرق (۳) فلم يصح طلاق صبي ومجنون غلب اى المجنون المغلوب هو الذي اختلط عقله بحيث يمنع جريان الافعال والاقوال على نهج العقل الانادراً او غير المغلوب هوالذي يخلط كلامه فيشبه كلامه مرة كلام العقلاء ومرة لاوهوالمعتوه وسيجئ حكمه وعتقهما واقرارهما وصح طلاق العبد واقراره في حق نفسه لافي حق سيده فلو اقراى العبد لمحجور بمال اخرالى عتقه وبحد وقود عجل فانه في حق دمه مبقي على اصل الأدمية حتے لايصح اقرار مولاه بذلك عليه (۴) ومن عقد منهم وهو يعقله اجازوليه اورد قوله منهم يرجع الى الصبي والعبد والمجنون فان المجنون قد يعقل البيع والشراء ويقصد هما وان كان لايرجع المصلحة على المفسدة وهو المعتوه الذى يصلح وكيلامن الغير والمراد بالعقد في قوله ومن عقدمنهم العقود الدائرة بين المنفعة والمضرة بخلاف الاتهاب فانه يصح بالاجازة الولي وبخلاف الطلاق والعتاق فانهمالا يصحان وان اجازهما الولي (۵) وان اتلفوا شيأ ضمنوا لما بينا انه لاحجر في افعال الجوارح (۶) ولا يحجر حر مكلف بسفه وفسق ودين هذا عندابى حنيفة رحمه الله وعندهما وعندالشافعي يحجر على السفيه وايضاً اذا طلب القاضي غرماء المفلس الحجر عليه حجره القاضي ومنعه من البيع والاقرار وعندهما وعندالشافعي يحجر على الفاسق زجراله

(۱) حجر کی تعریف

حجر کہتے ہیں تصرف قولی کے نفاذ کو روک دینا۔

فائدہ:۔ تصرفات قولی جو زبان سے متعلق ہیں جیسے بیع اور شرا اور ہبہ وغیرہ اور تصرفات فعلی جو برخلاف اس کے جیسے قتل

اتلاف مال تو حجر میں صرف تصرف قولی نافذ نہیں ہوتا نہ تصرفات فعلی جوافعال جوارح ہیں چنانچہ اگرصبی نے کسی کا مال تلف کیا تو ضمان واجب ہوگا ایسا ہی مجنون میں کذافی الاصل۔

(۲) حجر کے اسباب

حجر کے سبب تین ہیں ایک صغرسن دوسرے جنون تیسرے رق یعنی مملوکیت بطور غلامی اور لونڈی پن کے۔

(۳) صبی اور مجنون وغیرہ کا طلاق واعتاق اور اقرار

تو صحیح نہیں ہے طلاق صبی اور مجنون مغلوب العقل کا (مجنون مغلوب وہ ہے جس کی عقل جاتی رہی ہو اس طرح پر کہ اس سے افعال واقوال بطریقہ عقلانہ ہوسکیں مگر کبھی کبھی اور غیر مغلوب وہ ہے جس کے کلمات مختلط ہوں یعنی کبھی کلام اس کا بطور عقلاء کے ہووے اور کبھی بطور مجانین کے اور اس کو معتوہ بھی کہتے ہیں اس کا حکم آگے آوے گا کذافی الاصل اور اعتاق ان دونوں کا اور اقرار ان کا اور صحیح ہے طلاق غلام کا اور اقرار اُس کا اپنی ذات پر نہ اُس کے مالک کے حق میں تو اگر غلام مجور نے کسی کے قرض کا اقرار کیا اپنے اُوپر تو اُس کا مطالبہ بعد ازادی کے اس سے کیا جاوے گا اور اگر حد یا قصاص کا اقرار کیا تو حد اور قصاص اس پر فی الحال قائم کیا جاوے گا۔

(۴) عبد، صبی اور مجنون کا کیا ہوا عقد

جو شخص ان تینوں میں سے

فائدہ:۔ یعنی عبد اور صبی اور مجنون۔

☆ کوئی عقد ایسا کرے جس میں امید نفع اور ضرر دونوں کی ہووے اور وہ اس عقد کو سمجھتا ہو اور قصد کرتا ہو تو موقوف رہے گا اس کے ولی کی اجازت پر اور ولی کو اختیار ہے اگر اجازت دیوے تو نافذ ہو جاوے گا ورنہ باطل ہوگا۔

فائدہ:۔ مجنون سے یہاں وہ مجنون مراد ہے جو بیع وشراء کو جانتا ہے اور اسکا قصد کرتا ہے اگرچہ مصلحت کو اس کے مفسدہ سے ممتاز نہیں کرسکتا اور وہی معتوہ ہے جو غیر کی طرف سے وکیل ہوسکتا ہے اور عقد میں یہ قید کہ امید نفع اور ضرر دونوں کی ہووے اس واسطے لگائی کہ جس عقد میں محض نفع ہی نفع ہے جیسے قبول کرنا ہبہ کا تو وہ بغیر اجازت ولی درست ہے اور جس میں محض ضرر ہے جیسے طلاق یا عتاق تو وہ ولی کی اجازت سے بھی درست نہیں کذافی الاصل۔

(۵) صبی، مجنون اور غلام کا کوئی چیز تلف کرنا

اور جو کوئی چیز تلف کردیویں تو ضمان دیں گے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ افعال میں مجور نہیں ہیں جیسا کہ گزرا برابر ہیں کہ عاقل ہوں یا غیر عاقل۔

(۶) آزاد مکلّف پر حجر

اور حجر نہیں کیا جاوے گا جو شخص حر مکلّف ہو بسبب سفاہت کے۔

فائدہ:۔ سفاہت سے مراد اسراف مال اور اسکا ضائع کرنا ہے خلاف مقتضائے شرع یا عقل کے کذافی الدرر ص یا فسق کے یا قرض کے۔

فائدہ۔ یہ مذہب امامؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سفیہ پر حجر ہوسکتا ہے اور یہی مفتیٰ بہ ہے البتہ اگر مفلس کے قرض خواہ قاضی سے طلب گار حجر کے ہوویں تو قاضی اس کو مجور کرلے اور اس کی بیع اور اقرار کو روک دیوے اور جب مدیون محبوس ہوا قاضی کے پاس اور بعد حبس کے کسی شخص کے مال کا اقرار کرے تو اس کو ادا کرنا لازم ہوگا بعد ادا ہو جانے ان دیون کے جن کے واسطے وہ محبوس ہوا البتہ اگر اس شخص کا مال گواہوں سے ثابت ہو جاوے تو مقرلہ اصحاب دیون کے ساتھ اپنا دین وصول کرے گا اور صاحبینؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فاسق پر بھی حجر ہو سکتا ہے واسطے زجر کے کذافی الاصل مع زیادۃ من الدرالمختار۔

(۷) بل مفت ماجن (۸) وطبيب جاهل (۹) ومكار مفلس اعلم ان ابا حنيفة رحمه الله يرى الحجر على هؤلاء الثلثة دفعاً لضررهم عن الناس فالمفتي الماجن هوالذى يعلم الناس الحيل والمكارى المفلس هوالذى يكارى الدابة وياخذ الكراء فاذاجاء اوان السفرلادابة له فانقطع المكترى عن الدفقة (۱۰) فان بلغ غيررشيدلم يسلم اليه ماله حتى يبلغ خمساوعشرين سنة وصح تصرفه قبله وبعده يسلم اليه ولوبلارشدا علم ان الصبي اذا بلغ غير رشيد لم يسلم اليه ماله اتفاقاً قال الله تعالىٰ ولا تؤتواالسفهآء اموالكم الى قوله فان انستم منهم رشداً فابوحنيفة قدرالايناس بالزمان وهو خمس وعشرون سنة فان هذاسن اذابلغه المرء يمكن ان يصير جدالان ادنى مدة البلوغ اثنا عشرة حولاً وادنى مدة الحمل ستة اشهر ففي هذا المبلغ يمكن ان يولد له ابن ثم في ضعف هذا المبلغ يمكن ان يولد لابنه ابن فالظاهران يونس منه رشد مافى سن خمس وعشرين فيدفع فيه اليه امواله وقبل هذاالسن ان تصرف فى ماله بيعاً او شراءً او نحوهما يصح تصرفه عند ابى حنيفة وقالالايصح لانه لو صح لم يكن منع المال عنه مفيد اقلنا بل يفيد لان غالب تبذيرالسفهاء بالهبة فيمنع المال بمنع الهبة ثم بعد خمس وعشرين سنة يسلم اليه ماله وان لم يونس منه رشد عندابى حنيفة فان هذاالسن مظنة الرشد فيدورالحكم معها

(۷) مفتی ماجن پر حجر

البتہ حجر کیا جاوے گا مفتی ماجن پر۔

فائدہ:۔ مفتی ماجن وہ مفتی ہے جو لوگوں کو باطل حیلے سکھاوے جیسے عورت کو ارتداد کی تعلیم کرنا تا کہ بائن ہو جاوے اپنے شوہر سے یا اس سے زکوۃ ساقط ہو جاوے پھر مسلمان ہو جاوے۔

(۸) جاہل طبیب پر حجر

اور طبیب جاہل پر۔

فائدہ:۔ طبیب جاہل وہ ہے جو بیمار کو دوائے مہلک پلا دیتا ہووے خواہ اس کو مہلک جانتا ہووے یا نہ جانتا ہووے اور جب کہ وہ دوا مریض پر شدت کرے تو وہ اس کا ضرر دور نہ کر سکتا ہووے کذا فی الطحطاوی۔

(۹) مکار مفلس پر حجر

اور مکاری مفلس پر۔

فائدہ:۔ یعنی جو کرایہ جانور کا لے لیا کرے اور جب وقت سفر کا آوے تو جانور نہ دے سکے تب کرایہ دار اپنے رفیقوں سے چھوٹ جاوے کذا فی الاصل۔

☆ حاصل یہ ہے کہ جس سے ضرر عام ہووے تو اس کے دفع کے لئے ضرر خاص یعنی حجر ایک شخص واحد پر درست ہے طحطاوی۔

(۱۰) صغیر کے حجر کی انتہا

اور جو صغیر بالغ ہو جاوے اور بیوقوف رہے تو اس کا مال اس کو نہ دیا جاوے یہاں تک کہ پچیس برس کو پہنچے تو اگر تصرف کرے گا قبل اس مدت کے تو صحیح ہوگا اور بعد پچیس برس کے مال اس کا اس کو دیدیا جاوے گا اگر چہ بیوقوف رہے اور ہوشیار نہ ہووے۔

فائدہ:۔ درر میں ہے کہ پچیس برس کی قید اس واسطے لگائی کہ عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ عقل مرد کی انتہا کو پہنچ جاتی ہے جب کہ وہ پچیس برس کا ہو جاتا ہے اور ہدایہ میں لکھا ہے کہ روکنا

مال کا اس سے بطریق تادیب کے تھا اور ظاہر ہے کہ بعد پچیس برس کے تادیب نہیں ہوتی کیا تو نہیں دیکھتا کہ پچیس برس کا آدمی کبھی دادا ہو جاتا ہے انتہیٰ دادا ہو جانے کی صورت یہ ہے کہ ادنیٰ مدت بلوغ لڑکے کی بارہ برس ہیں اور ادنیٰ مدت حمل چھ مہینے تو فرض کیجئے کہ بارہ برس کی عمر میں اس نے نکاح کیا اور چھ مہینے میں اس کا لڑکا پیدا ہوا اب اس لڑکے کا بارہ برس کے سن میں نکاح ہوا اور چھ مہینے میں اس کا لڑکا پیدا ہوا تو شخص اول فرزند ثانی کا دادا ہوا باوصف اس کے اس کی عمر پچیس برس ہے کذا فی الاصل۔

(۱۱) وحبس القاضي المديون اى اجبرالمديون ليبيع ماله لدينه وقضے دراهم دينه من دراهمه وباع دنانيره لدراهم دينه وبالعكس استحسانا اعلم ان القياس ان لايبيع الدراهم لاجل دنانيرالدين ولاالدنانيرلاجل دراهم الدين لانهما مختلفان لكن في الاستحسان يباع كل واحد لاجل الأخرلانهما متحدان في الثمنية لاعرضه وعقاره خلافا لهمافان المفلس اذاامتنع من بيع العرض والعقارللدين فالقاضي يبيعهما ويقضي دينه بالحصص ومن افلس ومعه عرض شراه ولم يؤدثمنه فبائعه اسوة للغرماء اى افلس ومعه عرض شراه ولم يؤدالثمن فبائعه اسوة للغرماء وقال الشافعي ويحجر القاضي على المشتري بطلبه ثم للبائع خيار الفسخ

(۱۱) آزاد مقروض پر حبس

شخص آزاد اگر مدیون ہووے تو قاضی اس کو محبوس کرے تا مال اپنا اپنے ادائے دین کے لئے بیچے اور جو اس کے مال میں روپے یا اشرفیاں ہوویں اور قرض بھی روپے یا اشرفیاں ہویں تو قاضی بغیر امر مدیون قرض ادا کر دیوے اس کے مال سے اور جو قرض اشرفیاں ہوویں اور مال میں روپے ہوویں یا قرض روپے اور مال اشرفیاں تو بھی قاضی کو بیچ ڈالنا بغیر اس کے امر کے واسطے ادائے دین کے درست ہے اور اسباب اور مکان اور زمین اس کا قاضی نہ بیچے مگر اس کو قید کرے تا وہ خود مجبور ہو کر بیچے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک جب وہ نہ بیچے تو قاضی اس کا اسباب اور زمین وغیرہ بھی بیچ کر قرض موافق حصوں کے ادا کر دیوے۔ (اور صاحبینؒ کے قول پر فتویٰ ہے درمختار۔

ایک شخص مفلس ہو گیا اور اس کے پاس وہ چیز ہے جو اس نے خریدی لیکن ہنوز ثمن نہیں ادا کی تو اس کا بائع اور قرض خواہوں کے ساتھ حصہ مساوی ہے۔

فائدہ:۔ یعنی وہ چیز بیچ کر سب کو حصہ رسد اس کی قیمت میں سے دیا جاوے گا یہ نہ ہوگا کہ پہلے بائع اپنی ثمن وصول کر لیوے بعد اس کے جو بچے تو وہ اور قرض خواہوں کو ملے اور شافعیؒ کے نزدیک قاضی مشتری پر حجر کر کے بائع کو اختیار فسخ دے دے گا اور بائع اپنی چیز لے لے گا۔

فصل (۱) بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال (۲) والجارية بالاحتلام والحيض والحبل (۳) فان لم يوجد فحين يتم له ثماني عشرة سنة ولها سبع عشرة وقالا فيهما بتمام خمس عشرة سنة وبه يفتے (۴) وادنى مدة له اثنا عشرة سنة ولها تسع سنين فان راهقا فقالا بلغنا صدقا وهما كالبالغ حكماً.

فصل حد بلوغ کے بیان میں

(۱) لڑکے کے بلوغ کا ثبوت

بلوغ لڑکے کا ثابت ہوتا ہے احتلام سے یعنی خواب میں منی نکلنے سے اور عورت کو حاملہ کر دینے سے اور انزال سے۔

فائدہ:۔ اور اصل انزال ہے اس لئے کہ جب تک انزل نہ ہوگا نہ احتلام ہوگا اور نہ عورت اس سے حاملہ ہوگی۔

(۲) لڑکی کے بلوغ کا ثبوت

اور لڑکی کا بلوغ احتلام سے اور حیض سے اور حمل سے ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ اور موے زہار کا جمنا اور پستان کا اونچا ہونا ظاہر الروایۃ میں معتبر نہیں اور اسی طرح پنڈلی اور مونچھ اور بغل کے بال اور آواز کا بھاری ہو جانا معتبر نہیں ہے۔ بلوغ صغیر میں کذافی الطحطاوی۔

(۳) بلوغ کی عمر

پھر اگر صغیر اور صغیرہ میں ان علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جاوے تو بلوغ کا حکم نہ ہوگا۔ جب تک لڑکا اٹھارہ برس کا اور لڑکی سترہ برس کی نہ ہوئے اور صاحبین کے نزدیک جب تک دونوں پندرہ برس پورے کے نہ ہو جاویں۔ یعنی جب لڑکا لڑکی پندرہ برس کے ہو جاویں تو ان کو حکم بلوغ کا دیا جاوے گا اگر چہ یہ علامات ظاہر نہ ہوویں اسی پر فتویٰ ہے اس لئے کہ ہمارے زمانے میں عمریں بہت چھوٹی ہوگئی ہیں درمختار۔

(۴) بلوغ کی ادنیٰ عمر

اور ادنیٰ مدت بلوغ کی فرزند کے لئے بارہ برس اور دختر کے لئے نو برس ہے تو اگر دونوں قریب بلوغ کے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ہم بالغ ہو گئے تو قول ان کا معتبر ہوگا اور وہ دونوں مثل بالغ کے حکماً ہوں گے۔

فائدہ:۔ جب ظاہر حال ان کے قول کی تکذیب نہ کرتا ہو مثلاً بارہ برس سے لڑکا کم ہووے یا لڑکی نو برس سے کم ہووے تو اب دعویٰ بلوغ معتبر نہ ہوگا اور شرنبلالیہ میں ہے کہ صغار قریب البلوغ کا یہ قول مقبول ہے کہ ہم بالغ ہو چکے جب وہ علامت بلوغ کی بیان کر دیوں بدوں قسم کے۔

کتاب الماذون

(۱) الاذن فک الحجر واسقاط الحق اعلم ان الاصل فی الانسان ان یکون مالکاللتصرفات فاذاعرض له الرق وتعلق به حق المولی صارمانعاً لکونه مالکا للتصرف فاذااسقط المولی حقه وازال المانع عن التصرف وازال حجره ای منعه عن التصرف فهوالاذن هذا عندنا وعندالشافعیؒ هو توکیل وانابة ثم یتصرف العبد لنفسه باهلیته فانه لیس بتوکیل والوکیل هوالذی یتصرف لغیره فقوله ثم یتصرف عطف علے محذوف فان قوله الاذن فک الحجر معناه اذا اذن المولی ینفک العبد عن الحجر فعطف علے قوله ینفک قوله یتصرف (۲) فلم یرجع بالعهدة علی سیده هذا تفریع علے انه یتصرف لنفسه فانه اذا اشتری شیألایطلب الثمن من المولی لکونه مشتریاً لنفسه بخلاف الوکیل فانه یطلب الثمن من المؤکل لانه اشتری للمؤکل (۳) ولم یتوقت هذا تفریع علے انه اسقاط الحق لاتوکیل فان الاسقاط لایتوقت والتوکیل یتوقت فعبداذن یوما ماذون حتے یحجر علیه ولم یتخصص بنوع فان اذن فی نوع عم اذنه فی الانواع هذا تفریع علے انه فک الحجر ولیس بتوکیل لان فک الحجر هو الاطلاق عن

القید فلا یتخصص بتصرف وفیه خلاف الشافعیؒ والمراد انه اذااذن فی نوع من التجارة عم اذنه فی الانواع وکذااذاقیل اقعد صباغا فانه اذن بشراء مالابدلهذا العمل منه فیعم وکذا اذاقیل ادالی الغلة کل شهر کذا بخلاف مااذااذن بشراء شئ معین فان هذا استخدام لااذن

(۱) اذن کی تعریف

اذن کہتے ہیں حجر کے دور کرنے کواور حق کے ساقط کردینے کو۔

فائدہ:۔ جان تو کہ اصل انسان میں یہ ہے کہ مالک ہو تصرفات کا تو جب اس پر غلامی عارض ہوئی اور مولیٰ کا حق اس سے متعلق ہوگیا تو حق مولیٰ نے ملک تصرفات کو روک دیا اب جب مولیٰ نے اپنا حق ساقط کردیا تو مانع زائل ہوگیا اور حجر اس کا جاتا رہا تو یہی اذن ہے ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک یہ اذن توکیل ہے اور نائب کرنا ہے کذا فی الاصل۔

(۲) غلام ماذون کی حیثیت

توجب مولیٰ نے غلام کو اذن دیا اب وہ غلام جو تصرف کریگا اپنی اہلیت سے کرے گا اپنی ذات کے لئے تو اس کی جوابدہی مولیٰ پر نہ ہوگی یعنی جب غلام ماذون نے کوئی چیز خریدی تو ثمن اس کی مولیٰ سے طلب نہ کی جاوے گی اس لئے کہ اس نے اپنے لئے خریدی ہے برخلاف وکیل کے کہ وہ موکل سے ثمن طلب کر سکتا ہے اس واسطے کہ اس نے موکل کے لئے خریدا ہے۔

(۳) اذن وتصرف کا مقید نہ ہونا

اور اذن اور تصرف کسی وقت کے ساتھ مقید نہ ہوگا تو جس غلام کو اذن دیا ایک روز کے لئے تو وہ ماذون رہے گا جب تک مولیٰ اس پر حجر نہ کرے اسی طرح کسی خاص قسم کے ساتھ مقید نہ ہوگا تو پھر جب مولیٰ نے ایک قسم خاص تجارت کا اذن دیا تو وہ جمیع اقسام تجارت میں ماذون ہوجاوے گا۔

فائدہ:۔ مراد یہ ہے کہ جب ایک نوع تجارت کا اذن دیا تو اذن اس کا تمام انواع میں عام ہوجائے گا اسی طرح جب اذن دیا کہ ایک رنگریز بٹھالے تو یہ اذن ہوگا اس کے تمام لوازم اور ضروریات کی خرید کا اسی طرح اگر کہا کہ ہر مہینے اتنا غلہ تو مجھے ادا کردیا کر برخلاف اس صورت کے کہ مولیٰ نے ایک شئے معین کے خرید کی اجازت دی تو یہ اذن نہ ہوگا بلکہ یہ استخدام یعنی خدمت لینا ہے کذا فی الاصل۔

(۴) ویثبت دلالةً فعبدراٰه سیده یبیع ویشتری وسکت ماذون هذا عندنا خلافالزفرؒ والشافعیؒ ونما یکون مأذوناً دفعاً للغرور وصریحاً (۵) فلواذن مطلقاً صح کل تجارة منه اجماعاً تخصیص الشئ بالذکر فی الروایات ان دل علے نفی الحکم عما عداه فتعمیم التجارة اجماعاً یختص بما اذا اطلق امااذاقید فعندنا یعم التجارات خلافاً للشافعیؒ فیبیع ویشترے ولو بغبن فاحش ولا یصح عندهما بالغبن الفاحش لانه تبرع وله انه من باب التجارة ویؤکل بهما ویرهن ویرتهن ویتقبل الارض ای یاخذها قبالة بالاستیجار والمساقاة ویاخذها مزارعة ویشتری بذراً یزرعه ویشارک عناناً انماقال عناناً احترازا عن المفاوضة ویدفع المال یأخذه مضاربة ویستاجر ای یستاجر شیأ کالاجیروالبیت وغیرهما ویوجر نفسه هذا عندنا خلافاً للشافعی رحمه الله ویقربودیعة وغصب ودین ویهدے طعاماً یسیراً

ویضیف من یطعمه ویحط من الثمن بعیب قدراً عهد ولایتزوج ولا یزوج رقیقه وعند ابی یوسفؒ یزوج الامة لانه تحصیل المال لهما انه لیس من التجارة ولا یکاتبه ولا یعتق اصلاً ولایقرض ولا یهب ولو بعوض وقالوالاباس للمرأة ان یتصدق لشئ یسیر کالرغیف مثلاً من بیت زوجها هذه المسألة لیست من هذا الباب لکنها ذکرت للمناسبة فان المرأة ماذونة عادة بهذا

(۴) دلالت وصراحت سے اذن کا ثبوت

اور ثابت ہوتا ہے اذن دلالت حال سے تو جو غلام کہ مولیٰ اس کو خرید وفروخت کرتے دیکھے اور چپ رہے تو وہ ماذون ہے ہمارے نزدیک اور اس میں خلاف زفرؒ اور شافعیؒ کا ہے اور ماذون ہوتا ہے دفع غرور کے لئے اور صراحت سے۔

(۵) مطلق اذن کا تمام اقسام تجارت کو شامل ہونا

تو اگر مطلق اذن دیا تمام اقسام تجارت کو عام ہوگا تو خرید وفروخت کرے اگرچہ غبن فاحش سے ہووے مگر صاحبینؒ کے نزدیک غبن فاحش سے درست نہیں اور خرید وفروخت میں وکیل کرے اور رہن رکھے اور رہن لیوے اور زمین کو بطور اجارہ اور مساقات اور مزارعت لیوے اور بیج بونے کے لئے خریدے اور شرکت عنان کرے نہ شرکت مفاوضة اور مال بطریق مضاربت دیوے اور دوسرے سے لیوے اور اپنی چیز کرایہ میں دیوے اور دوسرے کی لیوے اور اپنی ذات کے تئیں بھی کرایہ دیوے نہ شافعی کے نزدیک اور اقرار کرے امانت اور غصب اور دین کا اور ہدیہ دے قلیل طعام کا اور ضیافت کرے اس کی جو اس کو کھلادے اور ثمن گھٹا دیوے اگر عیب نکلے مبیع میں موافق دستور تجار کے اور اپنا نکاح نہ کرے اور اپنے مملوک کا لونڈی ہو یا غلام نکاح نہ کرے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اپنی لونڈی کا نکاح کرے اس لئے کہ اس میں بھی تحصیل مال ہے اور طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ وہ داخل تجارت نہیں اور نہ مکاتب کرے اور نہ آزاد کرے اور نہ قرض دے وے اور نہ ہبہ کرے اگرچہ بعوض ہووے اور عورت کو درست ہے کہ اپنے خاوند کے گھر میں سے ایک شئے قلیل خدا کی راہ میں دیوے۔ (یہ مسئلہ اگرچہ اس باب سے نہیں ہے لیکن اس کو بمناسبت ذکر کیا اس لئے کہ عورت بھی اس قدر صدقہ کیلئے ماذون ہے عادةً کذا فی الاصل)

(۶) وکل دین وجب بتجارة او بماهوفی معناه کالبیع والشراء واجارة واستیجاروغرم وودیعة وغصب وامانة جحدها وعقروجب بوطی مشتریة بعد الاستحقاق یتعلق برقبته یباع فیه ویقسم ثمنه بالحصص وبکسبه حصل قبل الدین او بعده وبما اتهب ای بماوهب له فقبل الهبة هذا عندنا وقال زفرؒ والشافعیؒ لایباع هو فی الدین لکن یباع کسبه لان غرض المولی تحصیل مال لم یکن لافوت ماقدکان ولنا ان الدین ظهرفی حق المولی فیتعلق برقبته دفعاً للضرر عن الناس لابمااخذه سیده منه قبل الدین وطولب بما بقی بعد عتقه ای اذاقضی دینه من ثمن رقبته اذا بیعت ومن کسبه فان بقی شئ من الدین طولب به اذا اعتق (۷) وللسید اخذغلة مثله مع وجوددین وما زاد للغرماء (۸) ویتحجران ابق هذا عندنا وعند الشافعیؒ

لایتحجرلان الاباق لاینافی الاذن فانه یصح اذن الأبق ولنا ان دلالة الحجر قائمة لان المولی لایرضے باسقاط حقه حال تمرده ماذااذنه صریحاً فهو یفوت الدلالة او مات سیده اوجن مطبقا او لحق بدارالحرب مرتد او حجرعلیه بشرط ان یعلم هوواکثر اهل سوقه دفعاً للغرورعن الناس والامة ان استولدها ای تتحجر الامة ان استولدها عندنا وعند زفرؒ لاتتحجر لانه یجوز اذن المستولدة قلنا فیه دلالة الحجر اذالظاهر انه لایرضے ان تخرج وتعامل مع الناس لکن اذا اذنها فالصریح یفوت دلالة الحجر لاان دبرها وضمن قیمتها للغریم ای فے صورة الاستیلادوالتدبیر ان کان علے المستولدة وعلے المدبرة دین محیط غرم السید قیمتها ولا یغرم مازاد علے القیمة لانه لم یحبس الاالرقبة فعلیه قیمتها

(۶) غلام ماذون کے قرضے اور تاوان

جو دین عبد ماذون پر واجب ہووے تجارت کے سبب سے جیسے خرید اور فروخت اور یا اجارہ اور استیجار کے سبب سے یا جو اس کے حکم میں ہے جیسے تاوان غصب اور ودیعت کا جس کا ماذون نے انکار کیا اور وہ عقر جو واجب ہوا وطی سے لونڈی خریدی ہوئی کے استحقاق سے متعلق ہوگا اس غلام کی ذات سے بیچا جاوے گا وہ اس دین میں اور اس کی ثمن تقسیم ہوگی قرض خواہوں کو بطور حصہ رسد اور اس کی کمائی سے جو قبل دین کے ہو یا بعد دین کے اور اس سے جو چیز اس کو ہبہ کی گئی تھی اور اس نے ہبہ قبول کر لیا تھا۔

فائدہ:۔ یہ ہمارا مذہب ہے اور زفر اور شافعیؒ کے نزدیک وہ خود دین میں نہ بیچا جاوے گا بلکہ اس کی کمائی بیچی جاوے گی اس واسطے کہ مولیٰ کی غرض اذن سے استحصال اس چیز کا ہے جو حاصل نہ تھی نہ فوت کرنا اس چیز کا جو اس کو حاصل تھا اور ہم یہ کہتے ہیں کہ دین ظاہر ہوا مولےٰ کے حق میں تو متعلق ہوگا اس کے رقبہ سے تا لوگوں کو ضرر نہ ہووے۔

☆ لیکن وہ دین متعلق نہ ہوگا اس مال سے جو ماذون کے مولیٰ نے اس سے لے لیا تھا قبل لحوق دین کے اور جو دین کہ کسب اور ثمن غلام سے بھی باقی رہے تو اس کا مطالبہ اس سے آزاد ہونے کے بعد کیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ اور دوسری بار نہ بیچا جاوے گا درمختار۔

(۷) مولیٰ کا ماذون سے مقررہ رقم لینا

مولےٰ کو ماذون سے وہ رقم مقرر لینا جو قبل لحوق دین کے اس سے لیا کرتا تھا بعد لحوق دین کے بھی جائز ہے۔ (اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ جائز نہ ہو بعد لحوق دین کے لیکن اس واسطے لینا جائز ہوا کہ اگر مولیٰ اس سے منع کیا جاوے تو احتمال ہے کہ وہ اپنے غلام کو مجور کر دے تو کمائی کا دروازہ بند ہو جاوے اور دین والوں کو نقصان ہووے)۔ اور جو اس سے بڑھے وہ قرض خواہوں کو ملے گا۔

(۸) عبد ماذون کا مجور ہو جانا

اور عبد ماذون اگر بھاگ جاوے تو مجور ہو جاوے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک مجور نہ ہوگا کیونکہ ماذون کرنا عبد آبق کا صحیح ہے اس واسطے کہ بھاگنا منافی اذن کے نہیں اور ہماری یہ دلیل ہے کہ دلالت حجر کی قائم ہے اس لئے کہ مولےٰ ازالہ اپنے حق کا غلام سرکش نافرمان سے ہونے پر راضی نہ ہوگا اور جب اس کو اذن صریح دیا تو اس سے دلالت حجر فوت ہو

جاوے گی اور یا مولیٰ مر جاوے یا مولیٰ کو جنون مطبق ہو جاوے۔ (محمد بن حسنؒ سے روایت ہے کہ جنون مطبق وہ ہے جو سال بھر رہے یا زیادہ اور جو اس سے کم ہووے وہ مطبق نہیں کذافی الطحطاوی) یا مولیٰ دارالحرب میں مرتد ہو کر چلا جاوے یا مولےٰ اس غلام کو مجور کر دیوے اور غلام اور اکثر بازار والوں کو اس کی خبر ہو جاوے واسطے دفع غرور کے آدمیوں سے تو ان سب صورتوں میں وہ غلام مجور ہو جاوے گا اور لونڈی ماذونہ کو اگر ام ولد بنایا تو وہ مجور ہو جاوے گی ہمارے نزدیک اور امام زفرؒ کے نزدیک نہ ہوگی اور جو مدبر کیا تو مجورنہ ہوگی لیکن مولےٰ کو لونڈی کی ذات کی قیمت اس کے قرض خواہوں کو دینا ہوگی۔

فائدہ:۔ یعنی استیلاد اور تدبیر کی صورت میں اگر مستولدہ یا مدبرہ پر دین محیط ہو تو مولےٰ تاوان اس کا بقدر اس کی قیمت کے دے گا نہ زیادہ کا اس لئے کہ مولیٰ نے ان تصرفات سے صرف لونڈی کی ذات کو روک لیا تو اس کی قیمت دینا ہوگی کذا فے الاصل۔

(۹) ولوحجرفاقران مامعه امانة او غصب واقربدين عليه صح هذا عند ابى حنيفةؒ وقالالايصح لان مصحح الاقرار الاذن وقد زال وله ان المصحح اليدوهى باقية (۱۰) ولوشمل دينه ماله ورقبته لم يملك سيده مامعه هذا عند ابى حنيفة وعندهما يملك لان الرقبة ملكه فكذاالاكساب وله ان ملك المولى يثبت خلافة عن العبد عندفراغه عن حاجته كملك الوارث وهنا مشغول بها فلم يعتق عبداكسبه باعتاق سيده اى عندابى حنيفةؒ وعندهما يعتق ويضمن السيد قيمته للغرماء وعتق ان لم يحطه دينه اى برقبته وكسبه (۱۱) ويبيع من سيده بمثل القيمة لاباقل وسيده منه بمثلها اوباقل اى يجوز بيع الماذون الذى يشمل دينه ماله ورقبته من سيده وانما يجوز لان سيده اجنبى من ماله اذاكان عليه دين محيط وعندهما ان باع باقل من قيمته يجوز البيع ويخير المولىٰ بين ازالة المحاباة ونقض البيع لان الضرر عن الغرماء يندفع بذلك وانما لم يجوز ابو حنيفةؒ للتهمة كما فى الوارث ولاتهمة فيما اذاحابى الاجنبى فلوباع بالاكثرحط الفضل او نقض البيع اى يؤمرالسيد بازالة المحاباة او نقض البيع وبطل ثمنه لوسلم مبيعه قبل قبضه

(۹) مجور ہونے کے بعد اقرار

اگر غلام مجور ہوگیا بعد اس کے اس نے اقرار کیا کہ جو مال میرے پاس ہے وہ امانۃً یا غصباً ہے یا اپنے اوپر قرضے کا اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح ہوگا۔

فائدہ:۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوگا اس واسطے کہ صاحبینؒ کے نزدیک موجب تصحیح اقرار اذن ہے اور وہ جاتا رہا اور امام صاحبؒ کے نزدیک قبضہ ہے اور وہ باقی ہے کذافی الاصل۔

(۱۰) ماذون کا وہ مال جسے قرضہ محیط ہے

اگر اس غلام پر اس قدر قرضہ ہو کہ اس کی ذات اور مال کو محیط ہووے تو مولےٰ اس مال کا جو اس کے پاس ہے مالک نہ ہو گا (امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک ہوگا

اس واسطے کہ ذات غلام کی مملوک ہے مولیٰ کی تو اس کی کمائی بھی مملوک ہوگی اور امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ ملک مولےٰ کی بطور خلافت غلام کی طرف سے ثابت ہوئی جب وہ غلام اپنی حاجت سے فارغ ہو جیسے ملک وارث کی جب ثابت ہوتی ہے کہ مورث کے حوائج ضروریہ مقررہ سے مال بچ رہے اور ما نحن فیہ میں مال غلام کے حوائج سے فارغ نہیں ہے کذافی الاصل)۔

تو ایسی صورت میں اگر مولےٰ اپنے غلام کے غلام کو آزاد کردے گا تو آزاد نہ ہوگا (امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک آزاد ہو جاوے گا اور مولیٰ اس کی قیمت کا تاوان قرض خواہوں کو دے گا کذافی الاصل) اور جو دین اس کے مال اور ذات کو محیط نہ ہوگا تو غلام کا غلام مولیٰ کے آزاد کرنے سے آزاد ہو جاوے گا۔

(۱۱) ماذون کا مولیٰ کے ہاتھ چیز بیچنا

اور عبد ماذون اپنے مولیٰ کے ہاتھ نرخ بازار سے چیز فروخت کر سکتا ہے نہ کم کو اور مولےٰ اس کے ہاتھ کم کو بھی فروخت کر سکتا ہے۔ (یہ جب ہی ہے کہ غلام کی ذات اور مال کو دین محیط ہووے اس لئے کہ اس صورت میں مولےٰ اجنبی ہے اس کے مال میں اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر کم قیمت سے مولیٰ کے ہاتھ فروخت کرے تو بیع جائز ہوگی اور مولیٰ کو اختیار ہوگا محابات اور نقض بیع میں اس لئے کہ دفع ضرر غرما سے اس طرح ہو سکتا ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک جائز نہیں بسبب تہمت کے کذافی الاصل اور جو دین محیط نہ ہووے تو بیع ہی ناجائز ہے) تو اگر مولیٰ نے قیمت بازار سے زیادہ کو کوئی چیز غلام کے ہاتھ بیچی اس صورت میں مولیٰ کو حکم ہوگا کہ یا زیادتی کو کم کردیوے یا بیع کو فسخ کرے تو اگر مولیٰ نے مبیع کو غلام کے حوالے کیا قبل قیمت لینے کے تو اب مولیٰ کو قیمت نہ ملے گی۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ مولیٰ نے جب چیز غلام کو دیدی اور قیمت اس کی نہیں لی تو مولیٰ کا حق ذات مبیع میں باطل ہو گیا اور دین غلام پر رہا اور مولیٰ کا دین غلام پر شرعاً باطل ہے اس صورت میں ثمن باطل ہوگی کذافی الاصل۔

(۱۲) وله حبس مبيعه لثمنه اى للسيدولاية حبس المبيع بقبض الثمن فان سلم المبيع قبل قبض الثمن ابطل حقه في العين فلم يبق له حق الافى الدين والمولى لايستوجب على عبده دينا فيبطل الثمن وصح اعتاقه مديوناً اى صح اعتاق المولى العبد الماذون حال كونه مديوناً سواء كان الدين محيطا اولم يكن لان ملكه فيه باق وضمن السيد الاقل من دينه وقيمته اى اذاكان الدين اقل من القيمة يضمن الدين اذلاحق للغرماء الافى الدين وان كان القيمة اقل من الدين يضمن القيمة لانه تعلق حقهم بالرقبة وهو اتلفها وهو فضل دينه معتقا اى ضمن الماذون الذى عتق فضل دينه على القيمة (۱۳) فان بيع عبدذودين محيط برقبته وغيبه المشترى اجازالغريم بيعه وله ثمنه او ضمن المشترى او البائع قيمته فان ضمنه اى البائع وردعليه بعيب يرجع البائع على الغريم بقيمته وعادحقه فى العبد اى رجع البائع على الغريم وعادحق الغريم فى العبد فان باعه سيده معلما بدينه فللغريم ردبيعه ان لم يصل ثمنه اليه وان وصل ولامحاباة فى البيع لا وانما قال معلما بدينه لان البائع اذااعلم المشترى ان على العبد

الدين والمشتری رضی بذلک توهم ان ینفذالبیع برضاء البائع والمشتری فنقول ان مع هذا یکون للغرماء ولایة ردالبیع اذالم یصل الثمن الیهم وان وصل فان لم یکن فی البیع محاباة فلاوانکانت فاما ان ترفع المحاباة او ینقض البیع ولا یخاصم المشتری منکرادینه ان غاب بائعه اذا کان البائع غائبا والمشتری منکراللدين فالدائن لایخاصمه عند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ لانه لیس خصماً له وعندابی یوسفؒ هو خصمه ویقضی للغریم بدینه لانه یدعی الملکؒ لنفسه فیکون خصما لکل من ینازعه ولهما ان الدعوی یتضمن فسخ العقد وفی الفسخ قضاء علی الغائب ولو اشتری عبداوباعه ساکتاعن اذنه وحجره فهو ما ذون عبد قدم مصراو قال انا عبد فلان مأذون فی التجارة ویبیع ویشتری فهومأذون وکذا ان سکت عن الاذن والحجر فان تصرفه دلیل علی اذنه ولا یباع لدینه الااذا اقرسیده باذنه لان المولی اذالم یقربا لاذن فالدين لایعتبرفی حقه والمعاملون انماتضرر لانهم اعتمدواعلی ظاهر الحال والمولی لم یغرهم

(۱۲) مولیٰ کا ثمن کے لئے مبیع روکنا

اور مولیٰ کا حق ہے کہ مبیع کو روک رکھے واسطے لینے ثمن کے اگر چہ عبد ماذون مدیون ہو خواہ دین محیط ہو یا نہ ہو لیکن مولیٰ اس کو آزاد کرسکتا ہے اس لئے کہ ملک اس کی غلام میں باقی ہے اور دین اور قیمت میں سے اس غلام سے جو کم ہوگا اس قدر مولیٰ کو تاوان دینا ہوگا۔ اور جو دین اس کی قیمت سے زیادہ ہوگا وہ عبد ماذون کو ادا کرنا پڑے گا۔

فائدہ:۔ یعنی اگر دین کم ہوگا تو مولے دین ادا کرے گا اور جو دین اس کی قیمت سے زیادہ ہوگا تو مولیٰ صرف قیمت دے دے گا قرض خواہوں کو اس لئے کہ قرض خواہوں کا حق صرف غلام کی ذات سے متعلق تھا اور مولیٰ نے اس کو تلف کر دیا تو قیمت کا تاوان دینا ہوگا کذافی الاصل۔

(۱۳) مقروض غلام کو مشتری کا غائب کردینا

ایک غلام جس پر دین محیط تھا فروخت کیا گیا اور مشتری نے اس کو غائب کر دیا تو قرض خواہوں کو اس کے اختیار ہے کہ خواہ بیع جائز رکھ کر ثمن اس کی لے لیویں یا مشتری یا بائع سے اس کی قیمت یعنی نرخ بازار کا تاوان لیویں تو اگر وہ تاوان لیویں بائع سے اور پھر بسبب عیب کے وہ غلام بائع کے پاس پھر آوے تو بائع دام قیمت کے جو قرض خواہوں کو اس نے دیے تھے پھیر لیوے اور قرض خواہوں کا حق پھر غلام سے متعلق ہوجاوے گا تو اگر غلام کے مالک نے بیچا اور بیچتے وقت مشتری کو اگر چہ بتا دیا کہ یہ غلام مدیون ہے تو اب بھی قرض خواہوں کو پہنچتا ہے کہ بیع کو رد کر دیویں اگر اس کی ثمن اس کو نہ پہنچی ہو اور جو پہنچ گئی ہو اور بیع میں قیمت سے کچھ کمی نہ ہووے تو بیع رد نہیں کر سکتے اور جو کمی ہووے تو کمی مٹادی جاوے یا بیع فسخ کی جاوے اور مشتری منکر ہو دین کا اور بائع غائب ہووے تو قرض خواہ مشتری سے خصومت نہیں کر سکتے طرفینؒ کے نزدیک اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک خصومت کر سکتے ہیں اگر ایک غلام شہر میں آیا اور اس نے کہا کہ میں فلاں کا غلام ہوں اور اس نے مجھے اذن دیا ہے تجارت میں اور وہ خرید وفروخت کرتا ہے تو وہ ماذون سمجھا جاوے گا اسی طرح جو اس نے سکوت کیا اذن وحجر سے لیکن اگر ایسا غلام قرضدار ہو

جاوے گا تو وہ قرضے کے لئے فروخت نہ کیا جاوے گا مگر جب مولیٰ اقرار کرے اس کے ماذون ہونے کا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ جب تک مولیٰ نے اقرار نہیں کیا اذن کا تو دین اس کے حق میں ظاہر نہ ہوا اور معاملہ کرنے والوں نے نقصان اٹھایا اس لئے کہ انہوں نے ظاہر حال پر بھروسہ کیا اور مولیٰ نے ان کو کچھ دھوکہ نہیں دیا کذافی الاصل۔

(۱۴) وتصرف الصبی ان نفع کالاسلام والاتھاب صح بلاذن (۱۵) وان ضر کالطلاق والعتاق لاوان اذن بہ وما نفع ضر کالبیع والشری علق باذن ولیہ اکتفاءً بالاھلیۃ القاصرۃ فی النافع واشتراطا للکاملۃ فی الضار ودفعاً للضرر بانضمام رائ الولی فی المتردد بینھما وعندالشافعی رحمہ اللہ لا تصح تصرفہ باجازۃ الولی فکذا لایصح اسلامہ (۱٦) وشرطہ ان یعقل البیع سالباً للملک والشراء جالبالہ (۱۷) وولیہ ابوہ ثم وصیہ ثم جدہ ثم وصیہ ثم القاضی اووصیہ انما قال ثم وصیہ فی الاولین وقال اووصیہ فی الاخیرۃ لان وصی الاب من استخلفہ بعد موتہ فی التصرف فی مال ولدہ واما الذی اذن لہ فی التصرف حال حیاتہ فوکیل لاوصی وکذا فی الجدواما وصی القاضی فھو الذی امرہ بالتصرف فی مال الیتیم فھویتصرف فی حال حیوۃ القاضی وانما سمی وصیاً مع ان الایصاء ھوالاستخلاف بعدالموت لان ھنا یصیر خلیفۃ للاب کان الاب جعلہ وصیاً فان فعل القاضی یصیر کفعلہ فمعنی الکلام ان ولیہ ابوہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم الجدان لم یکن الاب ولاوصیہ ثم وصیہ بعد موتہ ثم القاضی او وصیہ ایھما تصرف صح (۱۸) ولواقربما معہ من کسبہ اوارثہ صح فان الولی اذا اذن الصبی بالتجارۃ صح اقرارہ بکسبہ لانہ من تمام التجارۃ اذلولم یصح اقرارہ لایعاملہ الناس مع ان اقرارالولی لا یصح لانہ اقرار علی الغیرواقرار الصبی اقرار علی نفسہ والحجر ارتفع بالاذن فصار کالبالغ فصح اقرارہ بالارث ایضاً فی ظاھرالروایۃ وعن ابی حنیفۃؒ انہ لایصح فی الارث لانہ انما یصح فی الکسب لانہ من توابع التجارۃ ولاکذلک فی الارث

(۱۴) نابالغ کا نافع تصرف

نابالغ کا تصرف اگر محض نافع ہو (یعنی کسی طرح کا ضرر اس میں نہ ہووے) جیسے مسلمان ہونا اور ہبہ قبول کرنا تو صحیح ہے بلا اذن ولی کے۔

فائدہ:۔ اگر وہ صبی عقل رکھتا ہو تو ہمارے نزدیک اسلام صبی عاقل کا صحیح ہے اور شافعیؒ کے نزدیک صحیح نہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ حالت نابالغی میں مسلمان ہوئے اور حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا اسلام صحیح رکھا کہا ابن الھمامؒ نے کہ اخراج کیا بخاریؒ نے تاریخ میں عروہؓ سے کہ اسلام لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ آٹھ برس کے تھے اور نکالا حاکمؒ نے مستدرک میں طریق ابن اسحاق سے کہ حضرت علیؓ ایمان لائے اور آپ دس برس کے تھے اور بھی روایت کیا ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نشان حضرت علیؓ کے سپرد کیا روز بدر کے اور ان کی عمر بیس برس کی تھی اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور پر شرط شیخینؒ کے کہا ذہبیؒ نے کہ یہ حدیث نص ہے اس بات پر کہ حضرت علیؓ سات یا آٹھ برس کی عمر میں ایمان لائے اور مروی ہے

حضرت علیؓ سے یہ شعر سبقتکم الی الاسلام طرا غلامامابلغت اوان حلم یعنی سابق ہوا میں تم پر طرف اسلام کے سب پر حالانکہ میں لڑکا تھا کہ سن احتلام کو نہیں پہنچا تھا۔ روایت کیا اس کو بیہقیؒ نے اور ضعیف کیا اس کو اور ابن عساکرؒ نے تاریخ میں۔

(۱۵) نابالغ کا مضر تصرف

اور جو محض ضار یعنی نقصان دینا پہنچانے والا ہووے جیسے طلاق اور عتاق (اور صدقہ اور ہبہ اور قرض وغیرہ) تو جائز نہ ہوگا اگرچہ ولی اجازت دیوے اور جس میں نفع اور ضرر دونوں کا احتمال ہے جیسے بیع اور شراء تو موقوف رہے گا ولی کے اذن پر۔

فائدہ:۔ اگر ولی نے اذن دیا تو صحیح ہوگا ورنہ باطل ہو جاوے گا اور جب ولی نے اذن دیا خواہ زبان سے یا دلالت حال سے تو ل اور حکم اس کا مثل عبد ماذون کے ہوگا۔

(۱۶) نابالغ کے تصرف کی شرط

نابالغ کے تصرف صحیح ہونے کی اذن سے شرط یہ ہے کہ وہ عاقل سمجھتا ہو بیع کو ملک کا دور کرنے والا اور شرا کو ملک میں لانیوالا۔

(۱۷) نابالغ کا ولی

اور ولی نابالغ کا پہلے اس کا باپ ہوگا پھر اگر وہ نہ ہو تو باپ نے جس کو وصی کیا ہووے۔ (پھر اس کے وصی کا وصی در مختار) پھر اگر وہ بھی نہ ہو تو دادا کتنا ہی دور کا ہووے پھر دادا کا وصی (پھر اس کے وصی کا وصی در مختار) پھر قاضی یا اس کا وصی۔

فائدہ:۔ اول دونوں صورتوں میں پھر وصی کہا اور یہاں یوں کہا کہ یا وصی اس کا اس واسطے کہ وصی باپ کا وہ شخص ہے جس کو باپ نے خلیفہ کیا ہو بعد اپنی موت کے اپنے لڑکے کے مال کے تصرفات میں لیکن وہ شخص جس کو ولی نے حالت حیات میں اذن تصرف کا دیا تو وہ وکیل ہے نہ وصی اور ایسا ہی دادا میں لیکن وصی قاضی کا سو وہ شخص ہے جس کو قاضی نے مقرر کیا یتیم کے مال میں تصرف کرنے کے لئے تو وہ قاضی کی زندگی میں بھی تصرف کرے گا اور وصی اگرچہ خلیفہ بعد موت کے ہوتا ہے مگر وصی قاضی کو وصی اس لئے کہتے ہیں کہ گویا یہ خلیفہ یتیم کے باپ کا ہے اور اس نے وصی کیا اس کو کذافی الاصل اور ماں یا اس کے وصی مال میں تصرف نہیں کر سکتے اسی طرح چچا اور بھائی اور کوتوال شہر اور بہن اور پھوپھی اور خالی صغیر کے ولی نہ ہوں گے کذافی الطحطاوی۔

(۱۸) صبی ماذون کا اقرار

اگر صبی ماذون نے اپنے ورثا کی کمائی کے مال میں اقرار کیا کہ اس قدر مال فلاں شخص کا ہے تو صحیح ہوگا اسی طرح اگر اپنے مورث کے متروکہ کے مال میں اقرار کیا اور امام اعظمؒ سے ایک یہ روایت ہے کہ صحیح نہیں ارث میں۔

کتاب الغصب

(۱) هواخذمال متقوم محترم بلااذن مالكه يزيل يده فالغصب لا يتحقق فى الميتة لانها ليست بمال وكذا فى الحرولافى خمرالمسلم لانها ليست بمتقومة ولا فى مال الحربى لانه ليس بمحترم وقوله بلا اذن مالكه احتراز عن الوديعة وانما قال يزيل يده لان عنداصحابنا هوازالة اليد المحقة باثبات اليد المبطلة وعندالشافعی هواثبات اليد المبطلة ولايشترط ازاله اليد المحقة قلنا كلامنا فى الفعل الذى هو سبب للضمان وهوازالة اليد ويتفرع على هذا مسائل

كثيرة منها ان زوائد المغصوب لاتكون مضمونة عندنا خلافاله لان اثبات اليد متحقق بدون ازالة اليد ومنها الاختلاف في غصب العقار وسياتي ومنها ماقال في المتن (۲) فاستخدام العبد وحمل الدابة غصب لاجلوسه علے البساط اذفي الاولين نقلهما من مكان الى مكان وفي الأخر البساط علے حاله ولم يفعل فيه شيئاً يكون ازالة لليدوقدفرع علے هذاالاختلاف تبعيد المالک عن المواشے حتے هلکت وامساک الغير حتے قلع الأخر ضرسه وليس هذا التفريع بمستقيم لان اثبات اليد لم يوجدفي ها تين المسألتين ثم لابدان يزاد علے هذا التعريف لاعلے سبيل الحفية ليخرج السرقة (۳) وحكمه الاثم لمن علم (۴) ورد العين قائمة والغرم هالكة

(۱) غصب کی تعریف

یہ کتاب ہے غصب یعنی پرائی چیز چھین لینے کے بیان میں غصب شرع میں عبارت ہے ایک مال قیمت دار کے لے لینے سے جو محترم ہے بغیر اذن مالک کے اس طرح پر کہ مالک کے قبضے کو زائل کر دیوے۔

فائدہ:۔ تو غصب مردار میں نہ ہوگا اس لئے کہ وہ مال نہیں ہے اسی طرح شخص آزاد میں اور نہ مسلمان کی شراب میں کیونکہ وہ قیمت دار نہیں ہے اور نہ حربی کے مال میں اس لئے کہ وہ محترم نہیں ہے اور قول اس کا بغیر اجازت مالک کے احتراز ہے امانت سے اور یہ اس واسطے کہا کہ مالک کا قبضہ زائل کر دیوے کہ غصب ہمارے اصحابؒ کے نزدیک زائل کرنا ہے قبضہ حق کا ساتھ ثابت کرنے قبضہ ناحق کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک غصب نام ہے قبضہ ناحق ثابت کرنے کا اور قبضہ حق زائل کرنا شرط نہیں ہے ہم کہتے ہیں کہ کلام ہمارا اس فعل میں ہے جو سبب تاوان کا ہے اور اس پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں مثلاً زوائد مغصوب ہمارے نزدیک مضمون نہیں ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک مضمون ہیں اس لئے کہ اثبات قبضہ ناحق کا موجود ہے گو کہ ازالہ قبض حق نہ ہووے اور اسی سبب سے غصب عقار میں اختلاف ہے اور آگے اس کا ذکر آوے گا اور ان ہی مسائل میں سے ہے وہ جو مصنف بیان کرتا ہے کذا فی الاصل۔

(۲) غیر کے نوکر اور جانور سے کام لینا

تو خدمت لینا غیر کے غلام سے اور غیر کے جانور پر بوجھ لادنا غصب ہے نہ غیر کے فرش پر بیٹھنا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ اول کی دونوں صورتوں میں نقل ہے غلام اور جانور کا ایک مکان سے دوسرے مکان تک جس سے ازالہ قبضہ مالک کا ہو گیا اور تیسری صورت میں فرش اپنے حال پر ہے بیٹھنے والے نے کوئی تصرف اس میں ایسا نہیں کیا جس سے مالک کا قبضہ زائل ہو جاوے اسی طرح بعض نے متفرع کیا کہ مویشی کا دور کر دینا مالک سے یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو جاویں اور کسی کو پکڑے رہنا یہاں تک کہ دوسرا اس کا دانت اکھاڑ لیوے ہمارے نزدیک غصب نہیں ہے اور شافعیؒ کے نزدیک غصب ہے اور ان دونوں مسئلوں کی تفریع مستقیم نہیں ہے اس لئے کہ اثبات قبضہ ناحق یہاں مفقود ہے پھر ایک اور قید تعریف غصب میں لگانا ضرور ہے کہ اس مال کا لے لینا بطور اخفا نہ ہووے تا کہ چوری نکل جاوے کذا فی الاصل۔

(۳) غصب کا حکم

اور حکم غصب کا یہ ہے کہ غاصب گنہگار رہتا ہے اگر اس

کومعلوم ہووے کہ شے مغصوب غیر کا مال ہے۔

فائدہ:۔ ورنہ گنہگار نہ ہوگا لیکن تاوان درصورت ہلاک عین اور ردعین درصورت بقاہر طرح واجب ہے طحطاوی متفق علیہ حدیث میں سعیدبن زید سے مروی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لے گا تو اللہ تعالیٰ سات طبقوں زمین کا اس کے گلے میں طوق ڈالے گا اور بخاریؒ کی روایت میں ہے کہ ساتوں زمین تک دھنسادیا جاوے گا اور امام احمدؒ نے یعلی بن مرہ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زمین کسی کی ناحق چھین لے گا تو روز محشر حکم ہوگا کہ اس کی مٹی اٹھاوے اور ایک روایت میں ہے کہ جس شخص نے ایک بالشت بھر زمین ظلم سے لے لی تو اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف دے گا اس کے کھودنے کی ساتویں زمین کے آخر تک پھر طوق ڈالے گا اس کے گلے میں دن قیامت تک یہاں تک کہ لوگوں کا فیصلہ ہووے ان حدیثوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زمین بھی سات ہیں جیسے آسمان سات ہیں۔

(۴) مغصوب چیز کی واپسی یا تاوان

اور جب تک شے مغصوب غاصب کے پاس قائم ہے تو اس کا پھیر دینا لازم ہے اور درصورت تلف ہو جانے کے تاوان اس کا دینا واجب ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ روایت کیا ابوداوٗدؒ و ترمذیؒ ونسائی ابن ماجہؒ نے سمرۃ بن جندبؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پر لازم ہے وہ چیز جو اس نے لے لی ہے یہاں تک کہ پھیر دیوے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حلال ہے کسی کو کہ لے لیوے چیز اپنے بھائی کی نہ ہنسی سے نہ غیر ہنسی سے اور جب تم میں سے کوئی دوسرے کی لاٹھی لیوے تو پھیر دیوے اس کو روایت کیا اس کو ابوداوٗدؒ اور ترمذیؒ نے اور روایت کی احمدؒ اور ابوداوٗد ونسائیؒ نے سمرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص پاوے اپنی چیز بعینہ کسی دوسرے کے پاس تو وہ حقدار ہے اس کا۔

(۵) ویجب المثل فی المثلے کالمکیل والموزون والعددی المتقارب اعلم انه جعل هذه الاقسام الثلثة مثلیاً مع ان کثیراً من الموزونات لیس بمثلے بل من ذوات القیم کالقمقمة والقدر ونحوهما فاقول لیس المراد بالوزنی مثل مایوزن عند البیع بل ما یکون مقابلته بالثمن مبنیاً علے الکیل اوالوزن اوالعددولایختلف بالصنعة فانه اذا قیل هذا الشئ قفیز بدرهم اومن بدرهم او عشرة بدرهم انما یقال اذالم یکن فیه تفاوت واذالم یکن فیه تفاوت کان مثلیا وانما قلنا ولا یختلف بالصنعة حتے لواختلف کالقمقمة والقدر لایکون مثلیاً ثم مالایختلف بالصنعة اماغیر مصنوع واما مصنوع لایختلف کالدراهم والدنانیر والفلوس النافقة فکل ذلک مثلے واذاعرفت هذا عرفت حکم المذروعات فکل مایقال یباع من هذا الثوب ذراع بکذا وهذا انما یقال فیما لایکون فیه تفاوت وهو مایجوزفیه السلم فانه یعرف ببیان طوله وعرضه ورفعته وقدفصل الفقهاء المثلیات وذوات القیم فلا یحتاج الی ذلک فیما یوجد له مماثل فی الاسواق بلاتفاوت یعتدبه فهو مثلے وما لیس کذلک فمن ذوات القیم وماذکر من الکیلے واخواته فمبنے علے هذا

(۵) تاوان کا معیار

تو تاوان مثل سے ہوگا اگر وہ چیز مثلی ہے جیسے وہ چیزیں جو وزن کرکے یا پیمانے میں بھر کر بکتی ہیں یا شمار کرکے لیکن مقدار میں قریب قریب ہیں۔(جیسے اخروٹ وغیرہ اصل میں یہاں تفصیل و تحقیق ہے) تو اگر مثل نہ ملے تو جو خصومت کے دن (یعنی حاکم کے حکم کے وقت درمختار) اس کی قیمت ہوگی دینا پڑے گی۔

فائدہ:۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک جو قیمت اس شے کی بازار میں نہ ملنے کے روز ہوگی دینا پڑے گی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جو قیمت غصب کے دن ہوگا دینا پڑے گی خزانہ میں ہے کہ قول امام ابوحنیفہؒ کا اصح ہے اور تحفہ میں ہے کہ وہ قول صحیح ہے اور نہایہ میں ابو یوسفؒ کے قول کو مختار کہا ہے اور ذخیرۃ الفتاویٰ میں محمدؒ کے قول کو مفتی بہ رکھا ہے۔ طحطاوی اور دلائل سب کے اصل میں مذکور ہیں۔

(۶) فان انقطع المثلی فقیمتہ یوم یختصمان ہذاعندابی حنیفۃ لان القیمۃ یجب یوم الخصومۃ وعند محمدؒ یجب یوم الانقطاع لانہ حینئذ ینتقل المثلی الی القیمۃ وعند ابی یوسفؒ یوم تحقق السبب وہو الغصب فانہ اذا انقطع المثل التحق الی مالامثل لہ اقول ہذا اعدل اذلم یبق شئ من نوعہ فی یوم الخصومۃ والقیمۃ تعتبر بکثرۃ الرغبات وقلتہا وفی المعدوم ہذا متعذر او متعسر ویوم الانقطاع لاضبط لہ وایضاً لم ینتقل الی القیمۃ فی ہذا الیوم اذلم یوجد من المالک طلب وایضاً عند وجود المثل لم ینتقل الی القیمۃ وعند عدمہ لاقیمۃ لہ وفی غیر المثلی قیمۃ یوم غصبہ کالعددی المتفاوت ای الشئ الذی یعد ویکون افرادہ متفاوتۃ لایراد ہٰہنا مایقابل بالثمن مبنیاً علی العد کالحیوان مثلاً فانہ یعد عندالبیع من غیران یقال یباع الغنم عشرۃ بکذا (۷) فان ادعی الہلاک حبس حتی یعلم انہ لو بقی لاظہر ثم قضی علیہ بالبدل وشرطہ کون المغصوب نقلیاً

(۶) غیر مثلی چیز کا تاوان

اور جو وہ چیز غیر مثلی ہے جیسے وہ چیزیں جو شمار سے بکتی ہیں اور ایک دوسرے میں فرق رکھتی ہیں مثل جانور وغیرہ کے تو اس کی قیمت جو دن غصب کے ہوگی دینا پڑے گی۔

فائدہ: اسی طرح جو مثلی مخلوط ہو غیر جنس سے جیسے گیہوں اور جو ملے ہوں یا تلوں کا تیل زیتون کے ساتھ ملا ہووے اور مانند اس کے چنانچہ نجس تیل کے ساتھ مخلوط ہووے تو اس کی قیمت دینا ہوگی۔

(۷) غاصب کے لئے قید

تو اگر غاصب کہے کہ شے مغصوب میرے پاس تلف ہوگئی تو حاکم اس کو قید کرے یہاں تک کہ معلوم ہو جاوے یہ بات کہ اگر شے مغصوب اس کے پاس موجود ہوتی تو ظاہر کرتا (اور اس حبس کی کوئی مدت مقرر نہیں بلکہ مفوض بہ رائے حاکم ہے تبیین) پھر اس پر عوض دینے کا حکم کرے۔

فائدہ:۔ خواہ وہ عوض مثلی ہو اگر شے مغصوب مثلی ہووے یا قیمت اگر وہ شے غیر مثلی ہووے اور جو مالک نے کہا کہ وہ شے مغصوب غاصب کے پاس تلف ہوگئی اور غاصب نے دعویٰ کیا کہ میں نے مالک کو پھیر دی اس کے پاس تلف ہوئی اور دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ غاصب کے اولیٰ ہوں گے۔

(۸) فلو غصبا عقاراً وهلک فی یده لم یضمن هذا عندابی حنیفة وابی یوسفؒ وعند محمد والشافعی رحمهما یجری فیه الغصب اما عندالشافعیؒ فلان حدالغصب هواثبات الید المطلة یصدق علیه واما عند محمدؒ فلان الغصب وان کان عنده ما ذکره لکن ازالة الید فی العقار یکون بما یمکن فیه لابالنقل وهما یقولان ان الغصب اثبات الید بازالة یدالمالک بفعل فی العین وهو لایتصور فی ا لعقار لان یدالمالک لاتزول الاباخراجه عنها وهو فعل فیه لافی العقار فصار کما اذابعد المالک عن المواشی وضمن ما نقص بفعله کسکناه وزرعه او باجارة عبد غصب ای ضمن العقار وغیره اما فی العقار کالسکنی والزرع وفی غیر العقار کما اذا غصب عبداً فاجره فعمل فعرض له مرض اونحافة ضمن النقصان (۹) وتصدق باجره واجر مستعاره وربح حصل بالتصرف فی مودعه او مغصوبه متعیناً بالاشارة وبالشراء بدراهم الودیعة او الغصب ونقدها فان اشارالیها ونقدغیرها اوالی غیرها ونقد ها او اطلق ونقدها لاوبه یفتی ای تصدق عندابی حنیفةؒ ومحمدؒ خلافاً لابی یوسفؒ باجر عبدغصب فاجره واخذالاجرة فکذا باجرة عبد مستعار فداجره واخذاجره وکذا تصدق بربح حصل بالتصرف فی المودع او المغصوب اذاکان ممایتعین بالاشارة وکذایتصدق بربح حصل بالشراء ودیعة او مغصوب لایتعین بالاشارة اذااشارالیها ونقدها فقوله او بالشراء عطف علی التصرف اماان اشارالیها ونقدغیرها اواشارالی غیرها ونقدها او اطلق ونقدها بان لم یشرالی شئ بل قال اشتریت بالف دراهم ونقد من دراهم الغصب اوالودیعة ففی جمیع هذه الصور یطیب له الربح ولایجب له التصدق

(۸) زمین کا غصب

(اور غصب کی شرط یہ ہے کہ شے مغصوب اموال منقول میں سے ہووے) تو اگر کسی شخص نے دوسرے کے عقار (یعنی مال غیر منقول چنانچہ گھر زمین وغیرہ) غصب کیا پھر وہ غاصب کے پاس ہلاک ہوگیا۔

فائدہ:۔ آفت سماوی سے جیسے سیلاب کی کثرت سے زمین ڈوب گئی یا گھر گر پڑا۔

☆ تو غاصب ضامن نہ ہوگا شیخینؒ کے نزدیک اور محمدؒ کے نزدیک ضامن ہوگا۔ (اور یہی قول ہے ائمہ ثلثہ باقیہ کا اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار اور دلائل سب کے اصل میں مرقوم ہیں) اور اگر اس میں کوئی نقصان ہوگیا اس کے فعل سے جیسے اس کی سکونت سے مکان بگڑ گیا یا اس کی کاشتکاری سے زمین میں نقصان ہوگیا تو نقصان کا ضامن ہوگا (باجماع سب علماء کے) جیسے منقول میں نقصان کا تاوان دینا ہوگا مثلاً ایک غلام غصب کر کے اس کو مزدوری میں لگایا اور اس وجہ سے وہ غلام بیمار یا دبلا ہوگیا تو تاوان نقصان کا دینا ہوگا (اگر مثلاً باغ غصب کر کے اس کے درخت کاٹ ڈالے تو تاوان دینا ہوگا درمختار)۔

(۹) مغصوب چیز کے کرایہ ونفع کا مصرف

غاصب نے اگر شے مغصوب کو اجارہ دے کر اس کا کرایہ لیا تو اس کرایہ کی رقم کو خیرات کر دیوے اسی طرح شے مستعار کی اجرت کو بھی للہ دیوے (یعنی فقراء کو تقسیم کر دیوے اپنے صرف میں نہ لاوے) اسی طرح جو نفع اس نے کمایا شے

مغصوب یا مستعار میں تصرف کر کے بشرطیکہ وہ شے اشارہ کرنے سے متعین ہووے۔ (یعنی اسباب کی قسم سے ہووے درہم اور دینار نہ ہووے)

یا امانت کے یا غصب کے روپیوں کے بدلے میں کوئی چیز خرید کر وہی روپے دیئے اور اس میں نفع کمایا تو بھی تصدق کرے اور اگر خریدتے وقت امانت یا غصب کے روپیہ کے بدلے میں خریدا اور ادا اور روپے کئے یا خریدا اور روپیوں کے بدلے میں یا مطلق روپیوں کے بدلے میں خریدا اور ادا وہ روپیہ کئے جو مغصوب یا امانت تھے اور نفع کمایا تو اس کو تصدق کرنا ضرور نہیں ہے اور اپنے صرف میں لاسکتا ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

فائدہ:۔ اور قول مختار یہ ہے کہ مطلقاً یہ نفع حلال نہیں ہے اگر چہ بعد ادائے ضمان کے ہووے یہی قول صحیح ہے چنانچہ فتاویٰ نوازل میں ہے اور ابو یوسف کے نزدیک ہر حال میں حلال ہے جب جنس مختلف ہووے درمختار۔

(۱۰) فان غصب وغير وزال اسمه واعظم منافعه ضمنه وملكه بلاحل قبل اداء بدله كذبح شاة وطبخها وشيها او طحن بروزرعه وجعل الحديد سيفاً والصفر اناء والبناء على ساجة ولبن الساجة بالجيم خشبة منحوتة مهياة للاساس عليها وهذا عندنا لانه احدث صنعة متقومة يصير حق المالك هالكاً من وجه وعندالشافعیؒ لا ينقطع حق المالك عنه لان العين باق ولا يعتبر فعل الغاصب لانه محظور فلا يصير سبباً للملك (۱۱) فان ضرب الحجرين درهماً او ديناراً اواناء لم يملك هو لمالكه بلا شئ هذا عندابى حنيفة لان الاسم باق ومعناه الاصلى الثمنية وكونه موزوناوهو باق حتى يجرى فيه الربواوعندهما يصيران للغاصب قياساً على غيرهما فان ذبح شاة غيره وطرحها المالك عليه واخذقيمتها او اخذها وضمنه نقصانها وكذالوحرق ثوباواوفوت بعض العين وبعض نفعه لاكله حتى لوفوت كل النفع يضمنه كل القيمة وفي يسير نقصه ولم يفوت شيًا منها ضمن مانقص

(۱۰) غاصب کا مغصوب چیز میں تبدیلی کرنا

اگر غاصب نے ایک شے کو غصب کر کے اس میں ایسا تغیر کیا جس سے اس کا نام بدل گیا اور اعظم منافع (یعنی اکثر مقاصد اس کے) فوت ہو گئے (جیسے ذبح کیا بکری کو اور پکایا اس کو یا بھونا اس کو یا گیہوں کو غصب کر کے اس کو پیس ڈالا کہ نام اس کا بدل گیا یعنی آٹا ہو گیا اور اکثر منافع بھی اس کے جیسے ہریسہ گنگھیاں وغیرہ فوت ہو گئے) تو غاصب پر تاوان اس کا واجب ہوگا اور غاصب اس کا مالک ہو جاوے گا قبل ادا کرنے تاوان کے لیکن قبل ادا کرنے تاوان کے اس کو نفع لینا اس شے سے درست نہیں ہے (اور جب تاوان اس کا دیدے یا مالک معاف کر دیوے یا قاضی اس سے تاوان لے لیوے تو درست ہے) مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے بکری غصب کر کے اس کو ذبح کیا پھر اس کو پکا ڈالا یا بھون لیا یا گیہوں غصب کر کے اس کو پیس ڈالا یا کھیت میں بو دیا یا لوہا غصب کر کے اس کی تلوار بنالی یا پیتل غصب کر کے اس کے برتن بنالئے یا ساگون یا اینٹ غصب کر کے اس کی عمارت بنوالی یہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے کہ اس کی صنعت متقومہ نے گردانا حق مالک کا ہلاک ایک وجہ سے اور امام شافعیؒ کے

نزدیک حق مالک کا اس سے منقطع نہیں ہوگا اس لئے کہ عین باقی ہے اور نہیں اعتبار کیا جاتا فعل غاصب کا اس واسطے کہ وہ ممنوع ہے پس نہ ہوگا سبب ملک کا۔

فائدہ:۔ بشرطیکہ قیمت عمارت کی اس ساگون کی لکڑی سے زیادہ ہووے اور جو مساوی ہو تو اس کو بیچ کر ثمن اس کی دلا دی جائے قاعدہ کلیہ اس مقام کا یہ ہے کہ ضرر شدید کو دور کریں گے واسطے ضرر خفیف کے پھر صاحب ضرر خفیف اپنا نقصان دوسرے سے لے لے گا درمختار۔

(۱۱) وہ تبدیلی جس سے چیز کا منافع باقی ہے

اگر غاصب نے سونا یا چاندی غصب کر کے اس کی اشرفی روپے بنواڈالے یا برتن بنوا لئے تو اس کا مالک نہ ہوگا بلکہ یہ چیزیں مالک کو دلا دی جاویں گی اور غاصب کو کچھ نہ ملے گا اگر ایک شخص کی بکری لے کر اس کو ذبح کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اس بکری کو غاصب کر دیوے اور اپنے دام لے لیوے یا بکری مذبوح لے لیوے اور اس کے نقصان کا تاوان بھی غاصب سے بھر لے یہی حکم ہے اگر غاصب کپڑے کو اس قدر پھاڑ ڈالے کہ کچھ منفعت فوت ہو جاوے اور کچھ باقی رہے اور جو ایسا پھاڑے کہ بالکل نفع اٹھانے کے قابل نہ رہے تو کل قیمت کا تاوان غاصب سے لیا جاوے گا اور جو بہت کم پھاڑے کہ منفعت سب باقی رہے تو صرف نقصان کا تاوان اس سے لیا جاوے گا۔

(۱۲) ومن بنى على ارض غيره او غرس امربالقلع والرد هذا فى ظاهر الرواية وعند محمدؒ ان كان قيمة البناء اوالغرس اكثر من قيمة الارض فالغاصب يملك الارض بقيمتها وللمالك ان يضمن له قيمة بناء او شجرامر بقلعه ان نقصت به اى ان نقصت الارض بالقلع ثم بين طريق معرفة قيمة ذلك فقال فتقوم بلاشجر وبناء وتقوم مع احدهما مستحق القلع فيضمن الفضل بينهما قيل قيمة الشجر المستحق للقلع اقل من قيمته مقلوعاً فقيمة المقلوع اذا نقصت منهااجرة القلع فالباقى قيمة الشجر المستحق للقلع فاذا كانت قيمة الارض مائة وقيمة الشجر المقلوع عشرة واجرة القلع درهما بقى تسعة دراهم فالارض مع هذا الشجر تقوم بمائة وتسعة دراهم فيضمن المالك التسعة (۱۳) فان حمر الثوب او صفر اولت السويق بسمن ضمنه ابيض ومثل سويقه او اخذهما وغرم مازاد الصبغ والسمن فان سود ضمنه ابيض او اخذه ولاشئ للغاصب لانه نقص هذا عندابى حنيفةؒ وعندهما التسويد كالتحمير قيل هذا الاختلاف بحسب اختلاف العصر فينظران نقصه السواد كان نقصاناً وان زاده يعذرزيادة وعند الشافعىؒ المالك يمسك الثوب ويأمر الغاصب بقلع الصبغ ما امكن ولا فرق بين السواد وغيره بخلاف مسالة السويق فان التميز غير ممكن له القياس على قلع البناء قلنا فى قلع البناء لايتلف مال الغاصب لان النقص يكون له وهنايتلف فرعاية الجانبين فيما قلنا والسويق مثلى فان طرحه على الغاصب ياخذالمثل بخلاف الثوب فيأخذ فيه القيمة.

(۱۲) دوسرے کی زمین میں شجرکاری یا تعمیر کرنا

اور جس شخص نے دوسرے کی زمین میں عمارت بنائی یا درخت گاڑے (بغیر اذن مالک کے درمختار) تو اس کو حکم ہوگا کہ اپنی عمارت یا درخت اکھیڑ لیوے اور زمین مالک کو سپرد کر دیوے۔ (اگر قیمت زمین کی عمارت اور درخت سے زیادہ ہووے اور یہی محمدؒ کا قول ہے اور ظاہر الروایۃ میں ہر طرح اکھیڑنے کا حکم ہے اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے درخت ظالم کو کچھ حق روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے سعید بن زیدؓ سے) اگر اس درخت یا عمارت کا اکھیڑنا مالک کی زمین کو ضرر پہنچاوے یعنی اس سے زمین ناقص ہو جاتی ہووے تو مالک کو پہنچتا ہے کہ غاصب کو قیمت اس عمارت اور درخت کی دے کر وہ بھی لے لیوے تو اس زمین کی قیمت بغیر درخت اور عمارت کے پہلے لگا کر پھر درخت کے ساتھ بھی لگادیں گے اور جس قدر دوسری قیمت پہلی قیمت پر زائد ہوگی مالک غاصب کو دے گا۔

فائدہ:۔ دوسری قیمت جو لگائی جاوے گی تو اس درخت یا عمارت کی وہ قیمت لگائی جاوے گی جو اکھیڑنے والے درخت یا عمارت کی ہوگی یعنی اکھیڑی ہوئی عمارت یا درخت میں سے اس کی اجرت اکھیڑنے کی مجرا کر کے باقی کو قیمت اس درخت یا عمارت کی قرار دیں گے مثلاً قیمت زمین کی سو روپیہ تھی اور قیمت اس درخت کی اگر وہ اکھیڑا ہوا ہوتا تو دس روپیہ تھی اور اکھڑوائی کی مزدوری ایک روپیہ ہے تو نو روپیہ قیمت درخت کی لگائی جاوے گی تو اب زمین مع شجر ایک سو نو روپیہ کی ہوگی تو مالک نو روپیہ کا تاوان غاصب کو دے گا اور درخت بھی لے لے گا کذا فی الاصل۔

(۱۳) کپڑے کو رنگ دیا یا ستو کو گھی میں ملا دیا

اگر غاصب نے کپڑے کو سرخ رنگا یا زرد رنگا یا ستو کو غصب کر کے اس کو گھی میں ملایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ غاصب سے سفید کپڑے کی قیمت اور ستو کی مثل ستو کے لیوے یا اسی کپڑے اور ستو کو لے کر غاصب کو رنگوائی اور گھی کے دام دے دیوے اور اگر غاصب نے اس کپڑے کو سیاہ رنگوایا تو مالک کو اختیار ہے خواہ سفید کپڑے کی قیمت لے لیوے یا وہی سیاہ کپڑا لے لیوے اور غاصب کو کچھ نہ دیوے اس واسطے کہ سیاہ رنگنے سے کچھ کپڑے کی قیمت نہیں بڑھتی بلکہ نقص ہو جاتا ہے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک سیاہی کا حکم بھی سرخ کا ہے۔

فوائد: (۱) اگر روپے غصب کر کے غاصب نے گلا ڈالے تو مالک کا حق اس کے عین میں زائل نہ ہوگا اگر چاندی سونا غصب کر کے اس کے روپے یا اشرفی بنائی تو مالک اس کو لے لے گا اور غاصب کو کچھ نہ دے گا۔

(۲) مالک کو اختیار ہے کہ تاوان شے کا غاصب سے لیوے یا غاصب غاصب سے یا کچھ اول سے اور کچھ ثانی سے۔

(۳) اگر ایک شخص نے اپنے واسطے قبر کھودی اور اس میں دوسرے شخص نے مردہ گاڑا تو وہ تین صورتوں پر ہے اگر وہ زمین قبر کھودنے والے کی مملوک ہووے تو اسکو مردہ اکھاڑنا اور زمین کا برابر کر دینا جائز ہے اور اگر زمین مباح ہو تو اس کو قبر کھودنے کی اجرت ملے گی اور اگر وقف کی ہووے تو اسی طرح اس کی اجرت ثابت ہے۔

(۴) دوسرے کے مال میں تصرف جائز نہیں مگر چند مسائل میں ایک والد کو اپنے ولد کے مال میں دوسرے ولد کو اپنے والد کے مال میں بقدر حاجت ضروری جیسے طعام یا دوا وغیرہ تیسرے مودع بالفتح کو درست ہے کہ مودع بالکسر کے مال میں سے اس کے والدین مفلس کو بقدر حاجت بلا اذن مودع بالکسر کے دیوے جب قاضی کا حکم حاصل کرنا وہاں ممکن نہ ہووے چوتھے حالت مسافرت میں اگر ایک شخص مرجاوے تو باقی رفقاء کو اس کا اسباب بیچنا اور اس کی تجہیز و تکفین کرنا اور باقی ورثا کو دینا درست ہے اور ان پر تاوان نہیں ہے کذا فی الدرالمختار والاشباہ۔

فصل (۱) ولو غیب ماغصب وضمن المالک قیمة ملکه خلافا للشافعیؒ لان الغصب لایکون سبباً للملک قلنا انما یملکه ضرورة ان المالک یملک بدله لئلایجتمع البدل والمبدل فی ملک شخص واحدبخلاف مالا یقبل الملک کالمدبر (۲) وصدق الغاصب فی قیمة مع حلفه ان لم یقم حجة الزیادة (۳) فان ظهر المغصوب وقیمة اکثروقد ضمن الغاصب وبقوله اخذه المالک وردعوضه او امضی الضمان وان ضمن بقول مالکه او بحجة او بنکول غاصبه فهو له ولاخیارللمالک لانه ثم ملکه لان المالک رضی بذلک حیث ادعی علیه هذا المقدار ونقد بیع غاصب ضمن بعد بیعه لااعتاق عبده ضمن بعده لان الملک المستند کاف لنفاذ البیع لاللاعتاق وزوائد الغصب متصلة کالسمن والحسن ومنفصلة کالولدوالثمر لایضمن الابالتعدیے او بالمنع بعد الطلب هذا عندنا وعندالشافعی مضمونة وقد مران هذا مبنے علے الاختلاف فی حدالغصب

مسائل متفرقہ متعلقہ غصب کے بیان میں

(۱) غاصب کا مغصوب کو چھپالینا

غاصب نے شے مغصوبہ کو چھپادیا اور مالک کو اس کی قیمت کا تاوان دے دیا تو اب غاصب اس شے کا مالک ہوجاوے گا۔

فائدہ:۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہ ہوگا۔ کذا فی الاصل اور دلیل ان کی اور ہماری اصل میں مذکور ہے تو غاصب اس کی کمائیوں کا بھی مالک ہوجاوے گا نہ اس کی اولاد کا در مختار۔

(۲) مغصوب غائب کی قیمت

قیمت مغصوب غائب میں اختلاف ہوا تو قول غاصب کا حلف سے مقبول ہوگا اگر مالک زیادتی قیمت گواہوں سے ثابت نہ کرے۔

فائدہ:۔ تو اگر مالک نے گواہ قائم کئے یا دونوں نے گواہ قائم کئے تو گواہ مالک کے مقبول ہوں گے اور غاصب کے گواہ مقبول نہ ہوں گے اور جو غاصب نے قیمت مغصوب کی بیان نہ کی لیکن یہ کہا کہ مالک کے قول سے کم ہے تو غاصب پر جبر ہو گا بیان قیمت پر اور جو بیان نہ کرے تو اس سے نفی زیادت پر قسم لی جاوے تو اگر قسم سے انکار کرے تو زیادتی قیمت کی اس کو لازم ہوگی اور جو قسم کھالیوے تو نہیں در مختار۔

(۳) قیمت دینے کے بعد غائب چیز ظاہر ہوگئی

اگر غاصب نے مالک کو شے مغصوب کی قیمت ادا کردی بعد اس کے وہ شے بھی پیدا ہوئی اور قیمت اس کی زیادہ نکلی اس قیمت سے جو غاصب نے مالک کو دی تھی اور مالک نے غاصب کی کہی ہوئی قیمت لی تھی تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی شے لے لیوے اور قیمت غاصب کو واپس کردیوے یا اس قیمت پر اکتفا کرے اور جو غاصب نے مالک کی کہی ہوئی قیمت دی تھی یا مالک نے جو قیمت گواہوں سے ثابت کی تھی یا نکول سے غاصب کے وہ دی تھی تو شے مغصوب غاصب کی ہوگی اور مالک کو کچھ اختیار نہ ہو گا اگر غاصب نے شے مغصوبہ کو بیع کرڈالا بعد اس کے اس کے مالک کو تاوان دیا تو بیع نافذ ہوجاوے گی اور جو آزاد کیا تو اعتاق نافذ نہ ہوگا اور زوائد شے مغصوب کے خواہ متصل ہوں جیسے غلام مغصوب موٹا ہو جاوے یا حسین ہو جاوے یا منفصل جیسے مغصوب کی اولاد اور اشجار کے پھل غاصب کے پاس امانت ہوں گے تو اس کا تاوان نہ دینا ہوگا مگر جب غاصب تعدی کرے یا بعد طلب کرنے مالک کے نہ دیوے تو البتہ ضمان لازم ہوگا۔

فائدہ:۔ اور شافعیؒ کے نزدیک زوائد کا ضمان مطلقاً لازم ہوگا کذا فی الاصل۔

(۴) وضمن نقصان ولادة معه وجبر بولد بقى به خلاف لزفر والشافعیؒ فان الولد ملکه فلا یصلح جابراً لملکة قلنا سببهما شیٔ واحد وهو الولادة ومثل هذا لایعد نقصانا (۵) فلو زنی بامة غصبها فردت حاملاً فولدت فماتت ضمن قیمتها هذا عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ وعندهما لایضمن لان الرد وقع صحیحاً وقد ماتت فی ید المالک بسبب حادث فی ملکه وهو الولادة وله انه لم یصح الرد لان سبب التلف حصل فی ید الغاصب بخلاف الحرة لانها لاتضمن بالغصب لیبقی الضمان بعد فساد الرد ثم عطف علی الحرة قوله (۶) ومنافع ماغصب سکنه او عطله فانها غیر مضمونة باجر عندنا سواء استوفی المنافع کما اذا سکن فی الدار المغصوبة او عطلها وعند الشافعیؒ مضمونة باجر المثل فی الصورتین وعند مالک مضمونة ان استوفی لا ان عطلها وهذا بناء علی عدم تقومها عندنا وان تقومها ضروری فی العقد (۷) واتلاف خمر المسلم وخنزیره وان اتلفهما الذمی ضمن خلاف للشافعیؒ فان الذمی تبع المسلم فلاتقوم فی حقه ولنا انه متروک علی اعتقاده

(۴) مغصوبہ لونڈی میں تبدیلی

اگر لونڈی مغصوبہ کی قیمت بچہ جننے سے کم ہوگئی تو کمی کا تاوان غاصب کو دینا ہوگا اور بچے سے اس کے نقصان قیمت کا جبر کیا جاوے گا اگر بچے کی قیمت بقدر نقصان ہو۔

(۵) غاصب کے حمل کی زچگی میں لونڈی کا مرجانا

اگر غاصب نے مغصوب لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیر دی اور وہ حاملہ تھی بعد اس کے مالک کے پاس ولادت سے وہ مرگئی تو غاصب اس کی قیمت کا تاوان مالک کو دے گا برخلاف عورت حرہ کے۔ (کہ اگر اس سے زنا کر کے حالت حمل میں پھیر دیا اور وہ ولادت سے مرگئی تو تاوان نہ آوے گا کیونکہ عورت حرہ مال نہیں ہے کہ اس میں غصب متحقق ہووے)

(۶) مغصوب کے منافع کا تاوان

مغصوب کے منافع کا تاوان غاصب کو دینا نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ برابر ہے کہ غاصب شے مغصوب سے منفعت اٹھاوے مثلاً مکان میں سکونت کرلے یا بیکار رہنے دیوے اور امام شافعیؒ کے نزدیک مضمون ہے باجر مثل دونوں صورتوں میں اور امام مالکؒ کے نزدیک مضمون ہے اگر اس سے پورنفع لیا ورنہ نہیں کذا فی الاصل۔

(۷) شراب وسور تلف کرنا

اگر کسی شخص نے مسلمان کی شراب یا سور تلف کردیا تو اس پر کچھ تاوان نہیں ہے اور جو ذمی کی شراب یا سور تھا تو تاوان لازم ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک لازم نہ ہوگا اس لئے کہ ذمی تابع مسلم کا ہے اور ہماری یہ دلیل ہے کہ وہ چھوڑا گیا ہے اپنے اعتقاد پر۔

(۸) ولو غصب خمر مسلم فخللها بما لاقیمة له کالنقل من الظل الی الشمس او جلد میتة فدبغه به ای بما لا قیمة له کالتراب والشمس اخذهما المالک بلاشیٔ ولو اتلفها ضمن ولو خللها بذی قیمة کالملح والخل ملکه ولاشیٔ علیه هذا عند ابی حنیفة وعندهما اخذها المالک واعطی مازاد الملح فلو دبغ به الجلد ای بشیٔ له قیمة کالقرظ والعفص اخذه المالک ورده مازاد الدبغ فیه ولو اتلفه لا یضمن هذا عند ابی حنیفة وعندهما یضمن الجلد مدبوغا ویعطیه المالک مازاد الدباغ فیه فالحاصل انه اذا خلل او دبغ بما لاقیمة له

اخذهما المالک لاان الاصل حقه ولیس من الغاصب سوے العمل ولاقیمة له امااذاخلل او دبغ بذی قیمة یصیر ملکاللغاصب ترجیحاً للمال المتقوم علے غیرالتقوم والفرق لابی حنیفة بین الخل والجلد ان المالک یاخذ الجلدولایأخذ الخل لان الجلد باق لکن ازال عنه النجاسات والخمر غیرباق بل صارت حقیقةً اخری وانما لایضمن الجلد عند ابی حنیفة اذا اتلفه لانه غصب جلدا غیر مدبوغ ولاقیمة له والضمان یتبع التقوم لکن العین اذاکانت باقیاً لایشترط

(۸) شراب کوسرکہ بنالیناوغیرہ

اوراگرمسلمان کی شراب غصب کرکے سرکہ بناڈالا اس طوز سے جس میں کچھ دام خرچ نہیں ہوتے جیسے دھوپ میں رکھ کے یامردہ جانور کی کھال لے کراس کی دباغت کی اس چیز سے جس میں دام خرچ نہیں ہوتے مثلاً مٹی اور دھوپ سے تو مالک اس کو لے لے گا اور غاصب کو کچھ نہ دے گا اور جو غاصب اس کو تلف کرڈالے تو ضامن ہوگا اور اگر اس کا سرکہ بنایا نمک ڈال کر یا سرکہ ڈال کر تو وہ غاصب کا ہوجاوے گا اور مالک کو کچھ نہ ملے گا۔ (یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مالک اس کو لے لے گا اور نمک کی زیادتی غاصب کو ادا کرے گا کذافی الاصل) اگر کھال کی دباغت مصالح لگا کر کی جیسے قرظ یا مازو سے تو مالک اس کو لے کر دباغت کا خرچ غاصب کو دے دیوے اور جو غاصب اس کو تلف کرڈالے تو ضامن نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک ضامن ہوگا جو اس کھال کی قیمت بعد دباغت کے ہووے اور امام صاحبؒ کی دلیل کا فرق اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے۔

(۹) وضمن بکسر معرف واراقته سکرٍومنصف وصح بیعها المغرف الة اللهو کا الطنبور والمزمار ونحوهما هذا عندابی حنیفة وعندهما لایضمن وعندابی حنیفة انما یضمن قیمة لغیراللهوففے الطنبور یضمن الخشب (۱۰) المنحوت واماطبل الغزاة والدف الذی بیاح ضربه فی الغرس فمضمون بالاتفاق (۱۱) وفی ام ولد غصبت فهلکت لایضمن بخلاف المدبر هذا عندابی حنیفة فان المدبر متقوم عنده لاام الولد وعندهما یضمنهما لتقومهما (۱۲) ومن حل عبد غیره او رباط دابته او فتح باب اصطبلها او قفص طائره فذهبت (۱۳) اوسعے الی سلطان بمن یؤذیه ولا یدفع بلارفع او من یفسق عطف علی من یوذیه ولایمتنع بنهیه او قال مع سلطان قدیغرم وقد لایغرم انه وجد مالا فیغرمه السلطان شیألایضمن ولوغرم البتة یضمن وکذالوسعی بغیرحق عند محمدؒ زجراً له وبه یفتے وعندابی حنیفة وابی یوسفؒ لایضمن الساعی لانه توسط فعل فاعل مختار وفی فتح باب الاصطبل والقفص خلاف محمدؒ لهماتوسط فعل المختار وله ان الطائر مجبول علے النفار.

(۹) گانے بجانے کے آلات توڑنا

جوشخص کسی کے گانے بجانے کے آلات توڑڈالے (جیسے بربط ستار دف طبل طنبور وغیرہ) تو اس پر تاوان لازم ہوگا۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک لازم نہ ہوگا اور امام صاحبؒ کے نزدیک جو لازم ہے تو وہ لازم ہے جو اس کی قیمت قطع نظر لہو سے ہے جیسے ستار میں

اس کی لکڑی تراشی ہوئی یا تار کا ضمان آوے گا۔

(۱۰) غازیوں کے طبل توڑنا، سکر اور منصف بہادینا

اور جو طبل غازیوں کا ہے یا دف وہ ہے جس کا بجانا حلال ہے شادی میں تو اس کا ضمان بالاتفاق آوے گا اسی طرح اگر کسی شخص کا سکر یا منصف (سکر نام ہے کچے پانی کا کھجور کے جب وہ تیز ہو جاوے اور منصف وہ پانی ہے انگور کا جس کا نصف جل چکا ہووے آگ پر پکانے سے اور بیان اس کا کتاب الاشربہ میں آوے گا) بہادیوے تو تاوان اس کا دینا ہوگا۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اسی طرح گانے والی لونڈی اور مینڈھا لڑائی کا اور کبوتر اڑنے والا اور مرغ لڑنے والا اور خصی غلام کہ ان سب چیزوں کی قیمت تلف کر دینے سے واجب ہوگی جوان کی قیمت نفس الامر میں ہووے قطع نظر صنعت معصیت سے درمختار۔

(۱۱) ام ولد اور مدبرہ کو غصب کرنا

اگر کسی شخص نے دوسرے کی ام ولد کو غصب کیا پھر وہ ہلاک ہوگئی تو اس پر تاوان لازم نہ آوے گا برخلاف مدبرہ کے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں کا تاوان لازم ہوگا اس لئے کہ دونوں متقوم ہیں اور امام صاحب کے نزدیک مدبرہ متقوم ہے نہ ام ولد۔

(۱۲) دوسرے کے غلام یا جانور کو بھگادینا

جس شخص نے دوسرے کے غلام کی بیڑی پاؤں سے کھول دی یا جانور کی رسی کھول دی یا اصطبل کا دروازہ کھول دیا یا پنجرہ پرندے کا کھول دیا اور یہ چیزیں جاتی رہیں۔

(۱۳) بادشاہ سے چغلی کھانا

یا بادشاہ سے ایسے آدمی کی چغلی کھائی جو اس کو ستاتا ہے اور حال یہ ہے کہ بدوں حاکم سے نالش کرنے کے وہ ستمگر مانتا نہیں ہے یا ایسے کی چغلی کھائی جو فسق کا مرتکب ہوتا ہے اور اس کے کہے سے باز نہیں آتا یا کسی ایسے بادشاہ سے جو کبھی ڈانڈ لیتا ہے اور کبھی نہیں لیتا یہ کہہ دیا کہ فلاں شخص نے مال پایا ہے پھر بادشاہ نے اس موذی یا فاسق یا مال پانے والے سے کچھ ڈانڈ لیا تو شخص مذکور پر اس کا تاوان نہ آوے گا البتہ اگر وہ بادشاہ ایسا ہو جو ہمیشہ ڈانڈ لیا کرتا ہو تو چغلخور پر تاوان لازم آوے گا اسی طرح ضمان لازم آتا ہے چغل خور پر اگر اس نے ناحق چغلی کھائی زجر اور توبیخ کے واسطے امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے اور شیخینؒ کے نزدیک لازم نہیں آتا اس لئے کہ اس میں توسط فعل فاعل مختار کا ہے اور درصورت کھولنے دروازے اصطبل اور پنجرے کے امام محمدؒ کے نزدیک ضمان لازم ہوگا شیخینؒ کی دلیل وہی توسط فعل فاعل مختار ہے اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان حیوانوں میں بھاگنا خلقی ہے۔

فوائد: اگر مسلمان نے ذمی سے شراب لے کر پی تو مسلمان پر قیمت اس شراب کی واجب نہ ہوگی تاوان حکم کرنے والے پر نہیں ہے بلکہ فعل کرنے والے پر ہے مگر کئی جگہ ایک سلطان دوسرے باپ تیسرے مولیٰ جب مامور صبی یا عبد ہووے اگر جوڑے میں سے ایک فرد تلف کر دے تو فرد باقی بھی اسی کو دی جاوے اور وہ تاوان کل کا ادا کرے ابو یوسفؒ نے کہا کہ ایک شخص نے زمین غصب کی اور اس میں مسجد بنائی اور دکانیں اور حمام تو اس مسجد میں نماز کا مضائقہ نہیں لیکن حمام میں نہ جانا چاہئے اور دکانوں کا کرایہ لینا بھی درست نہیں اور نماز بھی ہشامؒ کے قول میں مکروہ ہے اور جو لوگ ان دکانوں میں مغصوب جان کر رہتے ہیں ان کی شہادت مقبول نہیں درمختار وطحطاوی۔

حصہ اوّل ختم ہوا

ضمیمہ از ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“

غصب کی ہوئی چیز کا لین دین غصب شدہ چیز کی آمدنی استعمال کرنا بھی حرام ہے

س...... دو بھائی زید اور بکر ایک مکان کی تعمیر میں رقم لگاتے ہیں، مکان ان کے باپ کے نام پر ہے۔ زید بڑا اور بکر چھوٹا ہے۔ زید پاکستان میں ہی ایک سرکاری ادارے میں کلرک ہے جبکہ بکر باہر کے ملک میں کام کرتا ہے اور زید کے مقابلہ میں مکان کی تعمیر پر کئی گنا زیادہ خرچ کرتا ہے۔ کیونکہ بکر ملک سے باہر ہے لہذا زید اس کی غیر حاضری کا فائدہ اٹھا کر دھوکہ سے مکان اپنے نام کر لیتا ہے۔ جب بکر ملک میں آتا ہے تو اسے پتہ چلتا ہے کہ مکان پر زید نے قبضہ کر لیا ہے۔ اس پر معمولی جھگڑے کے بعد بکر کو گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔ بکر کو قانون کے بارے میں بالکل کچھ معلوم نہیں اور جب وہ قانونی معاملات کو سمجھتا ہے تو اس وقت تک یہ معاملہ قانون کے مطابق زائد از میعاد ہو جاتا ہے لہذا عدالت میں مقدمہ کرنے کا سوال ختم ہو گیا۔ وہ مکان جو کہ اس وقت دو منزلہ تھا اس میں زید خود بھی رہتا ہے اور دوسری منزل کرائے پر دی ہوئی ہے چونکہ مکان اچھا خاصا بڑا ہے لہذا کرایہ بھی کافی مل جاتا ہے۔ جس سے زید نے تیسری منزل بھی بنا ڈالی ہے اور اسے بھی کرائے پر چڑھا دیا ہے۔ زید کا ایک لڑکا بھی ہے جو کہ زید کے بعد مکان کا تنہا مالک ہو جائے گا۔ شریعت کی روشنی میں آپ یہ بتائیں کہ وہ کرایہ جو کہ زید اس مکان سے حاصل کر رہا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور اس کے بعد اس کا بیٹا جو کہ وہ کرایہ حاصل کرے گا اس کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے کیونکہ لڑکے کو علم ہے کہ زید کلرک کی حیثیت سے ایسا مکان بنانے کا اختیار نہیں رکھتا ہے اور یہ کہ اس مکان کے سلسلے میں اس کے چچا کا حق مارا گیا ہے اور اس کے باپ نے یہ مکان ناجائز طور پر غصب کر لیا تھا۔

ج...... زید کا اس مکان کو اپنے نام کرا لینا اور اپنے بھائی کو محروم کر دینا غصب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”جس نے کسی کی ایک بالشت زمین بھی غصب کی، قیامت کے دن سات زمینوں تک وہ ٹکڑا اس کے گلے کا طوق بنایا جائے گا اور وہ اس میں دھنستا رہے گا۔ (مسند احمد ص ۱۸۸ ج ۱)

زید جو اس غصب شدہ مکان کا کرایہ کھاتا ہے وہ بھی اس کے لیے حرام ہے اور اس کے لڑکے کو اگر اس کا علم ہے تو اس کے لیے بھی یہ آمدنی حرام ہوگی جو لوگ دوسروں کے حقوق غصب کرتے ہیں ان کے لیے آخرت کا خمیازہ بڑا سنگین ہوگا۔

غصب شدہ مکان کے متعلق حوالہ جات

س...... آپ نے مسئلہ کا حل مشتہر فرمایا ”غصب کردہ مکان میں نماز“ براہ کرم جواب کا حوالہ فقہ کا ہے یا حدیث شریف کی کتاب کا ہے۔ نام، صفحہ مفصل تحریر فرما دیں تا کہ عدالت شرعی کو رجوع کیا جاوے۔

ج...... اخبار جنگ یکم مئی ۱۹۸۱ء میں جو مسئلہ ”غصب کردہ مکان میں نماز“ کے عنوان سے درج کیا گیا ہے۔ اس کی بنیاد مندرجہ ذیل نکات پر ہے!

(۱) عقد اجارہ کی صحت کے لیے آجر اور مستاجر کی رضا مندی شرط ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ صفحہ ۴۱۱ ج ۴)

(۲)۔ اجارہ مدت مقررہ کے لیے ہو تو اس مدت کی پابندی فریقین کے ذمہ لازم ہے۔ اور اگر مدت متعین نہیں کی گئی بلکہ ''اتنا کرایہ ماہوار'' کے حصول پر دیا گیا تو یہ اجارہ تو ایک مہینے کے لیے صحیح ہوگا اور مہینہ پورا ہونے پر فریقین میں سے ہر ایک کو اجارہ ختم کرنے کا حق ہوگا۔ (فتاویٰ ہندیہ صفحہ ۴۱۶ ج ۴)

(۳) کسی شخص کی رضامندی کے بغیر اس کے مال پر اس طرح مسلط ہو جانا کہ مالک کا قبضہ زائل ہو جائے یا وہ اس پر قابض نہ ہو سکے غصب کہلاتا ہے۔ (فتاویٰ ہندیہ صفحہ ۱۱۹ ج ۵)

(۴) اور غصب کردہ زمین میں نماز مکروہ ہے۔

غاصب کے نماز روزے کی شرعاً کیا حیثیت ہے

س...... اگر کوئی کسی کا مال یا جائیداد ناجائز طور پر غصب کرتا ہے تو غاصب کی نماز، روزہ، زکوٰۃ حج اور دوسری عبادات اور نیکیوں کی شریعت میں کیا حیثیت ہے؟ جبکہ جس کا حق غصب کیا گیا ہو وہ انتقال کر چکا ہو لیکن اس کی اولاد موجود ہے۔ تو اس صورت میں غاصب کے لیے کیا حکم ہے؟

ج...... اگر وہ غصب شدہ چیز مالک کو واپس نہ کرے تو اس غصب کے بدلے میں اس کی نماز روزہ وغیرہ مظلوم کو دلائی جائیں گی۔

کسی کی زمین ناحق غصب کرنا سنگین جرم ہے

س...... ایک شخص کے منظور شدہ نقشہ میں زمین آگے کی جانب ساڑھے تیس فٹ چوڑی اور پشت کی جانب ساڑھے انتیس فٹ چوڑی اور اس کے پڑوسی کے نقشہ میں آگے کی جانب دس فٹ گیارہ انچ اور پشت کی جانب تیرہ فٹ ہے لیکن وہ پڑوسی کے نقشہ میں پشت کی جانب ساڑھے انتیس فٹ چوڑائی ہے۔ اپنے پڑوسی سے یہ کہہ کر اس کی دیوار گرا دے کہ تمہارے مکان کی دیوار بوسیدہ ہے جس وجہ سے میرے مکان کی تعمیر میں مزدوروں پر گر جائے گی لیکن جب تعمیر کے لیے بنیاد کھودے تو اپنی ساڑھے انتیس فٹ چوڑی سے بڑھ کر تیس فٹ یا اس سے بھی زیادہ حد میں تعمیر کر لے اور اپنے اس پڑوسی کی زمین کم کر دے جس کی منظور شدہ نقشہ میں تیرہ فٹ چوڑائی ہے تو جناب مولانا صاحب آپ بتائیں کہ کسی کی زمین دبانا اس کے لیے حلال ہے یا حرام؟ اور دنیا اور آخرت میں ایسے آدمی کو کن کن عذاب سے گزرنا ہوگا۔؟ اس سلسلہ میں کم از کم دو چار حدیثیں بمع بحوالہ کے جلد تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیجئے گا۔ پڑوسی بیمار رہنے کے علاوہ مالی حالت میں بھی کمزور ہے اور رشوت کے زمانے میں انصاف کا ملنا مشکل ہے اس لیے اس نے خاموش ہو کر خدا پر چھوڑ دیا۔

ج...... کسی کی زمین ظلماً غصب کرنا بڑا ہی سنگین جرم ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس شخص نے ایک بالشت زمین بھی ناحق لی اسے قیامت کے دن ساتویں زمین تک زمین میں دھنسایا جائے گا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس نے ایک بالشت زمین بھی ظلماً لی قیامت کے دن سات زمینوں تک اس کا طوق اسے پہنایا جائے گا۔ (مسند احمد ۱۸۸ ج ۱)

بیمار پڑوسی نے بہت اچھا کیا کہ اپنا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا، یہ ظالم اپنے ظلم کی سزا دنیا اور آخرت میں بھگتے گا۔

حضرۃ مولینا عبد الغفّار لکھنوی
کی اردو شرح وقایہ اخیرین نئی ترتیب
عنوانات، تسہیل مکمّل عربی متن
اور جدید مسائل پر تحقیقات کا اضافہ

الجز الرابع

ادارۂ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

كتاب الشفعة

(۱) هی تملک عقار علی مشتریه جبرا بمثل ثمنه ای بمثل ثمن المشتری وهو الثمن الذی اشتری به (۲) وتجب بعد البیع المراد بالوجوب الثبوت وتستقربالاشهاد اذحق الشفعة قبل الاشهاد متزلزل لانه بحیث لواخرالطلب تبطل فاذااشهد استقرای لاتطبل بعد ذلک بالتاخیر (۳) ویملک بالاخذبالتراضی اوبقضاء القاضی بقدر رؤس الشفعاء لاالملک ای انما تملک العقار اذااخذه الشفیع برضاه و برضی المشتری وقوله بقضاء القاضی عطف علی الاخذ لاعلی التراضی لان القاضی اذا حکم یثبت الملک للشفیع قبل (۴) اخذه للخلیط فی نفس المبیع ثم له فی حق المبیع ای ثم للشریک فی حق المبیع کالشرب والطریق خاصتین کشرب نهرلاتجری فیه السفن وطریق لاینفذ ثم لجار ملاصق بابه فی سکة اخری (۵) کواضع جذو ع علی الحائط انماذکرواضع الجذو ع لیعلم انه جارولیس بخلیط ولایشترط للجارالملاصق وضع الجذ ع حتی لولم یکن له شئ علی الحائط یکون جارا ملاصقا وعند الشافعیؒ لایثبت الشفعة للجاربل للاولین

(۱) شفعہ کی تعریف

شفعہ مشتق ہے شفع سے لغت میں جسکے معنی ملانے کے ہیں اور اصطلاح شرع میں شفعہ عبارت ہے مالک ہونے سے عقار پر جبراً اوپر مشتری کے بعوض مثل قیمت مشتری کے۔(یعنی جن داموں کومشتری نے لیا ہے انہیں داموں کو جبراًاس سے عقار لے لینا)

(۲) شفعہ کا وجوب واستحکام

اور واجب ہوتا ہے شفعہ بعد بیع کے یعنی ثابت ہوجاتا ہے اور مضبوط ہوجاتا ہے گواہ کرنے سے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ حق شفعہ کا قبل گواہ کرنے کے متزلزل ہے اس لئے کہ اگر وہ طلب میں تاخیر کرے گا تو شفعہ باطل ہوگا تو جب اس نے گواہ کردیئے شفعہ مضبوط ہو گیا کذافی الاصل۔

(۳) شفیع کے لئے حکم

اور شفیع اس عقار کا مالک ہوجاتا ہے مشتری کی رضامندی سے یا قاضی کے حکم سے اور شفعہ واجب ہوتا ہے بقدر شفیعوں کی تعداد کے نہ بقدر ملک۔

فائدہ:۔یعنی اگر دو تین آدمی ایک عقار کے شفیع ہوں تو وہ عقار علی السویہ سب میں تقسیم ہوگا نہ بقدر ملک مثلاً ایک زمین میں تین آدمی شریک ہیں ایک نصف کا دوسرے ثلث کا تیسرے سدس کا اب صاحب نصف نے اپنا حصہ بیچا اور دونوں شریکوں نے شفعہ طلب کیا تو نصف نصف عقار مبیعہ کا دونوں کو دلایا جاوے گا اور شافعیؒ کے نزدیک اس نصف عقار مبیعہ سے دو حصے صاحب ثلث کو اور ایک حصہ صاحب سدس کو ملے گا کذافی الدرالمختار۔

(۴) شفعہ کے حق دار

شفعہ اول اس شریک کو پہنچتا ہے جو ذات مبیع میں شریک

ہووے پھر جو حقوق مبیع میں شریک ہووے مثلاً پانی کے حصہ میں یا راہ میں شریک ہووے اور مراد پانی کے حصے اور راہ سے وہ ہیں جو مخصوص ہوں مثلاً پانی کا حصہ اس چھوٹی نہر کا جس میں کشتیاں نہیں چلتیں اور راہ وہ جو نافذ نہیں ہے۔

فائدہ:۔ اور جو پانی کا حصہ یا راہ عام ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا درمختار۔

☆ پھر ہمسایہ کو جو ملا ہوا ہو اور دروازہ اس کے مکان کا دوسرے کوچے میں ہو۔

فائدہ:۔ اور جو اس کا دروازہ اسی کوچے میں ہے اور وہ کوچہ غیر نافذہ ہے تو وہ شریک ہے حق مبیع میں نہ جار تو جب تک شریک فی المبیع موجود ہے شفعہ شریک فی حق المبیع اور جار کو نہ ملے گا پھر اگر وہ شفعہ نہ لیوے تو شریک فی حق المبیع کو ملے گا اور جار کو نہ پہنچے گا پھر اگر شریک فی حق المبیع بھی شفعہ نہ لیوے تو جار کو پہنچے گا لیکن اسی جار کو جس کی زمین یا مکان عقار مبیعہ سے ملاصق اور متصل ہے اور جو اس دونوں کے بیچ میں طریق نافذ موجود ہے تو اس کو حق شفعہ ثابت نہ ہوگا یہ ترتیب شفعیوں کی اور استحقاق امام اعظمؒ کے نزدیک ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہیں ہے ہماری دلیل بہت سی احادیث ہیں پہلی حدیث ابورافع کی روایت کیا اس کو بخاریؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حقدار ہے اپنے شفعہ کا دوسری حدیث انس بن مالکؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمسایہ زیادہ حق دار اپنے ہمسائے کے شفعہ کا انتظار کیا جاوے گا اگر وہ غائب ہو جب ہو راہ ان دونوں کی ایک روایت کیا اس کو امام احمدؒ اور چاروں عالموں نے اور راوی اس کے سب معتبر ہیں ان احادیث سے استحقاق ہمسایے کا واسطے شفعہ کے ثابت ہوا جو ترتیب کہ روایت کی صاحب ہدایہؒ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شریک زیادہ حقدار ہے خلیط سے اور خلیط زیادہ حقدار ہے شفیع سے شریک سے مراد شریک فی النفس المبیع ہے اور خلیط سے فی حق المبیع اور شفیع سے ہمسایہ کہا زیلعیؒ نے تخریج میں کہ یہ حدیث غریب ہے اور کہا ابن جوزیؒ نے کہ یہ حدیث غیر معروف ہے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں شریحؒ سے کہ خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع جار سے اور جار اپنے سوا اور لوگوں سے اور بھی روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہ کہا انہوں نے شریک اول حقدار ہے شفعہ کا تو اگر شریک نہ ہو تو ہمسایہ حقدار ہے اور خلیط احق ہے شفیع سے اور شفیع احق ہے اپنے سوا اور لوگوں سے انتہی اور قیاس کا مقتضی بھی یہی ہے کیونکہ شریک فی النفس المبیع ذات مبیع میں شریک ہے تو اس کا حق زیادہ ہے بعد اس کے وہ ہے جو ذات مبیع میں شریک نہ ہووے بلکہ حقوق میں شریک ہووے پھر وہ جو ہمسایہ ہووے۔

(۵) مبیعہ کی دیوار پر کڑیوں والا بھی ہمسایہ ہے

اور جس کی کڑیاں دیوار عقار مبیعہ پر رکھی ہوں تو وہ بھی ہمسایہ ہے۔

فائدہ:۔ یعنی شریک نہیں ہے اسی طرح جو ہمسایہ کہ اس کا گھر عقار مبیعہ کے سامنے ہے کوچہ غیر نافذہ میں تو اس کو بھی شفعہ ہے اور اگر کوچہ نافذہ میں ہے تو شفعہ نہیں ہے اگر کوئی شفیع غائب ہو تو شفیع حاضر کو کل شفعہ مل جاوے گا پھر جب شفیع غائب حاضر ہووے اور شفعہ طلب کرے تو اس کو بھی بلحاظ استحقاق شفعہ ملے گا اگر شفیع نے قبل بیع عقار مبیعہ کے اپنا شفعہ ساقط کر دیا تو اس کا اعتبار نہ ہوگا بعد بیع کے پھر طلب کر سکتا ہے شفیع یہ نہیں کر سکتا کہ عقار مبیعہ میں سے کچھ لیوے اور کچھ نہ لیوے بدوں رضامندی مشتری کے اور عقار وقف اور اس کے جوار میں شفعہ نہیں ہے درمختار۔

(٦) ويطلبها الشفيع في مجلس علمه بالبيع بلفظ يفهم طلبها كطلب الشفعة ونحوه مثل انا طالب للشفعة او اطلبهاواعتبارمجلس العلم اختيارالكرخي وعند بعض المشائخ ليس له خيارالمجلس حتى ان سكت ادنى سكوت تبطل شفعته وهو طلب المواثبة انما سمى بهذاليدل على غاية التعجيل كان الشفيع يثبت ويطلب الشفعة (٧) ثم يشهد عند العقارا و على من معه من بائع او مشتري فيقول اشترى فلان هذه الداروانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة واطلبها الأن فاشهدواعليه وهو طلب الاشهاد اعلم ان هذا الطلب انما يجب عند التمكن من الاشهاد عندالداراوعندصاحب اليد حتى لو تمكن ولم يشهد بطلت شفعته وفي الذخيرة اذاكان الشفيع في طريق مكة فطلب طلب المواثبة و عجز عن طلب الاشهاد عندالداراوعند صاحب اليديوكل وكيلا ان وجدوان لم يجديرسل رسولا او كتابافان لم يجدفهو على شفعته فاذاحضر طلب وان وجد ولم يفعل بطلت شفعته (٨) ثم يطلب عند قاض فيقول اشترى فلان داراكذاوانا شفيعها بدار كذالي فمره يسلم الي وهو طلب تمليك و خصومة و بتاخيره لاتبطل الشفعة وقال محمد اذا اخره شهر ابطلت وبه يفتى (٩) واذا طلب سال القاضي الخصم عنها اى عن مالكية الشفيع الدارالمشفوع بها

(٦) شفعہ کی پہلی طلب

شفعہ میں تین طلب ضرور ہیں پہلی یہ کہ شفیع کو جب بیع کی خبر پہنچے تو مجلس علم میں شفعہ کو طلب کرے ایسے الفاظ سے جن سے طلب شفعہ کی سمجھی جاوے مثلاً یوں کہے کہ میں نے شفعہ طلب کیا یا میں طالب ہوں شفعہ کا یا میں طلب کرتا ہوں شفعہ کو یہ اختیار ہے کرخی کا اور بعضوں کے نزدیک ضرور ہے کہ جس وقت شفیع کو خبر شفعہ کی پہنچے اسی وقت طلب شفعہ کی کرے اگر ذرا دیر بھی چپ رہے گا تو شفعہ اس کا باطل ہوگا (یعنی مجلس علم تک اختیار نہ ہوگا بلکہ خبر پہنچتے ہی طلب شفعہ ضرور ہے درمختار میں ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور اختیار کرخی اصح ہے اور متون سب اسی پر ہیں) اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ مواثبت کے معنی کودنے اور اچھلنے کے ہیں تو یہ طلب بھی غایت تعجیل کی ہے گویا شفیع کودتا ہے اور شفعہ طلب کرتا ہے کذا فی الاصل۔

(٧) دوسری طلب

پھر دوسری یہ کہ شفیع گواہ کرے عقار پر جا کر یا اس شخص پاس جس کے قبضے میں وہ عقار اس وقت ہووے خواہ بائع ہو یا مشتری پس کہے کہ فلاں شخص نے اس گھر کو خریدا ہے اور میں اس کا شفیع ہوں اور تحقیق کہ میں نے شفعہ طلب کیا تھا اور اب بھی طلب کرتا ہوں تو گواہ رہو اس بات پر اور اس طلب کو طلب اشہاد کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ یہ طلب ضرور ہے جب قادر ہو شفیع گواہ کرنے پر گھر کے پاس جا کر یا قابض کے پاس جا کر یہاں تک کہ اگر باوصف قدرت کے شفیع نے طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ اس کا باطل ہو جاوے گا اور ذخیرہ میں ہے کہ جب شفیع

مکے کے راستے میں ہووے اور اس نے بیع کی خبر سن کر طلب مواثبت کی اور عاجز ہوا طلب اشہاد سے گھر پر جا کر یا قابض کے پاس جا کر تو وہ ایک شخص کو وکیل کرے اگر پاوے اور جو کسی کو نہ پاوے تو ایک قاصد یا خط بھیج دیوے سو اگر یہ بھی ممکن نہ ہووے تو شفعہ اس کا باقی رہے گا تو جب حاضر ہو شفعہ کو طلب کرے اور جو یہ امور ممکن ہوویں اور نہ کرے تو شفعہ اس کا باطل ہو جاوے گا کذا فی الاصل۔

(۸) تیسری طلب

پھر تیسری طلب کرے شفیع شفعہ کو قاضی پاس سو کہے قاضی پاس جا کر کہ فلاں شخص نے ایک گھر ایسا خریدے کیا ہے اور میں اس کا شفیع ہوں بسبب اپنے ایک ایسے گھر کے تو حکم کرو خریدار کو کہ وہ گھر مجھے دے دیوے اور اس طلب کو طلب تملیک اور طلب خصومت کہتے ہیں اور اس طلب میں تاخیر کرنے سے شفعہ باطل نہیں ہوتا اور کہا امام محمدؒ نے کہ ایک مہینے تک اگر طلب خصومت نہ کرے تو اس کا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور اسی پر فتویٰ ہے۔

فائدہ:۔ اور ظاہر روایت یہ ہے کہ شفعہ باطل نہ ہوگا اس طلب کی تاخیر سے جب تک شفیع زبان سے اپنی شفعہ ساقط نہ کرے اور یہی مفتی بہ ہے اور یہی ظاہر مذہب ہے اور جب فتویٰ ظاہر الروایۃ اور غیر ظاہر مذہب پر ہووے تو ظاہر الروایۃ مقدم ہے کذا فی الطحطاوی۔

(۹) طلب شفیع کے وقت خصم سے سوال

اور جس وقت قاضی کے پاس شفیع شفعہ طلب کرے تو قاضی خصم (یعنی مدعیٰ علیہ مشتری) سے سوال کرے کہ شفیع اس عقار کا مالک ہے جس کے سبب سے دعویٰ شفعہ دوسرے عقار کا کرتا ہے۔

فائدہ:۔ زیلعیؒ نے کہا ملک شفیع کا سوال کرنا بعد طلب شفیع کے غیر مناسب ہے بلکہ قاضی مدعی سے اول سوال کرے قبل مدعیٰ علیہ کی طلب کے کہ گھر کون شہر کس محلے میں ہے اور اس کے حدود کیا ہیں اس واسطے کہ اس نے حق کا دعویٰ کیا تو وہ معلوم ہونا چاہئے اس لئے کہ دعویٰ مجہول صحیح نہیں ہے پھر جب وہ بیان کرے تو سوال کرے کہ مشتری گھر کا قابض ہے یا نہیں۔ اس واسطے کہ بلا قبض مشتری پر دعویٰ صحیح نہیں جب تک بائع حاضر نہ ہو۔ پھر جب اسکو وہ بیان کرے تو شفعہ کے سبب اور اس کے حدود سے سوال کرے اس واسطے کہ لوگ اس میں مختلف ہوتے ہیں شاید کہ وہ سبب غیر صالح کی وجہ سے دعویٰ کرتا ہووے یا وہ اور شخص احق کے سبب سے محجوب ہووے پھر جب سبب صالح کا بیان کرے اور محجوب نہ ہو تو اس سے سوال کرے کہ تجھ کو علم بیع کب سے ہوا اور تو نے کیا کیا تھا جب سنا تھا اس لئے کہ شفعہ باطل ہو جاتا ہے طول زماں اور اعراض یعنی طلب اول اور ثانی کے ترک کرنے سے تو اس کا ظاہر ہونا بھی ضرور ہے پھر جب اس کو بیان کرے تو طلب تقریر سے سوال کرے کہ کیونکر طلب کی اور کس کے پاس اشہاد ہوا اور جس کے پاس اشہاد واقع ہوا وہ اقرب تھا اپنے غیر سے یا نہیں پھر جب کہ شفیع یہ سب کچھ بیان کر دیوے اور کسی شرط کو فوت نہ ہونے دیا ہووے تو دعویٰ اس کا پورا اور کامل ہوگا تو اب مدعیٰ علیہ کی طرف قاضی متوجہ ہووے اور اس گھر کی ملک کا سوال کرے جس کی ملک کے سبب سے شفیع کو استحقاق شفعہ حاصل ہے طحطاوی۔

(۱۰) فان اقربملک ما شفع به ونکل الحلف علےٰ العلم بانه مالک کذاولوبرهن الشفیع ساله عن الشراء فان اقربه او نکل عن الحلف علیٰ الحاصل او السبب اعلم ان ثبوت الشفعة ان کان متفقا علیه یحلف علی الحاصل بالله مااستحق هذا الشفیع الشفعة علی وانکان مختلفا فیه کشفعة الجوار یحلف علےٰ السبب بالله مااشتریت هذه الدار لانه ربما یحلف علےٰ الحاصل بمذهب الشافعیؒ وقد سبق فی کتاب الدعوےٰ (۱۱) او برهن الشفیع قضی له بهاوان لم یحضرالثمن وقت الدعوی (۱۲) واذاقضی لزمه احضاره وللمشتری حبس الداربقبض ثمنه فلوقیل للشفیع اداالثمن فاخرلاتبطل شفعته (۱۳) والحضم البائع ان لم یسلم ای خصم الشفیع البائع ان لم یسلم المبیع الی المشتری ولا تسمع البینة علیه حتی یحضر المشتری فیفسخ بحضوره انما یشترط حضور البائع والمشتری لان الملک له والید للبائع فاذااسلم الی المشتری لایشترط حضور البائع لانه صاراجنبیا ویقضےٰ للشفیع بالشفعة

(۱۰) مدعیٰ علیہ سے قاضی کا دوسرا سوال

تو جب مدعیٰ علیہ اقرار کرے اس عقار کے مملوک ہونے کا واسطے شفیع کے یا انکار کرے قسم کھانے سے اپنے علم پر یا شفیع گواہ قائم کرے اپنی ملک پر نسبت عقار مذکورہ کے تو اب قاضی اس سے سوال کرے کہ تو نے دوسرا عقار خرید کیا ہے یا نہیں اگر وہ اقرار کرے خرید کا یا نکول کرے قسم سے حاصل پر یا سبب پر۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ جہاں پر ثبوت شفعہ کا متفق علیہ ہے جیسے شفعہ خلیط تو وہاں قسم حاصل پر دی جاوے گی مثلاً مدعیٰ علیہ کو یہ کہنا ہوگا کہ واللہ اس شفیع کا استحقاق شفعہ مجھ پر نہیں ہے اور جہاں مختلف فیہ ہے جیسے شفعہ جوار تو وہاں قسم سبب پر دی جاوے گی اس طرح پر کہ واللہ میں نے اس عقار کو نہیں خریدا اس لئے کہ اگر حاصل پر یہاں بھی قسم دی جاوے تو اس کو گنجائش ہے کہ شافعیؒ کے مذہب پر قسم کھالیوے اور اس کا ذکر کتاب الدعویٰ میں گزر چکا کذا فی الاصل۔

(۱۱) شفیع کے لئے حق شفعہ کا ثبوت

یا شفیع گواہ قائم کرے مدعیٰ علیہ کی خرید پر تو قاضی شفعہ کا حق شفیع کے لئے ثابت کر دیوے۔ اگر چہ شفیع وقت دعویٰ کے رقم ثمن نہ لایا ہووے۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ مدعیٰ علیہ شفیع کی طلب شفعہ کا منکر نہ ہووے اور جو منکر ہووے اور شفیع کے پاس طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے گواہ نہ ہوں تو قول مدعیٰ علیہ کا قسم سے مقبول ہوگا در مختار۔

(۱۲) رقم ثمن حاضر کرنا

اور جب شفیع کا شفعہ قاضی حکماً ثابت کر دیوے تو اب شفیع کو ثمن حاضر کرنا ضرور ہوگا اور مدعیٰ علیہ کو عقار کا روک رکھنا تاوصول ثمن پہنچتا ہے تو اگر شفیع نے ادائے ثمن میں تاخیر کی تو حق شفعہ باطل نہ ہوگا۔

(۱۳) شفیع کی خصومت بائع سے

اور جو بائع نے وہ عقار ابھی مشتری کے قبض میں نہ دیا ہووے تو خصم شفیع کا بائع ہوگا ولیکن گواہ نہ سنے جاویں گے بائع پر جب تک مشتری حاضر نہ ہووے اور فیصلہ شفعہ کا بائع پر کیا جاویگا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ مشتری مالک ہے تو اس کے حضور میں فسخ بیع کیا جاوے گا برخلاف اس صورت کے کہ مشتری کے قبضے میں وہ عقار آ گیا تو اب بائع کا حاضر ہونا ضرور نہیں ہے اس لئے کہ وہ اجنبی ہوگیا کذا فی الاصل۔

(۱۴) والعهدة على البائع حتى يجب تسليم الدار على البائع وعندالاستحقاق يكون عهدة الثمن على البائع فيطلب منه وللشفيع خيار الروية والعيب وان شرط المشترى البراء ة عنه (۱۵) وان اختلف الشفيع والمشترى في الثمن صدق المشترى اى مع الحلف لان الشفيع يدعى استحقاق الدار عندنقدالاقل والمشترى ينكره ولو برهن فالشفيع احق هذا عند ابى حنيفة و محمد و حجتهما ماذكرنا وايضايمكن صدق البينتين بجريان العقد مرتين فياخذالشفيع بالاقل و عند ابى يوسفؒ بينة المشترى احق لانها اكثر اثباتاً و ان ادعىٰ المشترى ثمناوبائعه اقل منه بلاقبضه فالقول له اى بلاقبض الثمن فالقول للبائع ومع قبضه للمشترى اى مع قبض الثمن فالقول للمشترى (۱۶) واخذفى حط الكل بالكل ومسألة حط البعض قدمرت فى باب المرابحة بقول والشفيع ياخذبالاقل فى الفصلين (۱۷) وفى الشراء ثمن مثلى بمثله و فى غيره بالقيمة و فى عقار بعقاراخذكل بقيمة الأخروفى ثمن موجل بحال او طلب فى الحال واخذبعدالاجل هذا عندنا واما عند زفروالشافعیؒ فى قوله القديم فله ان ياخذه فى الحال بالثمن الموجل ولوسكت عنه بطلت اى ان سكت عن الطلب وصبر حتى يطلب عندالاجل بطلت شفعته وفى شراء ذمى بخمر اوخنزير والشفيع ذمى بمثل الخمر و قيمة الخنزير والشفيع المسلم بقيمة كل (۱۸) و فى بناء المشترى و غرسه بالثمن و قيمتهما مقلوعين كما فى الغصب او كلف المشترى قلعهما اى اخذ الشفيع فيما اذابنىٰ المشترى او غرس بالثمن و قيمتها مقلوعين او كلف المشترى قلع البناء والغرس والمراد بقيمتهما مقلوعين قيمتها مستحقى القطع كمامر فى الغصب و عن ابى يوسفؒ انه لايكلف بالقلع بل يخيربين ان ياخذبالثمن و قيمة البناء او الغرس و بين ان يترك وهو قول الشافعیؒ لان التكليف بالقلع من احكام العدوان والمشترى ههنا محق فى البناء قلنا بنى فى موضع تعلق بهاحق متاكد للغيرمن غير تسليط (۱۹) ورجع الشفيع بالثمن فقط ان بنى او غرس ثم استحقت اى ان اخذالشفيع بالشفعة او بنى او غرس ثم استحقت الارض رجع بالثمن فقط ولايرجع بقيمة البناء اوالغرس على احدبخلاف المشترى فانه يرجع بقيمة البناء او الغرس على البائع لانه مسلط من جهته بخلاف الشفيع فانه اخذ جبرا (۲۰) وبكل الثمن ان خربت وجف الشجر اشترى دارافخربت او بستانا فجف الشجر فالشفيع ان ارادان ياخذبالشفعة ياخذ بجميع الثمن واخذالعرصة لاالنقض بحصتها ان هدم المشترى البناء انما ياخذ بالحصة لان المشترى قصدا لاتلاف و فى الاول تلف بافته سماويةٌ ولاياخذ النقض لانه ليس بعقار ولم يبق تبعا (۲۱) و فى شراء ارض مع ثمر نخيل فيها اولا ثمر عليها فاثمرمعه اخذها بثمر هاوبحصتها من الثمن ان جذه المشترى فى الاول وبالكل فى الثانى اشترى ارضاوذكرثمر النخيل فى البيع اذلايدخل بدون الذكر اوشرى ولم يكن على الشجر ثمرفاثمرفى يدالمشترى فالشفيع ياخذالارض مع الثمر فى الفصلين وان جذه المشترى فاشفيع ياخذالارض بدون ثمر النخيل لكن فى الفصل الاول ياخذ بحصة الارض من الثمن و فى الفصل الثانى ياخذبكل الثمن لان الثمر لم يكن موجوداوقت العقد فلايقابله شئ من الثمن.

(۱۴) عہدۂ ثمن اور شفیع کے لئے خیار

اور عہدۂ ثمن (جب وہ مبیع کسی اور کی نکلے) بائع پر ہوگا اور شفیع کو خیار الرویۃ اور خیار العیب ثابت ہوگا اگرچہ مشتری شرط کرلیوے برات کی ہر عیب سے۔

(۱۵) مشتری اور شفیع کا ثمن میں اختلاف

اور جو شفیع اور مشتری نے اختلاف کیا ثمن میں اس عقار کے۔ (اور گھر مشتری کے قبضے میں ہے اور ثمن بائع کو نقد مل گئی ہے درمختار) تو قول مشتری کا قسم سے مقبول ہوگا اور جو دونوں گواہ لائے تو شفیع کے گواہ مقبول ہوں گے۔ (طرفینؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مشتری کے اور فتویٰ طرفینؒ کے قول پر ہے) اگر مشتری نے قیمت زیادہ بیان کی اور بائع نے اس سے کم کہی تو اگر ثمن بائع لے چکا ہے تو قول مشتری کا ورنہ بائع کا صحیح سمجھا جاوے گا۔

فائدہ:۔ اور جس صورت میں اس کا عکس ہووے تو قبض ثمن کے بعد مشتری کا قول مقبول ہے اور قبل قبض کے دونوں کو قسم کھانا ہوگا اور جو نکول کرے گا طرف ثانی کا قول مقبول ہو جاوے گا اور جو دونوں نے قسم کھالی تو بیع فسخ ہو جائے گی اور شفیع بائع کی کہی قیمت دے کر عقار لے لے گا درمختار۔

(۱۶) بائع کا مشتری کو ثمن چھوڑ دینا

اگر بائع مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیوے تو شفیع کو پوری قیمت مشتری کو دینا ہوگی اور جو بائع کچھ قیمت مشتری کو چھوڑ دیوے تو اسی قدر شفیع سے بھی چھوٹ جاوے گی۔

فائدہ:۔ اور جو کچھ بائع بڑھا دیوے تو شفیع پر نہ بڑھے گی درمختار۔

(۱۷) بیع کے ثمن کے مطابق شفیع پر ثمن ہوگا

اگر مشتری نے ثمن مثلی کے بدلے میں عقار کو خریدا ہے تو شفیع بھی ثمن مثلی دیوے اور جو غیر مثلی سے خریدا تو شفیع اس کی قیمت مشتری کو دیوے۔ (یعنی جو قیمت روز خرید اس چیز کی ہووے درمختار) تو عقار کی بیع میں بعوض عقار کے ہر ایک عقار کا شفیع دوسرے عقار کی قیمت کے بدلے میں لیوے اور اگر بیع بعوض ثمن موجل کے ہو تو شفیع نقد دام دے کر لے لیوے یا شفعہ ابھی طلب کرے اور عقار بعد گزر جانے مدت کے ثمن دے کر لیوے اور جو شفعہ طلب نہ کیا تو شفعہ باطل ہوگا اگر ذمی نے عقار کو بعوض شراب یا سور کے خریدا اور شفیع بھی ذمی ہے تو شراب کی صورت میں شراب دے کر اور سور کی صورت میں قیمت اس کی دے کر عقار لے لیوے اور جو شفیع مسلمان ہو تو دونوں صورتوں میں قیمت دیوے۔

(۱۸) مشتری کا زمین میں درخت لگانا یا عمارت بنانا

اگر مشتری نے اس عقار میں عمارت بنائی یا درخت لگائے تو شفیع کو اختیار ہے کہ ثمن عقار کے ساتھ ان دونوں کی قیمت جو حالت استحقاق قلع میں ہے دے کر ان کو بھی لے لیوے یا مشتری پر جبر کرے کہ اپنا عملہ اور درخت اکھاڑ کر لے جاوے۔

(۱۹) زمین میں شفیع نے درخت وغیرہ لگائے پھر زمین کسی اور کی نکلی

اگر شفیع نے زمین لے کر اس میں عمارت بنائی یا درخت لگائے پھر وہ کسی اور کی نکلی تو شفیع مشتری سے صرف ثمن پھیر لیوے اور قیمت عمارت اور درخت کی کسی سے نہیں لے سکتا

برخلاف مشتری کے کہ اگر وہاں ایسی صورت ہووے تو وہ بائع سے ثمن پھیر لے اور قیمت درخت اور عمارت کی بھی لیوے۔

(۲۰) بیع کے بعد گھر یا باغ ویران ہوا یا مشتری نے گرادیا

اگر مشتری نے ایک گھر خریدا بعد اس کے وہ ویران اور خراب ہوگیا یا باغ خریدا اس کے درخت سوکھ گئے تو شفیع اگر اس کو لیوے تو پورا ثمن دے کر لیوے کچھ کم نہیں کر سکتا اگر مشتری نے مکان لے کر اس کو گرایا تو شفیع صرف زمین کی قیمت دے کر زمین لے لیوے اور اینٹ لکڑی چونا وغیرہ مشتری کا رہے گا۔

(۲۱) مشتری نے زمین اور درخت پھلوں سمیت خرید لئے

اور اگر مشتری نے زمین خریدی اور اس کے اندر کے درخت اسی کے ساتھ مع پھل مول لئے یا جس وقت خریدا اس وقت درخت پر پھل نہ تھے پھر لگ آئے تو شفیع ان دونوں صورتوں میں درخت مع پھلوں کے لے لے گا اور اگر مشتری نے ان کو کاٹ لیا تو صورت اول میں پھلوں کے دام مجرا لے کر شفیع قیمت زمین کی دیوے اور صورت ثانی میں کل ثمن ادا کرے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ پھل مشتری نے جس وقت خریدا تھا نہ تھے اگر شفیع کے لئے حکم شفعہ کا قاضی نے کردیا تو اب شفیع کو اس کا چھوڑنا جائز نہیں درمختار۔

باب ماهی فیه اولاومایبطلها

ای باب ما یکون فیه الشفعة اولا یکون وما یبطل الشفعة (۱) انما یحب قصدا (۲) فی عقار ملک بعوض هو مال و ان لم یقسم کرحی و حمام و بیرای الشفعة القصدیة تختص بالعقار بخلاف غیرالقصدیة فانها تثبت فی غیرالعقار فان الشجر والثمر یوخذ ان بالشفعة متبعاللعقارثم لابدان یکون العقار ملک بعوض حتے لوملک بهبة لاتبثت الشفعة ثم العوض لابدان یکون مالاحتے لوخولع علی دارلاتثبت الشفعة و انما قال وان لم یقسم لان الشفعة لاتثبت عندالشافعیؒ فیما لایقسم لان الشفعة لدفع مؤنة القسمة عنده و عندنا لدفع ضررالجوار (۳) لافی عرض و فلک و بناء و نحل بیعا قصدا حتی ان یبیع البناء والنخیل بتبعیة الارض تجب فیها الشفعة (۴) وارث وصدقة و هبة الابعوض ودارقسمت لان فی القسمة معنے الافراز وجعلت اجرة او بدل خلع او عتق او صلح عن دم عمداومهروان قوبل ببعضها مال فمن قوله او جعلت اجرة خلاف الشافعیؒ فان هذه الاعواض متقومة عنده ولنا ان تقوم المنافع ضرورے فلا تظهر فی حق الشفعة وکذاالدم والعتق واذاقوبل ببعضها مال کمااذاتزوجها علے دارعلے ان تردعلیه الفافلا شفعة فی جمیع الدارعندابی حنیفةؒ وقالاتجب فی حصة الالف اذفیها مبادلة مالیة وهو یقول معنی البیع تابع فیه ولهذا ینعقد بلفظ النکاح ولایفسد بشرط النکاح ولاشفعة فی الاصل فکذا فی التبع او بیعت بخیارالبائع (۵) وما سقط خیاره حتی اذا سقط الخیار ثبت الشفعة

باب.... جس میں شفعہ ہوتا ہے اور جس میں نہیں ہوتا اور جن سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(۱) شفعہ کا قصداً ہونا

شفعہ واجب ہوتا ہے قصداً۔

فائدہ:۔ یعنی شفعہ قصد یہ واجب ہوتا ہے بالذات نہ بالتبع اس واسطے کہ بالتبع زمین کے اشجار اور بنا میں بھی شفعہ ہو جاتا ہے لیکن بالذات اس میں نہیں ہوتا مثلاً فقط اشجار یا عمارت فروخت کئے جاویں بدوں زمین کے تو اس میں شفعہ واجب نہ ہوگا۔

(۲) شفعہ کا غیر منقول میں ہونا

اس شے غیر منقول میں جو ملک میں آوے عوض کے بدلے میں اور وہ عوض مال ہووے اگر چہ اس کی تقسیم نہ ہو سکے جیسے چکی اور حمام اور کنواں۔

فائدہ:۔ عوض کی قید سے ہبہ نکل گیا یہاں تک کہ اگر مالک نے مکان ایک شخص کو ہبہ کیا بلا عوض تو شفیع کو حق شفعہ نہ ہوگا البتہ اگر ہبہ بالعوض کرے گا تو شفعہ ثابت ہوگا اور مال کی قید سے وہ صورت نکل گئی کہ عقار کا عوض مال نہ ہو جیسے ایک گھر عوض میں مہر یا خلع کے دیا جاوے اور غیر مقسوم کے بیان سے یہ فائدہ ہے کہ شافعیؒ کے نزدیک غیر مقسوم میں شفعہ نہیں ہے اس لئے کہ شفعہ واسطے دفع کرنے محنت قسمت کے ہے اور ہمارے نزدیک شفعہ ہے کیونکہ شفعہ واسطے دفع ضرر جوار کے ہے۔ کذا فی الاصل مع زیادۃ۔

(۳) اسباب منقولہ میں تبعاً شفعہ ہوتا ہے

تو اسباب منقولہ اور کشتی اور عمارت اور اشجار میں جب تنہا بیچے جاویں بدوں زمین کے شفعہ نہیں ہے اور جو یہ تبعیت زمین کے بیچے جاویں تو ان میں بھی شفعہ واجب ہے۔

(۴) وہ معاملات جن میں شفعہ نہیں ہوسکتا

اسی طرح شفعہ نہیں ہے میراث اور صدقہ اور ہبہ بلا عوض اور اس گھر میں کہ تقسیم کیا جاوے شرکاء میں یا اجرت کے عوض میں دیا جاوے یا بدل میں خلع کے یا آزادی کے یا بدل میں صلح کے قتل عمد سے یا مہر میں اگر چہ بعض گھر کے مقابلے میں مال بھی ہو۔

فائدہ:۔ جیسے ایک مکان کو مہر مقرر کر کے اس پر نکاح کیا اس شرط سے کہ عورت ایک ہزار روپیہ پھیر دیوے تو تمام گھر میں شفعہ نہ ہوگا امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک ایک ہزار کے حصے میں شفعہ واجب ہوگا اور امام شافعیؒ کا عوض اجرت وغیرہ میں خلاف ہے کذا فی الاصل۔

(۵) وہ زمین جس میں بائع کو پھیر لینے کا اختیار

اگر عقار اس طرح بیع ہوا کہ بائع کو پھیر لینے کا اختیار ہے تو جب تک بائع کو اختیار رہے گا شفعہ واجب نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ پھر اگر اختیار ساقط ہوا تو شفعہ واجب ہو گیا بشرطیکہ شفیع اس وقت طلب کرے قول صحیح میں اور بعضوں کے نزدیک بیع کے وقت طلب کرنا ضرور ہے اور اس قول کی بھی تصحیح ہوئی ہے در مختار۔

(۲) او بیعافاسداوماسقط حق فسخه فانه اذا بیع بیعا فاسداوسقط حق الفسخ بان بنی المشتری.فیها یثبت الشفعة اورد بخیار رویة او شرط او عیب بقضاء بعد ماسلمت ای بیع وسلمت الشفعة ثم ردالبیع بخیارالرویة و بقضاء القاضی فلاشفعة لانه فسخ لابیع وتجب بردبلاقضاء و باقالة ای یثبت الشفعة فی الردبالعیب بلا قضاء القاضی لانه لما لم یجب الردفاخذه بالرضا صارکانه اشتراه وکذا تجب الشعفة بالاقالة لان الاقالة بیع فی حق الثالث

والشفيع ثالثهما (۷) وللعبد الماذون مديونا فی مبيع سيده ولسيده فی مبيعه ای تجب الشفعة للعبد الماذون حال كونه مديونا دينا محيطا برقبته و كسبه فله الشفعه فيما باع سيده وكذاللسيد حق الشفعة فيما باع العبد الماذون المذكور بناءً علی ان ما فی يده ملک له (۸) ولمن شری او اشتری له لالمن باع او بيع له او ضمن للدرک ای يجب الشفعة للمشتری سواء اشتری اصالة او وكالة وكذاتجب الشفعة لمن اشتری له ای لمن وكل اخر بالشراء فاشتری لاجل الموكل والموكل شفيع كان له الشفعة وفائدته انه لوكان المشتری او الموكل بالشراء شريكا وللدارشريک اخرفلهما الشعفة ولوكان هو شريكا وللدارجارفلا شفعة للجارمع وجوده ولايكون للبائع شفعة سواء كان اصيلا او وكيلا كذالا شفعة لمن بيع له ای ان وكل بالبيع والمؤكل شفيع فلا شفعة له وكذا اذاضمن الدرک فبيع وهو شفيع له لاشفعة له لان الاستخلاص عليه

(۶) وہ زمین جو بیع فاسد سے بکی

اگر عقار کی بیع بطور فاسد ہوئی تو جب تک حق فسخ باقی ہے شفیع کو شفعہ نہ پہنچے گا۔

فائدہ:۔اور جب حق فسخ ساقط ہو جاوے مثلاً مشتری اس میں عمارت بناوے تو شفعہ ثابت ہو جاوے گا کذافی الاصل۔

جو زمین خیار عیب وغیرہ کے سبب بائع کے پاس آ گئی

اگر بیع کے وقت شفیع نے شفعہ نہ لیا بعد اس کے مبیع بسبب خیار الرویہ یا خیار الشرط یا خیار العیب کے بحکم قاضی بائع کے پاس پھر آئی تو اب شفیع کو شفعہ نہ پہنچے گا اس لئے کہ یہ فسخ بیع ہے۔نہ بیع جدید اور جو بغیر حکم قاضی وہ شیٔ خیار العیب میں یا با قالہ بیع بائع کے پاس آئی تو حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۷) غلام اور مالک کا ایک دوسرے کے مال میں شفعہ

اور غلام ماذون مدیون بدین محیط رقبہ کو اپنے مولیٰ کے مال میں اور سید کو اپنے غلام ماذون مدیون مذکور کے مال میں حق شفعہ پہنچتا ہے۔

(۸) مشتری اور موکل کے لئے حق شفعہ

اور شفعہ ثابت ہے اس شخص کے لئے جو خود خرید کرے یا دوسرے کے لئے خریدے یا کوئی دوسرا اس کے لئے خریدے فائدہ اس کا یہ ہے کہ اگر مشتری یا موکل شریک ہوں اور ایک دوسرا اور شریک ہو تو مشتری اور موکل کو بھی شفعہ پہنچے گا۔(مثلاً ایک گھر میں تین شخص شریک ہیں اب ایک شریک نے دوسرے کو وکیل کیا تیسرے کا حصہ خریدنے کے لئے تو موکل شفیع ہے اور وکیل مشتری ہے تو دونوں کو حق شفعہ پہنچے گا کذافی الاصل) اور اگر مشتری شریک ہووے اور گھر کا ایک ہمسایہ ہووے تو شریک کے ہوتے ہوئے ہمسایہ کو شفعہ نہ پہنچے گا اور جو شخص بیچے اصالۃً یا وکالۃً یا اس کی طرف سے دوسرا شخص بیچے یا وہ ضامن ہو درک کا اور وہ شفیع ہو تو اس کا شفعہ ساقط ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔اس لئے کہ بیع اور ضمان درک مبیع کی عدم خواہش پر دلالت کرتی ہے لہذا شفعہ باطل ہو گیا۔

(۹) ولا فيما بيع الاذراعا من طول حدالشفيع هذا حيلة لاسقاط شفعة الجوار وهي ان تباع الدارالامقدار عرضه ذراع او شبراواصبع وطوله تمام مايلاصق من الدارالمبيعة دارالشفيع فانه اذالم يبع مالايلاصق دارالشفيع لاتثبت الشفعة (۱۰) او شرى سهما منهما بثمن ثم باقيها الافي السهم الاول هذا حيلة اخرى لاسقاط شفعة الجوار وهي انه اذاارادان يشترى الداربالف يشترى شيًا قليلامنها كسهم واحد من الف سهم مثلاً بالف الادرهماثم يشترى الباقي بدرهم فالشفيع لاياخذ الشفعة الافي السهم الاول بثمنه لافي الباقي لان المشترى صارشريكا وهواحق من الجار (۱۱) اوشرى بثمن ثم دفع عنة ثوبا الابالثمن هذه حيلة اخرى نعم الجواروغيره و هي مااذااريد بيع الداربمائة فيشترى الداربالف ثم يدفع ثوبايساوے و مائة في مقابلة الالف فالشفيع لاياخذه الابالف

(۹) حق شفعہ کے سقوط کے لئے پہلا حیلہ

اگر کسی نے اپنی زمین اس طرح بیچی کہ جو جانب شفیع کی طرف ملی تھی ادھر سے ایک ہاتھ کم کر کے فروخت کی۔ (یہ پہلا حیلہ ہے اسقاط شفعہ کا جو بسبب جوار کے ہووے صورت اس کی یہ ہے کہ گھر کو بیع کرے مگر ایک ہاتھ یا ایک بالشت یا ایک انگل کے موافق عرض میں اور طول میں جس قدر شفیع کی زمین سے ملی ہے چھوڑ کر باقی کو بیع کرے) تو شفیع کو شفعہ نہ پہنچے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ شفیع کو شفعہ صرف اتصال کی وجہ سے تھا اور اتصال مبیع سے یہاں نہ رہا۔

(۱۰) دوسرا حیلہ

یا ایک حصہ اس زمین کا پہلے خرید کرے اور پھر باقی تو شفیع کو صرف حصہ اول میں شفعہ پہنچے گا نہ ثانی میں۔

فائدہ:۔ یہ دوسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ ہمسایہ کے تدبیر اس کی یہ ہے کہ جب ایک گھر کے خرید کا ارادہ کرے بدلے میں ایک ہزار روپیہ کے تو اس کل گھر میں سے کسی قدر حصہ اگرچہ قلیل ہو جیسے ہزارواں حصہ اس گھر کا نوسوننانوے روپیہ کو خرید لیوے پھر باقی گھر ایک روپیہ کو خرید کرے تو ہمسایہ کو حق شفعہ صرف ہزارویں حصے میں گھر کے پہنچے گا اور اس کو بھی وہ نہ لے سکے گا بوجہ گرانی قیمت اور قلت مقدار زمین کے اور دوسرے حصے کو نہیں لے سکتا اس لئے کہ مشتری دوسرے حصے کے خریدتے وقت شریک تھا اور شریک مقدم ہے جار پر کذافی الاصل مع زیادة۔

(۱۱) تیسرا حیلہ

یا ثمن کے عوض میں خرید کر کے ایک کپڑا بائع کو دیدیوے تو شفیع نہیں لے سکے گا مگر کل ثمن کے بدلے میں۔

فائدہ:۔ یہ تیسرا حیلہ ہے واسطے اسقاط حق شفعہ شفیع کے برابر ہے کہ ہمسایہ ہو یا شریک صورت اس کی یوں ہے کہ ایک گھر سو روپے کی مالیت کا ہے اس کو ہزار روپے کے بدلے میں خرید کر کے عوض ہزار روپے زر ثمن کے بائع کو کپڑا یا اور کوئی جنس سو روپے کی مالیت کی دے دیوے تو شفیع اب اس گھر کو نہیں لے سکتا مگر ہزار روپے کے عوض میں کذافی الاصل۔

(۱۲) ولايكره حيلة اسقاط الشفعة والزكوة عند ابی يوسف رحمه الله و به يفتے فے الشفعة و بضده فی الزكوة اعلم ان حيلة اسقاطهما لايكره عندابے يوسف رحمه الله و يكره عند محمد رحمه الله و يفتے فی الشفعة بقول ابی يوسفؒ لانه منع عن وجوب الحق لااسقاط للحق الثابت وهكذا يقول فی الزكوٰة لكن هذا فی غاية الشناعة لانه ايثار للبخل وقطع رزق الفقراء الذين قدره الله تعالیٰ فی مال الاغنياء والانخراط فی سلک الذين يكنزون الذهب والفضة ولاينفقونها فی سبيل الله والاستبشاربما بشرهم الله تعالیٰ اقول الشفعة انما شرعت لدفع ضرالجوار فالمشتری ان كان ممن يتضرر به الجيران لايحل اسقاطها وان كان رجلاً صالحاً ينتفع به الجير ان والشفيع متعنت لايجب جاره فح يحتال فی اسقاطها (۱۳) ويبطلها تركه طلب المواثبة الی الاشهاد و تسليمها بعدالبيع فقط ای التسليم قبل البيع لايبطلها وتومن الاب اوالوصی اوالوكيل ای الوكيل بطلب الشفعة فان تسليم هؤلاء يبطل الشفعة عندابی حنيفة و ابی يوسفؒ خلافا لمحمد وزفرؒ فان هذا ابطال حق ثابت للصغير وانها شرعت لدفع الضرر ولهما انه فی معنے ترک الشراء وصلحه منها علے عوض وردعوضه ای الصلح علی العوض يبطل الشفعة لانه تسليم لكن الصلح غير جائز لانه مجردحق التملک فيجب ردالعوض وموت الشفيع

(۱۲) حیلہ کی حیثیت

حیلہ شرعی کرنا واسطے ساقط کرنے زکوٰۃ اور شفعہ کے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اور محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے مگر فتویٰ شفعہ میں ابو یوسفؒ کے قول پر ہے اور زکوٰۃ میں محمدؒ کے قول پر۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ زکوٰۃ عبادت ہے اس میں حیلہ کرنا انتہا کی برائی ہے اس لئے کہ یہ اختیار کرنا ہے بخل کا اور قطع ہے فقراء کے حقوق کا جن کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے اغنیا کے مال میں اور داخل ہو جاتا ہے زمرے میں ان لوگوں کے جن کی برائی اس آیت میں ہے والذين يكنزون الذهب والفضة ولاينفقونها فی سبيل الله الأية اور عذاب موعود آیۃ کریمہ کا مستحق ہونا ہے اور میں کہتا ہوں کہ شفعہ مشروع ہوا ہے واسطے دفع کرنے ضرر جوار کے تو مشتری اگر ایسا شخص ہے جس سے ہمسایے کے لوگ ایذا پاتے ہیں تو اسقاط شفعہ حلال نہیں ہے اور اگر مشتری مرد نیک ہے ہمسایے اس سے نفع اٹھاتے ہیں لیکن ناحق شفیع اس کا رہنا نہیں چاہتا تو اس وقت میں حیلہ کرے واسطے اسقاط شفعہ کے کذا فی الاصل۔

(۱۳) شفعہ باطل ہونے کی صورتیں

اگر شفیع نے طلب مواثبت نہ کی یا طلب اشہاد نہ کی یا بعد بیع کے شفعہ اپنا چھوڑ دیا اگر چہ شفعہ چھوڑ دینے والا باپ یا وصی یا وکیل ہو شفیع کا یا شفیع نے صلح کر لی اپنے حق شفعہ کے بدلے میں یا کسی عوض پر تو ان سب صورتوں میں شفعہ باطل ہو جاوے گا اور صورت اخیرہ میں شفیع کو وہ عوض بھی پھیر دینا ہوگا اسی طرح اگر شفیع مر جاوے تب بھی شفعہ باطل ہوگا اور اس کے ورثہ کو نہ پہنچے گا اور امام شافعیؒ کے نزدیک ورثہ کو حق شفعہ پہنچے گا۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ شفیع قبل قضائے قاضی بعد بیع کے مر جاوے اور جو بعد حکم قاضی کے مر جاوے قبل ادا کرنے ثمن کے یا بعد ادا کرنے ثمن کے تو ورثہ کو شفعہ ملے گا کذا فی الاصل۔

(۱۴) لاالمشتری فان الشفیع اذامات تبطل الشفعة ولاتورث عنه خلافاللشافعی رحمه الله لانها لیست بمال وهذا اذامات بعد البیع قبل القضاء اما اذامات بعد قضاء القاضی قبل نقد الثمن او بعده تصیر للورثة (۱۵) و بیع مایشفع به قبل القضاء بها لزوال سبب الاستحقاق قبل التملک بخلاف مااذاکان البیع بشرط الخیار (۱۶) فان سمع شراء ک فسلم فظهر شراء غیرک او بیعه بالف فسلم وکان باقل او بکیلی اووزنی اوعددی متقارب قیمته الف او اکثرفهی له وبعرض کذلک لا ای سمع البیع بالف فسلم وکان باقل او کان بکیلی او وزنی او عددی متقارب قیمته الف او اکثرفالشفعة ثابتة له لان هذه الاشیاء من ذوات الامثال فالشفیع یاخذبهاوربمایکون له الاخذبهذه الاشیاء ایسروان کانت قیمتها اکثرمن الالف فیکون له حق الشفعة بخلاف ما اذا ظهران البیع کان بعرض قیمته الف او اکثر لایبقی له الشفعة لان الشفیع یاخذهنا بالقیمة فان کانت قمیته الفا فقد سلم البیع به وان کانت قیمته اکثرفتسلیم المبیع بالف تسلیم المبیع بالاکثربالطریق الاولیٰ (۱۷) وشفیع حصة احدالمشتریین لااحدالباعة ای اشتری جماعة من واحد فللشفیع ان یاخذ نصیب احدهم و ان باع جماعة من واحد لایاخذحصة احدالبائعین ویترک حصه الباقیة ان شاء اخذکلها او ترک لان هنایتفرق الصفقة علے المشتری و ثمة لایتفرق وایضا یتحقق فی الاول دفع ضررالجار لافی الثانی والنصف مفرز بیع مشاعاً من دارفقسمااای اشتری نصفا مشاعا من دارفقسمه البائع والمشتری فالشفیع یاخذ النصف مفرزاً لان القسمة من تمام القبض

(۱۴) مشتری کا مرجانا

اگر مشتری مرجاوے تو شفعہ ساقط نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ بلکہ اس کے ورثہ سے شفعہ طلب کیا جاوے گا۔

(۱۵) شفیع کا اپنی جائیداد بیچ ڈالنا

اگر شفیع قبل اس بات کے کہ قاضی شفعہ کا حکم کرے اس جائیداد کو اپنی بیچ ڈالے جس کے سبب اس کو استحقاق شفعہ کا حاصل ہے تب بھی شفعہ اس کا باطل ہو جاوے گا۔ (الاجبکہ بیع بشرط خیار کرے یا بعد حکم قاضی کے بیچے۔

(۱۶) ایک دفعہ شفعہ چھوڑ کر دوبارہ لینا

اگر شفیع کو خبر پہنچی کہ مکان زید خریدتا ہے اور اس نے شفعہ چھوڑ دیا بعد اس کے معلوم ہوا کہ عمرو نے خریدا یا شفیع کو پہلے معلوم ہوا کہ مکان ہزار روپے کو فروخت ہوا تو اس نے شفعہ چھوڑ دیا پھر یہ کھلا کہ ہزار سے کم کو بکا یا ایسی چیز کیلی یا وزنی یا عددی متقارب کے بدلے میں بکا کہ قیمت اس کی ہزار یا زیادہ ہے تو شفیع کو پھر دعویٰ شفعہ پہنچے گا اور جو یہ کھلا کہ اسباب کے بدلے میں بکا جس کی قیمت ہزار روپے یا زیادہ ہے تو شفعہ نہ پہنچے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ کیلی وزنی اشیاء دینا کبھی شفیع کو آسان ہوتا ہے بہ نسبت زر نقد کے اور اسباب میں اگر اس کی قیمت ہزار روپے ہے تو شفیع کو ہزار روپیہ دینا ہوگا اور ہزاروں روپیہ پر وہ شفعہ چھوڑ چکا ہے اور اگر زیادہ ہے تو بطریق اولےٰ شفعہ نہ ہوگا کذا فی الاصل۔

(۱۷) کئی آدمیوں نے ایک مکان لیا یا کا مکان ایک آدمی نے لیا

اگر چند شخصوں نے ایک مکان ایک شخص سے لیا تو شفیع ایک شخص کا حصہ لے سکتا ہے اور جو چند شخصوں نے اپنا مکان ایک کے ہاتھ بیچا تو شفیع ایک بائع کا حصہ نہیں لے سکتا اگر ایک شخص نے اپنی زمین میں سے نصف بیچ ڈالی پھر اس کو تقسیم کیا یعنی اپنا نصف جدا کیا اور مشتری کا نصف علیحدہ کیا تو شفیع اس نصف کو لے سکتا ہے۔

فوائد: ابرائے عام سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے قضاء نہ دیانۃً اگر شفیع شفعہ کو نہ جانتا ہووے اگر دار مبیعہ کی ملک کا بھی دعویٰ ہے اور شفعہ کا بھی تو یوں دعویٰ کرے کہ میں اس گھر کی ملک کا دعویٰ کرتا ہوں اگر یہ گھر مجھے پہنچا تو بہتر ہے ورنہ میں شفعہ کے دعویٰ پر ہوں جس لڑکے کا کوئی ولی نہیں ہے تو اس کا شفعہ باطل نہ ہوگا اگر قاضی اس کی طرف سے کوئی کار پرداز مقرر کرے تو وہ شفعہ کو طلب کرے درمختار۔

ضمیمہ از ''آپ کے مسائل اور ان کا حل

اسلام میں حق شفعہ کی شرائط

اسلام میں حق شفعہ تو جائز ہے مگر اس کے مسائل ایسے نازک ہیں کہ آج کل نہ تو لوگوں کو ان کا علم ہے اور نہ ان کی رعایت کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حق شفعہ صرف تین قسم کے لوگوں کو حاصل ہے۔

اول: وہ شخص جو فروخت شدہ جائیداد (مکان، زمین) میں شریک اور حصہ دار ہے۔

دوم: وہ شخص جو جائیداد میں تو شریک نہیں، مگر جائیداد کے متعلقات میں شریک ہے۔ مثلاً دو مکانوں کا راستہ مشترکہ ہے یا زمین کو سیراب کرنے والی پانی کی نالی دونوں کے درمیان مشترک ہے۔

سوم: وہ شخص جس کا مکان یا جائیداد فروخت شدہ مکان یا جائیداد سے متصل ہے۔

ان تین اشخاص کو علی الترتیب حق شفعہ حاصل ہے۔ یعنی پہلے جائیداد کے شریک کو پھر اس کے متعلقات میں شریک شخص کو اور پھر ہمسائے کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔ اگر پہلا شخص شفعہ نہ کرنا چاہے تب دوسرا کر سکتا ہے اور دوسرا نہ کرنا چاہے تب تیسرا کر سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا ہوگا کہ فروخت کنندہ کی اولاد یا اس کے رشتہ داران تین فریقوں میں سے کسی فریق میں شامل نہیں ہیں تو ان کو محض اولاد یا رشتہ دار ہونے کی بناء پر شفعہ کا حق نہیں۔

پھر جس شخص کو شفعہ کا حق حاصل ہے، اس کے لیے لازم ہے کہ جب اسے مکان یا جائیداد کے فروخت کئے جانے کی خبر پہنچے فوراً بغیر کسی تاخیر کے یہ اعلان کرے کہ فلاں مکان فروخت ہوا ہے اور مجھے اس پر حق شفعہ حاصل ہے۔ میں اس حق کو استعمال کروں گا اور اپنے اس اعلان کے گواہ بھی بنائے۔

اس کے بعد وہ بائع کے پاس یا مشتری کے پاس (جس کے قبضہ میں جائیداد ہو) یا خود اس فروخت شدہ جائیداد کے پاس جا کر بھی یہی اعلان کرے تب اس کا شفعہ کا حق برقرار رہے گا ورنہ اگر اس نے بیع کی خبر سن کر سکوت اختیار کیا اور

شفعہ کرنے کا فوری اعلان نہ کیا تو اس کا حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے۔ ان دو مرتبہ کی شہادتوں کے بعد وہ عدالت سے رجوع کرے اور وہاں اپنے استحقاق کا ثبوت پیش کرے۔
اب آپ دیکھ لیجئے کہ آج کل جو شفعہ کیے جارہے ہیں ان میں ان احکام کی رعایت کہاں تک رکھی جاتی ہے۔

اس لیے اگر کسی سے آپ نے یہ سنا ہے کہ اسلام میں اس قسم کے حق شفعہ کی اجازت نہیں تو ایک درجہ میں یہ بات صحیح ہے۔ لوگ تو رائج الوقت قانون کو دیکھتے ہیں' شریعت میں کون سی بات صحیح ہے کون سی صحیح نہیں؟ اس کی رعایت بہت کم لوگ کرتے ہیں۔

كتاب القسمة

(۱) هى تعيين الحق الشائع (۲) وغلب فيها الافراز فى المثلے والمبادلة فى غيره (۳) فياخذ كل شريک حصته بغيبة صاحبه فى الاول لافى الثانى (۴) وان اجبر عليها فى متحدالجنس فقد عند طلب احدهم اى المبادلة غالبة فى غير المثلے مع انه يجبر علے القسمة فى غير المثلے اذا كان متحدالجنس مع ان المبادلة لايجرى فيه الجبر فانه انما يجبر عليها لان فيها معنے الافراز مع ان الشريک يريدالانتفاع بحصته فاوجب الجبر علے ان المبادلة قد يجرى فيها الجبر اذا تعلق حق الغير به كمافى قضاء الدين (۵) وينصب قاسم يرزق من بيت المال ليقسم بلا اجر وهوا حب وان نصب باجر صح وهو علے عددالرؤس هذا عندابى حنيفةؒ وقالاالاجر يجب علے قدرالانصباء لانه مونة الملک له ان الاجر مقابل بالتميز وهولايتفاوت بل قد يصعب فے القليل وقد ينعكس فتعذر اعتباره فاعتبراصل التميز (۶) ويجب كونه عدلاعالمابها

(۱) قسمت کی تعریف

قسمت کہتے ہیں ایک حصہ شائع (یعنی پھیلے ہوئے) کو جدا کر دینا اور معین کر دینا۔
فائدہ:۔ اور قسمت کا سبب طلب کرنا ہے سب شرکا کا یا بعض کا منفعت کو اپنی ملک سے تو اگر شریکوں کی طلب نہ پائی جاوے تو قسمت کرنا صحیح نہیں اور شرط قسمت یہ ہے کہ منفعت فوت نہ ہو جاوے تو دیوار اور حمام اور مانند اس کے قسمت نہ کئے جاوینگے درمختار۔

(۲) افراز و مبادلہ

جو چیز مثلی ہے تو اس کی قیمت میں افراز یعنی اپنے حق کا جدا کر لینا غالب ہے اور جو غیر مثلی ہے تو اس میں مبادلہ غالب ہے۔
فائدہ:۔ مثلی جیسے گیہوں چاول جو وغیرہ میں افراز اس لئے غالب ہے کہ اس کے اجزا اور ابعاض میں تفاوت نہیں اس واسطے کہ مثلاً گیہوں اور جو میں سے جو ایک شریک لیتا ہے وہ اس کے مثل ہے ظاہر اور باطن میں جو دوسرا شریک لیتا ہے اور غیر مثلی میں جیسے حیوانات اور اسباب اور زمین میں مبادلہ غالب ہوا اس لئے کہ ان میں تفاوت بہت ہوتا ہے چنانچہ ایک گھوڑا سو درم کا اور دوسرا ہزار درم کا تو اس کو عین حق قرار دینا ممکن نہیں ہے کیونکہ دونوں حصوں میں بالیقین مماثلت اور مساوات نہیں ہے۔

(۳) ایک شریک کا دوسرے کی غیبت میں حصہ لینا

تو ہر شریک حصہ اپنا دوسرے شریک کی غیبت میں مثلی میں لے سکتا ہے نہ غیر مثلی میں۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ مثلی میں تفاوت نہیں ہے برخلاف غیر مثلی کے درمختار۔

(۴) غیر مثلی متحد الجنس میں جبر

اگر چہ غیر مثلی کی قسمت پر بھی جبر کیا جاوے گا متحد الجنس میں۔

فائدہ:۔ یہ جواب ہے ایک سوال کا کہ مبادلہ غالب ہے غیر مثلی میں پھر کیا وجہ ہے کہ متحد الجنس غیر مثلی میں جبر کیا جاتا ہے قسمت پر باوجود اس بات کے کہ مبادلہ مال پر جبر نہیں کیا جاتا حاصل جواب کا یہ ہے کہ اگر چہ یہ مبادلہ ہے لیکن اس میں معنی افراز کے پائے جاتے ہیں اور شریک چاہتا ہے کہ اپنے حصے سے نفع اٹھاوے اس وجہ سے اس میں جبر جاری ہوا علاوہ اس کے کبھی مبادلہ میں بھی جبر ہوتا ہے جب اس سے غیر کا حق متعلق ہووے جیسے ادائے دین میں کذافی الاصل۔

(۵) قسمت کرنے والا

اور قسمت کرنے والا وہ ہو جو بیت المال سے اجرت دیا جاتا ہو تا لوگوں کے مال بغیر اجرت تقسیم کر دیا کرے اور یہ اولیٰ ہے اور جو اجرت پر مقرر کیا جاوے تب بھی صحیح ہے اور اجرت سب شریکوں پر برابر ہوگی۔

فائدہ:۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جس کا حصہ زیادہ ہو وہ زیادہ اجرت دیوے اور جس کا کم ہو وہ کم دیوے کیونکہ اجرت محنت ہے ملک کی امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ اجرت بعوض ممیز کر دینے کے ہے ایک حصے کو دوسرے حصے سے اور اس میں تفاوت نہیں قلیل اور کثیر میں بلکہ کبھی قلیل میں مشکل ہوتا ہے اور کثیر میں آسان اور کبھی اس کا الٹا ہوتا ہے اور اس کا اعتبار متعذر رہا پس سب شریکوں پر اجرت برابر ہوگی باعتبار اصل تمیز کے کذافی الاصل اور اجرت ناپنے اور تولنے اور پرکھنے اور چرانے اور لادنے والے کی اور محافظت کرنے والے کی باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے بقدر حصوں کے ہوگی درمختار

(۶) قاسم کی صفات

واجب ہے کہ قاسم عادل ہو اور علم قسمت کو خوب جانتا ہووے (اور عادل امانت دار ہووے درمختار)

(۷) ولايعين واحدلها لان الامر قديضيق على الناس والاجريصير غاليا (۸) ولايشرك القسام اى ان قسم واحد لايكون الاجر مشتركا بينهم فانه يفضي الى غلاء الاجر (۹) وصحت برضاء الشركاء الاعند صغر احدهم اذ خ لابدمن امر القاضي

(۷) ایک شخص کو متعین کرنا

اور حاکم یہ نہ کرے کہ قسمت کیلئے خاص ایک شخص کو مقرر کر دے (اس طرح پر کہ وہی شخص اجرت لے کر تقسیم کرے کیونکہ وہ اجرت گراں لے گا اور لوگوں کو بوجہ مجبوری کے دینا پڑیگی)

(۸) سب قاسموں کی اجرت مشترک ہونا

اور نہ یہ کہ اجرت قسمت کی سب قاسموں میں مشترک ہوا

کرے (ورنہ وہ آپس میں اتفاق کر کے اجرت گراں لیں گے)

(۹) قسمت کے لئے شریکوں کی رضامندی

قسمت صحیح ہے سب شریکوں کی رضامندی سے مگر جب ان میں کوئی شریک صغیر سن ہو (یا مجنون ہو جس کا کوئی نائب نہیں ہے یا کوئی شریک غائب ہووے جس کی طرف سے کوئی وکیل نہیں ہے کہ ان صورتوں میں قسمت لازم نہ ہوگی درمختار) بلکہ اس وقت اجازت قاضی کی (یا غائب یا صبی کی بعد بلوغ کے یا اس کے ولی کی درمختار) ضرور ہے۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ شرکا وارث ہوں اور جو مشتری ہوں تو قسمت باطل ہے اگرچہ ان اشخاص کی اجازت ہو جاوے جب تک وہ صبی بالغ ہو کر یا اس کا ولی اجازت نہ دیوے یا غائب حاضر نہ ہووے درمختار۔

(۱۰) وقسم نقلى يدعون ارثه بينهم وعقاريدعون شراء ه او ملكه مطلقافان ادعواارثه عن زيد لاحتى يبرهنوعلى موته وعددورثته عندابى حنيفة حضرجماعة عندالقاضى وطلبوا قسمة مافى ايديهم فان كان نقليا فان ادعواشراء ه او ملكه مطلقا قسم لكن هذا غير مذكور فى المتن فان ادعواارثه عن زيد قسم ايضاوانكان عقارافان ادعواشراه او ملكه مطلقاقسم ايضا اما اذا ادعوا ارثه عن زيد لايقسم عندابى حنيفة حتى يبرهنواعلى الموت وعددالورثة وعندهما يقسم كما فى الصورالاخرله ان ملك المورث باق بعدموته فالقسمة قضاعلى الميت فلا بدمن البينة بخلاف صورة الشراء لان الملك بعد الشراء غير باق للبائع وبخلاف غيرالعقار اذاادعوا ارثه لان القسمة تفيد زيادة الحفظ والعقار محصن بنفسه فلا احتياج الى القسمة فالمسئلة التى لم تذكر فى المتن يفهم حكمها من قسمة النقلى الموروث وكذا من قسمة العقار المشترئ بالطريق الاولىٰ فلهذالم يذكر ولاان برهنا انه معهما حتى برهن انه لهما الضمير فى انه يرجع الى العقار فقيل هذا قول ابى حنيفة والاصح انه قول الكل لانهما اذا برهنا انه معهما كان القسمة قسمة الحفظ والعقار غير محتاج الى ذلك فلابد من اقامة البينة على الملك ولوبرهنا على الموت وعددالورثة وهومعهما ومنهم طفل او غائب قسم ونصب من يقبض لهما اى ان حضروارثان وبرهنا على الموت وعددالورثة والعقار معهما ومن الورثة طفل اوغائب قسمه ونصب من يقبض للطفل او الغائب وعبارة الهداية والدارفى ايديهم فقيل هذا سهو والصواب فى ايديهما حق لوكان فى ايديهم لكان البعض فى يدالطفل او الغائب وسياتى امه ان كان كذلك لايقسم فان برهن واحد وشروا وغاب احدهم او كان مع الوارث الطفل اوالغائب اى شئ منه لا اى ان حضرواحد واقام البينة لايقسم اذلابدمن اثنين لان الواحد لايصلح مقاسماً ومقاسما ومخاصما ولوكان مقام الارث شراء وغاب احدهم لايقسم لان فى الارث ينتصب

احدالورثة خصماعن الباقين وان كان فی صورة الارث العقار او شیٔ منه فی یدالغائب اوالطفل لایقسم ایضالان القسمة تصیرقضاءً علی الغائب او الطفل من غیرخصم حاضر عنهما وقسم بطلب احدهم ای احدالشرکاء ان ـانتفع کل بحصته وبطلب ذی الکثیر فقط ان لم ینتفع الأخر لقلةحصته ای لایقسم بطلب ذی القلیل لانه لافائدة لهو فهو متعنت فی طلب القسمة وقیل علی العکس لان صاحب الکثیر یطلب ضرر صاحبه وصاحب القلیل یرضی بضرره وقیل یقسم بطلب کل واحد (۱۱) ولایقسم الابطلبهم ان تضرر کل للقلة

(۱۰) وہ اموال جن میں قسمت ہوگی

اور قسمت کیا جاوے وہ مال منقول جس کی میراث کا شرکاء دعویٰ کرتے ہیں یا اس کی شرا کا یا مطلق ملک کا اسی طرح غیر منقول اگر اس کی شرا یا ملک کا دعویٰ کرتے ہوں اور جو اس کی میراث کا دعویٰ کرتے ہوں تو وہ تقسیم نہ کیا جاوے گا امام صاحبؒ کے نزدیک یہاں تک کہ گواہ لاویں موت پر مورث کی اور ورثہ کی تعداد پر اور صاحبینؒ کے نزدیک تقسیم کر دیا جاوے گا مثل اور صورتوں کے ۔ اور قسمت نہ ہوگی اگر دو شخصوں نے دعویٰ کیا کہ عقار ان کے قبضے میں ہے جب تک وہ اپنی ملک پر گواہ نہ لاویں باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے اگر دو وارث ایک شخص کے قاضی پاس آئے اور انہوں نے مورث کی موت پر اور ورثہ کے شمار پر گواہ قائم کئے اور ایک عقار ان دونوں کے قبضے میں ہے اور منجملہ ورثہ ایک وارث نابالغ ہے یا غائب ہے تو عقار کو تقسیم کر کے قاضی ایک شخص کو مقرر کر دے گا جو طفل یا غائب کے حصے پر قبضہ کر لیوے اور جو ایک وارث حاضر ہوا اور اس نے گواہ قائم کئے موت مورث پر اور شمار ورثہ پر یا کئی شخصوں نے ایک چیز مل کر لی اب ایک خریدار غائب ہے اور باقی شریک حاضر ہیں یا کل یا بعض عقار اس طفل نابالغ یا غائب کے قبضے میں ہووے تو قسمت نہ کی جاوے گی مال مشترک قسمت کیا جاوے ایک شریک کی طلب سے اگر ہر شریک اپنے اپنے حصے سے نفع اٹھا سکے اور جو ایک کا حصہ زیادہ ہے اور دوسرے کا اس قدر قلیل ہے کہ وہ اس سے نفع نہیں اٹھا سکتا تو زیادہ حصے والا اگر قسمت طلب کرے گا تو قسمت ہوگی اور حصہ قلیل والے کی طرف سے قسمت نہ کی جاوے گی۔

فائدہ:۔اس لئے کہ صاحب حصہ قلیل کو قسمت میں کچھ نفع نہیں تو نقصان پہنچانے والا ہے طلب قسمت میں اور بعضوں نے برعکس کہا ہے یعنی صاحب کثیر کے چاہنے سے قسمت نہ ہوگی کیونکہ صاحب کثیر صرف نقصان چاہتا ہے صاحب قلیل کا اور صاحب قلیل اگر چاہے تو قسمت کی جاوے گی اس لئے کہ وہ اپنے نقصان پر آپ راضی ہے اور بعضوں نے کہا کہ ہر ایک کی طلب سے قسمت کی جاوے گی کذافی الاصل درمختار میں ہے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے نقلاً عن الخانیۃ

(۱۱) ضرر کی قسمت

اگر قسمت کرنے سے سب شریکوں کو ضرر ہوتا ہووے تو قسمت نہ ہوگی جب تک سب شریک طلب نہ کریں تقسیم کو

(۱۲) وقسم عروض اتحدجنسها لاالجنسان والرقيق والجواهر والحمام والبير والرحی الابرضائهم وقالايقسم الرقيق والجواهر بطلب البعض كمايقسم الابل وسائر العروض له ان التفاوت فاحش فی الأدمی فصار كالاجناس المختلفة وفی الجواهر قد قيل اذااختلف الجنس لايقسم (۱۳) ودور مشتركة اودار وضيعة اودار وحانوت قسم كل وحدها ای اذاكانت الدورقريبة بان كانت كلها فی مصرواحد قسم كل وحدها عندابی حنيفة وقالا يقسم بعضها فی بعض وان كانت الدور بعيدة ای فی مصرين فقولهما كقول ابی حنيفةؒ (۱۴) ويصور القاسم ما يقسم ويعدله ويذرعه ويقوم البناء ويفرزكل قسم بطريقه وشربه ويلقب السهام بالاول والثانی والثالث ويكتب اسماؤهم ويقرع والاول لمن خرج اسمه اولاً والثانی لمن خرج ثانيا ای يصور الدارالمقسومة علےٰ قرطاس ليرفع الی القاضی ويعدلها ای يسويها علےٰ سهام القسمة ويذرعها ويصورالذرعان علےٰ ذلک القرطاس بقلم الجدول فيكون كل ذراع فی ذراع بشكل لبنة ويقدرالبيوت والصفة وغيرهما بتلک الذرعان ويقوم البناء ويبتدء القسمة من ای طرف شاء فان جعل الجانب الغربی اولاً يجعل ما يليه ثانياثم مايليه ثالثا وهكذاويكتب اسماء اصحاب السهام اما علےٰ القرعة او غيرها فمن خرج اسمه اولايعطےٰ نصيبه من الجانب الغربی جملة من العرصة والبناء الی ان يتم نصيبه ثم من خرج اسمه ثانيا يعطےٰ نصيبه متصلابالاول وهكذاالی ان يتم سواء كانت الانصباء متساوية اومتفاوتة

(۱۲) قابل قسمت اسباب وعروض

اور قسمت کی جاوے ان اسباب اور عروض کی جن کی جنس متحد ہے (مثلاً صرف بکریاں ہوویں یا نرے اُونٹ ہوویں یااورکوئی اسباب ایک قسم کا ہووے اور جو مال مشترک دو جنس کے ہوں یا کئی جنس کے جیسے بکریاں اور اونٹ یا اور اسباب مختلف جنس کے) یا غلام لونڈی ہوں یا جواہرات ہوں یا حمام ہو (یا کنواں یا چکی یا کتابیں درمختار) تو قاضی قسمت نہیں کرسکتا مگر جب سب شریک راضی ہوجاویں تقسیم پر۔

فائدہ:۔اور صاحبینؒ کے نزدیک رقیق اور جواہرات بعض شرکا کی طلب سے بھی تقسیم کردیئے جاویں گے جیسے اونٹ وغیرہ امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ آدمی میں بہت تفاوت فاحش ہوتا ہے تو مثل اجناس مختلفہ کے ہوئے اور جواہر میں بعضوں کے نزدیک اگر جنس مختلف ہو تو قسمت نہ ہوگی کذا فی الاصل ہم کہتے ہیں کہ جواہرات اگرچہ متحد الجنس ہوویں جب بھی ایک کی قیمت دوسرے سے بدرجہا متفاوت اور کم وبیش ہوتی ہے تو مساوات قیمت اس میں ممکن نہیں ہے اور جواہرالفتاویٰ میں ہے کہ کتابیں تقسیم نہ کی جاویں گی وارثوں میں لیکن ہر ہر وارث اس سے نفع حاصل کرے باری باری اور قسمت کتابوں کی اوراق کے شمار سے نہ ہوگی اسی طرح جلد جلد سے اگر ایک کتاب کئی جلد میں ہووے اور اگر وہ شریک باہم راضی ہوجاویں اس بات پر کہ کتابوں کی قیمت معین کی جاوے اور ہر شریک کچھ کتابیں لیوے قیمت کے حساب سے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں درمختار

(۱۳) کئی مشترک جائیدادوں کی تقسیم

کئی گھر مشترک ہیں یا ایک گھر اور زمین مشترک ہے یا ایک

گھر اورایک دکان مشترک ہے توہرایک کی قسمت جداجداہوگی۔

فائدہ:۔یعنی یہ نہ ہوگا کہ ایک شریک کوگھر دیدیا جاوے اور دوسرے کو زمین یا دکان یا دوسرا گھر دیدیا جاوے بلکہ ہر ایک میں علیحدہ علیحدہ قسمت کی جاوے گی اگر چہ سب گھر ایک شہر میں ہوویں امام صاحبؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک قسمت مجتمعہ ہوگی اگر وہ سب گھر ایک شہر میں ہیں اور جو دو شہروں میں ہیں تو بالاتفاق قسمت ہرایک کی علیحدہ علیحدہ کی جاوے گی کذافی الاصل۔

(۱۴) تقسیم کا طریقہ

اور قسمت کرنے والا شے مقسوم کا نقشہ کھینچے (قاضی کے دکھانے کے لئے درمختار) اور مقسوم کو قسمت کے حصوں پر تعدیل اور تسویہ کرے (اس طرح پر کہ اقل سہام کو دیکھ کر اس کے مخرج پر مقسوم کے حصے کرلیوے مثلاً کمتر سہام ثلث ہے تو شے مقسوم کے تین حصے کرے اور جو سدس ہے تو چھ حصے کرے علیٰ ہذا القیاس) اور گزوں سے اس کو پیمائش کرے اور عمارت کی قیمت مقرر کرے اور ہر حصے کی آمد کی راہ اور پانی جدا کر دیوے اور حصوں کا نام پہلے دوسرے تیسرے کے ساتھ رکھ دیوے اور جس کا نام پہلے نکلے اس کو پہلا حصہ دیوے اور جس کا نام دوسری بار میں نکلے اس کو دوسرا حصہ دیوے۔

فائدہ:۔یعنی قاسم اس کاغذ پر گزوں کولکھ کر جدول قلم سے ہر زراع فی ذراع کو بہ شکل خشت خام کے بناوے اور مکان اور سائبانوں کو ان ہی گزوں سے ناپ لیوے اور عمارت کی قیمت لگالیوے اور جس جانب سے چاہے قسمت شروع کرے تو اگر جانب غربی سے مثلاً شروع کرے تو اول حصہ کا نام پہلا حصہ رکھے پھر اس کے متصل دوسرا حصہ پھر تیسرا حصہ اسی طرح جتنے حصے ہوں اخیر تک بعد اس کے شرکا کے نام قرعہ پر یا کسی اور چیز پر لکھ کر پہلے جس کا نام نکلے اس کو ابتدا کی جانب سے جے حصے پہنچتے ہوں دے دیوے پھر دوسرے کو پھر تیسرے کو خواہ سب کے حصے برابر ہوں یا کم وبیش انتہیٰ کذافی الاصل۔

(۱۵) ولایدخل الدراهم فی القسمة الابرضاهم ای لایدخل فی قسمة العقار الدراهم الابالتراضے حتی ذاکان ارض وبناء تقسم بطریق القیمة عندابی یوسفؒ وعن ابی حنیفةؒ انه یقسم الارض بالمساحة فالذی وقع البناء فی نصیبه یردعلی الأخر دراهم حتی یساویه فیدخل الدراهم ضرورة وعن محمدؒ انه یردعلے شریکه من العرصة فی مقابلة البناء فاذابقی فضل ولایمکن التسویة فح یردللفضل دراهم لان الضرورة فی هذاالقدر (۱۶) فان وقع مسیل فی قسم وطریقه فی قسم اٰخر بلاشرط فیها صرف ان امکن والافسخت (۱۷) سفل ذوعلووسفل وعلومجرد ان قوم کل واحد وقسم بها عند محمدؒ وبه یفتے ای قسم بالقیمة عنده وعندابی حنیفة یقسم بالذراع کل ذراع من السفل فے مقابلة ذراعین من العلووعند ابی یوسفؒ یقسم بالذراع ایضالکن العلووالسفل متساویان

(۱۵) نقد روپے

اور نقد روپے گھر اور زمین کی قسمت میں داخل نہ کئے جاویں گے مگر شرکا کی رضامندی سے۔

فائدہ:۔تو اگر زمین میں عمارت بھی ہو اس کی قسمت قیمت سے ہوگی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ زمین برابر برابر تقسیم کر کے جس کے حصے میں

عمارت آوے وہ دوسرے کو موافق قیمت عمارت کے روپے پھیر دیوے تا حصہ برابر ہو جاوے تو ضرورت کے سبب سے روپے داخل کئے جاویں گے قسمت میں اور امام محمدؒ سے مروی ہے کہ جس کے حصے میں عمارت ہے وہ دوسرے شریک کو کچھ زمین واپس کر دیوے تو اگر اس سے بھی پورا نہ ہو تو کچھ روپے دیوے اس لئے کہ ضرورت اسی قدر میں ہے کذافی الاصل۔

(۱۶) مہری یا راہ کا فیصلہ

اور اگر گھر کی یا زمین کی قسمت ہوگئی اب ایک شریک کی مہری یا راہ دوسرے شریک کے حصے میں سے ہے اور اس کی شرط قسمت کے وقت نہیں ہوئی تھی تو راہ اور مہری اس کی بدل دیں گے اگر ممکن ہو ورنہ قسمت کو فسخ کر کے اس طرح تقسیم کریں گے کہ ہر ایک کے پانی بہنے کی اور آمد و رفت کی راہ جدا ہووے۔

(۱۷) اوپر نیچے مکانات کی تقسیم

اگر ایک مکان اوپر اور نیچے کا مشترک ہے اور ایک مکان نیچے کا خاص ایک شخص کا ہے اور اوپر کا مشترک اور ایک اوپر کا مکان خاص دوسرے کا ہے اور نیچے کا مشترک تو ان مکانات مشترکہ کی قیمت مقرر کر کے بلحاظ قیمت تقسیم کئے جاویں امام محمدؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے۔

فائدہ:۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گزوں سے ناپ کر تقسیم کر دیں گے اس طرح پر کہ نیچے کے مکان سے ایک گز کے مقابل میں دو گز اوپر کے مکان سے دیں گے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بھی گزوں سے تقسیم ہوگا لیکن اوپر اور نیچے کا مکان برابر رہے گا کذافی الاصل۔

(۱۸) فان اقر احدالمتقاسمین بالاستیفاء ثم ادعی ان بعض حصته وقع فی یدصاحبه غلطا لا یصدق الابحجة قالوا لانه یدعی فسخ القسمة فلایصدق الابالبینة قال فی الهدایة ینبغی ان لایقبل دعواه للتناقض وفی المبسوط وفی فتاوی قاضی خانؒ مایؤیدهذاوجه روایة المتن انه اعتمد علی فعل القاسم فی اقراره باستیفاء حقه ثم لماتامل حق التامل فظهر الغلط فی فعله فلایوخذ بذلک الاقرار عند ظهورالحق (۱۹) وشهادة القاسمین حجة فیها ای فی القسمة هذا عندابی حنیفة وابی یوسف وعند محمد والشافعی لیست بحجة لانها شهادة علی فعل انفسهما قلنا لابل شهادة علی فعل غیرهما وهوالاستیفاء (۲۰) وان قال قبضته ثم اخذبعضه حلف خصمه ای قال قبضت حقی ولکن اخذ بعضه بعد ماقبضته حلف خصمه وان قال قبل اقراره اصابنی کذاولم یسلم الی تحالفا وفسخت لانه اختلاف فی مقدارما حصل له بالقسمة فصار کالاختلاف فی مقدار المبیع

(۱۸) تقسیم کے بعد دعویٰ کہ میرا کچھ حصہ دوسرے کے پاس چلا گیا

اگر بعد قسمت کے ایک شریک نے اپنے حصہ پانے کا اقرار کیا پھر کہنے لگا کہ کچھ زمین میرے حصے کی دوسرے شریک کے پاس چلی گئی غلطی سے تو اس کی تصدیق نہ ہوگی مگر گواہوں سے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ وہ چاہتا ہے فسخ قسمت کا تو نہ تصدیق کیا جاوے گا مگر گواہوں سے اور ہدایہ میں ہے کہ دعویٰ اس کا مقبول نہ ہونا چاہئے بسبب تناقض کے اور مبسوط اور فتاویٰ قاضی خاں میں بھی اسی کی تائید ہے اور روایت متن کی

یہ دلیل ہے کہ اس شریک نے قاسم کے فعل پر اعتماد کر کے اپنے حق پانے کا اقرار کرلیا پھر جب اس نے خوب سوچا تو اس کے فعل کی غلطی ظاہر ہوئی سو اس اقرار سے مواخذہ نہ کیا جاوے گا وقت ظاہر ہونے حق کے کذا فی الاصل میں کہتا ہوں کہ اگر چہ یہاں اس کے دعویٰ میں تناقض ہے لیکن تناقض محل خفا میں عفو ہے جیسا کہ اشباہ والنظائر اور اکثر کتب فقہ میں مصرح ہے۔

(۱۹) دو قاسموں کی گواہی

اگر دو شخص قاسم تھے تو ان کی شہادت احد الشریکین پر جب وہ انکار کرے اپنے حصے پانے کا مقبول ہے۔

فائدہ:۔ شیخینؒ کے نزدیک اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مقبول نہیں ہے اس لئے کہ یہ شہادت خود اپنے فعل پر ہے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ نہیں اپنے فعل پر شہادت نہیں ہے بلکہ احد الشریکین کے اقرار پر اس بات کی کہ میں نے اپنا حصہ سب پالیا۔

(۲۰) یہ دعویٰ کہ میرے حصہ سے دوسرے نے لے لیا

اور جو ایک شریک نے یہ کہا کہ میں نے اپنے حصے پر قبضہ کیا پھر دوسرے شریک نے اس میں سے کچھ لے لیا تو اس شریک کو حلف دلاویں گے اور جو قبل اقرار استیفائے حق کے اس نے یہ کہا کہ مجھ کو اس قدر حصہ پہنچا تھا اور دوسرے شریک نے اتنا نہ دیا تو دونوں قسم کھاویں اور قسمت فسخ کی جاوے۔

فائدہ:۔ اور جو شریک راہ کے عرض میں اختلاف کریں تو راہ کا عرض موافق دروازۂ مکان کے عرض کے کر دیا جاوے اور طول اس کا بقدر طول دروازے کے اور زمین بقدر چلنے بیل کے اور جو شریکوں نے شرط کر لی کہ مقدار راہ کی متفاوت رہے تو جائز ہے درمختار۔

(۲۱) فان استحق بعض حصة احدهما شاع اولالم تفسخ ورجع بقسطه فی حصة شريكه وتفسخ فی بعض مشاع فی الكل اعلم ان الاستحقاق اما فی بعض نصيب احدهما فان كان بعضاً شايعاً لا تفسخ عند ابی حنيفة وتفسخ عند ابی يوسفؒ والاصح ان محمد امع ابی حنيفة وصورته انهما اقتسماد ارافوقع النصف الغربی لاحدهما فاستحق النصف الشايع من هذه النصف الغربی فاذالم تفسخ فالمستحق منه بالخيار ان شاء نقض القسمة دفعاً لضرر التشقيص وان شاء رجع علی الأخر بالربع وان كان بعضا معينا من نصيب احدهما فقد قيل انه علی الاختلاف والصحيح انها لاتفسخ بالاجماع بل يرجع بقسطه فی حصة شريكه كمااذاكانت الداربينهما نصفين فقسمت فاستحق من يداحدهما بيت هو خمسة اذرع رجع بنصف مااستحق فی نصيب صاحبه وان كانت اثلاثاً ثلث لاحدهما والثلثان للأخرفان استحق من يدصاحب الثلث رجع بثلثی ما استحق وان استحق من يدصاحب الثلثين رجع بثلث مااستحق وان استحق البعض من نصيب كل واحد فان كان شائعاً فسخت القسمة وان كان معينا لم يذكر هذه المسئلة فاقول لاتفسخ القسمة بل يجعل هذا المستحق كان لم يكن فان كان الباقی فی يدكل واحد منهما بقدر نصيبه فلارجوع لاحدهما علی صاحبه وان نقص من نصيب احدهما يرجع بالحصة كما اذاكانت الدارنصفين والمستحق عشرة

اذرع خمسة من نصيب هذا وخمسة من نصيب ذلك فلا رجوع لاحدهما علی صاحبه وان كانت اربعة من هذا وستة من ذلك يرجع الثانی علی الاول بذرع (۲۲) وصحت المهاياة المهاياة مفاعلة من التهية او من التهيوفكان احدهما بهی الدارلانتفاع صاحبه اويتهياء للانتفاع به كمااذافرغ من انتفاع صاحبه فی سكون هذا بعضامن داروهذا بعضا وهذا علوها وهذا اسفلها او خدمة عبداهذايوما وهذايوما ای خدمة عبدزيد ايوما وعمروايوما كسكنے بيت صغيربان يسكن فيه زيد يوماً وعمر ويوماً وعبدين هذا هذا العبد والأخرالأخر ای يخدم زيد اهذاالعبد ويخدم عمروالعبد الأخر .

(۲۱) ایک کے حصہ میں کچھ زمین کسی اور کی نکلی

اگر بعد قسمت کے ایک کے حصے میں سے کچھ زمین معین یا غیر معین کسی مستحق کی نکلی تو قسمت کا فسخ کرنا ضرور نہیں بلکہ وہ شریک موافق اس حصے کے اپنا حصہ دوسرے شریک کی زمین سے لے لیوے اور جو ایک حصہ غیر معین کل زمین میں کسی شخص ثالث کا نکلا تو قسمت فسخ کی جاوے گی۔

فائدہ:۔ اور اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے اگر کسی کا جی چاہے تو دیکھ لیوے۔

(۲۲) شرکاء میں مہایاۃ

صحیح ہے باری باری نفع لینا شے مشترک سے جس کو مہایاۃ کہتے ہیں مثلاً ایک دار مشترک میں ایک طرف ایک شریک رہے دوسری طرف دوسرا شریک یا یہ اوپر کے مکان میں رہے اور دوسرا نیچے کے مکان میں رہے یا ایک غلام مشترک سے ایک دن یہ کام لیا کرے دوسرے دن دوسرا یا چھوٹے گھر میں ایک دن یہ رہے دوسرے دن دوسرا یا دو غلام مشترک ہوں ایک ایک سے کام لیا کرے دوسرا دوسرے سے۔

فوائد

(۱) اگر ترکہ تقسیم ہو گیا پھر میت پر دین نکلا تو قسمت کو فسخ کر ڈالیں گے مگر جب سب وارث مل کر قرض کو ادا کر دیں یا قرض خواہ اپنا قرضہ سب وارثوں کے ذمے سے معاف کر دیویں یا اور ترکہ اس قدر باقی ہو جو قرضے کو کافی ہو۔

(۲) اگر بعد قسمت ترکہ کے ایک وارث نے دعویٰ دین کیا تو مسموع ہے نہ دعویٰ عین۔

(۳) اگر بعد قسمت کے دوسرے حصے میں درخت کی ملک کا مدعی ہوا تو باطل ہے۔

(۴) اگر ایک شریک کے حصے کے درخت کی شاخیں دوسرے شریک کے حصے میں لٹکتی ہیں تو اس کو جبر اس درخت کے کاٹنے پر نہیں پہنچتا۔

(۵) اگر زمین مشترک میں احد الشریکین نے بغیر اذن دوسرے کی عمارت بنائی اور اس کے شریک نے عمارت کا رفع چاہا تو زمین قسمت کر دیں گے اگر جس نے عمارت بنائی اسی کے حصے میں آ گئی تو بہتر ہے ورنہ اس کو منہدم کر دیں گے اور یہی حکم درخت کا ہے البتہ اگر دوسرا شریک راضی ہو جاوے تو نہ گراویں گے۔

(۶) اگر سب شریک قسمت کو توڑ کر پھر اپنا حصہ مشترک کر لیں تو درست ہے۔

(۷) جو چیز قسمت فاسدہ سے مقبوض ہووے تو اس میں ملک قابض کی آ جاوے گی اور جو اس میں تصرف کرے گا

وہ نافذ ہوگا مثل مقبوض بہ شرائے فاسد کے۔

(۸) اگر مکان مشترک گر گیا اور ایک شریک اس کی تعمیر نہیں کرتا تو قسمت کردیویں اور جو قسمت نہ ہوسکے تو ایک شریک اس کو بنا کر کرایے پر چلاوے اور دام اپنے وصول کرلیوے اگر قاضی کے حکم سے بناوے ورنہ قیمت عمارت جو بنا کے وقت ہو پھر لیوے۔

(۹) انسان کو اپنی ملک میں تصرف کرنا اگرچہ ہمسایہ کو اس سے ضرر پہنچے درست ہے اسی پر فتویٰ ہے اور بعضوں نے کہا نہیں درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار۔

کتاب المزارعة

(۱) هی عقد الزرع ببعض الخارج (۲) ولا تصح عند ابی حنیفةؒ لماروی عن النبی علیه السلام نهی عن المخابرة ولانهااستیجارالارض ببعض ما یخرج من عمله فکان فی معنی قفیزالطحان (۳) وصحت عندهما وبه یفتی لتعامل الناس وللاحتیاج بهاوالقیاس علی المضاربة (۴) لشرط صلاحیة الارض للزرع واهلیة العاقدین (۵) وذکرالمدة (۶) ومرب البذر (۷) وجنسه (۸) وقسط الأخر (۹) والتخلیة بین الارض والعامل (۱۰) والشرکة فی الخارج فتبطل ان شرط لاحدهما قفزان مسماة او ما یخرج من موضع معین او رفع رب البذربذره اورفع الخراج وتنصیف الباقی هذااذاکان الخراج خراجا موظفااماااذاکان الخراج خراج مقاسمة کالربع والخمس لا یفسدالعقد کماشرط رفع العشرلان هذالایودی الی قطع الشرکة

(۱) مزارعت کی تعریف

شرع میں مزارعت عبارت ہے اس عقد سے جو زراعت پر منعقد ہو بتقرر بعض خارج۔

فائدہ:۔ یعنی تہائی یا چوتھائی اناج جو پیدا ہو ٹھہرانا مثلاً زید اپنی زمین عمرو کو اس شرط پر دیوے کہ عمرو اس میں زراعت کرے جو کچھ پیدا ہووے اس کی تہائی زید کو ملے باقی عمرو کو اسی کا نام مزارعت ہے۔ ارکان اس مزارعت کے چار ہیں۔ ایک زمین دوسرے تخم تیسرے محنت چوتھے بیل درمختار۔

(۲) امام اعظمؒ کا موقف

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ عقد صحیح نہیں ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا مخابرت سے۔(روایت کیا اس کو مسلمؒ نے جابرؓ سے اور مخابرت لغت میں اہل مدینہ کے مزارعت کو کہتے ہیں اور ایک روایت میں مسلمؒ کی صاف مزارعت کا لفظ موجود ہے) اور اس واسطے کہ یہ عقد در حقیقت اجارہ لینا ہے بعض پر اس چیز کے جو اجیر کے عمل سے نکلتی ہے تو مثل قفیز طحان کے ہوا اور وہ منع ہے۔

(۳) صاحبینؒ کا موقف

اور صاحبینؒ کے نزدیک صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ لوگ اس پر عمل کرتے چلے آئے ہیں اور حاجت ہے طرف اس کے مثل مضاربت کے اور اس واسطے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاملہ کیا تھا اہل خیبر سے اوپر نصف خارج کے خواہ پھل ہوں یا اناج ہو روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ و ترمذیؒ ابن ماجہؒ بخاریؒ مسلمؒ نے ابن عمرؓ سے ہدایے میں اس کا جواب دیا ہے کہ یہ معاملہ اہل خیبر کا مزارعت نہ تھا بلکہ خراج مقاسمہ کے طور پر تھا اور وہ امام صاحبؒ کے نزدیک جائز

ہے بالجملہ دلیل امام اعظمؒ کی ظاہر حدیث سے قوی ہے اور عمل کرنا مذہب صاحبینؒ پر بہ نظر ضرورت اور احتیاج کے ہے۔

(۴) مزارعت کی صحت کی پہلی اور دوسری شرط

لیکن مزارعت کے صحیح ہونے کے لئے کئی شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ زمین زراعت کے قابل ہووے دوسری شرط یہ ہے کہ عاقدین اہل ہوں۔

فائدہ:۔ یعنی عاقل ہوں تو مجنون اور صغیر غیر عاقل سے یہ عقد درست نہیں ہے لیکن صبی عاقل اور غلام اور کافر سے درست ہے طحطاوی۔

(۵) تیسری شرط

تیسری شرط یہ ہے کہ مدت مذکور ہو (موافق دستور کے اور درمختار میں ہے کہ ہمارے زمانے میں ذکر مدت ضرور نہیں اور اسی پر فتویٰ ہے)۔

(۶) چوتھی شرط

چوتھی شرط یہ ہے کہ تخم دینے والے کو معین کر دینا (یعنی بیج بونے کے لئے کون دیوے جس کی زمین ہے وہ دیوے یا جو محنت کرتا ہے وہ دیوے اس کی تعیین ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک موافق عرف کے عمل ضرور ہے درمختار)۔

(۷) پانچویں شرط

پانچویں شرط یہ ہے کہ جو چیز بوئی جائے اس کی جنس مذکور ہو۔ (یعنی باجرا یا جوار یا گیہوں)

(۸) چھٹی شرط

چھٹی شرط یہ ہے کہ دوسرے شخص کا حصہ مقرر ہووے۔

فائدہ:۔ یعنی جس کا بیج نہیں ہے اسکا حصہ مقرر کر دینا ضرور ہے۔

(۹) ساتویں شرط

ساتویں شرط یہ ہے کہ زمین محنت کرنے والے کے بالکل سپرد کر دی جاوے۔

فائدہ:۔ تو اگر صاحب زمین کا عمل بھی شرط ہو یا دونوں کا عمل مشروط ہووے تو عقد صحیح نہیں تخلیہ نہ ہونے کے سبب سے اور تخلیہ یہ ہے کہ زمین کا مالک کہے میں نے تجھ کو تسلیم کر دی کذافی الطحطاوی۔

(۱۰) آٹھویں شرط

آٹھویں شرط یہ ہے کہ جو غلہ پیدا ہووے اس میں دونوں کی شرکت نہ ہووے تو مزارعت باطل ہوگی اگر احدالعاقدین کے واسطے من یا دو من غلہ معین کر دیا گیا ہووے (یعنی مثلاً یہ کہہ دیا گیا ہووے کہ دس من غلہ فلاں کو ملے گا بعد اس کے نصفا نصف یا اثلاثاً تقسیم کرلیں گے مزارعت اس صورت میں اس لئے باطل ہے کہ احتمال ہے سوائے دس من غلے کے اور کچھ پیدا نہ ہووے تو مشارکت منقطع ہو جاوے گی پس ضرور ہے کہ جس قدر نکلے دونوں میں مشترک رہے) یا ایک مقام خاص میں جو غلہ نکلے وہ ایک کیلئے متعین کر دیا جاوے یا بقدر تخم کے صاحب تخم پہلے نکال لیوے یا بقدر خراج معین کے پہلے دیدیا جاوے پھر باقی تقسیم ہووے۔ (ان سب صورتوں میں مزارعت باطل ہے اس لئے کہ شاید اسی مقام خاص میں غلہ نکلے اور کہیں نہ نکلے یا بقدر تخم ہی کے پیدا ہو یا جس قدر خراج معین ہے اسی قدر غلہ نکلے زیادہ پیدا نہ ہووے پس مشارکت نہ رہے گی اور اگر خراج مقاسمہ ہو یعنی جو بقدر ثلث یا خمس خارج کے ہوتا ہے ہووے تو عقد مزارعت باطل نہ ہوگی جیسے عشر کی پہلے دے دینے کی شرط ہووے اس لئے کہ اس میں شرکت منقطع نہیں ہوتی بلکہ جس قدر پیدا ہوگا خواہ کتنا ہی قلیل ہو اس کا ربع یا خمس یا خراج مقاسمہ میں ہووے ادا کر کے باقی

بطور شرط کے تقسیم کرلیں گے کذافی الاصل) یا بھوسا ایک کا ہووے اور دانہ دوسرے کا (اس لئے کہ شرکت اس صورت میں منقطع ہو جاتی ہے اس میں جو مقصود زراعت ہے یعنی اناج کذافی الاصل) یا دانہ نصفا نصف ہووے اور بھوسا کا جو صاحب تخم نہیں ہے (اس لئے کہ یہ شرط خلاف ہے مقتضائے عقد کے کیونکہ بھوسے کا مستحق وہی ہے جس کے بیج ہیں)

☆ یا بھوسا نصفا نصف ہو اور دانہ ایک کا ہووے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ مقصود میں شرکت منقطع ہو جاتی ہے۔

(۱۱) اوالتبن لاحدهما والحب للآخرلقطع الشركة فيما هوالمقصود او تنصيف الحب والتبن لغيررب البذر لانه خلاف مقتضے العقد او تنصيف التبن والحب لاحدهما لقطع الشركة في المقصود فان شرط تنصيف الحب والتبن لصاحب البذراولم يتعرض للتبن صحت لان في الاول الشرط مقتضے العقد فانه نماء ملكه وفي الثاني الشركة فيما هوالمقصود حاصلة وح التبن لصاحب البذروعندالبعض مشترك تبعاً للحب (۱۲) وكذالوكان الارض والبذرلزيد والبقر والعمل لأخروالارض اوالعمل له والبقية لأخروبطلت لوكانت الارض والبقر لزيد او البذر والبقرله والأخران للأخراوالبذر له والباقي لأخر اعلم انها بالتقسيم العقلي على سبعة اوجه لانه اما ان يكون الواحد من احدهما والثلثة من اخروهذاعلى اربعة اوجه وهوانما ان يكون الارض اوالعمل اوالبذر اوالبقرمن احدهما والباقي من الأخر والا ولان جائز ان والثالث لا حتمال الربواوالرابع غير مذكور في الهداية وهوايضاً غير جائز لانه استيجار البقرباجرمجهول واما ان يكون اثنان من احدهما واثنان من الأخر وهو على ثلثة اوجه وذلك اماان يكون الارض مع البذراومع البقر او مع العمل من احدهما والباقيان من الأخروالاول جائزدون الأخرين اذلامناسبة بين الارض والعمل وكذابين الارض والبقر وعن ابي يوسفؒ جوازهذاواذا صحت فالخارج على الشرط ولاشئ للعامل ان لم يخرج

(۱۱) دانہ نصف نصف اور بھوسہ بیج والے کا

اور اگر یہ شرط کی کہ دانہ نصفا نصف ہو اور بھوسا تخم والے کو ملے یا بھوسے کا بالکل ذکر ہی نہ کیا تو درست ہے۔

فائدہ: اس لئے کہ اوّل صورت میں شرط موافق مقتضائے عقد کے ہے کیونکہ بھوسا اسی کی ملک کی افزائش ہے جس کا تخم ہے اور دوسری صورت میں مقصود یعنی اناج میں شرکت حاصل ہے تو اس صورت میں کل بھوسا صاحب تخم کو ملے گا اور بعضوں کے نزدیک مشترک رہے گا دانے کی متابعت سے کذافی الاصل۔

(۱۲) عقد مزارعت کی متعدد صورتیں

اسی طرح مزارعت درست ہے اگر تخم اور زمین ایک کی ہے اور بیل اور محنت دوسرے کی یا زمین ایک کی اور بیل اور محنت اور تخم ایک کا یا محنت ایک کی اور بیل اور زمین اور تخم ایک کا اور باطل ہے اگر زمین اور بیل ایک کا ہووے اور محنت اور تخم ایک کا ہو یا تخم اور بیل ایک کا ہو اور زمین اور محنت ایک کی ہو یا زمین اور عمل ایک کا ہووے اور بیل اور تخم ایک کا ہو یا تخم ایک کا ہووے اور بیل اور زمین اور محنت ایک کی ہووے۔

فائدہ:۔ کل صورتیں یہاں سات ہیں جس میں سے تین درست ہیں اور چار نادرست جیسا کہ مذکور ہوا اور تفصیل اور دلیل سب کی اصل میں مذکور ہے۔

(۱۳) ويجبرمن ابى عن المضے الارب البذر لان المضے عليه لايخلوعن ضرر وهو اهلاک البذر (۱۴) ومتى فسدت فالخارج لرب البذر واللآخرمثل ارضه اوعمله ولايزاد علے ما شرط وعند محمد بالغا مابلغ (۱۵) ولوابى رب البذروالارض وقدكرب العامل فلاشئ له حكما ويسترضى ديانه (۱۶) وتبطل بموت احدهما وتفسخ بدين محوج الى بيعها هذا قبل ان ينبت الزرع لكن يجب ديانةً ان يسترضى اذاعمل العامل امااذانبت الزرع ولم يستحصد لاياع الارض لتعلق حق المزارع (۱۷) فان مضت المدة ولم يدرک الزرع فعلے العامل اجر مثل نصيبه من الارض حتے يدرک اى اجر مثل مافيه نصيبه ونفقة الزرع عليهما بالحصص مثل اجرة السبقے وغيره من العمل يكون عليهما بقدر الحصة كاجرالحصاد والرفاع والدوس والتذرية فانه عليهما بقدرحصة كل واحد منهما فان شرط علے العامل فسدت لانه شرط مخالف لمقتضے العقد فان الزرع اذا ادرک انتهیٰ العقد وعن ابى يوسفؒ انه يصح اي يصح الشرط ولزمه للتعامل قال الامام السرخسیؒ هوالاصح فى ديارنا لوقوع التعامل فالحاصل ان كل عمل قبل الادراک فهوعلى العامل ومابعد فعليهما بالحصص والله اعلم.

(۱۳) پیداوار کا نہ ہونا یا ایک فریق کا عقد کے ایفاء سے منکر ہو جانا

جب عقد مزارعت صحیح ہوا تو اب پیداوار موافق شرط کے تقسیم ہوگی اور جو کچھ پیدا نہ ہووے تو محنت کرنے والے کو کچھ نہ ملے گا اور جبر کیا جاوے گا عقد مزارعت کے پورا کرنے پر جو بعد مزارعت کے اس پر چلنے سے انکار کرے مگر صاحب تخم پر جبر نہ ہوگا بیج ڈالنے کے پہلے۔

فائدہ:۔اور بعد بیج ڈالنے کے اس پر بھی جبر ہوگا درمختار۔

(۱۴) عقد مزارعت کا فاسد ہو جانا

اور جس صورت میں عقد مزارعت فاسد ہو جاوے تو پیداوار سب اس کو ملے گی جس کا تخم ہے اور دوسرے کو اگر اس کی زمین ہے تو کرایہ زمین کا اور اگر محنت ہے تو محنت کی اجرت ملے گی لیکن جس قدر شرط ہوا تھا اس سے زیادہ نہ ملے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جہاں تک پہنچے اجرت مثل دی جاوے گی اگرچہ شرط سے بڑھ جاوے۔

فائدہ:۔اور جو مزارعت فاسدہ میں کچھ پیدا نہ ہووے تو اگر تخم عامل کی طرف سے ہووے تو زمین اور بیل کی اجرت اس پر واجب ہوگی اور اگر تخم مالک زمین کا ہووے تو اجرت مثل عامل کے دینا ہوگی درمختار۔

(۱۵) زمین میں کاشت کے بعد مالک کا منکر ہونا

اور اگر زمین کا مالک مزارعت کے جاری رکھنے سے باز رہے اور حال آنکہ محنت کرنے والا زمین کو جوت چکا ہے تو قاضی کے حکم سے اس کو کچھ نہ ملے گا لیکن دیانةً فیما بینه وبین اللہ اس کو راضی کرنا چاہئے۔

فائدہ:۔تو یہ فتویٰ دیا جاوے کہ زمین کا مالک عامل کی اجرت مثل ادا کرے بہ سبب اس کے فریب دینے کے کذا فی الدرالمختار۔

(۱۶) مزارعت کا باطل اور فسخ کیا جانا

اور باطل ہو جاتی ہے مزارعت احد المتعاقدین کے مر جانے سے اور فسخ کی جاتی ہے اگر دین کے سبب سے اس زمین کی بیع ضرور ہو جاوے۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ کھیتی پیدا نہ ہوئی ہو لیکن دیانۃً واجب ہے کہ اگر عامل عمل کر چکا ہو تو اس کو راضی کیا جاوے اور جو کھیتی اگ چکی ہو اور ابھی کٹنے کا وقت نہ آیا ہو تو زمین کی بیع نہ ہوگی اس لئے کہ مزارع کا حق اس سے متعلق ہے کذا فی الاصل۔

(۱۷) عقد کی مدت گزر گئی مگر کھیت تیار نہ ہوا

اور جو مدت مزارعت کی گزر گئی اور کھیت پختہ نہ ہوا تو مزارع پر کھیت کے پختہ ہونے تک اجرت مثل زمین کی واجب ہے اور اخراجات اس کے دونوں پر ہوں گے بقدر حصوں کے جیسے اجرت کھیت کاٹنے اور اٹھانے اور روندنے اور غلے کو بھوسے سے صاف کرنے کی دونوں پر بقدر حصوں کے ہوگی اور جو اس کی شرط محنت کرنے والے پر ہو تو مزارعت فاسد ہو جاوے گی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے اور عامل کو یہ کام کرنا پڑیں گے بسبب رواج کے تو حاصل اس مقام کا یہ ہے کہ جو عمل قبل پختہ ہونے کھیت کے ہے تو وہ عامل پر ہے اور جو بعد اسکے ہے وہ دونوں پر ہے موافق حصوں کے۔

کتاب المساقاة

(۱) هي دفع الشجر الى من يصلحه كجزء من ثمره وهي كالمزارعة حكما وخلافاً وشروطا فان حكم المساقاة حكم المزارعة في ان الفتوى علے صحتها وفي انهاباطلة عندابي حنيفة خلافالهماوفي ان شروطها كشروطهافي كل شرط يمكن وجودها فى المساقاة كاهلية العاقدين وبيان نصيبه العامل والتخلية بين الاشجار وبين العامل والشركة فى الخارج فاما بيان البذرونحوه فلايمكن فى المساقاة وعندالشافعي رحمة الله عليه المساقاة جائزة والمزارعة انما تجوز في ضمن المساقاة لان الاصل هوالمضاربة والمساقاة اشبه بهالان الشركة فى الربح فقط وفي المزارعة لاتجوزالشركة فى مجرد الربح وهو مازاد علے البذر (۲) الا المدة فانهاتصح بلاذكرها استحسانا فان لادراك الثمر وقتاً معلوماً وتقع علے اول ثمر يخرج وادراك بذرالرطبة كادراك الثمر الرطبة بالفارسية سپست ترفانه اذا دفع الرطبة مساقاة لايشرط بيان المدة فيمتدالى ادراك بذرالرطبة فانه كادراك الثمر فى الشجر اقول الغالب ان البذرفيها غير مقصود بل تحصد فى كل سنة ست مرات اواكثر فان اريدالبذرتحصد مرة وتترك فى المرة الثانية الى ان يدرك البذر فيما لايوخذالبذر ينبغے ان يقع علے السنة الاولى علے السنة تنتهى الرطبة فبها بعدالعقد

(۱) مساقات کی تعریف اور حکم

مساقات کہتے ہیں اشجار دینے کو اس لئے کہ دوسرا شخص اس کو پرورش کرے بعوض ایک حصے کے اس کے پھلوں میں سے اور مساقات مثل مزارعت کے ہے حکم میں (یعنی مساقات

صحیح ہے اوراسی پر فتویٰ ہے)اوراختلاف میں (یعنی امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک باطل ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک درست ہے اور دلائل ہر ایک کے وہی ہیں جو کتاب المزارعۃ میں گزر چکے)اورشرطوں میں

فائدہ:۔ جوشرطیں مزارعت کی تھیں وہی شرطیں مساقات کی ہیں جیسے اہل ہونا عاقدین کا اور عامل کا حصہ بیان کردینا اور اشجار سپرد کردینا عامل کے اور خارج کا مشترک ہونا لیکن تخم کا بیان کرنا ممکن نہیں مساقات میں اور امام شافعیؒ کے نزدیک مساقات جائز ہے اور مزارعت ضمن میں مساقات کے درست ہے اس لئے کہ اصل ان عقود میں مضاربت ہے اور مساقات بہت مشابہ ہے مضاربت سے اس امر میں کہ دونوں میں نفع میں شرکت ہے اور مزارعت میں صرف نفع میں شرکت جائز نہیں یعنی اس اناج میں جو تخم پر زائد ہووے بلکہ کل میں شرکت چاہئے کذافی الاصل۔

(۲) مساقات میں مدت کے ذکر کا ضروری نہ ہونا

مگر مدت کا ذکر مساقات میں ضرور نہیں تو اگر مدت ذکر نہ کی تو مساقات صحیح ہوجاوے گی۔

فائدہ:۔ از روئے استحسان کے اس لئے کہ پھل پکنے کا ایک وقت مقرر ہے کذافی الاصل۔

☆ اور اول بار کے پھلوں پر واقع ہوگی اور رطبہ میں جب تک اس کا بیج نہ پکے۔

فائدہ:۔ رطبہ کو فارسی میں سپست تر کہتے ہیں اور وہ ایک گھاس ہے کہ جانوروں کو کھلایا کرتے ہیں تو جب کسی نے رطبہ کو بطور مساقاۃ کے دیا تو بیان مدت شرط نہیں ہے پس جب تک رہے گی کہ بیج اس کا نہ پکے اس واسطے کہ اس کے بیج کا پکنا جیسے پھل کا پکنا ہے شجر میں میں کہتا ہوں کہ اکثر اس میں تخم غیر مقصود ہوتا ہے بلکہ ہر سال میں چھ سات مرتبہ کاٹی جاتی ہے اور اگر تخم مقصود ہو تو ایک دفعہ کاٹ کے چھوڑ دی جاتی ہے تخم کے پکنے تک پس جہاں تخم نہ لیا جاوے گا تو چاہئے کہ ایک سال تک مساقاۃ رہے کذافی الاصل۔

(۳) وذکرمدة لایخرج الثمرفیها یفسدها ومدة قد یبلغ فیها وقدلایصح ای ذکرمدة کذا یصح فلوخرج فی وقت سمے فعلی الشرط والافللعامل اجر المثل ای لیعمل الی ادراک الثمر (۴) وتصح فی الکرم والشجر والرطاب واصول الباذنجان والنخل وان کان باقیة ثمرالامدرکاکالمزارعة هذا عندنا وعندالشافعیؒ لاتصح الافے الکرم والنخیل وانما تصح فیهما بحدیث خیبر وفی غیرهما بقی علی القیاس وعندنا تصح فی جمیع ما ذکر لحاجة الناس ثم اذاصحت تصح وان کانت الثمر علے الشجرالاان یکون الثمر مدرکا لانه یحتاج الی العمل قبل الادراک لابعده کالمزارعة تصح اذاکان الزرع بقلاً ولاتصح اذااستحصد لکن اجارة الارض لاتصح الاوان تکون خالیة عن زرع المالک (۵) فان مات احدهما او مضت مدتها والثمرنی یقوم العامل علیه اووارثه وان کره الدافع اوورثته ای مات العامل والثمرنی یقوم ورثة العامل علیه وان کره الدافع وان مات الدافع یقوم العامل کما کان وان کره ورثة الدافع استحسانا دفعا للضرر (۶) ولا تفسخ الالعذروکون العامل مریضا لایقدرعلے العمل او سارقا یخاف علے سجفه او ثمره عذر (۷) ودفع فضاء مدةً معلومةً

ليغرس ويكون الارض والشجر بينهما لايصح لاشتراط الشركة فيما هوحاصل قبل الشركة والثمر والغرس لرب الارض وللاٰخر قيمة غرسه واجرعمله لانه فی معنے قفيزالطحان لانه استيجار ببعض مايخرج من عمله وهو نصف البستان وانما لايكون الغرس لصاحبه لانه غرس برضاه ورضى صاحب الارض فصار تبعاللارض وحيلة الجوازان يبيع نصف الاغراس بنصف الارض ويستاجر صاحب الارض العامل فی ثلث سنين مثلا بشئ قليل ليعمل فی نصيبه والله اعلم.

(۳) مدت کے تعین میں کمی بیشی

اگر مساقات میں اتنی مدت بیان کی جس میں پھل نہیں پکتا تو وہ فاسد ہوگی اور جو اس قدر مدت بیان کی کہ اس میں کبھی پک جاتا ہے اور کبھی نہیں پکتا تو صحیح ہوگی تو اگر اس میعاد میں پک گیا تو موافق شرط کے عمل ہوگا ورنہ عامل کو اجرت مثل دینا ہوگی۔

(۴) جن پھلوں میں مساقات صحیح ہے

اور صحیح ہے مساقات انگور اور درخت اور ترکاریوں اور بینگن کی جڑوں اور کھجور میں اگرچہ اس میں پھل موجود ہوں لیکن پکے نہ ہوں تو اگر پکے ہوئے پھل ہوں تو پھر مساقات صحیح نہ ہوگی بسبب حاجت نہ ہونے کے جیسے مزارعت تیار کھیتی میں صحیح نہیں ہے۔

(۵) ایک متعاقد کا فوت ہو جانا

تو اگر احدالمتعاقدین مرجائے یا مدت مساقات کی گزر جائے اور پھل کچے ہوں تو عامل یا وارث اس کے کام کئے جاویں اگرچہ زمین کا مالک یا اس کے ورثہ خوش نہ ہوں۔

(۶) فسخ مساقات کے اسباب

اور مساقات نہیں فسخ ہوگی مگر عذر سے یا عامل کے بیمار ہو جانے سے یا چور ہونے سے کہ اس کی طرف سے خوف ہو پھل اور شاخوں کا۔

(۷) خالی زمین مساقات پر دینا

اور خالی جنگل کو دے دینا کسی کو ایک مدت معین کر کے تا کہ وہ اس میں درخت لگاوے پھر زمین اور درخت میں نصفا نصف ہو جاوے درست نہیں ہے بلکہ درخت اور اس کے پھل زمین کے مالک کے ہوں گے اور دوسرے کو درخت کی قیمت اور اجرت ملے گی۔

فائدہ:۔ یعنی جو درخت کی قیمت گاڑنے کے دن تھی حیلہ اس کے جواز کا یہ ہے کہ عامل آدھے درختوں کو بعض آدھی زمین کے مالک کے ہاتھ بیع کرے اور زمین کا مالک عامل کو مثلاً تین سال کے واسطے نوکر رکھ لیوے تھوڑی سی اجرت پر تا کہ مالک کے حصے میں وہ محنت کر کے درخت تیار کر دیوے واللہ اعلم۔

كتاب الذبايح

(۱) حرم ذبيحة لم تذكـ ارادبالذبيحة حيوانا من شانه الذبح حتى يخرج السمكـ والجراد اذليس من شانهما الذبح وانما حملناه علے ذلكـ لاعلے المعنى الحقيقى اذلوحمل عليه لكان المعنى حرم مذبوح لم يذكـ اى لم يذكراسم الله تعالىٰ عليه فلايتناول حرمة ماليس بمذبوح كالمتردية والنطيحة ونحوهما ولا ما اذا قطع من الحيوان الحى عضو واذا

حمل على المعنى المجازي وهو ما من شانه ان يذبح يتناول الصور المذكورة ثم فسر التذكية بقوله (۲) وذكوة الضرورة جرح اين كان من البدن والاختيار ذبح بين الحلق واللبة اللبة المنحر من الصدر وعروقه الحلقوم والمرى والودجان الحلقوم مجرى النفس والمرى مجرى الطعام والشراب وفى الهداية عكس هذا وهو سهو من الكاتب او غيره

ذبیحہ کا معنی اور مطلب

ذبائح جمع ہے ذبیحہ کی ذبیحہ اس حیوان کا نام ہے جو ذبح کیا جاوے جیسے ذبح بالکسر حیوان مذبوح کا نام ہے اور ذبح بالفتح تو عبارت ہے قطع عروق سے درمختار۔

(۱) ذکاوت کے بغیر ذبیحہ

حرام ہے وہ ذبیحہ جس کی ذکات نہ کی جاوے۔

فائدہ:۔ ذکات کا بیان آگے آتا ہے اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے الا ماذکیتم یعنی حرام ہیں اوراوپر تمہارے میتہ اور دم یہاں تک کہ کہا مگر جو تم نے ذکات کی اس کی اور ذبیحہ سے مراد وہ حیوان ہے جو قابل ذبح کے ہے تو اس سے مچھلی اور ٹڈی نکل گئی اس واسطے کہ ان کی شان سے ذبح نہیں ہے اور اس سے معلوم ہوگئی حرمت اس جانور کی جو اونچے سے گر کر مر گیا یا سینگ کا زخم کھا کر مر گیا اور جو ٹکڑا زندہ جانور سے قطع کر لیا گیا کذا فی الاصل باختصار وزیادۃ۔

(۲) ذکاوت کی دو اقسام ہیں

ذکات دو قسم کی ہے ایک ذکات اضطراری وہ زخم پہنچانا کسی مقام پر بدن سے ہے اور ایک ذکات اختیاری وہ ذبح کرنا ہے میان حلق اور لبہ کے۔

فائدہ:۔ لبہ بفتح لام اور تشدید با عبارت ہے منحر سے اور منحر موضع ہے نحر کا سینے سے کذا فی الاصل۔ یعنی سر سینہ جہاں سے شروع ہوا ہے وہاں سے لے کر جبڑوں تک ذکات اختیاری کا مقام ہے دلیل اس کی صاحب ہدایہ نے یہ بیان کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح درمیان میں لبہ اور جبڑوں کے ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج میں کہ یہ حدیث غریب ہے اس لفظ سے۔

☆ اور ذبح کی رگیں جن کا قطع ذبح میں ضرور ہے چار ہیں پہلا حلقوم یعنی نرخرا جس سے سانس آتی جاتی ہے دوسری مری بروزن امیر نام اس رگ کا ہے جس سے کھانا پانی جاتا ہے تیسری اور چوتھی دو شہ رگیں کہ ان میں خون پھرتا ہے اور ان کو عربی میں دوجین کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ یہ دونوں رگیں داہنے بائیں حلقوم اور مری کے واقع ہیں۔

(۳) فلم يجز فوق العقدة والبعض افتوا بالجواز لقوله عليه الصلوٰة والسلام الزكوة بين اللبة واللحيين (۴) وحل بقطع اى ثلث منها اقامة للاكثر مقام الكل (۵) وبكل ما افرى الاوداج وانهر الدم ولو بليطة ومروة الليطة قشر القصب والمروة الحجر الذى فيه حدة (۲) الا اسنا وظفرا قائمتين اما اذا كانا منزوعين تحل الذبيحة عندنا لكن يكره وعند الشافعیؒ الذبيحه بهما ميتة لقوله عليه السلام ما خلا الظفر والسن فانهما مدى الحبشة ونحن نحمله على غير المنزوع فان الحبشة كانوا يفعلون ذلك (۷) وندب احداد شفرته قبل الاضجاع

(۸)وكره بعده ارفاقا بالمذبوح والجر برجلها الى المذبح قوله والجر بالرفع عطف على الضمير في كره وهو جائز لوجود الفصل وذبحها من قفائها والنخع اى الذبح الشديد حتے يبلغ النخاع وهو بالفارسية حرام مغز والسلخ قبل ان يبرد اى يسكن عن الاضطراب

(۳)فوق العقدة ذبح کرنا

تو جائز نہیں ہے ذبح فوق العقدہ یعنی اوپر کرہ کے۔

فائدہ:۔اور بعض کے نزدیک جائز ہے اس واسطے کہ فرمایا حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکات درمیان میں لبہ اور جبڑوں کے ہے کذا فی الاصل درمختار میں اسی قول کو صحیح رکھا ہے۔

(۴) تین رگوں کا کاٹنا

اور حلال ہو جائیگا ذبیحہ اگر ان چاروں رگوں میں سے تین رگیں بھی کٹ جاویں۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ تین اکثر ہیں اور اکثر کو حکم کل کا ہے یہی قول ہے امام ابو یوسفؒ اور امام ابو حنیفہؒ کا اور امام محمد کے نزدیک ہر رگ کا اکثر قطع ہونا ضرور ہے ہدایہ۔

(۵)ذبح کا آلہ

صحیح ہے ذبح ہر ایک دھار دار چیز سے جو ان چاروں رگوں کو کاٹ دیوے اور خون بہا دیوے اگرچہ نرکل کا پوست یا پتھر تیز دھاردار ہووے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے رافع بن خدیجؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز بہا دیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اس پر نام اللہ تعالیٰ کا تو کھاؤ اس کو سوا دانت اور ناخون کے لیکن دانت تو ہڈی ہے اور لیکن ناخون سو چھریاں حبشیوں کی ہیں اور روایت کی بخاریؒ نے کعب بن مالکؓ سے کہ ایک عورت نے ذبح کیا بکری کو پتھر سے تو پوچھا گیا حکم اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تو آپ نے حکم کیا اس کے کھانے کا۔

(۶)دانت و ناخون سے ذبح کرنا

مگر دانت سے اور ناخون سے جب بدن میں جمے ہوئے ہوں۔

فائدہ:۔لیکن اگر دانت اور ناخون جدا ہوں بدن سے تو ذبح حلال ہے ہمارے نزدیک لیکن مکروہ ہے اور شافعیؒ کے نزدیک حرام ہے اور ذبیحہ مردار ہے اس لئے کہ رافع بن خدیجؓ کی حدیث میں جو اوپر گزری حضرتؐ نے استثناء کر دیا دانت اور ناخون کا اور فرمایا آپؐ نے کہ وہ چھریاں ہیں حبشیوں کی اور جواب ہمارا اس حدیث سے بچند وجوہ پہلی یہ کہ یہ نہی بطور کراہت کے ہے اور ذبح دانت اور ناخون سے ہمارے نزدیک بھی مکروہ ہے دوسری یہ کہ مراد اس حدیث میں دانت اور ناخون سے وہی دانت اور ناخون ہیں جو انسان کے بدن میں جمے ہوئے ہوں اس لئے کہ حبشیوں کی یہی عادت تھی کہ ناخون بڑھایا کرتے تھے اور اسی سے ذبح کیا کرتے تھے کذا فی الاصل اور جب ناخون اور دانت جدا ہو گیا تو اب حکم اس کا مثل اور آلات کے ہو گیا اب کیا وجہ فرق کی ہے تیسری یہ کہ روایت ابو داؤدؒ اور نسائی میں موجود ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ بہا تو خون جس چیز سے چاہے اور ذکر کر تو نام اللہ تعالیٰ کا اور اس میں استثناء نہیں دانت اور ناخون کا تو یہ حدیث عام ہے اور عام معارض ہے خاص کی واللہ اعلم۔

(۷) چھری تیز کر رکھنا

اور مستحب ہے کہ چھری تیز کر رکھے قبل جانور کے لٹانے کے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے شداد بن اوسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشک اللہ تعالیٰ نے ضرور کیا احسان ہر چیز پر سو جب قتل کرو تم تو اچھی طرح کرو اور جب ذبح کرو تو اچھی طرح کرو اور چاہئے کہ تیز کرے ایک تم میں سے چھری اپنی کو اور آرام دیوے اپنے ذبیحے کو۔

(۸) ذبح کے مکروہات

اور بعد لٹانے کے چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ایک شخص کو کہ لٹائے ہوئے ہے بکری کو اور تیز کر رہا ہے چھری کو تو فرمایا آپ نے تو نے چاہا کہ بکری کو کئی بار مارے کیوں نہ تیز کر لی چھری تو نے قبل لٹانے کے۔

☆ جیسے اس کا پاؤں پکڑ کے کھینچنا مذبح کی طرف مکروہ ہے اسی طرح مکروہ ہے ذبح کرنا گردن کے پیچھے سے۔

فائدہ:۔ لیکن وہ حلال ہے ہمارے اور شافعیؒ کے نزدیک اگر رگوں مذکور کے کٹنے تک وہ زندہ رہے اور جو قبل اس کے مر جاوے تو حرام ہے اس واسطے کہ بدوں ذبح کے مر گئی اور امام مالکؒ اور احمدؒ کے نزدیک ہر طرح سے حرام ہے۔

☆ اور اسی طرح سخت ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جاوے یا اس کی کھال کھینچنا یا سر کاٹنا قبل ٹھنڈے ہونے کے۔

فائدہ:۔ کلیہ یہ ہے کہ جس میں عذاب دینا اور تکلیف دینا بلا فائدہ ہے وہ سب مکروہ ہے درمختار۔

(۹) وشرط کون الذابح مسلما او کتابیا ذمیا او حربیا قال الله تعالیٰ وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وذلک لانهم یذکرون اسم الله علیها (۱۰) فحل ذبیحتهما لومجنونا او امرأة وصبیا یعقل ویضبط حتی لوکان المجنون اوالصبی بحیث لایعقل ولایضبط التسمیة لایحل ذبیحتهما (۱۱) او اقلف اواخرس (۱۲) لاذبیحة وثنی ومجوسی ومرتد وتارک التسمیة عمداً هذا عندنا لقوله تعالیٰ ولاتاکلوا ممالم یذکراسم الله علیه خلافا للشافعی واقوی حجته قوله تعالیٰ قل لااجدفیما اوحی الی محرماالی قوله تعالیٰ اوفسقا اهل لغیرالله به فیحمل قوله تعالیٰ ولاتاکلوامما لم یذکر اسم الله علیه وانه لفسق علی مااهل لغیرالله به بقرینة قوله تعالیٰ وانه لفسق وایضا اذالم یوجدهذا فی المحرم یکون حلالاقلنا لاضرورة فی الحمل فاذا لم یحمل فیکون قل لااجدنازلاقبل قوله ولاتاکلوالئلایلزم الکذب (۱۳) فان ترکهانا سیاً حل لعذرالنسیان قال الله تعالیٰ ربنا لاتواخذنا ان نسینا او اخطاء نا فقوله علیه السلام تسمیة الله تعالیٰ فی قلب کل مسلم یحمل علی حالة النسیان وعندمالک لایحل فی النسیان ایضاً

(۹) ذبح کرنے والا

اور شرط ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہووے۔ اگرچہ کتابی ذمی ہو یا حربی اور ذبح کرنے والا اللہ کے نام اور ذبح کو سمجھتا ہووے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم یعنی ذبیحہ ان لوگوں کا جو دیئے گئے کتاب یعنی یہود اور نصاریٰ حلال ہے واسطے تمہارے اس واسطے کہ وہ نام اللہ تعالیٰ کا لیتے ہیں وقت ذبح

کے کذا فی الاصل اور اگر اہل کتاب ذبح کے وقت سوا خدا کے عزیر یا عیسیٰ مسیح علیہما السلام کا نام لیویں تو ذبیحہ حرام ہو جاوے گا جیسے مسلمان اگر ذبح کے وقت سوا خدا کے کسی نبی یا ولی کا نام لے کے ذبح کرے کفایہ جاننا چاہئے کہ مراد طعام سے اس آیت میں ذبیحہ ہے نہ اناج وغیرہ اس لئے کہ اگر اناج مراد ہوتا تو تخصیص اہل کتاب کی بیکار ہوئی جاتی ہے کیونکہ اناج وغیرہ مشرکین سے بھی لینا درست ہے۔

(۱۰) بچہ، مجنون اور عورت کا ذبیحہ

تو درست ہے ذبیحہ اس صبی یا مجنون کا یا عورت کا جو بسم اللہ اور ذبح کو جانتے ہوں۔

فائدہ:۔ اور جو صبی یا مجنون ایسا ہو کہ بسم اللہ کرنا اور ذبح کرنا نہ سمجھتا ہووے تو اس کا ذبیحہ درست نہیں ہے۔

(۱۱) بے ختنہ اور گونگے کا ذبیحہ

اور درست ہے ذبیحہ جس کا ختنہ نہ ہوا ہووے اور گونگے کا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ گونگا اللہ تعالیٰ کے نام لینے سے معذور ہے تو وہ مثل ناسی کے ہوا۔

(۱۲) وہ جن کا ذبیحہ حلال نہیں

اور نہیں حلال ہے ذبیحہ بت پرست اور مجوسی کا (اس واسطے کہ مسند عبدالرزاق میں حسن بن محمد بن علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجوس ہجر کی شان میں کہ نہ نکاح کرنے والے ہو ان کی عورتوں سے اور نہ کھانے والے ہو ذبیحے ان کے) اور مرتد کا اور جو عمداً اور قصداً وقت ذبح کے بسم اللہ کو ترک کر دیوے۔

فائدہ:۔ یہ ہمارے نزدیک ہے کہ اگر مسلمان قصداً ذبح کے وقت تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حرام ہو جائیگا اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے **ولا تأکلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ** یعنی نہ کھاؤ تم اس جانور کو جس پر نہ لیا جاوے خدا کا نام اور روایت کی رزین نے ابن عباسؓ سے کہ جو شخص بھول جاوے بسم اللہ کو وقت ذبح کے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جو عمداً ترک کرے تو وہ جانور نہ کھایا جاوے گا اور فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیث میں عدی بن حاتمؓ کے کہ تو نے بسم اللہ کہی ہے اپنے کتے پر نہ دوسرے کے کتے پر تعلیل کی حرمت کے ساتھ ترک تسمیہ کے اور اجماع کیا صحابہ کرامؓ اور تابعین نے حرمت پر اس ذبیحہ کی جس پر قصداً نام اللہ تعالیٰ کا ترک کیا جاوے اور خلاف ان کا حرمت و حلت میں اس ذبیحہ کے ہے جس پر سہواً اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جاوے تو مذہب ابن عمرؓ اور امام مالکؒ کا یہ ہے کہ وہ بھی حرام ہے اور ابن عباسؓ اور علیؓ اور اکثر صحابہؓ کے نزدیک حلال ہے پس قول امام شافعیؒ کا کہ مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ قصداً ترک کرے تسمیہ کو حلال ہے مخالف ہے کتاب اللہ اور احادیث مشہور صحیحہ اور اجماع صحابہؓ و من بعد ہم اور دوسرے ائمہ مجتہدینؒ کے اور وہ جو استدلال کرتے ہیں شافعیؒ اس حدیث سے کہ فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان ذبح کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نام پر تسمیہ کہے یا نہ کہے تو جواب اس سے بچند وجوہ اول یہ کہ یہ حدیث اس لفظ سے نہیں پائی گئی ہاں روایت کی دارقطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کافی ہے اس کو نام اللہ تعالیٰ کا تو اگر بھول جاوے بسم اللہ ذبح کے وقت تو چاہیے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھا لیوے اور اسناد میں اس کی محمد بن یزید بن سنان صدوق ہے لیکن ضعیف الحفظ ہے اور روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے اسناد صحیح سے لیکن وہ موقوف ہے ابن عباسؓ پر اور حدیث موقوف شافعیؒ

کے نزدیک حجت نہیں ہے اسی طرح جو روایت کی ابوداودؒ نے مراسیل میں کہ ذبیحہ مسلمان کا حلال ہے لیا جاوے اس پر نام اللہ تعالیٰ کا یا نہ لیا جاوے اور راوی اس کے ثقات ہیں کیونکہ حدیث مرسل بھی شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج کے نہیں ہے۔ دوسری یہ کہ یہ حدیث محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اسی واسطے اجماع کیا اصحابؓ ومن بعدہم نے حرمت متروک التسمیہ عامداً پر اور اگر یہ حدیث عامد کو بھی عام ہوتی تو لازم تھا کہ صحابہؓ کرام میں کچھ اس باب میں مناظرہ اور خلاف نہ ہوتا تیسری یہ کہ یہ حدیث بفرض تسلیم اس بات کے کہ شامل ہے عامد اور ناسی کو مخالف ہے کتاب اللہ کے اور خبر واحد جب مخالف ہو آیت قطعی کے تو باتفاق ائمہ قابل قبول نہیں ہوتی چوتھی یہ کہ ترک کیا اس حدیث پر عمل اصحابؓ صدر اول یعنی صحابہؓ اور تابعینؒ نے اور یہ دلیل ہے اس کے ضعف اور بے اصلیت ہونے کی پانچویں یہ کہ یہ حدیث مخالف ہے اجماع صحابہؓ کے پس رد کی جاوے گی واللہ اعلم۔

(۱۳) بھول کر بسم اللہ کے تارک کا ذبیحہ

تو اگر بھولے سے تسمیہ ترک کرے تو ذبیحہ حلال ہے۔

فائدہ:۔ بسبب عذر ہونے نسیان کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے لاتؤاخذنا ان نسینا یعنی نہ مواخذہ کر تو ہم سے اگر بھول جاویں ہم تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اللہ کا دل میں ہے ہر مسلمان کے محمول ہے اوپر حالت نسیان کے اور امام مالکؒ کے نزدیک اس صورت میں بھی ذبیحہ حرام ہے کذا فی الاصل۔

(۱۴) وكره ان يذكر مع اسم الله تعالىٰ غيره وصلالاعطفاكقوله بسم الله اللهم تقبل من فلان وحرم الذبيحة ان عطف نحوبسم الله واسم فلان او فلان اى باسم الله وفلان (۱۵) فان فصل صورةً ومعنىً كالدعاء قبل الاضجاع وقبل التسمية لاباس به (۱۶) وحبب نحر الابل وكره ذبجهاوفى البقر والغنم عكسه هكذا عندنا وعندمالکؒ ان ذبح الابل او نحر البقروالغنم لايحل (۱۷) ولزم ذبح صيد استانس (۱۸) وكفى جرح نعم توحش اوسقط فے بير ولم يمكن ذبحه هذا عندنا وعندمالکؒ لا يحل الابالذكوة الاختيارته (۱۹) ولا يحل جنين ميت وجدفے بطن امه هذا عندابى حنيفةؒ وعندهما وعندالشافعيؒ اذاتم خلقه اكل وذكوة الام ذكوة له (۲۰) ولاذوناب او مخلب من سبع اوطير (۲۱) ولاالحشرات (۲۲) والحمرالا هلية

(۱۴) بسم اللہ کے ساتھ کچھ اور ذکر کرنا

اگر کسی نے اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ اور کچھ بھی ذکر کیا تو اگر وصل سے ذکر کیا جیسے کہے بسم الله اللهم تقبل من فلان تو مکروہ ہے۔

فائدہ:۔ یا یوں کہے بسم اللہ محمد رسول اللہ دال کے پیش سے اور جو دال کو زیر یا زبر دے گا تو ذبیحہ حرام ہو جاوے گا در مختار اور اگر قبل تسمیہ یا بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لٹایا دنبے کو پھر اس کو ذبح کیا اور کہا۔ بسم الله الاهم تقل من محمد وال محمد و من امة محمد یعنی یا اللہ قبول کر تو اس کو محمدؐ سے اور آل سے محمدؐ کی اور امت سے محمدؐ کی۔

☆اور جو بسم اللہ پر عطف کر کے کہا جیسے بسم اللہ واسم فلان یا بسم اللہ وفلان یعنی ذبح کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام اور فلاں کے نام پر یا اللہ اور فلاں کے نام پر تو وہ ذبیحہ مردار حرام ہو جاوے گا۔

فائدہ:۔ خواہ وہ فلاں نبی ہو یا ولی یا فرشتہ اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وما اھل به لغیر الله یعنی حرام ہے تم پر وہ ذبیحہ جس پر غیر خدا کا نام لیا جاوے درمختار میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو مقام میں مجھ کو ذکر نہ کرنا چاہئے ایک تو چھینکنے کے وقت دوسرے ذبح کرنے کے وقت۔

(۱۵) ذبح کے وقت کی دعائیں

اور جو قبل لٹانے جانور کے بعد ذبح کے کوئی دعا پڑھے تو مکروہ نہیں ہے۔

فائدہ:۔ جیسا کہ گزرا صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم وقت ذبح کے فرماتے تھے بسم اللہ واللہ اکبر اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے جابرؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نحر کے دن دو خصی مینڈھے ذبح کئے سو ان کو جب قبلہ رخ کرایا تو یہ دعا کی انی وجھت وجھی للذی فطر السموٰات والارض حنیفاً وماانا من المشرکین ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی لله رب العالمین لاشریک له وبذالک امرت و انا اول المسلمین اللهم منک ولک و الیک اللهم عن محمد و امته بسم الله والله اکبر.

پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کیا اور دوسری روایت جابرؓ سے ترمذی میں یوں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے مینڈھا ذبح کیا اور فرمایا بسم الله الله اکبر اللهم هذا عنی و عمن لم یضح عن امتی.

(۱۶) نحر اور ذبح

مستحب ہے اونٹ کا نحر کرنا یعنی گردن کے نیچے برچھا مارنا اور گائے بکری کا ذبح کرنا اور جو اونٹ کو ذبح کیا اور گائے بکری کو نحر کیا تو درست ہے لیکن مکروہ ہے۔

فائدہ:۔ بسبب مخالفت سنت کے اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری دنبے کو ذبح کیا اور اونٹ کو نحر کیا جیسا بہت احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ان الله یامرکم ان تذبحوا بقرةً وفدیناه بذبح عظیم پہلی آیت گائے میں اور دوسری دنبے میں دونوں میں ذبح کا لفظ ارشاد کیا اور فرمایا فصل لربک وانحر اونٹ کے باب میں۔

(۱۷) وحشی جانور جو اہلی ہو گیا

اور ضرور ہے ذبح کرنا اس وحشی جانور کا جو آدمیوں سے ہل گیا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ذکات اضطراری کی طرف سے تو اس صورت میں حاجت ہوتی ہے جب ذکات اختیاری سے عاجز ہو درمختار۔

(۱۸) چارپایہ جو وحشی ہو گیا یا کنویں میں گر گیا

اور کفایت کرتا ہے زخمی کرنا اس چارپائے جانور کا جو وحشی ہو گیا۔ (اس لئے کہ جب وہ جانور وحشی ہو گیا تو ذکات اختیاری سے عجز ہوا پس ذکات اضطراری جائز ہے) یا کنویں میں گر پڑا اور اس کا ذبح ناممکن ہو گیا۔

فائدہ:۔ یا سرکش ہو گیا اور آدمی پر حملہ کرنے لگا تو اگر اس نے اس کو قتل کیا جس پر اس نے حملہ کیا ذکات کی نیت سے تو وہ جانور حلال ہے درمختار اور امام مالکؒ کے نزدیک بغیر ذکات اختیاری کے حلال نہ ہو گا اور دلیل ہماری قول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانور کے حق میں کہ اگر تو نیزہ مارے اس کی ران میں تو کافی ہے یعنی ذکات ضرورت میں اور صحیح بخاری میں ہے ابن عباسؓ سے کہ جو تیرے ہاتھ سے نکل جاوے تو حکم اس کا مثل صید کے ہے اور کہا انہوں

نے کہ اونٹ اگر گر پڑے کنویں میں تو ذکات کر اس کی جس طرح قادر ہو تو اور کہا کہ یہی مذہب ہے علی اور ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کا اور بیان ذکات اضطراری کا مفصل انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الصید میں آوے گا۔

(۱۹) مذبوحہ کے پیٹ سے بچہ کا نکلنا

ایک جانور کو ذبح کیا اور اس کے پیٹ سے ایک بچہ مردہ نکلا تو وہ حلال نہیں ہے۔

فائدہ:۔ البتہ اگر زندہ نکلے اور اس کو بھی ذبح کر لیا جاوے تو حلال ہے یہ مذہب امام اعظمؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک وہ بچہ اگرچہ مردہ نکلے حلال ہے جب اس کی خلقت پوری ہوگئی ہو اس واسطے کہ مروی ہے ابو سعید خدریؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذبح کرنا بچے کا ذبح کرنا اس کی ماں کا ہے اور عبارت حدیث کی یہ ہے ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ اخراج کیا اس کا امام احمدؒ نے اور صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ نے اور دلیل امام اعظمؒ کی آیت ہے کلام اللہ کی حرمت علیکم المیتۃ اور جواب اس استدلال سے یہ ہے کہ لفظ اس حدیث کا دو طرح سے منقول ہے ایک ذکات امہ بہ نصب ذکات دوسرے برفع ذکات اور ظاہر ہے کہ نصب ذکات کی صورت میں کاف تشبیہ یہاں سے محذوف ہے تو مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ ذکات جنین مثل ذکات ماں اس کی کے ہے جیسے ماں کی ذکات ذبح کرنے سے ہوتی ہے ایسے ہی جنین کی بھی ذکات اس کے ذبح سے ہوگی تو یہ حدث حجت ہماری ہوئی نہ صاحبینؒ اور شافعیؒ کی اور رفع ذکات کی صورت میں بھی تشبیہ علیٰ وجہ الکمال ہے اس لئے کہ جب مبالغہ تشبیہ میں منظور ہوتا ہے تو مشبہ بہ کو مشبہ پر محمول کر دیتے ہیں جیسے شاعر کا قول وعیناک عینا ھا وجیدک جیدھا اگر کوئی کہے کہ ابتدائے حدیث میں یہ ہے کہ کہا ہم نے یارسول اللہ ہم نحر کرتے ہیں ناقہ کو اور ذبح کرتے ہیں گائے بکری کو تو پاتے ہیں ہم پیٹ میں اس کے بچہ آیا ڈال دیں ہم اس کو یا کھاویں اس کو تب فرمایا آپ نے کھاؤ اس کو تم روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ ابن ماجہؒ نے تو یہ حدیث دلالت کرتی ہے اس امر پر کہ مراد جنین میت ہے تو ہم جواب دیں گے کہ اس روایت کو ہم منع کرتے ہیں اور کونسی دلیل ہے اس مقام پر کہ مراد سوال و جواب میں خاص جنین میت ہے بلکہ جائز ہے کہ جنین مطلق مراد ہو یا جنین حی اور درصورت ارادہ مطلق استدلال کرنا نص محتمل سے باوجود مخالفت نص کلام اللہ کے جو مطلق حرمت میتہ پر دال ہے کمال بعید ہے انصاف سے جیسا عاقل پر غیر مخفی ہے۔

بیان میں ان جانوروں کے جن کا کھانا درست ہے اور جن کا درست نہیں

(۲۰) دانت سے شکار والا درندہ اور پنجے سے شکار والا پرندہ

حلال نہیں ہے ہر درندہ سے جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہے اور نہ ہر پرندہ جو پنجے سے شکار کرتا ہے۔

فائدہ:۔ باتفاق ائمہ ثلثہ یعنی ابو حنیفہؒ اور شافعیؒ و احمدؒ اس واسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے ابن عباسؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دانت والے درندے سے اور ہر پنجے والے پرندے سے اور روایت کی ابو ہریرہؓ نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دانت والا درندہ حرام ہے دانت والے درندے جیسے شیر چیتا بھیڑیا کتا بلی لومڑی پنجے والے پرندے جیسے باز بحری شکرہ وغیرہ۔

(۲۱) حشرات الارض

اور حشرت الارض۔

فائدہ:۔ یعنی جو جانور زمین کے اندر رہتے ہیں جیسے

چوہا اور گھونس اور چھچھوندر سیہی وغیرہ یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا بھی۔ اس لئے کہ یہ جانور سب خبیث ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ویحرم علیھم الخبائث اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور امام مالکؒ کے نزدیک سباع بہائم اور سباع طیور اور حشرات الارض مکروہ ہیں بکراہت تحریمی۔

(۲۲) بستی گدھے

اور بستی کے گدھے۔

فائدہ:۔ پالتو گدھے باتفاق شافعیؒ اور احمدؒ کے بھی اور امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہیں دلیل ہماری یہ ہے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے حضرت علی ابن ابی طالبؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا متعہ سے اور پالو گدھوں کے گوشت سے روز خیبر کے اور حدیث جابرؓ میں ہے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالو گدھوں کے گوشت سے دن خیبر کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے لیکن گدھا وحشی یعنی گورخر باتفاق ائمہؒ درست ہے۔ اس لئے کہ روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابوقتادہؓ سے حمار وحشی کے قصے میں کہ کھایا اس میں سے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔

(۲۳) والبغل (۲۴) والخیل (۲۵) والضبع (۲۶) والزنبوروالسلحفات (۲۷) والابقع الذی یاکل الجیف والغذاف (۲۸) والفیل والیربوع وابن عرس (۲۹) ولاحیوان مائی (۳۰) سوے سمک لم یطف (۳۱) والجریث والمارماھی الناب بالفارسیة دندان نیش وذوناب حیوان ینتھب بالناب وذوالمخلب طائر یختطف بالمخلب وفی الحمرالاھلیة خلاف مالکؒ وفی الخیل خلافھما وخلاف الشافعیؒ ولناقوله تعالیٰ والخیل والبغال والحمیرلترکبوھا الأیة وفی الضبع خلاف الشافعیؒ وھوبالفارسیة کفقاروالسلحفات سنک پشت والابقع کلاغ بیشه والغذاف کلاغ سیاہ بزرک والیربوع موش دشتی وھو حلال عندالشافعی وابن عرس راسوقوله لم یطف من الطفوای لم یعل علی الماء میتاً حتی ان طفی الماء میتاحرم والجریث نوع من السمک وھو غیرالمارماھی کذافی المغرب وحل الجراد (۳۲) وانواع السمک بلاذکوۃ (۳۳) وغراب الزرع والارنب (۳۴) والعقعق معھا ای مع الزکوٰۃ.

(۲۳) خچر

اور خچر۔

فائدہ:۔ جس کی ماں گدھی ہو اور جو ماں اس کی گائے ہو تو وہ حلال ہے بالاتفاق یہی قول ہے شافعیؒ اور احمدؒ کا اور مالکؒ کے نزدیک مکروہ ہے دلیل ہماری حدیث جابرؓ کی ہے کہا کہ حرام کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دن خیبر کے گوشت پالو گدھوں کا اور خچروں کا اور ہر درندے اور پنجے والے کا روایت کیا اس کو ترمذیؒ نے اور کہا غریب ہے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے خالد بن ولیدؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوشت سے گھوڑوں کے اور خچروں کے اور گدھوں کے۔

(۲۴) گھوڑا

اور گھوڑا۔

فائدہ:۔ نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور بعض مالکیوں کے اور احمدؒ اور شافعیؒ اور صاحبینؒ کے نزدیک حلال ہے بدلیل حدیث جابرؓ کے کہ اذن دیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوشت میں گھوڑوں کے روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے اور بھی

روایت کیا بخاریؒ و مسلمؒ نے اسماء بنت ابی بکرؓ سے کہا انہوں نے نحر کیا ہم نے عہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک گھوڑا پھر کھایا ہم نے اس کو دلیل امام اعظمؒ کی حدیث خالد بن الولیدؓ کی ہے جو اوپر گزری دوسری یہ کہ گھوڑا آلہ جہاد ہے اور اس کے گوشت کے مباح ہونے میں تقلیل ہے آلہ جہاد کی اور صحیح یہ ہے کہ امام اعظمؒ نے رجوع کیا حرمت سے اس کی اور قائل ہوئے اس کی حلت کے تین دن اپنی موت سے پیشتر اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار۔

(۲۵) بجو اور گوہ

اور بجو اور گوہ۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ بجو دانت والا ہے اور گوہ حشرات الارض میں سے ہے اور روایت کی ابوداؤدؒ نے عبدالرحمٰن بن شبل سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا گوہ کے گوشت کھانے سے اور یہ حدیث حجت ہے مالکؒ اور شافعیؒ پر کہ ان کے نزدیک گوہ مباح ہے دلیل ان کی حدیث ابن عباسؓ ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گوہ حرام نہیں ہے لیکن نہیں ہوتا میری قوم کی زمین میں سو میں مکروہ جانتا ہوں اس کو روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے امام صاحبؒ کی طرف سے اس استدلال کا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام کی ہے اور پہلے آپ نے گوہ کو خود نہ کھایا تھا لیکن منع بھی نہیں کیا تھا بعد اس کے آپ نے منع کر دیا دوسرے یہ کہ حدیث ابن عباسؓ کی معارض ہے حدیث عبدالرحمٰن بن شبلؓ کی تو نہی کو ترجیح ہوگی اس لئے کہ محرم مقدم ہے مبیح پر تیسرے یہ کہ نہ کھانے میں گوہ کے احتیاط ہے برخلاف کھانے کے۔

(۲۶) بھڑ اور کچھوا

اور بھڑ اور کچھوا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ بھڑ موذیات میں سے ہے اور کچھوا خبائث حشرات الارض میں سے ہے ہدایہ۔

(۲۷) کوا اور گدھ

☆ اور کوا سیاہ بڑا یا گدھ اور ابلق کوا جو مردار کھاتا ہے۔

فائدہ:۔ اور جو کوا مردار بھی کھاتا ہے اور دانہ بھی کھاتا ہے یا صرف دانہ کھاتا ہے تو وہ درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک عینی۔

(۲۸) ہاتھی، جنگلی چوہا اور نیولا

اور ہاتھی (اس لئے کہ وہ دانت والا ہے) اور جنگلی چوہا (یا گھونس اس لئے کہ وہ حشرات الارض اور سباع میں سے ہے) اور نیولا۔

فائدہ:۔ کیونکہ وہ بھی حشرات الارض میں سے ہے اور چمگادڑ میں دو قول ہیں ایک قول میں حلال دوسرے میں حرام ہے عالمگیری۔

(۲۹) دریائی جانور

اور دریائی جانوروں میں سوا مچھلی کے اور کچھ درست نہیں ہے۔

فائدہ:۔ اور امام مالکؒ کے نزدیک سب دریائی جانور حلال ہیں کیکڑا اور کتا دریائی اور مینڈک اور سور دریائی لیکن سور دریائی ان کے نزدیک مکروہ ہے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے توقف کیا اس میں اور امام احمدؒ کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہیں مگر گھڑیال اور مینڈک لیکن سوا مچھلی کے سور دریائی یا کتا یا انسان دریائی ذبح کرنا پڑے گا اور بعض اصحاب شافعیؒ کے نزدیک بھی سب جانور دریائی درست ہیں اور یہی اصح ہے ان کے مذہب میں ظاہر تمسک ان کا آیت سے کلام اللہ کی ہے احل لکم صید البحر یعنی حلال ہے واسطے تمہارے شکار دریا کا اور یہ عموم سب جانوروں کو شامل ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ مراد صید بحر اور طعام

بحر سے آیات واحادیث میں مچھلی ہے اس لئے کہ وہی پاکیزہ ہے اور باقی سب خبیث ہیں اور خبائث ہمارے دین میں حرام ہیں دیکھو مینڈک حالانکہ دریائی ہوتا ہے لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا اس سے کہ دوا میں ڈالا جاوے تو کھانا بطریق اولی حرام ہوگا روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور بھی حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا سرطان یعنی کیکڑے کی بیع سے کذافی الہدایہ۔

(۳۰) طافی مچھلی

لیکن مچھلی بھی اگر خود بخود مرکر پانی پر تیر آوے تو اس کا کھانا حرام ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ وہ میتہ ہے اور جو کسی آفت سے مثلاً پانی کی سردی یا گرمی یا کوئی دوا کے ڈالنے سے مرجاوے یا زخمی ہوکر مرجاوے تو درست ہے اسی طرح جو مچھلی پیٹ میں سے دوسری مچھلی کے نکلی وہ بھی درست ہے جو مچھلی خود بخود مرکر تیر آوے اس کو طافی کہتے ہیں ہمارے نزدیک حرام ہے اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک درست ہے کیونکہ میتہ بحر حدیث سے حلال ہے فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریا پاک ہے پانی اس کا اور حلال ہے مردہ اس کا روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ وترمذیؒ نسائیؒ ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے امام صاحبؒ کی طرف سے جواب یہ ہے کہ مراد میتہ بحر سے وہی مچھلی ہے جو آفت مر جاوے یا دریا گھٹ جاوے یا دریا اس کو باہر نکال کر پھینک دیوے اس لئے کہ موت اس کی مضاف ہوئی طرف بحر کے دوسرے یہ کہ روایت کی ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور ابن عدیؒ نے کامل میں ابوالزبیرؒ سے انہوں نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو پھینک دے دریا یا پانی اس کو چھوڑ دیوے تو کھاؤ اس کو اور جو مرجاوے دریا میں اور تیر آوے تو نہ کھاؤ اس کو تو جب حدیث صریح ممانعت میں طافی کے موجود ہے پھر حلت کی کیا وجہ ہے۔

(۳۱) مچھلی کی جملہ اقسام

مچھلی کی سب قسمیں درست ہیں یہاں تک کہ سیاہ مچھلی اور بام مچھلی بھی درست ہے۔

فائدہ:۔ اور محمدؒ سے ایک روایت میں حرام ہیں لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

(۳۲) بغیر ذکات کے حلال جانور

اور حلال ہے ٹڈی اور سب قسم کی مچھلیاں بغیر ذکات کے۔

فائدہ:۔ یہی قول ہے احمدؒ اور شافعیؒ کا اور مالکؒ کے نزدیک ٹڈی حرام ہے دلیل ہماری بہت احادیث ہیں ایک حدیث احمدؒ اور دارقطنیؒ اور ابن ماجہؒ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال ہیں واسطے ہمارے دو میتہ اور وہ خون سو دو میتہ مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں دوسرے حدیث ابن ابیؓ اوفیٰ کی کہا انہوں نے کہ جہاد کئے ہم نے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سات جہاد تھے ہم کھاتے ٹڈی کو روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے تیسری حدیث سلمانؓ کی فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ٹڈی کے باب میں کہ نہ کھاتا ہوں میں اس کو نہ حرام کرتا ہوں میں اس کو روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے۔

(۳۳) کوا اور خرگوش

اور کوا کھیت کا جو صرف دانہ کھاتا ہے اور خرگوش۔

فائدہ:۔ حلال ہے باتفاق ائمہ اربعہؒ کے اور بہت سی احادیث اس کی حلت میں وارد ہوئی ہیں جو مذکور ہیں صحاح میں بخاری میں انسؓ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے کھایا گوشت خرگوش کا۔

(۳۴) عقعق

اور عقعق ذکات سے۔

فائدہ:۔ عقعق وہ کوا ہے جو مردار اور دانہ دونوں کھاتا ہے اس کا حلال ہونا اصح قول ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح جو مرغی نجاست کھاتی ہے حلال ہے لیکن ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ ہے اسی طرح حلال ہے طوطا اور ہدہد اور طاؤس باتفاق ائمہ ثلثہ کے کذافی المیز ان للشعرانی۔

فائدہ:۔ غیر اللہ کیلئے ذبحہ کیا جانے والا جانور

ذبح کیا جانور امیر کے آنے کے لئے یا کسی اور شخص کی تعظیم کے واسطے سوا خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہے اگرچہ وقت ذبح کے خدا کا نام لیا جاوے درمختار اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گائے یا شیخ سدو کا بکرا یا اجالا شاہ کا مرغا ذبح کرتے ہیں وہ گائے بکرا مرغا مردار ہے اس واسطے کہ ذبح سے تعظیم غیر خدا کا ارادہ کرتے ہیں اور صحیح مسلم میں وارد ہے حضرت علی مرتضیٰؓ سے کہ لعن الله من ذبح لغير الله یعنی لعنت کرے اللہ اس شخص پر جو ذبح کرے واسطے غیر خدا کے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسے امورات سے خود احتراز رکھیں اور اوروں کو جو جاہل ہیں سمجھا کر ان چیزوں کو ترک کرا دیویں۔ غاية الاوطار مع زيادة البتہ یہ صورت درست ہے کہ جانور کو خدا کے واسطے ذبح کریں اور ثواب اس کا کسی ولی یا نبی کی روح کو پہنچاویں واللہ اعلم۔

ضمیمہ از ''فقہی مقالات''

شرعی ذبح اور اس کی شرائط

''تذکیہ'' اور ''ذکاۃ'' لغوی اعتبار سے پورا کرنے کے معنی میں آتے ہیں' اسی وجہ سے اگر لفظ ''ذکاء'' عمر اور فہم کے لیے استعمال ہو تو اس کے معنی عمر اور سمجھداری میں کامل ہونے کے آتے ہیں۔ (لسان العرب لابن منظور)

اور ذبح کے شرعی طریقے کو ''ذکاۃ'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں وہ تمام شرائط پائی جاتی ہیں جن کے نتیجے میں جانور کا کھانا حلال ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ مائدہ کی آیت ''اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ'' کی تفسیر میں فرمایا کہ:

ای ادرکتم ذکاته علی التمام (تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۵۲'۵۳)

بعض علماء نے فرمایا کہ ''تذکیہ شرعی'' ''تذکیة'' بمعنی ''تطییب'' (خوشبودار بنانا) سے ماخوذ ہے' جیسے اہل عرب بولتے ہیں ''رائحة ذكية'' بہترین خوشبو' چنانچہ جب حیوان کا خون بہا دیا جاتا ہے تو اس کی خوشبو بھی عمدہ ہو جاتی ہے۔

یہ تو اس کے لغوی معنی تھے۔ ''تذکیۃ'' کے اصلاحی معنی امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بیان فرمائے ہیں:

''تذکیۃ'' کے اصطلاحی معنی ہیں ''خون بہانا'' اور اگر وہ جانور ذبح کیا جانے والا ہے تو اس کی رگیں کاٹنا اور نحر کیا جانے والا (جیسے اونٹ) تو اس کو نحر کرنا اور اگر اس جانور کی رگیں کاٹنے یا اس کو نحر پر قدرت نہیں ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کے لیے حلال کرنے کی نیت سے اللہ کا نام لے کر زخمی کرنا۔ (بحوالہ سابقہ)

چونکہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کی ہوئی ''تذکیۃ''

کی اصطلاحی تعریف میں بعض شرائط اختلافی ہیں' اس لیے احسن یہ ہے کہ ''تذکیۃ'' کی اصطلاحی تعریف یہ کی جائے۔

''ایسے مشروع طریقے سے حیوان کی روح نکالنا جس کے نتیجے میں اس کا گوشت مسلمان کے لیے حلال ہو جائے۔''

جہاں تک ان شرائط کا تعلق ہے جو فقہاء ''ذکاۃ شرعی'' کے لیے بیان فرمائی ہیں' وہ تین عناصر پر مشتمل ہے۔ (۱) روح نکالنے کا صحیح طریقہ' (۲) ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا' (۳) ذبح کرنے والے کے اندر ذبح کی اہلیت ہونا' (یعنی اس کا مسلمان یا کتابی ہونا) اب ہم ان تینوں موضوعات پر تفصیل سے کلام کریں گے۔ واللہ المستعان۔

الف: حیوان کی روح نکالنے کا طریقہ

حیوان کی روح نکالنے کا وہ طریقہ جو شریعت اسلامیہ کے نزدیک معتبر اور ''ذکاۃ شرعی'' کی شرائط پورا کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ حیوان کے بدلنے سے بدلتا رہتا ہے لہذا اگر جانور کے وحشی ہونے کی وجہ سے اس کو پکڑ کر ذبح کرنا ممکن نہیں یا جانور مانوس تو ہے لیکن وہ بدک گیا ہے' تو ان دونوں صورتوں میں کسی بھی آلہ جارحہ سے اس کو زخمی کر کے اس کا خون بہا دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے ایسے جانور کے حلال ہونے کے لیے اس کو ذبح کرنا یا اس کو نحر کرنا شرط نہیں ہے۔ ذکاۃ کی اس قسم کو ''ذکاۃ اضطراری'' کہا جاتا ہے۔ ''ذکاۃ اضطراری'' کے احکام کا بیان ہماری بحث سے خارج ہے۔

اور اگر اس جانور کے ذبح پر انسان کو قدرت حاصل ہے یا تو اس وجہ سے کہ وہ مانوس ہے' یا ہے تو وحشی لیکن اس پر قابو پا لیا گیا ہے تو ایسے جانوروں کے ذبح کے وقت اس کی رگیں کاٹ کر خون بہانا واجب ہے۔ اس کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱). عن رافع بن خديج رضى الله عنه فى حديث طويل ان جده سال رسول الله صلى الله عليه وسلم : افنذبح بالقصب ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم : ما انهر الدم و ذكر اسم الله فكل (صحيح بخارى)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ ان کے دادا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم جانور کو بانس کے چھلکے سے ذبح کر سکتے ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: جو چیز خون بہا دے اور اس جانور پر اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اس کو کھا لو۔

اس حدیث میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے دادا نے ''ذبح'' کے بارے میں سوال کیا اور ''ذبح'' رگیں کاٹنے ہی کو کہا جاتا ہے' جیسا کہ عطاء نے بخاری پر تعلیق کرتے ہوئے اسکی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ (باب النحر والذبح)

لہذا سوال و جواب کے مجموعہ سے اس پر دلالت ہو رہی ہے کہ جانور کی اس طرح رگیں کاٹنے سے ''ذکاۃ شرعی'' حاصل ہو جاتی ہے جس کے نتیجے میں اس کا خون بہہ جائے۔

عن ابن عباس و ابى هريرة رضى الله عنهما قالا: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن شريطة الشيطان وهى التى تذبح فيقطع الجلد ولا تفرى الاوداج تترك حتى تموت.

(ابوداؤد' کتاب الاضاحی' باب المبالغة فی الذبح' امام ابوداؤد نے اس حدیث کی سند پر سکوت فرمایا ہے۔ البتہ اس کی سند میں ایک راوی ''عمرو بن عبداللہ الاسوار ہیں جن کو ''عمرو بن برق'' کہا جاتا ہے' حافظ ابن حجرؒ نے ''التقریب'' میں ان کے بارے میں فرمایا کہ ''صدوق فیه لین'')

حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے چیرے سے منع فرمایا ہے' وہ یہ کہ جانور کو اس طرح ذبح کیا جائے کہ اس کی کال کاٹ کر اس کو چھوڑ دیا جائے اور اس کی رگیں نہ کاٹی جائیں یہاں تک کہ وہ جانور مر جائے۔

"شریطة" کی تفسیر میں علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

"شریطة" یہ ہے کہ کسی اونٹ وغیرہ کے حلق میں رگیں کاٹے اور خون بہائے بغیر تھوڑا سا چیرا لگایا جائے جیسے سینگی لگانے والا چیرا لگاتا ہے' اور یہ فعل زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا کہ جانور کے حلق کو تھوڑا سا کاٹ کر چھوڑ دیتے تھے اور یہی ان کے نزدیک "تذکیہ" ہوتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو شیطان کی طرف اس لئے منسوب فرمایا کہ شیطان نے ہی ان کو اس عمل پر اکسایا تھا۔

(جامع الاصول لابن اثیر ج ۴' ص ۴۸۲ حدیث: ۲۵۷۴)

(۳) عن عدی بن حاتم الطائی رضی الله عنه قال: قلت: یا رسول الله ﷺ ان احدنا اصاب صیداً ولیس معه سکین ایذبح بالمروة وشقة العصا ؟ فقال: امرر الدم بماشئت و اذکر اسم الله وعز و جل..

(ابوداؤد' باب الذبیحة بالمروة' وسکت علیہ ہو والمنذری)۔

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم میں سے کوئی شخص شکار کا جانور پکڑے اور اس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا وہ اس جانور کو کانچ اور لکڑی کے چھلکے سے ذبح کر سکتا ہے؟ حضور اقدس ؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ جس چیز سے چاہو خون بہادو' اور خون بہاتے وقت اس پر اللہ کا نام لو۔

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث کو ذکر فرمایا ہے اس کے لفاظ یہ ہیں۔

انی ارسال کلبی فآخذ الصید: فلا اجد ما اذکیه به فاذبحه بالمروة و بالعصا قال: انهر الدم بما شئت وا ذکر اسم الله عزوجل .

(سنن نسائی' کتاب الاضاحی' باب اباحة الذبح بالعود' ج ۷ ص ۲۲۵' حدیث نمبر ۴۴۰۱' اس حدیث کی سند میں ایک راوی "مری بن قطری الکوفی" ہیں جن کو ابن حبان نے ثقات میں شمار کیا اور حافظ ذہبی ان کے بارے میں فرماتے ہیں "لایعرف" تہذیب التہذیب' ج ۱۰' ص ۹۹)

حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں شکار کرنے کے لیے کتا چھوڑتا ہوں اور اس کے نتیجے میں جانور شکار کر لیتا ہوں' لیکن مجھے کوئی چیز نہیں ملتی جس سے اس شکار کو ذبح کروں تو میں اس کو کانچ یا لکڑی سے ذبح کر دیتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چیز سے چاہو خون بہادو اور اس کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لو۔

(۴) عن عبدالله بن عباس رضی الله عنهما انه قال: مافری الاوداج فکله.

(مؤطا امام مالک' کتاب الذبائح' باب مایجوز من الذکاة فی حال الضرورة' ج ۲ ص ۴۸۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس جانور کی رگیں کاٹ دی جائیں اس کو کھالو۔

مندرجہ بالا احادیث اور اس جیسی دوسری احادیث کی بنیاد پر فقہاء نے "ذبح شرعی" کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ اس ذبح میں رگیں کاٹ دی جائیں۔ "اوداج ودج" بفتحتین کی جمع ہے اور یہ ایک رگ کا نام ہے جو گردن میں ہوتی ہے' دراصل یہ دو رگیں ہوتی ہیں' چنانچہ علامہ ابن منظور ابن سیدہ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الودجان عرقان متصلان من الرأس الی السحر و الجمع "اوداج"

لسان العرب: ج ۲، ص ۳۹۷، تحت المادۃ

"ودجان" یہ دو رگیں ملی ہوئی ہوتی ہیں اور سر سے پھیپھڑے تک جاتی ہیں اور ودج کی جمع اوداج آتی ہے۔

لیکن بعض فقہاء نے لفظ "وَدَج" کے استعمال میں توسع اختیار کرتے ہوئے "حلقوم" اور "مریٔ" کو بھی اس کے اندر داخل کر دیا ہے۔ "حلقوم" سانس کی نالی کو کہا جاتا ہے اور "مریٔ" کھانے کی نالی کو کہا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ثم الاوداج اربعۃ: الحلقوم و المرئ والعرقان اللذان بینھما الحلقوم و المرئ

اوداج چار رگیں ہیں، ایک حلقوم، ایک مریٔ اور دو وہ رگیں ہیں جن کے درمیان میں حلقوم اور مریٔ ہوتی ہیں۔

اس میں تو کسی فقیہ کا اختلاف نہیں کہ "ذبح شرعی" کا اکمل طریقہ یہ ہے کہ یہ چاروں رگیں کاٹ دی جائیں۔ (المغنی لابن قدامہ)

لیکن اگر بعض رگیں کاٹ دی جائیں اور بعض رگیں چھوڑ دی جائیں تو اس جانور کے حلال ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حلقوم اور مریٔ کا کاٹنا واجب ہے اور ذکاۃ شرعی کے لیے ان دو رگوں کا کاٹ دینا کافی ہے، اگرچہ ودجین میں سے کوئی ایک رگ بھی نہ کٹے۔ (فتح الباری)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں روایات مختلف ہیں، البتہ ان کی کتابوں سے ان کا راجح قول یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک حلقوم اور ودجین کو کاٹنا واجب ہے۔ "مریٔ" کو کاٹنا واجب نہیں۔ (الذخیرۃ للقرافی)

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں روایات مختلف ہیں چنانچہ ان کی ایک روایت تو امام شافعیؒ کے قول کے موافق ہے اور ان کی دوسری روایت یہ ہے کہ ودجین کو حلقوم اور مریٔ دونوں کے ساتھ کاٹنا واجب ہے اس طرح ان کے نزدیک چاروں رگوں کو کاٹنا شرط ہے۔ (المغنی لابن قدامۃ)

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سی تین رگیں کاٹ دی جائیں اور ایک رگ چھوڑ دی جائے تب بھی جانور حلال ہو جائے گا۔ البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک حلقوم، مریٔ اور ودجین میں سے ایک رگ نہ کاٹ دی جائے اس وقت تک جانور حلال نہیں ہوگا۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک چاروں رگوں کا اکثر حصہ نہ کاٹ دیا جائے اس وقت تک جانور حلال نہیں ہوگا۔ (بدائع الصنائع)

بہرحال! فقہاء کے درمیان مندرجہ بالا اختلاف کے باوجود تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ "ذکاۃ اختیاری" کا محل حلق اور نزخرہ ہے جانور کے حلال ہونے کے لیے ان چار رگوں میں سے ایک زیادہ رگوں کا کٹنا ضروری ہے۔ اور جن فقہاء نے یہ شرط لگائی ہے ودجین میں سے کم از کم ایک کا کٹنا ضروری ہے، ان کا قول راجح ہے، اس لیے کہ کامل طور پر خون کا بہانا اسی وقت متحقق ہوسکتا ہے، جب خون کی رگ کو کاٹ دیا جائے، چنانچہ امام قرافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

و یؤکدہ قولہ علیہ السلام: ماأنھر الدم و ذکر اسم اللہ فکل. (الذخیرۃ للقرافی)

اس قول کی تائید حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اس جانور کو کھالو۔

اور خون کا بہانا خون کی رگیں کاٹنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور ''انہار'' کے اصل معنیٰ ''وسعت'' اور ''گنجائش'' کے ہیں' ''نہر'' کو بھی ''نہر'' اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں پانی کے لیے گنجائش ہوتی ہے اور دن کو ''نہار'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ دن میں روشنی بہت وسیع ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے قول کی توجیہ یہ ہے کہ چار رگوں میں تین رگوں کا کٹنا تمام رگوں کے کٹنے کے قائم مقام ہو جاتا ہے کیونکہ جن مسائل میں توسع ہے' ان میں شریعت کا اصول ''للا کثر حکم الکل'' جاری ہوتا ہے۔ اور ''ذکاۃ شرعی'' ان چیزوں میں سے جس میں توسع پایا جاتا ہے' اس لیے کہ فقہاء کے درمیان کیفیت ذکاۃ کے کے بارے میں تو اختلاف ہے' لیکن اس میں اختلاف نہیں ہے بعض رگوں کا کاٹ جانا ''ذکاۃ شرعی'' کے لیے کافی ہے لہذا اس مسئلے میں ''اکثر''، ''کل'' کے قائم مقام ہو جائے گا۔ (بدائع الصنائع)

آلہ ذبح

اس بارے میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ ''ذکاۃ شرعی'' کے لیے آلہ ذبح دھاردار ہونا واجب ہے کہ وہ آلہ اپنی دھار کی وجہ سے جانور کو کاٹ دے یا پھاڑ دے' اپنے بوجھ اور وزن کی وجہ سے نہ پھاڑے' البتہ چھری یا چاقو ہونا کوئی ضروری نہیں' بلکہ ہر اس چیز سے ذبح کرنا جائز ہے جو دھاردار ہو' چاہے وہ لوہے کی بنی ہوئی ہو یا پتھر کی ہو یا لکڑی کی ہو' اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو شیخین وغیرہ نے بیان فرمائی ہے:

عن رافع بن خدیج رضی الله عنه قلت : یا رسول الله ﷺ ! انا ملا قوا العدو غدًا ولیس معنا مری' افنذبح بالقصب قال: ما انهر الدم و ذکر اسم الله علیه فکلوه' لیس السن و الظفر. (جامع الاصول لابن الاثیر)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آئندہ کل ہم دشمن سے مقابلہ کرنے والے ہیں اور ہمارے ساتھ کوئی چھری نہیں ہے' تو کیا ہم بانس سے جانور ذبح کرلیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے' اس کو کھاؤ' بشرطیکہ دانت اور ناخن سے ذبح نہ کیا گیا ہو۔

پیچھے حضرت عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ کی روایت گزری ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کانچ اور لکڑی کے چھلکے سے ذبح کرنے کے بارے میں سوال کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا: جس چیز سے چاہو خون بہادو' لیکن تمام احادیث اس بات پر متفق ہیں کہ ایسے آلے سے قطع اور خرق ضروری ہے جو خون بہادے' اور اس آلے کے دھاردار ہونے کے وجوب پر تمام فقہاء متبوعین کا اجماع ہے۔ البتہ دانت اور ناخن کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے' ائمہ حجازیین فرماتے ہیں کہ ان دونوں سے کسی حال میں بھی ذبح کرنا جائز نہیں' چاہے وہ جسم سے لگے ہوئے ہوں یا علیحدہ ہوں' اس لیے کہ ان کے بارے میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث عمومیت پر دلالت کر رہی ہے اور اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آلات ذبح میں سے دانت اور ناخن کو مستثنیٰ فرما دیا ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے حدیث بالا کو اس دانت اور ناخن پر محمول فرمایا ہے جو جسم کے ساتھ متصل ہو' اس لیے کہ اس صورت میں اس جانور کی موت گلا گھونٹنے کی وجہ سے واقع ہوگی۔ لیکن وہ دانت اور ناخن جو جسم سے متصل نہ ہوں' بلکہ کٹے ہوئے ہوں تو اس صورت

میں امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک ان سے ذکاۃ شرعی مع الکراہتہ حاصل ہوجائے گی۔ (ردالمختار)

جانور کی رگیں کاٹے بغیر روح نکالنا

ایسا جانور جس پر انسان کو ذبح کرنے کی قدرت حاصل ہے اگر اس کی رگیں کاٹے بغیر روح نکال دی جائے تو اس سے ''ذکاۃ شرعی'' حاصل نہیں ہوگی اور وہ جانور حلال نہیں ہوگا؟ اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حرمت علیکم المیتة والدم و لحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به و المنخنقة و الموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ماذکیتم. (سورة المائدة آیت ۳)

حرام کیا گیا ہے تم پر مردار، خون، خنزیر کا گوشت اور جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، جس کا گلا گھونٹا گیا ہو، جس کو غیر دھار دار بھاری آلے سے مارا گیا ہو، جو اوپر سے گر کر مر گیا ہو اور جو جانور دوسرے جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے ہلاک ہوگیا ہو، اور جس جانور کو درندے نے کھایا ہو، البتہ وہ جانور جس کو تم ذبح کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"منخنقة" وہ جانور ہے جس کی موت گلا گھٹنے کی وجہ سے واقع ہو جائے، چاہے قصداً اس کا گلا گھونٹا جائے یا اتفاقاً ایسا ہوجائے، مثلاً کوئی جانور اپنی رسی کے اندر الجھ جائے، جس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہوجائے۔ ایسے جانور کو کھانا حرام ہے۔

''موقوذة'' وہ جانور ہے جس کو غیر دھار دار بھاری چیز سے مارا جائے، یہاں تک کہ وہ مر جائے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات نے اس کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ یہ وہ جانور ہے جس کو لکڑی سے مارا جائے یہاں تک کہ اس کو کوٹ دیا جائے اور اس کے نتیجے میں اس کی موت واقع ہو جائے۔ حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے لوگ جانور کو لکڑیوں سے مارا کرتے تھے یہاں تک کہ جب وہ جانور مر جاتا تو اس کو کھا لیتے۔

صحیح میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میں ''معراض''

(''معراض'' بکسر المیم ''وہ تیر جو بغیر پر اور نصل کے ہو، جو چوڑائی میں چلتا ہے اور چوڑائی میں جا کر جانور کو لگتا ہے، دھار کی طرف سے نہیں لگتا۔ لسان العرب لابن منظور ج ۹ ص ۴۲، تاج العروس، ج ۵ ص ۵۰ پر ''معراض'' کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ دو لکڑیوں سے بنتا ہے جیسے روئی دھننے کی لکڑی ہوتی ہے۔ جب شکاری اس کو پھینکتا ہے تو سیدھا جاتا ہے، البتہ جانور کو چوڑائی کی طرف سے لگتا ہے، کنارے سے نہیں لگتا۔ لیکن اگر جانور قریب ہو تو پھر ''پھل'' کی طرف سے لگ کر اس کو زخمی کر دیتا ہے۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اسی کے بارے میں سوال ہے)

کو شکار کی طرف پھینکتا ہوں اور شکار حاصل کر لیتا ہوں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم ''معراض'' سے شکار کرو اور وہ معراض اس جانور کو چیر دے تو اس جانور کو کھالو۔ اور اگر وہ ''معراض'' اس جانور کو چوڑائی میں لگے تو وہ جانور ''وقیذ'' (کوٹا ہوا) ہے لہٰذا اس کو مت کھاؤ۔ (اس حدیث کو محدثین کی ایک جماعت نے مختلف ابواب کے تحت مختلف طرق سے نقل فرمایا ہے)

لہٰذا اس حدیث میں دونوں جانوروں کے درمیان تفریق کردی کہ جس جانور کو تیر کا دھار دار حصہ لگے، اس جانور کو حلال قرار دیا اور جس جانور کو تیر چوڑائی میں لگے اس کو ''وقیذ'' کہہ کر حرام قرار دے دیا۔ اور یہ مسئلہ فقہاء کے درمیان متفق علیہ ہے۔

''متردیة'' اس جانور کو کہا جاتا ہے جو کسی اونچی جگہ سے

گرنے کے نتیجے میں ہلاک ہوجائے' ایسا جانور بھی حلال نہیں ہے۔ حضرت علی بن ابی طلحہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ''متردیۃ'' وہ جانور ہے جو پہاڑ سے گر کر مرجائے۔ حضرت قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''متردیۃ'' وہ جانور ہے جو کنویں میں گر کر مرجائے حضرت سدیؒ فرماتے ہیں کہ متردیہ وہ جانور ہے۔ جو پہاڑ سے گر کر ہلاک ہوجائے یا کنویں میں گر کر ہلاک ہوجائے۔

''نطیحۃ'' وہ جانور ہے جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مرجائے' ایسا جانور حرام ہے' اگرچہ سینگ لگنے کی وجہ سے وہ زخمی ہوگیا ہو اور اس کا خون بہہ گیا ہو' چاہے ذبح کرنے کی جگہ سے خون بہا ہو۔

''وما اکل السبع'' یعنی وہ جانور جس پر شیر' چیتے' بھیڑیے یا کتے نے حملہ کیا ہو اور پھر اس میں کچھ حصہ کھالیا ہو' جس کے نتیجے میں وہ جانور مرچکا ہو' ایسا جانور حرام ہے' اگرچہ ان درندوں کے حملہ کرنے کے نتیجے میں اس جانور کا خون بہہ گیا ہو' چاہے اس جانور کے حلق سے خون بہا ہو لیکن اس کے باوجود فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ وہ جانور حلال نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں درندے جس بکری' اونٹ اور گائے کو شکار کرکے کھا کر چھوڑ دیتے تھے۔ لوگ درندے کے بچے ہوئے شکار کو کھالیتے تھے' اس لیے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لیے اس کو حرام قرار دے دیا۔

''الا ما ذکیتم'' اس کا تعلق ماقبل سے ہے یعنی جن پانچ جانوروں کا بیان اوپر ہوا' اگر ان میں سے کسی جانور کی موت کا سبب تو ثابت ہوچکا ہو' لیکن ابھی اس کے اندر روح باقی ہو اور اس کی وجہ سے ذبح شرعی کے ذریعہ اس کا تدارک ممکن ہو' تو ذبح شرعی کے بعد وہ جانور حلال ہوجائے گا۔ چنانچہ حضرت علی بن ابی طلحہ ''الا ما ذکیتم'' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل فرماتے ہیں کہ:

الا ما ذبحتم من ھؤلاء : وفیه روح فكلوه فھو ذكی.

یعنی مندرجہ بالا پانچ جانوروں کو روح موجود ہونے کی حالت میں ذبح کردو تو اس کو کھالو۔ کیونکہ وہ ''ذکی'' اور پاک ہے۔ حضرت سعید بن جبیر' حضرت حسن بصری اور حضرت سدی رحمہم اللہ سے بھی اس کی یہی تفسیر منقول ہے۔

بہر حال! قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات سے یہ ظاہر ہوگیا کہ جانور صرف اس وقت حلال ہوتا ہے جب ''ذکاۃ شرعی'' کے ذریعہ اس کی روح نکالی گئی ہو لہٰذا صرف کسی جانور کا گلا گھونٹ دینے سے یا کسی جانور کو وزنی چیز کے ذریعے کوٹ دینے سے یا کسی اور طریقے سے اس جانور کا خون بہا دینے سے وہ جانور حلال نہیں ہوتا۔ چنانچہ اگر کسی جانور کو دوسرے جانور نے سینگ مار دیا ہو یا جس جانور کو کسی درندے نے شکار کیا ہو بعض اوقات اس جانور کے ذبح کرنے کی جگہ سے خون بہہ جاتا ہے لیکن اس کے باوجود قرآن کریم نے صراحۃً دونوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ محض ذبح کی جگہ سے خون بہہ جانے کی وجہ سے جانور حلال نہیں ہوتا' بلکہ اس طریقے سے جانور کا خون بہانا ضروری ہے جس طریقے کو اللہ تعالیٰ نے ''تذکیہ شرعی'' کے لیے مقرر فرمایا ہے۔

ب۔ ذبح کے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنا

جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ ''ذکاۃ شرعی'' کے لیے ضروری ہے کہ ذبح کرنے والا ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے لہٰذا اگر ذبح کرنے والا قصداً ''بسم اللہ'' چھوڑ دے تو امام ابوحنیفہ' امام مالک' امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اور جمہور

فقہاء کے نزدیک اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہوگا لیکن اگر وہ نسیاناً ''بسم اللہ'' چھوڑ دے تو حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک ذکاۃ شرعی معتبر ہوگی اور وہ جانور حلال ہوگا' اور ان فقہاء کے نزدیک ذبیحہ اور صید کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ حنابلہ کے نزدیک صرف ذکاۃ اختیاری میں نسیان معاف ہے' لیکن شکار کے جانور میں اگر شکار کرنے والے نے تیر چلاتے وقت یا شکاری کتا چھوڑتے وقت ''بسم اللہ'' نہیں پڑھی تو اس جانور کی ''ذکاۃ شرعی'' نہیں ہوئی' چاہے اس نے قصداً بسم اللہ چھوڑی ہو یا نسیاناً چھوڑی ہو۔

(مسلک حنفی کے لیے دیکھئے: بدائع الصنائع' ج ۵' ص ۴۶' مسلک مالکی کے لیے دیکھئے: الذخیرہ للقرافی' ج ۴' ص ۱۳۴' الصادی علی الدردیر' ج ۲' ص ۱۷۱' حنبلی مسلک کے لیے دیکھئے: المغنی لابن قدامۃ' ج ۱۱' ص ۴)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور قول کے مطابق ذبح کے وقت ''بسم اللہ'' پڑھنا واجب نہیں' بلکہ سنت ہے۔ (کلید-عمیرۃ)

لہٰذا ان کے نزدیک ''ذبیحہ'' حلال ہے اگر چہ قصداً بسم اللہ چھوڑ دی ہو۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ''کتاب الأم'' کی مراجعت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قصداً ''بسم اللہ'' چھوڑنے کے باوجود جانور کے حلال ہونے پر کوئی صراحت نہیں ہے۔ البتہ اس کی صراحت موجود ہے کہ نسیاناً بسم اللہ چھوڑنے پر جانور حلال ہو جائے گا۔ چنانچہ ''کتاب الأم'' کی عبارت مندرجہ ذیل ہے۔

واذا ارسل الرجل المسلم كلبه اوطائره المعلمين احببت له ان يسمى فان لم يسم.

كتاب الاضحية

(۱) هي شاة من فردو بقرة اوبعيرمنه الى سبعة (۲) ان لم يكن لفرداقل من سبع حتى لوكان لاحدالسبعة اقل من السبع لايجوز عن احدلان وصف القربة لايتجزى وعندمالك تجوزعن اهل بيت واحد وان كانوااكثرمن سبعة ولايجوز عن اهل بيتين والكانوااقل من سبعة (۳) ويقسم اللحم وزنالاجزافاالااذاضم معه من اكارعه او جلده اى يكون مع اللحم اكارع اوجلد ففي كل جانب شئ من اللحم وشئ من الاكارع او يكون في كل جانب شئ من اللحم وبعض الجلداويكون في جانب لحم واكارع وفي آخرلحم وجلد وانما يجوز صرفاللجنس الى خلاف الجنس (۴) وصح اشتراك ستة في بقرة مشترية لاضحية استحسانا وفي القياس لايجوز وهو قول زفرؒ لانه اعدها للقربة فلايجوز بيعها وجه الاستحسان انه قد يجدبقرة سمينة ولايجدالشركاء وقت البيع فالحاجة ماسة الى هذا وذاقبل الشراء احباذ اشارة الى الاشتراك وعن ابي حنيفة يكره الاشتراك بعدالشراء

اضحیہ کی تعریف اور وجہ تسمیہ

جو جانور عید الاضحیٰ کے دن ذبح کیا جاوے اس کو اضحیہ کہتے ہیں کیونکہ وقت ضحی یعنی چاشت کے اس کو ذبح کرتے ہیں۔

(۱) بکری' گائے بیل یا اونٹ کی قربانی

قربانی میں ایک بکری ایک آدمی کی طرف سے ضرور ہے اور گائے یا بیل یا اونٹ ایک آدمی سے سات آدمیوں

تک کی طرف سے بھی ہوسکتا ہے اور جو سات سے کم ہوں تو بطریق اولیٰ جائز ہے لیکن بکری میں ایک آدمی سے زیادہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں ایک آدمی سے زیادہ کی اجازت نہیں دی چنانچہ ابوسعیدؓ سے مروی ہے کہا کہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قربانی کرتے ایک مینڈھا جس کے پاؤں اور آنکھیں اور منہ سیاہ تھا اور یہی قیاس تھا اونٹ اور بیل اور گائے میں بھی لیکن جائز رکھے ہم نے اس میں سات آدمی تک اس لئے کہ روایت کی مسلمؒ اور ابوداؤدؒ نے جابرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گائے سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ہے۔

(۲) سات حصوں والے جانور کی قربانی کی شرط

لیکن یہ شرط ہے کہ کوئی شریک ساتویں حصے سے کم کا نہ ہووے۔

فائدہ:۔ تو اگر کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہوگا تو کسی کی طرف سے قربانی درست نہ ہوگی اور امام مالکؒ کے نزدیک ایک گائے یا بیل یا اونٹ ایک گھر والوں کی طرف سے درست ہے اگرچہ سات سے زیادہ ہوں لیکن دو گھر والوں کی طرف سے درست نہیں اگرچہ سات سے کم ہوں کذافی لاصل۔

(۳) گوشت کی تقسیم

پھر جب قربانی میں شرکت ہووے تو گوشت کو تول کر تقسیم کریں نہ اٹکل سے مگر جبکہ گوشت کے ساتھ پائے یا کھال ملائے جاویں تو وزن کا برابر ہونا ضرور نہیں۔

فائدہ:۔ یعنی ہر جانب میں کچھ گوشت اور کچھ پائے ہوں یا کچھ گوشت اور کچھ کھال ہو یا ایک جانب میں گوشت اور پائے ہوں اور دوسری جانب میں گوشت اور کھال ہو اور اس صورت میں اٹکل سے تقسیم اس لئے درست نہیں ہوئی کہ جنس کو خلاف جنس کی طرف پھیر دیں گے کذافی الاصل۔

(۴) ایک کی خریدی ہوئی گائے میں دوسروں کا شریک ہونا

ایک گائے ایک شخص نے قربانی کے لئے خریدی پھر چھ آدمی اس میں اور شریک ہوگئے تو وہ جائز ہے۔ استحساناً۔

فائدہ:۔ اور قیاساً نہیں جائز ہے اور یہی قول ہے زفرؒ کا اس لئے کہ اس نے قربۃً الی اللہ خریدی ہے پس کیونکر جائز ہوگی بیع اس کی وجہ استحسان یہ ہے کہ کبھی ایک شخص کو فربہ گائے مل جاتی ہے لیکن شریک اس وقت نہیں ملتے تو وہ خرید لیتا ہے بعد اس کے شریک مل جاتے ہیں تو بسبب ضرورت کے جائز ہوا۔

☆ لیکن اگر قبل خریدنے کے شریک ہوجاویں تو بہتر ہے۔

فائدہ:۔ اور مروی ہے امام صاحبؒ سے کہ شریک ہونا بعد خرید کے مکروہ ہے۔

(۵) ولاتجب (۲) الاعلی من علیه الفطرة وقد مرفی الفطرة وانما تجب لقوله علیه السلام من وجد سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا وعندالشافعیؒ هی سنة لنفسه لالطفله فی ظاهرالروایة وفی روایة الحسن عن ابی حنیفة تجب علی طفله کما فی الفطرة قلنا سبب الفطرة راس یمونه ویلی علیه (۷) بل یضحی عنه ابوه اووصیه من ماله هذا عند ابی حنیفة وابی یوسفؒ وقال محمد والشافعیؒ یضحی عنه ابوه من مال نفسه لامن ماله

(۸) واكل منه الطفل وما بقى يبدل بما ينتفعه بعينه كالثوب والخف لابماينتفع به بالاستهلاک كالخبز ونحوه وانما يجوزان يبدل بذلک لابهذاقياساعلىٰ الجلد فان الجلد يجوزان ينتفع به بان يتخذ جراباواذابدله بما ينتفع بعينه فتبدل حكم المبدل فهو كالانتفاع بعينه لكن التبديل بالدراهم تمول وبماينتفع به بالاستهلاک فى حكم الدراهم فاذا كان الحكم فى الجلد هذا قاسواعليه اللحم اذا كان للصبى ضرورة (۹) واول وقتها بعدالصلوة ان ذبح فى مصر اى بعد صلوة العيد يوم النحر

(۵) قربانی کا وجوب

اور قربانی واجب ہے۔

فائدہ:۔ اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک سنت ہے بدلیل حدیث ام سلمہؓ کے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے تم میں سے چاند ذیحجہ کا اور ارادہ کرے قربانی کا تو چاہیے کہ اپنے بال اور ناخون روک رکھے یعنی نہ کاٹے روایت کیا اس کو جماعت نے یہ جو کہا کہ اگر ارادہ کرے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قربانی واجب نہیں ہے دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے ابو ہریرۃؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس کو وسعت ہو اور قربانی نہ کرے تو نہ قریب ہو ہمارے مصلّی کے روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابن ماجہؒ نے اور صحیح کہا اس کو حاکمؒ نے کیونکہ اس قسم کی وعید سوا واجب کے ترک کے سنت کے ترک پر نہیں ہوتی اور حدیث ام سلمہؓ کے معنی یہ ہیں کہ جس شخص کا قصد ہو قربانی کا جو ضد ہے سہو کی نہ تخییر کذافی الہدایۃ۔

(۶) قربانی کس پر واجب ہے

اس شخص پر جس پر صدقہ فطر واجب ہے اپنی طرف سے۔

فائدہ:۔ اور وہ وہ شخص ہے جس کے پاس جائیداد بقدر نصاب شرعی زیادہ حاجت اصلیہ سے ہو اگر چہ ایک سال اس پر نہ گزرا ہو اور اگر چہ وہ نصاب نامی نہ ہو لیکن طحطاوی میں ہے کہ کتابوں سے آدمی غنی نہیں ہوتا مگر جب کہ ایک کتاب کے دو نسخے ہوں یا وہ کتابیں طب اور نجوم اور ادب کی ہوویں۔ نہ اپنے نابالغ لڑکے کی طرف سے۔

فائدہ: تو بالغ لڑکے کی طرف سے بطریق اولیٰ واجب نہ ہوگی۔

☆ ظاہر الروایۃ میں

فائدہ:۔ اور حسن بن زیاد کی روایت میں امام اعظمؒ سے طفل نابالغ کی طرف سے بھی واجب ہے مثل صدقہ فطر کے لیکن فتویٰ ظاہر الروایۃ پر ہے طحطاوی۔

(۷) نابالغ مالدار کی قربانی

بلکہ طفل نابالغ اگر مالدار ہووے تو اس کے مال میں سے اس کا باپ یا وصی قربانی کر دیوے۔

فائدہ:۔ یہ مذہب شیخینؒ کا ہے اور محمدؒ اور شافعیؒ کے نزدیک باپ اس کا اپنے مال سے قربانی کرے نہ اس کے مال سے اور در مختار میں اسی کو معتمد رکھا ہے کہ باپ اس کے مال سے قربانی نہ کرے۔

(۸) نابالغ کی قربانی کا گوشت

تو اگر طفل کے مال میں سے قربانی کی تو جس قدر اس سے کھایا جاوے کھاوے باقی گوشت بدل ڈالا جاوے اس چیز

سے جس کے عین سے نفع اٹھا سکتے ہیں جیسے کپڑا اور موزہ وغیرہ۔
فائدہ:۔ لیکن اس چیز سے نہ بدلا جاوے جس کو تلف کر کے نفع اٹھاتے ہیں مثل روٹی کے یا جیسے روپیہ اشرفی کذافی الاصل مع الدلیل

(۹) قربانی کرنے کا وقت

اگر قربانی ذبح کی جاوے شہر میں تو اول وقت اس کا بعد نماز عید کے ہے۔
فائدہ:۔ اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک جب تک امام قربانی نہ کرے بعد نماز کے تو کسی کو قربانی کرنا درست نہیں ہے سب پر حجت یہ ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو اس نے ذبح کیا اپنے نفس کے لئے اور جس نے ذبح کیا بعد نماز کے تو پوری ہوئی عبادت اس کی اور پائی اس نے سنت مسلمانوں کی اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا آپ نے جس شخص نے ذبح کیا قبل نماز کے تو وہ اس کے بدلے میں دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے نہیں ذبح کیا تو وہ ذبح کرے خدا کے نام پر روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے براء بن عازبؓ اور جندب بن عبداللہ سے اور بھی فرمایا حضرتؐ نے کہ پہلے عبادت ہماری اس روز نماز ہے پھر قربانی روایت کیا اس کو بخاری و مسلمؒ نے کذافی الهدایۃ ان روایات سے معلوم ہوا کہ ذبح قربانی کا قبل نماز عید کے جائز نہیں۔

(۱۰) وبعدطلوع فجر يوم النحران ذبح فی غيره واخره قبيل غروب اليوم الثالث فالمعتبر فی هذا مكان الفعل لامكان من عليه لكن الاضحية لاتجب علی المسافر كذافی الهداية وعند مالک والشافعیؒ لاتجوز بعد الصلوٰة قبل نحرالامام وتجوز عندالشافعیؒ فی اربعة ايام (۱۱)واعتبرالأخر للفقروضده والولادة والموت ای اذاكان غنيافی الاول الأيام فقيرافی اخرها لاتجب عليه وعلى العكس تجب وان ولد فی اليوم الأخر تجب عليه وان مات فيه لاتجب عليه (۱۲) وكره الذبح ليلافان تركت ای التضحية ومضت ايامها تصدق الناذروفقير شراها للاضحية بهاحية والغنی بقيمتها شراها اولا المرادانه نذران يضحی بهذه الشاة فانه ح يتعلق بالمحل والفقير انما يجب عليه بالشراء بنية الاضحية فاماالغنی فالواجب يتعلق بذمته شری الشاة اولا (۱۳) وصح الجذع من الضان الجذع شاة لهاستة اشهر والضان ماتكون له الية (۱۴) والثنی فصاعدا من الثلاثة ای من الشاة اعم من ان يكون ضانا او مغزاومن البقرومن الابل وهوا بن خمس من الابل وحولين من البقر وحول من الشاة قيل الثناياابن حول وابن ضعف وابن خمس من ذوی ظلف وخف

(۱۰) دیہات میں قربانی کا وقت

اور جو شہر میں نہ ہووے تو اول وقت اُسکا بعد طلوع فجر کے ہے دن نحر کے یعنی دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور آخر وقت اس کا قبل غروب آفتاب کے ہے بارھویں تاریخ ذی الحجہ تک۔
فائدہ:۔ اور معتبر اس میں مکان فعل ذبح کا ہے نہ مکان صاحب قربانی کا اور شافعیؒ کے نزدیک تیرھویں تاریخ

کی شام تک جائز ہے کذا فی الاصل دلیل شافعی کی قول ہے حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ سارے ایام تشریق ذبح کے دن ہیں روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے مسند میں اور ابن حبانؒ نے صحیح میں جبیر بن مطعمؓ سے کہا صاحب ہدایہ نے کہ دلیل ہماری وہ ہے جو مروی ہے حضرت عمرؓ اور علیؓ اور ابن عباسؓ سے کہ کہا ان سبھوں نے ایام قربانی کے تین دن ہیں افضل ان سب میں پہلا روز ہے یعنی دسویں تاریخ اور روایت کی مالکؒ نے موطا میں نافعؒ سے انہوں نے ابن عمرؓ سے کہا انہوں نے ایام قربانی کے بعد یوم النحر کے دو دن ہیں اور کہا کہ ایسا ہی پہنچا مجھ کو علیؓ بن ابی طالب سے اور ظاہر ہے یہ بات کہ حدیث موقوف اس باب میں مثل مرفوع کے ہے اس لئے کہ یہ امر غیر قیاسی ہے بدوں شارع کے بیان کئے ہوئے معلوم نہیں ہو سکتا اور ابن عمرؓ نہایت متبع ہیں طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حدیث مستدلہ شافعیؒ منقطع ہے کہ بزازؒ نے کہ یہ حدیث مروی ہے عبدالرحمان بن ابی حسینؒ سے انہوں نے جبیر بن مطعم سے حال آنکہ عبدالرحمٰن نے نہیں ملاقات کی جبیر بن مطعمؓ سے دوسرے یہ کہ اس حدیث میں لفظ ذبح کا وارد ہے نہ اضحیہ کا۔

(۱۱) قربانی کرنے والے کی کون سے وقت کی حیثیت معتبر ہوگی

لیکن اعتبار آخر روز کا ہے فقر اور غنا اور ولادت اور موت میں۔

فائدہ:۔ یعنی جب وہ غنی تھا اول روز قربانی کے پھر مفلس ہو گیا آخر روز میں تو اس پر قربانی واجب نہ ہوگی اور جو اس کا الٹا ہوا تو واجب ہوگی اور اگر پیدا ہوا آخر روز میں تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور اس دن مر جائے گا تو اس پر واجب نہ ہوگی کذا فی الاصل۔

(۱۲) رات کو قربانی کرنا یا ایام عید میں قربانی نہ کر سکنا

ذبح کرنا رات کو مکروہ ہے اگر کسی نے قربانی ترک کی اور ایام اس کے گزر گئے اور اس نے کسی معین بکری کے ذبح کی نذر کی تھی یا وہ فقیر تھا اور قربانی خرید چکا تھا تو زندہ اس کو صدقہ کر دیوے اور جو وہ غنی تھا اور اس نے نذر نہیں کی تھی تو قربانی کی قیمت تصدق کرے خواہ وہ جانور قربانی کا خرید کر چکا ہووے یا نہ خرید کر چکا ہووے۔

(۱۳) قربانی کے دنبہ کی عمر

اور صحیح ہے قربانی میں چھ مہینے کا دنبہ

فائدہ:۔ جس کو عربی میں ضان کہتے ہیں اور وہ چکتی دار ہوتا ہے بشرطیکہ تنومندی میں اس قدر ہو کہ سال بھر کی بھیڑ بکریوں میں پہچانا نہ جاوے دور سے چھ مہینے کا دنبہ اس لئے درست ہوا کہ روایت کی ابوداؤدؒ ونسائیؒ ابن ماجہؒ نے مجاشع سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ چھ مہینے کا دنبہ کافی ہوتا ہے سال بھر کی بھیڑ بکری سے اور روایت کی ترمذیؒ اور ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اچھی ہے قربانی چھ مہینے کے دنبے کی اور فرمایا آپ نے کہ نہ ذبح کرو مگر مسنہ یعنی ثنی جس کا بیان آگے آوے گا مگر جب دشوار ہو تم پر تو ذبح کرو چھ مہینے کا دنبہ۔

(۱۴) بکری، بھیڑ، گائے اور اونٹ کی عمر

اور بکری اور بھیڑ اور گائے اور اونٹ میں سے ثنی اور ثنی

اونٹ پانچ برس میں ہوتا ہے اور گائے بیل دو برس میں اور بکری بھیڑ برس بھر میں۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ فرمایا آپ نے نہ ذبح کرو مگر مسنہ اور مسنہ ثنی کو کہتے ہیں اور بھینس کا حکم گائے کا سا ہے تو اس سے کم عمر والے جانور درست نہیں اور زیادہ عمر والے درست بلکہ افضل ہیں عالمگیری

(۱۵) كالجماء والخصي والثولاء (۱۶) دون العميا والعوراء والعجفاء والعرجاء التى لاتمشي الى المنسك الجماء التى لاقرن لهاوالثولاء المجنونة والعوراء ذات عين واحدة وقد قيدت العجفاء بانها لاتنقي اى مايكون عجفها الى حدلايكون فى عظامها تقى اى مخ (۱۷) ومقطوع يدها اورجلها وماذهب اكثرمن ثلث اذنها او ذنبها او عينها او اليتها هذا رواية الجامع الصغير وقيل الثلث وقيل الربع وعندهما ان بقى اكثر من النصف اجزاه ثم طريق معرفة ذهاب ثلث العين ان يشداء العين الماونة فيقرب اليها العلف اذاكانت جائعة فينظرانها من اى مكان رأت العلف ثم تشدالعين الصحيحة ويقرب اليها العلف فينظرانها من اى مكان رأت العلف فينظرالى تفاوت ما بين المكانين فان كان ثلثافقدذهب الثلث وهكذا (۱۸) فان مات احد سبعة وقال ورثته اذبحوها عنه وعنكم صح وعن ابى يوسفؒ انه لا يصح وهوالقياس لانه تبرع بالاتلاف فلايجوز عن الغير كالاعتاق عن الميت وجه الاستحسان ان القربة قدتقع عن الميت كالتصدق بخلاف الاعتاق فان فيه الزام الولاء على الميت كبقرة عن اضحية ومتعة وقران

(۱۵) منڈی، دیوانی اور خصی کی قربانی

اور صحیح ہے منڈی جس کے سینگ نہ ہوں اور دیوانی اور خصی۔

فائدہ۔ اس لئے کہ سینگ سے کوئی غرض متعلق نہیں ہے اور دیوانی سے مراد وہ ہے جو چارہ وغیرہ کھاتی ہے نہ وہ جو چارہ نہیں کھاتی کہ وہ غیر کافی ہے اور خصی کا گوشت تو عمدہ ہوتا ہے بلکہ روایت کی ابن ماجہؒ نے عائشہ اور ابو ہریرہؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قربانی کی دو مینڈھوں کی نمکین رنگ کے دونوں خصی تھے ہدایہ۔

(۱۶) اندھے، کانے، لنگڑے جانور کی قربانی

اور صحیح نہیں ہے اندھی اور کانی اور اس قدر دبلی کہ اس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہووے یا لنگڑی کہ مقام ذبح تک نہ جا سکے۔

فائدہ۔ اس واسطے کہ روایت کی امام احمدؒ اور چاروں عالموں نے حضرت علیؓ سے کہ حکم کیا ہم کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ دیکھیں ہم آنکھ اور کان کو اور نہ قربانی کریں ہم کانی کی آخر حدیث تک اور روایت کی احمدؒ اور مالکؒ اور ترمذیؒ اور ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ نے براءؓ بن عازب سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے ان قربانیوں سے جن سے بچنا چاہئے سو فرمایا آپؐ نے چار ہیں ایک لنگڑی جس کا لنگڑا پن ظاہر ہووے دوسرے کانی جس کا کانا پن ظاہر ہووے تیسری بیمار جس کی بیماری صاف ظاہر ہووے چوتھی دبلی اس قدر کہ اس میں گودا نہ ہووے۔

(۱۷) ہاتھ، پاؤں، کان یا دم کٹے کی قربانی

اور جائز نہیں جس کا ہاتھ یا پاؤں کٹا ہووے یا تہائی

سے زیادہ اس کا کان یا دم کٹی ہووے یا تہائی سے زیادہ اس کی آنکھ کی بصارت جاتی رہی ہووے یا سرین کٹی ہووے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ ثلث تک قلیل ہے اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں ثلث سے کم قلیل ہے اور ثلث اور ثلث سے زیادہ کثیر ہے کیونکہ حضرتؐ نے ثلث مال میں فرمایا کہ ثلث کثیر ہے روایت کیا اس کو ائمہ ستہؒ نے اور ایک روایت میں ربع سے کم قلیل ہے اور ربع پس زیادہ کثیر ہے اور ایک روایت میں نصف سے زیادہ کثیر ہے اور نصف اور اس سے کم قلیل ہے سو اگر نصف یا نصف سے کم کان یا دم مقطوع ہو تو جائز ہے اور تہائی بصارت جاتی رہنے کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ جب جانور بھوکا ہو تو کم روشن آنکھ کو اس کی بند کرے اور اس کے سامنے چارہ لے جاوے اور نظر کرے کہ اس نے چارہ کہاں سے دیکھا پھر تندرست آنکھ کو اس کی بند کر کے چارہ لے جاوے اور نظر کرے کہ اس نے کہاں سے چارہ دیکھا اب دونوں مکانوں کی تفاوت کا اندازہ کر لیوے اگر تہائی کا تفاوت ہو تو تہائی روشنی گئی اسی طرح قلیل یا کثیر معلوم کرلے کذا فی الاصل۔

(۱۸) قربانی کا ایک حصہ دار قربانی سے قبل مر گیا

اگر سات آدمیوں نے قربانی کو خرید ا بعد اس کے ایک شخص ان میں سے مر گیا اور اس کے وارثوں نے کہا کہ تم اس کی طرف سے بھی اور اپنی طرف سے بھی جانور کو ذبح کرلو تو صحیح ہو جاوے گا۔ (استحساناً اور ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ صحیح نہ ہوگا اور یہی قیاس ہے چنانچہ وجہ اس کی اصل کتاب میں مذکور ہے) جیسے ایک گائے قربانی اور قران اور متعہ کہ سب کی طرف سے درست ہے۔

(۱۹) وانكان احدهم كافرا اومن مزيداللحم لا لان البعض ليس بقربة وهي لاتتجزى (۲۰) وياكل منها ويوكل ويهب من يشاء وندب التصدق بثلثها وتركه لذى عيال توسعة عليهم (۲۱) والذبح بيده ان احسن والاامرغيره (۲۲) وكره ان ذبحها كتابى (۲۳) ويتصدق بجلدها او يغمنه الة كجراب او خف او فرو اويبدله بما ينتفع به باقيا لابماينتفع به مستهلكاكخل ونحوه فان بيع اللحم او الجلد به تصدق بثمنه (۲۴) ولوغلط اثنان وذبح كل شاة صاحبه صح بلاغرم وفي القياس ان لايصح ويضمن لانه ذبح شاة غيره لغيرامره وجه الاستحسان انها تعينت للاضحية ودلالة الاذن حاصلة فان العادة جرت بالاستعانة بالغير في امرالذبح (۲۵) وصحت التضحية بشاة الغصب لاالوديعة وضمنها لان في الغصب يثبت الملک من وقت الغصب وفي الوديعة يصير غاصبابالذبح فيقع الذبح في غيرالملک اقول بل يصير غاصبا بمقدمات الذبح كالاضجاع وشدالرجل فيكون غاصبا قبل الذبح.

(۱۹) وہ امور جن سے قربانی ناجائز ہو جاتی ہے

اور اگر قربانی کے شریکوں میں سے کوئی کافر ہوگا یا صرف گوشت لینا اس کو منظور ہوگا تو کسی طرف سے قربانی جائز نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ خواہ دوسرے غنی ہوں یا فقیر اور افضل یہ ہے کہ تہائی گوشت خیرات کرے اور تہائی میں اقارب اور دوستوں کی مہمانی کرے اور تہائی اپنے واسطے اٹھا رکھے روایت کی

ابوداوُدؒ نے منبشہ ہذلیؒ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ ہم نے منع کیا تھا تم کو کہ کھاؤ تم گوشت قربانی کا تہائی سے زیادہ تو کھاؤ اور جمع کرو۔

(۲۰) قربانی کے گوشت کا مصرف

اور قربانی کے گوشت میں سے خود بھی کھاوے اور دوسروں کو بھی کھلاوے۔ اور جس کو چاہے ہبہ کرے اور مستحب ہے کہ تہائی گوشت خدا کی راہ میں دیوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ احوال تین ہیں قربانی میں ایک کھانا دوسرے رکھ چھوڑنا تیسرے تصدق کرنا اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے واطعموا القانع والمعتر یعنی کھلاؤ قناعت کرنے والے کو اور سوال کرنے والے کو تو سارا گوشت ان تینوں امر پر اثلاثا منقسم ہوگیا۔ ہدایہ

☆ اور جو شخص عیالدار ہو تو وہ تصدق ترک کرے اپنے عیال پر وسعت کے لئے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ذوی القربیٰ اگر محتاج ہوں تو وہ مقدم ہیں مساکین پر اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو چیز صرف کرے اس کو آدمی اپنے نفس یا اہل پر تو اس کے لئے صدقہ لکھا جاوے گا روایت کیا اس کو بغویؒ نے معالم میں جابرؓ بن عبداللہ سے اور روایت کی مسلمؒ نے ابی ہریرہؓ سے کہ زیادہ اجر والا وہ صدقہ ہے جس کو تو صرف کرے اپنے اہل پر اور ایک روایت میں ہے کہ جب آدمی اپنے اہل پر کچھ خرچ کرے با امید ثواب تو وہ اس کے لئے صدقہ لکھا جاوے گا روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے ابی مسعودؓ بدری سے۔

(۲۱) قربانی کو خود ذبح کرنا

اگر خود ذبح کرنا بخوبی جانتا ہووے تو آپ ذبح کرے ورنہ دوسرے کو حکم کرے۔

فائدہ:۔ لیکن خود بھی وقت ذبح کے حاضر رہے اگر ہو سکے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قربانی دست مبارک سے ذبح کی جیسا اوپر گزرا اور روایت کی حاکم نے مستدرک میں عمران بن حصینؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے کہ کھڑی ہو پس دیکھ اپنی قربانی کو اس لئے کہ جب اس کے خون کا پہلا قطرہ نکلے گا تو تیرے سب گناہ معاف ہوجاویں گے۔

(۲۲) اہل کتاب سے ذبح کرانا

اور مکروہ ہے کہ قربانی کو اہل کتاب سے ذبح کراوے۔

فائدہ:۔ اور اگر اس نے ذبح کردیا تو درست ہے ہدایہ اور مجوسی کا ذبح کرنا حرام ہے درمختار۔

(۲۳) قربانی کی کھال

اور قربانی کی کھال کو للہ دے دیوے۔ (اس واسطے کہ حدیث علیؓ میں ہے کہ حکم کیا مجھ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ تقسیم کردوں میں کھالوں کو قربانی کی اوپر مساکین کے اور نہ دوں میں اجرت قصاب کی اس میں سے روایت کیا اس کو بخاریؒ مسلمؒ ابوداوُدؒ نسائیؒ نے) یا اس کی کوئی چیز مثل جھولی یا موزے یا پوستین کے بنالیوے۔ (یا چھلنی یا مشک یا دسترخوان یا ڈول بنالیوے درمختار) یا کھال کو بدلے اس چیز سے جس سے فائدہ حاصل ہو سکے اس کو باقی رکھ کے نہ اس چیز سے جس سے فائدہ نہ اٹھا سکے بدوں اتلاف کے جیسے سرکہ کھانے پینے کی چیزیں پھر اگر کھال یا گوشت کو قربانی کے بیچ ڈالے تو اس کے ثمن کو تصدق کرے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ثمن قائم مقام مثمن کے ہے اور یہ جو روایت کی حاکمؒ نے مستدرک میں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس شخص نے کھال اپنی قربانی کی بیچ ڈالی سو

اس کی قربانی نہ ہوئی تو مراد اس سے کراہت بیع ہے لیکن بیع کی جواز میں سوشبہ نہیں ہے اس لئے کہ ملک قائم ہے اور قدرت علی التسلیم حاصل ہے ہدایہ۔

(۲۴) غلطی سے ایک دوسرے کا جانور ذبح کردینا

اگر ہر شخص نے غلطی کی راہ سے اپنے ساتھی کی بکری ذبح کرڈالی تو دونوں کی قربانی صحیح ہوگئی اور کسی پر تاوان لازم نہ آویگا۔

فائدہ:۔ لیکن ہر ایک دوسرے سے معاف کروائے اگر گوشت اس کا کھایا ہو اور بعد اس کے پہچانا ہدایہ۔

(۲۵) غصب یا امانت کی بکری کی قربانی

اگر کسی نے ایک بکری غصب کر کے اس کی قربانی کی تو صحیح ہوجاوے گی اور جو کسی کی بکری امانت تھی اس کی قربانی کی تو جائز نہ ہوگی اور تاوان قیمت دیوے دونوں صورت میں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ غصب میں غاصب کی ملک کا حکم ہوتا ہے وقت غصب سے برخلاف امانت کے کذا فی الاصل۔

فوائد: (۱) مادہ اگر قیمت میں نر کے برابر ہو تو افضل ہے نر سے۔ (۲) اگر قربانی کا جانور قبل قربانی کے جنا تو اس کے بچے کو بھی ذبح کریں گے اور بعضوں کے نزدیک بدوں ذبح کے خیرات کردیں گے۔ (۳) قربانی جائز نہیں پوپلے جانور کی جس کے دانت نہ ہوں اور جس کے کان نہ ہوں یا ناک نہ ہو۔ (۴) قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوہنا اور اس سے نفع اٹھانا قبل ذبح کے مکروہ ہے۔ (۵) اگر ذبح کرنے والے کے ہاتھ پر دوسرے نے بھی ہاتھ رکھا ذبح کرنے میں اعانت کے لئے تو دونوں بسم اللہ کہیں ورنہ ذبیحہ حرام ہوگا درمختار۔ عقیقہ کرنا سنت ہے بچے بچی کا ساتویں روز فرزند کی طرف سے دو بکری اور دختر کی طرف سے ایک بکری ایسا ہی روایت کی ابوداؤدؒ ترمذیؒ نسائیؒ نے ام کرز رضی اللہ عنہا سے۔

ضمیمہ از ''نوادر الفقہ''

قربانی کی کھال کے احکام

(۱)۔ قربانی کی کھال اپنے اور اہل وعیال کے استعمال میں لانا جائز ہے' مثلاً جائے نماز' کتابوں کی جلد' مشکیزہ' ڈول' دسترخوان' جراب' جوتہ وغیرہ کوئی بھی چیز بنا کر استعمال کی جاسکتی ہے' بلا کراہت جائز ہے۔ (ہدایہ و درمختار)

لیکن ان چیزوں کو کرایہ پر دینا جائز نہیں' اگر دے دیں تو جو کرایہ ملے اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ (شامی عالمگیری)

(۲)۔ یہ بھی جائز ہے کہ کھال یا اس سے بنائی ہوئی چیز کسی کو ہبہ میں (بلا معاوضہ) دے دی جائے' خواہ وہ سید اور مالدار ہو' یا اپنے ماں باپ' اور اہل وعیال ہوں' اجنبی ہو یا رشتہ دار' کافر ہو یا مسلمان' بلا معاوضہ ہر ایک کو دینا جائز ہے۔
(ہدایہ' عالمگیری' امداد الفتاوی)

(۳)۔ فقراء و مساکین کو خیرات میں بھی دی جاسکتی ہے' مگر یہ مستحب ہے' واجب نہیں۔ (بحر' عالمگیری)

(۴)۔ قربانی کی کھال' گوشت' چربی' اون آنتیں وغیرہ' یعنی قربانی کے جانور کا کوئی جزء کسی خدمت کے معاوضہ میں دینا جائز نہیں' اگر دے دیا تو اس کی قیمت کا صدقہ واجب ہے۔ (ہدایہ عالمگیری امداد الفتاوی)

(۵)۔ قربانی کے جانور کی جھول' رسی اور ہار جو گلے میں پڑا ہو وہ بھی کسی کی خدمت کے معاوضے میں دینا جائز نہیں' ان چیزوں کو خیرات کردینا مستحب ہے۔ (شامی عالمگیری ہدایہ عزیز الفتاویٰ)

قربانی کی کوئی چیز قصائی وغیرہ کو بھی اس کی مزدوری میں

دینا جائز نہیں، اس کی مزدوری الگ دینی چاہیے۔ (ہدایہ، درمختار)

امام وموذن کو بھی حق الخدمت کے طور پر دینا جائز نہیں، اس کی مزدوری الگ دینی چاہیے۔ (ہدایہ، درمختار)

امام وموذن کو بھی حق الخدمت کے طور پر دینا جائز نہیں، حق الخدمت اور معاوضے کے بغیر ہر ایک کو دے سکتے ہیں، ان کو بھی دے سکتے ہیں۔

کھال کی قیمت کے احکام

قربانی کی کھال یا اس سے بنائی ہوئی چیز کو فروخت کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ روپے کے بدلے فروخت کی تو اس رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر ایسی کسی اور چیز کے بدلے میں فروخت کی جو باقی رہتے ہوئے استعمال میں نہیں آتی، یعنی اسے خرچ کیے بغیر اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا۔ مثلاً جن لوگوں کو زکوۃ دینا جائز نہیں، انہیں یہ صدقہ بھی نہیں دیا جاسکتا۔ تفصیل اگلے مسائل میں آرہی ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۳۶ و ص ۵۶۶ ج ۳)

(۲)۔ جس کی ملکیت میں اتنا مال ہو کہ جس سے زکوۃ یا قربانی واجب ہو جاتی ہے، وہ شرعاً مالدار ہے، اسے یہ صدقہ دینا جائز نہیں، اور جس کے پاس اس سے کم مال ہو وہ شرعاً غریب اور مستحق زکواۃ ہے، اسے یہ صدقہ بھی دیا جاسکتا ہے۔

(درمختار ۰۰ ج ۲ بحر ص ۲۶۳ ج ۲)

نابالغ بچوں کا باپ اگر مالدار ہو تو ان کو بھی نہیں دے سکتے، لیکن اگر اولاد بالغ ہو اور مالدار نہ ہو تو انکو دیا جاسکتا ہے، اسی طرح مالدار کی بیوی اگر مالدار نہ ہو تو اسے بھی دے سکتے ہیں۔ (ہدایہ)

اگر نابالغ بچوں کی ماں تو مالدار ہے، باپ مالدار نہیں تو ان بچوں کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ (درمختار)

(۳)۔ سید اور بنو ہاشم کو (یعنی جو لوگ حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ یا حضرت حارثؓ بن عبدالمطلب کی اولاد میں ہوں ان کو) یہ صدقہ دینا جائز نہیں۔ (شامی، ہدایہ، بحر، امداد الفتاویٰ)

(۴)۔ اپنے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، پردادا وغیرہ کو کہ جن کی اولاد میں یہ خود ہے، یہ صدقہ دینا درست نہیں۔ (ہدایہ ج ۱)
اسی طرح اولاد، پوتے پوتی، نواسے نواسی وغیرہ کہ جو اس کی اولاد میں داخل ہیں، ان کو دینے سے بھی یہ صدقہ ادا نہ ہوگا، شوہر اور بیوی بھی ایک دوسرے کو نہیں دے سکتے۔ (ہدایہ ج ۱)

باقی سب رشتہ داروں کو دینا جائز ہے بشرطیکہ وہ مستحق زکوٰۃ ہوں، بلکہ ان کھانے پینے کی چیزیں، اور تیل، پٹرول، رنگ وروغن وغیرہ تو ان اشیاء کا بھی صدقہ واجب ہے، یہ فقراء ومساکین کا حق ہے، کسی اور مصرف میں لانا جائز نہیں۔ (ہدایہ، بدائع، امداد الفتاویٰ)

ان اشیاء کے بدلے قربانی کی کھال اس نیت سے فروخت کرنا کہ اپنے خرچ میں لے آئیں گے مکروہ بھی ہے، صدقہ کرنے کی نیت سے فروخت کرنے میں مضائقہ نہیں، لیکن کسی بھی نیت سے فروخت کی ہو، بیع نافذ ہو جائے گی اور ان اشیاء کا صدقہ بہرحال واجب ہوگا۔ (بحر، درمختار، عالمگیری)

اور اگر قربانی کی کھال، یا اس سے بنائی ہوئی چیز کسی ایسی چیز کے بدلے میں فروخت کی جو باقی رہتے ہوئے استعمال میں آتی ہے، یعنی اسے خرچ کیے بغیر اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے، مثلاً کپڑے، برتن، میز، کرسی، کتاب، قلم وغیرہ تو ان اشیاء کا صدقہ واجب نہیں، بلکہ ان کا وہی حکم ہے جو پیچھے کھال کا بیان ہوا کہ خود اپنے کام میں لانا، دوسرے کو ہبہ میں (بلا معاوضہ) دے دینا، اور خیرات کرنا، سب جائز ہے۔ (ہدایہ، بدائع، درمختار، امداد الفتاویٰ)

پھر اگر ان اشیاء کو روپے، یا کھانے پینے اور خرچ ہونے والی اشیاء کے بدلے فروخت کر دیا تو حاصل ہونے والی قیمت کا صدقہ واجب ہوگا۔ (امداد الفتاویٰ ج ۳ ص ۵۷۳)

قربانی کی کھال کی قیمت کا مصرف

(۱)۔ اوپر اور آگے جن جن مسائل میں صدقہ کا واجب ہونا بیان کیا گیا ہے وہ صدقہ صرف انہی فقراء و مساکین کو دیا جاسکتا ہے' جنہیں زکوٰۃ دینا درست کو دینے میں دوگنا ثواب ہے' ایک خیرات کا اور دوسرا اپنے عزیزوں کے ساتھ حسن سلوک کا۔ (شامی ج ۲)

(۲)۔ فتوی اس پر ہے کہ یہ صدقہ کافر کو نہ دیا جائے۔
(شامی ص ۹۲ ج ۲ در مختار ص ۱۰۸ ج ۲ وامداد المفتیین ص ۴۶۴)

(۳)۔ کسی کی مزدوری' یا حق الخدمت کے طور پر یہ صدقہ بھی نہیں دیا جاسکتا۔

(۴)۔ زکوٰۃ اور دوسرے صدقات واجبہ کی طرح اس صدقہ کی ادائیگی کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ یہ کسی فقیر مسکین کو مالکانہ طور پر دے دیا جائے' جس میں اس کو ہر طرح کا اختیار ہو' اس کے مالکانہ قبضے کے بغیر یہ صدقہ بھی ادا نہ ہوگا۔
(در مختار ص ۱۸ ۴۷ وامداد الفتاویٰ)

چنانچہ اسے مسجد' مدرسہ' شفاخانہ' کنویں' پل' یا کسی اور رفاہی ادارے کی تعمیر میں خرچ کرنا جائز نہیں' اسی طرح کسی لاوارث کے کفن دفن' یا میت کی طرف سے قرض ادا کرنے میں بھی اسے خرچ نہیں جاسکتا' کیونکہ یہاں کسی فقیر کو مالک بنانا اور اسے کے قبضے میں دینا نہیں پایا گیا۔ (کنز' بحر' ہدایہ)

کسی ایسے مدرسے یا انجمن وغیرہ میں دینا بھی کہ جہاں وہ غریبوں کو مالکانہ طور پر نہ دیا جاتا ہو' بلکہ ملازمین کی تنخواہوں' یا تعمیر اور فرنیچر وغیرہ انتظامی مصارف میں خرچ کر دیا جاتا ہو' جائز نہیں' البتہ اگر کسی ادارے میں غریب طلبہ یا دوسرے مسکینوں کو کھانا وغیرہ مفت دیا جاتا ہو' تو وہاں یہ صدقہ دینا جائز ہے' لیکن یہ اس وقت ادا ہوگا جب وہ رقم بعینہٖ' یا اس سے خریدی ہوئی اشیاء مثلاً کھانا' کتابیں' کپڑے' دوا وغیرہ ان غریبوں کو مالکانہ طور پر مفت دے دی جائیں۔

حیلہ تملیک

البتہ اگر کھال کسی غریب یا مالدار کو' یا کھال کی رقم کسی غریب کو مالکانہ طور پر قبضہ میں دے دی اور صراحت کر دے کہ تم اس کے پوری طرح مالک ہو' ہمیں اس میں کوئی اختیار نہیں' پھر وہ اپنی خوشی سے اس رقم مسجد' مدرسہ یا کسی بھی رفاہی ادارے کی تعمیر یا اس کے ملازمین کی تنخواہوں وغیرہ میں اپنی طرف سے لگا دے تو یہ جائز ہے' مگر یاد رہے کہ ''حیلہ تملیک'' کے نام سے جو کھیل عام طور سے کھیلا جاتا ہے اس سے زکوٰۃ کی طرح یہ صدقہ بھی ادا نہیں ہوتا' کیونکہ عموماً جس کو یہ دیا جاتا ہے وہ یہ یقین رکھتا ہے کہ مجھے اس مال کا کوئی اختیار نہیں' اگر اپنے پاس رکھ لوں گا تو لوگ ملامت کریں گے' اس خوف اور شرم سے بے چارہ یہ رقم چندہ میں دے دیتا ہے' یہ محض زبانی جمع خرچ ہے' اس طرح نہ وہ مالک ہوتا ہے' نہ دینے والے کا صدقہ ادا ہوتا ہے' اس حیلے سے یہ رقم مسجد یا مدرسہ وغیرہ کی تعمیر و انتظامی ضروریات میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۳۴ ج ۳)

کھال کو ضائع ہونے سے بچانا

بعض لوگ جانور کی کھال اس طرح اتارتے ہیں کہ اس میں چھری لگ کر سوراخ ہو جاتے ہیں' یا کھال پر گوشت لگا رہ جاتا ہے' جس سے کھال کو نقصان پہنچتا ہے' بعض لوگ کھال اتارنے کے بعد اس کی حفاظت نہیں کرتے' سڑ کر بے کار یا بہت کم قیمت کی رہ جاتی ہے' یہ سب امور اسراف اور ''تبذیر'' (فضول خرچی) میں داخل ہیں' جس کی ممانعت قرآن کریم میں آئی ہے' اس لیے کھال احتیاط سے اتار کر ضائع ہونے سے بچانا شرعاً ضروری ہے۔

جس نے قربانی کی کھال خریدی

جس نے قربانی کی کھال خریدی وہ اس کا مالک ہوگیا اور ہر قسم کا تصرف کرسکتا ہے، خواہ اپنے پاس رکھے، یا فروخت کرکے قیمت اپنے خرچ میں لائے۔ (امداد الفتاویٰ)

حصہ داروں کا کھال میں حصہ

قربانی کی گائے میں جولوگ شریک ہوں، وہ کھال میں اپنے اپنے حصے کے برابر شریک ہوں گے، کسی ایک شریک کو یہ کھال باقی شرکاء کی اجازت کے بغیر اپنے پاس رکھ لینا، یا کسی کو دے دینا جائز نہیں۔

اگرایک شریک باقی شرکاء سے ان کے حصے جو کھال میں ہیں خرید لے تو اب پوری کھال اپنے استعمال میں لانے میں کوئی مضائقہ نہیں، پھر اگر یہ شخص اس کھال کو روپے، یا کھانے پینے کی اشیاء کے بدلے فروخت کرے گا، تو قیمت کا ساتواں حصہ جو اس کا اپنا تھا، اس کا صدقہ واجب ہوگا اور باقی چھ حصے جو شرکاء نے خریدے تھے، ان کی قیمت کا صدقہ اس پر واجب نہیں، اسے اپنے خرچ میں لاسکتا ہے۔ (امداد الفتاویٰ ص ۵۷۵ ج ۳)

قربانی کے جانور کی اون یا بال

مذکورہ بالا سب مسائل میں جو احکام کھال کے ہیں، وہی جانور ذبح کرنے کے بعد اس کے اون اور بالوں کے ہیں اور اگر اون اور بال فروخت کردیئے تو جو تفصیل کھال کی قیمت کے متعلق بیان کی گئی، وہی ان کی قیمت میں بھی ہوگی۔

مگر یاد رہے کہ قربانی کا جانور ذبح کرنے سے پہلے اس کی اون یا بال کاٹنا جائز نہیں، اگر کاٹ لیے تو ان کا یا ان کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں۔ (ہدایہ عالمگیری، بحر شامی)

کتاب الکراھیة

(۱) ماکرہ حرام عند محمدؒ ولم یتلفظ به لعدم القاطع فنسبة المکروہ الی الحرام کنسبة الواجب الی الفرض (۲) وعندھما الی الحرام اقرب المکروہ عند ابی حنیفة وابی یوسفؒ لیس بحرام لکنه الی الحرام اقرب ھذا ھو المکروہ کراھة تحریم واما المکروہ کراھة تنزیه فالی الحل اقرب .

(بیان میں ان امورات میں جو مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں ہیں)

(۱) مکروہ بارے امام محمدؒ کا موقف

ہر مکروہ حرام ہے نزدیک امام محمدؒ کے (یعنی جیسے حرام پر عذاب نار ہے اسی طرح مکروہ پر) لیکن حرام انہوں نے اس واسطے نہ کہا کہ اس کی حرمت نص قطعی سے ثابت نہیں ہوئی۔

فائدہ:۔ تو مکروہ کی نسبت حرام کی طرف ایسی ہے جیسی واجب کی فرض کی طرف کذافی الاصل اور مباح وہ ہے جس کا فعل اور ترک برابر ہو۔

(۲) شیخینؒ کا موقف

اور شیخینؒ کے نزدیک مکروہ حرام کو نہیں کہتے ہیں لیکن وہ حرام کی طرف بہت قریب ہے۔

فائدہ:۔ مراد اس مکروہ سے مکروہ تحریمی ہے نہ مکروہ تنزیہی کیونکہ وہ طرف حلال کے قریب ہے کذافی الاصل اور بدعت اور مشتبہ حرام کی طرف قریب ہے تو مکروہ تحریمی پر شیخینؒ کے نزدیک عذاب نار نہیں ہے بلکہ عتاب ہے جیسے ترک سنت موکدہ پر کذافی الطحطاوی۔

فصل (۱) الاکل فرض ان دفع به هلاکه (۲) وماجورعلیه ان مکنه من صلوته قائما ومن صومه (۳) ومباح الی الشبع لیزید قوته وحرام فوقه (۴) الالقصد قوة صوم الغدا ولئلا یستحی ضیفه (۵) وکره لبن الاتان (۶) وبول الابل امالبن الاتان فحکمه حکم لحمه وامابول الابل فحرام عند ابی حنیفة وعند ابی یوسفؒ یحل به التداوی لحدیث العرنیین وعند محمدؒ یحل مطلقا لانه لوکان حرامالایحل به التداوی قال علیه السلام ماوضع شفاؤکم فیما حرم علیکم وابویوسفؒ یقول لایبقی ح حراماً للضرورة وابو حنیفةؒ یقول الاصل فی البول الحرمة وهو علیه السلام قد علم شفاء العرنیین وحیاً واما فی غیرهم فالشفاء فیه غیر معلوم (۷) فلایحل والاکل والشرب والادهان والتطیب من اناء ذهب وفضة ای للرجال والنساء قال علیه السلام انما یجرجرفی بطنه نار جهنم (۸) وحل من اناء رصاص وزجاج وبلوروعقیق

فصل کھانے پینے کے مکروہات کے بیان میں

(۱) فرض کھانا

اتنا کھانا جس سے ہلاکت دفع ہوفرض ہے۔

فائدہ:۔اگر چہ حالت مخمصہ میں کھانا مردار ہو یامغصوب ہواس لئے کہ فرمایااللہ تعالیٰ نے کلوا واشربوا یعنی کھاؤاور پیواگر حالت مخمصہ میں مردار یا شراب یا سور نہ کھاوے گا اور مر جاوے گا تو گنہگار مرے گا۔

(۲) ثواب کے لئے کھانا

اوراس قدر کھانا کہ جس سے آدمی نماز کھڑے ہوکر پڑھ سکےاورروزہ رکھ سکےثواب ہے۔

فائدہ:۔اور بعضوں کے نزدیک اس قدر بھی فرض ہے اس لئے کہ قیام بھی نماز میں فرض ہے اسی طرح سائرعبادات بدنیہ جوفرض ہیں اس سے اداہوسکیں درمختار۔

(۳) مباح اورحرام کھانا

اورکھانا مباح ہے سیری اورآسودگی تک تااس کی قوت زیادہ ہووے اورحرام ہے اس سے زیادہ کھانا۔

فائدہ:۔یعنی پیٹ بھر جانے کے بعد کھانا حرام ہے اس لئے کہ یہ اسراف ہے اوراللہ تعالیٰ نے منع کیااس سے فرمایا کلواواشربواولاتسرفوا۔

(۴) روزہ یامہمان کے سبب زیادہ کھانا

مگرکل کے روزہ رکھنے کی طاقت حاصل کرنے کے لئے یااس لئے کہ مہمان نہ شرماوے جائز ہے۔

فائدہ:۔یاکسی اورعذر سے مثلاً قے کرنے کیلئے اورطرح طرح کے کھانے پکانے مہمان کیلئے کچھ مضائقہ نہیں اور بلاوجہ اسراف ہےاورسنت ہے بسم اللہ کہنااول طعام میں اورالحمدللہ آخر میں اور ہاتھ دھونااول کھانے کےاور بعدکھانے کےاور جوبسم اللہ بھول جاوےاورکھانے میں یادآوےتو بسم الله اوله و آخره کہہ لیوےاورآٹے یاسبوس سے ہاتھ دھونالاباس بہ ہے بلکہ امامؒ اورصاحبینؒ سے منقول ہےاورانگلیوں کا چاٹناہاتھ دھونے کےاول اوررکابی کاصاف کرنااور جودسترخوان پرگراہواس کا کھالینااوررکابی میں ایک کنارے سے کھانانہ بیچ میں سے اورروٹی کی عظمت اور حرمت کرنایعنی جب روٹی آجاوےتو سالن کاخواہ مخواہ انتظارنہ کرنا روکھی کھانےلگنایہ سب امورسنت ہیں۔کذافی الطحطاوی باختصار۔

(۵) گدھی کادودھ

اورمکروہ ہے گدھی کادودھ۔

فائدہ:۔ اور گوشت اور اس جانور کا جو گوہ کھاتا ہو اور گھوڑی کا دودھ ایک روایت میں اور دوسری روایت میں گھوڑی کا دودھ حلال ہے۔

(۶) اونٹ کا پیشاب

اور پیشاب اونٹ کا۔

فائدہ:۔ نزدیک امام اعظمؒ کے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حلال ہے دوا کے لئے اور محمدؒ کے نزدیک مطلقاً حلال ہے بدلیل حدیث عرنیین کے کہ حضرتؐ نے ان کو اونٹ کے پیشاب پینے کا حکم کیا تھا۔ روایت کیا اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے انسؓ سے امام اعظمؒ کی دلیل قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچو تم پیشاب سے اس واسطے کہ اکثر عذاب قبر کا اسی سے ہوتا ہے روایت کیا اس کو حاکمؒ نے ابو ہریرہؓ سے اور کہا کہ صحیح ہے اوپر شرط بخاریؒ و مسلمؒ کے اور اس میں کوئی علت میں نہیں جانتا اور روایت کیا اس کو بزارؒ نے عبادہ بن صامتؓ سے اور اخراج کیا اس کا دارقطنیؒ نے انسؓ سے اور ابن ابی شیبہؒ اور ابن ابی الدنیا نے ابو ہریرہؓ سے اور اس حدیث میں پیشاب مطلق ہے شامل ہے ان جانوروں کے پیشاب کو بھی جن کا گوشت حلال ہے جیسے اونٹ یا گائے وغیرہ اور جواب حدیث عرنیین سے یہ ہے کہ یہ حدیث ابتدائے اسلام میں تھی دوسرے یہ کہ حضرتؐ نے شفا ان کی اونٹ کے پیشاب سے وحی سے پہچانی تھی اور اب یہ ممکن نہیں۔

(۷) چاندی و سونے کے برتنوں کا استعمال

اور مکروہ ہے چاندی سونے کے برتنوں میں کھانا پینا اور تیل لگانا اور خوشبو ملنا۔

فائدہ:۔ مرد اور عورت سب کے لئے اس واسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے ام سلمہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کے باب میں جو پیتا ہے چاندی اور سونے کے برتن میں کہ اتارتا ہے اپنے پیٹ میں آگ جہنم کی اور روایت کی صحاح ستہ میں حذیفہؓ سے کہا کہ پلایا ان کو ایک مجوسی نے چاندی کے برتن میں سو کہا انہوں نے کہ فرمایا آنحضرتؐ نے نہ کھاؤ اور پیو تم برتنوں میں چاندی اور سونے کے اور نہ پہنو حریر اور دیباج کو اور نہ کھاؤ ان کی رکابیوں میں اس واسطے کہ یہ برتن کافروں کے واسطے ہیں دنیا میں اور تمہارے واسطے ہیں آخرت میں پھر جب کھانا پینا منع ہوا تو ان برتنوں سے تیل لگانا اور خوشبو لگانا بھی منع ہوا اسی طرح مکروہ ہے چاندی سونے کے چمچے سے کھانا یا ان کی سلائی سے سرمہ لگانا اور جو استعمال اس کے مشابہ ہے جیسے چاندی سونے کا سرمہ دان اور قلم اور دوات اور آئینہ اور سینی اور سلپچی اور آفتابہ اور انگیٹھی اور جس چیز کا فائدہ بدن کو حاصل ہو مرد اور عورت سب کیلئے بشرطیکہ اُنکا استعمال ہو اپنے اپنے کاموں میں ابتداء اور جو ابتداء استعمال نہ ہو جیسے کھانا سونے کے برتن سے نکال کے دوسرے برتن میں کھاوے یا تیل چاندی کی پیالی سے ہاتھ میں ڈال کر سر میں لگاوے تو کچھ مضائقہ نہیں اور قہستانی وغیرہ نے چاندی سونے کے خود اور زرہ اور دستانوں کو جنگ میں ضرورت کے سبب سے مستثنےٰ کیا ہے اور مکروہ ہے کھانا پینا تانبے اور پیتل کے برتن میں اور افضل مٹی کا برتن ہے درمختار۔

(۸) رانگ، شیشہ اور بلور وغیرہ کے برتن

اور حلال ہے کھانا رانگے اور شیشے اور بلور اور عقیق کے برتن میں۔

فائدہ:۔ اور شافعیؒ کے نزدیک اس میں بھی مکروہ ہے اس لئے کہ یہ چیزیں بھی سونے اور چاندی کے حکم میں ہیں ۔تفاخر کی راہ سے ہم جواب دیتے ہیں کہ مشرکین کی عادت تفاخر کی صرف سونے اور چاندی سے تھی نہ ان چیزوں سے کذا فی الہدایۃ۔

(۹) ومن اناء مفضض وعند الشافعیؒ یکره وجلوسه علے کرسی مفضض متقیاً موضع الفضة فقوله وجلوسه عطف علے الضمیر فی حل وهذا یجوز لوجود الفصل فعند ابی حنیفة الاکل والشرب من الاناء المفضض والجلوس علے الکرسی اوالسریراوالسراج اونحوه مفضضاً انما یحل اذاکان متقیا موضع الفضة ای لایکون الفضة فی موضع الفم وفی موضع الید عندالاخذوفی موضع الجلوس علے الکرسی وعند ابی یوسفؒ یکره مطلقا ومحمدؒ قد قیل انه مع ابی حنیفة وقد قیل انه مع ابی یوسفؒ (۱۰) وقبل قول کافرقال شریت اللحم من مسلم او کتابی فحل او مجوسی فحرم فان قول الکافر مقبول فی المعاملات للحاجة الیه اذالمعاملات کثیرة الوقوع (۱۱) وقول فرد کافر اوانثی او فاسق او عبدفی المعاملات کشراء ذکروالتوکیل کمااذا اخبرانی وکیل فلان فی بیع هذا یجوز الشراء

(۹) وہ برتن وفرنیچر وغیرہ جس میں چاندی سونے کی کوفت یا ملمع ہو

اور حلال ہے کھانا پینا اس برتن سے جس میں کوفت ہو چاندی اور سونے کی اور اسی طرح بیٹھنا ایسی کرسی یا تخت یا زین پر جبکہ چاندی اور سونے کی جگہ سے بچے۔

فائدہ:۔ یعنی پینے میں منہ سے اور لینے میں ہاتھ سے اور بیٹھنے میں موضع جلوس سے چاندی سونا نہ لگے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مطلقاً مکروہ ہے اور محمدؒ ایک روایت میں امام اعظمؒ کے شریک ہیں اور دوسری روایت میں ابو یوسفؒ کے ساتھ ہیں کذافی الاصل۔ اور جس برتن میں چاندی سونے کا ملمع ہو تو وہ بالاجماع درست ہے اور چاندی سونے کے حلقے آئینے کے ہوں یا زیور مصحف کا یا مجمر یا لگام یا زین یا دمچی یا رکاب یا تلوار یا چھری یا ان کے قبضے میں ہووے تو درست ہے بشرطیکہ اس پر ہاتھ نہ لگاوے درمختار وعالمگیری۔

(۱۰) گوشت کے بارے میں کافر کا قول

مقبول ہے قول کافر کا (اگرچہ مجوسی ہو درمختار) جب وہ کہے کہ میں نے یہ گوشت مسلمان سے یا اہل کتاب سے خریدا ہے تو حلال ہوگا یا وہ کہے کہ میں نے مجوسی سے خریدا ہے تو حرام ہوگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ قول کافر کا مقبول ہے معاملات میں بسبب حاجت کے نہ دیانات میں کذافی الاصل تو اگر مشرک گوشت بیچتا ہے اور وہ یہ کہے کہ مسلمان نے اس کو ذبح کیا ہے تو قول اس کا مقبول نہ ہوگا اس لئے کہ ذبح دیانات میں سے ہے چنانچہ عبارت سے متن کی معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ کافر یہ کہے کہ میں نے بت پرست سے خریدا ہے تو گوشت حرام ہو جاوے گا پس معلوم ہوا کہ ہندو قصابوں سے گوشت خریدنا صرف ان کے قول پر اعتماد کر کے کہ ذبح ان کو مسلمان نے کیا ہے ناجائز ہے اور وہ گوشت حرام ہے خدا ہمارے اہل زمان کو اس آفت سے نجات دیوے کہ جہلا درکنار بعضے اہل علم بھی اس میں مبتلا ہیں اور وقت فہمائش اور اظہار حق کے دیدہ ودانستہ اس سے غفلت اور چشم پوشی کر کے تاویلات رکیکہ کرتے ہیں۔

(۱۱) خرید وتوکیل میں شخص واحد کا قول

مقبول ہے قول ایک شخص کا اگرچہ کافر ہو یا عورت یا فاسق ہو یا غلام معاملات میں جیسے خرید میں جو مذکور ہوئی یا توکیل میں۔

فائدہ:۔ یعنی ایک شخص یہ کہے کہ میں فلاں کا وکیل ہوں اس شے کی بیع میں تو صرف اس کے کہے پر اس سے وہ چیز خرید کرنا درست ہے کذافی الاصل۔

(۱۲) وقول العبد والصبی فی الهدیة والاذن کما اذاجاء بهدیة وقال اهدی فلان الیک هذه الهدیة یحل قبوله منه او قال اناماذون فی التجارة یقبل قوله (۱۳) وشرط العدل فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فتیمم اذااخبربها مسلم عدل ولوعبداویتحری فی الفاسق والمستور ثم یعمل بغالب رائه ولواراق فتیمم فی غلبة صدقه او توضاء فتیمم فی کذبه فاحوط (۱۴) ومقتدی دعی الی ولیمة فوجدثمه لعباو غناء لایقدرعلی منعه یخرج البتة وغیره ان قعدواکل جازولا یحضران علم من قبل (۱۵) وقال ابوحنیفة ابتلیت بهذا مرة فصبرت وذاقبل ان یقتدی به ودل قوله علی حرمة کل الملاهی لان الابتلاء بالمحرم یکون اعلم انه لایخلوانه ان علم قبل الحضور ان هناک لهوا لایجوزالحضور وان لم یعلم قبل الحضور لکن هجم بعده فانکان قادراعلی المنع یمنع وان لم یکن قادراً فان کان الرجل مقتدی یخرج لئلا یقتدی الناس به وان لم یکن مقتدی فان قعدواکل جازلان اجابة الدعوة سنة فلاتترک بسبب بدعة کصلوة الجنازة تحضرها النیاحة قال ابوحنیفة ابتلیت بهامرة فصبرت قالوا قوله ابتلیت یدل علی الحرمة ویمکن ان یقال الصبر علی الحرام لاقامة السنة لایجوز والصبر الذی قال ابو حنیفة ان یکون جالساً معرضاً عن ذلک اللهومنکراً له غیر مشتغل ولامتلذذبه

(۱۲) ہدیے اور اذن میں لڑکے و غلام کا قول

اور قول غلام اور لڑکے کا ہدیے میں اور اذن میں۔

فائدہ:۔ جیسے ایک لڑکا ایک چیز لا کر یہ کہے کہ فلاں نے تجھ کو یہ چیز ہدیہ بھیجی ہے تو قبول کرنا اس سے ہوسکتا ہے یا غلام یہ کہے کہ میں ماذون ہوں تجارت میں تو قول اس کا قبول کیا جاوے گا۔

(۱۳) دیانات میں عدالت کی شرط

اور شرط ہے عدالت خبر دینے والے کی دیانات میں جیسے پانی کی نجاست کی خبر دینا تو تیمّم کرے اگر پانی کی نجاست کی ایک مسلمان عادل گواہی دیوے اگرچہ غلام ہو اور سوچ کرے اگر فاسق یا مستور الحال اس امر کی خبر دیوے پھر جس پر رائے اس کی قرار پکڑے اس کے موافق عمل کرے۔ (یعنی اگر اس کے گمان غالب میں یہ آوے کہ خبر اس کی سچی ہے تو ناچاری سے تیمّم کرے ورنہ تیمّم جائز نہیں) اور اگر اس پانی کو بہا دیوے پھر تیمّم کرے جبکہ اس فاسق یا مستور الحال کے صدق کا غلبہ ظن ہو یا وضو اور تیمّم دونوں کرے جب اس کے جھوٹے ہونے کا گمان غالب ہو تو اس میں زیادہ احتیاط ہے۔

فائدہ:۔ لیکن احوط یہ ہے کہ پہلے وضو کر لیوے پھر تیمّم کرے درمختار اور جو ایک عادل شخص اس کی طہارت کی اور ایک اس کی نجاست کی خبر دیوے تو پانی کی طہارت کا حکم دیا جاوے گا برخلاف ذبیحہ کے کہ وہاں اختلاف میں حکم حرمت کا ہوگا اور کپڑوں میں ہر طرح کا گمان غالب معتبر ہے۔

(۱۴) وہ دعوت ولیمہ جس میں لہو و راگ ہو

ایک شخص مقتدیٰ ہے (یعنی لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اور سند لاتے ہیں اس کے قول و فعل کی) وہ دعوت ولیمہ میں گیا وہاں پر جا کے لہو ولعب راگ دیکھا اور اس کے منع پر قادر نہیں تو نکل آوے اور وہاں نہ بیٹھے اور جو وہ شخص مقتدیٰ نہ ہو تو اگر بیٹھ کر کھا لیوے تو جائز ہے۔ اور جو پہلے سے علم ہووے اس

بات کا کہ وہاں راگ باجا لہو ولعب ہوگا تو ہرگز نہ جاوے۔

فائدہ: درمختار میں ہے کہ غیر مقتدیٰ کیلئے بیٹھ کر کھانا اُس صورت میں جائز ہے جب وہ لہو ولعب راگ باجا دسترخوان پر نہ ہووے اور جو عین دسترخوان پر یہ امور ہوں تو ہرگز نہ بیٹھے بلکہ نکل جاوے ناخوش ہوکر فرمایا اللہ تعالیٰ نے فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین یعنی پس نہ بیٹھ تو بعد نصیحت کے ساتھ ظالموں کے۔

(۱۵) امام ابوحنیفہؒ کا واقعہ

منقول ہے امام ابوحنیفہؒ سے کہ میں ایک بار اس آفت میں مبتلا ہوا تھا تو میں نے صبر کیا اور یہ امر قبل تھا اس بات کے کہ امام صاحبؒ مقتدائے ہوویں اور ان کے اس قول سے کہ میں اس آفت میں مبتلا ہوا معلوم ہوا یہ امر کہ سب لہو ولعب حرام ہیں۔

فائدہ:۔ مگر تین مستثنیٰ ہیں حدیث سے ایک مرد کا کھیلنا اپنی عورت کے ساتھ دوسرے تعلیم وتادیب اپنے گھوڑے کی تیسرے تیراندازی روایت کیا اس حدیث کو حاکمؒ نے مستدرک میں اور تیراندازی کے حکم میں ہیں سائر آلات حرب کے مثلاً بندوق وتوپ وغیرہ کی مشق کرنا۔

فصل (۱) لایلبس رجل حریرا (۲) الاقدر اربعة اصابعٍ ای فی العرض اراد مقدار العلم وروی انه علیه السلام لبس جبة مکفوفة بالحریر وعند ابی حنیفة لافرق بین حالة الحرب وغیره وعندهما یحل فی الحرب ضرورةً قلنا الضرورة تندفع بما لحمته ابریسم وسیداه غیره (۳) ویتوسده ویفترشه هذا عند ابی حنیفة لماروی انه علیه السلام جلس علی مرفقة من حریر قالا یکره (۴) ویلبس ماسداه ابریسم ولحمته غیره (۵) وعکسه فی الحرب فقط انما اعتبرفی المخلوط اللحمة حتی لوکانت من الابریسم لایحل وان کانت من غیره یحل اعتباراً للعلة القریبة (۶) ولایتحلی بذهب اوفضة (۷) الابخاتم ومنطقة وحلیة سیف منها ومسمار ذهب لثقب فص وحل للمرأة کلها ولایتختم بالحجر والحدید والصفر لکن یجوزان کان الحلقة من الفضة والفص من الحجر

فصل لباس کے مکروہات کے بیان میں

(۱) ریشم کا لباس

حرام ہے حریر۔ (حریر وہ کپڑا ہے جو کل ریشم کا ہووے) کا پہننا مرد کے لئے

فائدہ:۔ اگرچہ بدن سے متصل ہووے یا اور کپڑے پہن کر ان پر پہنے اور یہی مذہب صحیح ہے اور موافق ہے حدیث کے اس واسطے کہ روایت کی جماعت نے حذیفہؓ سے کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے نہ پہنو تم حریر اور دیباج کو اور دوسری حدیث میں ہے بخاریؒ و مسلمؒ کی کہ فرمایا آپؐ نے حریر کو وہ پہنتا ہے دنیا میں جس کو کوئی حصہ نہیں آخرت میں اور وہ جو ایک روایت ہے کہ اگر حریر کو اور کپڑے پہن کر اس پر پہنے تو درست ہے تو یہ روایت ضعیف ہے قابل اعتبار اور وثوق نہیں ہے۔

(۲) ریشم کی وہ مقدار جو جائز ہے

مگر بقدر چار انگل

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی مسلمؒ نے عمر بن

الخطابؓ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہننے سے حریر کے مگر بقدر دو انگشت یا تین یا چار کے اور مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنتے تھے ایک جبہ جس میں سنجاف حریر کی تھی روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور بھی اخراج کیا ابوداؤد نے ابن عباسؓ سے کہا کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کپڑے سے جو نرا حریر ہو لیکن نقش ونگار ریشم کے اور سنجاف ریشمی واسطے کپڑے کے تو کچھ قباحت نہیں ہے اس میں تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حاجت جنگ اور غیر جنگ میں سب میں حریر پہننا درست نہیں ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جنگ میں درست ہے بسبب ضرورت کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ ضرورت دفع ہو جاتی ہے اس کپڑے کے پہننے سے جس کا تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہووے کذا فی الاصل اور درمختار میں ہے کہ جس کپڑے پر نقش ونگار ریشم کے ہوں تو وہ درست ہے اسی طرح اگر چاندی سونے کے پھول اور بیل بوٹے ہوں لیکن بشرطیکہ سب ملا کر چار انگل سے نہ بڑھے ورنہ مردوں کو درست نہ ہوگا اگر مسہری کا پردہ نرا ریشمی ہو تو درست ہے اور ازار بند نرا ریشمی مکروہ ہے اسی طرح ریشمی ٹوپی یا ریشمی تھیلی وغیرہ بیل کپڑے کے حاشیے میں اگر چاندی یا سونے کے چار انگل تک ہو تو درست ہے۔

(۳) ریشم کا تکیہ یا فرش بنانا

اور نرے ریشم کے کپڑے کا تکیہ بنانا یا اس کا فرش بچھانا درست ہے۔

فائدہ:۔ امامؒ کے نزدیک اس لئے کہ منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹھے ایک تکیے پر حریر کے ذکر کیا اس کو صاحب ہدایہؒ نے لیکن زیلعیؒ نے تخریج میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے دوسرے یہ کہ عبداللہ بن عباسؓ کے فرش پر ایک تکیہ ریشمی تھا اخراج کیا اس کا ابن سعدؒ نے طبقات میں اور صاحبینؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور یہی قول ہے شافعیؒ اور مالکؒ کا درمختار میں ہے کہ یہی قول صحیح ہے لیکن یہ تصحیح مخالف ہے مشہور کے اس لئے کہ متون اور شروح سے صحت قول امام کی واضح ہے واللہ اعلم۔

(۴) تانا ریشم اور بانا ریشم نہ ہو

اور جس کپڑے کا تانا ریشم ہو اور بانا ریشم نہ ہووے تو اس کا پہننا مطلقاً درست ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ اعتبار حلت وحرمت میں بانے کا ہے کیونکہ فقط تانے سے وہ کپڑا نہیں کہلاتا جب تک بنا نہ جاوے اور بننا بانے سے ہوتا ہے تو اسی کا اعتبار ہوا ہدایہ میں ہے کہ ہم نے اس کپڑے کو اس لئے جائز رکھا کہ بہت سے صحابہ کرامؓ خز کو پہنتے تھے اور خز کا تانا حریر کا ہوتا ہے اور بانا بال ہوتے ہیں ایک جانور کے۔

(۵) بانا ریشم وتانا سوت ہو

اور جس کپڑے کا بانا ریشم ہو اور تانا سوت وغیرہ ہو تو اس کو لڑائی میں ضرورت کے سبب سے پہننا درست ہے۔

فائدہ:۔ اور بلا ضرورت مکروہ ہے اور مکروہ ہے مردوں کو کسم کا رنگ اور زعفران کا رنگ اور باقی سب رنگوں میں کچھ قباحت نہیں ہے لیکن نرا سرخ رنگ بعضوں کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور درمختار میں ہے کہ سرخ رنگ میں آٹھ قول ہیں منجملہ ان اقوال کے ایک قول یہ ہے کہ یہ رنگ مستحب ہے اور جو سرخ کپڑا مخطط ہو تو مکروہ بھی نہیں ہے۔

(۶) سونے چاندی کا زیور

اور مرد کو زیور چاندی اور سونے کا پہننا حرام ہے۔

فائدہ:۔ مطلقاً حرب اور غیر حرب میں اس لئے کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے علیؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داہنے ہاتھ میں سونا لیا اور بائیں ہاتھ میں حریر اور کہا کہ یہ دونوں چیزیں حرام ہیں میری امت کے مردوں پر اور روایت کی ترمذیؒ نے ابی موسیٰؓ سے مرفوعاً کہ اللہ تعالیٰ نے حرام کیا پہننا حریر اور سونے کا اوپر مردوں کے میری امت سے اور حلال کیا عورتوں پر ان کی اور ابن حبان نے اس حدیث کو معلول کیا انقطاع سے اس لئے کہ اس کی اسناد میں ابوہند ہے اور اس نے ابوموسیٰؓ سے نہیں سنا اور احمدؒ اور طحاویؒ نے مسلمۃ بن مخلد سے انہوں نے ابن عامر سے روایت کی کہ فرمایا حضرتؐ نے سونا اور حریر حرام ہے اوپر مردوں کے میری امت سے نہ عورتوں کے تو تمام احادیث میں صرف سونے کی حرمت منصوص ہے اور چاندی کی سو قیاس کیا حنفیہ نے اس کا سونے پر اس لئے کہ چاندی کا حکم استعمال میں پینے اور کھانے کے بعینہ مانند سونے کے ہے جیسا اوپر گزرا سو ایسا ہی پہننے میں ہوگا اور بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ سونے کی حرمت تو کھانے اور پینے اور پہننے میں مردوں کو مطلقاً ہے اور چاندی کی حرمت صرف کھانے اور پینے کے حق میں ہے لیکن چاندی پہننا مردوں کو تو درست ہے دلیل ان کی حدیث ہے سہل بن سعدؓ کی مرفوعاً فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دوست رکھے اس بات کو کہ اس کا لڑکا کنگن آگ کا پہنایا جاوے تو وہ اپنے لڑکے کو کنگن سونے کا پہناوے لیکن چاندی سو کھیلو تم اس سے جس طرح چاہو تم اور اس کی اسناد میں عبدالرحمان بن زید ابن اسلم ضعیف ہے اور اس کے معنی میں ہے وہ جو اخراج کیا اس کا احمدؒ نے ابی قتادہؓ سے مرفوعاً کہ چاندی کھیلو تم اس سے کھیلنا کر اور اس کی اسناد میں مجاہیل ہیں اور ابوداؤدؒ نے ابن عباسؓ سے مثل اس کے روایت کی اور رجال اس کے ثقات ہیں واللہ اعلم جیسے چاندی سونے حریر کا مردوں کو پہننا حرام ہے ویسے ہی لڑکوں کو پہنانا حرام ہے حنیفہؒ کے نزدیک۔ اور بعضے علما کے نزدیک درست ہے جب تک لڑکا سات برس کا نہ ہووے چنانچہ آگے آتا ہے۔

(۷) انگوٹھی، کمر بند وغیرہ

مگر انگوٹھی اور کمر بند اور تلوار کا زیور چاندی کا اور درست ہے میخ سونے کی واسطے بند کرنے سوراخ نگینے کے اور حلال ہے عورتوں کو سب اور نہ انگوٹھی پہنے پتھر اور لوہے اور پیتل کی۔

فائدہ:۔ یعنی حلقہ ان چیزوں کا نہ ہووے اور جو حلقہ چاندی کا ہو اور نگینہ پتھر کا جیسے عقیق وغیرہ تو درست ہے کذا فی الاصل۔ ان چیزوں کی انگشتری پہننا اس واسطے منع ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص پر انگوٹھی لوہے کی دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ یہ زیور اہل نار کا ہے اور پیتل کی دیکھ کر فرمایا کہ میں تجھ سے بتوں کی بو پاتا ہوں روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ و ترمذیؒ نسائیؒ نے۔

(۸) وترکه لغیر الحاکم احب ای ترک التختم لغیر السلطان والقاضی احب لکونه زینة والسلطان والقاضی یحتاج الی الختم (۹) ولایشد سنه بذهب بل بفضة هذا عند ابی حنیفةؒ (۱۰) وکره الباس الصبی ذهبا او حریرا کما ان شرب الخمر حرام فکذا اشرابها حرام (۱۱) لاخرقة الوضوء او مخاط عند البعض یکره ذلک لانه نوع تجبر لکن الصحیح انها اذا کانت للحاجة لایکره وان کانت للتکبر یکره (۱۲) ولا الرتم هو الخیط

الذی یعقد علی الاصبع لتذکر الشئ فعقده لایکره لانه لیس بعبث لان فیه غرضا صحیحا وهوالتذکر انما ذکرهذالان من عادة بعض الناس شدالخیوط علی بعض الاعضاء وکذاالسلاسل وغیرها وذلک مکروه لانه محض عبث فقال ان الرتم لیس من هذا القبیل

(۸) انگوٹھی کن کیلئے مناسب ہے

اور انگشتری نہ پہننا بہتر ہے مگر قاضی اور سلطان کے لئے۔

فائدہ:۔ یا جو کوئی مثل ان کے کامدار اور عہدہ دار ہووے اس واسطے کہ ان کی ان لوگوں کو انگشتری کی ہر وقت ضرورت ہوا کرتی ہے برخلاف اور لوگوں کے ہدایہ۔

(۹) سونا یا چاندی سے دانت باندھنا

اور دانت کو سونے سے نہ باندھے بلکہ چاندی سے باندھے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

فائدہ:۔ اور محمدؒ کے نزدیک سونے سے بھی لا باس بہ ہے سنن ابوداوٗدؒ میں ہے کہ عرفجہ بن سعدؓ کی ناک جاتی رہی دن احد کے سوانہوں نے ایک ناک چاندی کی لگائی سو وہ بدبودار ہوگئی تو حکم کیا ان کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بات کا کہ لگالیں ایک ناک سونے کی ہدایہ۔

(۱۰) لڑکے کو سونا یا ریشم پہنانا

لڑکے کو پہنانا سونا اور حریر مکروہ ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ پہننا ان کا حرام ہے تو پہنانا بھی حرام ہوگا اور پہنانے والے اس کے ماخوذ ہوں گے دن قیامت کے جیسے شراب پینا حرام ہے تو پلانا بھی اس کا حرام ہے کذافی الاصل علاوہ مواخذہ اخروی مواخذہ دنیوی یہ ہے کہ اطفال خردسال کو زیور پہنانا باعث تلف جان ان کی کا ہوتا ہے کہ اکثر چور بدمعاش لڑکوں کو قتل کر کے زیور ان کے اتار لیتے ہیں۔

(۱۱) رومال رکھنا

مکروہ نہیں ہے رومالی کا رکھنا وضو کے پانی پونچھنے کے واسطے یا ناک کی رینٹ پونچھنے کے لئے۔

فائدہ:۔ اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اس واسطے کہ اس میں ایک نوع کا تکبر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اگر حاجت کے لئے رکھے تو مکروہ نہیں ہے اور جو کبر ونخوت سے رکھے تو مکروہ ہے کذافی الاصل جیسے چار زانو بیٹھنا کبر ونخوت سے مکروہ ہے اور بدوں اس کے مکروہ نہیں ہے ہدایہ معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ جب وضو کر چکتے تھے تو منہ کو پونچھتے تھے اپنے کپڑے کے کنارے سے اخراج کیا اس کا ترمذیؒ نے اور روایت کی ترمذیؒ نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ تھا واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کپڑا جس سے پونچھتے تھے اعضا اپنے کو بعد وضو کے اور کہا کہ یہ حدیث قائم نہیں ہے اور ابومعاذ راوی ضعیف ہے نزدیک اہل حدیث کے۔

(۱۲) رتم

اور رتم

فائدہ:۔ یعنی وہ تاگا جو بات یاد رکھنے کے لئے انگلی پر باندھا جاوے تو یہ مکروہ نہیں ہے اس واسطے کہ عبث نہیں ہے بلکہ ایک غرض صحیح یعنی یاد رکھنے کے لئے ہے اور اس کو اس واسطے ذکر کیا کہ بعض لوگوں کی عادت یہ ہے کہ تاگے باندھ لیتے ہیں اعضاء پر اسی طرح زنجیریں وغیرہ اور یہ سب مکروہ ہے جب عبث ہو تو مصنفؒ نے کہہ دیا کہ رتم اس قبیل سے نہیں ہے کذافی الاصل اسی طرح تعویذ بزبان عربی مکروہ نہیں ہے اور جو غیر عربی میں ہو تو مکروہ ہے اگر تعویذ میں آیت یا حدیث یا دعا ہووے تو پائخانہ جاتے وقت اس کو اتار ڈالے اور قربت کے وقت بھی اتار لیوے عالمگیری۔

فصل (۱) وينظر الرجل من الرجل سوے مابين سرته الى تحت ركبته السرة ليست بعورة عندنا والركبة عورة وعندالشافعیؒ علے العکس (۲) ومن عرسه وامته الحلال الىٰ فرجها (۳) ومن محرمه الى الراس والوجه والصدر والساق والعضدان امن من شهوته والافلاالى الظهر والبطن والفخذ كامة غير فان حكم امة الغير حكم المحرم لضرورة رويتها فى ثياب المهنة وماحل نظراً منها حل مسا (۴) وله مس ذلک ان ارادشراها وان خاف شهوته (۵) وامة بلغت لاتعرض فى ازارواحد (۶) ومن الاجنبية الى وجهها وكفيها فقط هذا فى ظاهرالرواية وعن ابى حنيفة انه يحل النظر الى قدمها وقدمرفى كتاب الصلوة ان القدم ليست بعورة قلنا فى الصلوة ضرورة وليس فى نظرالاجنبے الى القدم ضرورة بخلاف الوجه والكف (۷) وكذا السيدة فانها فى النظرالى قدميها كالاجنبية (۸) فان خاف اى الشهوة لاينظرالى وجهها (۹) الابحاجة كقاض يحكم وشاهد يشهد عليها ومن يريد نكاح امرأة اوشراء امه ورجل يداويها فان هؤلاء يحل لهم النظرمع خوف الشهوة للحاجة

فصل دیکھنے اور ہاتھ لگانے اور وطی کرنے کے بیان میں

(۱) مرد کے لئے مرد کے اعضاء دیکھنا

مرد مرد کے تمام اعضاء کی طرف دیکھ سکتا ہے مگر ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک۔

فائدہ:۔ کہ اس قدر عورت ہے تو ناف امامؒ کے نزدیک ستر میں داخل نہیں ہے اور گھٹنا داخل ہے اور شافعیؒ کے نزدیک اس کے برعکس ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک ران ستر نہیں ہے اور احادیث متعلقہ اس کے کتاب الصلوٰۃ میں گزر چکے علاوہ اس کے یہ ہے کہ حسن بن علیؓ نے اپنی ناف کھولی تو ابو ہریرہؓ نے اس کو چوم لیا روایت کیا اس کو احمدؒ نے مسند میں اس سے معلوم ہوا کہ ناف ستر نہیں ہے اور حضرتؐ نے جرہدؓ سے فرمایا کہ تو نہیں جانتا کہ ران عورت ہے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور عبدالرزاقؒ نے اخراج کیا مثل اس کے اور اس میں ہے کہ فرمایا آپ نے چھپا تو اپنی ران کو اس لئے کہ وہ عورت ہے۔ پس یہ حدیثیں حجت ہیں شافعیؒ اور مالکؒ پر۔

(۲) زوجہ ولونڈی کے اعضا دیکھنا

اور اپنی زوجہ اور لونڈی کو جو اس کو حلال ہے۔ (اس سے وہ لونڈی نکل گئی جس کی وطی اس کو حرام ہے مثلاً مجوسیہ اور مکاتبہ اور مشترکہ اور منکوحہ غیر محرمہ برضاع یا مصاہرت در مختار) فرج تک بھی دیکھ سکتا ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ حفاظت کر تو اپنی عورت کی مگر اپنی زوجہ یا لونڈی سے اور اس واسطے کہ اس سے زیادہ مساس اور جماع درست ہے تو نظر بطریق اولیٰ درست ہوگی لیکن بہتر یہ ہے کہ عورت کی شرمگاہ کی طرف نہ دیکھے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے جب کوئی اپنی زوجہ کے پاس جاوے تو چھپاوے جتنا ہو سکے اور دونوں برہنہ نہ ہوں گدھوں کے مانند روایت کیا اس کو طبرانیؒ نے معجم میں ابی امامہؓ سے اور ابن عدیؒ نے روایت کی کہ فرمایا

حضرتؐ نے جس وقت جماع کرے کوئی تم میں کا اپنی زوجہ سے تو نہ نظر کرے اس کی فرج کی طرف کیونکہ یہ ضعف بصر پیدا کرتا ہے اور ہدایہ میں ہے کہ نسیان پیدا کرتا ہے اور ابن عمرؓ سے منقول ہے کہ دیکھنا اولیٰ ہے تاکہ لذت کامل ہووے۔

(۳) محرم خواتین کو دیکھنا اور چھونا

اور نظر کرے آدمی اپنی محرم عورتوں سے۔

فائدہ:۔ جن سے نکاح مدام حرام ہے خواہ نسبی ہوں یا سببی جیسے رضاعی یا برشتہ مصاہرت اور ذکر ان کا کتاب النکاح میں گزرا۔ ہدایہ

☆ طرف سر اور منہ اور سینے اور پنڈلی اور بازوؤں کے اگر بے خوف ہو شہوت سے والا فلا (اور اصل اس باب میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا ولایبدین زینتھن الالبعولتھن الخ اور یہ مقامات مقامات زینت کے ہیں) نہ ان کی پیٹ اور پشت اور ران کی طرف اور غیر کی لونڈی کا حکم مثل اپنی محرم کے ہے۔ (اگرچہ قیاس یہ تھا کہ مثل اجنبیہ کے ہوتی لیکن چونکہ لونڈیاں اکثر کام میں رہتی ہیں اور ان سے کام پڑتا ہے تو دفع حرج کے لیے سر وسینہ وغیرہ ان کا ستر نہ ہوا) اور جن جن جگہ نظر حلال ہے تو ان اعضاء کا چھونا بھی درست ہے۔

فائدہ:۔ بشرطیکہ شہوت سے نہ ہو یا خوف شہوت کا نہ ہو ورنہ نظر اور مس دونوں حرام ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھوں کی زنا دیکھنا ہے کانوں کی زنا سننا ہے اور زبان کی زنا کلام ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور زنا ان کی مس کرنا ہے اور پاؤں زنا کرتے ہیں اور زنا ان کی چلنا ہے آخر حدیث تک روایت کیا اس کو مسلم نے ابو ہریرہؓ سے۔

(۴) لونڈی کو خریدنے کیلئے دیکھنا یا چھونا

اگر لونڈی کے خریدنے کا ارادہ کرے تو اعضائے مذکورہ کا چھونا بھی درست ہے اگرچہ خوف ہو شہوت کا۔

فائدہ:۔ بسبب ضرورت کے اور عدم جواز پر اعتماد کیا ہے بعضوں نے درمختار۔

(۵) جوان لونڈی کا لباس

اور جب لونڈی جوان ہو جاوے تو اس کو بیچنے کے لئے صرف تہ بند باندھ کے نہ لے جاویں۔

فائدہ:۔ بلکہ کرتا بھی ضرور ہے اس لئے کہ اس کے پیٹ اور پیٹھ کی طرف نظر درست نہیں ہے ہدایہ۔

(۶) اجنبی خاتون

اور عورت اجنبیہ کی طرف نظر مطلقاً حرام ہے مگر اس کے منہ اور دونوں ہتھیلیوں کی طرف فقط۔

فائدہ:۔ یہ ظاہر الروایت میں ہے اور امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ اس کے قدموں کی طرف بھی نظر حلال ہے اور تحقیق کہ گزر چکا کتاب الصلوٰۃ میں کہ قدم عورت نہیں ہے جواب اس کا یہ ہے کہ نماز میں ضرورت ہے اور اجنبی کی نظر کرنے میں طرف قدموں کے کوئی ضرورت نہیں ہے برخلاف منہ اور کف کے کذا فی الاصل اور اصل اس باب میں قول اللہ تعالیٰ کا ہے ولایبدین زینتھن الاماظھر منھا فرمایا عبداللہ بن عباسؓ نے کہ ماظھر منھا سے مراد سرمہ ہے اور انگشتری یعنی آنکھ اور ہاتھ دوسرے یہ کہ منہ کھولنے اور کف کھولنے کی ضرورت ہے اس لئے کہ معاملہ ہوتا ہے مردوں سے دین لین کا اور باقی اعضاء کے کشف کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور درمختار میں ہے کہ جب عورت اجنبیہ نوکری کرے پکانے کی تو اس کے قدم اور ہاتھوں کو بھی دیکھنا درست ہے بسبب ضرورت کے۔

(۷) غلام کی مالکہ

اور غلام کی مالکہ مثل اجنبیہ کے ہے اس غلام سے۔

فائدہ:۔ اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک مالکہ بہ نسبت غلام کے مثل محرم کے ہے اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے او ماملکت ایمانھن ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت لونڈیوں کے حق میں ہے نہ ذکور کے حق میں چنانچہ سعید اور حسن وغیرہ سے منقول ہے اس واسطے کہ غلام ایک مذکر ہے غیر محرم اور نہ شوہر ہے اور نکاح اس سے ہوسکتا ہے بعد عتق کے ہدایہ ملخصاً۔

(۸) اجنبی خاتون کا چہرہ

مگر جس وقت خوف ہو شہوت کا تو عورت اجنبیہ کے منہ کی طرف بھی نہ دیکھے۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ حلال ہونا نظر کا عورت اجنبیہ کے منہ کی طرف ان کے زمانے میں تھا اور ہمارے زمانے میں جوان عورت کا منہ دیکھنا ہر طرح سے ممنوع ہے بسبب فساد زمان کے ہدایے میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص دیکھے گا عورت اجنبیہ کے محاسن کی طرف شہوت سے تو اس کی آنکھوں میں دن قیامت کے سیسہ ڈالا جاوے گا لیکن یہ حدیث اس لفظ سے نہیں ملی البتہ اور حدیثیں اس کی ممانعت اور وعید میں آئی ہیں۔

(۹) قضاءٔ نکاح یا علاج کی ضرورت سے اجنبی کا چہرہ دیکھنا

الا اس صورت میں کہ حاجت ہو جیسے قاضی جب حکم کرے اور شاہد جس وقت شہادت ادا کرے جو شخص کسی عورت سے ارادہ نکاح کا کرے تو اس کو اس عورت کے منہ کی طرف دیکھنا درست ہے بقصد ادائے سنت نہ قضائے شہوت (اس لئے کہ روایت کی ترمذیؒ نے اور نسائیؒ نے مغیرۃ بن شعبہؓ سے کہ جب انہوں نے پیغام دیا ایک عورت کو نکاح کا تو فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیکھ لے اس کو تاتم دونوں میں اصلاح ومحبت رہے) اسی طرح لونڈی کو خریدتے وقت اور طبیب کو واسطے دوا کے۔

فائدہ:۔ دیکھنا درست ہے باوجود خوف شہوت کے بسبب احتیاج کے کذا فی الاصل۔

(۱۰) فينظرالى موضع مرضها بقدر الضرورة (۱۱) وتنظر المرأة من المرأة كالرجل من الرجل وكذامن الرجل ان امنت شهوتها (۱۲) والخصى والمجبوب والمخنث فى النظر الى الاجنبية كالفحل (۱۳) ويعزل عن امته بلااذنها وعن عرسه به العزل ان يطأفاذاقرب الى الانزال اخرج ذكره ولاينزل فى الفرج

(۱۰) ڈاکٹر کا بقدر ضرورت ممنوعہ جگہ کو دیکھ سکنا

تو دیکھے طبیب موضع مرض کو بقدر ضرورت کے۔

فائدہ:۔ یہی حکم ہے احتقان میں کہ حقنہ کرنے والا مقام حقنہ کو دوسرے مرد کے دیکھ سکتا ہے اور ایسا ہی حکم ہے دائی جنائی کا اور ختنہ کرنے والے کا اور حکیم کا واسطے نبض دریافت کرنے مریضہ اجنبیہ کے ہدایے میں ہے کہ اگر کسی عورت کو اس مرض کا علاج بتادیوے تو بہتر ہے لیکن جب نہ ملے یا بدسلیقہ ہو تو دیکھے۔

(۱۱) عورت کو عورت یا مرد کے اعضاء دیکھنا

عورت کو عورت سے اسی قدر دیکھنا درست ہے جتنا مرد کو مرد سے۔

فائدہ:۔ یعنی زیرناف سے زانو تک ضرور ہے کہ عورت دوسری عورت کو نہ دکھاوے پس ہمارے زمانے میں اکثر عورات میں جو رواج ہے کہ باہم ایک دوسرے کے سامنے نہاتے وقت یا

اور اوقات میں بالکل ننگی ہو جاتی ہیں بالکل حرام ہے ان کے شوہروں کو ان امورات سے منع کرنا ضرور ہے۔ اسی طرح عورت کو مرد سے دیکھنا درست ہے اگر بے خوف ہو شہوت سے۔

فائدہ:۔ اور جو خوف ہو یا شک ہو تو درست نہیں درمختار۔

(۱۲) خصی، مجبوب اور مخنث کا حکم

اور خصی اور مجبوب اور مخنث عورت اجنبی کی طرف نظر کرنے میں مثل مرد کے ہیں۔

فائدہ:۔ یعنی جیسے مرد کو نظر کرنا عورت اجنبیہ کی طرف درست نہیں ہے ویسے ہی ان لوگوں کو بھی نادرست ہے خصی وہ جس کے فوطے نکل گئے اور مجبوب جس کا ذکر کاٹا گیا اور مخنث وہ جو مرد کو اپنے اوپر قادر کرے ان تینوں شخصوں سے عورت کو پردہ کرنا چاہئے اس واسطے کہ خصی کو شہوت ہوتی ہے اور جماع کر سکتا ہے اور فرمایا حضرت عائشہؓ نے کہ خصی کرنا مثلہ ہے تو نہ مباح کرے گا اس چیز کو جو حرام تھی پہلے اور مجبوب سحق کر کے انزال کرتا ہے اور مخنث تو مرد ہے فاسق لیکن طفل نابالغ تو البتہ مستثنیٰ ہے نص کلام اللہ سے ہدایہ درمختار میں ہے کہ وہ مجبوب جس کی منی خشک ہوگئی ہو تو عورات کو اس کے سامنے ہونا درست ہے لیکن جس نے اس کو جائز رکھا تو قلت امتحان اور قلت دیانت سے اور طحطاوی میں ہے کہ مخنث زنانے اور زنخے کو بھی کہتے ہیں جس کے اعضاء اور زبان میں عورتوں کے مانند نرمی ہو اور عورتوں کی اس کو مطلق خواہش نہ ہووے تو بعض فقہاء کے نزدیک ایسے نامرد کا اختلاط عورتوں کے ساتھ رخصت ہے لیکن اصح قول یہ ہے کہ اس کا بھی اختلاط جائز نہیں۔

(۱۳) عزل کرنا

اپنی لونڈی سے عزل کرنا بے اس کی اجازت کے درست ہے اور عورت حرہ سے باجازت اس کے درست ہے۔

فائدہ:۔ عزل اس کو کہتے ہیں کہ وطی کرے تو جب قریب ہو انزال کے ذکر نکال لیوے اور فرج میں انزال نہ کرے مروی ہے ابو سعید خدریؓ سے کہ ایک مرد نے کہا یا رسولؐ اللہ میرے پاس لونڈی ہے اور میں عزل کرتا ہوں اس سے اور میں مکروہ جانتا ہوں کہ حاملہ ہو وہ اور میں چاہتا ہوں جو چاہتے ہیں مرد اور یہود کہتے ہیں کہ باہر انزال کرنا جیتے کو گاڑنا ہے تو فرمایا آپ نے جھوٹے ہیں یہود اگر چاہے اللہ پیدا کرے اس کو جس کے پھیرنے کی تجھے طاقت نہیں روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ اور طحطاویؒ نے اور راوی اس کے ثقات ہیں اور روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے جابرؓ سے کہ ہم عزل کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اور قرآن اترتا تھا تو اگر یہ ممنوع ہوتا تو البتہ قرآن اس سے منع کرتا اور ایک روایت میں ہے کہ عزل کی خبر پہنچی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سو نہ منع کیا آپ نے اور روایت کی ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کیا عزل سے عورت حرہ سے بغیر اذن اس کے کے۔

(۱۴) ومن ملک امة بشراء او نحوه کالوصية والارث ونحوهما ولوبكرا ومشرية من امرأة او عبد اومحرمها اى محرم الامة لكن غير ذى رحم محرم لها حتى لاتعتق الامة عليه اومن مال صبى اى كانت الامة من مال صبيے حرم عنيه وطيها ودواعيه حتے يسترى بحيضة فيمن تحيض وبشهرفى ذوات شهر وبوضع الحمل فے الحال فان الحكمة فى الاستبراء تعرف برأة الرحم صيانة للماء المحترم عن الاختلاط وذلک عند حقيقة الشغل اوتوهم الشغل بماء محترم لكنه امر خفى فادير الحكم على امرظاهر وهواستحداث الملک وان

كان عدم وطى المولى معلوماكما فى الامور التى عدها وهى قوله ولوبكراالى اٰخره فان الحكمة تراعى فى الجنس لافى كل فرد ولكن يردعليه ان الحكمة لاتراعى فى كل فرد لكن تراعى فى الانواع المضبوطة فان كانت الامة بكرااومشرية ممكن لايثبت نسب ولدها منه وهوان يكون الولد ثابت النسب ينبغى ان لايجب لان عدم الشغل بالماء المحترم متيقن فى هذه الانواع والجواب انه انما يثبت بالنص لقوله فى سباياوطاس الالاتوطأ الحبالى حتى يضعن حملهن ولاالحيالى حتى يستبرئن بحيضة فان السبايالاتخلومن ان يكون فيها بكراومسببة من امرأة ونحوذلك ومع هذا حكم النبى عليه السلام حكماً عاماً فلايختص بالحكمة كما انه تعالےٰ بين الحكمة فى حرمة الخمر بقوله انما يريد الشيطن ان يوقع الاٰية فلا يمكن ان يقول احد انى اشربها بحيث لايقع العداوة ولايصدنے عن الصلوٰة فاذا كانت المصلحة غالبة فى تحريمه فالشرع يحرم علے العموم لما ان فى التخصيص مالايخفے من الخبط وتجاسرالناس بحيث ترتفع الحكمة فاذاثبت الحكم فى السبى على العموم ثبت فى سائراسباب الملك كذلك قياساً فان العلة معلومة ثم تايدذلك بالاجماع

استبرا کے بیان میں

(یعنی لونڈی کے رحم کی برأت طلب کرنا اس طرح کہ ایک حیض تک انتظار کرے تا معلوم ہو جاوے کہ حاملہ ہے یا نہیں ہے)

(۱۴) لونڈی سے وطی کیلئے استبراء ضروری ہے

جو شخص کسی لونڈی کا مالک ہووے خرید سے یا وصیت سے یا میراث سے اگر چہ وہ بکر ہو یا کسی عورت سے خریدی گئی ہو یا غلام سے یا اس لونڈی کے محرم سے۔ (جو ذی رحم نہ ہو ورنہ وہ لونڈی اسی پر آزاد ہو گئی ہو گی تو خرید کیونکر ہو سکتی ہے مثال محرم غیر ذی رحم کی جیسے ابن واطی یا اخ رضاعی) یا صغیر کے مال سے تو مالک پر اس لونڈی کی وطی اور دواعی وطی (یعنی بوسہ مساس وغیرہ) حرام ہوں گے یہاں تک کہ اس کے رحم کی صفائی حمل سے معلوم ہو جاوے ایک حیض آنے سے ان عورتوں میں جو حائضہ ہیں اور ایک مہینے سے ان عورتوں میں جن کو حیض نہیں آتا اور وضع حمل سے حاملہ میں۔

فائدہ:۔ یعنی ایک حیض تک انتظار کریں گے اگر حیض آ گیا تو معلوم ہو جاوے گا کہ یہ حاملہ نہیں ہے اور جو نہیں آیا اور حمل متحقق ہو گیا تو وضع حمل تک انتظار کرنا پڑے گا اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص ایمان لاتا ہے اللہ اور پچھلے دن پر تو چاہیئے اس کو کہ نہ پلاوے پانی غیر کے کھیت میں یعنی حاملہ عورتوں سے دوسرا مرد جماع نہ کرے اور نہیں حلال ہے کسی شخص کو کہ جماع کرے ان عورتوں سے جو قید ہو کر لڑائی میں آئیں یہاں تک کہ استبرا کرے ان کا روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے اور ترمذیؒ نے رویفع بن ثابت انصاریؓ سے اور صحیح کیا اس کو ابن حبانؒ نے اور حسن کہا اس کو بزارؒ نے اور روایت کیا احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور دارمیؒ نے ابوسعید خدریؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حق میں ان عورتوں کے جو قید ہو کر آئی تھیں غزوۂ اوطاس میں کہ نہ جماع کی جاویں حمل والیاں یہاں تک کہ جنیں اور نہ وہ جن کو حمل نہیں ہے یہاں تک کہ ایک حیض ان کو آلیوے اور صحیح کیا اس حدیث کو حاکمؒ نے اور اس کا ایک شاہد ہے ابن عباسؓ سے سنن دار قطنیؒ میں کذا فی بلوغ المرام۔

(۱۵) ولم تكف حيضة ملكها فيها ولاالتى قبل القبض ولاالولادة كذلك (۱۶) وتجب فى شراء امة الاشقصا هوله لان الملك تم له والحكم يضاف الى العلة القريبة لاعند عودالأبقة وردالمغصوبة والمستاجرة وفك المرهونة لانه لم يوجد الاستحداث الملك (۱۷) ورخص حيلة اسقاط الاستبراء عند ابى يوسفؒ خلافا لمحمدؒ واخذنا بالاول ان علم عدم وطى بائعها فى ذلك الطهر وبالثانى ان اقربها وحى ان لم تكن تحته حرة ان ينكحها ثم يشتريها اذبالنكاح لايجب الاستبراء ثم اذا اشترى زوجته لايجب ايضاوان كانت ان ينكحها البائع قبل الشراء اوالمشترى قبل قبضه من يوثق به ثم يشترى ويقبض فيطلق الزوج اى ان كانت تحته حرة فالحيلة ان ينكحها البائع قبل شراء المشترى رجلاً عليه اعتمادان يطلقها ثم يشترى المشترى ثم يطلق الزوج فانه لايجب الاستبراء لانه اشترى منكوحة الغير ولايحل وطيها فلااستبراء فاذاطلقها الزوج قبل الدخول حل على المشترى وح لم يوجد حدوث الملك فلااستبراء او ينكحها المشترى قبل القبض ذلك الرجل ثم يقبضها ثم يطلقها الزوج فان الاستبراء يجب بعد القبض وح لايحل الوطى واذاحل بعد طلاق الزوج لم يوجد حدوث الملك

(۱۵) وہ حیض جو استبراء میں شمار نہیں

اور استبراء میں وہ حیض شمار نہ کیا جاوے گا جس میں اس کا مالک ہوا اور نہ وہ حیض جو حاصل ہو بعد ملک کے قبل قبض کے اور نہ وہ ولادت جو بعد ملک قبل قبض کے ہووے۔

(۱۶) مشترکہ لونڈی کا حصہ خریدنا' بھاگی ہوئی یا مغصوبہ لونڈی کا واپس آنا

اور واجب ہوگا استبراء اگر اپنی مشترک لونڈی کا حصہ دوسرے شریک سے خرید لیوے نہ وقت لوٹ آنے اس لونڈی کے جو بھاگ گئی تھی یا پھر آنے اس لونڈی کے جو مغصوب تھی یا مستاجرہ یا مرہونہ تھی

(۱۷) اسقاط استبراء کا حیلہ

اور استبرا ساقط کرنے کا حیلہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک درست ہے۔(جب معلوم ہوجاوے کہ مالک اول نے اس طہر میں اس سے وطی نہیں کی ورنہ حیلہ نہ کرے اس پر فتویٰ ہے درمختار)

اور امام محمدؒ کے نزدیک نادرست ہے اور قول ابو یوسفؒ پر عمل کرے اگر اس کے بائع کی وطی نہ کرنا اس طہر میں معلوم ہووے ورنہ قول محمدؒ پر عمل کرے اور وہ حیلہ یہ ہے کہ اگر اس کے نکاح میں عورت حرہ نہیں ہے تو اس لونڈی سے نکاح کر کے اس کو خرید لیوے۔(اس واسطے کہ نکاح میں استبرا واجب نہیں ہے اور اپنی زوجہ کو اگر خرید لیوے تب بھی استبرا واجب نہیں کذافی الاصل اور یہ جو قید لگائی کہ اگر اس کے پاس عورت حرہ نہ ہو سو اس لئے کہ عورت حرہ پر لونڈی سے نکاح درست نہیں جیسا کہ گزرا) اور جو اس کے نکاح میں عورت حرہ ہے تو یہ حیلہ ہے کہ بائع قبل خریدنے مشتری کے یا مشتری بعد شرا کے قبل قبض کے اس کا نکاح ایسے شخص سے کردے جس پر اس کو طلاق دینے کا اعتماد ہووے پھر مشتری خرید لیوے یا قبضہ کر لیوے اور شوہر اس کو طلاق دے دیوے۔

فائدہ:۔ قبل وطی کے پھر مشتری اس سے وطی کرے بغیر استبرا کے اور انتظار عدت کے اس لئے کہ طلاق قبل الوطی میں عدت نہیں ہے اور ملک مستحدث نہیں ہوئی۔

(۱۸) ومن فعل بشهوة احدے دواعی الوطی بامتیه لاتجتمعان نکاحا حرم علیه وطیهما بدواعیه حتے یحرم علیه احدهما دواعے الوطی هی القبلة والمس بشهوة والنظر الی فرجها بشهوة فان لدواعی الوطی حکم الوطی وتحریم احداهما یکون بازالة الملک کلاوبعضا او بانکاحها (۱۹) وکره تقبیل الرجل (۲۰) واعتناقه فی ازار واحد وجاز مع قمیص (۲۱) ومصافحته عطف علی الضمیر فی جاز هذا عند ابی حنیفة ومحمدؒ وقال ابو یوسفؒ لاباس بهما فی ازارواحد واما مع القمیص فلاباس بالاجماع والخلاف فیما یکون للمحبة واما بالشهوة فلاشک فی الحرمة اجماعاً

(۱۸) اپنی دولونڈیوں سے دواعیٔ وطی کیئے جبکہ وہ آپس میں ذی رحم ہیں

ایک شخص کے پاس دولونڈیاں اس طرح کی ہیں کہ وہ ازروئے نکاح کے جمع نہیں ہوسکتیں۔ (جیسے دو بہنیں ہیں یا خالہ بھانجی یا پھوپھی بھتیجی) اوراس نے شہوت سے دونوں لونڈیوں سے دواعی وطی کیئے تو اب اس کو ہرایک لونڈی سے وطی اور دواعی وطی حرام ہیں جب تک کہ ایک کوان دونوں میں سے اپنے اوپر حرام نہ کرلے۔

فائدہ:۔ مثلاً اس کو بیچ ڈالے یاکسی سے نکاح کردے یا آزادکردیوے یامکاتب کردیوے درمختار۔

(۱۹) مرد کا مرد سے بوسہ لینا

اور مکروہ ہے (تحریماً درمختار) بوسہ لینا ایک مرد کو دوسرے مرد کا۔

فائدہ:۔ لیکن بوسہ لیناعالم کے ہاتھ کا اور سلطان عادل کے ہاتھ کا یاکسی شخص زاہدعابدکاواسطے تبرک کےتو بعضوں کے نزدیک جائز ہے اور بعضوں کے نزدیک ممنوع ہے۔ چلپی۔

(۲۰) مرد کا مرد سے معانقہ

یا معانقہ کرنا صرف ازار پہنے ہوئے اور جائز ہے اگر کرتایاجبہ پہنے ہو۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ جب دونوں صرف ازار پہنے ہیں اور باقی بدن کھلا ہوا ہے تو بدن سے بدن معانقہ میں ملے گا اوراس میں خوف شہوت کا ہے برخلاف اس صورت کے کہ کرتایاانگرکھایااورکوئی کپڑا پہنے ہوں یہ مذہب ابوحنیفہؒ اور محمد کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک مطلقاً بوسہ لینا اور معانقہ کرنا درست ہے اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ جب بوسہ اور معانقہ واسطے محبت کے ہو اور جو بطور شہوت ہو تو اس کے حرام ہونے میں شک نہیں بالاتفاق کذافی الاصل۔ اس دلیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معانقہ کیا جعفرؓ سے جب وہ حبش سے آئے تھے اور بوسہ لیا ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں روایت کیا اس کو حاکم نے مستدرک میں ابن عمرؓ سے اور طرفین کی دلیل یہ ہے کہ حضرتؐ نے منع کیا مکامعہ سے اور وہ معانقہ ہے اور مکاعمہ سے اور وہ بوسہ ہے کذافی الہدایہ اس حدیث کوابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابی ریحانہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع کرتے تھے مکامعہ اور مکاعمہ سے عورت کو ساتھ عورت کے جب ان دونوں کے بیچ میں کوئی چیز حائل نہ ہووے اور مکامعہ اور مکاعمہ سے مرد کو ساتھ مرد کے جب ان دونوں کے بیچ میں کچھ نہ ہووے ان روایات سے یہ معلوم ہوا کہ کراہت معانقے کی اسی صورت میں ہے جب دونوں میں کوئی کپڑا حائل نہ ہووے اور سفر سے جو شخص

آوے اس سے معانقہ کرنا مسنون ہے اور باقی مقامات میں جیسے بعد نماز عید وغیرہ مسنون نہیں ہے۔

(۲۱) مرد کا مرد سے مصافحہ کرنا

اسی طرح جائز ہے مصافحہ۔

فائدہ:۔ بلکہ مسنون ہے عندالملاقات بعد سلام کے روایت کی طبرانیؒ نے حذیفہ بن الیمانؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب ایک مومن دوسرے مومن کی ملاقات کر کے سلام کرتا ہے اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ ابن ماجہؒ نے مرفوعاً روایت کی کہ جب دو مسلمان ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور جامع ترمذیؒ میں ابن مسعودؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ہاتھ کا پکڑنا تو تمامی ہے تحیت کی یعنی سلام پورا نہیں ہوتا بدوں مصافحے کے اور مصافحہ مسنون ہے دونوں ہاتھوں سے انگوٹھا پکڑ کے وقت ملاقات کے اور سوا اس کے اور مقاموں میں جیسے بعد عصر یا نماز تراویح یا نماز جمعہ یا بعد وعظ کے مسنون نہیں ہے بلکہ بعضوں نے اس کو بدعت قرار دیا ہے۔

فوائد

(۱) ایک مرد کو دوسرے مرد کے ساتھ ایک چادر کے اندر لیٹنا جائز نہیں۔

(۲) اسی طرح ایک عورت کو دوسری عورت کے ساتھ جب کوئی چیز حائل نہ ہو اسی طرح لڑکے لڑکی کو جب دس برس کے ہو جاویں تو ان کا بستر جدا چاہئے اور مراد اس سے یہ ہے کہ ہم بستری مع التجرد ممنوع ہے۔

(۳) اور اگر ہر شخص کا اوڑھنا جداگانہ ہو تو درست ہے۔

(۴) اور لڑکا گبرو جب شہوت دار ہو جاوے تو حکم اس کا نظر وغیرہ کے مسائل میں مثل بالغ کے ہے۔

(۵) اور حمامی کو نظر کرنا شرمگاہ کی طرف درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک جیسے ختنہ کرنے والے کو لیکن یہ روایت محمول ہے اوپر حالت ضرورت کے ایسا ہی کہا فقیہ ابواللیثؒ نے۔

(۶) اور بالغ شخص اگر اپنا ختنہ آپ کر سکے تو بہتر ہے ورنہ اس کے لئے ایک لونڈی جس کو ختنہ کرنا آتا ہو خرید دیں یا ختانہ سے نکاح کرا دیویں اور جو یہ صورتیں نہ ہو سکیں تو ختنہ نہ کرے۔

(۷) عالم یا زاہد کا پاؤں چومنا اگر کوئی چاہے تو اپنے پاؤں کو بڑھاوے اور ایک روایت میں ہے کہ نہ بڑھاوے اور چومنے نہ دے۔

(۸) اور اپنا ہاتھ چومنا جیسے بعض جہال کی عادت ہے وقت ملاقات کے مکروہ ہے۔

(۹) اسی طرح زمین کا چومنا علما اور سلاطین کے سامنے اور سجدہ کرنا اگر بطور تحیت اور آداب کے ہے تو فسق اور حرام ہے اور اگر بطور عبادت یا تعظیم کے ہے تو کفر ہے اور غیر خدا کے لئے تواضع کرنا یعنی نہایت فروتنی اور جھکنا حرام ہے۔

(۱۰) اور عالم کی تعظیم کے لئے یا استاد کی یا باپ کی قیام درست ہے جب یہ لوگ آویں اور بعض کے نزدیک ممنوع ہے اور حدیثیں مختلف وارد ہیں بعضوں سے جواز اور بعضوں سے ممانعت نکلتی ہے۔

(۱۱) اور مصحف کا چومنا جائز ہے اور روٹی کا چومنا درست ہے اور روندنا اس کا پاؤں سے یا کاٹنا اس کا چھری سے ممنوع ہے کذا فی الدرالمختار و عالمگیری۔

(۱) وكره بيع العذرة خالصة وصح فى الصحيح مخلوطة كبيع السرقين والانتفاع بمخلوطتها لابخالصتها فان بيع السرقين جائز عندنا وعند الشافعیؒ لايجوز (۲) وجاز اخذدين على كافر من ثمن خمره باعه بخلاف المسلم اى بخلاف دين علے المسلم فانه لايوخذ من ثمن خمر باعه المسلم لان بيعه باطل فالثمن الذى اخذه حرام (۳) وتحلية المصحف بالرفع عطف على اخذ دين ودخول الذمى المسجد هذا عندنا وعند مالک والشافعیؒ يكره لقوله تعالىٰ انما المشركون نجس فلايقربوا المسجد الحرام قلنا لايرادنهى الكفار عن هذا لان قوله انما المشركون نجس لايوجب الحرمة بعد عامهم هذا بل المراد بشارة المسلمين بان الكفار لايتمكنون من الدخول بعد عامهم هذا (۴) وعيادته (۵) وخصاء البهائم وانزاء الحمير علے الخيل (۶) والحقنة (۷) ورزق القاضى اى من بيت المال فان القضاء وان كان عبادة ولااجر على العبادة فهذا يجوز لان فى المنع الامتناع عن القضاء

فصل مکروہات بیع کے بیان میں

(۱) گوہ کی بیع

مکروہ ہے بیع آدمی کے گوہ کی اگر نرا گوہ ہو اور جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے تو درست ہے جیسے گوبر کی بیع۔ (اور لید اور مینگنی کی درست ہے) صحیح قول ہے (اور وہ قول امام محمد کا ہے ہدایہ اور امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں جائز ہے بیع گوبر کی کذافی الاصل) اور اس سے (یعنی آدمی کے گوہ سے جو مٹی کے ساتھ مخلوط ہووے) نفع بھی لینا درست ہے نہ خالص گوہ سے۔

(۲) شراب کے روپوں سے اپنا قرض وصول کرنا

اگر ایک شخص مسلمان کا قرض کافر پر آتا ہے اور کافر نے شراب بیچ کر روپے حاصل کئے تو مسلمان کو اپنے قرض کے روپے ان شراب کے روپیوں سے لینا درست ہے اور جو مسلمان نے شراب بیچی اور اس کے روپے حاصل کئے تو صاحب دین کو ان روپیوں سے اپنے قرض کے روپے لینا مکروہ ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مسلمان کو شراب بیچنا حرام ہے اور بیع اس کی باطل ہے تو اس کی قیمت بھی حرام ہے کذافی الاصل۔

(۳) مصحف کی آرائش اور کافر کا مسجد میں جانا

اور جائز ہے آرائش کرنا مصحف کی چاندی سونے سے اور کافر ذمی کا مسجد میں جانا۔

فائدہ:۔ یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے انما المشركون نجس فلايقربوا المسجد الحرام الخ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے کفار کی نہی نہیں مقصود ہے کیونکہ قول اللہ تعالیٰ کا انما المشركون نجس نہیں موجب ہے حرمت کو بعد اس سال کے بلکہ مراد اس آیت سے بشارت ہے مسلمانوں کو اس بات کی کہ اب اس سال کے بعد کفار قادر نہ ہوں گے اس مسجد کے دخول پر کذافی الاصل اور دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ روایت کی ابوداؤدؒ نے سنن میں کہ حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثقیف کے قاصدوں کو جو کفار تھے مسجد میں اتارا اور مسند احمدؒ اور طبرانیؒ

میں بھی اسی مضمون کی حدیث موجود ہے عینی۔

(۴) ذمی کی عیادت

اور جائز ہے ذمی کی عیادت یعنی بیمار پرسی کرنی۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عیادت مریض کی کیا کرتے تھے روایت کیا اس کو صحاح ستہ والوں نے اور اس میں قید مسلمان کی نہیں ہے اور بھی روایت کی بخاریؒ نے کہ ایک یہودی خدمت کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو جب بیمار ہوا تو آپ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے پھر فرمایا مسلمان ہو جا سو وہ مسلمان ہو گیا تو حضرتؐ نے فرمایا شکر ہے خدا کا جس نے اس کو دوزخ سے آزاد کیا کذا فی العینی۔

(۵) جانوروں کو خصی کرنا، گدھے کو گھوڑی پر کدانا

اور جانوروں کو خصی کرنا اور گدھوں کو گھوڑیوں پر کدانا واسطے جفتی کے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ حضرتؐ نے خصی دنبوں کو ذبح کیا قربانی میں جیسا کہ اوپر گزرا اور اس میں منفعت ہے جانور کی اور سوار ہوئے آپ خچر پر روایت کیا اس کو بخاریؒ اور مسلمؒ نے تو اگر یہ فعل ممنوع ہوتا تو البتہ نہ سوار ہوتے آپ خچر پر۔

(۶) حقنہ

اور حقنہ

فائدہ:۔ شے طاہر سے نہ غیر طاہر سے البتہ اس میں جب کوئی طبیب مسلمان یہ کہہ دیوے کہ فلاں شے نجس میں شفا ہے اور کوئی دوائے مباح قائم مقام اس کی نہ ملے درمختار۔

(۷) قاضی کی تنخواہ

اور تنخواہ قاضی کی۔

فائدہ:۔ بیت المال میں سے یہ اس واسطے کہا کہ ظاہر حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قضا عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا درست نہیں مگر یہ درست ہے اس واسطے کہ اگر وظیفہ واسطے قضا کے مقرر نہ ہوگا تو لوگ قضا کو اختیار نہ کریں گے کذا فی الاصل دوسرے یہ کہ وظیفہ جزا ہے حبس کی یعنی قاضی اپنے حوائج سے جو رکا رہتا ہے اس کا بدلہ ہے نہ قضا کا۔

(۸) وسفر الامة وام الولد بلامحرم فان مس اعضائهما فی الالكاب كمس اعضاء المحارم (۹) وشراء مالابد للطفل منه وبيعه لاخ وعم وام وملتفط هو فی حجرهم واجارته لامه فقط فان الام تملك اتلاف منافعة بالاستخدام ولا كذلك غيرها وبيع العصير ممن يتخذخمرا فان المعصية لاتقوم بعين العصير بخلاف بيع السلاح ممن يعلم انه من اهل الفتنة فان المعصية تقوم بعينه (۱۰) وحمل خمر ذمی باجرة هذا عند ابی حنيفةؒ وعندهما لايجوز ولايحل له الاجر (۱۱) واجارة بيت بالسواد لتيخذبيت ناراوكنيسة اوبعة او يباع فيه الخمر هذا عند ابی حنيفةؒ لتخلل فعل الفاعل المختار وقالالايجوز وانما قال بالسواد لانه لايجوز فی الامصار اتفاقا وفی سوادنا لايمكنون منها فی الاصح فان ماقال ابو حنيفةؒ يختص بسواد الكوفة فان اكثراهلها ذمی فاما فی سوادنافاعلام الاسلام فيه ظاهرة

(۸) لونڈی وام ولد کا سفر

اور سفر لونڈی اور ام ولد کا (اور مکاتبہ اور معتقہ البعض کا) بغیر محرم کے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ لونڈی اجانب کی نسبت ایسی ہے جیسے محرم درمختار میں ہے کہ یہ حکم زمانہ سابق میں تھا اب لونڈی کو بغیر محرم کے سفر جائز نہیں بسبب فساد زمانے کے

(۹) صغیر کے لئے خرید وفروخت

اور صغیر کے واسطے خرید وفروخت کرنا ضروریات کا بھائی چچا ماں اور اس کو جس نے لاوارث لڑکا پایا بشرطیکہ صغیر ان کی پرورش میں ہووے اور صغیر کا اجارہ دینا صرف ماں کو۔

فائدہ:۔ جائز ہے اوروں کو نہیں درست ہے۔

انگور کا شیرہ

اور شیرۂ انگور بیچنا اس شخص کے ہاتھ جو اس کی شراب بناوے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ معصیت نفس شیرہ سے متعلق نہیں ہے بلکہ بعد اس کے تغیر کے برخلاف سلاح کے کہ ان کا بیچنا اہل فتنہ کے ہاتھ درست نہیں کیونکہ معصیت ان کی عین سے متعلق ہے کذا فی الاصل۔

(۱۰) ذمی کی شراب اٹھانا

اور ذمی کی شراب مزدوری لے کر اٹھانا۔

فائدہ:۔ یہ امام صاحبؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں درست ہے اور مزدوری حلال نہیں ہے کذا فی الاصل۔

(۱۱) گرجا، کنیسہ وآتش خانہ کیلئے گھر دینا

اور دیہات میں گھر کو کرایہ دینا آتش خانہ بنانے کے لئے (یعنی پارسیوں کی عبادت کے واسطے) یا کنیسہ یہود کا یا گرجا گھر نصاریٰ کا بنانے کے واسطے یا شراب بیچنے کے واسطے۔

فائدہ:۔ درست ہے امام اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہیں لیکن شہروں میں بالاتفاق نادرست ہے اور ہدایہ میں ہے کہ مراد دیہات سے یہاں دیہات کوفہ ہے جن میں اکثر گاؤں والے ذمی رہتے تھے۔

☆ اور ہمارے ملک کے دیہاتوں میں تو ان باتوں کی قدرت ان کو نہ دی جاوے گی اس لئے کہ نشانیاں اسلام کی ظاہر ہیں یہی قول اصح ہے۔

(۱۲) وبيع بناء بيوت مكة (۱۳) وتقييد العبد (۱۴) وقبول هديته تاجر او اجابة دعوته واستعارة دابته وفي القياس لايجوز وجه الاستحسان انه صلى الله عليه وسلم قبل هدية سلمان وبريرة (۱۵) وكره كسوته ثوباواهداوه النقدين اى كره ان يكسوالعبد غيره ثوباوان يهديه النقدين (۱۶) واستخدام الخصي فانه حث على اخصاء الانسان وهو غيرجائز (۱۷) واقراض يقال شيًا ياخذ منه ماشاء فانه قرض جرنفعاً (۱۸) واللعب بالشطرنج والنرد (۱۹) وكل لهو هذا عندنا وعندالشافعيؒ يباح لعب الشطرنج اذفيه تشحيذ الخاطر لكن بشرط ان لاتفوته الصلوة ولايكون فيه ميسر قلنا هو مظنة فوت الصلوة وتضييع العمر واستيلاء الفكر الباطل حتى لايحس بالجوع والعطش فكيف بغيرهما (۲۰) وجعل الغل فى عنق عبده وبيع ارض مكة واجارتها هذا عند ابى حنيفة لان مكة حرام وعندهما يجوزلان ارضها مملوكة

وقوله فی دعائه بمعقدالعزمن عرشک (۲۱) وبحق رسلک وانبیائک لانه یوھم تعلق عزه بالعرش ولاحق لاحد علے الله تعالیٰ وعند ابی یوسفؒ یجوز الاول للدعاء الماثور (۲۲) وتعشیر المصحف

(۱۲) مکہ کے مکان بیچنا

اور درست ہے مکے کے مکانوں کی عمارت بیچنا۔

فائدہ:۔ یعنی بنا اور عملہ نہ زمین امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبین کے نزدیک زمین کا بھی بیچنا درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے درمختار۔ امامؒ کی دلیل ظاہر حدیث ہے جو روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں مجاہد سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ حرام ہے حرمت دی اس کو اللہ تعالیٰ نے نہیں حلال بیع اس کی زمین کی اور کرایہ دینا اس کے گھروں کو۔

(۱۳) غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا

اور غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا۔

فائدہ:۔ اگر اس کے بھاگ جانے کا خوف ہووے اور طوق ڈالنا گلے میں مکروہ ہے ہدایہ۔

(۱۴) غلام کا ہدیہ ودعوت

اور غلام کا ہدیہ قبول کرنا اگر وہ تاجر ہو اور اس کی دعوت قبول کرنا اور اس کے جانور کو عاریت لینا۔

فائدہ:۔ استحساناً اس لئے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کیا ہدیہ سلمانؓ کا جب وہ غلام تھے روایت کیا اس کو حاکمؒ نے بریدہؓ سے اور ہدیہ بریرہؓ کا کذافی الاصل لیکن حدیث کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؐ نے جب ہدیہ بریرہؓ کا قبول کیا تھا تو وہ آزاد ہو چکی تھی۔

(۱۵) غلام کا کپڑا اللہ لینا اور اشرفی ہدیہ میں لینا

لیکن مکروہ ہے کہ غلام تاجر کسی کو کپڑا اللہ دیوے یا روپیہ اشرفی تحفے کے طور پر دیوے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ ان چیزوں کی تجارت میں کچھ ضرورت نہیں برخلاف دعوت وغیرہ ہدیہ قلیل کے کہ تجاروں کے ملانے اور معاملے کے جاری کرنے کے لئے ان باتوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

(۱۶) خصی سے خدمت لینا

اور بھی مکروہ ہے خدمت لینا خصی سے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اس میں ترغیب ہے انسان کے خصی کرنے کی اور وہ ممنوع ہے۔

(۱۷) بقال کو قرض دینا

اور مکروہ ہے بقالؒ کو ایک روپیہ قرض دینا یہ کہہ کر اس سے جو چاہے گا چیزیں لیتا جاوے گا یہاں تک کہ روپیہ پورا ہو جاوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اس قرض میں منفعت ہے اور ایسا قرض ممنوع ہے ہاں اگر اس بقال پاس امانۃً روپیہ رہنے دیوے پھر اس کے بدلے میں چیزیں لیتا جاوے تو درست ہے ہدایہ۔

(۱۸) شطرنج وچوسر

اور شطرنج یا چوسر کھیلنا۔

فائدہ:۔ اور اسی طرح گنجفہ وغیرہ ہمارے نزدیک اور شافعیؒ کے نزدیک مباح ہے کھیلنا شطرنج کا کیونکہ اس میں ذہن تیز ہوتا ہے لیکن اس شرط سے کہ نماز فوت نہ ہو جاوے اور اس میں شرط نہ ہو ورنہ جوا ہو جائے گا اور وہ حرام ہے نص کلام اللہ سے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ شرط نہیں ہووے جب بھی اس میں ضائع کرنا ہے عمر کا اور خیال باطل کا غلبہ ہے

یہاں تک کہ بھوک پیاس بھی جاتی رہتی ہے تو اور امورات کا کیا حال ہوگا کذا فی الاصل دلیل اس کے مکروہ ہونے کی یہ ہے کہ وہ لہو ہے اور ہر لہو نادرست ہے مگر تین لہو اور شطرنج ان تین میں سے نہیں ہے ہدایہ میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کھیلا شطرنج یا نردشیر کو تو گویا اس نے اپنا ہاتھ سور کے خون میں ڈبودیا کہا زیلعیؒ نے اس لفظ سے یہ حدیث غریب ہے اور موجود ہے صحیح مسلم میں یہ حدیث لیکن اس میں شطرنج کا لفظ نہیں ہے اور روایت کی بیہقیؒ نے شعب الایمان میں قاسم بن محمدؒ سے کہ انہوں نے کہا شطرنج کے باب میں کہ یہ لہو ہے اور جو چیز غافل کرے ذکر الٰہی سے اور نماز سے وہی میسر ہے جس کی حرمت کلام اللہ میں منصوص ہے۔

(۱۹) دیگر لہو ولعب

اور اسی طرح ہر لہو ولعب۔

فائدہ:۔ جیسے کنکوایا تکل اڑانا آتش بازی چھوڑنا آرائش شادی میں بنانا۔

(۲۰) غلام کو طوق ڈالنا' مکہ کی زمین بیچنا اور دعا میں یہ لفظ کہنا

اور غلام کے گلے میں طوق ڈالنا اور مکے کی زمین کو بیچنا یا کرایہ دینا اور دعا میں یہ لفظ کہنا **بمعقد العزمن عرشده**

فائدہ:۔ **یامقعدالعزمن عرشک** اول کے معنی یہ ہیں کہ عرش سے عزت اور بزرگی تیری وابستہ ہے اور ثانی کے معنی یہ ہیں کہ عزت کی جگہ تیری عرش ہے دونوں لفظ کہنا مکروہ ہے اس لئے کہ لفظ اول سے حدوث عزت الٰہی کا وہم ہوتا ہے کیونکہ عرش وفرش سب حادث ہیں اور عزت اور جلال الٰہی قدیم ہیں اور دوسرے لفظ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ کا تمکن عرش پر ہے اور یہ قول مجسمہ خذلھم اللہ کا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مکان اور جہت ثابت کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ منہ درمختار میں ہے کہ ابو یوسفؒ نے اس کے عدم کراہت کو کہا ہے اور اسی کو پسند کیا ہے فقیہ ابواللیثؒ نے اس واسطے کہ یہ لفظ دعائے ماثور میں وارد ہے جس کو روایت کیا بیہقیؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے تو اس صورت میں لفظ عز صفت عرش کی ہوگی نہ صاحب عرش کی پھر صاحب درمختار کہتے ہیں کہ زیادہ تر احتیاط اس دعا کے نہ کہنے میں ہے اس واسطے کہ یہ دعا خبر واحد سے مروی ہے اور مخالف ان آیات قطعیہ کے جن سے نفی جہت اور مکان خداوند کریم کی ثابت ہوتی ہے۔

(۲۱) بحق فلاں کہہ کر دعا مانگنا

اور مکروہ ہے کہ دعا میں یہ کہے **بحق فلان یا بحق رسلک و انبیائک**

فائدہ:۔ اس لئے کہ رسلؑ اور انبیاءؑ اور ملائکہ اور اولیاؒ سب اللہ سبحانہ کی مخلوق ہیں اور مخلوق کا حق خالق پر کچھ نہیں ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نعمتیں اور راحتیں عطا کرتا ہے اور کرے گا اس کو محض لطف اور عنایات خداوندی سے سمجھنا چاہئے ورنہ اللہ تعالیٰ کو کسی کا دینا نہیں آتا البتہ یہ لفظ دعائے ماثور میں وارد ہے تو مراد اس جگہ حق سے حرمت اور عظمت اور وجاہت ہے نہ حق وجوبی۔

(۲۲) دس آیات پر علامت بنانا

اور مکروہ ہے قرآن شریف پر بعد دس دس آیتوں کے علامت بنانا یا اس میں اعراب دینا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ابن مسعودؓ نے کہا خالی کرو قرآن کو یعنی قرآن میں اور کوئی چیز ملا کر نہ لکھو روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں۔

(۲۳) ونقطه الاللعجم فانه حسن لهم (۲۴) واحتكار قوت البشر والبهائم فی بلدیضر باهله التخصیص بالقوت قول ابی حنیفةؒ وعند ابی یوسفؒ کل مااضربالعامة حبسه فهواحتکار وعن محمدؒ لااحتکار فی الثیاب ومدة الحبس قیل مقدرة باربعین یوما وقیل بالشهر وهذافی حق المعاقبة فی الدنیا لکن یاثم وان قلت المدة ویجب ان یامره القاضی ببیع مافضل عن قوته وقوت اهله فان لم یفعل غرره والصحیح ان القاضی یبیع ان امتنع اتفاقا (۲۵) لاغلة ارضه ومجلوبه من بلداٰخر هذا عند ابی حنیفةؒ وعند ابی یوسفؒ کل ذلک یکره وعند محمدؒ کل مایجلب منه الی المصر غالبا فهو فے حکم المصر (۲۶) ولایسعر حاکم الااذا تعدے الارباب عن القیمة فاحشا فیسر بمشورة اهل الرای.

(۲۳) عجمیوں کیلئے قرآن کریم پراعراب لگانا

مگر اہل عجم کو درست ہے بلکہ مستحسن ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ لوگ اعراب زبان عرب کو پہچان نہیں سکتے تو حرج واقع ہوگا اعراب نہ لکھنے میں اور قرآن کا حفظ اور مزاولت متروک ہوجاوے گی۔

(۲۴) اشیاء خوردنی کی ذخیرہ اندوزی کرنا

اور مکروہ ہے بند کر رکھنا آدمی اور جانوروں کی خوراک اس شہر میں جہاں پر روکنا ضرر کرتا ہو۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ یہ حدیث میں ہے **الجالب رزوق والمحصر ملعون** یعنی غلہ لانے والا واسطے شہر والوں کے رزق دیا گیا ہے یعنی خدائے تعالیٰ اس کو برکت دے گا اور غلہ روکنے والا ملعون ہے روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ سے اور روایت کی احمدؒ نے مسند میں ابن عمرؓ سے کہ جس شخص نے بند کر رکھا غلہ لوگوں سے چالیس دن تک وہ بری ہوا اللہ تعالیٰ سے اور اللہ تعالیٰ بری ہوا اس سے اور مراد یہ ہے کہ غلہ خرید کر کے اس کو رکھ چھوڑے اور خلق خدا کے ہاتھ نہ بیچے اس نظر سے کہ جب گراں یا قحط ہوگا تو بیچیں گے تو حاصل یہ ہے کہ یہ روکنا غلے کا اگر اہل شہر کو ضرر کرے تو مکروہ ہے اور ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ احتکار کچھ غلے پر منحصر نہیں ہے بلکہ جس چیز کے روکنے سے عامہ خلائق کو ضرر پہنچے تو اس کو احتکار کہتے ہیں اور محمدؒ سے مروی ہے کہ کپڑے میں احتکار نہیں ہے اور مدت حبس کی بعضوں کے نزدیک چالیس دن ہیں اور بعضوں کے نزدیک ایک مہینہ لیکن یہ مدت دنیا کے احکام کے اعتبار سے ہے اور آخرت کی نظر سے گنہگار ہوگا اگرچہ تھوڑی مدت بھی روک رکھے اور واجب ہے کہ قاضی محتکر کو حکم کرے کہ جو اپنے اور اہل وعیال کی قوت سے فاضل ہو اس کو بیچ ڈالے تو اگر نہ بیچے تو اس کو تعزیر دیوے اور صحیح یہ ہے کہ اگر وہ نہ بیچے تو قاضی جبراً اس کو بیچ ڈالے کذا فی الھدایۃ والاصل۔

(۲۵) اپنی پیداوار یا درآمد کو روکنا

نہیں مکروہ ہے اس غلے کا روک رکھنا جو اس کی زمین میں خاص پیدا ہوا ہووے یا دوسرے شہر سے اس کو لایا ہووے۔

فائدہ:۔ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ بھی مکروہ ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جو چیز لائی جاوے مصر تک اکثر حکم مصر میں ہے کذا فی الاصل۔

(۲۶) نرخ کا تعین

اور حاکم اپنی طرف سے کوئی نرخ مقرر نہ کرے کہ اس سے گھٹنے اور بڑھنے نہ پاوے۔ (بلکہ خدا پر چھوڑ دیوے) مگر اس صورت میں کہ غلہ فروش بہت قیمت بڑھالیویں تو لوگوں کی صلاح اور مشورے سے نرخ مناسب مقرر کر دیوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ نرخ گراں ہو گیا سو ہمارے واسطے نرخ مقرر کر دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نرخ کرنے والا ہے اور بند کرنے والا ہے اور کشائش کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ خدا سے ملوں اور تم میں سے کوئی شخص مجھ سے مطالبہ نہ کرے کسی مظلمہ مالی یا خونی کا کہا ترمذیؒ نے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دارمیؒ اور بزارؒ اور ابو یعلیٰؒ موصلی نے اپنی مسندوں میں اس کو روایت کیا ہے کذا فی العینی۔

فوائد

(۱) غیر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بالاستقلال درود نہ بھیجے اور ساتھ ملا کر بالتبع کہہ سکتا ہے۔

(۲) آواز بلند کرنا ذکر اور دعا میں مکروہ ہے۔

(۳) کبوتروں کا پالنا استیناس اور دفع وحشت کے لئے درست ہے اور ان کا اڑانا یا مرغ لڑانا حرام ہے۔

(۴) کبوتر باز اگر چھت پر چڑھ کے عورات مسلمین کو دیکھتا ہووے یا ڈھیلے مار کے لوگوں کے شیشے توڑتا ہووے تو تعزیر دیا جاوے اور نہایت سختی سے منع کیا جاوے پھر اگر باز نہ آوے تو تعزیر دیا جاوے اور کبوتر اس کے ذبح کر ڈالے جاویں۔

(۵) طیور خرید کر کے چھوڑ دینا درست ہے اور بعضوں کے نزدیک مکروہ ہے اس واسطے کہ ضائع کرنا ہے مال کا۔

(۶) گھوڑ دوڑ درست ہے اگر شرط ایک طرفہ ہو اور حرام ہے اگر دونوں جانب شرط ہووے مگر جب تیسرا شخص بھی شریک ہو جاوے اور اس کا گھوڑا اس طرح کا ہو کہ اس کے آگے بڑھ جانے کا احتمال ہو پھر اگر اس تیسرے کا گھوڑا آگے بڑھ گیا تو دونوں شخصوں سے مال مشروط لیوے اور ان دونوں شخصوں میں جو آگے بڑھ جاوے دوسرے سے مال مشروط بھر لے اور جو وہ دونوں تیسرے سے بڑھ گئے تو کچھ نہ لیں گے۔

(۷) اور کشتی کرنا بقصد حصول قوت اور جہاد جائز ہے اور بقصد بازی مکروہ ہے۔

(۸) قصص کاذبہ اور احادیث دروغ کا مذاکرہ مکروہ ہے۔

(۸) ناخون کترانا مستحب ہے دن جمعے کے بعد نماز کے مگر جب بہت [illegible] گئے ہوں اور غازی کو ناخون اور مونچھیں بڑھانا چاہئیں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناخون کترانا شروع کئے داہنے ہاتھ کی انگشت شہادت سے اس کی چھنگلیا تک پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے تک موئے زہار مونڈنا اور نہانا ہر جمعے میں افضل ہے اور پندرہویں دن بھی موئے زہار مونڈنا جائز ہے اور چالیس دن سے زیادہ گزارنا مکروہ ہے۔

(۹) داڑھی ایک مٹھی رکھنا مستحب ہے اس سے جو بڑھے اس کو قطع کرے اگر بدنما معلوم ہو مونچھوں کو کترا وے یا منڈاوے اگر کترا وے تو اتنا کہ لب بالا کے کنارے کے برابر ہو جاویں عورت کو سر کے بال کاٹنا حرام ہے۔

(۱۰) ایک شخص نے علم دوسروں کو تعلیم کرنے کے لئے سیکھا اور ایک نے عمل کرنے کے لئے تو اول افضل ہے اور باہم تذکرہ کرنا علم دین کا ساری رات جاگنے اور عبادت کرنے سے بہتر ہے بغیر اذن والدین کے علم دین حاصل کرنے کیلئے سفر کرنا جائز ہے اگر امرد نہ ہو۔

(۱۱) قاضی پر محکمہ میں اور جو شخص مسجد میں بیٹھا ہے انتظار نماز کے واسطے یا تسبیح اور قرات قرآن میں مشغول ہے اور مذاکرۂ علم کے وقت اور اذان واقامت کے حال میں جواب سلام کا دینا۔

(۱۲) واجب نہیں لڑکیوں کے کان چھیدنے میں قباحت نہیں ہے۔

(۱۳) بعد دفن کے پھر میت کا نقل کرنا نا جائز ہے البتہ قبل دفن کے بعض کے نزدیک جائز ہے۔

(۱۴) عاشورے کے دن نہ خوشی کرے نہ سوگ کرے اور قرآن پڑھنے سے سننا اور اس کا زیادہ ثواب ہے واللہ اعلم۔ من الدر المختار وا حواشیہ

کتاب احیاء الموات

(۱) ھی ارض بلانفع لانقطاع مائها او غلبته علیها ونحوهما کما اذانزت اوصارت سبخة عادیة او مملوکة فی الاسلام لایعرف مالکهابعیدة من العامر بحیث لایسمع صوت من اقصاه وعندمحمدؒ ماکان مملوکا لمسلم اوذمی لایکون مواتا فاذالم یعرف مالکها کان لعامة المسلمین ولوظهر مالکها تردالیه ویضمن نقصان الارض والبعد عن العامر شرطه ابویوسفؒ خلافا لمحمدؒ (۲) من احیا ملکه ان اذنه الامام ولوذمیاوالافلا ای ان لم باذن الامام لایملکه هذا عند ابی حنیفة وهما لم یشرطا اذن الامام (۳) ولم یجزاحیاء ماعدل عنه الماء وجاز عوده فان لم یجزجاز ای ان لم یجز عودالماء جاز احیاؤه (۴) ومن حجرارضاولم یعمرها ثلث حجج دفعها الامام الی غیرہ التحجیر فی الاصل وضع الاحجارلیعلم الناس انه اخذها ثم سمی الاعلام التی لایکون یوضع الاحجار وقیل اشتقاقه من الحجر بالسکون فان کربها وسقاها فهواحیاء عند محمد وان فعل احدهما فهو تحجیر

(یعنی غیر آباد زمینوں کے آباد کرنے کے بیان میں)

(۱) موات کی تعریف

موات وہ زمین ہے جس سے نفع حاصل نہیں ہوتا پانی نہ ہونے یا پانی کی کثرت کے سبب سے یا مانند اس کے اور اسباب سے (مثلاً زمین بہت نمدار ہوگئی یا شور ہوگئی کذافی الاصل) اور قدیم سے کسی کی مملوک نہیں ہے یا مملوک ہے اہل اسلام کی لیکن اس کا کوئی مالک معین نہیں معلوم ہوتا اور بستی سے اس قدر دور ہے کہ اگر کوئی شخص انتہائے آبادی سے پکار کر آواز کرے تو اس زمین میں آواز نہ پہنچے۔

فائدہ:۔ امام محمدؒ کے نزدیک جو زمین مملوک ہوگی کسی مسلمان یا ذمی کی تو وہ موات نہیں ہے پس اگر اس کا مالک معلوم نہ ہووے تو وہ عامہ مسلمین کی ہے اور جب اس کا مالک ظاہر ہو جاوے تو وہ روکی جاوے گی اور نقصان زمین کا جو زراعت کے سبب سے ہووے وہ مزارع کو دینا پڑے گا اور دور ہونا آبادی سے یہ شرط کی ابویوسفؒ نے نہ محمد نے کذافی الاصل۔

(۲) غیر آباد زمین کو آباد کرنے والا

جو شخص ایسی زمین کو آباد کرے گا تو وہ زمین اسی کی مملوک ہو جاوے گی اگر امام کے اذن سے ہووے گو وہ شخص ذمی ہو اور جو بغیر اذن امام کے ہووے تو مالک نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک امام کا اذن شرط نہیں ہے کذافی الاصل دلیل ان کی قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو شخص آباد کرے ویران زمین کو تو وہ زمین اسی کی ہے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے اور حسن کہا اس کو ترمذیؒ نے اور کہا کہ روایت کی گئی یہ حدیث مرسل اور وہ ایسی ہی ہے اور اختلاف ہے اس کے صحابی میں بعضے جابرؓ کہتے ہیں اور بعضے عائشہؓ اور بعض عبداللہ ابن عمرؓ اور راجح قول اول ہے اور روایت کی بخاریؒ نے عروہؓ سے انہوں نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو آباد کرے کسی زمین کو اور وہ کسی کی ملک نہ ہووے سو وہ زیادہ حقدار ہے اس کا کہا عروہؓ نے یہی فیصلہ کیا عمرؓ نے اپنی خلافت میں دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ روایت کی طبرانیؒ نے معاذؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے واسطے کسی شخص کے کوئی چیز مگر وہ جس سے اس کا امام خوش ہو اور اوپر کی حدیث محمول ہے اسی صورت پر جب اذن امام کا ہووے۔

(۳) وہ زمین جس کا پانی ہٹ گیا

نہیں جائز ہے آباد کرنا اس زمین کا جس کا پانی ہٹ گیا ہو لیکن وہاں آ سکتا ہو البتہ اگر ایسا پانی منقطع ہو گیا ہو کہ پھر اس کا عود نہ ہو سکے تو آباد کرنا اس کا درست ہے۔

(۴) زمین آبادکاری کی مدت

اگر زمین موات امام کی اذن سے لی اور اس میں پتھر حد بندی کے لگا کر تین برس تک اس کو آباد نہیں کیا تو امام صاحب اس سے زمین لے کر دوسرے کے حوالے کرے۔

(۵) ومن حضربیرافی موات بالاذن فله حریمها للعطن والناصح اربعون ذراعا من کل جانب فی الاصح بیر العطن والبیر التی یناخ الابل حولها ویسقے وبین الناضح البئرالتی یستخرج ماء ها بسیر البعیر ونحوه وعندهما حریمها ستون ذراعا وانما قال فی الاصح لانه قد قیل الحریم اربعون ذراعا من کل الجوانب وذراع العامة ستة قبضات وعند الحساب کذلک فانهم قدروه باربع وعشرین اصبعا کل اصبع ست شعیرات مضمومة بطون بعضها ببطون البعض (٦) وللعین خمسمائة کذلک ای من کل جانب (٧) ومنع غیره من الحفرفیه لافیماوراه وله الحریم من ثلثة جوانب ای الذی حفرمن منتهے حریم الاول دون الاول

(۵) کنواں کھودنے والے کا حق

اور جس نے ایک کنواں زمین موات میں کھودا امام کے اذن سے خواہ وہ کنواں عطن کے لئے ہو (یعنی پانی اس میں سے ہاتھ سے بھرا جاتا ہو اور اونٹ اس کے گرد بیٹھ کے پانی پیتے ہوں) یا ناضح ہو (بیر ناضح وہ کنواں ہے جس سے پانی بھرا جاتا ہے اونٹوں سے کھیت سینچنے کے لئے) تو گردا گرد اس کنویں کے چالیس گز ہر طرف سے اس کا حق ہو گا برقول اصح۔

فائدہ:۔اور برقول غیر اصح حریم اس کا چالیس گز ہے ہر طرف سے دس گز اور صاحبینؒ کے نزدیک بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز کا ہو گا ہر جانب سے اور گز سے مراد گز شرعی ہے جو چوبیس انگل کا ہوتا ہے اور ہر انگل بقدر چھ جو کے جب آپس میں ایک دوسرے کا پیٹ ملا ہووے کذافی الاصل دلیل امام صاحبؒ کی حدیث ہے عبداللہؓ بن مغفل کی روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو

شخص کنواں کھودے تو اس کو چالیس گز ہے واسطے پانی پینے اس کے جانوروں کے روایت کی امام احمدؒ نے مسند میں ابو ہریرۃؓ سے کہ فرمایا حضرتؐ نے حریم کنویں کا چالیس گز ہے سب طرف سے اس کے واسطے پانی پینے اونٹ اور بکریوں کے۔

(۶) چشمہ کا حریم

اور حریم چشمے کا پانچ سو گز ہے ہر جانب سے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج میں روایت کی زہری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حریم چشمے کا پانچ سو گز ہے اور بیر عطن کا حریم چالیس گز ہے اور بیر ناضح کا حریم ساٹھ گز ہے۔ کذافی العینی شرح الھدایۃ یہی حدیث دلیل ہے صاحبینؒ کی بیر ناضح کے حریم میں زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں اس کو غریب کہا ہے۔

(۷) حریم کی حدود کا تحفظ

تو اگر اندر حریم کے کوئی اور شخص کنواں کھودنے کا ارادہ کرے گا تو منع کیا جاوے گا نہ باہر حریم کے اگر حریم کی منتہیٰ پر ایک اور شخص نے کنواں کھودا تو اس کا حریم تین جانب سے ہوگا نہ پہلے کنویں کی جانب سے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ وہ ملک پہلے کنویں والے کی ہے۔

(۸) وللقناۃ حریم بقدر مایصلحها هذا عند ابی حنیفةؒ وقیل اذالم یخرج الماء فهو کالنهر فلاحریم له وعند ظهورالماء کالعین فله الحریم خمسمائة ذراع (۹) ولا حریم لنهر فی ارض غیره الابحجة هذا عند ابی حنیفة وعندهماله مسناة النهر یمشی علیها ویلقی علیها الطین وکذافی ارض موات فمسنات بین نهر رجل وارض الاٰخر ولیست مع احدالصاحب الارض ای لم یکن لاحدهما علیهما غرس اوطین ملقی فهی لصاحب الارض عند ابی حنیفة وان کان فصاحب الشغل هو صاحب الیدوعند ابی یوسفؒ حریمه مقدار نصف بطن النهر من کل جانب وعند محمد مقدار بطن النهر من کل جانب

(۸) کاریز کا حریم

اور کاریز (یعنی مجریٰ پانی کا زمین کے نیچے درمختار) کا حریم بقدر اس کی مقدار کے ہے۔

فائدہ:۔ اندر کی مٹی ڈالنے کے لئے یہ مذہب امام صاحبؒ کا ہے اور بعضوں نے کہا کہ جب اس میں پانی نہ نکلے تو وہ مثل نہر کے ہے اس کا حریم نہیں ہے اور جو پانی نکلے تو حکم اس کا مثل چشمے کے ہے یعنی پانچ سو گز اس کا حریم ہوگا کذافی الاصل۔

(۹) نہر کا حریم

نہر کا حریم نہ ملے گا دوسرے کی زمین میں امام صاحبؒ کے نزدیک مگر دلیل سے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کو نہر کی مینڈ ملے گی چلنے کے لئے اور مٹی ڈالنے کے لئے حریم ملے گا اور ایسی ہی زمین موات میں تو اگر مینڈ ایک شخص کے نہر کی اور دوسرے کی زمین کے بیچ میں واقع ہے اور کسی کی ان دونوں میں سے اس مینڈ پر علامت مثلاً درخت یا مٹی نہیں ہے تو وہ مینڈ صاحب زمین کی ہوگی امام صاحب کے نزدیک اور جو کسی کی علامت اس پر موجود ہے تو اسی صاحب علامت کی ہوگی اور ابو یوسفؒ کے نزدیک حریم نہر کا بمقدار نصف بطن نہر کے ہوگا ہر جانب سے اور محمدؒ کے نزدیک مقدار پوری بطن نہر کا ہر جانب سے۔

فائدہ:۔ درمختار میں ہے کہ قول ابو یوسفؒ پر فتویٰ ہے اور حریم درخت کا جو ارض موات میں بودے پانچ گز ہے ہر جانب سے ایسا ہی وارد ہے حدیث میں اخراج کیا اس کا ابوداؤدؒ نے۔

فصل (۱) الشرب نصيب الماء (۲) والشفة شرب بنى ادم والبهائم (۳) ولكل حقها فى كل ماء لم يحرز باناء وسقى ارضه من البحر ونهر عظيم كدجلة ونحوها وشق نهر لارضه منها او لنصب الرحى ان لم يضر بالعامة لاسقى دوابه ان خيف تخريب النهر لكثرتها وارضه بالجر عطف على دوابه وشجر من نهر غيره وقناته وبئره الاباذنه وله سقى شجز اوخضرفى داره حملا بجرارة فى الاصح (۴) وكرى نهرلم يملك من بيت المال فان لم يكن فيه شى فعلى العامة اى يجبر الامام الناس على كريه وكرى نهر يملك على اهله من اعلاه لاعلى اهل الشفة ومن جاوزمن ارضه قد برى اى كل شريك جاوزالذين يكرون النهرعن ارضه لم يكن عليه كرى باقى النهر وهذا عند ابى حنيفةؒ وقالاعليهم كريه من اوله الى اخره

فصل شرب کے مسائل میں

(۱) شرب کا معنی

شرب بالکسر عبارت ہے پانی کے حصے سے۔

فائدہ:۔ یعنی پانی سے فائدہ حاصل کرنا باری باری زراعت سینچنے کے لئے یا جانوروں کے پانی پلانے کے لئے درمختار۔

(۲) شفہ کا معنی

اورشفہ کہتے ہیں آدمی یا چار پایوں کے پانی پینے کولبوں سے تو ہر شخص کوحق شفہ پہنچتا ہے ہر پانی میں جو کسی برتن کے اندر نہ رکھا گیا ہووے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ جب پانی کسی برتن میں رکھا گیا وہ رکھنے والے کا مملوک ہو گیا اب کوئی شخص بے اجازت اس کے اس میں سے نہیں پی سکتا اور جو پانی اپنی جگہ میں ہے جیسے کنواں یا تالاب یا حوض یا چشمہ تو ہر شخص کواس سے پینا یا جانور کو پلانا پہنچتا ہے اصل اس باب میں یہ قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ آدمی شریک ہیں تین چیزوں میں ایک پانی دوسری گھانس تیسری آگ روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور ابن ماجہؒ نے۔

(۳) نہروں، کاریزوں اور کنوؤں سے پانی حاصل کرنے کا استحقاق

اسی طرح ہر شخص کو پہنچتا ہے کہ دریا یا نہر عظیم سے جیسے دجلہ اور جو مانند اس کے نہریں ہیں (دجلہ نام ہے نہر بغداد کا اور مانند دجلہ کے اور اسماء عظام ہیں مثل گنگا جمنا گھاگھرا وغیرہ) اپنی زمین کو سینچے یا اس میں ایک نہر اپنی زمین کی طرف نکالے سینچنے کے لئے یا چکی کے لئے اگر عامہ خلق کو اس سے مضرت نہ پہنچے اور غیر کی نہر یا کاریز یا کنویں سے جائز نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلاوے اگر نہر کے خراب ہونے کا خوف ہو بسبب کثرت جانوروں کے یا اپنی زمین کو سینچے یا درخت میں پانی ڈالے مگر اس کی اجازت سے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ گھڑے میں پانی بھر کر اپنے گھر میں لا کر درخت یا سبزے میں ڈالے صحیح تر قول میں۔

فائدہ:۔ اور بعضوں کے نزدیک یہ بھی درست نہیں مگر مالک کے اذن سے اور خانیہ اور وجیز میں اسی قول کو اصح کہا ہے طحطاوی

(۴) نہروں کی کھدائی

جو نہر کسی کی مملوک نہیں ہے اس کی کھدوائی بیت المال میں

سے دی جاوے گی اور اگر بیت المال میں روپیہ نہ ہووے تو رعایا سے لی جاوے گی۔ (اور اگر وہ نہ دیں تو امام ان سے جبراً لیوے جیسے تیاری لشکر اسلام کے واسطے حموی) اور وہ جو نہر مملوک ہے تو نہر والوں سے لی جاوے گی نہر کے اوپر کی جانب سے نہ پانی پینے والوں سے (یعنی جو اس نہر میں پانی پیتے ہیں ان سے کھدوائی نہ لی جاوے گی اس لئے کہ وہ نہر والے نہیں ہیں) اور جس شریک کی زمین سے کھودنے والے بڑھ جاویں گے تو اس پر باقی نہر کی کھدوائی لازم نہ آوے گی (امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک سب شریکوں پر پوری نہر کی اول سے آخر تک کی کھدوائی مقرر کرے حصہ رسد سب سے لی جاوے گی)

(۵) وصح دعوىٰ الشرب بلا ارض هذا استحسان لانه قديملک بدون الارض ارثا وقديباع الارض ويبقى الشرب للبائع (۶) فان اختصم قوم في شرب بينهم قسم بقدراراضيهم (۷) ومنع الاعلى منهم من سكرالنهر وان لم يشرب بدونه الابرضاهم وكل منهم من شق نهر منه ونصب رحى ودالية او جسرعليه بلااذن شريكه الارحى وضع في ملكه بان يكون بطن النهر وحاته ملكاله وللآخر حق التسييل ولايضربالنهر ولابالماء ومن توسيع فم النهر ومن القسمة بالايام وقدكانت بالكوى الكوى جمع الكرة وهي روزن البيت ثم استعيرت للثقب التي تثقب في الخشب ليجري الماء فيه الى المزارع او الجلد اول وانما يمنع لان القديم يترک على قدمه ومن سوق شربه الى ارض له اخرى ليس لها منه شرب لانه اذاتقادم العهد يستدل به على انه حق تلک الارض والشرب يورث ويوصى بالانتفاع ولايباع ولايوجر ولايوهب ولايتصدق به ولايجعل مهرااوبدل الصلح (۸) ولايضمن من ملاء الضه فترث ارض جاره او غرقت ولامن سقى من شرب غيره وهو قول الامام المعروف بخواهر زادهؒ وفي الجامع الصغير البزدوي انه يضمن والله اعلم.

(۵) شرب کا دعویٰ

صحیح ہے دعویٰ شرب کا بغیر دعویٰ زمین کے۔

فائدہ:۔ یہ استحسان ہے اس لئے کہ کبھی پانی کی باری کا آدمی مالک ہوتا ہے ارثاً اور کبھی زمین بیچ ڈالی جاتی ہے اور شرب بائع کے لئے رہتا ہے کذا فی الاصل۔

(۶) شرب میں جھگڑے کا فیصلہ

ایک جماعت نے شرب میں جھگڑا کیا تو بقدر اراضی ہر ایک کو تقسیم کر دیں گے۔

(۷) نہر کو روکنا

اور اوپر کی جانب والا نہر روک نہیں سکتا اگرچہ اس کی زمین سیراب نہیں ہوتی ہو بغیر روکے ہوئے مگر اور شرکاء کی رضامندی سے۔

نہر سے نہر نکالنا چکی لگانا یا پل وغیرہ بنانا

اور کوئی اس نہر میں سے دوسری نہر نکال نہیں سکتا یا اس پر چکی نہیں کھڑی کر سکتا یا دولاب یا پل بنا نہیں سکتا مگر شرکاء کی اجازت سے البتہ اگر چکی اپنی ہی ملک میں رکھے۔ (اس طرح سے کہ بطن نہر اور دونوں کنارے اس کے مملوک ہوں

اور دوسرے شریک کو صرف پانی بہانے کا حق ہووے کذافی الاصل) اور نہر اور پانی کو اس سے ضرر نہ پہنچے تو ہوسکتا ہے اسی طرح نہر کے منہ کو چوڑا نہیں کرسکتا یا اگر نہر کا پانی بطور سوراخوں کے منقسم تھا اور وہ دنوں کے حساب سے بانٹے تو یہ نہیں ہوسکتا یا اس زمین میں پانی لے جاوے جہاں کی باری مقرر نہ تھی حق میں شرب موروث ہوتا ہے اور اس سے نفع اٹھانے کے لئے وصیت بھی ہوسکتی ہے اور اس کی بیع یا اجارہ یا ہبہ یا تصدق یا مہر یا بدل یا صلح نہیں ہوسکتی۔

(۸) دوسرے کے کھیت یا پانی میں نقصان کرنا

اگر ایک شخص نے اپنا کھیت پانی سے بھرا (موافق عادت کے ورنہ ضامن ہوگا درمختار) اور اس سے دوسرے کی زمین میں تری پہنچ کے نقصان ہوا یا ڈوب گئی تو ضمان نہ دے گا اسی طرح اگر دوسرے کے شرب سے اپنی کھیتی سینچی تو تاوان نہ دے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ شرب غیر متقوم ہے اور یہی قول ہے امام خواہرزادہ کا اور جامع صغیر بزدوی میں ہے کہ ضامن ہوگا کذافی الاصل۔ درمختار میں ہے کہ فتویٰ قول اول پر ہے واللہ اعلم۔

كتاب الاشربة

(۱) حرم الخمر وهي التي من ماء العنب غلے واشتد وقذف بالزبد وان قلت هذاالاسم خص بهذا الشراب باجماع اهل اللغة ولانقول ان كل مسكرخمرلاشتقاقه من مخامرة العقل فان للغة لايجرى فيها القياس فلايسمى الدن قارورة لقرارالماء فيه ورعاية الوضع الاول ليست الصحة الاطلاق بل لترجيح الوضع وقد حققناه فى التنقيح (۲) وقذف الزبد هو قول ابى حنيفةؒ وعندهما اذااشتدصارمسكرالايشترط قذف الزبد (۳) ثم عينها حرام وان قلت ومن الناس من قال السكر منها حرام وهذا مدفوع بان الله تعالىٰ سماهارجساو عليه النعقد اجماع الامة (۴) ثم يكفر مستحلها (۵) وسقط تقومها لاماليتها (۶) ويحرم الانتفاع بها (۷) ويحدشاربها وان لم يسكر (۸) ولا يوثر فيها الطبخ

(یہ کتاب ہے شرابوں کے احکام کے بیان میں)

(۱) خمر اور انگور کا کچا پانی

حرام ہے خمر اور وہ کچا پانی ہے انگور کا جب وہ جوش مارے اور جھاگ اٹھاوے اور نشہ کرنے لگے اگرچہ قلیل ہو۔

فائدہ:۔ یا کثیر ہو یعنی ایک قطرہ بھی اس کا حرام ہے اس لئے کہ وہ نجس عین ہے مثل پیشاب کے فرمایا اللہ تعالیٰ نے خمر کے حق میں انه رجس من عمل الشيطان یعنی وہ پلید ہے شیطان کا کام ہے اور احادیث اس کی حرمت میں بکثرت وارد ہوئی ہیں روایت کی حاکم اور ابوداؤدؒ نے ابن عمرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی خمر پر اور اس کے پینے والے پر اور اس کے نچوڑنے والے پر اور اس کے پلانے والے پر اور اس کے اٹھانے والے پر اور اس کی قیمت کھانے والے پر اور اس کے بائع پر اور خریدار پر اور روایت کی امام ابوحنیفہؒ اور نسائیؒ اور دارقطنیؒ نے ابن عباسؓ سے کہ خمر حرام ہے قلیل اور کثیر اس کا اور اور شراب بقدر سکر کے یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور باقی ائمہؒ کے نزدیک جو چیز عقل کو زائل کردیوے اور نشہ لاوے وہ خمر ہے دلیل ان کی حدیث

ہے ائمہ ستہ کی ابن عمرؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر خمر ہے اور روایت کی جماعت نے سوا بخاریؒ کے ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت نے خمر ان دو درختوں سے ہوتا ہے یعنی انگور اور کھجور سے صاحب ہدایہؒ نے دلیل امامؒ کی یہ بیان کی ہے کہ خمر بالاتفاق اہل لغت انگور کے پانی کو کہتے ہیں اور حدیث اول میں یحییٰ بن معینؒ نے طعن کیا ہے اور حدیث ثانی نہ بیان حکم منظور ہے نہ بیان معنی خمر اور ائمہ حدیثؒ نے اس کو رد کیا ہے اس طرح کہ حدیث ابن عمرؓ کو اخراج کیا شیخانؒ اور ائمہ اربعہؒ نے پس یہ اعلیٰ مراتب صحیح میں ہوئی اور طعن یحییٰ بن معینؒ کا اس حدیث میں ثابت نہیں ہے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ میں نے اس طعن کو کسی کتاب حدیث میں نہیں دیکھا اور ائمہ لغت مختلف ہیں خمر کی حقیقت میں بعض نے خاص کیا ہے انگور کے پانی سے اور بعض نے ہر مسکر کو عام رکھا ہے اور قاموس میں قول ثانی کو اصح کہا ہے اور دلائل اس کی صحت کے بہت ہیں ایک قول حضرت عمرؓ کا بر سر منبر روبرو جماعت صحابہؓ کے کہ خمر پانچ چیزوں سے ہوتا ہے انگور اور کھجور اور شہد اور گیہوں اور جو سے اور خمر وہ ہے جو زائل کرے اور ڈھانپ لیوے عقل کو روایت کیا اس کو بخاریؒ نے اور ظاہر ہے کہ عمرؓ اور صحابہ کرام عرب عرباء اور علم باللسان تھے۔ دوسری روایت کی بخاریؒ نے انسؓ سے کہ جس وقت خمر حرام ہوا اس وقت خمر انگور کا قلیل تھا اور اکثر خمر کھجور کا تھا تیسری روایت کی ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے نعمان بن بشیرؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گیہوں سے خمر ہوتا ہے اور جو سے خمر ہوتا ہے اور تمر سے خمر ہوتا ہے اور انگور خشک سے خمر ہوتا ہے اور شہد سے خمر ہوتا ہے اور ان لوگوں میں سے جنہوں نے اطلاق کیا خمر کا غیر انگور پر عمرؓ اور علیؓ اور سعدؓ اور ابن عمرؓ اور ابو موسیٰؓ اور ابو ہریرہؓ اور انسؓ اور ابن عباسؓ اور عائشہؓ ہیں۔ صحابہؓ سے اور تابعینؒ سے سعید ابن المسیبؒ اور حسنؒ اور سعید بن جبیرؒ ہیں اور اور لوگ ہیں کہا طحاوی نے کہ جب تعارض واقع ہوا حدیث ابو ہریرہؓ اور حدیث نعمانؓ اور حدیث ابن عمرؓ میں کہ جب خمر حرام ہوا مدینے میں تو ان خمروں میں سے کوئی خمر وہاں نہ تھا روایت کیا اس کو بخاری نے اور صحابہؓ اس کی تعریف اور ماہیت میں مختلف ہو گئے چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ نے تخصیص کی خمر کی ساتھ انگور کے اور اہل لغت نے بھی اختلاف کیا تو امر متفق علیہ ہم نے درمیان ائمہؒ کے اسی قدر پایا کہ انگور کا نچوڑا ہوا پانی جب شدید ہو جاوے اور جوش اور جھاگ مارنے لگے تو وہ خمر ہے تو اسی کو اختیار کیا ہم نے اس لئے کہ امر حرمت کا عظیم ہے جیسے امر حلت کا یعنی حرمت خمر کی تو قطعی ہے اور منکر اس کی حرمت کا کافر ہے برخلاف اس کے جو اور اشربہ کی حرمت کا منکر ہووے اس لئے احتیاط ضرور ہوئی کہ خمر کے معنی مختلف فیہ کو چھوڑ کر امر متفق علیہ کو خمر قرار دیا اور اس کے منکر حرمت کو کافر ٹھہرایا اور سوا اس کے اور مسکرات بھی حرام ہیں لیکن حرمت ان کی ظنی ٹھہری واللہ اعلم بالصواب۔

(۲) جھاگ کی شرط

اور جھاگ ہونا شرط ہے امام اعظمؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جب شدید ہو گیا اور مسکر ہو گیا اب جھاگ اٹھانا ضرور نہیں ہے۔

(۳) خمر کی قلیل وکثیر سب حرام ہے

پھر خمر کا عین حرام ہے اگرچہ قلیل ہو اور بعض لوگوں کا قول یہ ہے کہ بقدر سکر اس میں حرام ہے۔

فائدہ:۔ لیکن یہ قول مردود ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خمر کو رجس فرمایا ہے جیسا کہ گزرا اور اس پر اجماع امت کا ہو گیا کذا فی الاصل۔

(۴) شراب کو حلال سمجھنے والا

پھر خمر کا حلال جاننے والا کافر ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ منکر ہے نص قطعی کا ہدایہ۔

(۵) خمر کا تقوم اور مالیت

اور خمر کا تقوم یعنی قیمت دار ہونا مسلمان کے حق میں ساقط ہے نہ مالیت اس کی۔

فائدہ:۔ تو اگر خمر کسی مسلمان کا تلف کر دیا تو ضمان لازم نہ آوے گا اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کی خمر کے بائع اور اُسکی قیمت کھانے والے پر اور روایت کی مسلمؒ نے اور محمدؒ نے آثار میں کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے حرام کیا خمر کو سو اسی نے حرام کیا اس کی بیع اور ثمن کھانے کو۔

(۶) خمر سے نفع اٹھانا

اور حرام ہے مسلمان کو نفع اٹھانا خمر سے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ انتفاع نجس سے حرام ہے درمختار میں ہے کہ خمر کا جانوروں کو پلانا یا اس سے مٹی تر کرنا دیوار بنانے کو یا اس کا دیکھنا تماشے کے واسطے یا دوا میں اس کا ڈالنا یا تیل میں یا کھانے میں یا اس کے سوا اور طرح سے استعمال کرنا بالکل حرام ہے مگر سرکہ بنانا یا پیاس کے سبب سے جان نکلتی ہو اور پانی وغیرہ نہ ملے تو پینا بقدر ضرورت درست ہے اور جو ضرورت سے زیادہ پئے گا تو اس پر حد ماری جاوے گی۔

(۷) خمر پینے والا

اور جو کوئی خمر کو پئے گا اگرچہ اس کو نشہ نہ ہووے لیکن حد مارا جاوے گا۔

فائدہ:۔ چنانچہ دلیل اس کی کتاب الحدود میں گزری اور سوا خمر کے اور شرابوں کے پینے سے حد نہ پڑے گی جب تک کہ نشہ نہ ہووے لیکن محمد کے نزدیک پڑے گی اور اسی پر فتویٰ ہے اس زمانے میں عالمگیری۔

(۸) آگ پر پکانا

اور خمر کو آگ پر پکانے سے اس کی حرمت نہ جاوے گی۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ بعد خمر ہو جانے کے پکانا موثر نہیں ہے ہدایہ۔

(۹) ویجوز تخلیلها خلافا للشافعی هذه عشرة احکام (۱۰) کالطلاء وهو ماء عنب قد طبخ فذهب اقل من ثلثیه (۱۲) وغلظ نجاسة (۱۱) ونقیع التمر ای السکر ونقیع الزبیب نیین اذا غلب واشتدت الضمیر یرجع الی الطلاء ونقیع التمر ونقیع الزبیب وعندالاوزاعی الطلاء وهوالباذق مباح وکذا نقیع الزبیب وعند شریک بن عبدالله السکر مباح لقوله تعالیٰ تتخذون منه سکرا ورزقا حسنا واعلم ان هذه الاشربة انما تحرم عند ابی حنیفةؒ اذا غلت واشتدت وقذفت بالزبد وعندهما یکفی الاشتداد کما فی الخمر (۱۳) وحرمة الخمر اقوی فیکفر مستحلها فقط وحل المثلث العنبی مشتدا اے یطبخ ماء العنب حتی یذهب ثلثاه وبقی ثلثه ثم یوضع حتے یغلے ویتشدویقذف بالزبد وکذاان صب فیه الماء حتی یرق بعدما ذهب ثلثاه ثم یطبخ ادنی طبخة ثم یوضع الی ان یغلے ویشتدویقذف بالزبد وانما حل المثلث عند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ خلافالمحمدؒ ومالکؒ والشافعی (۱۴) ونبیذ التمر والزبیب مطبوخا ادنی طبخه وان اشتداذاشرب مالم یسکربلالهووطرب ای انما یحل هذه الاشربة اذا شرب مالم یسکر اما القدح الاخیر وهوالمسکرحرام اتفاقا وشرطه ان یشرب لالقصد اللهووالطرب بل لقصد

(۹) خمر کا سرکہ بنانا

اور جائز ہے سرکہ بنانا خمر کا۔

فائدہ:۔ تو درست ہے وہ سرکہ اسی طرح اگر خود بخود سرکہ ہو جاوے اور شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے انسؓ کی ابی طلحہؓ سے کہ پوچھا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ کچھ یتیموں کا خمر میرے پاس ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ بہادے اس کو تو کہا میں نے سرکہ بنالوں اس کا کہا آپؐ نے نہیں ہم کہتے ہیں کہ یہ حدیث قریب تر ہے اس زمانے کے جب خمر حرام ہوا تھا اور اوائل میں آپؐ نے واسطے نفرت دلانے کے شراب کے برتنوں کا استعمال بھی منع کر دیا تھا بعد اس کے بالاتفاق درست ہو گیا اسی واسطے شافعیؒ نے بھی ایک قول میں یہ سرکہ جائز رکھا ہے دوسرے یہ کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ اچھا سالن سرکہ ہے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے جابرؓ سے اور سرکہ اس حدیث میں مطلق ہے تیسرے یہ کہ علت حرمت خمر کی سکر ہے تو جب سکر زائل ہو گیا تو حرمت بھی جاتی رہے گی پھر جب خمر سرکہ ہو گیا تو جہاں تک سرکہ ہے وہاں تک برتن پاک ہو گیا اور اس کے اوپر کی جانب جہاں سے خمر گھٹ گیا ہے تبعاً پاک ہو جاوے گا یہی مفتی بہ ہے اور ایک روایت میں پاک نہ ہوگا مگر جب وہ سرکہ وہاں ڈالا جاوے گا تو علی الفور پاک ہو جاوے گا ہدایہ۔

(۱۰) طلا

اسی طرح حرام ہے طلا یعنی انگور کا پانی جب پکایا جاوے اور دو تہائی سے کم جلایا جاوے۔

فائدہ:۔ طلا اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ مشابہ ہے اونٹ کے طلاء کے اور صحیح یہ ہے کہ اس کا نام باذق ہے اور جو نصف جل جاوے تو اس کا نام منصف ہے یہ دونوں اوزاعیؒ کے نزدیک مباح ہیں اور ائمہ اربعہؒ کے نزدیک حرام ہیں۔

(۱۱) سکر

اور سکر یعنی کھجور کا پانی اور نقیع زبیب یعنی خشک انگور کا پانی جب ان میں جوش اور شدت پیدا ہو جاوے۔

فائدہ:۔ یعنی طلاء اور سکر اور نقیع زبیب جب ہی حرام ہیں کہ ان میں جوش اور نشہ پیدا ہووے اور شریک بن عبداللہؓ کے نزدیک سکر درست ہے اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے **تتخذون منه سکرا ورزقاً حسنا** اور ہماری دلیل احادیث اور اجماع صحابہؓ کا ہے اس کی حرمت پر اور یہ آیت ابتدائے اسلام کی ہے جب خمر حلال تھا اور بعضوں نے کہا کہ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ کھجور سے تم سکر بناتے ہو اور رزق حسن کو ترک کرتے ہو کذا فی الاصل والہدایہ

(۱۲) طلا وسکر کی نجاست

اور نجاست ان کی غلیظہ ہے۔

فائدہ:۔ اور ایک روایت میں خفیفہ ہے ہدایہ اور حرام ہونا ان کا امام صاحبؒ کے نزدیک جب ہے جس وقت جوش کرے اور شدید ہو اور جھاگ لاوے اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط اشتداد کافی ہے مثل شراب کے کذا فی الاصل۔

(۱۳) طلاء وسکر کی حرمت کا منکر

لیکن حرمت ان کی ظنی ہے تو منکر اس کا کافر نہ ہوگا اور خمر کی حرمت قطعی ہے تو منکر اس کا کافر ہوگا اور درست ہے مثلث انگور کا اگر چہ اس میں شدت ہو جاوے۔

فائدہ:۔ یعنی سکر پیدا ہو جاوے مثلث انگور کا اس کو کہتے ہیں کہ انگور کا پانی لے کر پکایا جاوے یہاں تک کہ اس کی دو تہائی جل جاوے اور ایک تہائی رہ جائے پھر اس کو چھوڑیں یہاں تک

کہ اس میں شدت ہو جاوے اور جھاگ اٹھنے لگے اسی طرح اگر اس میں بعد جلانے کے پتلا کرنے کے لئے تھوڑا سا پانی ڈال کر پھر پکاویں اور اس کو رکھ چھوڑیں یہاں تک کہ جوش کرکے اور شدید ہو اور جھاگ اٹھنے لگے اور درست ہے یہ مثلث امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اور محمد اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک حرام ہے کذا فی الاصل اور طلا در حقیقت اسی کا نام ہے درمختار میں ہے کہ پینا مثلث کا کبار صحابہؓ سے ثابت ہے۔

(۱۴) کھجور اور انگور کا نبیذ

اسی طرح نبیذ کھجور کا یا انگور خشک کا جب تھوڑا سا پکا لیا جاوے اگرچہ اس میں شدت ہو جاوے لیکن ان تینوں کا اس مقدار تک پینا درست ہے کہ نشہ نہ کرے اور لہو و طرب کے قصد سے نہ پئے بلکہ قوت کے لئے استعمال کرے۔

فائدہ:۔ ورنہ امام صاحبؒ کے نزدیک بھی حرام ہے دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے علیؓ کی کہ فرمایا حضرتؐ نے حرام کیا اللہ تعالیٰ نے خمر کو بالکل اور مسکرات کو بقدر سکر روایت کیا اس کو عقیلیؒ نے اور کہا کہ اسناد میں اس کی عبدالرحمٰن مجہول ہے اور حدیث اس کی غیر محفوظ ہے البتہ یہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً مروی ہے روایت کیا اس کو ابو حنیفہؒ اور دارقطنیؒ نے جیسا گزرا اور روایت کیا نسائیؒ نے حلت کو مثلث کی حضرت عمرؓ سے تو حرام امام صاحبؒ کے نزدیک صرف آخر کا پیالہ ہے جس سے نشہ ہو اور محمدؒ اور شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک یہ سب حرام ہیں قلیل اور کثیر ان کا اس لئے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس چیز کا کثیر مسکر ہو سو اس کا قلیل بھی حرام ہے روایت کیا اس کو احمدؒ اور چاروں عالموںؒ نے جابرؓ سے اور صحیح کیا ابن حبانؒ نے اور روایت کیا ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ نے عائشہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جس چیز کا ایک فرق مسکر ہووے تو اس کا ایک کف بھر بھی حرام ہے اور بہت سے علماء نے فتویٰ دیا ہے محمدؒ کے قول پر اس زمانے میں اس لئے کہ فاسق ان چیزوں کا استعمال کرتے ہیں واسطے سکر کے اور شاید امام اعظمؒ کو یہ حدیثیں نہیں پہنچیں واللہ اعلم۔

(۱۵) التقوی والخليطان وهوان يجمع بين ماء التمر والزبيب ويطبخ ادنى طبخة ويترک الى ان يغلي ويشتديحل بلالهووطرب (۱۶) ونبيذ العسل والتين والبروالشعير والذرة وان لم يطبخ بلالهوولا طرب (۱۷) وحل الخمر ولو بعلاج اى بالقاء شئ فيه وهذا احتراز عن قول الشافعیؒ فان التخليل اذا كان بالقاء شئ فيه لايحل الخل قولاً واحداً وان كان بغير القاء شئ ففيه قولان له والانتباذفی الدباء والحنتم والمزفت والنقير الدباء القرع والحنتم الجرة الخضراء والمزفت الظرف المطلابالزفت اى القير والنقير الظرف الذى يكون من الخشب المنقوراعلم ان هذه الظروف كانت مختصة بالخمر فاذاحرمت الخمر حرم النبى صلى الله عليه وسلم استعمال هذه الظروف امالان فی استعمال تشبهاً بشرب الخمر واما لان هذه الظروف كان فيها اثر الخمر فلما مضت مدة اباح النبی عليه السلام استعمال هذه الظروف فان اثر الخمر قدزال عنها وايضاً فی ابتداء تحريم شی يبالغ ويشددليتركه الناس ومرة فاذاترک الناس واستقرالامر يزول ذلک التشديد بعد حصول المقصود (۱۸) وكره

شرب وردی الخمر والانتشاط به المراد بالكراهة الحرمة لان فيه اجزاء الخمرالاانه ذكر لفظ الكراهة لاالحرمة لعدم النص القاطع فيه (۱۹) ولايحدشاربه بلاسكر فان في الخمرانما يحدلشرب القليل لان قليل الخمر يدعوالى الكثيرولا كذلک في الدردى فاعتبرحقيقة السكر.

(۱۵)خلیطان

اسی طرح درست ہے خلیطان یعنی کھجوراورانگورخشک کوملا کربھگودیں اورتھوڑا ساپکا کراس کوچھوڑ دیں یہاں تک کہ جوش مارے اورشدید ہوجاوے جب اس کوپئے بغیرلہوطرب کے۔

فائدہ:۔ دلیل حلت کی وہ حدیث ہے جس کوابن ماجہؒ نے روایت کیاعائشہؓ صدیقہؓ سے کہ ہم مٹھی بھرتمراور مٹھی بھرانگورخشک بھگورکھتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سو جوصبح کوتر کرتے تھے تو آپ شام کواس کو پیتے تھے اور جوشام کوتر کرتے تھے تو آپ صبح کواس کو پیتے تھے اور محمد بن الحسنؒ نے کتاب الاثار میں پلاناابن عمرؓ وابن زیادکوخلیطان روایت کیا ہے اور وہ جوحدیث جابرؓمیں جس کوروایت کیا ائمہ ستہؒ نے ممانعت اس کی منقول ہے تومحمول ہے اوپرابتدائے اسلام کے ہدایہ۔

(۱۶)شہد انجیراور گیہوں کا نبیذ

اسی طرح درست ہے نبیذ شہداورانجیراور گیہوں اورجو اورجوارکا اگر چہ پکایا نہ جاوے بغیرلہواورطرب کے۔

فائدہ:۔امام صاحبؒ کے نزدیک ہدایہ میں ہے کہ ان کے پینے والے کوحد نہ پڑے گی اگر چہ مست ہوجائے اورمحمدؒ کے نزدیک یہ سب حرام ہیں مطلقاً اوریہی مفتیٰ بہ ہے اوراس کے پینے والے کوحد پڑے گی اگرمست ہو جاوے بقول مختار فی زماننا کذافی الدرالمختار۔

(۱۷)سرکہ اورنبیذ کے برتن

اور درست ہے سرکہ بنانا خمر کا اگر چہ کوئی چیز اس میں ڈال کر بناوے اورنبیذ ڈالنا تو بنوں اور سبز گھڑوں اورمرتبان اور روغن قیر مالش کئے ہوئے برتنوں اورلکڑی کے برتنوں میں۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ محمدؒ نے کتاب الاثار میں بسند صحیح روایت کیا کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میں نے تم کودباء اورحنتم اورمزفت میں نبیذ ڈالنے سے منع کیا تھا سواب پیو ہر برتن میں اس واسطے کہ برتن کسی چیز کوحرام یا حلال نہیں کرتا اور نہ پیو مسکر کواور وہ جو حدیث ابن عباسؓ میں ہے صحیحین میں کہ آپ نے وفدعبدالقیس کودباء اورحنتم اورمزفت اورنقیر کے ظروف سے ممانعت کی تھی سومنسوخ ہے اس حدیث سے۔

(۱۸)خمر کی تلچھٹ

اورمکروہ ہے خمر کی تلچھٹ کا پینا اوراس کوکنگھی میں مل کر بالوں میں لگانا

فائدہ:۔ مرادکراہت سے حرمت ہے کذافی الاصل۔

(۱۹) تلچھٹ کا پینے والا

لیکن تلچھٹ کا پینے والا جب تک مست نہ ہووے تو اس کوحد نہ پڑے گی۔

فائدہ:۔اورخمر میں شرب قلیل سے حد ہے اس لئے کہ قلیل اس کا داعی ہوتا ہے طرف کثیر کے اور یہ امرتلچھٹ میں نہیں ہے تو اس میں حقیقۃً سکرمعتبرہوگا کذافی الاصل۔

فوائد

(۱)درمختار میں ہے کہ بھنگ اور افیون اور اجوائن خراسانی اورجائفل حرام ہے لیکن حرمت خمر سے ان کی حرمت

کمتر ہے سو اگر کوئی شخص ان میں سے کھاوے تو اس پر حد نہیں اگر چہ اس سے مست ہو جاوے بلکہ اس کو تعزیر دی جاوے۔

(۲) اور ہدایہ وغیرہ سے اجوائن اورافیون کی حلت مفہوم ہوتی ہے اگر قلیل ہو جس سے سکر نہ ہووے۔

(۳) اور تمباکو کے باب میں علما مختلف ہو گئے بعض کے بیان سے حلت اور بعضوں کے قول سے کراہت تنزیہی اور بعضوں کی تقریر سے کراہت تحریمی مفہوم ہوتی ہے لیکن کراہت تحریمی کا قول مرجع ہے اور کراہت تنزیہی اقرب ہے طرف حلت کے پس حلت کا قول راجح ہے اور یہی مستفاد ہے کتب شافعیہ سے اور موافق ہے اس اصل کے کہ ان اشیاء میں اباحت ہے۔

(۴) اور وہ جو حدیث میں وارد ہے کہ منع کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر مسکر سے اور مفتر سے روایت کیا اس کو احمد نے ام سلمہؓ سے تو اس سے ممانعت تمباکو کو کھانے کی جو واسطے دوا کے ہووے اور قلیل ہو کہ اس سے فتور پیدا نہ ہووے نہیں نکلتی اور یہی حکم ہے حقے کا واللہ اعلم بالصواب۔

(۵) اور نان پاؤ جس میں خمیر مخلوط ہووے حرام ہے اور جو کوئی چیز مسکر مخلوط ہووے تو بنا بر مذہب امام صاحبؒ کے درست ہے اور موافق مذہب امام محمدؒ کے نادرست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

كتاب الصيد

(۱) يحل صيد كل ذى ناب وذى مخلب من كلب او بازى ونحوهما قدمرفے الذبائح معنے ذى الناب وذى المخلب ثم اعلم ان الخنزير مستثنىٰ لانه نجس العين وابويوسفؒ استثنى الاسدلعلوهمته والدب لخساسة والبعض الحق الحداءة به لخساسة والظاهرانه لايحتاج الى الاستثناء فان الاسد والدب لايصيران معلمين بعلوالهمة والخساسة فلو يوجد شرط حل الصيد (۲) بشرط علمهما (۳) وجرحهما اى موضع منه هذا عند ابى حنيفةؒ ومحمدؒ وعن ابى يوسفؒ انه لايشترط الجرح (۴) وارسال مسلم او كتابى اياهمامسميا اى لايترك التسمية عامدا (۵) على ممتنع متوحش يوكل يشترط فى الصيد ان يكون ممتنعا بالقوائم او الجناحين فالصيد الذى استانس ممتنع غير متوحش والصيد الواقع فى الشبقة والساقط فى البير والذى اثخنه متوحش غير ممتنع لخروجه عن حيز الامتناع

کتاب شکار کے بیان میں

فائدہ:۔صید وہ حیوان متوحش ہے جس کا پکڑنا ممکن نہیں مگر بحیلہ اور حلت صید کی غیر محرم کے لئے کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اذاحللتم فاصطادوا اور فرمایا وحرم عليكم صيدالبر مادمتم حرما یعنی جب تم حلال ہو یعنی محرم نہ ہو تو شکار کرو اور فرمایا حرام کیا گیا تم پر شکار خشکی کا جب تم احرام میں ہو اور حدیث سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدیؓ بن حاتم سے کہ جب تو اپنا کتا چھوڑے تو بسم اللہ کہہ پھر جب وہ شکار کو پکڑ کر مار ڈالے تو کھا اور جو وہ اس میں سے کھا لیوے تو نہ کھا روایت کیا اس کو ائمہ ستہ نے اور منعقد ہوا اس کی حلت پر اجماع۔

(۱) شکار کے جانور اور پرندے

حلال ہے شکار ہر دانت کچلی والے جانور سے اور ہر پنجے والے پرندے سے جیسے کتا باز وغیرہ۔

فائدہ:۔ بیان ہوئے معنی دانت والے اور پنجے والے جانور کے کتاب ذبائح میں پھر جان تو کہ سور مستثنیٰ ہے اس سے اس لئے کہ وہ نجس العین ہے اور امام ابو یوسفؒ نے استثنا کیا شیر کا بسبب اس کے علو ہمت کے اور ریچھ کا بسبب خساست کے اور بعض نے چیل کو بھی ریچھ سے ملحق کیا ہے۔ خساست میں اور ظاہر یہ ہے کہ کچھ حاجت استثناء کی نہیں ہے اس لئے کہ شیر اور ریچھ کی تعلیم نہیں ہوسکتی اس لئے کہ شیر عالی ہمت ہے وہ کسی کا کام نہیں کرتا اور ریچھ دنی الطبع ہے وہ بھی کسی کا کام نہیں کرتا تو حلت صید کی شرط نہیں پائی جاتی کذافی الاصل دلیل اس باب میں قول ہے اللہ تعالیٰ کا وماعلمتم من الجوارح مکلبین یعنی حلال ہے تمہارے واسطے شکار جانوروں کا جو زخمی کرتے ہیں جن کو تعلیم کیا تم نے اور یہ مطلق ہے شامل ہے ہر جانور کو دوسری حدیث عدیؓ بن حاتم میں لفظ کلب کا وارد ہے اور کلب کا اطلاق زبان عرب میں ہر درندے پر ہوتا ہے یہاں تک کہ شیر پر بھی ہدایہ۔

(۲) شکار کے جانوروں کی تعلیم

بشرطیکہ تعلیم یافتہ ہوں۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ کلام اللہ میں وماعلمتم کی قید ہے دوسرے یہ کہ ابوثعلبہ خشنیؓ نے کہا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ ہم شکار کرتے ہیں اپنے کتے معلم اور غیر معلم سے تو فرمایا آپ نے کہ جو تو شکار کرے اپنے کتے معلم سے بسم اللہ کہہ کر سو کھا اس کو اور جو تو شکار کرے غیر معلم کتے سے اور اس جانور کو ذبح کرلے تو کھا اس کو یعنی بغیر ذکاوت اس کا کھانا درست نہیں ہے روایت کیا اس کو بخاریؒ ومسلمؒ نے۔

(۳) شکاری جانور کا شکار کو زخم لگانا

اور کسی مقام پر شکار کو زخم لگادیں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ کلام اللہ میں جوارح کا لفظ وارد ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جراحت ضرور ہے اور یہی ظاہر الروایۃ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک جراحت شرط نہیں ہے۔

(۴) بسم اللہ پڑھ کر چھوڑنا

اور ان کو مسلمان یا اہل کتاب بسم اللہ کہہ کر چھوڑے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث عدیؓ میں بسم اللہ کہنے کا امر ہے اور اسی حدیث میں ہے کہ عدیؓ نے کہا یا رسول اللہ میں اپنا کتا بسم اللہ کہہ کر چھوڑتا ہوں اور اس کے ساتھ ایک اور کتا آجاتا ہے اب میں نہیں جانتا کہ شکار کو کس کتے نے پکڑا تب فرمایا آپ نے کہ نہ کھا اس کو اس لئے کہ تو نے اپنے کتے پر بسم اللہ کہی ہے نہ دوسرے کتے پر تو اگر کتا چھوڑنے والا مجوسی ہو یا مسلمان لیکن عمداً بسم اللہ ترک کر دیوے تو درست نہیں ہے۔

(۵) شکار کئے جانیوالے جانور کی شرائط

اور وہ شکار ایک جانور ہو ممتنع یعنی جو اپنے بچانے پر قادر ہو پاؤں سے یا پروں سے اور وحشی ہو حلال ہو۔

فائدہ:۔ ذکات اختیاری اس میں نہ ہو سکے تو جو جانور لوگوں سے انس پکڑ گیا ہے ممتنع ہے لیکن متوحش نہیں ہے اور جو شکار جال میں پھنس گیا یا کنویں میں گر گیا یا سست کیا ہو اس کو کسی متوحش نے تو وہ متوحش ہے لیکن غیر ممتنع ہے کذافی الاصل۔

تو ایسے جانوروں میں ذکات اختیاری یعنی ذبح کرنا حلت کے لئے ضرور ہے صرف ارسال جانور اور زخم سے حلال نہ ہوں گے۔

(٦) وان لايشارک الكلب المعلم كلب لايحل صيده مثل كلب غير معلم او كلب مجوسي او كلب لم يرسل للصيد اوارسل وتراء التسمية عمدا (٧) ولايطول وقفته بعد ارساله فانه ان طال وقفته بعد الارسال لم يكن الاصطياد مضافا الى الارسال بخلاف ما اذا اكمن الفهرفان هذا حيلة في الاصطياد فيكون مضافا الى الارسال (٨) ويعلم المعلم بترک اکل الكلب ثلث مرات ورجوع البازي بدعائه (٩) فان اكل منه البازي اكل لاان اكل الكلب ولامااكل منه بعد تركه ثلث مرات ولاماصاد بعدحتى يتعلم وقبله واذابقي في ملكه اى لايحل ماصادالكلب بعد مااكل حتى يتعلم اى يترک الاكل ثلاث مرات ولايحل ماصاد قبل الاكل اذبقي في ملكه فان الكلب اذااكل علم انه لم يكن كلبا معلما وكل ماصاد قبل ذلک الاكل فهو صيد كلب جاهل فيحرم اذابقي في ملک الصياد

(٦) شکاری کتے کے ساتھ دوسرا کتا ہونا

اوراس کلب معلم کے ساتھ دوسرا کلب جس کا شکار نہیں درست ہے۔ (جیسے وہ کلب غیر معلم ہووے یا مجوسی کا ہووے یا شکار کے لئے چھوڑا نہ گیا ہووے یا بسم اللہ عمداً ترک کر کے چھوڑا گیا ہووے کذافی الاصل) شریک نہ ہووے۔

فائدہ: بسبب اسی حدیث عدی بن حاتمؓ کے جو اوپر گزری۔

(٧) سدھایا ہوا کتا توقف نہ کرے

اور وہ کلب معلم وقفہ نہ کرے بعد ارسال کے۔

فائدہ:۔ تا کہ اس کا شکار کرنا ارسال کی طرف منسوب رہے تو اگر وہ کلب بعد ارسال کے آرام کے لئے ٹھہر رہے یا کچھ کھانے لگے یا پیشاب کرے پھر شکار کرے تو شکار درست نہیں اس لئے کہ یہ شکار ارسال سے نہ ہوگا بلکہ گویا کلب نے بطور خود شکار کیا برخلاف اس کے کہ چیتے کو شکار کے لئے چھوڑا اور وہ چھپ رہا بطریق حیلے اور گھات کے شکار کی فکر میں نہ بطریق استراحت و آرام کے پھر شکار کو پکڑا کہ یہ درست ہے اور اگر کتا بھی ایسی عادت چیتے کی کرلے تو بھی درست ہے درمختار وطحطاوی۔

(٨) کتے اور باز کا تعلیم یافتہ ہونا

اور کتا تعلیم یافتہ ہو جاتا ہے اگر تین بار شکار کرے اور اس میں سے نہ کھاوے اور باز تعلیم یافتہ ہوتا ہے جب پکارنے سے آنے لگے۔

فائدہ:۔ یہی مضمون ماثور ہے ابن عباسؓ سے کہا زیلعیؒ نے تخریج میں کہ یہ اثر غریب ہے میں کہتا ہوں کہ روایت کی امام محمدؒ نے آثار میں بسند صحیح ابن عباسؓ سے کہ انہوں نے جس جانور کو پکڑ لے تیرا کتا تو اگر معلم ہے تو کھا اس کو اور جو وہ اس میں سے کھا لیوے تو نہ کھا اس کو اور لیکن باز اور شاہین تو کھا اگر چہ وہ اس میں سے کھالیوے اس لئے کہ تعلیم اس کی یہ ہے کہ پکارنے سے چلا آوے اور اس کو مار نہیں سکتا کہ کھانا چھوڑ دیوے کہا امام محمدؒ نے کہ ہم اسی قول سے اخذ کرتے ہیں اور یہی قول ہے ابوحنیفہؒ کا۔

(٩) شکاری جانور کا شکار میں سے کھالینا

تو اگر باز شکار میں سے کھالیوے تو وہ شکار کھانا درست ہے نہ جب کتا اس میں سے کھالیوے اسی طرح اگر کتے نے تین بار نہ کھایا پھر چوتھی دفعہ کے شکار میں سے کھالیا تو وہ شکار حرام ہو جاوے گا اور اس کے بعد جتنے جانور شکار کرے گا سب حرام ہوں گے یہاں تک کہ پھر تعلیم یافتہ ہو جاوے اسی طرح قبل اس جانور کے جتنے جانور شکار کئے ہیں اگر وہ صیاد کے پاس موجود ہیں حرام ہوں گے۔

فائدہ:۔ اور جو صیاد ان کو کھا گیا ہے تو اب حرمت کے ثبوت سے کیا فائدہ ہے۔

(۱۰) ومن شرط الحل بالرمي التسمية ای لایترکها عامدا والجرح وان لایقعد عن طلبه لوغاب متحاملا سهمه ای رمی فغاب عن بصره متحاملا سهمه فادرکه میتاًفان لم یقعد عن طلبه حل اکله لان هذا لیس فی وسعه وان قعد عن طلبه یحرم لان فی وسعه ان یطلبه وقد قال علیه السلام لعل هوام الارض قتلته (۱۱) فان ادرکه المرسل او الرامی حیاذکاه المراد انه ادرکه حیاو فیه من الحیوة فوق مایکون فی المذبوح یجب التزکیة حتے لوترک التزکیة یحرم وقد قال فی المتن فان ترکها عمدا المرادبه انه ترک التزکیة مع القدرة علیها اما ان لم یتمکن من التزکیة ففی المتن اشارة الی حله کماروی عن ابی حنیفةؒ وکذاعن ابی یوسف وهو قول الشافعیؒ وفی ظاهرالروایة انه یحرم وان کان حیاته مثل حیوة المذبوح فلا اعتبارلها فلایجب التزکیة اما فی المتردیة واخواتها وفی الشاة التی مرضت فالفتوی علے ان الحیوة وان قلت معتبرة حتی لوذکاهاوفیها حیوة قلیلة یحل لقوله تعالیٰ الاماذکیتم فان ترکها ای التزکیة عمدافمات (۱۲) اوارسل مجوسی کلبه فزجره مسلم فانزجر ای اغراه بالصیاح فاشتدا

(۱۰) تیر سے شکار کرنا

اگرکوئی شخص تیر سے شکار کرے تو شرط اس شکار کے حلال ہونے کی یہ ہے کہ بسم اللہ کہہ کر تیر مارے (اور جو بھول جاوے تو بھی درست ہے اور جو قصداً ترک کرے گا تو وہ شکار حرام ہوجاوے گا) اور وہ تیر اس شکار کو زخمی کرے اور اگر شکار تیر کھائے ہوئے بھاگ کر کہیں غائب ہوجاوے تو اس کی جستجو سے بیٹھ نہ رہے۔

فائدہ:۔ یعنی اس نے شکار کو تیر مارا اور پھر وہ تیر کھا کر آنکھ سے غائب ہوگیا بعد اس کے شکاری نے اس کو مردہ پایا تو اگر اس کی طلب سے بیٹھ رہا تھا تو وہ حلال نہیں اور جو اس کے ڈھونڈنے میں مصروف تھا تو حلال ہے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شکار میں جو غائب ہوجاوے شکاری سے کہ تو نہیں جانتا شکاری نے قتل کیا اس کو یا زمین کے جانور نے روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں ابی رزینؒ سے اور روایت کی مسلمؒ اور احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوثعلبہؓ سے فرمایا کہ جب تو نے اپنا تیر مارا اور شکار غائب رہا تجھ سے تین دن پھر تو نے اس کو پایا سو کھا جب تک وہ گندہ نہیں ہوا۔

(۱۱) شکار کو ذبح کرنا

اگر تیر مارنے والے نے یا کتے یا باز سے شکار کرنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو ضرور ہے کہ اس کو ذبح کرے (یعنی جب اس کو زندہ پاوے اس قدر کہ مذبوح سے زیادہ اس میں حیات ہووے تو ذکات ضرور ہے) تو اگر ترک کرے گا عمداً ذکات کو حرام ہوجاوے گا۔

فائدہ:۔ یعنی باوجود قدرت تزکیہ کے اگر ذکات نہ کرے گا حرام ہوگا اور جو قادر نہ ہو ذکات پر تو حلال ہے یہی مروی ہے امام ابوحنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے اور یہی قول ہے شافعیؒ کا اور ظاہر الروایۃ میں ہے کہ حرام ہوجاوے گا اور جو اس کی زندگی ایسی ہو جیسے مذبوح کی تو اس کا اعتبار نہ ہوگا پس تزکیہ واجب نہ ہوگا لیکن جو جانور اوپر سے گر پڑے یا مثل اس کے اور جو بکری بیمار ہو تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس میں حیات قلیل بھی معتبر ہے یہاں تک کہ اگر اس کو ذبح کرلے گا اور اس میں

تھوڑی سی بھی حیات ہوگی تو حلال ہو جاوے گا بسبب قول اللہ تعالیٰ کے الاماذ کیتم کذافی الاصل۔

(۱۲) مجوسی کا چھوڑا ہوا کتا

اگر مجوسی نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا سو مسلمان نے اس کتے کو تیز کیا اور بھڑکایا یا شور کر کے سو وہ تیز ہوا اور اس نے شکار مارا تو وہ شکار حرام ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ارسال مجوسی سے ہوا اور اعتبار ارسال کا ہے نہ بھڑکانے اور تیز کرنے کا۔

(۱۳) وقتله معراض بعرضه المعراض السهم الذی لاریش له سمی معراضا لانه یصیب الشی بعرضه فلو کان فی راسه حدة فاصاب بحدته یحل (۱۴) او بندقة ثقیلة ذات حدة انما قال هذا لانه یحتمل ان یکون قد قتله بثقله حتی لو کان خفیفا به حدة یحل للتعین ان الموت بالجرح (۱۵) اورمی صید افوقع فی ماء فانه یحتمل ان الماء قتله فیحرم اوعلے سطح او جبل فتردی منه الی الارض حرم لان الاحترازعن مثل هذا ممکن فان وقع علے الارض ابتداء فان الاحتراز عن مثل هذا غیر ممکن فیحل (۱۶) اوارسل کلبه فزجره مجوسی فانزجراولم یرسله احد فزجره مسلم فانزجراعلم انه اذا اجتمع الارسال والزجرای السوق فالاعتبار للارسال فان کان الارسال من المجوسی والزجرمن المسلم حرم وان کان علی العکس حل وان لم یوجد الارسال ووجدالزجر یعتبر الزجر فان کان من السلم حل وان کان من المجوسی حرم

(۱۳) معراض کا شکار کو عرض کی جانب زخمی کرنا

اسی طرح اگر معراض نے اس شکار کو قتل کیا اپنے عرض کی جانب سے نہ طول کی جانب سے جدھر دھار ہے۔

فائدہ:۔ تب بھی شکار حرام ہوگا معراض اس تیر کو کہتے ہیں جو بے پر کا ہووے اور نام اس کا معراض اس لئے ہوا کہ وہ نشانے پر عرض سے جا کر لگتا ہے نہ نوک سے اور جو اس کی نوک میں تیزی ہووے اور وہ نوک کی جانب سے لگے تو شکار حلال ہے کذافی الاصل۔ دلیل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عدی بنؓ حاتم کی حدیث میں کہ پوچھا میں نے آپ سے معراض سے تو فرمایا آپؐ نے جب لگے وہ نوک کی طرف سے جدھر تیزی ہے تو کھا اور جو عرض کی جانب سے لگے تو نہ کھا اس لئے کہ وہ موقوذہ ہے۔ روایت کیا اس کو بخاریؒ نے اور موقوذہ حرام ہے نص کلام اللہ سے موقوذہ اس جانور کو کہتے ہیں جس کو لکڑی یا ڈھیلے یا پتھر سے پھینک کر ماریں۔

(۱۴) غلہ سے شکار کا مرنا

یا قتل کیا اس کو بھاری غلے نے اگرچہ وہ غلہ دھاردار ہووے۔

فائدہ:۔ تب بھی شکار حرام ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ وہ جانور اس غلے کے بوجھ سے مرگیا ہووے نہ زخم سے یہاں تک کہ اگر غلہ ہلکا ہووے اور دھار دار ہووے تو حلال ہوگا اس لئے کہ موت بالیقین جراحت سے ہوگی کذافی الاصل ہدایہ میں ان مسائل کا قاعدہ کلیہ یہ مذکور ہے کہ جب موت جراحت سے ہو یقیناً تو شکار حلال ہوگا اور جو اس کے بوجھ اور وزن سے ہووے یقیناً تو حرام ہوگا اور جو شک ہو کہ بوجھ سے ہوئی یا جراحت سے تب بھی حرام ہوگا واسطے احتیاط کے۔

(۱۵) شکار تیر کھا کر پانی میں یا چھت پر گرا

یا اس شکار کو تیر مارا پھر وہ پانی میں گر پڑا۔

فائدہ:۔ تب بھی شکار حرام ہوگا اس لئے شک ہے کہ وہ تیر سے مرایا پانی میں ڈوبنے سے اور حدیث عدی بنؓ حاتم میں ہے کہ اگر شکار تیرا پانی میں گر پڑا تو نہ کھا اس کو اس واسطے کہ تو نہیں جانتا کہ پانی نے قتل کیا اس کو یا تیرے تیر نے روایت کیا اس کو مسلمؒ نے یا چھت پر گرایا پہاڑ پر پھر وہاں سے زمین پر گر پڑا تب بھی حرام ہوگا اور جو پہلے ہی سے زمین پر گرا تو حلال ہے۔

(۱۶) مسلمان نے کتا چھوڑا اور مجوسی نے ڈانٹ دی

اسی طرح حلال ہے اگر مسلمان نے کتے کو چھوڑا اور مجوسی نے اس کو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہوگیا یا کسی نے اس کو نہیں چھوڑا لیکن مسلمان نے اس کو ڈانٹ دیا اور وہ تیز ہو گیا تو ان صورتوں میں شکار حلال ہے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ جہاں پر ارسال اور زجر دونوں پائے جاتے ہوں تو اعتبار ارسال کا ہے تو اگر ارسال مجوسی سے ہوا اور زجر مسلمان سے تو شکار حرام ہے اور جو ارسال مسلمان سے ہووے اور زجر مجوسی سے ہو تو شکار درست ہے اور جو ارسال وہاں بالکل نہ ہو صرف زجر ہو تو زجر کا اعتبار ہوگا پس اگر زجر مسلمان سے ہو تو شکار حلال ہے اور جو مجوسی سے ہو تو حرام ہے کذا فی الاصل۔

(۱۷) او اخذ غیر ماارسل علیه اکل هذا عندنا فانه لایمکن التعلیم بحیث یاخذ ماعینه وعندمالک لایوکل وان ارسل فقتل صیداً ثم قتل صیداًاخرا کلاکمالورمی سهما الی صید فاصابه واصاب اخر وکذالوارسل علی صیود کثیرة وسمے مرة واحدة بخلاف ذبح الشاتین بتسمیة واحدة (۱۸) کصید رمی فقطع عضو اکل منه لا العضو هذا عندنا وعندالشافعیؒ اکلا جمیعاً لناقوله علیه السلام ما ابین من الحی فهو میت

(۱۷) جانور نے ہدف چھوڑ کر دوسرا جانور شکار کیا

اگر کتے کو یا باز کو ایک جانور پر چھوڑا اور اس نے دوسرے جانور کو پکڑا تو وہ حلال ہے۔

فائدہ:۔ یہ ہمارے نزدیک ہے اس واسطے کہ اس قسم کی تعلیم نہیں ہوسکتی کہ جس جانور کو معین کردیویں اسی کو پکڑے اور امام مالکؒ کے نزدیک حلال نہیں ہے اور اگر کتے کو بسم اللہ کہہ کر ایک شکار پر چھوڑا اور اس نے جا کر اس کو مارا پھر دوسرے شکار کو مارا تو دونوں حلال ہیں جیسے ایک تیر ایک شکار کو لگ کے پھر دوسرے کو لگ گیا تو دونوں حلال ہوں گے اسی طرح اگر کتے کو بہت سے جانوروں پر چھوڑا ایک ہی بار بسم اللہ کہہ کے اور اس نے کئی جانوروں کو مارا تو سب حلال ہیں لیکن اگر دو بکریوں کو ایک بار بسم اللہ کہہ کے ذبح کریگا تو دوسری بکری درست نہ ہوگی کذا فی الاصل۔

(۱۸) تیر لگنے سے شکار کا عضو الگ ہو گیا

اگر ایک شکار کو بسم اللہ کہہ کے تیر مارا اور اس کا کوئی عضو جدا ہوگیا تو شکار حلال ہے لیکن وہ عضو نہ کھایا جاوے گا۔

فائدہ:۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں کھائے جاویں گے دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو عضو جدا کیا جاوے جانور زندہ سے تو وہ عضو میت ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذیؒ نے ابی واقد لیثی سے کذا فی الاصل۔

(۱۹) وان قطع اثلاثا واكثره مع عجزه اى قطعه قطعتين بحيث يكون الثلث فى طرف الراس والثلثان فى طرف العجزاوقطع نصف راسه او اكثره او قد بنصفين اكل كله لان فى هذه الصور لايمكن حياته فوق حيوة المذبوح فلم يتناوله قوله عليه السلام ما ابين من الحى فهو ميت بخلاف ما اذاكان الثلثان فى طرف الراس والثلث فى طرف العجز لامكان الحيوة فى الثلثين فوق حيوة المذبوح وبخلاف ما اذاقطع اقل من نصف الراس لامكان الحيوة فوق حيوة المذبوح فان رمى صيدا فرماه آخرفقتله فهو للاول وحرم وضمن الثانى قيمته مجروحا ان كان الاول اثخنه والافللثانى وحل اى رمى صيدا فلماه آخر فقتله فان كان الاول اخرجه عن حيزالامتناع فهو ملك للاول ويكون حراما لان ذكوته ذكوة اختيارية فيحرم حيث قتله بالرمى واذا كان ملكا للاول وحرم برمى الثانى فالثانى يضمن قيمته حال كونه مجروحا برمى الاول وان لم يكن الاول اخرجه عن الامتناع فهو ملك للثانى لانه قد صاده ويكون حلالالان ذكوته اضطرارية (۲۰) ويصادما يوكل لحمه وما لايوكل فمالايوكل لحمه فبالاصطياد يظهرلحمه وجلده.

(۱۹) شکار کا دوٹکڑے ہونا

اوراگروہ جانوراس طرح کٹ گیا کہ اس کے دوٹکڑے ہوگئے اثلاثاً یعنی دو حصے سرین کی طرف اورایک حصہ سر کی طرف یا اس کا سر آدھا کٹ گیا یا زیادہ کٹ گیا تو دونوں ٹکڑے کھائے جائیں گے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ان صورتوں میں حیات اس کی ممکن نہیں زیادہ حیات مذبوح سے اور اس کا اعتبار نہیں تو حدیث مذکوراس کوشامل نہ ہوگی برخلاف اس صورت کے کہ دو حصے اس کے سر کی جانب میں ہووے اورایک حصہ سرین کی جانب میں کیونکہ یہاں حیات ممکن ہے تو سرین والا حصہ حرام ہوگا اورسر کی جانب کے دو حصے درست ہوں گے اور برخلاف اس صورت کے جب نصف سے کم سر کٹا ہو کیونکہ یہاں بھی حیات کا احتمال ہے زیادہ حیات مذبوح سے۔

☆ تو اگرشکار کوتیر مارا ایک شخص نے پھر دوسرے شخص نے تیر مارااور مارڈالاتو اگراول کے تیر مارنے سے وہ جانور ست ہوگیا تھا تو جانور پہلے شخص کو ملے گا اور کھانا اس کا حرام ہوجاوے گا اور دوسرا تیر مارنے والا پہلے شخص کوضمان دے گا اس کی قیمت کا جو بعدزخمی ہونے کے ہووے اور جو پہلے تیر سے وہ جانور ست نہیں ہوا تھاتو وہ جانور دوسرے شخص کو ملے گا اور کھانا اس کا حلال ہوگا۔

فائدہ:۔ اول صورت میں حرام اس واسطے ہوگا کہ جب پہلے تیر سے وہ ست ہوگیا تو اب ذکات اختیاری پر قدرت ہو گئی تو ذکات اضطراری ناجائز ہوگی اور دوسری صورت میں حلال رہے گا اس لئے کہ پہلے تیر سے وہ جانور ست نہیں ہوا تھا تو قدرت ذکات اختیاری کی حاصل نہیں ہوئی تھی پس ملک ثانی کا ہوگا اس لئے کہ اس نے شکار کیا اس کا کذافی الاصل۔

(۲۰) ہر جانور کا شکار درست ہے

اور شکار کرنا ہر جانور کا درست ہے خواہ گوشت اس کا حلال ہووے یا حلال نہ ہووے۔

فائدہ:۔ جیسے لومڑی بھیڑیا ریچھ سور وغیرہ تو سوا سور کے اور جانوروں کی کھال اور گوشت شکار سے پاک ہوجاوے گا کذافی الاصل۔

کتاب الرهن

(۱) هوحبس الشی بحق یمکن اخذه منه کالدین فان الدین یمکن اخذه من المرهون بان یباع المرهون بخلاف العین فان الصورة مطلوبة فیها ولایمکن تحصیل صورتها من شئ اخر (۲) وینعقد بایجاب وقبول غیرلازم ای ینعقد حال کونه غیر لازم فللراهن تسلیمه والرجوع عنه ای تسلیم الرهن بمعنے المرهون والرجوع عن الرهن بمعنے العقد (۳) فاذاسلم فقبض محوزا ای مقسوما غیر شائع مفرغا ای غیرمشغول بحق الراهن حتی لایجوز رهن الارض بدون النخل والشجر بدون الثمر ودارفیها متاع الراهن بدون المتاع متمیزا لزم ای ان کان متصلا بحق الراهن خلقة کالثمر علی الشجر یجب ان یمیز ویفصل عنه فالمفرغ یتعلق بالمحل فیجب فراغه عما حل فیه کالثمر وهو لیس بموهون سواء کان اتصاله به خلقة او مجاورة والمتمیز یتعلق بالحال فی المحل فیجب انفصاله عن محل غیر مرهون اذاکان اتصاله بخلقة حتی لوکان اتصاله بالمجاورة لایضره کرهن المتاع الذی فی بیت الراهن

فائدہ:۔ رہن کا جواز

یہ کتاب ہے رہن یعنی گرو رکھنے کے بیان میں رہن کا جواز کلام اللہ سے ثابت ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے وان کنتم علی سفرولم تجدوا کاتباً فرهان مقبوضة یعنی اگر ہوتم سفر میں اور نہ پاؤتم لکھنے والا پس گرو ہے قبضہ کی ہوئی اور حدیث سے روایت کی بخاریؒ ومسلم نے عائشہؓ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خریدا ایک یہودی سے غلہ اور رہن کردی اس کے پاس زرہ اپنی لوہے کی اور منعقد ہوا اجماع اس پر۔

(۱) رہن کا شرعی معنی

رہن کے معنی شرع میں یہ ہیں کہ چیز کوروک دینا بعوض اس حق کے جس کا حاصل کر لینا ممکن ہو اس شے مرہون سے مثل دین کے۔

فائدہ:۔ پس دین کا وصول کر لینا شے مرہون سے ممکن ہے اس کو بیچ کر برخلاف عین کے کہ وہاں صورت مطلوب ہوتی ہے اور تحصیل صورت دوسری شے سے نہیں ہوسکتی کذا فی الاصل

جاننا چاہیئے کہ شے مرہون کے مالک کو راہن کہتے ہیں یعنی جو رہن رکھتا ہے اور جو رہن لیتا ہے اس کو مرتہن کہتے ہیں اور جس چیز کو رہن رکھتے ہیں اس کو مرہون اور رہن کہتے ہیں۔

(۲) رہن کا انعقاد

اور منعقد ہوتی ہے رہن ایجاب اور قبول سے لیکن لازم نہیں ہوتی تو راہن کو شے مرہون کا تسلیم کر دینا اور عقد رہن سے رجوع کرنا درست ہے۔

فائدہ:۔ کیونکہ ابھی رہن تمام نہیں ہوئی اس لئے کہ تمام اس کا قبض سے ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک نفس عقد سے تمام ہو جاتی ہے اور دلیل ہماری آیت ہے کلام اللہ کی جو اوپر گزری اس میں قبضے کی قید ہے۔

(۳) رہن کا لزوم

پھر جس وقت راہن نے شے مرہون کو تسلیم کر دیا مرتہن کو اور مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا اور وہ شے مرہون مقسوم تھی شائع نہ تھی اور راہن کے حقوق سے مشغول نہ تھی فارغ تھی۔

فائدہ:۔ یہاں تک کہ اگر راہن کے حق سے مشغول ہو گی تو رہن جائز نہ ہوگی جیسے رہن کرنا زمین کا بدوں اشجار کے جو اس میں ہیں یا رہن کرنا شجر کا بدوں پھلوں کے جو اس پر ہیں یا رہن کرنا اس گھر کا جس میں اسباب راہن کا ہے بدوں اسباب کے کذا فی الاصل۔

☆اور متمیز تھی۔تو اب رہن لازم ہوگئی۔

فائدہ:۔یعنی اگر متصل ہووے راہن کے حق سے خلقت سے جیسے پھل اوپر درخت کے تو واجب ہے کہ اس کو جدا کر دیوے تو فراغ سے مقصود یہ ہے کہ محل حال سے خالی ہو جب حال مرہون نہ ہو برابر ہے کہ اتصال محل کا ساتھ حال کے خلقت سے ہووے یا مجاورت سے اور متمیز سے غرض یہ ہے کہ حال جدا ہو اس محل سے جو غیر مرہون ہے یعنی اتصال خلقی نہ رکھتا ہووے یہاں تک کہ اگر اتصال بسبب مجاورت کے ہوگا تو وہ مضر نہیں ہے جیسے رہن اس باب کا جو راہن کے مکان میں ہے درست ہے اگر چہ وہ اسباب حال ہے مکان میں اور مکان اس کا محل مرہون نہیں ہے اس واسطے کہ یہ اتصال خلقی نہیں ہے کذا فی الاصل مع تفصیل۔

(۴) والتخلية قبض فيه كما في البيع التخلية ان يضعه الراهن في موضع يتمكن المرتهن من اخذه هذا في ظاهر الرواية وعن ابی یوسفؒ لایثبت القبض فی المنقول الابالنقل لانه قبض موجب للضمان بمنزلة الغصب وعندما لکؒ يلزم بدون القبض (۵) وضمن (۶) باقل من قيمة ومن الدين اعلم ان هذا تركيب مشكل غفل الناس عن اشكاله وهو انه يتوهم ان كلمة من هي التي تستعمل مع افعل التفضيل وليس كذلک لانه ان اریدانه مضمون باقل من كل واحد فهذا غير مرادوان اريد انه مضمون باقل من المجموع اوباقل من احدهما ان كان الواو بمعنى او فهذا شئ مجهول غير مفيد بل المراد انه مضمون بماهوالاقل فان كان الدين اقل من القيمة فهو مضمون بالدين وان كانت القيمة اقل من الدين فهو مضمون بالقيمة فيكون من للبيان تقديره انه مضمون بماهو اقل من الأخرالذى هوالقيمة تارة والدين اخرى ثم اذاعلم الحكم فيما اذاكانت القيمة اكثروهوانه مضمون بالدين والفضل امانة فهم الحكم فی صورة المساوا فانه يكون مضمونابالدين فلوهلک وهماسواء سقط دينه وانكانت قيمة اكثر فالفضل امانة وفى الاقل سقط من دينه بقدرها ورجع المرتهن بالفضل فی الحاصل ان يدالمرتهن على الرهن يداستيفاء لانه وثيقة لجانب الاستيفاء لتكون موصلة اليه فيكون استيفاء من وجه ويتقرر بالهلاک فاذا كان الدين اقل من القيمة فقداستوفى الدين والفضل امانة وانكانت القيمة اقل يكون مستوفيا بقدرالمالية وهى القيمة فيرجع بالفضل هذاعندنا وعندمالکؒ هو مضمون بالقيمة وعندالشافعیؒ هو غير مضمون بل هو امانة

(۴) تخلیہ کا قبض ہونا

اور تخلیہ رہن میں قبض ہے بمنزلہ بیع کے۔

فائدہ:۔تخلیہ یہ ہے کہ راہن شے مرہون کو ایسے مقام میں رکھ دیوے کہ مرتہن اس کے لینے پر قادر ہو جاوے یہ ظاہر الروایۃ میں ہے اور ابو یوسفؒ سے منقول ہے کہ شے منقول میں قبضہ

ثابت نہیں ہوتا مگر نقل سے اس واسطے کہ رہن قبض موجب ہے واسطے ضمان کے بمنزلہ غصب کے اور امام مالکؒ کے نزدیک لازم ہوجاتا ہے رہن بدوں قبض کے کذا فی الاصل۔

(۵) قبض کے بعد مرتہن ضامن ہے

تو جب شے مرہون مرتہن کے قبضے میں آ گئی تو اب مرتہن اس کا ضامن ہوگیا۔

فائدہ:۔ اور شافعیؒ کے نزدیک مرتہن پر بالکل ضمان نہیں ہے بلکہ شے مرہون اس کے پاس امانت ہے اور شے مرہون کے تلف ہو جانے سے دین ساقط نہ ہوگا اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں روکی جاوے گی رہن جس نے اس کو رہن رکھا پس اسی کے لئے ہیں منافع اس کے اور اسی پر ہے تاوان اس کا روایت کیا اس کو ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں ابو ہریرہؓ سے اور کہا ابوداؤدؒ نے کہ نہیں رد کی جاوے گی رہن اسی قدر ہے کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور باقی کلام سعید ابن المسیبؒ کا ہے نقل کیا اس کو زہریؒ نے ان سے اور کہا کہ یہی صحیح ہے اور روایت کیا اس کو شافعیؒ نے مرسلاً سعید بن المسیبؒ سے کہا شافعیؒ نے کہ معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ تاوان مرہون کا راہن پر ہے اور دین اس کے ہلاک سے ساقط نہ ہوگا اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطے مرتہن کے جب اس کے پاس مرہون گھوڑا ہلاک ہوگیا کہ تیرا حق جاتا رہا یعنی دین ساقط ہو گیا روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے مراسیل میں عطاءؒ سے اور بھی روایت کی ابوداؤدؒ نے مراسیل میں اوزاعیؒ سے مرسلاً کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رہن بعوض اس چیز کے ہے جس میں وہ رہن ہے کہا ابن القطانؒ نے کہ یہ حدیث مرسل صحیح ہے اور نکالا طحطاویؒ نے ابوالزنادؒ سے بسند صحیح کہ کہا انہوں نے پایا میں نے ان فقہاء کو کہ جن کے قول کا اعتبار ہے ان میں سے سعید بن المسیبؒ اور عروۃ بن الزبیرؓ اور قاسمؒ ہیں کہ کہا ان سبھوں نے رہن بعوض اس چیز کے ہے جس میں وہ رہن ہے یعنی جب مرہون ہلاک ہو جاوے اور قیمت اس کی پوشیدہ ہو اور رفع کرتے تھے اس کا ایک ثقہ طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور ذکر کیا صاحب ہدایہؒ نے کہ اجماع کیا سب صحابہؓ اور تابعینؒ نے مضمون ہونے پر رہن کے مگر اختلاف کیا انہوں نے کیفیت ضمان میں تو قول شافعیؒ کا مخالف ہے اجماع کے اور مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ رہن کو مرتہن روک نہیں سکتا اس طرح پر کہ راہن اس کو چھڑا نہ سکے یہی منقول ہے سلفؒ سے جیسے طاؤس اور ابراہیم نخعی وغیرہما رحمہم اللہ اور ذکر کیا مالکؒ نے موطا میں اس حدیث کو مرسلاً سعید بن المسیبؒ سے اور کہا کہ تفسیر اس کی یہ ہے کہ راہن ایک شے کو رہن کرے اور قیمت اس کی دین سے زیادہ ہووے تو مرتہن یہ کہے کہ اگر تو دین اس میعاد پر ادا نہ کرے گا تو وہ چیز میری ہو جاوے گی یا راہن یوں کہہ دیوے کہ میں دین فلاں مدت تک ادا نہ کروں گا تو وہ شے تیری ہو جاوے گی تو منع کر دیا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پس اگر راہن بعد میعاد کے بھی زر رہن لے کر آوے تو مرہون اسی کو ملے گی۔

(۶) رہن کا تلف ہو جانا

پس اگر تلف ہو جاوے گی تو مرتہن پر تاوان لازم ہوگا کمتر کا دین اور قیمت میں سے

فائدہ:۔ یعنی اگر دین کم ہوگا اور قیمت زیادہ تو تاوان دین سے ہوگا اور جو قیمت کم ہوگی تو قیمت سے اور جو دونوں برابر ہوں گے تو بھی دین سے جیسا بیان اس کا ہوتا ہے۔

☆ تو اگر دین اور قیمت مرہون کی دونوں برابر ہیں تو

دین ساقط ہو جاوے گا اور اگر قیمت مرہون کی زیادہ ہے اور دین کم ہے تو جس قدر دین سے زیادہ ہے وہ مرتہن کے پاس امانت ہے۔ (پس ضمان اس کا مرتہن کو درصورت ہلاک کچھ نہ دینا ہوگا) اور جو دین زیادہ ہے اور قیمت کم ہے تو بقدر قیمت دین ساقط ہو جاوے گا اور جس قدر دین اس کی قیمت پر زائد ہے اتنا مرتہن راہن سے اور لے گا۔

فائدہ:۔ مثلاً زید نے عمرو کے پاس ایک گھوڑا رہن رکھا سو روپے پر اب وہ گھوڑا ہلاک ہو گیا تو اگر گھوڑے کی قیمت بھی سو روپیہ تھی تو برابر برابر دونوں چھوٹ جاویں گے نہ زید عمرو سے کچھ نہ لے گا نہ عمرو کچھ زید سے اور جو گھوڑے کی قیمت سوا سو تھی تو بھی سو روپیہ تو دین کے ساقط ہوں گے اور پچیس زید کے گویا امانت تھے عمرو پاس تو اس کا تاوان عمرو نہ دے گا اور جو قیمت اس کی پچھتر روپیہ تھی تو عمرو پچیس روپیہ زید سے لے لے گا اور پچھتر ساقط ہو جاویں گے۔

(۷) وللمرتهن طلب دينه من راهنه فانه لايسقط بالرهن طلب الدين وحبسه به اى حبس الرهن بالدين وحبس رهنه بعد فسخ عقده حتے يقبض دينه او يبراه فانه لايبطل الابالردعلے وجه الفسخ لانه يبقي مضمونا مابقي القبض والدين لاالانتفاع به استخدام ولا سكنےٰ ولالبس ولااجارة الاعارةُ (۸) وهو متعدلو فعل ولايبطل الرهن به اى بالتعدے (۹) واذاطلب دينه امرباحضاررهنه فان احضره سلم كل دينه اولاثم رهنه وان طلب فى غيربلدالعقدان لم يكن للرهن مؤنة حمل وان كان سلم دينه بلااحضار رهنه انما يسلم الدين اولاليتعين حق المرتهن كماذكر فے البيع ان الثمن يسلم اولالهذا المعنے وقوله وان طلب متصل بما سبق وهو قوله امر باحضاررهنه اى يومر باحضارالرهن وان كان طلب الدين فى غيربلدالعقد وهذا الحكم وهو الامر باحضارالرهن فى غير بلد العقد انما يثبت ان لم يكن للرهن مؤنة الحمل حتے ان كان للرهن مؤنة الحمل سلم دينه بلااحضار الرهن

(۷) مرتہن کے حقوق

اور مرتہن کو جائز ہے اپنا دین طلب کرنا راہن سے اور قید کرانا راہن کو اپنے دین کے بدلے میں اور محبوس رکھنا شے مرہون کا بعد فسخ ہو جانے عقد رہن کے یہاں تک کہ اپنا دین وصول کر لے یا معاف کر دیوے اور اس جائز ہے مرتہن کو نفع اٹھانا مرہون سے مثلاً غلام و لونڈی مرہون سے خدمت لینا یا مکان مرہون میں سکونت کرنا یا پارچہ مرہون کو پہننا یا کرایہ دینا یا عاریت دینا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث سعید بن المسیبؒ میں ہے کہ شے مرہون کے منافع راہن کے ہیں روایت کیا اس کو ابن حبانؒ نے صحیح میں اور حاکمؒ نے مستدرک میں مگر جب راہن اجازت دیدیوے مرتہن کو نفع اٹھانے کی تو درست ہے اور بعضوں نے کہا کہ مرتہن کو فائدہ لینا اجازت سے بھی راہن کے درست نہیں اس لئے کہ یہ ربوا ہے درمختار اور طحطاوی میں ہے کہ قول اول مفتیٰ بہ ہے اور قول ثانی محمول ہے تقویٰ پر۔

(۸) مرتہن کا متعدی ہونا

پھر اگر مرتہن نے اس سے فائدہ حاصل کیا تو وہ متعدی ہو گیا لیکن رہن باطل نہ ہوگی اس تعدی سے

(۹) طلب دین کے وقت مرہون حاضر کرنا

اور جب مرتہن اپنا دین طلب کرے تو اس کو شے مرہون کے حاضر کرنے کا حکم ہوگا۔ (مگر جب شے مرہون کے حاضر کرنے میں دقت ہو یا بوجہ بوجھ کے یا کسی معتمد پاس رکھنے کے سبب سے درمختار) پس اگر مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو اس کا پورا دین اس کو دیا جاوے گا پہلے پھر شے مرہون راہن کو دی جاوے گی اور اگر مرتہن نے اپنا دین طلب کیا کسی اور شہر میں سوا اس شہر کے جہاں حقوق رہن ہوا تھا تو اگر مرہون کے لانے میں باربرداری کی مشقت نہ ہو تو مرہون کو حاضر کرنا پڑے گا ورنہ نہ پڑے گا اور دین اس کو دے دیوں گے بغیر حاضر کرنے مرہون کے۔

فائدہ:۔اور قستانیؒ نے نقل کیا ذخیرہ سے کہ اگر مرتہن مرہون کے حاضر کرنے پر قادر نہ ہو باوجود موجود ہونے مرہون کے تو اس پر حاضر کرنے کا حکم نہ ہوگا لیکن اگر راہن دعویٰ تلف ہو جانے مرہون کا کرتا ہوگا تو مرتہن سے حلف اس کے عدم تلف پر لے سکتا ہے اور اگر ادائے بدل رہن باقساط ٹھہرا ہووے تو ہر قسط کے وقت مرہون کا حاضر کرنا بعضوں کے نزدیک ضرور ہے اور بعضوں کے نزدیک اگر راہن دعویٰ ہلاک مرہون کا کرتا ہے تو احضار ضرور ہے ورنہ بے فائدہ ہے درمختار وطحطاوی۔

(۱۰) ولایکلف مرتهن طلب دینه باحضاررهن وضع عندعدل ولاثمن رهن باعه المرتهن بامره حتے یقبضه ای ان امرالراهن المرتهن ببیع رهنه فباعه فان لم یقبض الثمن لایکلف باحضارالثمن اذا طلب دینه وان قبض الثمن یکلف باحضاره ولامرتهن معه رهن تمکینه من بیعه حتے یقضے دینه ای لایکلف مرتهن معه رهن ان یمکن الراهن من بیع الرهن لم هذا الحکم وهو عدم التکلیف المذکور مغیاًالی قضاء الدین ولامن قضے بعض دینه تسلیم بعض رهنه حتی یقبض البقیة ای لایکلف مرتهن قضے بعض دینه تسلیم بعض رهنه ثم هذا الحکم وهو عدم التکلیف المذکور مغیاً الی قبض بقیة الدین (۱۱) وله حفظه بنفسه وعیاله کالزوجة والولدوالخادم الذین فی عیاله وضمن بحفظه بغیر هم وایداعه وتعدیه (۱۲) وجعله خاتم الرهن فی خنصره لابجعله فی اصبع اٰخر فان جعله فی الخنصر استعمال وجعله فی اصبع اٰخرلالعدم العادة بل هومن باب الحفظ (۱۳) وعلیه مؤن حفظه ورده الی یده اورد جزء منه کاجرةبیت حفظه وحافظه فاما جعل الأبق ومداواة الجرح فیقسم علی المضمون والامانة ای علی المرتهن مونة الحفظ کاجرة میت الحفظ واجرة الحافظ وکذامونة رده الی یدالمرتهن ان خرج من یده کجعل الأبق فهوعلے المرتهن اذاکان قیمة الرهن مثل الدین وکذامؤنة ردجزء من الرهن الی یدالمرتهن کمداواة الجرح اذا کان قیمته مثل الدین اما اذاکان قیمته اکثر منه فیقسم علی المضمون والامانة فما هو مضمون فعلے المرتهن وماهوامانة فعلے الراهن وهذابخلاف اجرة بیت الحفظ فان تمامه علے المرتهن وان کان قیمة المرهون اکثر

من الدين لان وجوب ذلک بسبب الحبس وحق الحبس فی الکل ثابت له وعلی الراهن مون تبقیته واصلاح منافعه لنفقة رهنه وکسوته واجرراعیه وظئرولدالرهن وسقی البستان والقیام باموره.

(۱۰) وہ صورت جس میں احضار رہن واحضار ثمن کا حکم نہ ہوگا

اور مرتہن کو حکم نہ ہوگا احضار رہن کا جب وہ دین طلب کرے اس صورت میں کہ اس نے مرہون کو کسی عدل کے پاس رکھا ہووے اسی طرح حکم نہ ہوگا احضار ثمن رہن کا اگر مرتہن نے شے مرہون کو راہن کے حکم سے بیچ ڈالا ہوگا جب تک وہ کل دین اپنا وصول نہ کرے اگر مرتہن نے قبض ثمن نہ کیا ہوگا اور جو قبض ثمن کیا ہوگا تو اس کو احضار ثمن کا حکم ہوگا۔ اسی طرح مرتہن کو حکم نہ ہوگا کہ راہن کو شے مرہونہ بیچنے دیوے جب تک اپنا دین وصول نہ کرلے اسی طرح اگر راہن نے کچھ دین ادا کیا تو مرتہن کو یہ حکم نہ ہوگا کہ بقدر اس کے اسباب مرہون پھیر دیوے جب تک کوڑی کوڑی اپنا روپیہ نہ پالے۔

(۱۱) رہن کی حفاظت کیلئے مرتہن کی ذمہ داری

اور مرتہن کو یہ ضرور ہے کہ حفاظت شے مرہون کی آپ کرے یا اپنے اہل وعیال سے کراوے مثل جورو اور لڑکے اور اس خادم کے جو اسی کے پاس رہتے ہیں اور جو ان کے سوا اوروں سے حفاظت کراوے گا تو ضامن ہوگا یا مرہون کو کسی کے پاس امانت رکھے گا (یا عاریت دے گا یا اجارہ دے گا یا خدمت لے گا' یا اس پر تعدی کرے گا تو ضامن ہوگا۔

فائدہ:۔ درصورت ہلاک مرہون کل قیمت کا درمختار۔

(۱۲) مرہونہ انگوٹھی

اگر انگشتری مرہونہ کو اپنی چھنگلیا میں پہنا اور وہ تلف ہو گئی تو ضمان ہوگا اور جو اور کسی انگلی میں پہنے تو ضمان نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ چھنگلیا میں پہننا استعمال ہے اور دوسری انگلی میں رکھنا استعمال نہیں ہے بلکہ حفاظت کے واسطے ہے بحسب عادت کے کذافی الاصل حاصل ان مسائل کا یہ ہے کہ اگر شے مرہون کو اس طرح اپنے پاس رکھے کہ عرف میں استعمال اس کو نہ کہیں تو تلف سے ضمان کل قیمت کا نہ ہوگا اور جو عرف میں استعمال کہلاوے جیسے دو تلواریں مرہون باندھنا نہ تین تلواریں تو ضمان لازم ہوگا۔

(۱۳) مرہون کی حفاظت کے اخراجات

اخراجات حفاظت شے مرہون کا جیسے بیت الحفظ کا کرایہ اور نگہبان کی تنخواہ مرتہن پر ہوں گے اسی طرح اگر مرہون مرتہن کے پاس سے نکل جاوے جیسے غلام بھاگ جاوے اس کے لانے والے کی اجرت تو وہ بھی مرتہن پر ہے جب قیمت شے مرہون کی دین کے برابر ہووے یا کم ہووے یا مرہون کا کوئی جز نکل جاوے جیسے عضو مجروح مرہون کا معالجہ تو یہ بھی مرتہن پر ہے جب قیمت شے مرہون کی دین کے برابر یا کم ہووے اور جو ان دونوں صورتوں میں قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے تو اس کی تقسیم کریں گے مضمون اور امانت پر تو جس قدر مضمون ہے اس قدر خرچ مرتہن پر ہے اور جس قدر امانت ہے اس قدر خرچ راہن پر ہے۔ (مثلاً دین سو درم ہے اور غلام مرہون کی قیمت دو سو درہم ہیں اور اس کے علاج میں یا پکڑ لانے میں دس درہم صرف ہوئے تو پانچ راہن پر ہوں گے اور پانچ مرتہن پر) برخلاف اخراجات کرایہ مکان کے جس میں حفاظت شے مرہون کی کی جاتی ہے کہ وہ کل مرتہن پر ہوں گے اگرچہ قیمت مرہون کی دین سے زیادہ ہووے اور اخراجات بقائے ذات مرہون کے اور اس کی اصلاح منافع کے جیسے غلام مرہون کا کھانا کپڑا چرائی کی اجرت یا دایہ کی اجرت یا

سینچائی باغ کی اور مثل اس کے اور امور راہن پر ہوں گے۔

فائدہ:۔ راہن نے کہا کہ یہ میرا مرہون نہیں ہے اور مرتہن نے کہا کہ یہ وہی ہے جو تو نے میرے پاس رہن رکھا تھا تو مرتہن ہی کا قول مقبول ہوگا درمختار۔

باب مایصح رهنه والرهن به ومالایصح

(۱) لایصح رهن مشاع (۲) وثمر علىٰ نخل دونه وزرع ارض ونخل ارض دونها لعدم كونه متميزا وكذاعكسها اى لايصح رهن نخل بدون ثمر وارض بدون زرع او نخل لعدم كونه مفرغا فلايتم القبض وعن ابى حنيفة ان رهن الارض بدون الشجر جائز لان الشجر اسم للنابت فيكون استثناء الاشجار بمواضعها فيجوز لان الاتصال ح يكون اتصال مجاورة ولورهن النخيل بمواضعها جاز ايضالان الاتصال حينئذاتصال مجاورة ورهن الحروالمدبر والمكاتب وام الولد ثم لماذكر مالايجوز رهنه ارادان يذكرمالايجوز الرهن به فقال (۳) ولابالا مانات كالوديعة والمستعارومال المضاربة والشركة (۴) والابالدرک صورته باع زيد من عمرو دارافرهن بكر عندالمشترى شيًا بما يدركه في هذا البيع وكذا لورهن شيًا بما ذاب له على فلان لايجوز ولو كفل بهذا يجوز (۵) ولا لعين مضمونة بغيرها المرادان لاتكون مضمونة بالمثل او بالقيمة كمبيع في يدالبائع اى باع شيًا ولم يسلم فرهن به شيًا لايجوز لانه اذاهلک العين لم يضمن البائع شيًالكنه يسقط الثمن وهو حق البائع ولابالكفالة بالنفس (۶) وبالقصاص بالنفس ومادونها (۷) وبالشفعة اى كفل بنفس رجل فرهن بهاشيًا ليسلمها واذاوجب عليه القصاص فرهن شيًا لئلايمتنع عن القصاص لايجوز وكذا اذارهن البائع او المشترى شيًاعندالشفيع ليسلم الداربالشفعة لايجوز لعدم الدين في هذه الصور (۸) وباجرة النائحة والمغنية

باب بیان میں ان چیزوں کے جن کا رہن رکھنا درست ہے اور جن کا درست نہیں اور جن چیزوں کے بدلے رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں

(۱) مشاع کا رہن

صحیح نہیں ہے رہن مشاع کا۔

فائدہ:۔ مطلقاً خواہ شیوع طاری ہو یا اصلی ہو اپنے شریک پاس اور غیر شریک پاس قسمت پذیر ہو یا نہ ہو درمختار۔

(۲) پھلوں اور عمارت وغیرہ کو رہن رکھنا

اور پھلوں کا اوپر درخت کے بدوں درخت کے اور درختوں کا یا کھیت کا یا عمارت کا بدوں زمین کے اسی طرح زمین کا بدوں درخت یا عمارت یا کھیت کے یا درخت کا بدوں پھلوں کے اور حر اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کا۔

فائدہ:۔ اور وقف کا درمختار۔

(۳) امانت کے بدلے میں رہن

اسی طرح نہیں ہے رہن بدلے میں امانت کے۔

فائدہ:۔ جیسے ودیعت یا مال مضاربت یا مال شرکت یا عاریت کے صورت اس کی یوں ہے کہ زید نے امانۃً یا شرکۃً یا مضاربۃً یا عاریۃً کچھ مال لیا عمرو سے اب زید اس کے عوض میں کوئی شے اپنی عمرو پاس گرو کر دے واسطے اعتبار کے تو یہ رہن صحیح نہیں ہے۔

(۴) رہن بالدرک

اور رہن بالدرک

فائدہ:۔صورت اس کی یہ ہے کہ زید نے ایک گھر عمرو کے ہاتھ بیچا اب عمرو کو یہ خوف ہے کہ شاید یہ گھر کسی اور کا نکلے اس وقت ثمن زید سے وصول نہ ہو سکے تو بکر نے عمرو کی تسکین کے لئے کوئی چیز اپنی عمرو پاس گرو کر دی تو یہ رہن باطل ہے اسی طرح اگر رہن کیا کسی چیز کو بعوض اس حق کے جو دوسرے پر نکلے تو بھی نہیں جائز ہے لیکن کفالت اسی طرح درست ہے کذافی الاصل۔

(۵) رہن بعوض عین مضمون بغیرہا

اور رہن بعوض اُس عین کے جو مضمون بغیرھا ہے یعنی وہ چیز جس کا تاوان مثل یا قیمت سے نہیں ہے جیسے رہن بعوض اُس مبیع کے جو بائع کے قبضے میں ہے۔

فائدہ: یعنی بائع نے مبیع کو بیچا لیکن اس کو تسلیم نہیں کیا مشتری کو بائع مشتری کی تسکین کیلئے کوئی چیز بدلے میں مبیع کے گرو کر دیوے تو یہ رہن ناجائز ہے اس واسطے کہ اگر مبیع ہلاک ہو جائے تو بائع اس کا ضمان نہ دے گا نہ مثل نہ قیمت سے لیکن ثمن البتہ ساقط ہو جائے گا اور وہ بائع کا حق ہے۔کذافی الاصل۔

رہن بعوض حاضر ضامنی

اور رہن بعوض حاضر ضامنی کے۔

فائدہ:۔یعنی ایک شخص کا حاضر ضامن ہوا اور اصیل نے کفیل پاس کوئی چیز اپنی گرو کر دی تو یہ رہن باطل ہے اور جو مال ضامن ہوا اور اصیل کفیل کی تسکین کے لئے کوئی چیز اس پاس گرو کر دے تو درست ہے کذافی المنح

(۶) رہن بعوض قصاص

اور قصاص کے خواہ قصاص بالنفس ہو یا مادون النفس۔

فائدہ:۔یعنی زید پر قصاص واجب ہوا تو وہ مدعی کے پاس کوئی چیز اپنی گرو کر دیوے اس لئے کہ قصاص سے نہیں روکے گا۔

(۷) رہن بعوض شفعہ

اور شفعہ کے

فائدہ:۔مثلاً بائع یا مشتری نے کوئی شے گرو کر دی شفیع پاس تا مکان کا شفعہ چھوڑ دے تو یہ رہن باطل ہے اس لئے کہ شفیع کا کوئی دین بائع اور مشتری پر نہیں ہے۔

(۸) رہن بعوض اجرت نوحہ گر وغیرہ

اور نوحہ گر یعنی رونے پیٹنے والے کی یا گانے والے کی اجرت کے بدلے میں۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ یہ فعل شرعاً ممنوع ہیں اور ان کی اجرت کچھ لازم نہیں ہے۔

(۹) وبالعبد الجانی او المدیون فانه غیر مضمون علی المولی فانه لوهلک لایکون علی المولی شئ فاذا لم یصح الرهن فی هذه الصورفللراهن ان یاخذ المرهون من المرتهن ولوهلک المرهون فی یدالمرتهن قبل طلب الراهن هلک بلاشئ لانه لاحکم للباطل فبقی القبض باذن المالک (۱۰) ولارهن خمروارتهانهامن مسلم اوذمی للمسلم ای لایجوز للمسلم ان یرهن خمراًاویرتهنها من مسلم او ذمی ولا یضمن له مرتهنها ذمیا وفی عکسه الضمان ای ان رهن المسلم من ذمی خمرافهلکت فی یدالذمی لایضمن للمسلم شیأوان رهن الذمی من المسلم خمرافهلکت فی یدالمسلم یضمن المسلم للذمی لانهامال متقوم فی حق الذمی دون المسلم (۱۱) وصح بعین مضمونة بالمثل اوبالقیمة کالمغصوب وبدل

الخلع والمهر وبدل الصلح عن دم عمد فان هذه الاشياء اذاكانت قائمة يجب عينها وان هلك يجب المثل اوالقيمة فصيح الرهن بها (۱۲) وبالدين ولوموعودابان رهن ليقرضه كذا فهلكه في يدالمرتهن عليه بماوعده اى ان هلك فى يدالمرتهن فللراهن على المرتهن المقدار الذى وعداقراضه فهلكه بالرفع مبتداء وفي يدالمرتهن صفته وعليه خبره واعلم ان الرهن انما يكون مضمونا بالدين الموعود اذاكان الدين متساويا للقيمة او اقل امااذاكان اكثرفلايكون مضمونا بالدين بل بالقيمة وانما لم يذكر هذا القسم لان الظاهر ان لا يكون الدين اكثر من قيمة الرهن وان كان على سبيل الندرة فحكمه يعلم مماسبق فاعتمد على ذلك

(۹) رہن بعوض غلام جانی ومدیون

اور غلام جانی یعنی جس سے کوئی قصور ہوا ہو یا غلام مدیون کے بدلے میں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مولیٰ پر اس کا ضمان نہیں ہے کیونکہ اگر وہ غلام ہلاک ہوجاوے تو مولیٰ کو کچھ دینا نہ پڑے گا تو جب ان صورتوں میں رہن صحیح نہ ہوا تو راہن مرہون کو مرتہن سے لے سکتا ہے اور اگر قبل طلب راہن کے مرہون مرتہن پاس تلف ہو جاوے تو مفت تلف ہو جاوے گا اس واسطے کہ رہن باطل کے لئے کوئی حکم ضمان کا نہیں ہے تو باقی رہا قبضہ مرتہن کا مالک کی اجازت سے کذافی الاصل۔

(۱۰) خمر کا رہن

اور نہیں صحیح ہے رہن رکھنا اور نہ رہن لینا خمر کا مسلمان کو اگر چہ ذمی سے رہن لیوے تو اگر مسلمان نے خمر رہن رکھا ذمی پاس اور وہ خمر تلف ہوگیا تو ذمی پر کچھ تاوان نہیں ہے اور جو ذمی نے مسلمان پاس خمر رکھا اور وہ تلف ہوگیا تو مسلمان پر ضمان آوے گا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ خمر ذمیوں کے حق میں مال متقوم ہے نہ مسلمان کے حق میں کذافی الاصل۔

(۱۱) رہن بعوض عین مضمون بمثلہ

اور صحیح ہے رہن عوض میں اس عین کے جس کا ضمان مثل یا قیمت سے لازم آتا ہے جیسے عوض میں مغصوب کے یا بدل خلع کے یا مہر کے یا بدل صلح کے قتل عمد سے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ یہ چیزیں اگر بعینہا قائم ہوتی ہیں تو عین واجب ہوتا ہے اور جو تلف ہوجاتی ہیں تو مثل یا قیمت دینا پڑتی ہے تو رہن ان کے عوض میں صحیح ہوگا کذافی الاصل۔

(۱۲) رہن بعوض دین

اور بدلے میں دین کے اگر چہ دین موعود ہو (یعنی مرتہن اس کا وعدہ کرے مثلاً زید نے ایک چیز اپنی گرو کر دی عمرو پاس تا عمرو اس کو اس قدر روپیہ قرض دیوے) تو اگر اس صورت میں رہن ہلاک ہوگیا مرتہن پاس تو مرتہن پر جس قدر روپے کا اس نے وعدہ کیا تھا دینا لازم آوے گا۔

فائدہ:۔ جب دین موعود مرہون کی قیمت کے برابر یا کم ہووے اور جو زیادہ ہووے تو قیمت دینی لازم آوے گی اور اس قید کا ذکر متن میں اس لئے نہیں کیا کہ ظاہر یہی ہے کہ دین موعود قیمت مرہون سے زیادہ نہ ہوگا اور جو بطور نادر زیادہ ہو تو حکم اس کا سابق سے معلوم ہے پس اسی پر اعتماد کیا کذافی الاصل۔

(۱۳) وبراس مال السلم وثمن الصرف والمسلم فيه فان هلک فی المجلس فقد اخذوان افترقاقبل نقدالمرهون وهلک بطلا ای اذارهن براس مال السلم اوثمن الصرف فان هلک الرهن قبل الافتراق فالمرتهن قداستوفے حقه وان افترقاقبل نقد المرهون به وقبل هلاک المرهون بطل السلم والصرف وهذا التفصيل لايتاتی فی الرهن بالمسلم فيه فيصح مطلقا فان هلک الرهن يصير مستوفيا للمسلم فيه فلايبقے السلم ورهن المسلم فيه رهن ببدله اذا فسخ ای اذا کان الشیء مرهونا بالمسلم فيه ثم فسخا عقدالسلم فهو مرهون بالبدل ای يکون لرب السلم ان يحبس الرهن حتی يقبض راس المال ولو هلک رهنه بعد الفسخ هلک به ای اذا رهن المسلم اليه عند رب السلم شيئا بالمسلم فيه ثم فسخا عقد السلم فهلک الرهن فی يدرب السلم فهلکه يکون بالمسلم فيه ای يکون علے رب السلم ان يودی الی المسلم اليه مقدار الطعام المسلم فيه لانه اذا هلک الرهن صار کان رب السلم استوفی المسلم فيه لان يدالمرتهن علی الرهن يداستيفاء فتيقرر باهلاک فصار کان رب السلم استوفی المسلم فيه ثم فسخا العقد فعلی رب السلم اداء المسلم فيه الی المسلم اليه (۱۴) وبدين عليه عبدطفله عطف علے راس المال ای صح الرهن بدين علی الاب عبد طفله هذا عندنا وعند ابی يوسف وزفرؒ لا يصح وهوالقياس اعتبار بحقيقة الايفاء وجه الاستحسان ان فی حقيقة لايفاء ازالة ملک الصغير بلاعوض فی الحال وفی هذا نصب حافظ لماله مع بقاء ملکه

(۱۳) رہن بعوض راس المال وثمن صرف

اور بدلے میں راس المال اور مسلم فیہ کے عقد سلم میں اور ثمن کے عقد صرف میں صحیح ہے تو جب راس المال یا ثمن صرف کے بدلے میں رہن کیا تو اگر مرہون تلف ہو گیا قبل جدا ہونے متعاقدین کے تو عقد سلم اور صرف تمام ہو گئے اور مرتہن اپنا حق پا چکا اور متعاقدین جدا ہو گئے قبل ادا کرنے راس المال یا ثمن صرف کے اور مرہون کے ہلاک ہونے کے تو صرف اور سلم باطل ہو گئے۔ (اور جو رہن بدلے میں مسلم فیہ کے ہوا ہے تو مطلقاً صحیح ہے تو جب رہن تلف ہو جاوے گا تو وہ عوض ہو جاوے گا مسلم فیہ کا یعنی رب السلم اپنا حق پا چکا کذانی الاصل) اگر مسلم فیہ کے عوض میں مسلم الیہ نے کوئی چیز رہن رکھ دی بعد اس کے عقد سلم فسخ ہو گیا تو رب السلم شے مرہون کو روک سکتا ہے جب تک اپنا راس المال نہ پالیوے اور جو وہ شے مرہون رب السلم پاس تلف ہو گئی بعد فسخ سلم کے تو رب السلم مثل مسلم فیہ کا مسلم الیہ کو دیکر اپنا راس المال لے لیوے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ رہن جب رب السلم پاس تلف ہو گیا تو گویا مسلم فیہ اس کو پہنچ گئی اور عقد فسخ ہو چکا ہے تو اس پر مسلم فیہ کا پھیرنا واجب ہے اس کے مسلم فیہ کا مثل مسلم الیہ کو دے کر اپنا راس المال لے لیوے کذانی الاصل۔

(۱۴) باپ کا دین کے عوض صغیر کا غلام رہن رکھنا

باپ کو اپنے دین کے عوض میں صغیر کا غلام رہن رکھنا درست ہے۔

فائدہ:۔ اور ابو یوسفؒ وزفرؒ کے نزدیک صحیح نہیں اور یہی قیاس ہے واسطے اعتبار حقیقت ایفا کے اور وجہ استحسان یہ ہے کہ اعتبار حقیقت ایفا میں ازالہ ملک صغیر ہے بلاعوض فی الحال اور جواز رہن میں مقرر کرنا حافظ کا ہے اس کے مال کے لئے باوجود بقائے ملک کے۔ کذا فی الاصل۔

اسی طرح وصی کو پھر اگر مرہون تلف ہو جاوے تو بقدر دین باپ یا وصی صغیر کے لئے ضامن ہوں گے نہ زیادہ کے درمختار۔

(۱۵) وبثمن عبداوخل او ذكية ان ظهر العبد حراوالخل خمراوالذكية ميتة اى اشترى عبدااوخلااوشاةً مذبوحة ورهن ثمن المشترى وهو عشرة دراهم مثلاً شيئا ثم ظهر العبد حرا والخل خمراوالشاة ميتة فالرهن مضمون اى ان هلك وقيمته عشرة دراهم او اكثر فعلى المرتهن عشرة دراهم يوديها الى الراهن وان كانت قيمته اقل فعليه القيمة لان رهنه بدين واجب ظاهر (۱۶) لو ببدل صلح عن انكاران اقران لادين صالح مع انكاره ورهن ببدل الصلح شيًا ثم تصاد قاعلى ان لادين فالرهن مضمون كما ذكرنا (۱۷) ورهن الحجرين والمكيل والموزون فان رهن بجنسه فهلكه بمثله قدرامن دينه ولاعبرة للجودة قوله قدرالتميز من مثله.اى يعتبر المماثلة فى القدروهوالوزن والكيل بلااعتبارالجودة وعندهما يعتبر.القيمة فيقوم بخلاف الجنس ويكون رهنا مكانه فان رهن ابريق فضة وزنه عشرة دراهم بعشرة دراهم فهلك فعند ابى حنيفة هلك بالدين وعندهما انكان قيمته مثل وزنه اواكثرفكذاوانكان قيمته اقل وهى ثمانية مثلاً يشترى بثمانية دراهم ذهب ليكون رهنا مكانه فان قيل فى هذا التركيب وهو قوله فهلكه بمثله قدرا من دينه نظرلان الدين اذا كان خمسة عشرة ووزنه عشرة وقد هلك فقد هلك بعشرة دراهم من الدين فعلى المديون خمسة فيكون من التبعيض فلايتناول مااذاكان وزنه عشرة والدين عشرة لان التبعيض غير ممكن ولا يكون للبيان هنالانه لماارید به التبعيض فى صورة لايكون للبيان فى صورة اخرى لان المشترك لاعموم له ولا يتناول ايضاً اذا كان وزنه خمسة عشروالدين عشرة لانه يصير معناه ان هلاكه بمقدار خمسة عشرمن الدين وهو عشرة فهذا غير مستقيم قلنا ليس غرضه بيان انه باى شئ مضمون فى صورة بل الغرض انه هالك باعتبار الوزن لاباعتبار القيمة فتقديره انه هالك بمثله وزنامن الدين اذاكان الدين زائدا فاذا علم الحكم فى هذه الصورة يعلم فى صورة المساواة وفى صورة ان يكون الوزن زائد اعلى الدين لما عرف ان الفضل امانة

(۱۵) ثمن غلام کے عوض رہن رکھا اور غلام آزاد نکلا

اگر ایک شخص نے غلام یا سرکہ یا جانور مذبوح خریدا اور اس کے ثمن کے عوض میں بائع پاس کوئی چیز گرو کردی بعداس کے وہ غلام آزاد نکلا اور وہ سرکہ خمر نکلا اور وہ جانور مردار نکلا اور شے مرہون بائع پاس تلف ہوگئی تو بائع پر اس کا ضمان لازم آوے گا۔

فائدہ:۔تو اگر قیمت مرہون کی برابر ثمن کے ہے یا اس سے زیادہ تو بقدر ثمن بائع کو ضمان دینا ہوگا اور جو اس سے کم ہے تو بقدر قیمت۔

(۱۶) منکر دین کا بدل صلح کے عوض رہن رکھنا

ایک شخص منکر تھا دین کا لیکن اس نے صلح کر لی مدعی سے اور بدل صلح کے بدلے میں کوئی چیز گرو کر دی پھر مدعی نے تصدیق کی کہ واقع میں دین نہ تھا تو شے مرہون راہن کو پھروا دی جاوے گی اور جو وہ شے مرتہن پاس تلف ہوگئی تو اس کا ضمان مرتہن پر آوے گا مثل مذکور کے۔

(۱۷) چاندی، سونے اور مکیل وموزون کو رہن رکھنا

اور صحیح ہے رہن رکھنا چاندی اور سونے اور مکیل اور موزون کا تو اگر رہن رکھنا ان چیزوں کو اپنی جنس کے ساتھ اور مرہون ہلاک ہو گیا تو ہلاک ہوگا بمقابلہ مثل اس کے دین میں سے از روئے وزن یا کیل کے نہ باعتبار کھوٹے اور کھرے پن کے۔

فائدہ:۔یعنی جودت اور ردات کا اعتبار نہ ہوگا یہ مذہب امامؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک جودت وردات کا اعتبار ہے اور اعتبار قیمت کا ہے تو قیمت مرہون کی لگا کر خلاف جنس سے اس کو رہن کر دیں گے بعوض مرہون کے مثلاً ایک ابریق چاندی کی جس کا وزن دس درم تھا دس درم کے عوض میں رہن رکھی اب وہ ابریق تلف ہوگئی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دین کے مقابلے میں ہلاک ہوگئی یعنی دین ساقط ہوگیا اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر قیمت ابریق کی دس درم ہے یا زیادہ ہے تو ایسا ہی حکم ہے اور جو قیمت اس کی دس درم سے کم ہے مثلاً آٹھ درم ہیں تو ان آٹھ درم کے بدلے میں سونا خرید کر کے بعوض ان دس درم کے رہن کر دیں گے کذافی الاصل۔

(۱۸) ومن شری شیئا علی ان یرهن شیئا او یعطی کفیلا بعینهما من ثمنه وابی صح استحسانا والقیاس ان لایجوز لانه صفقه فی صفقة ووجه الاستحسان انه شرط ملائم لان الکفالة والرهن والاستیثاق ملائم للوجوب وانما قال بیعنهما لانه لو لم یکن الرهن او الکفیل معینا یفسد البیع ولایجبر علی الوفاء هذا عندنا لانه لاجبر علی التبرعات وعند زفررحمه الله تعالیٰ یجبر لان الرهن اذا شرط فی البیع صارحقا من حقوقه کالوکالة المشروطة فی الرهن وللبائع فسخه الااذا اسلم ثمنه حالااو قیمة الرهن رهنا اذعندنا لما صح الشرط فانه وصف مرغوب فبفواته یکون للبائع حق الفسخ فان قال لبائعه امسک هذا حتی اعطی ثمنک فهورهن ای اعطی المشتری البائع شیًا غیر مبیعه وقال امسک هذا حتی اعطی ثمنک یکون رهنالانه تلفظ بما ینبئ عن الرهن والعبرة للمعانی وعند زفرؒ لایکون رهنا (۱۹) وان رهن عینا من رجلین بدین لکل منهما صح وکله رهن من کل منهما ای یصیر کله محبوسا بدین کل واحدلاان نصفه یکون رهنا عندهذا ونصفه عند ذلک وهذا بخلاف الهبة من رجلین حیث لایصح عند ابی حنیفةؒ فان الاول یقبل الوصف

بالتجزی بخلاف الهبة واذا تهائیا فکل فی نوبته کالعدل فی حق الأخر ولوهلک ضمن کل حصته فان عندالهلاک یصیر کل مستوفیا حصته والاستیفاء مما یتجزی فان قضے دین احدهما فکله رهن للاٰخر لمامران کله رهن عندکل واحد وان رهنارجلا رهناً بدین علیهما صح بکل الدین ویمسکه الی قبض الکل وانما صح هذا لان قبض الرهن وقع فی الکل بلا شیوع وبطل حجة کل منهما انه رهن هذا منه وقبضه هذه مسئلة متبدأة لاتعلق لها بماسبق وسورتها ان کل واحد من الرجلین ادعی ان زیدارهن هذا العبد من هذا المدعے وسلمه الیه واقام علے ذلک بینة تبطل حجة کل واحد لانه لایمکن القضاء لکل واحد منهما ولالاحدهما لعدم اولویته ولاالی القضاء لکل بالنصف الشیوع (۲۰) ولومات راهنه والرهن معهما فبرهن کل ذلک کان مع کل نصفه رهنا بحقه هذا قول ابی حنیفة ومحمد وهو استحسان وعند ابی یوسف هذا باطل وهوالقیاس کما فی الحیوة وجه الاستحسان ان حکمه فی الحیوة وهو الحبس والشیوع یضره وبعدالممات الاستیفاء بالبیع فی الدین والشیوع لایضره

(۱۸) معین چیز کے رہنے کی شرط پر بیع کرنا

جس شخص نے کوئی چیز اپنی بیچی اس شرط پر کہ مشتری کسی معین چیز کواس کے ثمن کے بدلے میں رہن کر دیوے یا کسی معین شخص کی ضمانت دے دیوے تو یہ عقد صحیح ہے استحساناً۔(اور مقتضائے قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہواس لئے کہ یہ صفقہ ہے صفقہ میں وجہ استحسان یہ ہے کہ یہ شرط مناسب ہے اس واسطے کہ رہن و کفالت واسطے مضبوطی کے ہے اور مضبوطی مناسب وجوب کےاور جومرہون یاکفیل معین نہ ہووے تو عقد فاسد ہے کذافی الاصل)لیکن مشتری پر جبر نہ کیاجاوے گا رہن رکھنے پر(اس واسطے کہ رہن اور وعدۂ رہن لازم الوفانہیں ہے اور زفرؒ کے نزدیک جبر ہوگا)البتہ بائع کو فسخ کا اختیار ہوگا اگر مشتری ثمن مبیع کا نقد نہ دیوے یااس شے کی قیمت جس کے رہن کرنے کا وعدہ کیا تھا بطور رہن کے بائع کے حوالے نہ کرے تواگرکسی نے ایک چیز مول لے کر بائع سے یہ کہا کہ اس کوتو اپنے پاس رہنے دے جب تک میں اس کا ثمن ادا کروں تو وہ شے ثمن کے عوض میں بائع پاس رہن ہوجاوے گی۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ معنی رہن پائے گئے گوالفاظ رہن کے نہ آویں پھراگر مشتری اس کو نہ چھڑاوے اوراس شے کے بگڑ جانے کا خوف ہوجیسے وہ چیز گوشت یااور کوئی کھانا ہووے تو بائع کو درست ہے کہ کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے تو اگر ثمن اول سے زیادہ پر بیچے تو زیادتی خیرات کردیوے درمختار۔

(۱۹) دوقرض خواہوں کے ہاں ایک چیز رہن رکھنا وبالعکس

اگر زید عمرو اور بکر کا مدیون تھا اب زید نے دونوں کے قرضے کی بابت میں دونوں پاس ایک چیز کو رہن کر دیا تو صحیح ہے اور ہرایک کے پاس پوری شے رہن ہوگی (یعنی یہ نہ ہوگا کہ نصف ایک کے پاس گرو ہووے اور نصف دوسرے پاس اور یہ برخلاف ہبہ کے ہے کہ ہبہ ایک چیز کا دوشخصوں کوامامؒ کے نزدیک نادرست ہے)تو اگر عمرو اور بکر نے اس شے کے رکھنے کی باری مقرر کر لی یعنی مثلاً ایک دن وہ شے عمرو کے پاس رہے اور ایک دن بکر پاس تو ہر ایک دوسرے کی باری میں مثل

عدل کے ہوگا اور جو وہ شے ہلاک ہو جاوے گی تو ہر ایک پر ضمان اس کا بقدر حصہ دین کے لازم آوے گا پس اگر زید نے عمرو کا قرضہ ادا کر دیا تو وہ شے پوری کی پوری بکر پاس رہے گی جب تک اس کا قرضہ ادا نہ ہو لیوے اور جو عمرو و بکر زید کے مقروض تھے ان دونوں نے اپنے قرضے کے عوض میں ایک شے زید کے پاس گرو کر دی تو صحیح ہے وہ چیز کل دین کے عوض گرو رہے گی جب تک زید پور قرضہ اپنا دونوں سے نہ پالے گا تب تک وہ شے نہ دے گا اگر دونوں شخصوں نے دعویٰ کیا زید پر اس طرح پر کہ ہر ایک نے یہ کہا کہ زید نے اس غلام کو جواب بالفعل زید کے قبضے میں ہے میرے پاس گرو رکھا اور مجھے تسلیم کر کے پھیر لے گیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کئے (اور تاریخ رہن کسی نے بیان نہ کی اس لئے کہ اگر تاریخ بیان کریں گے تو تاریخ سابق والا اولیٰ ہوگا درمختار)

☆ تو دونوں گواہیاں لغو اور باطل ہو جاویں گی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ کوئی صورت ترجیح کی یہاں نہیں ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ آدھا غلام اس کے پاس رہن ہووے اور آدھا اس کے پاس رہنے ہووے اور نہ کوئی ان دونوں میں سے غلام پر قابض ہے تا قبضے سے ترجیح ہو اس کے رہن کو۔

(۲۰) راہن مر گیا اور غلام مرہون دو کے قبضہ میں ہے

اور جو راہن مر گیا ہووے اور غلام مرہون دونوں کے قبضے میں ہووے اور ہر ایک اسی طرح اپنے دعویٰ پر گواہ قائم کرے تو ہر ایک کے پاس نصف غلام کے رہن ہونے کا حکم ہوگا۔

فائدہ:۔ یہ قول ہے طرفینؒ کا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ باطل ہے اور وہی قیاس ہے اور دلیل طرفینؒ کی اصل کتاب اور ہدایہ میں مذکور ہے۔

فائدہ (۱) رہن میں میعاد مقرر کرنا

میعاد مقرر کرنا رہن میں مفسد رہن ہے لیکن حکم رہن فاسد کا مثل حکم رہن صحیح کے ہے۔

فائدہ (۲) راہن کا غائب ہو جانا

اگر راہن ایسا غائب ہو جاوے کہ اس کا پتہ نہ ہووے اور مرتہن قاضی کے پاس شے مرہونہ کی بیع کی درخواست کرے تو قاضی اس کو بیچ کر مرتہن کا روپیہ ادا کر سکتا ہے درمختار۔

باب الرهن عند عدل

(۱) يتم الرهن بقبض عدل شرط وضعه عنده هذا عندنا وقال مالكؒ لايجوز لان يده يدالمالك ولهذا يرجع عليه عندالاستحقاق فانعدم القبض قلنا يده على الصورة يدالمالك وفى الماليه يدالمرتهن لان يده يدضمان والمضمون المالية فنزل منزلة شخصين (۲) ولاخذ لاحد هما منه وضمن بدفعه الى احدهما (۳) وهلكه معه هلك رهن (۴) فان وكل العدل او غيره ببيعه اذاحل اجله صح فان شرط اى التوكيل فى الرهن لاينعزل بالعزل ولابموت الراهن او المرتهن (۵) بل بموت الوكيل سواء كان الوكيل المرتهن اوالعدل او غيرهما واذامات الوكيل لايقوم وارثه اووصيه مقامه عندنا وعند ابى

يوسف ان وصى الوكيل يملك بيعه وله بيعه بغيبة ورثته اى للوكيل بيع المرهون بغيبة ورثة الراهن (٦) ولايبيع الراهن او المرتهن الابرضى الأخر اى لايكون للراهن بيع الرهن الابرضاء المرتهن وايضالايكون للمرتهن بيع الرهن الابرضاء الراهن بان وكله او باعه فاجاز الراهن بيعه فان حل اجله وراهنه غائب اجبرا لوكيل على بيعه كالوكيل بالخصومة غاب موكله وإباهافان الوكيل يجبر على الخصومة فالحاصل ان الوكيل لايجبر على التصرف الاان فى هذه الصورة اذا غاب الراهن وابى الوكيل عن البيع فان المرتهن يتضرر فيجبر الوكيل على البيع كما يجبر على الخصومة اذا غاب الموكل فان الموكل اعتمد عليه وغاب فلولم يخاصم يتضرر المؤكل ويضيع حقه فيجبرالوكيل على الخصومة وكذا يجبرلوشرط بعد الرهن فى الاصح اعلم ان فى الجبر قولين احدهما ان الجبر انما يثبت اذاكانت الوكالة لازمة وهى ان تكون فى ضمن عقدالرهن فان كان بعده لايجبر والأخران الجبربناء على ان حق المرتهن يضيع فيجبر كالوكيل بالخصومة اذا غاب الموكل وانما كان هذاالقول اصح لان عدم الدليل لايدل على عدم المدلول خصوصا اذاوجددليل أخرفان باعه العدل فالثمن رهن فهلكه كهلكه فان اوفى ثمنه المرتهن فاستحق اى الراهن

باب شے مرہون کو عدل کے پاس رکھنے کے بیان میں

(۱) عدل کے قبضہ سے رہن کا تمام ہو جانا

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون کو عدل کے پاس رکھا دیا اور عدل نے شے مرہون پر قبضہ کرلیا تو رہن تمام ہو جاوے گی اور امام مالکؒ کے نزدیک تمام نہ ہوگی۔

(۲) عدل کے پاس مرہون کی حیثیت

اور راہن اور مرتہن دونوں میں سے کسی کو اس کے لے لینے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر عدل شے مرہون کو حوالے راہن یا مرتہن کے کرے گا تو تاوان دے گا۔

فائدہ:۔اس لئے کہ دونوں کا حق اس سے متعلق ہے تو عدل راہن کا امانت دار ہے عین کے حق میں اور مرتہن کا امانتدار ہے مالیت کے حق میں اور ہر شخص دوسرے سے اجنبی ہے اور امانت دار پر تاوان لازم آتا ہے اگر وہ اجنبی کو دے دیوے کذافی الدرر۔

(۳) عدل کے پاس رہن کا تلف ہونا

اور اگر وہ شے مرہون عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو مرتہن کے ضمان میں ہلاک ہوگی۔

فائدہ:۔یعنی حکم اس کا ایسا ہی ہوگا جیسے وہ شے مرتہن کے پاس ہوتی اور تلف ہو جاتی۔

(۴) تکمیل میعاد پر مرہون کی فروخت کے لئے توکیل

اور جو راہن قرضے کی میعاد پوری ہونے پر عدل کو یا کسی اور کو (جیسے مرتہن یا اور کسی کو در مختار)

☆ مرہون کے فروخت کرنے کے لئے وکیل کرے تو درست ہے پھر اگر یہ وکالت عقد رہن میں مشروط ہو تو راہن کے موقوف کرنے سے یا مر جانے سے یا مرتہن کی موت سے وہ وکیل

معزول نہ ہوگا بلکہ اگر وکیل مرجاوے گا تو وکالت جاتی رہے گی۔

فائدہ:۔ اور اس کا وارث یا وصی قائم مقام اس کے نہ ہو گا اور ابو یوسفؒ کے نزدیک وصی اس کا بیع کر سکتا ہے کذافی الاصل درمختار میں ہے کہ وکیل بالبیع اس مقام میں جبر کیا جاوے گا او پر بیع کے یعنی حاکم اس کو قید کرے گا تین روز اگر اس پر بھی نہ بیچے تو حاکم اس کو بیچ ڈالے گا اور اگر یہ وکالت بعد عقد رہن کے مشروط ہوئی ہو تو اس کا بھی حکم یہی ہے۔

(۵) راہن کی موت کے بعد وکیل کا اختیار

تو اگر راہن مرگیا تو اس وکیل کو شے مرہون کی بیع ورثہ کی غیبت میں بھی درست ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ وکیل کو راہن کی حیات میں بھی بغیر موجودگی اس کی کے بیع درست تھی درمختار۔

(۶) مرہون کی فروخت کیلئے فریقین کی رضامندی

راہن اور مرتہن میں سے کسی کو شے مرہون کا بیچنا بدوں دوسرے کی رضامندی کے نہیں ہو سکتا اگر مدت قرضے کے وعدے کی پوری ہوجاوے اور راہن غائب ہووے تو وکیل پر جبر کیا جاوے گا واسطے بیع مرہون کے اگرچہ عقد وکالت بعد راہن کے مشروط ہوا ہو صحیح تر قول میں جیسے وکیل بالخصومۃ پر جب موکل غائب ہووے واسطے خصومت کے جبر کیا جاوے گا۔

(۷) ففی الهالک ای اذاهلک الرهن فی یدالمشتری ضمن المستحق الراهن قیمته وصح البیع والقبض اوالعدل ثم هوالراهن وصححا اوالمرتهن ثمنه وهوله ورجع المرتهن علے راهنه بدینه ای المستحق اما ان یضمن الراهن قیمة الرهن لانه غاصب وح صح البیع وقبض الثمن لان الراهن ملکه باداء الضمان واما ان یضمن العدل القیمة لانه متعد بالبیع والتسلیم وح العدل بالخیار اما ان یضمن الراهن القیمة وح صح البیع وقبض الثمن واما ان یضمن المرتهن الثمن الذی اداه الیه وهوله ای ذلک الثمن یکون للعدل فیرجع المرتهن علے راهنه بدینه وفی القائم اخذه ای المستحق المرهون من مشتریه ورجع هو علے العدل بثمنه ثم هو علے الراهن به وصح القبض او علے المرتهن بثمنه ثم هوعلی الراهن بدینه ای العدل بالخیار امان یرجع علے الراهن بالثمن وح صح قبض المرتهن الثمن واما ان یرجع علے المرتهن ثم المرتهن یرجع علے الراهن بدینه وان لم یشترط التوکیل فی الراهن رجع العدل علے الراهن فقط قبض المرتهن ثمنه اولاای ماذکر خیارالعدل بین تضمین الراهن اوالمرتهن انما یکون اذا کانت الوکالة مشروطة فی عقدالرهن فانه ح تعلق حق المرتهن بالوکالة فللعدل تضمین المرتهن لانه باعه لحقه اما اذالم تکن مشروطة فی الرهن تکون کالوکالة المفردة فانه اذاباع الوکیل وادی الثمن الی آخربامرالموکل ثم لحقه عهدة لایرجع علے القابض فههنا لایرجع الاعلے الراهن سواء قبض المرتهن الثمن اولم یقبض وصورة مالم یقبض ان العدل باع الرهن بامرالراهن وضاع الثمن فی یدالعدل بلاتعدیة ثم

استحق المرهون فالضمان الذی یلحق العدل یرجع به علی الراهن (۸) فان هلک الرهن مع المرتهن فاستحق وضمن الراهن قیمته هلک بدینه ای یکون مستوفیا دینه وان ضمن المرتهن رجع علی الراهن بقیمته وبدینه ای المستحق بالخیاربین تضمین الراهن او المرتهن فان ضمن الرهن ملکه باداء الضمان فصح الراهن وان ضمن المرتهن یرجع علی الراهن بالقیمة لانه مغرور من جهة الراهن وبالدین لانه انتقض قبضه فیعود حقه کما کان قیل علیه لما کان قرارالضمان علی الراهن والملک فی المضمون یثبت لمن علیه قرارالضمان فتبین انه رهن ملک نفسه.

(۷) زرثمن مرہون کا عدل کے پاس ہونا

تو اگر شے مرہون کو عدل نے بیچ ڈالا تو اس کا زرثمن رہن رہے گا اب اگر زرثمن عدل کے پاس تلف ہو جاوے تو حکم ایسا ہوگا جیسے شے مرہون تلف ہو جاوے سو اگر عدل نے زرثمن مرہون کا مرتہن کو دے دیا اب وہ شے مرہون سوا راہن کے اور کسی کی نکلی اور مرہون مشتری پاس تلف ہو گیا ہے تو شخص مستحق کو اختیار ہے اگر وہ تاوان راہن سے لیوے قیمت مرہون کا اس لئے کہ وہ غاصب ہے تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونوں صحیح ہو جاویں گے اس واسطے کہ راہن شئے مرہون کا مالک ہو گیا بوجہ ادائے ضمان کے اور جو وہ تاوان عدل سے لیوے قیمت مرہون کا اس لئے کہ وہ متعدی ہے بسبب بیع اور تسلیم کے تو عدل کو اختیار ہوگا یا راہن سے ضمان لیوے قیمت مرہون کا تو بیع اور قبضہ مرتہن کا ثمن پر دونوں صحیح ہو جاویں گے یا وہ ثمن مرتہن سے پھیر لیوے اور وہ ثمن اسی عدل کا ہو جاوے گا اور مرتہن اپنا دین راہن سے وصول کر لیوے اور جو شے مرہون مشتری پاس موجود ہے تو مستحق اپنی شے اس سے لے لیوے اور مشتری عدل سے اپنا ثمن وصول کر لیوے پھر عدل کو اختیار ہے خواہ وہ راہن سے ثمن بھر لیوے تو قبضہ مرتہن کا ثمن پر صحیح ہو جاوے گا خواہ مرتہن سے ثمن پھیر لیوے اور وہ راہن سے اپنا دین بھر لیوے اور یہ اختیار عدل کو اس صورت میں ہے کہ وکالت عقد رہن میں مشروط ہو اور جو بعد عقد رہن کے مشروط ہو تو عدل صرف راہن پر رجوع کرے گا خواہ مرتہن نے ثمن پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

فائدہ:۔ صورت اس کی یہ ہے کہ عدل نے شے مرہون کو راہن کے حکم سے بیچا اور قیمت عدل پاس جاتی رہی بغیر اس کی تعدی کے بعد اس کے مرہون کسی اور کا نکلا تو تاوان جو عدل پر ہوگا عدل اس کا رجوع راہن پر کرے گا کذا فی الاصل۔

(۸) مرہون کا راہن کے ہاں تلف ہونا

اگر مرہون تلف ہو گیا مرتہن پاس بعد اس کے معلوم ہوا کہ وہ سوا راہن کے اور کسی کا تھا اور اس شخص مستحق نے قیمت اس کی راہن سے بھر لی تو مرہون ہلاک ہوا بعوض دین کے۔ (یعنی راہن ادائے ضمان سے مالک ہو گیا اس شے مرہون کا اور مرتہن بسبب ہلاک مرہون کے گویا اپنا دین پا چکا) اور جو مستحق نے قیمت اس کی مرتہن سے بھر لی تو مرتہن راہن سے مرہون کی قیمت اور اپنا دین بھی وصول کر لیوے۔

باب التصرف والجناية فے الرهن

(۱) وقف بیع الراهن رهنه فان اجازمرتهنه او قضے دینه نفذوصارثمنه رهنا وان لم یجز وفسخ لاینفسخ فے الاصح وصبر المشتری الی فک الرهن او الرفع الی القاضی لیفسخ اعلم ان المرتهن اذا فسخ ینفسخ فی روایة والاصح انه لا ینفسخ لان حقه فی الحبس لایبطل بانعقاد هذا العقد فبقی موقوفافالمشتری ان شاء صبرالی فک الرهن او رفع الامرالی القاضی لیفسخ البیع (۲) وصح اعتاقه وتدبیره واستیلادو رهنه فان فعلها غنیا ففی دینه حالااخذدینه وفی موجله قیمته للرهن بدلاالی محل اجله ای اخذقیمته لاجل ان یکون رهنا عوضا من المرهون الی زمان حلول الاجل وفائدة تظهراذاکانت القیمة من غیر جنس الدین کما اذاکانت القیمة الدراهم والدین کربرولاقدرة له علے اداء الدین فی الحال فیکون الدراهم رهنا الی محل الاجل وان فعلها معسراففے العتق سعی العبد فی اقل من قیمته ومن الدین فیرجع علے سیده غنیا وفی اختیه سعی فے کل الدین ولا رجوع فان الراهن اذا اعتق وهو معسر فان کان الدین اقل من القیمة سعی العبد فی الدین وان کانت القیمة اقل سعی فے القیمة لانه انما یسعے لانه لما تعذرالمرتهن استیفاء حقه من الراهن یاخذه ممن ینتفع بالعتق والعبد انما ینتفع بمقدارمالیته ثم یرجع بما سعے علے السید اذا ایسرسیده لانه قضے دینه وهو مضطرفیه بحکم الشرع فیرجع علیه بما تحمل عنه وفی التدبیر والاستیلادسعی فی کل الدین لان کسب المدبر والمستولدة ملک المولی فیسعیان فی کل دینه ولارجوع واتلافه رهنه کاعتاقه غنیا اے ان اتلف الراهن الرهن فکما اعتقه غنیا ای ان کان الدین حالا اخذمنه الدین وان کان مؤجلا اخذ قیمته لیکون رهنا الی زمان حلول الاجل (۳) واجنبے اتلفه ضمنه مرتهنه وکان ای الضمان رهنا معه (۴) ورهن اعاره مرتهنه راهنه او احدهما باذن صاحبه اٰخرسقط ضمانه فهلکه مع مستعیره هلک بلا شی ولکل منهما ان یرده رهنا فان مات الراهن قبل رده فالمرتهن احق به من الغرماء لان حکم الرهن باق فیه لان یدالعارية لیست بلازمة وکونه غیر مضمون لایدل علے انه غیر مرهون فان ولدالرهن مرهون غیر مضمون ومرتهن اذن باستعمال رهنه واستعاره من راهنه لعمل

بیان میں تصرف اور جنایت کے مرہون میں

(۱) راہن کا بلا اجازت مرہون کو بیچنا

اگر بلا اجازت مرتہن راہن نے شے مرہون کو بیچ ڈالا تو یہ بیع مرتہن کی اجازت پر یا اس کا دین ادا کرنے پر موقوف رہے گی تو اگر مرتہن نے اجازت دیدی تو قیمت مرہون کی رہن رہے گی مرتہن پاس اور جو مرتہن نے اجازت نہ دی بلکہ بیع کو فسخ کیا تو فسخ نہ ہوگی صحیح تر قول میں پس مشتری کو چاہئے

کہ صبر کرے یہاں تک کہ مرہون چھوٹ جاوے یا اس امر کا مرافعہ کرے قاضی تک تا وہ بیع کو فسخ کر دیوے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ مرتہن جب فسخ کر دے بیع راہن کو تو ایک روایت میں بیع فسخ ہو جاتی ہے لیکن اصح یہ ہے کہ فسخ نہ ہوگی اس واسطے کہ حق اس کا جس مرہون کا ہے اور وہ باطل نہیں ہوتا انعقاد اس عقد سے پس باقی رہیں گے عقد موقوف کذا فی الاصل۔

(۲) راہن کا مرہون کو آزاد یا مدبر یا ام ولد بنانا

اور صحیح ہے راہن کو آزاد کر دینا اور مدبر کر دینا اور ام ولد بنانا مرہون کا تو اگر راہن مالدار ہو اور مرتہن کا دین بلا میعاد ہووے تو مرتہن اپنا دین راہن سے لے لیوے اور اگر دین میعادی ہو تو مرتہن مرہون کی قیمت راہن سے لے کر مرہون کی جگہ اس کو میعاد تک رکھ چھوڑے اور جو راہن مفلس ہو تو آزاد کرنے کی صورت میں غلام سعی کرے کمتر مال کے ادا کرنے میں یعنی اگر قیمت کم ہو تو قیمت ادا کرے مشقت کر کے اور جو دین کم ہو تو دین ادا کرے اور جب مالک روپے والا ہو جاوے تو غلام اس سے پھیر لیوے اور تدبیر اور استیلاء کی سعی کرے کل دین کے ادا کرنے میں اور مولیٰ پر رجوع نہیں کر سکتا اور مثل اعتاق کے ہے اگر راہن مرہون کو تلف کر ڈالے اور وہ مالدار ہو تو دین اگر بلا میعاد ہے تو اسی وقت مرتہن لے لے گا اور جو میعادی ہے تو اس کی قیمت لے کر رکھ چھوڑے گا میعاد تک۔

(۳) اجنبی شخص کا مرہون کو تلف کرنا

اور جو شخص اجنبی مرہون کو تلف کر ڈالے تو مرتہن قیمت اس کی اس شخص سے وصول کر کے رکھ چھوڑے اور یہ قیمت راہن رہے گی دین کے وصول تک بجائے مرہون کے۔

(۴) مرہون کو عاریۃً دینا

اگر مرتہن شے مرہون کو عاریۃً دیوے راہن کو اور راہن پاس وہ شے تلف ہو جاوے یا راہن یا مرتہن ایک دوسرے کی اجازت سے کسی شخص ثالث کو مرہون عاریۃً دیوے اور اس کے نزدیک وہ شے ہلاک ہو جاوے تو ضمان شے مرہون کا ساقط ہو جاوے گا۔ (یعنی اس کی ہلاک سے دین مرتہن کا ساقط نہ ہوگا) اور مستعیر کے پاس وہ شے مفت تلف ہوگی اور راہن اور مرتہن ہر ایک کو پہنچتا ہے کہ پھر بدستور سابق اس شے کو لے کر رہن کر دیوے تو اگر راہن نے شے مرہون کو رد نہیں کیا مرتہن پر اور مر گیا تو مرتہن زیادہ حقدار ہے اس شے مرہون کا اور قرض خواہوں سے راہن کے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حکم رہن کا یہ ہے کہ جب راہن مر جاوے تو پہلے قرضہ مرتہن کا اس شے کو بیچ کر دیں گے بعد اس کے جو بچے گا اور قرض خواہوں کو راہن کے ملے گا اور عاریت عقد غیر لازم ہے اور غیر مضمون ہونا اس کا دلیل غیر مرہون ہونے کی نہیں پس تحقیق ولد رہن مرہون ہوتا ہے اور مضمون نہیں ہوتا کذا فی الاصل۔

(۵) ان هلک قبل عمله او بعده ضمن قیمة الرهن ولو هلک حال عمله لا (۲) وصح استعارة شئ لیرهن فیرهن بماشاء وان قید تقید بما عین من قدر وجنس ومرتهن وبلدفان خالف ضمن المعیر مستعیره ویتم رهنه بینه وبین مرتهنه او ایاه الضمیر راجع الی المرتهن

ومعطوف علی المستعیر ورجع هوبما ضمن وبدینه علی راهنه فان وافق وهلک مع مرتهنه فقد اخذ کل دینه ان کانت القیمة مثل الدین او اکثر وضمن مستعیره قدردین اوفاه منه لاالقیمة والبعض دینه الکانت اقل وباقی دینه علی راهنه ای ان وافق وهلک الرهن مع المرتهن فانکانت قیمته عشرة والدین عشرة فقد اخذ المرتهن کل الدین ویضمن المستعیر الدین الذی اوفاه وهو عشرة للمعیر وان کانت قیمته خمسة عشروالدین عشرة فقد اخذ المرتهن کل الدین فیضمن المستعیر الدین الذی اوفاه ای العشرة ولا یضمن القیمة لانه قدروافق فلیس بمتعدوان کانت القیمة عشرةً والدین خمسة عشر فقد اخذالمرتهن بعض الدین وهو عشرة وباقی الدین علی الراهن ویضمن المستعیر قدر ما او فاه من الدین وهو العشرة (۷) ولا یمتنع المرتهن اذا قضی المعیر دینه وفک رهنه اذهو یسعی فی تخلیص ملکه ویرجع علی الراهن بما ادی لانه غیر متبرع کما ذکرنا فلوهلک مع الراهن قبل رهنه او بعد فکه لایضمن وان استخدمه اورکبه من قبل لانه امین خالف ثم عاد الی الوفاق فلا یضمن خلافاللشافعی (۸) وجنایة الراهن علی الرهن مضمونة وجنایة المرتهن علیه تسقط من دینه بقدرها وجنایة الرهن علیهما وعلی مالهما هدرهذا عند ابی حنیفة وقالاجنایة الرهن علی المرتهن معتبرة لانها حصلت علی غیرمالکه وفی الاعتبار فائدة وهی الدفع بالجنایة الی المرتهن فان شاء الراهن والمرتهن ابطلاء الرهن ودفع بالجنایة الی المرتهن فان قال المرتهن لااطلب الجنایة فهو رهن علی حاله وله ان الجنایة حصلت فی ضمان المرتهن فعلیه تخلیصه فلا یقید وجوب الضمان له مع وجوب التخلیص علیه

(۵) مرہون کے استعمال کی اجازت اور اس کا ہلاک ہونا

اور اگر راہن مرتہن کو اذن دیوے مرہون کے استعمال کا یا مرتہن راہن سے مرہون کو عاریۃً لیوے واسطے استعمال کے تو اگر مرہون قبل عمل کے یا بعد عمل کے ہلاک ہو جاوے تو مرتہن اس کا ضامن ہوگا۔ (مثل رہن کے) اور جو حالت استعمال میں ہلاک ہو جاوے تو ضامن نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ وہ ہلاک ہوا بطور امانت واسطے قائم ہونے قبضہ عاریت کے درمختار۔

(۶) گرو رکھنے کے لئے عاریت لینا

صحیح ہے عاریت لینا شے کا واسطے گرو رکھنے کے تو مستعیر کو پہنچتا ہے کہ تو اس کو جتنے پر چاہے گرو کرے بشرطیکہ استعارہ مطلق ہو اور اگر معیر نے مقید کر دیا ہو اس کے رہن کرنے کو ساتھ مقدار دین کے یا جنس دین کے یا مرتہن معین یا شہر معین کے تو رہن اسی قید کے ساتھ مقید ہوگا پھر اگر مستعیر اس کے برخلاف کرے اور رہن ہلاک ہو جاوے تو معیر اس سے تاوان لیوے گا اور عقد رہن درمیان میں مستعیر کے اور مرتہن کے تمام ہو جاوے گا۔ (اس لئے کہ مستعیر ادائے ضمان سے اس شے کا مالک ہو گیا) اور جو معیر مرتہن سے تاوان

لیوے تو مرتہن اپنا دین اور جس قدر تاوان معیر کو دیا ہے دونوں راہن سے بھر لیوے اور جو مستعیر نے معیر کے کہنے کے خلاف نہ کیا اور وہ شے مرتہن پاس تلف ہوگئی تو مرتہن اپنا دین پا چکا اگر قیمت اس کی مثل دین کے ہووے یا زیادہ ہووے اور مستعیر بقدر اس دین کے جتنا اس نے مرتہن سے پایا ہے معیر کو دے گا نہ قیمت اس شے کی اور جو قیمت اس شے کی دین سے کم ہووے تو مرتہن بقدر قیمت کے اپنا دین پا چکا اور باقی راہن سے اور لے گا۔

فائدہ:۔ یعنی جب مستعیر نے موافق کہنے معیر کے عمل کیا اور شے مرہون مرتہن پاس ہوگئی تو اگر قیمت اس کی دس درم تھی اور دین بھی دس درم تھے تو گویا مرتہن اپنا دین پا چکا اور مستعیر دس درم معیر کو دے گا کیونکہ مستعیر نے اسی قدر درم مرتہن سے لئے تھے اگر چہ قیمت اس کی پندرہ درم ہیں لیکن پندرہ کا ضمان نہ دے گا اس لئے کہ موافق اس کے کہنے کے رہن رکھا تھا اور جو قیمت اس کی دس درم ہے اور دین پندرہ درم ہیں تو مرتہن نے اپنا ایک حصہ دین کا یعنی دس درم وصول پائے اور باقی پانچ درم مرتہن کے مستعیر پر باقی رہے لیکن اس صورت میں بھی مستعیر معیر کو دس درم دے گا اس لئے کہ معیر کی شے سے اسی قدر دین ساقط ہوا مستعیر کے ذمے سے کذافی الاصل۔

(۷) معیر کا زر ثمن دے کر رہن چھڑانا

اور جو اس صورت میں معیر نے روپیہ دین کا لا کر مرتہن کو دیا اور شے مرہونہ کا فک چاہا تو مرتہن پر جبر کیا جاوے گا واسطے قبول زر رہن کے اور شے مرہونہ معیر کو دینا پڑے گی بعد اس کے معیر جس قدر روپیہ دین کا اس نے دیا ہے مستعیر سے بھر لے گا اور جو مرہون ہلاک ہو گیا مستعیر پاس قبل رہن کے یا بعد فک رہن کے تو مستعیر ضمان نہ دے گا اگر چہ وہ مستعار سے خدمت یا سواری لے چکا ہووے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ وہ امین ہے جس نے مخالفت کی صاحب امانت کی اور پھر موافقت کی پس ضمان نہ ہوگا اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس صورت میں ضمان ہے کذافی الاصل اگر معیر اور مستعیر نے اختلاف کیا قدر مامور بہ میں دین سے تو قول معیر کا مقبول ہے اور جو شے مرہون ہلاک ہوگئی بعد اس کے راہن اور مرتہن نے نزاع کی دین میں اور قیمت میں بھی شے مرہونہ کے تو قول مرتہن کا مقبول ہے قدر دین اور قدر قیمت میں در مختار۔

(۸) راہن کا مرہون پر جنایت کرنا

اگر راہن کسی قسم کی جنایت شے مرہون پر کرے تو اس پر تاوان ہوگا اور جنایت مرتہن کی صورت میں بقدر جنایت کے دین اس کا ساقط ہوگا اور جو مرہون جنایت کرے راہن یا مرتہن کی یا ان دونوں کے مال پر تو وہ ہدر ہے یعنی باطل ہے اس کا کچھ عوض نہیں ہے اور کہا صاحبینؒ نے جنایت رہن کی مرتہن پر معتبر ہے۔

فائدہ:۔ اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے۔

(۹) ومن رهن عبدا يعدل الفا بالف موجل فصارت قيمته مائة فقتله رجل وعزم مائة وحل اجله قبض مرتهنه المائة من حقه وسقط باقيه لان نقصان السعر لايوجب سقوط الدين عندنا خلافا لزفرؒ فاذا كان الدين باقيا ويدالمرتهن يد الاستيفاء فيصير مستوفيا للكل من الابتداء وان باعه بامره وقبض ثمنه رجع بما بقى اى ان باعه المرتهن بامر الراهن بالمائة بعدان صار قيمته مائة وقبض ثمنه رجع بما بقى لان الدين لم يسقط بنقصان السعرلان نقصان

السعرليس هلاكالاحتمال العود علے ماکان واذاکان الدين باقيا وقد امرالراهن ان يبيعه بمائة يكون الباقي في ذمته (۱۰) وان قتله عبد يعدل مائة فدفع به فک بکل دينه هذا عند ابی حنيفةؒ وابی يوسفؒ وعند محمدؒ هو بالخيار ان شاء فكه وان شاء سلم العبد المدفوع الی المرتهن بماله وعند زفر رحمه الله يصيرز هنا بمائة لانه بقی الخلف بقدر العشر فيبقے الدين بقدره قلنا لزفررحمه الله ان العبد الثانی قائم مقام الاول فصار كما كان الاول قائما وتراجع بسعره ثم لمحمد ان المرهون تغير فی ضمان المرتهن فيخيرالراهن کالمبيع اذا قتل قبل القبض ولهما ان التغيرلم يظهر فی حق العبد لقيام الثانی مقامه (۱۱) فان جنی الرهن خطا افداه مرتهنه ولم يرجع ای علے الراهن لان الجناية حصلت فی ضمان المرتهن ولايملک الدفع لان المرتهن غير مالک فان ابی دفعه الراهن او فداه وسقط الدين ان ابی المرتهن ان يفديه قيل للراهن ادفع العبد اوا فدعنه واياًفعل سقط الدين واعلم ان الدين انما يسقط بتمامه اذا كان الدين اقل من قيمة الرهن اومساويا اما اذاکان اکثر يسقط من الدين مقدار قيمة العبد ولايسقط الباقی لکن لم يذكر فی المتن هذالان الظاهران لايكون الدين اکثر من قيمة الرهن (۱۲) وان مات الراهن باع وصيه رهنه وقضی دينه هذه مسئلة مبتدأة لاتعلق لها بمسئلة الجناية ای اذامات الراهن فوصيه يبيع الرهن باذن المرتهن ويقضے دينه كما اذاكان الراهن حياً فله البيع باذن المرتهن كذاههنا فان لم يكن له وصی نصب وصيا يبيعه

(۹) ہزار کے بدلہ ہزار کا غلام رکھا اور اس کی قیمت کم ہوگئی

اگر کسی شخص نے ایک غلام ہزار روپے کی قیمت کا رہن رکھا ہزار روپے میعادی پر اور نرخ کم ہوتے ہوتے اس کی قیمت سو روپیہ رہ گئی اب اس غلام کو کسی نے قتل کر ڈالا اور سو روپیہ کا تاوان دیا اب دین مرتہن کی مدت آ پہنچی تو مرتہن اسی سو روپیہ پر قبضہ کرے اور باقی دین اس کا ساقط ہوگیا۔

فائدہ:۔ بخلاف امام زفرؒ کے اور دلیل اس کی اصل میں مذکور ہے یہی حکم ہے اگر وہ غلام مرجاوے مرتہن پاس درمختار۔

☆ اور جو مرتہن نے اس کو راہن کے حکم سے سو روپیہ کو بیچ ڈالا جب اس کا نرخ سو کا ہوگیا تھا اور قیمت پر اس کی قبضہ کرلیا تو اب باقی روپیہ راہن سے لے گا۔

(۱۰) غلام مرہون کو سو روپیہ کے غلام کا قتل کر ڈالنا

اور جو اس غلام کو ایسے غلام نے مار ڈالا جس کی قیمت سو روپیہ تھی اور وہ غلام قاتل مقتول کے بدلے میں مرتہن پاس آیا تو راہن اس غلام کو کل دین ادا کر کے چھڑا دے گا۔

(۱۱) غلام مرہون کا قتل خطا کرنا

اور جو غلام مرہون نے قتل خطا کیا اور مرتہن نے اس کا فدیہ دیا تو وہ راہن سے نہ پھیرے گا تو اگر مرتہن نے انکار کیا فدیہ دینے سے پس راہن یا اس غلام کو دے دیوے یا اس کی طرف سے فدیہ دیوے تو دونوں صورتوں میں دین مرتہن کا

ساقط ہوجاوے گا۔

(۱۲) غلام کے راہن کا فوت ہوجانا

اور جو راہن مرگیا تو وصی اس کا رہن کو بیچ کر پہلے قرضہ مرتہن کا ادا کرے تو اگر اس کا کوئی وصی نہ ہووے تو قاضی اس کی طرف سے ایک وصی مقرر کردیوے۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ اس میت کے ورثہ کبار نہ ہوں ورنہ فک رہن ان کے ذمے ہے اور رہن باطل نہ ہوگا راہن اور مرتہن کے مرنے سے درمختار۔

فصل فی المتفرقات

(۱) عصير قيمته عشرة رهن بها فتخمر وتخلل وهو يعدلها اى الخل يعدل عشرة بقى رهنا بها فالحاصل ان ماهو محل للبيع محل للرهن ومالیس محلا للبيع ليس محلا للرهن والخمر ليس محلا للبيع ابتداء لكن محل له بقاء فكذا للرهن (۲) وشياة قيمتها عشرة رهنت بها فماتت فذبح جلدها فعدل درهما فهورهن (۳) به ونماء الرهن كولده ولبنه وصوفه وثمره لراهنه وهورهن مع اصله ويهلک بلاشئ فانه لم يدخل تحت العقد مقصوداً فان هلک اصله وبقى هوفک بقسط يقسم الدين على قيمته يوم فكه وقيمة اصله يوم قبضه ويسقط حصة اصله وفک بقسطه كما اذاكان الدين عشرة وقيمة الاصل يوم القبض عشرة وقيمة النما يوم انفک خمسة فثلثا العشرة حصه الاصل فيسقط وثلث العشرة حصة النماء فيفک به (۴) والزيادة فى الرهن تصح وفى الدين لاهذاعند ابى حنيفةؒ ومحمدؒ وعند ابى يوسفؒ يجوز الزيادة فى الدين ايضا فان الدين بمنزلة الثمن والزيادة فى الثمن يجوز قلنا لزيادة فى الدين توجب الشيوع فى الرهن وعندزفرؒ والشافعیؒ لايجوز فى شئ منهما كمالا يجوز فى المبيع والثمن عندهما وقدمر فى البيوع فان رهن عبدايعدل الفابالف فدفع عبدا كذلک رهنا بدل الاول فهو رهن اى الاول رهن حتى يرده الى راهنه ومرتهنه امين فى الأخر حتى يجعله مكان الاول ان يردالاول الى الراهن فح يصير الثانى مضمونا ولوابرا المرتهن راهنه عن دينه او وهبه منه فهلک الرهن اى فى يدالمرتهن هلک بلاشئ وهذا استحسان وفى القياس هلک بالدين وهوقول زفرؒ ولو قبض المرتهن دينه او بعضه من راهنه او غيره اوشرى بالدين عينا او صالح عنه علے شئ اواحال الراهن مرتهنه بدينه علے اخر ثم هلک رهنه معه هلک بالدين وردما قبض الى من ادى وبطلت الحوالة وكذالو تصادقاعلے ان لادين ثم هلک هلک بالدين حكم هذه المسائل مبنى على ان يدالمرتهن يداستيفاء يتقرر ذلک بالهلاک فاذا هلک تبين ان الاستيفاء وقع مكررافيرد ما قبض الى من ادى فان ادى المديون يرداليه وان ادى غيره يردالى ذلک الغيروان احال

تبطل الحوالة وفی صورة التصادق وجود الدین محتمل اذاعرفت هذا فزفرؒ قاس المسئلة الخلافية علی هذه الصورة ووجه الاستحسان هوالفرق بينهما وهو ان الهلاک بالدين يقتضی وجودالدين وبالا براء والهبة لايبقی الدين اصلابخلاف الاستيفاء فان بالاستيفاء لاينعدم الدين بل يثبت لكل منهما علی الأخر دين فيسقط الطلب لعدم الفائدة.

فصل مسائل متفرقہ متعلقہ رہن کے بیان میں

(۱) شیرہ انگور مرہونہ خمر ہوگیا

ایک شخص نے شیرۂ انگور گرو رکھا کہ قیمت اس کی دس درم ہے دس درم پر پھر وہ خمر ہوگیا پھر سرکہ ہوگیا اور سرکہ کی قیمت بھی دس درم ہے تو وہ سرکہ اس دس درم کے بدلے میں رہن رہے گا۔

(۲) بعوض دس درم مرہونہ بکری مرگئی

اور جو ایک بکری رہن رکھی دس درم پر اور اس کی قیمت بھی دس درم تھی پھر وہ مرگئی اور اس کی کھال دباغت کی گئی بعد دباغت کے اس کھال کی قیمت ایک درم ٹھہری تو وہ ایک ہی درہم پر رہن رہے گی۔

(۳) شی مرہونہ کی بڑھوتری

اور شے مرہون کی بڑھوتی جیسے اولا د دودھ بال پھل یہ سب راہن کے ہوں گے اور یہ چیزیں اصل شے مرہون کے ساتھ تبعاً رہن رہیں گی اور جو ہلاک ہوجاویں تو کچھ دین ان کے بدلے میں ساقط نہ ہوگا اور جو اصل شے ہلاک ہوجاوے اور یہ رہ جاویں تو دین کو ان چیزوں کی قیمت پر جو فک رہن کے دن ہووے اور اصل شے کی قیمت پر جو دن قبض کے تھی تقسیم کر کے اصل شے کے حصے کو ساقط کر دیویں گے اور یہ چیزیں بعوض اپنے حصہ دین کے فک کی جاویں گی۔

فائدہ:۔ مثلاً دین دس درم تھا اور قیمت اصل شے کی روز قبض کے دس درم تھی اور قیمت بڑھوت کی فک رہن کے روز پانچ درم ہے تو دو ثلث دس کے حصہ اصل کا ہے وہ ساقط ہوجاوے گا اور ایک ثلث دس کا حصہ بڑھوت کا ہے وہ دے کر بڑھوت کا فک کیا جاوے گا کذا فی الاصل۔

(۴) راہن کا مرہون میں زیادتی کرنا

اور زیادہ کر دینا مرہون میں صحیح ہے (مثلاً ایک کپڑا دس درم پر رکھا بعد اس کے ایک اور کپڑا دیدیا اب دونوں دس درم پر رہن ہوگئے) نہ دین میں پس اگر رہن رکھا ایک غلام کو جو ہزار روپے کا تھا بعوض ہزار کے پھر دوسرا غلام دیا کہ وہ بھی ہزار کا تھا بعوض اول غلام کے تو اول غلام رہن رہے گا جب تک مرتہن اس کو راہن کو نہ پھیر دیوے اور مرتہن دوسرے غلام میں امین رہے گا یہاں تک کہ اس کو بجائے اول کے کرلیوے اس طرح کہ غلام اول راہن کو پھیر دے پس اس وقت دوسرا غلام مضمون ہوگا اور اگر مرتہن نے راہن کو دین سے بری کر دیا یا وہ دین ہبہ کر دیا اسی راہن کو اب شے مرہون تلف ہوگئی مرتہن پاس تو مفت تلف ہوئی اور جو مرتہن نے اپنا کل دین لے لیا یا بعض دین راہن یا غیر راہن سے یا اس دین کے عوض میں کوئی چیز راہن سے خرید لی یا صلح کر لی اس دین سے اوپر ایک مال کے یا راہن نے اپنے دین کا حوالہ کر دیا ایک اور شخص کو بعد اس کے وہ شے مرہون تلف ہوگئی تو تلف ہوئی بعوض دین کے تو مرتہن نے جو لیا ہے پھیر دیوے اور حوالہ باطل ہو

جاوے گا یہی حکم ہے اگر راہن اور مرتہن نے اتفاق کیا اس بات پر کہ راہن پر دین نہیں ہے پھر مرہون تلف ہو گیا یعنی اب بھی بمقابلہ دین کے تلف ہوگا۔

فائدہ:۔ جو حکم رہن صحیح کا ہے وہی حکم رہن فاسد کا ہے اور رہن کرنا رہن کا باطل ہے خواہ اس کو راہن رہن رکھے یا مرتہن لیکن اگر مرتہن کے رہنے کو راہن جائز رکھے تو باطل نہ ہوگا طحطاوی و درمختار۔

کتاب الجنایات

(۱) اعلم ان القتل خمسة انواع عمد وشبه عمد وخطاء وجارمجری احظا والقتل بسبب فبين هذه الانواع باحكامها (۲) فقال القتل العمد ضربه قصداً بما يفرق الاجزاء كسلاح ومحددمن خشب اوحجر وليطة ونار هذا عند ابى حنيفةؒ وعندهما وعندالشافعیؒ ضربه قصدابمالايطيقه البينة حتے ان ضربه قصدا بحجر عظيم او خشب عظيم فهو عمد (۳) وبه ياثم (۴) ويجب القود عينا هذا عندنا خلافاللشافعیؒ فان القود غير متعين عنده بل الولى مخيربين القود واخذالدية لنا ان المال انما يجب فے الخطاء ضرورة صيانة الدم عن الهدراذلامماثلة بينه وبين النفس ففى العمد لايجب المال مع احتمال المثل صورة ومعنے (۵) لاالكفارة خلافا للشافعیؒ وهو يقول لما وجب فى الخطاء فاولى ان تجب فى العمد ونحن نقول لايلزم من كون الكفارة ساترة للخطاء كونها ساترة للعمد وهو كبيرة محضة (۶) وشبه العمد ضربه قصدا بغيرماذكر كالعصاء والسوط والحجرِ الصغير واما الضرب بالحجر العظيم والخشب العظيم فمن شبه العمد ايضا عند ابى حنيفةؒ خلافاً لغيره (۷) وفيه الاثم والكفارة ودية مغلظة علے العاقلة سياتى تفسير الدية المغلظة وتفسير العاقلة انشاء الله تعالىٰ بلاقود (۸) وهو فيمادون النفس عمداً اى ضربه قصدا بغير ماذكر فيما دون النفس عمد موجب للقصاص فليس فيما دون النفس شبه عمد وفى الخِطاء ولوعلے عبد انما قال هذالدفع توهم ان العبد مال وضمان الاموال لايكون علے العاقلة فمع ذلک اذاكان قتله خطاءً تكون الدية علے العاقلة (۹) قصداً كرميه مسلما ظنه صيدااوحربيا (۱۰) اوفعلاً كرميه غرضاً فاصاب آدميا الخطاء ضربان خطاء فى القصد وخطاء فى الفعل فالخطاء فى الفعل ان يقصد فعلا فصدرمنه فعل آخركمااذارمى الغرض فاخطاء فاصاب غيره والخطأ فى القصد ان لايكون الخطاء فى الفعل وانما يكون الخطاء فى قصده بانه قصد بهذا الفعل حربياً لكن اخطأ فى ذلک القصد حيث لم يكن ما قصده حربيا وليس فى الخطاء اثم القتل بل اثم ترک الاحتياط فان شرع الكفارة دليل الاثم (۱۱) وما جرى مجراه كنائم سقط علے آخر فقتله اى كقتل نائم سقط علے آخر فتلف ذلک الشخص بسبب سقوطه عليه (۱۲) كفارة ودية علے عاقلته (۱۳) وفى القتل بسبب كتلفه اے

كاتلافه بوضع حجر وحفربيرفي غير ملكه ديةً على العاقلة بلاكفارة ولاارث الاهنا هذا عندنا وعندالشافعيؒ تجب الكفارة ويثبت به حرمان الميراث الحاقا بالخطاء قلنا القتل معدوم حقيقة والحق بالخطاء في حق الضمان ففي غير بقي على اصله .

(یہ کتاب ہے جان اور اعضاء تلف کرنے کے مسائل کے بیان میں)

(۱) قتل کی اقسام

قتل کی پانچ قسمیں ہیں ایک قتل عمد دوسری قتل شبہ عمد تیسری قتل خطا چوتھی قتل جاری مجرای خطا پانچویں قتل بالسبب تو ہر ایک کے احکام مصنف نے جداگانہ بیان کئے۔

(۲) قتل عمد

قتل عمد مارنا ہے قصداً اس چیز سے جو اجزائے بدن کو پھاڑ ڈالے جیسے ہتھیار سے۔ (مثلاً تلوار، بندوق، چھری، پیش قبض، تیر بتر نیزہ، بھالا، بلم، جبیہ خنجر، کٹار، توپ وغیرہ) یا تیز چیز سے یعنی دھاردار سے اگرچہ لکڑی ہو یا پتھر ہو یا نرکل ہو یا آگ ہو۔

فائدہ:۔ اور جو چیز ہتھیار نہ ہو اور دھاردار بھی نہ ہو جیسے پتھر بے دھار کا یا لوہے کے بانٹ یا عمود آہنی یا اور کوئی چیز جو بوجھ کے سبب سے مار ڈالے مثلاً موٹھ کلہاڑی کی یا مگدر وغیرہ تو قتل اس سے قتل عمد نہ ہوگا بموجب مذہب امام صاحبؒ کے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبینؒ اور شافعیؒ کے نزدیک اگر بڑے پتھر سے یا لکڑی سے مارے تو وہ بھی قتل عمد ہے ہدایہ میں دلیل امام صاحبؒ کی یہ لکھی ہے کہ عمد ایک امر باطنی ہے اس پر اطلاع ممکن نہ تھی تو آلے کو قائم مقام کیا اس کے۔

(۳) قتل عمد کا گناہ

قتل عمد کے سبب سے قاتل گنہگار ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے **من قتل مومناً متعمداً فجزآؤه جهنم خالداً فيها و غضب الله عليه و لعنه واعدله عذاباً عظيماً** یعنی جس شخص نے قتل کیا مومن کو قصداً تو جزا اس کی جہنم ہے ہمیشہ رہے گا اس میں اور غصہ ہوا اللہ اس پر اور لعنت کی اس کو اور تیار کیا اس کے واسطے بڑا عذاب اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ زائل ہو جانا دنیا کا آسان تر ہے او پر اللہ تعالیٰ کے قتل سے مرد مسلمان کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور نسائیؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے اور وقف اس کا صحیح ہے اور روایت کی ترمذیؒ نے ابو سعیدؓ اور ابو ہریرہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کے لوگ شریک ہوں ایک مومن کے خون میں البتہ سرنگوں کرے گا اللہ ان سب کو آگ میں اور روایت کی ابوداؤدؒ ونسائیؒ نے ابوالدرداءؓ اور معاویہؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر گناہ اللہ بخش دے گا اس کو مگر جو شخص مشرک مرے یا کسی مومن کو قصداً قتل کرے اور مثل مومن کے قتل ذمی کا ہے جس کو امن دی گئی ہو اسلام میں روایت کی بخاریؒ نے عبداللہ بن عمروؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے اس کافر کو جس سے عہد ہو گیا ہو تو وہ نہ سونگھے گا بو جنت کی اور بیشک بو جنت کی چالیس برس کی مسافت سے معلوم ہوتی ہے۔

(۴) قاتل عمد پر قصاص واجب ہے

اور اس پر قصاص واجب ہوتا ہے فقط۔

فائدہ:۔ یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعیؒ کے نزدیک قصاص غیر معین ہے بلکہ ولی کو اختیار ہے چاہے قصاص لیوے

اور چاہے دیت اور ہم یہ کہتے ہیں کہ دیت وارد ہے صرف قتل خطا میں نہ عمد میں تو عمد میں قصاص علی التعیین واجب ہوتا ہے لیکن ولی جب قصاص چھوڑ دیتا ہے تو رضامندی سے مال واجب ہوتا ہے بطریق صلح کے خواہ وہ مال بقدر دیت ہو یا کم وبیش اور دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا کتب علیکم القصاص فی القتلی یعنی فرض کیا گیا اوپر تمہارے قصاص بیچ مقتولوں کے اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العمدھو القود الا ان یعفو ولی المقتول یعنی موجب قتل عمد کا قصاص ہے مگر یہ کہ ولی مقتول معاف کردے کذا فی العینی شرح الہدایۃ۔

(۵) قاتل عمد پر کفارہ نہیں ہے

نہ کفارہ۔

فائدہ:۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک کفارہ قتل عمد میں بھی واجب ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ کفارہ اس گناہ کو محو کرتا ہے جو خفیف ہو اور قتل خطا خفیف ہے برخلاف عمد کے کذا فی الاصل۔

(۶) قتل شبہ عمد

قتل شبہ عمد (اور اس کو خطائے عمد بھی کہتے ہیں چونکہ یہ قتل خطا اور عمد کے درمیان میں ہے) مارنا ہے قصداً غیر ان چیزوں سے جو قتل عمد میں مذکور ہوئیں (یعنی ہتھیار اور دھاردار چیز سے نہ ہووے) جیسے لاٹھی یا کوڑے یا بڑے پتھر یا لکڑی سے مارنا۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ وغیرہما کے نزدیک یہ بھی عمد ہے اور دلیل امام اعظمؒ کی حدیث ہے حسنؒ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل مقتول کا لکڑی اور کوڑے سے قتل شبہ عمد ہے اور اس میں سو اونٹ واجب ہیں روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں۔

(۷) قتل شبہ عمد کی سزا

قتل شبہ عمد سے قاتل گنہگار ہوتا ہے اور اس پر کفارہ واجب ہوتا ہے اور دیت مغلظہ اس کی عاقلہ پر لازم ہوتی ہے نہ قصاص۔

فائدہ:۔ یعنی قصاص نہیں آتا اگرچہ وارث قصاص طلب کرتے ہوں اور دیت مغلظہ اور عاقلہ کا بیان آگے آوے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۸) شبہ عمد مادون النفس

اور جو شبہ عمد مادون النفس میں ہووے تو وہ عمد ہے۔

فائدہ:۔ یعنی عمد اور شبہ عمد کا فرق قتل نفس میں ہے اور مادون النفس مثلاً کسی عضو کے تلف کرنے یا مجروح کرنے میں شبہ عمد اور عمد یکساں ہے بلکہ وہاں شبہ عمد کچھ نہیں ہے سب عمد ہے۔

(۹) قتل خطا کی پہلی صورت

قتل خطا اس کی دو صورتیں ہیں ایک خطا فی القصد (جس کو خطا فی المحل بھی کہتے ہیں) یعنی قاتل کے گمان اور قصد میں خطا واقع ہووے جیسے مسلمان کو تیر مارنا شکار یا حربی یا مرتد سمجھ کر اگرچہ وہ مسلمان کسی کا غلام ہو (تو محل میں خطا ہوئی اس لئے کہ قاتل نے اپنے گمان میں محل کو مباح سمجھ کر تیر مارا پھر وہ محقون الدم نکلا)

(۱۰) قتل خطا کی دوسری صورت

دوسری خطا فی الفعل جیسے اس نے تیر نشانے کو مارا وہ آدمی کے لگ گیا۔

فائدہ:۔ یا گولی کسی جانور کو ماری وہ آدمی کو لگ گئی حاصل یہ ہے کہ قتل خطا دو قسم ہے ایک خطا فی القصد اور ایک خطا فی الفعل تو خطائے فی الفعل یہ ہے کہ قصد کرے ایک فعل کا اور صادر ہو جاوے اس سے دوسرا فعل جیسے تیر مارے نشانے پر اور لگ جاوے آدمی کو اور خطائے فی القصد یہ ہے کہ خطا فعل میں نہ ہووے مگر قصد میں ہووے مثلاً اس نے قصد کیا تیر کی زد سے حربی کا پھر قصد اس کا غلط نکلا اور وہ مسلمان ظاہر ہوا کذا فی

الاصل صاحب در مختارؒ نے صدر الشریعۃؒ پر خطائی الفعل کی تعریف میں یہ اعتراض کیا ہے کہ قصد خطائی الفعل میں ضرور نہیں مثلاً لکڑی یا اینٹ چھوٹ پڑی کسی کے ہاتھ سے سو اس کے صدمے سے مر گیا تو یہ قتل خطائی الفعل ہے حالانکہ مطلقاً اس میں قصد نہیں ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قتل خطائی الفعل نہیں ہے بلکہ جاری مجرای خطا ہے اور اس کا بیان آگے آوے گا کذا قال العلامۃ الطحطاویؒ پس نسبت خطا کی طرف صدر الشریعۃؒ کے خطائی الفعل ہے صاحب در مختار سے واللہ اعلم۔

(۱۱) قتل جاری مجری خطا

قتل جاری مجرای خطا جیسے کوئی سونے والا آدمی کسی پر پلٹ کے گر پڑے اور اس کے صدمے سے وہ مر جائے۔

فائدہ:۔ مثلاً سونے والا آدمی چبوترے یا چھت یا اور کوئی بلند جگہ پر ہے وہاں سے وہ کروٹ لینے میں نیچے ایک شخص پر گر پڑا اور اس کے گرنے سے نیچے کا آدمی دب کر مر گیا تو یہ قتل خطا نہیں ہے بلکہ جاری مجرای خطا ہے یعنی قائم مقام خطا اور اس کے مشابہ ہے ایسا ہی ہے اگر سوار کا جانور کسی کو روند ڈالے یا اس کے ہاتھ سے کوئی چیز چھوٹ پڑے اور اس کے سبب سے کوئی مر جاوے یا گاڑی یا چھکڑا کسی پر سے پھر جاوے تو یہ سب قتل جاری مجرای خطا ہیں عالمگیری۔

(۱۲) قتل خطا و جاری مجریٰ خطا میں

دیت و کفارہ کا وجوب

قتل خطا اور جاری مجرای خطا میں قاتل کے عاقلہ پر دیت مقتول کی لازم آتی ہے اور قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے (اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے **من قتل مؤمنا خطأ فتحریر رقبة مؤمنة ودية مسلمة الیٰ اھله** یعنی جو شخص قتل کر ڈالے کسی مومن کو خطا سے تو آزاد کرنا ہے ایک بردے مسلمان کا اور دیت ہے سپرد کی جاوے اس کے گھر والوں کو) اور قاتل پر گناہ نہیں ہوتا قتل کا۔

فائدہ:۔ مگر ترک احتیاط سے گنہگار ہوتا ہے اسی لئے کفارہ واجب ہوا ہدایہ

(۱۳) قتل بالسبب

قتل بالسبب یہ ہے کہ آدمی اپنی زمین غیر مملوک میں (بغیر اذن حاکم کے در مختار) کنواں کھودے یا پتھر رکھے اور اس کنویں میں گر کے یا پتھروں سے ٹھوکر کھا کے کوئی مر جاوے تو اس میں دیت واجب ہوتی ہے عاقلہ پر اور کفارہ نہیں لازم ہوتا (اور شافعیؒ کے نزدیک کفارہ بھی لازم ہوتا ہے) جمیع اقسام قتل میں سوا قتل بالسبب کے قاتل محروم ہوتا ہے میراث سے مقتول کی۔

فائدہ:۔ اور شافعیؒ کے نزدیک قتل بالسبب میں بھی حرمان میراث کا ہوگا اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ قاتل نہیں وارث ہوتا ہے اور نہیں ہے واسطے قاتل کے میراث میں سے کچھ روایت کیا اس کو نسائیؒ اور دار قطنیؒ نے اور قوت دی اس کو ابن عبد البرؒ نے اور معلول کیا اس کو نسائیؒ نے اور ثواب موقوف ہونا ہے اس کا عمر و پر کذا فی بلوغ المرام

باب مایوجب القودومالایوجب

(۱) هویجب بقتل ما حقن دمه ابدا عمدا ای ماحفظ دمه ابدا وهو المسلم والذمی وابدا احتراز عن المستامن فان حقن دمه موقت الی رجوعه (۲) فیقتل الحر بالحر وبالعبد هذا عندنا وعند الشافعیؒ لایقتل الحربالعبد لقوله تعالیٰ الحربالحروالعبد بالعبد ولنا ان النفس بالنفس وقوله الحر بالحر لایدل علی النفی فیماعداه علی اصلنا علی انه ان دل یجب ان لایقتل العبد بالحر لقوله تعالیٰ العبد بالعبد (۳) والمسلم بالذمی هذا عندنا خلافا للشافعی (۴) لاهما بمستامن بل هوبنده ای یقتل المستامن بمثله وهو المستامن والعاقل بالمجنون والبالغ بالصبی والصحیح بالاعمی والزمن وناقص الاطراف (۵) والرجل بالمرأة (۶) والفرع باصلة لابعکسه ولاسید لعبده (۷) ومدبره ومکاتبه وعبدولده وعبدبعضه له ولابعبدالرهن حتی یجتمع ماقداه لان المرتهن لاملک له فلا یلیه والراهن لوتولاه لبطل حق المرتهن فی الدین فیشترط اجتماعهما لیسقط حق المرتهن برضاه (۸) ولا بمکاتب قتل عمداعن وفاء ووارث وسیدوان اجتمعا لانه ظهرالاختلاف بین الصحابة رضی الله عنهم فی موته حرااورقیقافان مات حرا فالولی هوالوارث وان مات رقیقا فالولی هوالمولی فاشتبه من له الحق فلایقتص قاتله وان اجتمع الوارث والمولی (۹) فان لم یدع وارثاً غیر سیده اوترک ولاوفاء اقادسیده هذا عندا ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ خلافالمحمدؒ وان لم یترک وفاء اقادالسید ایضالانه متعین (۱۰) ویسقط قود ورثه علی ابیه ای اذاقتل الاب شخصاً ولی القصاص ابن القاتل یسقط القصاص لحرمة الابوة (۱۱) ولایقادالابالسیف هذا عندنا وعندالشافعیؒ یفعل به مثل مافعل فن مات فبها والاتجزرقبته تحقیقاً للتسویة ولنا قوله علیه السلام لاقودالابا لسیف وایضا یحتمل ان لابموت فیحتاج الی جزالرقبة فلا تسویة

باب بیان میں اس قتل کے جس سے قصاص لازم آتا ہے اور جس سے لازم نہیں آتا

(۱) محفوظ الدم کا قتل عمد

واجب ہوتا ہے قصاص قتل سے اس شخص سے جو محفوظ الدم ہے ہمیشہ جب قتل عمد ہووے۔

فائدہ:۔ اور محفوظ الدم دائمی مسلمان ہے یا ذمی ہے اور اس سے احتراز ہوا مستامن اور حربی اور مرتد سے کہ ان کے قتل سے قصاص واجب نہ ہوگا منح الغفار

(۲) غلام وآزاد کے بدلہ میں آزادوغلام

تو قتل کیا جاوے گا حرعوض میں حر کے اور عبد کے اور عبد عوض میں حراور عبد کے۔

فائدہ:۔ بسبب اطلاق آیت النفس بالنفس کے اور شافعیؒ کے نزدیک عبد کے بدلے میں حر نہ قتل کیا جاوے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا الحربالحر والعبد بالعبد

تو مقابلہ حر سے ساتھ حر کے مفہوم ہوتا ہے یہ امر کہ حر عبد کے عوض میں قتل نہ کیا جاوے گا ہم یہ کہتے ہیں کہ اس آیت سے صرف اتنا ہی مفہوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں حر کے اور عبد بدلے میں عبد کے قتل کیا جاوے اب باقی رہا حر کا قتل بدلے میں عبد کے اور عبد کا بدلے میں حر کے سو آیت **النفس بالنفس** سے معلوم ہوگیا اور اگر آیت **الحر بالحر** سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حر بدلے میں عبد کے قتل نہ کیا جاوے تو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ عبد بدلے میں حر کے قتل نہ کیا جاوے حال آنکہ اس کے شافعیؒ بھی قائل نہیں ہیں دوسری دلیل ہماری حدیث ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص قتل کرے گا اپنے عبد کو یعنی اپنے بھائی مسلمان کے عبد کو قتل کریں گے ہم اس کو روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ اور دارمیؒ اور نسائیؒ نے سمرہؓ سے اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں حلال ہے قتل مسلمان کا مگر تین سبب سے ایک زانی محصن دوسرے جو قتل کرے کسی مسلمان کو عمداً پس وہ قتل کیا جاوے گا تیسرے جو شخص نکل جاوے اسلام سے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے اور تصحیح کی اس کی حاکمؒ نے حضرت عائشہؓ سے اور اس میں قید حر کی نہیں ہے واللہ اعلم۔

(۳) ذمی کے بدلہ مسلمان

اور مسلمان بدلے میں ذمی کے۔

فائدہ:۔ اور ذمی بدلے میں مسلمان کے اور شافعیؒ کے نزدیک مسلمان کو بدلے میں ذمی کے قتل نہ کریں گے اور دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ قتل کیا جاوے گا مسلمان بدلے میں کافر کے روایت کیا اس کو بخاریؒ اور احمدؒ اور ابوداؤدؒ اور نسائیؒ نے حضرت علی سے اور دلیل ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا عبدالرزاقؒ نے عبدالرحمٰن بن بیلمانیؒ سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کیا مسلمان کو بدلے میں ذمی کے اور فرمایا بہتر وہ ہے جس نے پورا کیا ذمے کو اپنے اور یہ حدیث مرسل ہے اور عبدالرحمٰن یہ تابعی ثقہ ہے ذکر کیا اس کو ابن حبانؒ نے ثقات میں اور روایت کیا اس حدیث کو دارقطنیؒ نے موصولاً ابن عمرؓ سے اور صحیح مرسل ہے اور مضمون اس حدیث کا مسند شافعیؒ میں بھی مذکور ہے اور حدیث علیؓ میں کافر سے مراد کافر حربی ہے تا دونوں روایتوں میں موافقت ہو جاوے دوسرے یہ کہ بعد اس کے **و لا ذو عهد فی عهده** ہے جس سے قطعاً ظاہر ہوتا ہے کہ کافر سے مراد حربی ہے اس لئے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں تغایر ضرور ہے واللہ اعلم۔

(۴) مستامن، مجنون، نابالغ، اندھے وغیرہ کا قصاص

اور نہ قتل کیا جاوے مسلمان اور ذمی بدلے میں مستامن کے بلکہ مستامن بدلے میں مستامن کے قتل کیا جاوے اور قتل کیا جاوے عاقل بدلے میں مجنون کے اور بالغ بدلے میں نابالغ کے اور صحیح تندرست بدلے میں اندھے اور لنجے اور لولے اور لنگڑے کے۔

(۵) مرد وعورت کا قصاص

اور مرد بدلے میں عورت کے اور عورت بدلے میں مرد کے۔

(۶) اصول وفروع کا قصاص

اور فروع (یعنی بیٹا بیٹی پوتی نواسا نواسی) بدلے میں اصول کے (یعنی باپ اور دادا اور نانا نانی ماں دادی) اور نہ قتل کئے جاویں گے اصول بدلے میں فروع کے۔

فائدہ:۔ یعنی مثلاً باپ بیٹے کو یا دادا پوتے کو یا نانا نواسے کو مار ڈالے تو باپ اور دادا اور نانا سے قصاص نہیں لیا

جاوے گا اسی طرح ماں نانی دادی کا حکم ہے اصل اس باب میں قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ نہیں قتل کیا جاوے والد بدلے ولد کے روایت کیا اس کو احمدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے عمر بن الخطابؓ سے اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن الجارودؒ اور بیہقیؒ نے۔

(۷) غلام، مدبر و مکاتب کا قصاص

اور نہ قتل کیا جاوے گا مولیٰ بدلے میں اپنے غلام کے (اس واسطے کہ غلام اس کا مملوک ہے تو یہ ملک شبہ ہوگئی دفع قصاص میں جیسے باپ اور بیٹے میں) اور بدلے میں مکاتب کے اور مدبر کے اور اپنے بیٹے کے غلام کے اور اس غلام کے بدلے میں جس کے ایک حصے کا وہ مالک ہے اگر کوئی شخص غلام مرہون کو قتل کرے تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا جب تک راہن اور مرتہن جمع نہ ہولیں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مرتہن مالک نہیں جو قصاص کا مالک ہو اور اگر راہن قصاص لینے پر مستقل ہو تو مرتہن کا حق دین میں باطل ہوتا ہے لہذا وجوب قصاص میں اجتماع عاقدین شرط ہوا تا حق مرتہن اس کی رضامندی سے ساقط ہو جاوے کذافی الاصل۔

(۸) مقتول مکاتب جس نے بدل کتابت چھوڑا

اگر کوئی شخص مکاتب کو قتل کرے اور وہ اتنا مال چھوڑ جاوے کہ بدل کتابت اس سے پورا ادا ہوسکے اور وارث بھی اس کے ہوں اور مولیٰ بھی ہو تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ اختلاف کیا صحابہؓ نے ایسے مکاتب میں کہ وہ آزاد مرا یا رقیق تو اگر آزاد مرا ہے تو ولی اس کا وارث ہے ورنہ مولیٰ ہے تو صاحب حق مشتبہ ہو گیا پس قاتل سے قصاص نہ لیا جاوے گا اگرچہ وارث اور مولیٰ دونوں مجتمع ہوں کذافی الاصل۔

(۹) مقتول غلام جو بدل کتابت نہ چھوڑے

اور جو سوا مولیٰ کے اور کوئی وارث نہ ہو یا وارث ہو لیکن مال اس قدر نہ چھوڑے جس سے بدل کتابت ادا ہو تو مولیٰ قصاص قاتل سے لے سکتا ہے۔

(۱۰) وراثۃً پایا جانے والا قصاص

اور ساقط ہو جاوے گا وہ قصاص جس کو کوئی شخص اپنے باپ پر وراثۃً پاوے۔

فائدہ:۔ بسبب حرمت ابوت کے مثالیں اس کی بہت ہیں مثلاً ایک شخص نے اپنی زوجہ کو قتل کیا اب قاتل کا بیٹا اس زوجہ کے بطن سے ولی قصاص ہوا تو وہ باپ سے قصاص نہیں لے سکتا یا ایک شخص نے اپنے سالے کو قتل کیا اور جورو اس شخص کی قبل استیفائے قصاص کے مرگئی اب اس کا بیٹا جو قاتل کے نطفے سے ہے قائم مقام ہوا اس کا یا ایک شخص نے اپنی ساس کو قتل کیا اور زوجہ قاتل کی جو مقتولہ کی بیٹی تھی قبل استیفائے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اس کا جو قاتل کے نطفے سے ہے وارث ہوا قصاص کا اپنے باپ پر یا ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کرڈالا اور اس کا کوئی وارث سوائے زوجہ قاتل کے نہیں ہے بعد اس کے زوجہ قاتل قبل استیفائے قصاص کے مرگئی اب بیٹا اس کا اپنے باپ پر وارث قصاص کا ہوا تو ان سب صورتوں میں قصاص ساقط ہوگا۔

(۱۱) قصاص تلوار سے لیا جائے

اور قصاص نہ لیا جاوے گا مگر سیف سے۔

فائدہ:۔ یعنی تلوار سے یا جو اس کے مثل ہووے اگرچہ قاتل نے مقتول کو کسی اور طرح قتل کیا ہو در مختار اور شافعیؒ کے نزدیک قاتل کو اسی طرح قتل کریں گے جس طرح اس نے مقتول کو قتل کیا پس اگر وہ اس فعل سے مرگیا فبہا ورنہ قطع کی جاوے گی گردن اس کی واسطے مساوات کے ہم یہ جواب دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاقود الا بالسيف یعنی نہیں قصاص ہے مگر تلوار سے کذافی الاصل۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہؒ نے سنن میں حضرت صدیق اکبرؓ سے اور دار قطنیؒ نے علی مرتضیٰؓ سے روایت کی کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لاقود فی النفس وغیرها الا لحديدة یعنی قتل نفس وغیرہ میں قصاص نہیں مگر لوہے سے۔

(۱۲) ويقيد ابوالمعتوه قاطع يده وقاتل قريبه ويصالح ولايعفو وللوصى الصلح فقط اى ليس له ولاية العفو ولاالقتل اذليس له الولاية على نفسه بل على ماله والقتل قصاص من باب الولاية على النفس وليس له ولاية القصاص فى الاطراف والصبى كالمعتوه والقاضى كالاب هو الصحيح حتى يكون لابيه ووصيه مايكون لاب المعتوه ووصيه والقاضى بمنزلة الاب ويستوفي الكبير قبل كبرالصغير قودالهما هذا عند ابى حنيفة وقالا ليس للكبيرولاية القصاص حتى يدرک الصغير البلوغ لانه حق مشترک كما اذاكان بين الكبيرين واحدهما غائب له انه حق لايتجزى لثبوته السبب لايتجزى وهوالقرابة فيثبت لكل كملاً كما فى ولاية الانكاح واحتمال العفوعن الصغير منقطع بخلاف الكبيرين (۱۳) ويقتص فى جرح ثبت عيانا اوبحجة وجعل المجروح ذافراش حتى مات (۱۴) وفى قتل بحدمرلا فى قتل بظهره اوعوده او مثقل اوخنق اوتغريق او سوط والى فى ضربه فمات المربالفارسية كلندوان اصابه بظهره فلاقصاص عند ابى حنيفة وعند وجوب القصاص نظرالى الألة وعنه انه يجب اذا جرح وعندهما وعندالشافعيؒ يجب وان اصابه بعودالمرفان كان مما يطيقه الانسان فلاقصاص بالاتفاق وان كان مما لايطيقه ففيه خلاف كمامروفى الخنق والتغريق لاقصاص عند ابى حنيفةؒ خلافا لغيره وفي موالاة السوط لاقصاص خلافا للشافعيؒ (۱۵) ولافى قتل مسلم مسلماظنه مشركا عند التقاء الصفين بل يكفرويدى اى يغطى الدية

(۱۲) صغیر و معتوہ کے قریبی یا خود معتوہ کا قصاص

معتوہ (یا صغیر) کے قریب کو اگر کسی نے مار ڈالا یا خود معتوہ کے ہاتھ یا پاؤں یا کسی عضو کو کاٹ ڈالا تو باپ کو اس معتوہ کے پہنچتا ہے کہ اس کے قاطع یا قاتل سے قصاص لیوے یا صلح کر لیوے۔ (مقدار دیت پر اور اس سے زیادہ پر نہ دیت سے کم پر در مختار) اور معاف نہیں کر سکتا اور وصی کو معتوہ کے صرف صلح پہنچتی ہے اور صبی کا حکم مثل معتوہ کے ہے اور قاضی مثل باپ کے ہے یہی صحیح ہے۔

فائدہ:۔ تو اگر مقتول کا کوئی وارث نہ ہو تو حاکم قصاص لے سکتا ہے اور صلح کر سکتا ہے نہ عفو در مختار۔

☆ اگر مقتول کے چند وارث ہوں بعض ان میں سے نابالغ اور بعض بالغ تو ورثہ کبار کو پہنچتا ہے کہ قبل بلوغ صغار کے قاتل سے قصاص لے لیویں۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک نہیں پہنچتا اور فتویٰ امام صاحبؒ کے مذہب پر ہے دلیل امام صاحبؒ کی یہ ہے کہ ابن ملجم لعین قاتل حضرت علیؓ مرتضٰی کا قتل کیا گیا حال آنکہ ان کے وارث بعض صغار بھی تھے اور یہ امر بحضور صحابہ کرامؓ کے واقع ہوا تو بمنزلہ اجماع کے ہوگیا لیکن یہ شرط ہے کہ وارث کبیر اجنبی نہ ہو صغیر سے مثلاً زید مقتول ہوا اس کے ایک لڑکا ہے نابالغ زوجہ اولیٰ سے اور ایک زوجہ ثانیہ ہے تو زوجہ ثانیہ اس لڑکے سے اجنبیہ ہے اس کو استیفائے قصاص نہ پہنچے گا بلکہ انتظار کیا جاوے گا بلوغ صغیر کا اور جو لڑکا صغیر ہے اور اس کی ماں موجود ہے تو ماں کو استیفائے قصاص پہنچے گا اور بعض فقہا کے نزدیک صورت اول میں بھی زوجہ ثانیہ کو صغیر کی طرف سے استحقاق استیفائے قصاص حاصل ہے اس واسطے کہ قرابت سے مراد عام ہے جو شامل ہے زوجیت کو بھی تو اس مقام میں تامل کرنا چاہئے کذا فی الشامی اور جو سب وارث بالغ ہوں لیکن بعض موجود ہوں اور بعض غائب تو ورثہ حاضرین کو قصاص لینا نہیں پہنچتا جب تک سب وارث جمع نہ ہولیں کذا فی الہدایۃ۔

(۱۳) زخمی ہوکر مرنے والے کا قصاص

اور قصاص لیا جاوے گا اگر ایک شخص نے دوسرے شخص کو زخمی کیا پس وہ صاحب فراش رہا یہاں تک کہ مر گیا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ موت اس کی مضاف ہوئی طرف جراحت کے ظاہراً بشرطیکہ مجروح بیچ میں اچھا نہ ہوگیا ہو ثابت ہوا یہ امر مشافہہ سے یا حجت سے اور جو قاتل نے گواہ قائم کئے اس بات پر کہ مجروح جراحت سے اچھا ہوکر مرا اور ولی مقتول نے گواہ قائم کئے اس امر پر کہ مجروح بسبب جراحت کے مرا تو ولی مقتول کے گواہ مقبول ہوں گے در مختار۔

(۱۴) آلات قتل کے اختلاف سے حکم میں اختلاف

اور قصاص لیا جاوے گا اگر قاتل نے مقتول کو پھاوڑے سے مارا اس کی دھار کی طرف سے اور جو اس کی پشت کی طرف سے یا لکڑی سے مارا یا کسی اور مثقل سے یا گلا گھونٹا یا غرق کیا پانی میں یا کوڑے مارتے مارتے مار ڈالا تو ان صورتوں میں قصاص نہ لیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ یہ صورتیں قتل شبہ عمد کی ہیں جیسا کہ گزرا لیکن اگر قاتل ایسے افعال کی عادت کرلے یعنی ایک بار سے زیادہ اس کا مرتکب ہو تو اس کا قتل سیاسۃً حاکم کو پہنچتا ہے در مختار۔

(۱۵) مشرکین کی صف میں مقتول مسلمان کا قصاص

اگر مسلمان نے مسلمان کو مار ڈالا مشرکین کی صف میں مشرک سمجھ کر تو اس پر قصاص نہیں بلکہ کفارہ اور دیت دیوے۔

(۱۶) وفی موت بفعل نفسه وزید وسبع وحية ثلث الدية علے زيد لانه مات ثلاثة افعال ففعل السبع والحية جنس واحد لكونه هدرامطلقا وفعل نفسه جنس اخر وهوانه هدر فى الدنيا لافى الأخرة وفعل زيد جنس اخر فيجب ثلث الدية اقول يجب ان ينظرالى ماهو موثر فى الموت وينظر الى اتحاده وتعدده فالسبع والحية اثنان ولااعتبار فى ذلك لكونهما

هدرا (۱۷) ويجب قتل من شهر سيفا على المسلمين ولاشئ بقتله فان قلت لما قال يجب قتل من شهر فما الاحتياج الى قوله لاشئ بقتله فان قلت لما قال يجب قتل من شهر فما الاحتياج الى قوله لاشئ بقتله قلت يحتمل ان يجب قتله دفعاً للشرومع ذلك يجب بقتله شئ ولافي من شهر سلاحاً على رجل ليلا اونهارا في مصراوفي غيره او شهر عليه عصاليلا في مصراونهارا في غيره فقتله المشهور عليه السلاح اذا شهره فلاشئ يقتله مطلقا لانه غير ملبث والعصا اذا شهره ليلا في مصراونهارا في غيره فلا شئ بقتله ايضاً لانه وان كان ملبثا ففي الليل في المصر لايلحقه الغوث وكذا في النهار في غير المصر (۱۸) ولاعلى من تبع سارقه المخرج سرقته ليلاً فقتله هذا اذالم يتمكن من الاستردادا لابالقتل لقوله عليه السلام قاتل دون مالك وكذا اذاقتله قبل الاخذاذا قصد اخذماله ولا يتمكن من دفعه الابالقتل وكذا اذا دخل رجل داررجل بالسلاح فغلب على ظن صاحب الدارانه جاء لقتله يحل قتله (۱۹) وقتل بقتل من شهر عصانهارافي مصر فان العصا ملبث والظاهر لحوق الغوث نهارا في المصر فلا يفضي الى القتل غالباً خلافا لهما (۲۰) ويقتل من شهر سيفا فضرب ولم يقتل فرجع فقتله اخر فانه اذا ضرب ولم يقتل ورجع عادت عصمته فاذاقتله اخرفقد قتل معصوما فعليه القصاص

(۱۶) ایک شخص خود زخمی ہوا پھر زید نے زخمی کیا پھر اسے درندوں نے کاٹ کھایا

اور جو ایک شخص نے اپنا سر آپ پھوڑ لیا پھر زید نے بھی اس کو زخمی کیا پھر شیر نے اس کو مجروح کیا پھر سانپ نے اس کو کاٹ کھایا اور ان سب امورات کی وجہ سے وہ آفت رسیدہ مر گیا تو زید پر تیسرا حصہ دیت کا لازم آوے گا۔

(۱۷) مسلمانوں پر تلوار کھینچنے والے کا قصاص

اور جس شخص نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی تو واجب ہے اس کا قتل کرنا اور اس کے قتل سے کچھ تاوان نہ آوے گا اور جس شخص نے ہتھیار اٹھایا دوسرے مسلمانوں پر رات کو یا دن کو شہر میں یا باہر شہر کے یا لٹھ اٹھایا مارنے کے لئے رات کو شہر میں یا رات یا دن کو بیروں شہر میں اور دوسرے شخص نے اس ہتھیار اٹھانے والے کو یا لٹھ اٹھانے والے کو مار ڈالا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ ہتھیار اٹھانے والے کا تو قتل مطلقاً درست ہے اور لاٹھی اٹھانے والے میں اگر رات کو اٹھاوے تو خواہ شہر میں ہووے یا بیرون شہر میں قتل اس کا درست ہے اور جو دن کو اٹھاوے باہر شہر کے تب بھی قتل کرنے والے پر کچھ نہیں ہے اور جو دن کو اندر شہر کے اٹھاوے تو اس کا قتل درست نہیں اس لئے کہ شہر میں بہت سے لوگ فریاد رس ہیں کہ وہ اس سے بچا لیویں گے کذافی الاصل مع زیادۃ۔

(۱۸) چور کا قصاص

اگر چور مال لے کر گھر سے چلا اور مالک نے اس کا پیچھا لے کر اس کو قتل کر ڈالا تو مالک پر کچھ نہیں ہے۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ مالک مال اپنا نہ لے سکتا ہو بدوں قتل کے اس لئے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقاتلہ کر تو اپنے مال کے لئے یہاں تک کہ تو شہدائے آخرت سے ہووے یا اپنا مال بچا رکھے روایت کیا نسائیؒ نے مخارقؓ سے

اسی طرح جائز ہے مالک کو قتل کرنا چور کا جب وہ اس کے مال لینے کا قصد کرے اور اس کے دفع پر بدوں قتل کے قادر نہ ہو یا کوئی اس کے مکان میں مسلح گھس آوے اور اس کو یقین ہو کہ میرے قتل کرنے کے لئے آیا ہے تو اس کا قتل حلال ہے کذافی الاصل۔

(۱۹) دفاع میں قتل کئے جانیوالے کا قصاص

اگر ایک شخص نے زید پر لاٹھی مارنے کے لئے اٹھائی شہر کے اندر دن کے وقت اور زید نے اس شخص کو مار ڈالا تو زید قتل کیا جاوے گا قصاصاً۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ لاٹھی مارنے سے فوراً آدمی نہیں مرتا دوسرے یہ کہ دن کے وقت فریادرس پہنچ سکتا ہے شہر میں اور اس میں خلاف ہے صاحبینؒ کا کذافی الاصل۔

(۲۰) جس نے تلوار ماری اس کا قصاص

اگر زید نے عمرو پر تلوار کھینچی اور مار بھی دی لیکن عمرو مرا نہیں بعد اس کے زید لوٹ گیا تب عمرو نے جا کر اس کو مار ڈالا تو عمرو قصاصاً قتل کیا جاوے گا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ جب زید نے تلوار ماردی اور عمرو مقتول نہیں ہوا اور زید لوٹ گیا تو اس کی عصمت پھر آئی پھر جو اس کو قتل کرے گا قتل کیا جاوے گا اور جو زید لوٹا نہیں اور پھر مارنے کا ارادہ رکھتا ہے تو اس کا مار ڈالنا درست ہے کذافی الاصل مع زیادۃ۔

(۲۱) ویجب الدیة بقتل مجنون او صبی شهر سیفا علی رجل فقتله هو ای المشهور علیه عمدافی ماله ای یجب الدیة فی ماله لان العاقلة لایتحمل العمد والقیمة ای یجب القیمة فی قتل جمل صال علیه هذا عندنا لانه قتل شخصاً معصوماً واتلف مالا معصومالان فعل الصبی والمجنون والدابة لایسقط العصمة وانما لایجب القصاص لوجود المبیح وهو دفعالشروعن ابی یوسفؒ انه یجب الضمان فی الدابة لافی الصبی والمجنون لان عصمتهما لحقهما فتسقط بفعلهما وعصمة الدابة لحق صاحبها فلایسقط بفعلها وعندالشافعیؒ لایجب الضمان فی شئ اصلا لانه قتل الدفع الشر کمافی العاقل البالغ.

(۲۱) تلوار اٹھانے والے مجنون ونابالغ کا قصاص

اگر مجنون یا نابالغ نے کسی پر تلوار اٹھائی مارنے کے لئے اور اس شخص نے مجنون یا صبی کو مار ڈالا تو اس پر دیت لازم آوے گی اس کے مال میں اور جو کسی جانور نے مثلاً اونٹ نے اس پر حملہ کیا اور اس شخص نے اس جانور کو مار ڈالا تو اس کی قیمت اس پر لازم آوے گی۔

فائدہ:۔ اور شافعی کے نزدیک نہ دیت لازم آوے گی مجنون اور صبی میں اور نہ قیمت جانور میں اس لئے کہ اس نے قتل کیا دفع شر کے لئے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب ہے ضمان قتل دابہ میں نہ دیت قتل صبی ومجنون میں کذافی الاصل اور دلیل ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے۔

فوائد (۱) قصاص کا حکم دینے کیلئے سترہ شرطیں

اگر کوئی شخص کسی کو عمداً قتل کرے اور اس پر قتل عمد ثابت ہو جاوے شہادت سے یا اقرار سے تو حاکم کو ضرور ہے کہ حکم قصاص کا نہ دیوے جب تک کہ ان شروط میں غور نہ کر لیوے ایک یہ کہ قاتل عاقل بالغ ہو دوسری یہ کہ مقتول مسلمان یا ذمی ہو تیسری یہ کہ تمام ورثاء حاضر ہوں چوتھی یہ کہ سب وارث

قصاص کے خواہاں ہوویں اور اگر ایک وارث بھی دیت کا خواہاں ہو جاوے گا یا عفو کرے گا یا صلح کرے گا کسی قدر مال پر تو قصاص ساقط ہو جاوے گا پانچویں یہ کہ ورثاء بالغ ہوں یا بعض نابالغ ہوں اور بعض بالغ قصاص چاہتے ہوں اور جو سب نابالغ ہوں گے یا بعض بالغ اور بعض نابالغ اور ورثہ بالغین عفو کرتے ہوں گے یا کسی قدر رقم دیت سے کم کے خواہاں ہوں گے تو ورثاء نابالغین کے بلوغ تک حکم قطعی ملتوی رکھے چھٹی یہ کہ قاتل مقتول کے اصول میں سے نہ ہووے جیسے باپ دادا پر دادا نانا پر نانا ماں دادی نانی پردادی وغیرہ ساتویں یہ کہ قاتل کے ساتھ کوئی نابالغ یا مجنون قتل میں شریک نہ ہووے ورنہ قاتل کے ذمے پر سے بھی قصاص ساقط ہو جاوے گا آٹھویں یہ کہ قاتل کے ساتھ مقتول کا باپ یا اور کوئی اس کے اصول میں سے شریک نہ ہووے ورنہ قاتل کے ذمے پر سے بھی قصاص ساقط ہوگا نویں یہ کہ قاتل کے ساتھ اور کوئی قتل میں ایسا شخص شریک نہ ہووے جس کا قتل شبہ عمد یا خطا ہے دسویں یہ کہ مقتول نے قاتل پر تلوار یا اور کسی ہتھیار یا آلہ سے قبل قتل کے حملہ نہ کیا ہو کہ قاتل نے اپنے تئیں بچانے کے لئے اس کو قتل کر ڈالا ہو ورنہ قصاص نہ ہوگا گیارہویں یہ کہ مقتول کوئی حرکت وقت قتل کے ایسی نہ کرتا ہو جس سے اس کا قتل مباح ہو جاوے جیسے مال قاتل کا چراتا ہو یا لوٹتا ہووے یا اس کی جورو سے زنا کر رہا ہووے یا اس کے گھر میں بے اذن باوجود منع کے جبراً گھس آیا ہووے بارہویں یہ کہ قاتل کسی وارث کے اصول میں سے نہ ہووے تیرہویں یہ کہ مقتول نے قاتل کو حکم نہ کیا ہو اپنے قتل کا ورنہ دیت واجب ہوگی چودھویں یہ کہ وارث مقتول نے حکم نہ کیا ہو قاتل کو واسطے قتل مقتول کے ورنہ دیت واجب ہوگی استحساناً پندرھویں یہ کہ قاتل ورثاء مقتول میں سے کسی کا وارث نہ ہووے قبل استیفائے قصاص کے سولہویں یہ کہ مقتول قبل قتل قاتل کے حالت نزع میں نہ ہووے جس سے اس کی زندگی کی امید نہ ہو سترہویں یہ کہ قاتل تا سپرد کرنے اس کے کے طرف ولی کے واسطے استیفائے قصاص کے مجنون نہ ہو جاوے اور جو بعد ولی کے حوالے کرنے کے مجنون ہو جاوے تو قصاص ساقط نہ ہوگا واللہ اعلم۔

(۲) کسی نے دوسرے کو زہر کھلایا

اگر کسی نے دوسرے کو زہر کھلا دیا تو یہ قتل شبہ عمد ہے تو اس کی کئی صورتیں ہیں پہلی یہ کہ زہر دینے والے کو اس چیز کے زہر ہونے کا علم نہ ہو تو اس صورت میں زہر کھلانے والے پر کچھ لازم نہ آوے گا دوسری یہ کہ اس کو علم ہو اس چیز کے زہر ہونے کا تو اگر قاتل نے مقتول کو زہر دیدیا یا کسی چیز میں ملا کر دیا اور اس نے خود کھا لیا تو نہ قصاص ہے نہ دیت لیکن وہ قید رکھا جاوے گا اور اس کو تعزیر دی جائیگی اور مدت قید کی امام کی رائے کی طرف مفوض ہے اور جو زبردستی زہر اس کے حلق میں ڈال دیا تو دیت واجب ہوگی قاتل کے عاقلہ پر کذا فی الدر المختار والانقروی۔

(۳) کسی کو پانی میں ڈبو دینا

اگر کوئی شخص کسی کو پانی میں ڈبو دے تو اگر پانی کم ہے جس سے غالباً نہیں مرتا اور نجات ممکن ہے وہاں سے تیر کر اور وہ مر گیا تو یہ شبہ عمد ہے سب کے نزدیک اور اگر پانی زیادہ ہو تو اگر اس سے نجات ممکن ہو مقتول کو تیر کر جیسے اس کے ہاتھ پاؤں کھلے ہیں اور وہ تیرنا جانتا ہے اور مر گیا تو بھی شبہ عمد ہے ورنہ عمد ہے صاحبینؒ کے نزدیک اور امامؒ کے نزدیک شبہ عمد ہے عالمگیری۔

(۴) کسی کو قید کر کے یا درندوں وغیرہ کے سامنے ڈال کر مارنا

اگر کسی نے دوسرے کو حجرے میں بند کر دیا اور وہ بھوک

کے مارے وہاں مر گیا یا اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کو شیر کے سامنے یا اور کوئی درندے کے ڈال دیا اور اس نے اس کو مار ڈالا یا اس کو اور سانپ یا بچھو یا کسی اور موذی کو ملا کر ایک حجرے میں بند کر دیا اور اس آدمی کو اس نے قتل کیا تو ان سب صورتوں میں قصاص اور دیت نہیں ہے لیکن اس شخص پر تعزیر واجب ہے اور حبس مادام الحیات در مختار۔

(۵) جس قاتل پر قصاص نہیں وہ وارث ہوگا

فتاویٰ عالمگیری اور شامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص قتل کرے اس طرح پر کہ اس پر نہ قصاص آوے نہ دیت تو وہ اگر وارث ہوگا مقتول کا ترکہ پاوے گا واللہ اعلم۔

(۶) زید کے زخمی کو عمرو نے زخمی کیا

اگر زید نے بکر کو ایک زخم ایسا مارا کہ اس سے زندگی بکر کی متصور نہ تھی بعد اس کے عمرو نے اس کو ایک زخم مارا تو قاتل بکر کا زید سمجھا جاوے گا یہ جب ہے کہ دونوں جراحتیں آگے پیچھے ہوں اور جو ایک ساتھ دونوں نے زخم پہنچائے تو دونوں قاتل ہیں اگر چہ ایک شخص دس زخم مارے اور دوسرا ایک ہی مارے کذا فی الخلاصۃ۔

(۷) زندہ در گور کرنا

اگر کسی نے کسی کو زندہ در گور کر دیا اور وہ مر گیا تو دیت لی جاوے گی اس پر فتویٰ ہے اور محمدؒ کے نزدیک قتل کیا جاوے گا کذا فی الظہیریۃ۔

(۸) گھر میں جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑنا

اگر کوئی کسی کے گھر میں دروازے سے جھانکا اور صاحب خانہ نے جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ضامن نہ ہوگا اگر صاحب خانہ اس کو بغیر آنکھ پھوڑنے کے دفع نہیں کر سکتا اور جو دفع کر سکتا ہے تو ضامن ہوگا در مختار۔

(۹) ایک کے بدلہ کئی کا قتل کیا جانا

کئی آدمی ایک کے بدلے میں قتل کئے جاویں اگر ہر شخص مقتول کو جراحت مہلک مارے ایک ساتھ اور جو آگے پیچھے ماریں پھر وہ مر جاوے اور معلوم نہ ہو کہ کس کا زخم کاری تھا اور کس کا کاری نہ تھا تو سب سے قصاص لیا جاوے گا اس واسطے کہ اس پر اطلاع ہونا متعذر ہے اور جو یہ معلوم ہو جاوے کہ کس کا کاری ہے اور کس کا غیر کاری اور نہ ہوگا یہ مگر قبل مر جانے مقتول کے تو قصاص اس شخص پر ہوگا جس کا زخم کاری ہے اور جن لوگوں کا کاری نہیں ہے ان پر تعزیر واجب ہوگی اور جو کسی کا زخم کاری نہ ہو لیکن مقتول سب زخموں سے مر جاوے تو کسی پر قصاص نہ ہوگا لیکن دیت ان پر آوے گی کذا فی الشامی اور جو لوگ قتل میں شریک نہ ہوویں لیکن تماشا بین ہوں یا قاتل کو ورغلاتے ہوں یا قاتل کے مددگار ہوں یا مقتول کو روکے ہوئے ہوں تو ان پر تعزیر ہے اور قصاص اور دیت نہیں ہے کذا فی الشامی۔

(۱۰) جادوگر

ساحر جب پکڑا جاوے اور اقرار کرے سحر کا تو قتل کیا جاوے اور توبہ اس کی مقبول نہیں ہے اور جو کوئی اس بات کا اقرار کرے کہ میں نے فلاں شخص کو دعا سے یا باطنی تیروں سے یا سورۂ انفال کی قرات سے مار ڈالا اس پر کچھ لازم نہ آوے گا اس لئے کہ یہ محض جھوٹ ہے اور مودی ہے طرف علم غیب کے شامی۔

باب القود فيمادون النفس

(۱) هو فيما يمكن حفظ المماثلة فقط فيقتص قاطع اليد عمدا من المفصل انما قال من المفصل احترازاعمااذاقطع من نصف الساعدا ومن نصف الساق اذلايمكن حفظ المماثلة (۲) وان كانت يده اكبرمماقطع كالرجل ومارن الانف فان الرجل اذاقطعت من المفصل يجب القصاص وفي مارن الانف يجب القصاص لافي قصبة الانف لانه لايمكن فيها حفظ المماثلة والاذن (۳) والعين اذاضربت فذهب ضوها وهي قائمة فيجعل علے وجهه قطن رطب ويقابل عينه بمراة محماة (۴) ولوقلعت لا اذفي القلع لايمكن رعاية المماثلة وكل شجة تراعى فيها المماثلة كالموضحة وهي ان يظهر العظم ولاقود في عظم الافي السن فيقلع ان قلعت وتبرد ان كسرت (۵) ولابين رجل وامراة وبين حروعبدوبين عبدين في الطرف هذا عندنا وعند الشافعیؒ يجب القصاص الااذاقطع الحرطرف العبد فانه لاقصاص عنده ايضاً وانما لايجرى القصاص عندنا لان الاطراف يسلک بها مسلک الاموال فينعدم المماثلة بالتفاوت في القيمة ولافي قطع يد من نصف الساعدوجائفة برأت فان الجائفة اذابرات لايجرى فيها القصاص لان البر فيها نادر فالظاهران الثانى يفضے الى الهلاک اما اذالم تبرأ فان كانت سارية يجب القصاص وان لم تسربعد لايقتص الے ان يظهرالحال من البرأوالسراية (٦) واللسان والذكرالاان يقطع الحشفة هذا عندنا لان الانقباض والانبساط بجرى فيهما فلاتراعى المماثلة وعن ابى يوسفؒ ان كان القطع من الاصل يقتص

باب قصاص مادون النفس کے بیان میں

(۱) قصاص مادون النفس کا محل

قصاص مادون النفس اسی جگہ ہے جہاں رعایت مماثلت کی ہوسکے تو اگر کسی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ ڈالا جوڑ سے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالیں گے اسی جوڑ سے۔

فائدہ:۔اس لئے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے والجروح قصاص یعنی زخموں میں قصاص لیا جاویگا کذافی الہدایۃ اور جو نصف پنڈلی کاٹ ڈالی یا نصف ساعد تو قصاص نہ ہوگا اس واسطے کہ یہاں حفظ مماثلت ممکن نہیں ہے کذافی الاصل حاصل یہ ہے کہ جب عضو جوڑ پر سے کاٹا جاوے تو قصاص لیا جاوے گا اور جو ہڈی کاٹ لی تو اس میں قصاص نہ ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ قاطع کی ہڈی زیادہ کٹ جاوے یا اس میں کوئی خلل زیادہ پیدا ہوجاوے کذافی الطحاوی۔

قصاص میں عضو کے چھوٹے بڑے کا (۲) اعتبار نہیں

اگرچہ قاطع کا ہاتھ بڑا ہووے مقطوع کے ہاتھ سے ایسا ہی حکم ہے پاؤں میں اور نرمہ بینی میں۔

فائدہ: ناک میں بانسے کے نیچے جس قدر گوشت نرم ہے وہ نرمۂ بینی کہلاتا ہے اور عربی میں اُس کو مارن کہتے ہیں تو مارن میں قصاص ہے اور بانسے میں نہیں ہے اس واسطے کہ وہاں حفظ مماثلت ممکن نہیں ہے کذافی الاصل۔

(۳) آنکھ کی نظر کا قصاص

کان میں اور اس آنکھ میں جس کی روشنی ضرب سے جاتی رہی ہووے اور آنکھ قائم ہو تو اس کے قصاص کی یہ شکل ہے کہ ضارب کے منہ پر بھیگی روٹی ڈالی جاوے اور اس کی آنکھ کے مقابل میں گرم آئینہ رکھا جاوے۔

فائدہ:۔ یہ حکم خلافت عثمانؓ میں علی مرتضیٰؓ کی تجویز سے بحضور صحابہ کرام واقع ہوا روایت کی عبدالرزاقؒ نے مصنف میں حکم بن عیینہ سے کہ ایک مرد نے دوسرے مرد کے طمانچہ مارا سو اس کی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم تھی تو صحابہؓ نے قصاص کا ارادہ کیا لیکن کیفیت اس کی معلوم نہ تھی تو علیؓ آئے اور فرمایا کہ اس کی آنکھ پر روئی رکھی جاوے پھر آفتاب کا سامنا کیا گیا اور اس کی آنکھ کے سامنے آئینہ رکھا گیا تو اس کی بینائی جاتی رہی اور آنکھ قائم رہی کذا فی العینی۔

(۴) حلقہ میں سے آنکھ نکالنا

اور اگر آنکھ حلقے میں سے نکالی جاوے تو اُس کا قصاص نہیں۔

فائدہ: بسبب متعذر ہونے مساوات کے۔ اور قصاص ہوگا ہر اُس زخم میں جس میں مماثلت ہو سکتی ہے جیسے جراحت موضوف موضحہ اُس جراحت کو کہتے ہیں جسمیں کھال اور گوشت قطع ہو کر ہڈی کھل جاوے۔

اور نہیں قصاص ہے ہڈی میں سوا دانت کے (اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے والسن بالسن الأیة) تو دانت اکھاڑا جاوے گا اگر اس نے اکھیڑا ہے اور جو اس نے توڑ ڈالا ہے تو اس کا دانت ریتا جاوے گا۔

(۵) مرد و عورت، غلام و آزاد، دو غلاموں میں اور نصف ساعد کاٹنے اور جائفہ میں قصاص نہیں ہے

اور نہیں ہے قصاص مادون النفس درمیان میں عورت اور مرد کے اور غلام کے اور آزاد کے اور دو غلاموں میں اور اس ہاتھ میں جو نصف ساعد سے کاٹا جاوے اور جائفے میں جو اچھا ہو جاوے۔

فائدہ:۔ جائفہ وہ زخم ہے جو اندر پیٹ کے پہنچ گیا سینے کی طرف سے یا شکم یا پشت کی طرف سے اس میں قصاص نہیں جب اچھا ہو جاوے اس لئے کہ تندرستی اس جراحت سے نادر ہے اور ظاہر ہے کہ اگر جارح سے قصاص لیویں جائفے کا تو وہ مر جاوے گا پس جب جائفہ مجروح کا اگر اچھا نہ ہوا اور سرایت کر گیا اور مجروح مر گیا تو قصاص لیا جاوے گا جارح سے یعنی قتل کیا جاوے گا اور جو نہیں مرا تو انتظار کرنا چاہئے اس کی صحت یا موت کا کذا فی الاصل۔

(۶) زبان اور ذکر میں قصاص

اور نہیں قصاص ہے زبان میں اور ذکر میں جب حشفہ کاٹا جاوے۔

فائدہ:۔ یہ ہمارے نزدیک ہے اس لئے کہ انقباض و انبساط ان دونوں میں جاری ہے پس رعایت مماثلت نہیں ہو سکتی اور امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ جو قطع جڑ سے ہو تو قصاص لیا جاوے گا کذا فی الاصل۔

---

(۷) وطرف المسلم والذمی سواء وخیرالمجنی علیه انکانت یدالقاطع شلاء او ناقصة باصبع او الشجة لاتستوعب مابین قرنی الشاج واستوعب مابین قرین المشجوج ای شج رجل رجلاً موضحة حتی وجب القصاص والشج طولها مقدار شبرمثلاً وراس المشجوج صغیراستوعب الشجة مابین قرنیه وراس الشاج عظیم لاتستوعب الشجة وهی شبرمابین

قرنيه فالشين الذى لحق المشجوج اكثر ممايلحق الشاج فالمشجوج بالخياران شاء اقتص وان شاء اخذالارش ويسقط القود بموت القاتل وبعفوالاولياء وبصلحهم على مال قل اوجل ويجب حالا اى لم يذكر الحلول والتاجيل يجب حالا ولا يكون كالدية موجلا وبصلح احدهم وبعفوه ولمن بقى حصته من الدية اى لمن بقى من الورثة فان القصاص والدية حق جميع الورثة عندنا خلافالمالک والشافعیؒ فی الزوجين فان صلح بالف وكيل سيد عبدوحرقتلافالصلح عن دمهما بنصف اى ان كان القاتل حراوعبدافامرالحرومولىٰ العبد رجلابان يصلح من دمهما علے الف ففعل فالالف علے الجروالمولى نصفان ويقتل جمع بفردوبالعكس اكتفاء ان حضرولهم اى يقتل فرد بجمع ويكتفے بقتله ولاشئ لاوليائهم غيرذلک خلافاللشافعیؒ فان عنده يقتل للاول ويجب للباقين المال وان لم يدرالاول قتل جميعا لهم وقسم الديات بينهم وقيل يقرع فيقتل لمن خرجت قرعته وان حضرواحد قتل له وسقط حق البقية اى ان حضرولى واحد قتل له وسقط حق الباقين عندنا ولا يقطع يدان بيد وان امراسكينا علے يدفقطعت وضمنا ديتها هذا عندنا وعندالشافعیؒ اذااخذرجلان سكينا وامراه علے يدآخرتقطع يدهما اعتبارابالنفس ولنا ان الانقطاع وقع باعتماد هماوالمحل متجز فيضاف الى كل واحد البعض بخلاف النفس فان زهوق الروح غير متجز وان قطع رجل يمينى رجلين فلهما يمينه ودية يدفان حضراحدهما وقطع فللآخر الدية هذا عندنا سواء قطعهما علے التعاقب اومعاً وعندالشافعیؒ فی التعاقب يقطع بالاول وفى القران يقرع ويقاد عبداقربقود هذا عندنا لانه غيرمتهم فيه لانه مضر به ولانه مبقے على اصل الحرية فى حق الدم وعندزفرؒ لايصح اقراره كما فى المال لملاقاته حق المولى ومن رجلاً عمداً فنفذالسهم الى آخرفما تايقتص للاول وعلے عاقلته الدية للثانى لان الاول عمدا والثانى خطاء

(۷) قصاص مادون النفس کے دیگر احکام

اور ذمی اور مسلمان کے اعضا برابر ہیں اور جو ہاتھ کاٹنے والے کا ہاتھ شل ہو یا ایک انگلی اس کی کم ہو یا سر اس کا بڑا ہو کہ زخم تمام سر پر نہ پہنچے اور مجروح کے ہاتھ اور انگلیاں سالم ہیں اور سر اس کا چھوٹا ہے کہ تمام سر کو پہنچا ہے تو مجروح کو اختیار ہے خواہ جارح سے قصاص لیوے یا تاوان لیوے اور ساقط ہو جاتا ہے قصاص قاتل کی موت سے اور ورثہ مقتول کی عضو سے اور ان کی صلاح کرنے سے مال پر قلیل ہو یا کثیر اور واجب ہوگا بدل صلح فی الفور دینا قاتل کو اگر اس کی میعادی یا نقد ہونے کی تصریح نہ ہوئی ہو اور مثل دیت کے موجل نہ ہوگا اور جو ایک وارث بھی عفو کر دے گا یا صلح کر لے گا تو قاتل کے ذمے سے قصاص ساقط ہو جاوے گا اور باقی وارثوں کو حصہ دیت ملے گا اگر ایک آزاد اور غلام نے مل کر ایک شخص کو مار

ڈالا بعد اس کے اس شخص آزاد نے اور اس غلام کے مولیٰ نے ایک شخص کو حکم کیا کہ اس خون کے بدلے ہزار روپیہ پر صلح کرا دیوے اور اس نے صلح کرادی تو مولے کو اور اس شخص آزاد کو دونوں کو پانچ پانچ سو روپیہ دینا ہوں گے اور چند آدمی قتل کئے جاویں گے ایک کے بدلے اور ایک آدمی بدلے چند آدمیوں کے اور شافعیؒ کے نزدیک اول کے بدلے قتل کیا جاوے گا اور واجب ہوگا مال دیت باقی مقتولوں کے لئے اور جو اول مقتول معلوم نہ ہو تو سب کے عوض قتل کیا جاوے گا اور تقسیم کی جاوے گی دیت سب کو اور بعض نے کہا ہے کہ قرعہ ڈالا جاوے اور جس کے نام قرعہ نکلے اس کے بدلے قتل کیا جاوے تو اگر ان مقتولوں کے وارثوں میں سے ایک مقتول کے وارث نے آ کر قصاص لے لیا تو باقی مقتولوں کے ورثا کو اب کچھ نہ ملے گا اگر دو شخصوں نے مل کر ایک کا ہاتھ کاٹا اگرچہ اس طرح پر کہ ایک چھری دونوں نے لے کر اس کے ہاتھ پر چلا دی تو اس کے عوض میں ان دونوں کے ہاتھ نہ کاٹے جاویں گے بلکہ دیت ان دونوں سے دلائی جاوے گی اور امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں کے ہاتھ کاٹے جاویں گے مثل قتل نفس کے اور جو ایک شخص نے دو شخصوں کے داہنے ہاتھ کاٹے تو ان دونوں کو پہنچتا ہے کہ اس کا داہنا ہاتھ کاٹیں اور ایک ہاتھ کی دیت لے کر آدھوں آدھ بانٹ لیں اگر دونوں ساتھ ہی حاضر ہوں اور جو پہلے ایک حاضر ہو تو اس کے ہاتھ کے عوض میں قاطع کا ہاتھ کاٹا جاوے اب دوسرا آوے تو اس کو دیت ملے گی اور جو غلام اقرار کرے قتل عمد کا تو اس کو قتل کریں گے اور جس شخص نے تیر مارا ایک مرد کو قصداً تو وہ تیر اس مرد کو لگ کے پار نکل کے دوسرے کو لگ گیا اور دونوں مر گئے تو اول شخص کے بدلے میں قصاص لیا جاوے گا کیونکہ وہ قتل عمد ہے اور دوسرے کے بدلے میں دیت آوے گی اس لئے کہ وہ قتل خطا ہے ہر چند یہ فعل واحد ہے لیکن تعدد اثر سے متعدد ہو گیا زیلعی)

(۸) ومن قطع یدرجل ثم قتله اخذبهما فی عمدین ومختلفین براء بینهما اولاوخطائین بینهما براء کفت دیة ان لم یبراء بین هذین هذه ثمانیة مسائل لان القطع اماعمداو خطأثم القتل کذلک صاراربعة ثم اما ان یکون بینهما براء اولا یکون صارثمانیة فان کان کل واحد منهما عمدا فان کان برء بینهما یقتص بالقطع ثم بالقتل وان لم یبرأ فکذا عند ابی حنیفةؒ لان القطع ثم القتل هوالمثل صورة ومعنے وعندهما یقتل ولا یقطع فدخل جزاء القطع فی جزاء القتل وتحقیق هذا فی اصول الفقه فی الاداء والقضاء وانکان کل منهما خطاء فان کان برء بینهما اخذبهما ای یجب دیة القطع والقتل وان لم یبرأ بینهما کفت دیة القتل لان دیة القطع انما یجب عنداستحکام اثر الفعل هوان یعلم عدم السرایة والفرق بین هذه الصورة وبین عمدین لابرٔ بینهما ان الدیة مثل غیر معقول فالاصل عدم وجوبها بخلاف القصاص فانه مثل معقول وان قطع عمدا ثم قتل خطاء سواء برأبینهما اولم یبراء اخذبالقطع والقطع اے یقتص للقطع وتوخذدیة النفس وان قطع خطأثم قتل عمدا سوأبرأبینهما ولاتوخذالدیة للقطع ویقتص للقتل لاختلاف الجنایتین لان احدهما عمد والأخر خطاء (۹) کما فی ضرب مائة سوط برأمن تسعین ومات من عشرة فانه یکتفے بدیة واحدة لانه لمابرأ

من تسعين لم يبق معتبرة الافي حق التعزير وكذاكل جراحة انه مات ولم يبق لها اثر على اصل ابی حنیفةؒ وعن ابی یوسفؒ فی مثله حکومة عدل وعن محمدؒ اجرة الطبيب وتجب حكومة عدل فی مائة سوط جرحته وبقى اثرها سياتي في كتاب الديات تفسير حكومة العدل

(۸) کسی کا ہاتھ کاٹا اور پھر اسے مار دیا

زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا پھر اس کو مار ڈالا تو اس کی آٹھ صورتیں ہیں اس واسطے کہ قطع یا عمد یا خطا ہے اسی طرح قتل یا عمد یا خطا ہے پھر چاروں صورتوں میں عمرو بیچ میں تندرست ہوا ہے یا نہیں تو اگر دونوں فعل عمداً کیے پس اگر بیچ میں عمرو اچھا ہو گیا تو قصاص دونوں فعلوں کا زید سے لیا جاوے گا یعنی پہلے قطع کا پھر قتل کا اور اگر صحت مابین میں حاصل نہیں ہوئی تو بھی امامؒ کے نزدیک یہی حکم ہے کہ قطع ید کے بعد قتل ہوگا اور صاحبینؒ کے نزدیک فقط قتل ہوگا نہ قطع تو جزائے قطع قتل کی جزا میں داخل ہو جاوے گی اور اگر قطع اور قتل دونوں خطا ہوں تو اگر درمیان میں صحت ہوگئی ہو تو قطع اور قتل دونوں کی دیت واجب ہوگی یعنی نصف دیت قطع کی اور پوری دیت قتل کی اور اگر درمیان میں صحت نہ ہوئی ہو تو فقط قتل کی دیت ہوگی اور اگر قطع عمد ہے اور قتل خطا ہے خواہ درمیان میں صحت ہوئی یا نہ ہوئی ہو تو ہاتھ کاٹا جائے گا اور دیت نفس کی دینا ہوگی اور جو قطع خطا ہے اور قتل عمد ہے خواہ صحت ہو یا نہ ہوئی ہو تو قطع کی دیت واجب ہوگی اور قتل کا قصاص لیا جاوے گا۔

(۹) کسی کو نوے کوڑے مارے پھر اس کے بعد دس مارے

زید نے عمرو کو سو کوڑے مارے اس طرح کہ پہلے نوے مارے اس سے وہ چنگا ہو گیا بعدہ دس مارے اسی سے مر گیا تو ایک ہی دیت لازم آوے گی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ وہ جب چنگا ہو گیا نوے کوڑے سے تو ان کا مارنا معتبر نہ رہا مگر تعزیر کے حق میں البتہ معتبر ہے اور اسی طرح غیر معتبر ہے قصاص میں ہر ایک وہ زخم جو بھر گیا ہو اور اس کا نشان باقی نہ رہا ہووے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کے مانند میں حکومت عدل ہے اور محمدؒ سے روایت ہے کہ طبیب کی اجرت اور دوائیوں کا ثمن واجب ہوگا کذا فی الاصل۔

☆ اور جو پہلے نوے کوڑے مارے اس سے وہ زخمی ہو گیا اور اثر اس کا باقی رہا بعد اس کے دس کوڑے مارے اس سے مر گیا تو حکومت عدل اور دیت نفس دونوں واجب ہوں گے۔ (باتفاق امامؒ اور صاحبینؒ کے کذا فی الدر المختار اور حکومت عدل کا بیان انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الدیات میں آوے گا۔

(۱۰) ومن قطع يدرجل فعفا عن القطع فمات منه ضمن قاطعه ديته هذاعند ابی حنیفةؒ وقالالایجب شئ لان العفوعن القطع عفو عن موجبه وهوالقطع ان لم يسرو القتل ان سرى له انه عفي عن القطع فاذاسرى علم انه كان قتلا لا قطعا وانما لايجب القصاص لشبهة العفو

(۱۱) ولوعفاعن الجناية او عن القطع وما يحدث منه فهو عفو عن النفس والخطاء من ثلث ماله والعمد من كله اى اذاكانت الجناية خطاء وقد عفاعنها فهوعفو عن الدية فيعتبر من الثلث لان الدية مال فحق الورثة يتعلق بهافالعفو وصية فيصح من الثلث واماالعمد فموجبه

القود وهوليس بمال فلم يتعلق به حق الورثة فيصح العفو عنه علے الكمال فان قلت القودانما يجب بعدالموت تشفيا لصدورالاولياء فينبغے ان لايصح عفوالمقتول قلت السبب انعقد فے حقه فيعتبر وسياتی كيفية وجوب القود وكذاالشجة ای لوكانت مقام القطع الشجة فهی علی الخلاف المذكورفان قطعت امرأة يدرجل فنكحها علے يده ثم مات يجب مهر مثلها ودية يده فی مالها ان تعمدت وعلے عاقلتهاان اخطأت ای ان قطعت امرأة يدرجل عمدافنكحها علے يده فهو نكاح اماعلے الموجب الاصلے للقطع العمدوهو القصاص فی الطرف فهو لايصح مهرافيجب مهرالمثل وعليها الدية فی مالها واما علے ماهوواجب بهذا القطع وهوالدية فانه لاقصاص بين الرجل والمرأة فی الطرف ثم اذاسری وظهران دية اليدغيرواجبة فيجب مهرالمثل وان قطعت خطاء يجب مهرالمثل ايضالهذاودية النفس علی العاقلة فلامقاصة ههنا بخلاف العمد فان نكحها علے اليدوما يحدث منها اوعلے جناية ثم مات ففی العمد مهر المثل وفی الخطاء رفع عن العاقلة مهر مثلها والباقی وصية لهم فان خرج من الثلث سقط والايسقط ثلث المال انما يجب مهرالمثل فے العمد لان هذاتزوج علے القصاص وهولايصلح مهرا فيجب مهرالمثل ولا شیء عليها بسبب القتل لان الواجب القصاص وقد اسقطه وان كان خطاء يرفع عن العاقلة مهر مثلها لان هذاتزوج علے الدية وهی تصلح مهرافان كان مهرالمثل مساويالدية ولامال له سوے هذا فلاشئ علی العاقتله لان التزوج من الحوائج الا صلية فيعتبر من جميع المال وان كان مهر المثل اكثر لايجب الزيادة لانها رضيت باقل من مهر المثل وان كان مهر المثل اقل فالزيادة وصية للعاقلة وتصح لانهم ليسوا بقتليه وتعتبر من الثلث فان خرجت من الثلث سقطت والاتسقط مقدار ثلث المال وهذا الفرق بين التزوج علے اليدوبين التزوج علے الجناية علے قول ابی حنيفةؒ واماعندهما فالحكم فی التزوج علے اليدكما ذكرنا فی هذه المسئلة وهی التزوج علے الجناية فان مات المقتص له بقطع قتل المقتص منه ای من قطع يده فاقتص له من اليد ثم مات فانه يقتل المقتص منه وعند ابی يوسفؒ لايقتل لانه لما اقدم علے القطع قصاصا ابرأه عما وراء ه قلنا استيفاء القطع لايوجب سقوط القود كمن له القود اذا قطع يد من عليه القود وضمن دية النفس من قطع قودافسری ای من له القصاص فی الطرف فاستوفاه فسری الی النفس يضمن دية النفس عند ابی حنيفهؒ لان حقه فی القطع وقد قتل وعندهما لا يضمن شيًالانه استوفے حقه وهوالقطع ولايمكنه التقيد بوصف السلامة لما فيه من سدباب القصاص والاحتراز عن السراية ليس فے وسعه وارش اليد من قطع يد من له عليه قود نفس فعفاعنه ای قطع ولی القتيل يدالقاتل ثم عفاعن القتل ضمن دية اليد عند ابی حنيفةؒ لانه استوفی غير حقه لكن لايجب القصاص للشبهة وعندهما لايضمن شيًالانه استحق اتلاف النفس بجيمع اجزائه فاتلف البعض فاذاعفافهو عفوعماوراء هذا البعض فلا يضمن شيئا.

(۱۰) کسی کا عضو کاٹا گیا اور اس نے معاف کر دیا پھر وہ اسی زخم سے مر گیا

ایک شخص کا کوئی عضو کاٹا گیا اس نے معاف کر دیا پھر اس قطع کے سبب سے وہ مر گیا تو قاطع کو دیت دینا پڑے گی۔

فائدہ:۔ یہ مذہب امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک قاطع کو کچھ نہ دینا ہوگا اس لئے کہ عضو قطع سے عفو ہے اُس کے موجب سے اور وہ قطع ہے اگر سرایت نہ کرے اور قتل ہے اگر سرایت کرے امام صاحبؒ یہ کہتے ہیں کہ مقطوع نے عفو کیا صرف قطع سے تو جب قطع سرایت کر گیا معلوم ہوا کہ وہ قتل تھا نہ قطع پس دیت واجب ہوگی اس لئے کہ قصاص بسبب شبہ عفو کے ساقط ہو گیا کذا فی الاصل۔

(۱۱) جنایت وقطع معاف کرنا

اور جو اس نے عفو کر دیا جنایت سے یا قطع سے اور جو اس سے پیدا ہو تو وہ عفو ہوگا نفس سے پس قاتل کو دیت نہ دینا ہوگی لیکن اگر یہ قتل خطا سے ہے تو ثلث مال سے معتبر ہوگا اور جو عمد ہے تو کل مال سے یہی حکم ہے سر کے زخم کا تو اگر کسی عورت نے ایک مرد کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور اس نے اس عورت سے نکاح کیا اپنے ہاتھ پر یعنی اپنے ہاتھ کی دیت کے بدلے میں پھر وہ مر گیا تو مرد پر اس عورت کا مہر مثل واجب ہے اور اس کے ہاتھ کی دیت عورت کے مال میں سے دی جاوے گی اگر اس نے عمداً ہاتھ کاٹا اور اس کے عاقلہ پر ہے اگر خطا سے کاٹا اور جو نکاح کیا اس سے ہاتھ پر اور جو اس سے پیدا ہو یا جنایت پر پھر مر گیا تو عمد میں مہر مثل ہے اور کچھ عورت پر لازم نہ ہوگا بسبب قتل کے اور خطا میں عورت کے عاقلہ سے بقدر مہر ساقط ہو کر باقی ان کے لئے بطور وصیت کے سمجھا جاوے گا تو اگر ثلث مال سے باقی نکل آوے تو کل ساقط ہوگا ورنہ بقدر ثلث ساقط ہوگا اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اس کے عوض میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا اب زید مر گیا تو عمرو بھی مارا جاوے گا اور جو عمرو مر گیا تو زید کو دیت نفس دینا ہوگی۔

فائدہ:۔ یہ جب ہے کہ زید نے بغیر حکم حاکم خود عمرو کا ہاتھ کاٹا ہو اور صاحبینؒ کے نزدیک زید کو کچھ نہ دینا ہوگا اس لئے کہ اس نے اپنا حق وصول کیا اور سرایت سے بچنا اس کے اختیار میں نہیں ہے اسی واسطے اگر باپ اپنے بیٹے کو یا معلم باپ کے اذن سے لڑکے کو تعلیم کے لئے ضرب معتاد کرے اور وہ مر جائے تو اس پر ضمان نہیں البتہ اگر حد معروف سے زیادہ مارے گا اور لڑکا ہلاک ہو جاوے گا تو اس کو تاوان دینا ہوگا در مختار۔ اگر مقتول کے وارث نے قاتل کا ہاتھ کاٹا پھر عفو کر دیا قتل سے تو اس کو دیت دینا پڑے گی ہاتھ کی۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک نہ دینا پڑے گی۔

باب الشهادة فی القتل واعتبار حالته

(۱) القود یثبت یداء للورثة لاارثا اعلم ان القصاص یثبت للورثة ابتداء عند ابی حنیفةؒ لانه یثبت بعد الموت والمیت لیس اهلالان یملک شیئاالاماله الیه حاجة کالمال مثلاً فطریق ثبوته الخلافة وعندهما طریق ثبوته الوراثة والفرق بینهما ان الوراثة تسدعی سبق ملک المورث ثم الانتقال منه الی الوارث والخلافة لاتستدعی ذلک فالمراد بالخلافة ههنا ان یقوم شخص مقام غیره فی اقامة فعله ففی القتل اذا اعتدی القاتل علےٰ المقتول فالحق ان یعتدی المقتول بمثل ما اعتدےٰ علیه لکنه عاجزعن اقامته فالورثة قاموامقامه من غیر ان المقتول ملکه

ثم انتقل منه الى الورثه ثم اذثبت هذا الاصل فرع عليه قوله فلا يصير احدهم خصماعن البقية اعلم ان كل مايملكه الورثة بطريق الورثة فاحدهم خصم عن الباقين اى قائم مقام الباقين فى الخصومة حتى ان ادعى احدالورثة شيئامن التركة على احدواقام بينة يثبت حق الجميع فلايحتاج الباقون الى تجديد الدعوى وكذااذاادعى احدعلى احد الورثة شيئامن التركة واقام البينة عليه يثبت على الجميع حتى لايحتاج المدعى الى ان يدعى على كل واحد وما يملكه الورثة لا بطريق الورثة لايصير احدهم خصماعن الباقين ففرع على هذا قوله (۲) فلواقام حجة بقتل ابيه غائبا اخوه فحضريعيدها اى فلواقام احد الورثة بينة واخوه غائب ان فلاناقتل اباه عمداً يريد القصاص ثم حضراخوه يحتاج الى اعادة قامة البينة عند ابى حنيفة خلافالهما وفى الخطاء والدين لااى اذاكان القتل خطاء لايحتاج الى اعادة البينة لان موجبه المال وطريق ثبوته الميراث وفى الدين اذا اقام احدالورثة البينة ان لابيه على فلان كذافحضراخوه لايحتاج الى اقامة البينة

باب قتل کی گواہی اور حالت قصاص کے اعتبار میں

(۱) وارثوں کے لئے استیفائے قصاص

استیفائے قصاص وارثوں کے لئے ثابت ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ یعنی ورثہ مقتول کے لئے حق حاصل ہوتا ہے اس بات کا کہ قاتل سے قصاص لیویں اور یہ حق ثابت ہوتا ہے وارثوں کے لئے بموجب فرائض اللہ کے تو جو وارث ترکے کا مستحق ہے اس کو یہ حق بھی حاصل ہے اور جو ترکے سے محروم ہے وہ اس حق سے بھی محروم ہے مثلاً مقتول کا بیٹا اگر موجود ہے تو بھائی بھتیجے چچا ماموں محروم ہوں گے اسی طرح باپ سے دادا چچا بھائی بھتیجے ماموں وغیرہ اور ماں سے نانی محروم ہوگی وعلیٰ ہذاالقیاس۔

☆ ابتدا سے نہ بطور میراث کے تو ایک وارث دوسرے کی طرف سے خصم نہیں ہوسکتا۔

(۲) مقتول کے دوسرے بھائی کیلئے اعادہ شہادت

پس اگر مقتول کے دو بھائی تھے ان میں سے ایک حاضر اور موجود تھا اس نے گواہوں سے قتل عمد قاتل پر ثابت کر دیا اب دوسرا بھائی آیا تو گواہوں کی گواہی کا اعادہ ضرور ہے۔ (امام صاحبؒ کے نزدیک نہ صاحبینؒ کے نزدیک) اور جو قتل خطا ہووے یا دعویٰ دین کا تو دوسرے بھائی کو اعادہ شہود کی شہادت کا بالا جماع ضرور نہیں ہے۔

(۳) فلوبرهن القاتل على عض الغائب فالحاضر خصم وسقط القود اى اذاكان بعض الورثة غائبا والبعض حاضر افاقام القاتل البينة على الحاضران الغائب قد عفا فالحاضر خصم لانه يدعى على الحاضر سقوط حقه فى القصاص وانتقاله الى مال فيكون خصماً وكذالوقتل عبدين رجلين احد هما غائب اى عبد مشترك بين رجلين احدهما غائب قتل عمدافادعى القاتل على الحاضران للغائب قدعفافالحاضر خصم وسقط عنه القود لما ذكرنا فان شهدولياقود بعفو اخيهما بطلت وهى اى الشهادة عفو منهما فان صدقهما القاتل واحده فلكل منهم ثلث

الدية وان كذبهما فلاشئ لهما وللأخر ثلث الدية وان صدقهما الاخ فقط فله الثلث هكذا ذكر فی الهداية وفيه نوع نظر لانه ان اريدبالشهادة حقيقتها فهی لاتكون بدون الدعوی والمدعے هو القاتل فكيف يكون تكذيب القاتل من اقسام هذه المسئلة وان اريد بالشهادة مجردالاخبار لايصح الحكم بالبطلان مطلقا اذاهو مخصوص بما اذاكذبهما ومن الاقسام مااذاصدقهما الاخ وحينئذلايبطل الاخبار وايضا الاقسام اربعة ولم يذكرالاالثلثة فالحق ان يقال فان اخبروليا قود بعفواخيهما فهو عفوالقصاص منهما فان صدقهما القاتل والاخ فلاشئ له ولهما ثلثا الدية وان كذباهما فلاشئ للمخبرين ولاخيهما ثلث الدية وان صدقهما القاتل وحده فلكل منهم ثلث الدية وان صدقهما الاخ فقط فله ثلث الدية اماالاول وهو تصديقهما فظاهرواماالثانی وهو تكذيبهما فلان اخبار هما بعفو الاخ اقرار بان لاحق لهما فی القصاص فلا قصاص لهما ولامال لتكذيب القاتل والاخ ثم للاخ ثلث الدية لان حق المخبرين لما سقط فے القصاص سقط حق الاخ لعدم تجزية وانتقل الی المال اذالم يثبت عفوه لان الاخبار المخبرين بعفوه لم يصح لانهما يجران به نفعا وهو انتقال حقهما الی المال واما الثالث وهو تصديق القاتل فقط فان للاخ ثلث الدية لما ذكرنا وكذا الكل من المخبر بتصديق القاتل فقط لان حقهما انتقل الے المال واما الرابع وهو تصديق الاخ فقط فهو الاستحسان والقياس ان لايكون علے القاتل شئ لان ماادعاه المخبران علی القاتل لم يثبت لانكاره وما اقربه القاتل للاخ يبطل بتكذيبه وجه الاستحسان ان القاتل بتكذيبه المخبرين اقربان لاخيهما ثلث الدية لزعمه ان القصاص سقط بدعواهما العفو علے الاخ وانقلب نصيب الاخ مالاوالاخ لما صدق المخبرين فی العفو فقد زعم ان نصيبهما انقلب مالافصار مقرا لهما بما اقربه القاتل ووجها مذكور فی الهداية

(۳) وارث غائب کے عفو کی شہادت

پھر اگر قاتل نے وارث غائب کے عفو پر گواہ قائم کر دیئے تو وارث حاضر اس کا خصم ہو جاوے گا اور قصاص ساقط ہوگا یہی حکم ہے اگر غلام مشترک قتل کیا جاوے اور ایک شریک غائب ہووے پس اگر قصاص کے دو وارثوں نے تیسرے وارث کے عفو پر گواہی دی تو شہادت باطل ہو گی لیکن یہ شہادت ان دونوں کی طرف سے عفوِ قصاص ہوگی تو اگر قاتل نے ان دو وارثوں کی تصدیق کی تو تینوں وارثوں کو ایک ایک ثلث دیت کا ملے گا اور اگر دونوں کی تکذیب کی تو ان دو وارثوں کو کچھ نہ ملے گا اور تیسرے کو تیسرا حصہ دیت کا ملے گا اور جو ان کی تصدیق صرف تیسرے وارث نے کی اور قاتل نے تکذیب کی تو اس کو تہائی حصہ دیت کا ملے گا۔

فائدہ:۔ لیکن یہ تیسرا حصہ ان دونوں وارثوں کو دیا جاوے گا استحساناً درمختار اور ایک چوتھی صورت ہے اس کو مصنف نے چھوڑ دیا وہ یہ ہے کہ قاتل نے اور تیسرے وارث نے دونوں نے تصدیق کی ان دونوں وارثوں کی تو اس صورت میں تیسرے وارث کو کچھ نہ ملے گا اور ان دونوں کو ایک ایک ثلث دیت کا ملے گا اور اصل کتاب میں اس کے دلائل بتفصیل مذکور ہیں۔

(۴) وان اختلف شاهدا القتل فی زمانه او مکانه اوالته او قال شاهد قتله بعضا وقال الأخر جهلت الة قتله لغت وان شهدابقتله وقالاجهلنا التہ تجب الدیة القیاس ان لایجب شئ لان حکم القتل یختلف باختلاف الألة ووجد الاستحسان انهم شهدوا بمطلق القتل والمطلق لیس بمجمل فیثبت اقل من موجبه وهو الدیة وتجب فی ماله لانه الاصل فی القتل العمد فلایتحمله العاقله (۵) وان اقرکل من الرجلین بقتل زید وقال الولی قتلتماه فله قتلهما ولوقامت بینة بقتل زید عمرو اواخری بقتل بکرایاه وادعی الولی قتلهما لغتا لان فی الثانی تکذیب المشهودله الشاهد فی بعض ما شهدله وهذا یبطل شهادة لان التکذیب تفسیق وفی الاول تکذیب المقرله المقر فی بعض مااقربه وهو انفراده فی القتل وهذالایبطل الاقرار (٦) والعبرة لحالة الرمی لاللوصول فیجب الدیة علی من رمی مسلما فارتد فوصل هذا عند ابی حنیفةؒ وعندهما لایجب شئ اذبالارتداد سقط تقومه فصارمبریا للرامی عن موجبه کما اذابراء بعد الجرح قبل الموت له ان المرمی الیه حالة الرمی متقوم والقیمة لسید عبد رمی الیه فاعتقه فوصل هذا عند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ وقال محمد فضل مابین قیمته مرمیا الی غیر مرمی والجزائر علی محرم رمی صید افحل فوصل لاعلی حلال رماه فاحرم فوصل ولایضمن من رمی مقضیا علیه برجم فرجع شاهده فوصل وخل صید رماه مسلم فتمحس نعوذ بالله فوصل لامارماه مجوسی فاسلم فوصل لان المعتبر حالة الرمی۔

(۴) گواہان قتل کا زمان یامکان یا آلہ میں اختلاف

اگر اختلاف کیاقتل کے گواہوں نے زمان قتل میں یا مکان قتل میں یا آلہ قتل میں یاایک نے کہا کہ قاتل نے مقتول کو لاٹھی سے مارا اور دوسرے نے کہا کہ مجھ کومعلوم نہیں کس ہتھیار سے مارا (یا ایک نے گواہی دی معائنۂ قتل پر اور دوسرے نے اقرار قاتل پر درمختار) توان سب صورتوں میں شہادت لغوہو جاوے گی اور جوشاہدوں نے قتل کی شہادت دی اورکہا کہ آلہ قتل ہم کومعلوم نہیں تو دیت واجب ہوگی۔

فائدہ:۔اور قیاس یہ ہے کہ کچھ واجب نہ ہواس لئے کہ حکم قتل کامختلف ہوتا ہے باختلاف آلہ وجہ استحسان کی یہ ہے کہ گواہوں نے گواہی دی مطلق قتل کی اور مطلق مجمل نہیں ہےتو ثابت ہوگا اقل موجب اس کا اور وہ دیت ہےاور واجب ہوگی دیت مال میں قاتل کےاس لئے کہ اصل قتل میں عمد ہےاور عاقلہ نہیں بار اٹھاتے ہیں عمد کا کذافی الاصل۔

(۵) ایک مقتول کے قتل پر دو کا اقرار یا گواہی سے ثبوت

اگر قتل مقتول کا دوشخصوں میں سے ہر ایک نے اقرار کیا اور ولی مقتول نے یہ کہا کہ تم دونوں نے اس کو مارا ہےتو دونوں قتل کئے جاویں گےاور جوایک شہادت گزری کہ زید کو عمرو نے مارا ہےاور دوسری شہادت یہ گزری کہ زید کوخالد نے مارا ہےاور ولی نے یہ کہا کہ زید کوعمرو اور خالد دونوں نے مارا

ہے تو دونوں شہادتیں لغو ہو جاویں گی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ولی کا قول تکذیب اور تفسیق ہے شہود کی یا مقر کی اور وہ مبطل شہادت ہے۔

(٦) وجوب وعدم وجوب دیت میں حالت تیر انداز کا اعتبار

اور اعتبار وجوب وعدم وجوب دیت وغیرہ میں حالت تیراندازی کی ہے نہ تیر لگنے کا وقت تو واجب ہوگی دیت جس شخص نے تیر مارا ایک مسلمان کو اور وہ قبل تیر لگنے کے مرتد ہو گیا پھر تیر لگا اور قیمت غلام کی مولیٰ کو جب تیر مارا غلام کے اور قبل تیر لگنے کے آزاد ہو گیا اور جزا اس محرم پر جس نے تیر مارا حالت احرام میں اور وہ قبل تیر لگنے کے حلال ہو گیا اور نہ واجب ہوگی جزا اس حلال پر جس نے تیر مارا بعد اس کے محرم ہو گیا قبل تیر لگنے کے اور نہیں ضمان دے گا وہ شخص جس نے تیر مارا اس کو جس کے سنگسار کرنے کا قاضی حکم کر چکا تھا جب گواہ رجم کے قبل تیر پہنچنے کے اپنی شہادت سے پھر جاویں اور حلال ہے وہ شکار کہ تیر مارا اس کو مسلمان نے پھر مجوسی ہو گیا قبل تیر پہنچنے کے نہ وہ شکار جس کو تیر مارا مجوسی نے پھر مسلمان ہو گیا قبل تیر لگنے کے۔

کتاب الدیات

(١) الدية من الذهب الف دينار ومن الورق عشرة الأف درهم (٢) ومن الابل مائة وهذه فى شبه العمد ارباع من بنت مخاض وبنت لبون وحقة وجذعة وهى المغلظة (٣) وفى الخطاء اخماس منها ومن ابن مخاض الدية عند ابى حنيفةؒ لاتكون الامن هذه الاموال الثلثة وقالا منها ومن البقر مائتا بقرة ومن الغنم الفاشاة ومن الحلل مائتا حلة كل حلة ثوبان لان عمر رضى الله تعالىٰ عنه جعل على اهل كل مال منها وله ان هذه الاشياء مجهولة فلايصح بها التقدير ولم يردفيها اثر مشهور بخلاف الابل وعندالشافعىؒ من الورق اثنا عشرالف درهم ثم الدية المغلظة عند ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ خمس وعشرون بنت مخاض وهى التى تمت عليها حول وخمس وعشرون بنت لبون وهى التى تمت عليها حولان وخمس وعشرون حقة وهى التى تمت عليها ثلث سنين وخمس وعشرون جذعة وهى التى تمت عليها اربع سنين وعند محمد والشافعىؒ ثلثون حقة وثلثون جذعة واربعون ثنية كلها خلفات فى بطونها اولادها الثنية التى تمت عليها خمس سنين والخلفة التى فى بطنها ولد مضت عليه ستة اشهر والتغليظ مختلف فيه بين الصحابةؓ عنهم ونحن اخذنابقول ابن مسعودؓ ودية الخطاء عندنا عشرون ابن مخاض وهو ذكرتمت عليه حول ومن الاصناف الاربعة المذكورة عشرون عشرون وعندالشافعىؒ عشرون ابن لبون مكان ابن مخاض (٤) وكفارتها عتق مومن فان عجز عنه صام شهرين ولاء ولااطعام فيها لانه لم يردبه النص وصح رضيع احدابويه مسلمٌ لانه يكون مومنا بالتبعية لاالجنين (٥) وللمراة نصف ماللرجل فى دية النفس

ومادونها هذا عندنا وعندالشافعی مادون الثلث لاینصف (۲) وللذمی ماللمسلم هذا عندنا وعندالشافعیؒ دیة الیهودی والنصرانی اربعة الأف درهم ودیة المجوسی ثمان ماته درهم وعندمالکؒ دیة الیهود والنصرانی نصف دیة المسلم ودیة المسلم عنده اثنا عشرالف درهم (۷) وفی النفس والانف والذکر والحشفة والعقل (۹) والشم والذوق والسمع والبصر واللسان ان منع النطق اواداء اکثرالحروف (۱۰) ولحیة حلقت فلم تنبت وشعرالراس الدیة ای الدیة الکاملة وعندمالک والشافعیؒ یجب فی اللحیة وشعر الراس حکومة العدل

(۱) دیت کی مقدار

مقدار دیت سونے سے ایک ہزار دینار ہیں اور چاندی سے دس ہزار درم اور اونٹ سے سو اونٹ۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن جدہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جان مارنے میں دیت سو اونٹ کی ہے اور سونے والوں پر ہزار دینار ہیں روایت کیا اس کو ابوداوٗدؒ نے مراسیل میں اور نسائیؒ اور ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ اور ابن حبانؒ نے اور روایت کی بیہقیؒ نے طریق شافعیؒ سے کہ کہا شافعیؒ نے کہا محمد بن الحسنؒ نے پہنچا ہم کو حضرت عمرؓ سے کہ انہوں نے مقرر کیا سونے والوں پر دیت کو ہزار دینار اور چاندی سے دس ہزار درم کہا محمد بن الحسنؒ نے اور خبر دی ہم کو ثوری نے صغیرہ ضبیؒ سے انہوں نے ابراہیم سے کہا کہ تھی دیت پہلے اونٹوں سے پھر ہر اونٹ کو قائم مقام ایک سو بیس درم کے کردیا وزن ستہ سے تو وہ بارہ ہزار درم ہوگئے اور وزن سبعہ سے دس ہزار درم ہوئے اور روایت کی محمد بن الحسنؒ نے انا ابو حنیفة عن الهیثم عن عامر الشعبی عن ابی عبیدة السلمانی عن عمر بن الخطابؓ قال علی اهل الورق من الدیة عشرة آلاف درهم وعلی اهل الذهب الف دینار الحدیث یعنی کہا عمر بن الخطابؓ نے کہ چاندی والوں پر دیت دس ہزار درم ہیں اور سونے والوں پر دس ہزار دینار ہیں اور شافعیؒ کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں اس واسطے کہ حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کی دیت ایک مقتول کی بارہ ہزار درم روایت کیا اس کو چاروں عالموں نے اور جواب اس حدیث سے بچند وجوہ ہے ایک یہ کہ اس حدیث کا ارسال مرجح ہے ترجیح دیا اس کے ارسال کو نسائیؒ نے اور ابو حاتمؒ نے اور حدیث مرسل شافعیؒ کے نزدیک قابل احتجاج نہیں دوسری یہ کہ مراد ان دراہم سے وہی دراہم ہیں جن کا وزن وزن ستہ تھا یعنی دس دراہم چھ مثقال کے برابر تھے بدلیل اس کے جو روایت کی محمد بن الحسنؒ نے ابراہیمؒ سے تیسری یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کوئی مقدار دیت معین نہیں ہوئی تھی تو کبھی آپ نے بارہ ہزار درم دلائے جیسا کہ حدیث ابن عباسؓ میں ہے اور کبھی آٹھ ہزار درم جیسا کہ حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ میں ہے اخراج کیا اس کا ابوداوٗدؒ نے چوتھی یہ کہ حدیث ابن عباسؓ میں صرف حکایت ہے ایک واقعے کی اور قرارداد عمرؓ مقدار دیت میں بغیر سمع شارع کے نہیں ہوسکتی اور تھی یہ محضر میں صحابہ کرامؓ سے تو اخذ ساتھ اس کے اولیٰ ہوا واللہ اعلم۔

(۲)قتل شبہ عمد کی دیت

اور یہ دیت قتل شبہ عمد کی سو اونٹ ہیں اس طرح کہ پچیس بنت مخاض ہوں اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقہ اور پچیس جذعہ اور اس دیت کا نام دیت مغلظہ ہے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ روایت کی ابوداوُدؒ نے علقمہؒ اور اسودؒ سے کہ کہا عبداللہ بن مسعودؓ نے شبہ عمد کی دیت میں پچیس حصہ اور پچیس جذعہ اور پچیس بنت لبون اور پچیس بنت مخاض ہیں۔

(۳)قتل خطا کی دیت

اور قتل خطا کی دیت بھی سو اونٹ ہیں لیکن اس طرح پر کہ بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس ابن مخاض۔

فائدہ:۔ یعنی نر اونٹ ایک سال کے اس واسطے کہ روایت کی اصحاب سنن اربعہؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیتِ خطا کی بیس حقہ اور بیس جذعہ اور بیس بنت مخاض اور بیس بنت لبون اور بیس ابن مخاض ہیں۔

(۴)قتل خطا وشبہ عمد کا کفارہ

اور کفارہ قتل خطا اور شبہ عمد کا یہ ہے کہ قاتل ایک غلام مسلمان آزاد کرے (اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کفارہَ خطا میں **ومن قتل مؤمنا خطأفتحرير رقبة مؤمنة الأية**) تو اگر اس سے عاجز ہو دو مہینے پے در پے روزے رکھے (اس واسطے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے **فمن لم يجد فصيام شهرين متتابعين**) کفارہ قتل میں کھانا کھلانا مساکین کو کافی نہیں ہے (اس لئے کہ اطعام یہاں نص کلام اللہ میں وارد نہیں ہوا) اور صحیح ہے آزاد کرنا اس شیر خوار کا جس کے ماں یا باپ مسلمان ہوں نہ اس بچے کا جو شکم میں ہے۔

(۵)عورت کی دیت

اور عورت کی دیت نصف مرد کی دیت کے ہے خواہ جان کی دیت ہو یا اعضاء کی۔

فائدہ:۔ یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک مادون الثلث دیت مرد کی اور عورت کی برابر ہے اور جو ثلث سے زیادہ ہو تو وہ نصف ہے عورت کی دلیل شافعیؒ کی حدیث ہے نسائیؒ کی کہ دیت عورت کی برابر ہے مرد کی دیت کے یہاں تک کہ پہنچے تہائی دیت کو اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن خزیمہؒ نے اور حجت ہماری وہ حدیث ہے جس کو روایت کیا بیہقیؒ نے معاذ بن جبلؓ سے مرفوعاً **دية المرأة على النصف من دية الرجل** یعنی دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی اور حدیث مطلق ہے شامل ہے ثلث کو اور مادون ثلث کو اور بھی روایت کی بیہقیؒ نے حضرت علیؓ سے کہ فرمایا انہوں نے دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی اور روایت کی شافعیؒ نے ابراہیمؒ سے انہوں نے عمر بن الخطابؓ اور علیؓ بن ابی طالب سے کہ دونوں نے کہا دیت عورت کی نصف ہے دیت مرد کی۔

(۶)ذمی کی دیت

اور دیت ذمی کی اور مسلمان کی برابر ہے۔

فائدہ:۔ ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی چار ہزار درم ہیں اور مجوسی کی آٹھ سو درم ہیں اور امام مالکؒ کے نزدیک دیت یہودی اور نصرانی کی نصف ہے دیت مسلمان کی یعنی چھ ہزار درم کیونکہ دیت مسلمان کی ان کے نزدیک بارہ ہزار درم ہیں دلیل امام شافعیؒ کی حدیث ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر کئے اوپر ایک مسلمان کے کہ قتل کیا تھا اس نے کتابی کو چار ہزار درم دیت کے روایت کیا اس کو عبدالرزاقؒ نے اور اس میں ذکر مجوسی کا نہیں ہے اور روایت کی شافعیؒ نے پھر بیہقیؒ نے منصور بن المعتمر سے انہوں نے ثابت بن الحدادؒ سے انہوں نے ابن المسیبؒ سے کہ عمرؓ بن خطاب نے فیصلہ کیا دیت میں یہودی اور نصرانی کے چار ہزار درم کا اور مجوسی میں آٹھ سو درم کا دلیل امام مالکؒ کی حدیث ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی کہ فرمایا حضرتؐ نے دیت کافر کی نصف ہے دیت مسلمان کی اور ایک روایت میں ہے کہ دیت ذمیوں کی نصف ہے دیت اہل اسلام کی روایت کیا اس کو احمدؒ اور ابو داؤدؒ اور ترمذیؒ اور ابن ماجہؒ نے دلیل ہماری قول ہے اللہ تعالیٰ کا وان کان من قوم بینکم و بینھم میثاق فدیۃ مسلمۃ الیٰ اھلہ و تحریر رقبۃ مومنۃ کیونکہ ظاہر آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ دیت اس کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور حدیث ابو ہریرہؓ کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت یہودی اور نصرانی کی مثل دیت مسلمان کے ہے روایت کیا اس کو امام اعظمؒ نے مسند میں زہریؒ سے انہوں نے سعید بن المسیب سے انہوں نے ابو ہریرہؓ سے اور یہ اسناد نہایت صحیح ہے اور روایت کی طبرانیؒ نے معجم اوسط میں ابن عمرؓ سے باسناد حسن کی دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے کہا صاحب تیسیر نے کہ اسناد اس حدیث کی حسن ہے اور اسی سے اخذ کیا ابو حنیفہؒ نے اور جماعت علماءؒ نے اور روایت کی ابو داؤدؒ نے مراسیل میں سند صحیح سے ابن المسیبؒ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت ہر عہد والے کافر کی اس کے عہد میں ہزار دینار ہیں اور نقل کئے ابن عبد البرؒ نے تمہید میں اپنی سند

سے بہت سے آثار ایک جماعت سے ان میں سے ہیں ابن المسیبؒ کہ وہ کہتے تھے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی طحاویؒ نے بسند حسن ابن المسیبؒ سے مثل روایت ابو داؤدؒ کے پس یہ روایت ابن المسیبؒ معارض ہے اس روایت ابن المسیبؒ سے جس سے تمسک کیا شافعیؒ نے باوجود اس کے کہ روایت شافعیؒ موقوف ہے اور یہ مرفوع ہے اور روایت کئے ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں کئی آثار اس باب میں ابراہیم نخعی اور عامر شعبی اور زہری اور یعقوب بن عتبہ اور اسماعیل اور صالح اور عطاء اور مجاہد اور علقمہ رضی اللہ عنہم سے جن سب کا مضمون یہ ہے کہ دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے ابن مسعودؓ سے کہ کہا انہوں نے دیت ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور زہری سے کہا کہ دیت یہودی اور نصرانی اور مجوسی اور ہر ذمی کی مثل دیت مسلمان کے ہے اور کہا کہ ایسا ہی حکم تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے عہد میں یہاں تک کہ ریاست ہوئی معاویہؓ کی سو انہوں نے یہ کیا کہ دیت کا نصف بیت المال میں رکھا اور ولی مقتول کو نصف دیا اور روایت کی عبدالرزاقؒ اور دار قطنیؒ اور بیہقیؒ نے ابن عمرؓ سے کہ ایک مسلمان نے مار ڈالا ایک ذمی کو خلافت عثمانؓ میں سو حضرت عثمانؓ نے نہیں قتل کیا اس مسلمان کو لیکن دیت اس پر مقرر کی مثل دیت مسلمان کے اور روایت کی طحاویؒ نے باسناد حسن جعفر بن عبداللہ بن الحکمؒ سے کہ رفاعہ بن سمول یہودی قتل کیا گیا شام میں تو حضرت عمرؓ نے دیت اس کی ہزار دینار مقرر کی کہا شارح مسند امام نے کہ سند طحاوی کی اوپر شرط مسلم کے ہے سوا ابن منقذ کے اور وہ ثقہ ہے روایت کی اس سے حاکمؒ نے مستدرک میں اور ابن حبانؒ نے صحیح میں اور روایت

کی عبدالرزاقؒ نے بسند صحیح انس بن مالکؓ سے کہ وہ حدیث بیان کرتے تھے کہ ایک یہودی مارا گیا تو حکم کیا اس میں حضرت عمرؓ نے بارہ ہزار درم کا دیت کے تو روایت شافعیؒ اور بیہقیؒ کی ثابت حداد سے انہوں نے ابن المسیبؒ سے کہ حکم کیا حضرت عمرؓ نے یہودی اور نصرانی کی دیت میں چار ہزار درم کا قابل التفات کے نہیں ہے کئی وجھوں سے ایک تو اس وجہ سے جو ہم نے بیان کیا کہ اس روایت کے خلاف صحیح ہوا عمرؓ سے دوسری وہ جو ذکر کیا مالکؒ اور ابن معینؒ نے کہ ابن المسیبؒ نے نہیں سنا عمرؓ سے تیسری ثابت الحداد مجہول ہے نہیں پہچانا جاتا اور اسی واسطے کہا ذہبیؒ نے اپنے مختصر میں اور کون ہے ثابت الحداد اور ذکر کیا اس کو حافظ ابن حجرؒ نے تقریب میں کہ وہ ثابت بیٹا ہے ہرمز کوفی کا کنیت اس کی ابوالمقدام الحداد ہے مشہور ہے اپنی کنیت سے اور وہ صدوق ہے لیکن وہم کرتا ہے تو ضعیف کیا اس کو بسبب علت وہم کے چوتھی ابن المسیبؒ سے اس کے خلاف اخراج کیا ابوداؤدؒ نے اور طحاویؒ نے اور مراسیل ابن المسیبؒ کے شافعیہؒ کے نزدیک بھی مقبول ہیں کہا احمد بن جریر طبریؒ نے تہذیب میں کہ نہیں خلاف ہے اس امر میں کہ کفارۂ قتل مسلمان اور ذمی میں یکساں ہے پس دیت بھی برابر ہونی چاہئے اور رد کیا اس شخص پر جس نے واجب کیا کم کو دیت سے ہذا خلاصۃ مافی شرح المسند للامام۔

(۷) ناک' ذکر اور حشفہ کاٹنے کی دیت

اور قتل نفس میں اور ناک اور ذکر اور حشفہ کاٹنے میں پوری دیت ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث عمرو بن حزم میں ہے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ بے شک مارنے میں جان کے دیت ہے اور ناک میں جب پوری کٹے پوری دیت ہے اور ذکر میں پوری دیت ہے الحدیث روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے مراسیل میں اور نسائیؒ اور ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ اور ابن حبانؒ اور احمدؒ نے اور اختلاف کیا اس کی صحت میں۔

(۸) عقل زائل کرنے کی دیت

اور جو ایسی مار مارے کہ مضروب کی عقل اس سے جاتی رہے تو ضارب پر پوری دیت ہے۔

فائدہ:۔ بسبب فوت ہو جانے منفعت ادراک کے اور یہی مدار نفع ہے معاش اور معاد میں ہدایہ

(۹) قوت شامہ وغیرہ زائل کرنے کی دیت

اسی طرح اگر مضروب کی قوت شامہ یا ذائقہ یا سامعہ یا باصرہ جاتی رہے تب بھی پوری دیت لازم ہوگی۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ ہر ایک سے ایک منفعت جداگانہ مقصود ہے ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں روایت کی عوف اعرابیؒ سے کہ ایک شخص نے پتھر مارا دوسرے شخص کے زمانے میں حضرت عمرؓ بن الخطاب کے تو مضروب کی سمع اور عقل اور زبان اور ذکر جاتے رہے تو نہ قریب ہو سکتا تھا عورتوں کے تو حکم کیا حضرت عمرؓ نے اس میں چار دیتوں کا ہدایہ میں اس کا قاعدہ کلیہ یہ تحریر ہے کہ جب جنس منفعت کی بالکل فوت ہو جاوے یا جمال وحسن ظاہری جاتا رہے تو پوری دیت واجب ہوگی۔

(۱۰) زبان کاٹنے کی دیت

اگر زبان پوری کاٹ ڈالی یا اس قدر کہ گویائی اس سے جاتی رہی یا اکثر حروف نکلنا موقوف ہو گئے تو پوری دیت واجب ہوگی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث عمرؓ بن حزم میں ہے کہ زبان میں پوری دیت ہے۔

(۱۱) كما في اثنين مما في البدن اثنان وفي احدهما نصفها (۱۲) وكما في اشفار العينين وفي احدها ربعها (۱۳) في كل اصبع يداورجل عشرها (۱۴) وفي كل مفصل من اصبع فيها مفاصل ثلث عشرها او ممافيه مفصلان نصف عشرها (۱۵) كما في كل سن فان فيها نصف العشرلما كان عددالاسنان اثنين وثلاثين فينبغي ان يجب في كل سن ربع ثمن الدية فما الحكمة في وجوب نصف العشر فيخطر ببالي ان عددالاسناد وان كان اثنين وثلاثين فالاربعة الاخيرة وهي اثنان الحلم قد لا تنبت لبعض الناس وقد تنبت لبعض الناس بعضها وللبعض كلها فالعدد المتوسط للاسنان ثلاثون ثم اللاسنان منفعتان الزينة والمضغ فاذا سقط بن يبطل منفتها بالكلية ونصف منفعة السن التي تقابلها وهو منفعة المضغ وان كان النصف الأخر وهو الزينة باقية واذاكان العددالمتوسط ثلثين فمنفعة السن الواحدة ثلث العشر ونصف المنفعة سدس العشرومجموعهما نصف العشر والله اعلم بالحقيقة (۱۶) وكل عضو ذهب نفعه بضرب ففيه دية كيد شلت وعين عميت (۱۷) ولاقودفي الشجاج الافي الموضحة عمدا لانه لا يمكن حفظ المماثلة في غيرالموضحة وفيها يمكن وهذا عند ابي حنيفة وقال محمد القصاص فيما قبل الموضحة بان يسبرغورها بمسبارثم يتخذحديدة بقدر ذلك ويقطع بهامقدار ماقطع وهي مايوضح العظم اي يظهره وفيها خطاء النصف عشر الدية وفي الهاشمة عشرها وهي التي تكسر العظم وفي المنقلة عشرها ونصف عشرها وهي التي تحول العظم بعد الكسر وفي الامة (۱۸) والجائفة ثلثها الأمة التي تصل الي ام الدماغ وهي الجلدة التي فيها الدماغ والجائفة الجراحة التي وصلت اي الجوف وفي جائفة نفذت ثلثاها لانها بمنزلة الجائفتين

(۱۱) داڑھی اور سر کے بال مونڈ ڈالنے کی دیت

اگر داڑھی کسی کی مونڈ ڈالی اور پھر وہ نہ نکلی یا سر کے بال مونڈ ڈالے اور پھر وہ نہ جمے تو پوری دیت واجب ہوگی۔ (اور امام مالکؒ اور شافعیؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہوگی کذافی الاصل)

(۱۲) اعضاء مکررہ کی دیت

جو عضو انسان کے بدن میں دو دو ہیں (جیسے ہاتھ اور آنکھ اور کان اور پاؤں اور ہونٹ اور فوطے ہدایہ) اور دونوں کو تلف کر دیوے تو پوری دیت واجب ہوگی اور اگر ایک کو تلف کرے تو نصف دیت واجب ہوگی۔

فائدہ:۔ مثلاً اگر دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالے تو پوری دیت اور جو ایک آنکھ پھوڑ ڈالے تو نصف دیت واجب ہوگی حدیث عمروؓ بن حزم میں ہے کہ دونوں آنکھوں میں پوری دیت ہے اور دونوں ہونٹوں میں پوری دیت ہے اور دونوں بیضوں میں پوری دیت ہے اور ایک آنکھ میں اور ایک پیر میں نصف دیت ہے کذافی شرح النقایۃ۔

(۱۳) پلکوں کی دیت

اور پلکوں میں اگر چاروں تلف ہو جاویں تو پوری دیت ہے اور جو ایک تلف ہووے تو ربع دیت ہے (اس لئے کہ پلکیں چار ہیں ہدایہ)۔

(۱۴) انگلیوں کی دیت

اور ہر ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤں کی دسواں

حصہ دیت کا ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ انگلیاں بھی دس ہیں اور حدیث عمرو بن حزمؓ میں ہے کہ ہر انگلی میں خواہ ہاتھ کی ہووے یا پاؤں کی دس اونٹ ہیں اور روایت کی ترمذیؒ اور ابن حبانؒ نے ابن عباسؓ سے مرفوعاً مثل اس کے۔

(۱۵) انگلیوں کے جوڑوں کی دیت

اور جس انگلی میں تین جوڑ ہیں سو اس کے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسویں حصہ کا ثلث ہے اور جس میں دو جوڑ ہیں اس کے ایک جوڑ تلف کرنے سے دسویں حصہ کا نصف ہے (اس واسطے کہ انگلی کی دیت جوڑوں پر تقسیم کر دی گئی ہے ہدایہ)

(۱۶) دانت کی دیت

جیسے ہر ہر دانت میں بیسواں حصہ دیت کا ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث عمروؓ بن حزم میں ہے کہ دانت میں پانچ اونٹ ہیں اور روایت کی ابوداؤدؒ نے ابوموسیٰ اشعریؓ سے مثل اس کے مرفوعاً اگر کوئی کہے کہ دانت تو بتیس ہیں پھر ہر دانت میں بیسویں حصے کے وجوب کی کیا وجہ ہے بلکہ چاہئے تھا کہ بتیسواں حصہ لازم آتا جواب اس کا یہ ہے کہ دانتوں کا عدد اگرچہ بتیس ہے لیکن اخیر کے چار دانت یعنی عقل کی ڈاڑھیں تو بعض آدمیوں کے نہیں نکلتیں اور بعض آدمیوں میں چاروں ہوتی ہیں اور بعضوں میں کم تو عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا پھر دانت سے دو نفع ہیں ایک زینت اور خوبصورتی اور دوسرے چبانا پس جب ایک دانت تلف ہو گیا تو اس کی منفعت تو بالکل زائل ہو گئی یعنی زینت بھی گئی اور چبانا بھی گیا اور اس کے پاس والے دانت کی ایک منفعت یعنی چبانے کی جاتی رہے اور زینت کی منفعت باقی رہی پس جب عدد متوسط دانتوں کا تیس ٹھہرا تو ایک دانت کی دیت تیسواں حصہ ہوا اور نصف منفعت جو دوسرے دانت کی جاتی رہی اس کی نصف دیت کا ساٹھواں حصہ ہوا اور تیسواں اور ساٹھواں حصہ ملا کر بیسواں حصہ ہوا اس لئے ایک دانت کے تلف ہونے میں بیسواں حصہ واجب ہوا واللہ اعلم کذا فی الاصل شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ دانت کبھی اٹھائیس ہوتے ہیں کبھی چھبیس ہوتے ہیں اور ایک کی نسبت نکالنی ان اعداد کی طرف مشکل تھی محتاج تھی طرف غور وخوض کے حساب میں تو مقرر کر دیا شارع نے بیس کو اور واجب کیا ہر دانت میں نصف عشر دیت واللہ اعلم۔

(۱۷) عضو کا نفع زائل کرنے کی دیت

جس عضو کا نفع مارنے سے جاتا رہے تو اس میں دیت اس عضو کی واجب ہو گی مثلاً ہاتھ شل ہو جاوے یا آنکھ کی بصارت جاتی رہے۔

(۱۸) سر اور چہرہ کے زخموں کی دیت

اور سر اور چہرے کے زخموں میں قصاص نہیں ہے مگر جراحت موضحہ میں جب عمداً ہووے (موضحہ وہ زخم ہے جو ہڈی کو ظاہر کر دیوے کذا فی الاصل) اور جو جراحت موضحہ خطا سے ہووے تو اس میں بیسواں حصہ دیت کا واجب ہے اور ہاشمہ میں (یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ دیوے) دسواں حصہ دیت کا ہے اور منقلہ میں (یعنی جو زخم ہڈی کو توڑ کر اپنی جگہ سے منتقل کر دیوے) دسواں حصہ اور نصف دسویں حصہ کا یعنی بیسواں حصہ دیت کا واجب ہے اور آمہ میں (یعنی جو زخم بھیجے کی کھال تک پہنچ جاوے)

(۱۹) والحارصة والدامعة والدامية والباضعة والمتلاحمة والسمحاق حکومة العدل ای مایحرص الجلد ای یخدشه وما یظهرالدم ولایسیله کالدمع من العین وما یسیل الدم وما یبضع الجلد ای یقطعه وما یاخذ فی اللحم وما یصل الی السمحاق ای جلدة رقیقة بین اللحم وعظم الراس ثم فسرحکومة العدل بقوله فیقوم عبد بلا هذا الاثر ثم معه فقدرالتفاوت بین القیمتین من الدیة هو هی هو یرجع الی قدرالتفاوت وهی ترجع الی حکومة العدل فیفرض ان هذاالحرعبدوقیمته بلاهذا الاثرالف درهم ومع هذاالاثر تسعمائة درهم فالتفاوت بینهمامائة درهم وهو عشرالالف فیوخذ هذا التفاوت من الدیة وهی عشرة الأف درهم فعشرها الف درهم فهو حکومة العدل وبه یفتے احتراز عماقال الکرخیؒ انه ینظر مقدار هذه الشجة من الموضحة فیجب بقدر ذلک من نصف العشرالدیة (۲۰) وفی کل اصابع بلاکف ومعها نصف الدیة سواء قطعها مع الکف او بدونها فان الکف تابع لها ومع نصف الساعد نصف الدیة وحکومته عدل فان الذراع لیست تبعاوفی روایة عن ابی یوسفؒ ان مازاد علے اصابع الید والرجل الی المنکب والے الفخذفهو تبع لان الشرع او جب فی الید الواحدة نصف الدیة والیداسم لهذا الجارحة الی المنکب وفی کف فیها اصبع عشرها وان کانت اصبعان فخمسها ولاشئ فی الکف هذا عند ابی حنیفةؒ وقالاینظر الی ارش الکف والاصبع فیکون علیه الاکثر وید خل القلیل فی الکثیروان کانت ثلاثة اصابع یجب ارش الاصابع ولاشئ فی الکف بالاجماع لان للاکثرحکم الکل فاستتبعت الکف وفی اصبع زائدة وعین صبے وذکره ولسانه لولم یعلم الصحة بمادل علی نظره وتحرک ذکره وکلامه حکومة عدل هذا عندنا وعند الشافعیؒ یجب دیة کاملة لان الغالب الصحة اما ان علم صحة هذه الاعضاء فالواجب الدیة الکاملة اتفاقا ودخل ارش موضحة اذهبت عقله او شعر راسه فی الدیة وان ذهب سمعه او بصره او نطقه لاهذا عندنا وعند زفرؒ لایدخل فی ذهاب العقل والشعرایضاً لان کل واحد جنایة علیحده قلنا الراس محل العقل والشعر فالجنایات کلها علے الراس فیدخل بعض الدیة فی الکل والراس لیس محل السمع والبصر فالجنایة علیهما لا تستتبع الموضحة ولا قودان ذهب عیناه بل الدیة فیهما ای فی الموضحة والعینین الدیة وهذا عند ابی حنیفةؒ وقالا فی المواضحه القصاص وفی العینین الدیة ولایقطع اصبع شل جاره هذا عند ابی حنیفةؒ وعندهما وعند زفرؒ یقتص من الاول وفی الثانی ارشهاد فی اصبع قطع مفصله الاعلے فشل مابقی بل دیة المفصل والحکومة فیما بقی ولابکسر نصف سن اسود باقیها بل کل دیة السن ویجب الارس علے من اقادسنة ثم بنتت ای بنت سن من اقادفعلم انه اقادبغیر حق وکان واجبان یستانی حولا ثم یقتص ولما کان بغیر حق ینبغے ان یجب القصاص لکن اسقط للمشبهة فیجب الارش اوقلعها فردت الی مکانها وبنت علیه اللحم ای یجب الارش علی من قلع سن غیره فردا

صاحب السن سنه الى مكانها فنبت عليها اللحم وانما يجب الارش لان نبات اللحم لاعتبار له لان العروق لاتعود لاان قلعت فنبتت اخرى فانه لايجب الارش على القالع عند ابى حنيفةؒ لان الجناية انعدمت معنے كمااذاقلع سن صبى فنبتت اخرى لايجب الارش على القالع بالاجما وعندهما يجب الارش لان الجناية قد تحققت والحادث نعمة مبتدأة من الله تعالىٰ اوالتحمت شجة اوجرح بضرب ولم يبق له اثر فانه يسقط الارش عند ابى حنيفةؒ لزوال الشين الموجب وعند ابى يوسفؒ وعليه ارش الالم وهو حكومة العدل قيل ينظران الانسان بكم يخرج نفسه مثل هذه الجراحة فان بعض الناس يخرج نفسه وياخذ على ذلک شيأ وعندمحمدؒ تجب اجرة الطبيب وثمن الدواء (۲۱) ولا يقاد جرح الابعد برء هذا عندنا وعندالشافعیؒ يقتص فى الحال كما فى القصاص فى النفس

(۱۹) جائفہ کی دیت

اور جائفہ میں (یعنی جو زخم پیٹ کے اندر تک پہنچے خواہ شکم کی طرف سے یا پشت کی طرف سے یا سینے کی طرف سے یا گردن کی طرف سے یا اور طرف سے) ثلث دیت کا واجب ہے اور جو جائفہ دوسری جانب پار ہو جاوے تو اس میں دو ثلث دیت کے ہیں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حدیث عمرو بن حزمؓ میں ہے کہ آمہ میں ثلث دیت ہے اور جائفہ میں ثلث دیت ہے اور منقلہ میں پندرہ اونٹ ہیں اور موضحہ میں پانچ اونٹ ہیں اور اس میں ذکر ہاشمہ کا نہیں ہے اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے مصنف میں زید بن ثابتؓ سے کہ ہاشمہ میں دسواں حصہ دیت کا ہے شرح نقایہ۔

(۲۰) حارصہ، دامعہ وغیرہ کی دیت

اور حارصہ (یعنی کھرونچا جس سے کھال فقط چھل جاوے) اور دامعہ (یعنی جو خون کو ظاہر کر دیوے لیکن نہ بہاوے مثل آنسو کے) اور دامیہ (جو خون کو بہاوے) اور باضعہ (یعنی جو جلد کو قطع کر دیوے) اور متلاحمہ (یعنی جو گوشت میں پہنچ جاوے) اور سمحاق میں (یعنی جو زخم سمحاق تک پہنچ جاوے سمحاق وہ باریک کھال ہے جو گوشت اور سر کی ہڈی کے درمیان میں ہے) حکومت عدل ہے یعنی مجروح کو غلام فرض کر کے بلا جراحت اس کی قیمت لگا دیں گے بعد اس کے بجراحت تو جس قدر تفاوت دونوں قیمتوں میں ہوگا وہی دیت ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

فائدہ:۔ یہ احتراز ہے قول سے کرخیؒ کے کہ مقدار اس زخم کی جراحت موضحہ سے دیکھ کر بقدر اس کے بیسویں حصے میں سے واجب ہوگی۔

(۲۱) اعضاء کی دیت سے متعلق دیگر مسائل

اگر ایک ہاتھ کی سب انگلیوں کو کاٹ ڈالا خواہ بغیر ہتھیلی کے یا ہتھیلی سمیت تو نصف دیت واجب ہوگی اور جو نصف ساعد سمیت کاٹ ڈالا تو نصف دیت اور حکومت عدل واجب ہوگی اگر اس ہتھیلی کو کاٹا جس میں ایک ہی انگلی تھی تو دسواں حصہ دیت کا واجب ہوگا اور جو دو انگلیاں تھیں تو پانچواں حصہ اور کف کا بدلہ کچھ واجب نہ ہوگا اگر کسی نے زائد انگشت کو قطع کر ڈالا یا لڑکے کی آنکھ یا ذکر یا زبان کو تلف کیا اور ان اعضاء کی صحت و سلامتی معلوم نہ ہوئی تھی مثلاً آنکھ سے اس نے ایسا فعل ابھی نہیں کیا تھا جس سے دیکھنا اس کا سمجھا جاتا یا ذکر نے اس کے جنبش نہ کی تھی اور زبان سے بات نہیں کی تھی تو حکومت عدل واجب ہوگی

ہمارے نزدیک اور امام شافعیؒ کے نزدیک دیت کامل واجب ہوگی اس لئے کہ غالب صحت ہے اور جو صحت اس عضو کی معلوم ہو تو دیت کامل واجب ہے بالاتفاق اگر جراحت موضحہ سے اس کی عقل جاتی رہی یا سر کے بال جاتے رہے تو موضحہ کی دیت اس کی پوری دیت میں داخل ہو جاوے گی الگ نہ دینا پڑے گی اور جو سماعت یا بصارت یا بول چال اس کی جاتی رہی تو داخل نہ ہوگی اور جو موضحہ سے اس کی دونوں آنکھیں جاتی رہیں تو موضحہ اور آنکھوں کی دونوں کی دیت واجب ہوگی یہ نہ ہوگا کہ موضحہ کا قصاص لیا جاوے اور آنکھوں کی دیت جیسا مذہب صاحبین کا ہے اور قصاص نہیں اس انگلی کے قطع میں کہ اس کے پاس کی انگلی خشک ہوگئی بلکہ دونوں کی دیت واجب ہوگی (یہ مذہب امامؒ کا ہے اور صاحبینؒ اور زفرؒ کے نزدیک پہلی انگلی کا قصاص اور دوسری کی دیت واجب ہوگی کذا فی الاصل) اور قصاص نہیں اس انگلی میں جس کے اوپر کا جوڑ کاٹا گیا سو باقی انگلی بھی خشک ہوگئی بلکہ جوڑ کی دیت اور باقی میں حکومت عدل واجب ہوگی اور اس دانت میں جس کا نصف توڑا گیا سو باقی سیاہ ہو کر رہ گیا بلکہ پورے دانت کی دیت واجب ہوگی جس شخص نے اپنے دانت کا قصاص لیا پھر قصاص لینے والے کا دانت جم آیا تو اس پر دیت واجب ہوگی اسی طرح اگر ایک شخص نے دانت دوسرے کا اکھاڑا اس نے اٹھا کر جما لیا اور گوشت اس پر جم آیا تو دیت اکھیڑنے والے پر سے ساقط نہ ہوگی البتہ اگر دوسرا دانت اس کے عوض جم آیا تو دیت ساقط ہوگی اسی طرح ساقط ہوگی دیت اگر سر یا منہ کا زخم بھر گیا اور چنگا ہو گیا یا مارنے سے جو زخم پیدا ہوا تھا وہ اس طرح اچھا ہو گیا کہ اثر اس کا باقی نہ رہا۔ (اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حکومت عدل واجب ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک اجرت طبیب کی اور دوا کی دینا پڑے گی کذا فی الاصل)

(۲۲) وعمد الصبي والمجنون خطاء وعلے عاقلته الدية ولاكفارة فيه ولاحرمان ارث (۲۳) ومن ضرب بطن امرأة فالقت جنينا تجب غرة خمسمائة درهم علے عاقلته ان القت ميتاودية ان حيافمات اى تجب الدية الكاملة ان القت حيافمات لان موته بسبب الضرب واعلم ان الغرة عندناتجب في سنة فانه عليه السلام جعل الغرة علے العاقلة فى ستة وايضاً هى بدل العضومن وجه وماكان بدل العضو يجب فى سنة ان كان ثلث الدية او اقل نصف العشر وعندالشافعیؒ تجب الغرة فى ثلث سنين كالدية وعزة (۲۴) ودية انكان ميتافماتت الام (۲۵) ودية الام فقط ان ماتت فالقت ميتا لانه يمكن ان يكون موته بسبب اختناقه بعد موتها وعندالشافعیؒ يجب الغرة ايض وديتان (۲۶) ان ماتت فالقت حيافمات وما يجب فى الجنين لورثته سوى ضاربه اى ان كان الضارب وارثاللجنين لايكون له شيء مما وجب اذلاميراث للقاتل (۲۷) وفى جنين الامة نصف عشرقيمته فے الذكر وعشر قيمته فى الانثى اعلم ان الجنين اذاكان حرايجب فيه خمسمائة درهم سواء كان ذكرااوانثى اذلاتفاوت فى الجنين بين الذكروالانثى وهى نصف عشرمن دية الذكر وعشرمن دية الانثے فاذاكان رقيقا يجب ان تكون نصف عشرقيمته علے تقدير ذكورته وعشرقيمته علے تقدير الوثنة لان دية الرقيق قيمته فمايقدر من دية الحريقدر من قيمته فان قلت يلزم ان يكون الواجب فى الانثى

اكثر من الواجب في الذكر قلت لايلزم لان في العادة قيمة الغلام زائد علي قيمة الجارية بكثير حتي ان قومت جارية بالف درهم يقوم الغلام الذي مثلها في الحسن بالفي درهم فنصف قيمة الجنين ان كان ذكر الايكون اقل من قيمته ان كان انثي وعند ابي يوسفؒ يجب النقصان لوانتقصت الام بالقائها كما في البهائم فان الضمان في قتل الرقيق ضمان مال عنده وعندالشافعيؒ يجب عشرقيمة الام فان ضربت فاعتق سيدها حملها فالقته فمات يجب قيمته حيالاديته لان قتله بالضرب السابق وقد كان في حال الرق (۲۸) ولا كفارة في الجنين هذا عندنا وعندالشافعي يجب وماستبان بعض خلقه كالتام فيما ذكر وضمن الغرة عاقلة امرأة اسقط ميتاعمداوبدواء اوفعل بلا اذن زوجها فان اذن لااعلم انها تجب علي عاقلة المرأة في سنة واحدة وان لم تكن لها عاقلة تجب في مالها في سنة ايضاً.

(۲۲) زخم کے قصاص کا وقت

اور کسی کے زخم قصاص کا نہ لیا جاوے گا جب تک وہ تندرست نہ ہولے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ احتمال ہے مجروح کی موت کا زخم کے صدمے سے پس اس وقت قصاص بالنفس واجب ہوگا اس لئے انتظار چاہئے صحت کا اور روایت کی امام احمدؒ اور دار قطنیؒ نے عمرو بن شعیبؒ عن ابیہ عن جدہ سے کہ منع کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے کہ قصاص لیا جاوے زخم کا جب تک اچھا نہ ہو زخمی اس کا اور شافعیؒ کے نزدیک فی الحال قصاص لینا چاہئے جیسا قصاص نفس میں اور حجت ہے ان پر یہ حدیث۔

(۲۲) صبی و مجنون کا عمد خطا ہے

اور صبی اور مجنون کا عمد مثل خطا کے ہے تو دیت ان کی عاقلہ پر واجب ہوگی۔ (اور شافعیؒ کے نزدیک اس کے مال میں واجب ہوگی اور ہماری دلیل روایت ہے بیہقیؒ کی حضرت علیؓ سے کہ عمد صبی اور مجنون کا خطا ہے) اور کفارہ ان پر نہ ہوگا اور محروم نہ ہوں گے میراث سے (اور جو قاتل بعد قتل کے مجنون ہو گیا تو قتل کیا جاوے گا کذا فی الدر المختار)

فصل دیت جنین کے بیان میں

(۲۳) حاملہ کے پیٹ پر ضرب لگائی اور مردہ بچہ ساقط ہوا

اگر ایک شخص نے ایک عورت کے پیٹ میں ضرب لگائی سو بچہ مردہ نکل پڑا تو ضارب کی عاقلہ پر غرہ یعنی بیسواں حصہ دیت کا پانچ سو درم لازم آویں گے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی ائمہ ستہؒ نے حدیث ابی ہریرہؓ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ کیا جنین میں غرہ کا غلام ہو یا لونڈی لیکن اس میں پانچ سو درہم کا ذکر نہیں ہے البتہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں زید بن اسلمؓ سے کہ عمر بن الخطابؓ نے قیمت لگائی غرہ کی پچاس دینار اور ہر دینار دس درم کا اور روایت کی بزارؒ نے بریدہؓ سے کہ ایک عورت نے مارا ایک عورت کو تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بچے میں پانچ سو کا اور روایت کی ابوداؤدؒ نے سنن میں ابراہیم نخعیؒ سے کہ غرہ پانچ سو درہم

ہیں کذا فی شرح النقایہ۔

☆ایک سال کے عرصے میں۔

فائدہ:۔اور امام مالکؒ کے نزدیک غرہ قاتل کے مال میں سے واجب ہوگا اور شافعی کے نزدیک تین سال میں وصول کیا جاوے گا مثل دیت نفس کے دلیل ہماری حدیث مغیرہ بن شعبہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت جنین کی مقرر کی اوپر عاقلہ کے روایت کیا اس کو ترمذیؒ اور ابوداؤد نے اور مروی ہے صحیحین میں مانند اس کے اور ہدایہ میں ہے کہ کہا محمد بن الحسنؒ نے پہنچا ہم کو یہ امر کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غرہ مقرر کیا اوپر عاقلہ کے ایک سال میں۔

(۲۴)بچہ زندہ ساقط ہوا مگر پھر مر گیا یا مردہ بچہ گرا اور ماں بھی مرگئی

اور جو بچہ زندہ پیٹ سے گرا پھر مر گیا تو پوری دیت نفس کی واجب ہوگی اور جو بچہ مردہ گرا پھر ماں بھی اس کی مرگئی تو غرہ اور دیت دونوں واجب ہوں گے۔

فائدہ:۔غرہ جنین کے لئے اور دیت اس کی ماں کی روایت کی بخاریؒ و مسلمؒ نے ابو ہریرہؓ سے کہ ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں تو ایک نے دوسری کے پتھر مارا اور مر گئی وہ اور جو اس کے پیٹ میں تھا مر گیا تو حکم کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ دیت جنین کی غرہ ہے خواہ غلام ہو یا لونڈی اور حکم کیا دیت کا عورت کی اس کی عاقلہ پر۔

(۲۵)ماں مرگئی اور پھر مردہ بچہ گرا

اور جو ماں مرگئی پھر بچہ مردہ اس کے پیٹ میں سے گر پڑا تو ایک دیت واجب ہوگی۔

فائدہ:۔یعنی صرف دیت ماں کی اس لئے کہ ممکن ہے کہ موت جنین کی ضرب سے نہ ہوئی ہووے بلکہ دم گھٹنے سے بعد موت اس کی ماں کے ہو اور شافعیؒ کے نزدیک غرہ بھی واجب ہوگا۔

(۲۶)ماں مرگئی اور بچہ زندہ گرا پھر مر گیا

اور جو ماں مرگئی پھر بچہ اس کا زندہ پیٹ سے گر کر مر گیا تو دو دیتیں نفس کی پوری واجب ہوں گی اور جنین کی دیت سب ورثہ اس کے پاویں گے سوا ضارب کے۔

فائدہ:۔اس لئے کہ ضارب قاتل اس کا ہے اور قاتل کو میراث نہیں ملتی۔

(۲۷)لونڈی کا جنین

اور جو وہ جنین لونڈی کا تھا تو اس کی قیمت حالت حیات کی لگا کر بیسواں حصہ قیمت کا دینا ہوگا اگر جنین مرد ہووے اور دسواں حصہ دینا ہوگا اگر عورت ہو اگر ایک لونڈی کو ضرب پڑی پھر مولیٰ نے اس کے حمل کو آزاد کر دیا بعد اس کے حمل گرا اور بچہ زندہ پیدا ہو کر مر گیا تو قیمت اس کی حالت حیات کی واجب ہوگی نہ دیت۔

فائدہ:۔اس لئے کہ موت اس بچے کی ضرب سے ہوئی اور اس وقت میں وہ غلام تھا آزاد نہیں ہوا تھا۔

(۲۸)جنین کے قتل کا کفارہ

اور جنین کے قتل میں کفارہ قاتل پر نہیں ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک واجب ہے اور جو جنین ایسا ہووے کہ اس کے بعض اعضاء بن گئے ہوں تو وہ مثل پورے جنین کے ہے جس عورت نے عمداً جنین کو مردہ گرایا کسی دوا سے یا کسی فعل سے بغیر اذن شوہر کے تو اس کی عاقلہ پر غرہ لازم آوے گا اور

جو عورت کا عاقلہ نہ ہووے تو اس کے مال پر لازم آوے گا ایک سال میں اور جو خاوند کے اذن سے یا بلا قصد گرایا تو غرہ واجب نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ جس جنین کے اعضاء ظاہر نہ ہوئے ہوں تو اس کے اسقاط سے عورت گنہگار نہ ہوگی ورنہ گنہگار ہوگی درمختار۔..........

باب مايحدث في الطريق

(١) من احدث فی طريق العامة كنيفااو ميزابااوجرصنا اودكانا وسعه ذلک ان لم يضربالناس الكنيف المستراح والميزاب مجرے الماء والجرصن البرج وقيل مجرى ماء يركب فی الحائط وعن البزدویؒ جذع يخرج من الحائط ليبنے عليه ولكل نقضه ای فی صورة لم يضر بالناس فالحاصل انه ان اضر بالناس لايجوزله ا ن يفعل وان لم يضربهم يجوز لكن مع ذلک يكون لكل واحد نقضه لانه تصرف فی الحق المشترک فلكل نقضه كما فی الملک المشترک مع انه لم يضر (٢) وفی غير نافذ لايسعه بلااذن الشركاء وان لم يضربالناس (٣) وضمن عاقلة ديته من مات بسقوطها كمالووضع حجراوحفربئرا فی الطريق فتلف النفس فان تلف به بهيمة ضمن هوان لم ياذن به الامام (٤) فان الضمان فی جميع ماذكرباحداث شئ فی طريق العامة انما يكون اذا لم ياذن به الامام فان اذن الامام أومات واقع فی بيرطريق جوعااوغما فلا هذا عند ابی حنيفةؒ وعند ابی يوسفؒ ان مات غمايجب الضمان لان الغم بسبب الوقوع والمراد بالغم هٰهنا الاختناق من هواء البير (٥) ومن نحى حجراوضعه اٰخر فعطب به رجل ضمن لان فعل الاول انفسخ بفعل الثانی فالضمان علے الثانی (٦) كمن جمل شيئافی الطريق يسقط منه علے اٰخر اودخل بحصيراوقنديل او حصاة فی مسجد غيره او جلس فيه غيرمصل فعطب به احد نحوان سقط الحصير او القنديل علے احد اوسقط الطرف الذی فيه الحصاة علے الحداركان جالساً غير مصل فسقط عليه اعمی ضمن لا من سقط منه رداء لبسه اوادخل هذه الاشياء فی مسجد حيه او جلس فيه مصليا هذا عند ابی حنيفة وعندهما لايضمن بادخال هذه الاشياء فے المسجد سواء كان مسجد حيه او غيره لان القربة لايتقيد بشرط السلامة له ان تدبير المسجد لاهله دون غير هم ففعل الغير مباح فيكون مقيداً بشرط السلامة وعندهما الجالس فے المسجد لايضمن سواء جلس الصلوة او غير الصلوة فالحاصل ان الجالس للصلوة فی المسجد لايضمن عند ابی حنيفةؒ سواء فی مسجد حيه او غيره والجالس لغيرالصلوٰة يضمن سواء فی مسجد حيه او غيره وفی سقوط الرداء انما لايضمنؒ عند محمدؒ اذا لبس مايلبس عادة اما ان لبس مالا يلبس عادة كجوالق القلندرين فيسقط علے انسان فهلک يضمن فهذا البس بمنزلة الحمل وفی الحمل يضمن

باب راہ میں کوئی امر جدید کرنے کے بیان میں

(۱) شارع عام میں سنڈاس یا پرنالہ یا برج وغیرہ بنانا

جو شخص شارع عام میں سنڈاس یا پرنالہ یا برج یا مہری یا چبوترہ یا دکان بناوے تو ہوسکتا ہے اگر لوگوں کو ضرر نہ کرے۔ (یعنی اگر ضرر نہ کرے تو درست ہے اور جو ضرر کرے تو بالکل درست نہیں کذا فی الاصل۔ اس واسطے کہ روایت کی طبرانیؒ نے معجم اوسط میں کہ فرمایا حضرت نے نہیں ضرر پہنچانا ہے اسلام میں) باوصف اس کے ہر شخص کو (اگر چہ ذمی ہو در مختار) اس کا توڑ ڈالنا پہنچتا ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ یہ تصرف ہے حق مشترک میں پس ہر واحد کو دفع اس کا جائز ہے جیسا کہ ملک مشترک میں اگر چہ ضرر نہ کرے کذافی الاصل کیونکہ شارع عام میں ہر شخص کو حق مرور حاصل ہے تو خواہ ضرر کرے یا نہ کرے ہر حال میں اس کا توڑ ڈالنا جائز ہے ہر شخص کو۔

(۲) کوچہ غیر نافذہ میں چبوترہ وغیرہ بنانا

اور کوچہ غیر نافذہ میں یہ امور کرنا درست نہیں ہیں مگر اور شرکاء کی اجازت سے درست ہیں اگر چہ ضرر نہ کریں۔

(۳) اس قسم کے سنڈاس، چبوترہ وغیرہ کے گرنے یا کنویں میں گرنے سے مرنے والے کی دیت

پس اگر ان چیزوں کے گرنے کے سبب سے کوئی آدمی مرجاوے تو بنانے والے کی عاقلہ پر اس کی دیت لازم آوے گی جیسے کوئی پتھر راہ میں رکھ دیوے یا کنواں راہ میں کھودے اور اس میں کوئی گر کر مرجاوے اور جو کوئی جانور مرجاوے تو اس کا ضمان بنانے والے پر آوے گا یہ سب صورتیں جب ہیں کہ اس نے بغیر اذن امام کے ان چیزوں کو بنایا ہووے۔

فائدہ:۔ اور اپنے نفس کے لئے بنایا ہو اور جو مسلمانوں کے نفع کے لئے بنایا ہو جیسے مسجد یا امام کے اذن سے تو وہ توڑا نہ جاوے گا در مختار۔

(۴) وہ صورتیں جن میں مرنے والے کی ضمان نہیں

اور جو امام کے اذن سے بنایا ہووے یا راہ کے کنویں میں گرنے والا گرنے سے نہ مرے بلکہ بھوک سے یا دم گھٹنے سے مرجاوے تو ضمان نہ آوے گا۔

فائدہ:۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اور اسی پر فتویٰ ہے در مختار اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک غم سے مرجانے میں ضمان واجب ہے کذافی الاصل۔

(۵) راستہ کے پتھر کو دوسری جگہ رکھنا

جس شخص نے راستے کے پتھر کو اٹھا کر دوسری جگہ رکھا اس کے سبب سے کوئی آدمی تلف ہوگیا تو اٹھا کے رکھنے والا ضامن ہوگا نہ پہلا رکھنے والا اس لئے کہ فعل اس کا فسخ ہوگیا دوسرے کے فعل سے جیسے ضامن ہوگا وہ شخص جس نے بوجھ لادا اپنے سر پر یا پیٹھ پر راہ میں اور وہ کسی پر گر پڑا یا بوریا یا قندیل یا پتھریاں غیر کی مسجد میں لے گیا یا مسجد میں سوائے نماز اور فعل کے لئے بیٹھا اور ان امورات سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا۔

فائدہ:۔ مثلاً اس بوجھ کے گرنے سے یا بوریا یا قندیل یا پتھریوں کے ظرف کے گرنے سے کوئی مرگیا یا سوائے نماز کے اور کام کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا اس میں ایک اندھا آیا اور اس پر گر پڑا اور مرگیا تو ضامن ہوگا۔

(۶) کسی کے چادر اوڑھنے، قندیل مسجد میں لے جانے یا مسجد میں بیٹھنے سے کوئی مرگیا

ضامن نہ ہوگا وہ شخص جو چادر اوڑھے ہوئے تھا اس کی چادر کے سبب سے کوئی مرگیا یا قندیل بوریا پتھریاں وغیرہ اپنے محلہ کی مسجد میں لے گیا یا نماز کے لئے مسجد میں بیٹھا تھا سو اس کے سبب سے کوئی مرگیا۔

(۷) ورب حائط مال الى طريق العامة وطلب نقضه مسلم اوذمي ممن يملک نقضه كالراهن بفک رهنه فان يملک نقضه بفک رهنه واب الطفل والوصي والمكاتب والعبد التاجر فلم ينقض فى مدة تمكن نقضه ضمن مالاتلف به وعاقلته النفس وصورة الطلب ان يقول ان حائطک هذا مائل فاهدمه وصورة الاشهادان يقول اشهدوا انى تقدمت الى هذا الرجل لهدم حائطة واعلم انه ذكرفى الكتب الطلب والاشهاد لكن الاشهاد ليس بشرط وانما ذكر ليتمكن من اثباته عندالانكار فكان من باب الاحتياط لا (۸) من اشهد عليه فباع وقبضه المشترى فسقط او طلب ممن لايملک نقضه كالمرتهن والمستاجر والمودع وساكن الدار (۹) فان مال الى دارر جل فله الطلب فيصح تاجيله وابراؤه منها لاان مال الى الطريق فاجله القاضي اومن طلب لانه حق العامة فلايكون لهما الطاله فان بنى مائلا ابتداء ضمن بلاطلب كما فى اشراع الجناح ونحوه اشراع الجناح اخراج الجذوع من الجدارالى الطريق والبناء عليها اما نحوه كالكنيف والميزاب (۱۰) حائط بين خمسة طلب نقضه من احدهم وسقط على رجل ضمن العاقله خمس الدية كما ضمنوا ثلثيها ان حفراحدثلثه فى دارهم بيراوبنى حائطا اى ضمن عاقلة من طلب منه النقض خمس الدية لان الطلب صح فى الخمس وضمن عاقلة حافرالبير وبانى الحائط ثلثى الدية لان الحافروالبانى فى الثلثين متعدد وهذا عند ابى حنيفة وقالا ضمنوا النصف فى الحائط والحضر والبناء اما فى الحائط فلان التلف بنصيب من طلب منه معتبر وفى نصيب غيره لافكان قسمين كما فى عقرالاسد ونهش الحية وجرح الانسان وفى مسئلة الحفروالبناء فلان التلف بنصيب المالک لان يوجب الضمان وبنصيب الغاصب يوجب فيقسم قسمين والله اعلم.

فصل جھکی دیوار کے مسائل میں

(۷) شارع عام کی سمت میں جھکی دیوار کے سبب نقصان

اگر دیوار جھک جاوے شارع عام کی طرف (یا کسی کے مکان کی طرف لیکن اس صورت میں حق طلب ان مکان والوں کا ہوگا) اوراس کے توڑنے کے لئے کوئی شخص مسلمان یا ذمی مالک دیوار سے کہہ دیوے (یعنی اس شخص سے کہہ دیوے جس کو توڑنے کا اختیار ہو جیسے راہن سے کہ وہ فک رہن کر کے توڑ سکتا ہے یا ولی طفل سے یا وصی سے یا مکاتب سے یا غلام تاجر سے کذافی المتن) اور وہ اس کو نہ توڑے اس زمانے تک جس میں توڑ ڈالنا اس کا ممکن ہے تو ضامن ہوگا اس نفس کا یا مال کا جو اس دیوار سے تلف ہووے۔

فائدہ:- لیکن ضمان مال کا مالک دیوار کی ذات پر آوے گا اور ضمان نفس کا عاقلہ پر اس کی اور بعض کتابوں میں یہ مذکور ہے کہ گواہ کرادینا بھی ضرور ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اشہاد شرط نہیں ہے بلکہ اس واسطے چاہئے تا کہنے والا اپنے قول کے اثبات پر قادر ہووے اگر مالک دیوار اس سے انکار کرے تو یہ احتیاطاً ہے کذافی الاصل۔

(۸) جھکی ہوئی دیوار بیچ دی

اور ضامن نہ ہوگا اگر بعد اشہاد کے اس نے وہ دیوار بیچ ڈالی اور مشتری نے اس پر قبضہ کرلیا پھر گری یا توڑ ڈالنے کی درخواست اس سے کی گئی جو توڑنے پر قادر نہیں ہے جیسے مرتہن اور کرایہ دار اور مودع اور گھر میں رہنے والا۔

(۹) دیوار کے سبب نقصان کی معافی کا حق

تو اگر وہ دیوار کسی کے گھر کی طرف جھکی ہوئی ہے تو اس گھر والے کو توڑنے کی درخواست پہنچتی ہے اور اس کو مہلت دینے اور ضمان معاف کردینے کا اختیار ہے اور جو شارع عام کی طرف جھکی ہے پس قاضی یا طالب کو مہلت دینا یا معاف کرنا جائز نہیں اس لئے کہ اس میں حق عامہ خلق ہے پس ان کو باطل کرنا اس کا درست نہیں اور جو اس نے پہلے ہی سے دیوار جھکی ہوئی بنائی تو ضامن ہوگا بدوں درخواست کے چنانچہ برآمدہ وغیرہ نکالنے میں (یا پائخانے یا پرنالے میں کذا فی الاصل)

(۱۰) پانچ شخصوں کی مشترکہ دیوار

ایک دیوار پانچ آدمیوں میں مشترک تھی ایک شریک سے درخواست اس کے توڑنے کی کی گئی پھر وہ گر پڑی ایک شخص پر تو جس شریک سے درخواست توڑنے کی کی گئی تھی اس کی عاقلہ پر پانچواں حصہ دیت کا لازم آوے گا جیسے دو ثلث دیت کے لازم آویں گے جب تین شریکوں میں سے ایک نے مکان مشترک میں کنواں کھدوایا یا دیوار اٹھائی اور اس کے سبب سے کوئی ہلاک ہوگیا۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک نصف دیت کا ضامن ہوگا اور دلیل دونوں کی اصل میں مذکور ہے۔

باب جنایة البهیمة وعلیها

(۱) ضمن الراکب ماوطئت دابته اوما اصابت بیدها اورجلها اوراسهااوکدمت او حبطت او صدمت لامانفحت برجلها او ذنبها فان الاحتراز عن الوطی ومایشابهه ممکن بخلاف النفخة بالرجل والذنب هذا عندنا وعندالشافعیؒ یضمن بالنفخة ایضاً لان فعلها یضاف الی الراکب (۲) او عطب انسان بماراثت او بالت فی الطریق سائرة او اوقفهالذلک فان اوقفها لغیره ضمن فانها ان راثت او بالت فی الطریق حالة السیر لایضمن اما اذااوقفها لتروث او تبول لایضمن ایضاً لان بعض الدواب لایفعل ذلک الابعد الوقوف وان او قفها لغیر ذلک یضمن لانه متعدبالایقاف فان اصابت بیدها او رجلها حصاة اونواة او اثارت غبارا اوحجرا صغیرا ففقاء علینا او افسدثوبالایضمن وضمن بالکبیر لان الاحتراز عن الاول متعذر بخلاف الثانی (۳) وضمن السابق والقائد ماضمنه الراکب وعلیه الکفارة لاعلیهما ای انکان مکان الراکب سائق او قائد یضمن کل منها ماضمنه الراکب ویجب علی الراکب الکفارة لاعلی السائق والقائد والراکب یحرم عن المیراث لاالقائد والسائق (۴) وضمن عاقلة کل فارس دیة الأخر ان اصطلدماوما تاهذا عندنا وعندالشافعیؒ یضمن

كل نصف دية الأخر لان هلاكه بفعلين فعل نفسه وفعل صاحبه فيهدر نصفه ويغتبر نصف صاحبه قلنا فعل كل منهما مباح والمباح في حق نفسه لايضاف اليه الهلاك وفي حق غيره يضاف (۵) وسائق دابة وقع اداتها علے رجل فمات وقائد قطار وطی بعیر منه رجلا ضمن الدية وان كان معه سائق ضمنا (۶) فان قتل بغير ربط علے قطار بلاعلم قائده رجلا ضمن عاقلة القائد الدية ورجعوابها علے عاقلة الرابط لان الرابط اوقعهم في هذه العهدة اقول ينبغے ان تكون في مال الرابط لان الرابط او قعهم في خسران المال وهذا مممالايتحمله العاقلة قالوا هذا اذا ربط والقطار في السير لانه امر بالقود دلالةً اما اذا ربط في غير حالة السير فالضمان علے عاقلة القائد لانه قادبعير غيره بغير امره لاصريحا ولادلالةفلا يرجع بما لحقه من الضمان

باب جانور کی جنایت اور جانور پر جنایت کرنے کے بیان میں

(۱) سواری کے جانور کا کسی کو روند ڈالنا

اگر سوار کی سواری کا جانور کسی کو روند ڈالے یا ہاتھ یا پاؤں یا سر سے تلف کرے یا منہ سے کاٹ کھاوے یا ہاتھ سے مارے یا دھکا دے تو سوار پر ضمان لازم آوے گا اور جو لات یا دم سے مارے تو سوار اس کا ضمان نہ دے گا۔

فائدہ:۔ کیونکہ روندنے وغیرہ سے بچاؤ ممکن ہے نہ لات اور دم کی ضرب سے یہ مذہب ہمارا ہے اور شافعیؒ کے نزدیک لات کی ضرب کا بھی ضمان دے گا کیونکہ فعل جانور کا منسوب ہے طرف سوار کے کذافی الاصل۔

(۲) جانور کے لید پیشاب یا پاؤں کی کنکری وغیرہ سے ہونے والا نقصان

اگر جانور نے چلتے چلتے لید یا پیشاب کیا اس سے کچھ تلف ہو گیا یا اس کو کھڑا کیا لید یا پیشاب کے لئے تو ضمان نہ ہو گا اور جو کسی اور کام کے لئے کھڑا کرے گا تو ضامن ہوگا اسی طرح اگر جانور نے چلتے میں ہاتھ یا پاؤں سے کنکری یا گٹھلی اڑائی یا غبار اڑایا یا چھوٹا پتھر اور اس کے سبب سے کسی کی آنکھ پھوٹ گئی یا کپڑا بگڑ گیا تو سوار پر ضمان نہ ہوگا اور جو بڑا پتھر اڑایا تو ضامن ہوگا۔ (اس لئے کہ بڑے پتھر کے اڑانے سے بچاؤ ممکن ہے نہ کنکری اور پتھر کے اڑانے سے کذافی الاصل)۔

(۳) ہانکنے والا اور چلانے والا

جانور کا پیچھے سے ہانکنے والا اور آگے سے کھینچنے والا مثل سوار کے ہے ضمان اور عدم ضمان میں لیکن سوار پر کفارہ قتل بھی لازم آوے گا نہ ان دونوں پر اور سوار محروم ہوگا میراث سے مقتول کی نہ وہ دونوں۔

(۴) سواروں کا ایک دوسرے کے دھکے سے مرنا

اگر دو سوار آپس میں ایک دوسرے کے دھکے سے مر جاویں تو ہر ایک کی دیت کامل دوسرے کی عاقلہ پر ہوگی۔

(۵) جانور کو ہانکا یا اونٹ کی قطار کھینچی

اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اس کا زین کسی پر گرا وہ مر گیا یا آگے سے اونٹ کی قطار کو کھینچا اس میں سے ایک اونٹ نے کسی کو روند ڈالا تو دیت دینا ہوگی اور جو قطار

کو پیچھے سے بھی کوئی ہانکتا تھا تو دونوں پر دیت آوے گی۔

(۶) قطار میں کسی نے اونٹ کا اضافہ کر دیا

اگر زید اونٹ کی قطار لئے جاتا تھا عمرو نے بے اس کی اطلاع کے ایک اور اونٹ باندھ دیا اور اس اونٹ نے کسی کو روند کے تلف کیا تو دیت زید کی عاقلہ سے لی جاوے گی پھر زید کی عاقلہ وہ دیت عمرو کی عاقلہ سے بھر لے گا۔

(۷) ومن ارسل کلبا او طیراوساقه فاصاب فی فوره ضمن فی الکلب لا فی الطیرولافی کلب لم یسقه الحاصل انه لایضمن فے الطیر ساق او لم یسق ویضمن فی الکلب ان ساق وان لم یسق لا ففے الکلب ینتقل الفعل الیه بسبب السوق وان لم یسق لاینتقل الیه لانه فاعل مختار ولا یضمن فی الطیر اذالم یسق وکذاان ساق لان بدنه لایطیق السوق فوجوده کعدمه اقول نعم لایطیق الضرب اماسوقه فبالزجروالصیاح بخلاف الصید فانه یحل الصید بمجرد الارسال للضرورة وعن ابی یوسفؒ انه اوجب الضمان فی هذاکله احتیاط والمشائخ اخذوا بقوله (۸) ولافے دابة منفلتة اصابت نفسا اومالالیلا اونهاراً ومن ضرب دابة علیها راکب او نخسها فنفحت او ضربت بیدها اٰخراو نفرت فصدمته وقتلة ضمن هولاالراکب هذا عندنا وعند ابی یوسفؒ ان الضمان علےٰ الراکب والناخس نصفین وهذا اذا نخسها بلااذن الراکب اما اذا نخسها باذنه فلا یضمن لانه امره بما یملکه اذا النخس فے معنے السوق فانتقل الی الراکب فلا یضمن بالنفحة کما اذا نخس الراکب الدابة فنفحت (۹) وفی فقاء عین شاة القصاب مانقصها وفی عین بقرة الجزار وجزوره والحمار والبغل والفرس ربع القیمة لانه انما یمکن اقامة العمل بهاباربع اعین عینهاوعینے المستعمل وعند الشافعیؒ یجب النقصان کما فی شاة القصاب قلنا فی شاة القصاب المقصود اللحم.

(۷) کتے کو چھوڑنا

اگر کسی نے کتے کو کسی پر چھوڑا اور پیچھے سے اس کو ہانکا سو اس کتے نے اسی وقت جا کر کچھ تلف کیا تو اس پر ضمان لازم ہوگا اور جو اس کتے کو ہانکا نہیں یا پرندہ چھوڑا خواہ اس کو ہانکا یا نہ ہانکا تو ضمان لازم نہ آوے گا جیسے کوئی جانور خود بخود چھوٹ بھاگا سو اس نے مال یا جان کو تلف کیا رات کو یا دن کو تو ضمان نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی بخاریؒ ابوداؤدؒ ابن ماجہؒ نے ابوہریرہؓ سے کہ فرمایا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العجماء جرحھا جبار یعنی بے زبان کا زخمی کرنا رائیگاں ہے۔

(۸) جانور کو چھیڑنے والا

اگر کسی شخص نے اس جانور کو مارا جس پر زید سوار ہے یا لکڑی سے اس کو کونچا تو اس نے ہاتھ یا پاؤں سے کسی کو مارا یا بھڑک کر کسی کو صدمہ دیا اور مار ڈالا تو ضمان چھیڑنے والے پر ہے نہ سوار پر۔

فائدہ:۔ یہ مذہب ہمارا ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دونوں پر ضمان نصفا نصف ہے یہ حکم جب ہے کہ بغیر اذن سوار کے یہ فعل کیا ہووے اور جو اس کے اذن سے ہووے تو ضمان نہ ہوگا اور جو وہ جانور اسی چھیڑنے والے کو مار ڈالے تو خون اس کا رائیگاں ہوگا یعنی کسی پر تاوان اس کا لازم نہ آوے گا در مختار۔

(۹) بکری یا گائے بیل کی آنکھ پھوڑنا

اگر قصاب کی بکری کی ایک آنکھ پھوڑی تو جس قدر قیمت میں اس کی نقصان ہوگیا دینا ہوگا اور گائے بیل اونٹ کی اگر آنکھ پھوڑی خواہ قصاب کے ہوویں یا اور کسی کے تو چوتھائی قیمت دینا ہوگی ایسا ہی حکم ہے خچر اور گھوڑے میں۔

باب الجناية الرقيق وعليه

(۱) فان جنى عبد خطاء دفعه سيده بها اى بالجناية ويملكه وليها او فداه بارشهاحالا هذا عندنا وعندالشافعیؒ الجناية فى رقبته يباع فيها الا ان يقضى المولى الارش وثمرة الخلاف يظهر فى اتباع الجانى بعد العتق فان المجنى عليه يتبع الجانى اذا عتق عندالشافعیؒ فان فداه فجنى فهى كالا ولى فانه اذا فدى طهر عن الاولى فصارت الاولى كان لم تكن فيجب بالثانية الدفع او الفداء فان جنى جنايتين دفعه بهما الى وليهما يقسمانه على قدر حقيهما اوفداه بارشها (۲) فان وهبه او باعه او اعتقه اودبره او استولدها اى الامة الجناية ولم يعلم بها ضمن الاقل من قيمته ومن الارش فان علم بهاغرم الارش فان المولى قبل هذه التصرفات كان مختارا بين الدفع والفداء ولمالم يبق محلاللدفع بلاعلم المولى بالجناية لم يصرمختار اللارش فصارت القيمة مقام العبدولافائدة فى التخيير بين الاقل والاكثر فيجب الاقل بخلاف ماااذاعلم فانه يصير مختاراللارش كمالوعلق عتقه بقتل زيداورميه او شجه ففعل اى قال ان قتلت زيد افانت حرفقتل اوقال ان رميت زيدافانت حرفرمى او قال ان شججت راسه فانت حرفستجه غرم الارش لانه يصير مختاراللفداء حيث اعتقه على تقدير وجودالجناية كما لوقال اذا مرضت فانت طالق ثلاثا فاذا مرض يصير فارا وعندزفرؒ لايصير مختاراللفداء اذلاجناية وقت تكلمه ولاعلم بوجودها (۳) فان قطع عبديد حرعمداودفع اليه فاعتقه فسرى فالعبد صلح بهاوان لم يعتقه يرد على سيده فيقتل او يعفى فانه اذا اعتق دل على ان قصده تصحيح الصلح اذلاصحة له الاان يكون صلحا عن الجناية وما يحدث منها امااذالم يعتق وقد سرى تبين ان المال غيرواجب وان الواجب هوالقود فكان الصلح باطلا فيردويقال للاولياء اقتلوه او اعفوه

باب لونڈی غلام کی جنایت اور ان پر جنایت کرنے کے بیان میں

(۱) جانی غلام کے مالک کیلئے دوصورتیں

اگر غلام کوئی جنایت کرے خطا سے تو مالک کو اختیار ہے خواہ اس غلام کو حوالے کردیوے بعوض جنایت کے اور ولی جنایت اس کا مالک ہوجاوے گا یا دیت اس جنایت کی بطور فدیہ کے غلام کی طرف سے ادا کرے فی الفور پس اگر مالک نے فدیہ دیدیا بعد اس کے غلام نے اور دوسری جنایت کی تو پھر فدیہ دیوے یا غلام

حوالہ کرے اگر غلام نے دو شخصوں کی دو جنایتیں کیں تو مولیٰ کو اختیار ہے خواہ ان دونوں جنایتوں کے بدلے میں غلام کو دیدیوے دونوں ولی جنایت کو کہ تقسیم کر لیویں وہ دونوں اس کو موافق اپنے اپنے حق کے یا ہر ایک کی دیت جداگانہ دیوے۔

(۲) جانی کو مولیٰ کا ہبہ، آزاد، مدبر یا ام ولد بنا دیا

پس اگر مولیٰ نے اس کو ہبہ کر دیا یا آزاد یا مدبر یا ام ولد بنایا اور اس کو جنایت کی خبر نہ تھی تو دیت اور قیمت غلام میں سے کمتر کا تاوان دے دیوے اور جو خبر تھی تو دیت کامل دیوے جیسے مولیٰ نے اس غلام کی آزادی کو معلق کر دیا زید کے قتل یا جرح پر اور اس غلام نے وہ کام کیا تو مولیٰ کو فقط دیت دینا آوے گی۔

(۳) غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا

اگر غلام نے آزاد کا ہاتھ عمداً کاٹا اور غلام اس کو دیا گیا سو اس نے آزاد کر دیا پھر ہاتھ کے زخم سے وہ مر گیا تو غلام صلح ٹھہر گیا بعوض جنایت کے اور جو اس نے آزاد نہیں کیا لیکن ہاتھ کے زخم سے مر گیا تو غلام پھیر دیا جاوے گا مولیٰ کو۔ سو وہ قتل ہوگا قصاص میں یا معاف کیا جاوے گا۔

(۴) فان جنى ماذون مديون خطا فاعتقه سيده بلا علم بها غرم لرب الدين الاقل من قيمته ومن ديته ولوليها الاقل منها ومن الارش فان السيد اذا اعتق الماذون المديون فعليه لرب الدين الاقل من قيمته ومن الدين واذااعتق العبد الجانى جناية خطاء فعليه الاقل من قيمته ومن الارش فكذا عندنا لاجتماع اذلايرجم احدهما الأخر لانه لولاالاعتاق يدفع الى ولي الجناية ثم يباع للدين (۵) فان ولدت ماذونة ولد ايباع معها لدينها ولا يدفع معهالجنا يتها فان الدين فى ذمة الامة متعلق برقبتها فيسرى الى الولد وفى الجناية الدفع فى ذمة المولى لافى ذمتها وانما يلاقيها اثر الفعل الحقيقي وهو الدفع والسراية فى الامور الشرعية لاالحقيقية فان قتل عبدخطاء ولي حرزعم ان سيده اعتقه فلاشئ للحرعليه اى قال رجل هذاالعبد قداعتقه مولاه فقتل ذلك العبد شخصا خطاء وذلك الرجل ولى جناية فلا شئ له لانه لماقال ان مولاه اعتقه فادعى الدية على العاقلة وابراء العبد والمولى عن موجب الجناية فان قال قتلت اخازيد قبل عتقى خطاءً وقال زيد بل بعده صدق الاول فانه اسندقتله الى حالة منافية للضمان فكان منكرا فالقول قوله كما اذا قال العاقل البائع طلقت امرأتى او بعت دارى وانا صبي او انا مجنون وكان جنونه معروفا فالقول قوله فان قلت ينبغي ان لايكون لقول العبد اعتبار لان معنى قول الاخ ان دية القتل على عاقلتك ومعنى قول القاتل ان الواجب على مولاى الاقل من قيمتي ومن الدية ان لم يعلم بالجناية والدية انكان عالما بهافلااعتبار لقول العبد فى حق المولى قلت الاخ يدعى على القاتل القتل الخطأ بعد العتق ولابينة له فالقاتل ان اقربذلك تلزمه الدية لان مايثبت بالاقرار لايتحمله العاقلة فهو منكرذلك بل يقول قتلته قبل العتق فيعتبر قوله فى نفى قتله بعدالعتق لافى انه يثبت على المولى شى لان قوله لايكون حجةً على المولى فان قال

قطعت یدها قبل اعتاقها وقالت بل بعده صدقت وکذافی اخذالمال منهالافی الجماء والغلة ای اعتق امة ثم قال لها قطعت یدک او اخذت منک هذا المال قبل ما اعتقتک وقالت بل بعده فالقول قولها عند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ وعند محمدؒ القول قوله وهوالقیاس لانه ینکر الضمان باسناد الفعل الی حالة معهودة منافیة للضمان قلنا لم یسنده الی حالة منافیة له لانه یضمن لو فعل وهی مدیونة علی ان الاصل فی هذه الامور الضمان فقد اقربسبب الضمان ثم ادعی البراءة عنه بخلاف مااذاقال جامعتها قبل الاعتاق او اخذت الغلة قبل الاعتاق فان تلک الحالة منافیة للضمان بسبب الجماع واخذالغلة وایضاً الظاهر کونهما فی حالة الرق

(۴)غلام ماذون مدیون کی جنایت

اگر غلام ماذون مدیون کوئی جنایت کرے خطا سے اور مالک کو اس کا علم نہ ہو اور وہ اس کو آزاد کر دیوے تو مالک کمتر کا تاوان دیوے قیمت اور دین میں سے قرض خواہوں کو اور تاوان کمتر کا قیمت اور دیت میں سے ولی جنایت کو۔

(۵)ماذونہ لونڈی کی جنایت

پس اگر لونڈی ماذونہ مدیونہ بچہ جنے تو قرضے میں اس کے ساتھ بچہ بھی بیچا جاوے گا اور جنایت میں بچہ لونڈی کے ساتھ نہ دیا جاوے گا۔

زید کے غلام کی عمرو نے آزادی کا اقرار کیا پھر اس نے عمرو کی کوئی جنایت کی تو عمرو کو کچھ نہ ملے گا نہ غلام سے نہ اس کے مولیٰ سے اگر غلام نے کہا کہ میں نے زید کے بھائی کو قبل آزادی کے خطا سے مارا ہے اور زید نے کہا کہ نہیں بلکہ بعد آزادی کے تو قول غلام کا سچ سمجھا جاوے گا۔ زید نے اپنی لونڈی سے کہا کہ میں نے تیرا ہاتھ کاٹا یا مال تیرا لیا قبل آزادی کے اور لونڈی نے کہا کہ بعد آزادی کے تو قول لونڈی کا مقبول ہوگا مگر جماع اور لونڈی کی کمائی میں کہ اس میں قول مولیٰ کا مقبول ہوگا۔

(۶) فان امر عبدمحجورا وصبی صبیا بقتل رجل فقتله فالدیة علی عاقلة القاتل ورجعواعلی العبد بعد عتقه لاعلی الصبی الأمر لان المباشر هوالصبی المامور فتضمن عاقلة ثم یرجعون علی العبد اذا عتق لانه اوقع الصبی فی هذه الورطة لکن قوله غیر معتبر الحق المولی فیضمن بعدالعتق ولایرجعون علی الصبی الأمر لقصوراهلیته (۷) فان کان مامورالعبد مثله دفع السید القاتل او فداه فی الخطاء بلا رجوع فی الحال ویجب ان یرجع بعد عتقه باقل من قیمته ومن الفداء ای ان امر عبد محجور عبدالمحجورا بقتل الرجل ففی الخطاء دفع السید القاتل او فداه ولا رجوع علی العبد الأمر فی الحال وانما قال ویجب ان یرجع بعد العتق اذلارواية لذلک فینبغی ان یرجع باقل من قیمته ومن الفداء لان قیمته اذاکانت اقل من الفداء فالمولی غیر مضطرالی اعطاء الزیادة علی القیمة بل یدفع العبد اقول ینبغی ان لایرجع بشئ لان الامرلم یصح والأمرلم یوقعه فی هذه الورطة لکمال عقل المامور بخلاف ماذاکان المامور صبیاوکذا فی العمدانکان العبدالقاتل صغیرافان کان کبیراالقص ای فی

العمددفع السيد القاتل اوفداه ثم رجع علی العبد الأمر باقل من قيمته ومن الفداء ان كان العبد القاتل صغيرا فان عمد الصغير كالخطاء وان كان كبيراً يجب القصاص (۸) فان قتل قن عمداً حرين لكل واحد واليان فعفا احدولیی كل منهما دفع نصفه الى الأخرين اوفداه بدية وسقط حق من عفا فی الدية وانقلب حصة من لم يعف مالاان يدفع نصفه اوالدية الواحدة فان قتل احدهما عمداً والاخر خطاء وعفا احد ولی العمد فدی بدية لولی الخطا وبنصفها لاحدولیی العمد او دفع البهم وقسم اثلاثا عولا عند ابی حنيفةؒ وارباعاً منازعة عندهما اماطريق العول فان ولی الخطاء يدعيان الكل واحد وليی العمد يدعی النصفؒ فيضرب هذان بالكل وذلک بالنصف اصله التركه المستغرقة بالدين وهلا عند ابی حنيفةؒ وقالايدفعه ارباعا ثلاثة ارباعه لولی الخطاء وربعه لولی العمد بطريق المنازعة فيسلم النصف لولی الخطاء بلامنازعة وبقی منازعة الفريقين فی النصف الأخر فينصف فلهذا يقسم ارباعا فان قتل عبدهما قريبهماوعفا احدهما بطل كله ای عبدالرجلين قتل ذلک العبد قريبا لهما فعفا احدهما بطل الكل عند ابی حنيفةؒ وقالايدفع الذی عفانصف نصيبه الى الأخر او يفديه ربع الدية

(٦) غلام مجور یا صبی کے کہنے سے صبی نے قتل کر ڈالا

اگر غلام مجور نے یا صبی نے ایک صبی کو کسی کے قتل کے لئے کہا اور اس صبی نے قتل کر ڈالا تو دیت قاتل کے عاقلہ پر ہوگی اور وہ عاقلہ قاتل اس غلام امر سے بعد عتق کے پھیر لیویں گے نہ صبی آمر سے۔

(۷) غلام مجور کے کہنے سے غلام مجور نے قتل کیا

اور جو غلام مجور نے غلام مجور کو حکم کیا قتل کا تو قاتل کا مولیٰ اس غلام کو حوالے کر دیوے یا فدیہ دے دیوے قتل خطا میں اور آمر پر رجوع اب نہیں ہو سکتا لیکن بعد آزادی کے کمتر قیمت اور فدیہ میں سے لے سکتا ہے ایسا ہی قتل عمد میں اگر غلام قاتل صغیر سن ہو اور جو بالغ ہوگا تو قصاصاً قتل کیا جاوے گا۔

(۸) غلام نے دو شخصوں کو قتل کیا

اگر ایک غلام نے دو آزاد شخصوں کو قصداً مار ڈالا اور ہر مقتول کے دو دو ولی تھے ایک ایک نے ان میں سے عفو کر دیا تو باقی دو وارثوں کو چاہئے مالک نصف غلام دے دیوے چاہے ایک پوری دیت ادا کرے اور جو ایک شخص کو عمداً اور دوسرے کو خطاءً قتل کیا اور عمد کے دو وارثوں میں سے ایک نے عفو کر دیا تو مالک پوری دیت دیوے قتل خطا کے وارثوں کو اور نصف دیت قتل عمد کے اس وارث کو جس نے عفو نہیں کیا یا غلام کو ان تینوں کے حوالے کر دیوے تو اس غلام کے تین حصے کر کے بانٹ دیں گے تینوں میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک چار حصے کر کے تین حصے خطا کے وارثوں کو اور ایک عمد کے وارث کو ملے گا اگر دو شخصوں میں ایک غلام مشترک تھا اس نے ان دونوں کے ایک رشتہ دار کو مار ڈالا اور ایک نے عفو کر دیا تو سب باطل ہو گیا اور صاحبینؒ کے نزدیک عفو کرنے والا نصف حصہ اپنا دوسرے کو دے دیوے یا ربع دیت فدیہ دیوے۔

فصل (۹) دية العبد قيمته فان بلغت هى دية الحروقيمته الامة دية الحرة نقص من كل عشرة هذا عند ابى حنيفةؒ ومحمد اظهارا لانحطاط رتبة العبد عن الحروعند ابى يوسفؒ والشافعى يجب قيمته بالغة مابلغت وفى الغصب قيمته ماكانت هذابالاجماع فان المعتبر فى الغصب المالية لاالأدمية (۱۰) وماقدرمن دية الحرقدرمن قيمته اى قيمة العبد ففى يده نصف قيمته اى ان كانت قيمته عشرة الأف اواكثر يجب فى يده خمسة الأف الاخمسة دراهم (۱۱) عبدقطع يده عمدا فاعتق فسرى قيدان ورثه سيده فقط والا لا اى ان كان وارث المعتق السيد فقط استوفى القود عند ابى حنيفةؒ وابى يوسفؒ وعند محمدؒ لا لان القصاص يجب بالموت مستنداالى وقت الجرح فان اعتبر حالة الجرح فسبب الولاية الملك وان اعتبرحالة الموت فالسبب الوراثة بالولاء فجهالة سبب الاستحقاق تمنع كجهالة المستحق قلنا لااعتبار لجهالة السبب عند تيقن من له الحق وان لم يكن الوارث السيد فقط اى بقى له وارث غير السيد لايقادبالاتفاق لانه ان اعتبرحالة الجرح فالمستحق السيد فقط وان اعتبرحالة الموت فذلك الوارث اوهومع اسيدفجهالة المقضى له تمنع الحكم (۱۲) فان اعتق احدعبديه فشجا فعين احدهما فارشهما للسيد فان فعلهما رجل خطاء تجب دية حروقيمة عبدوان قتل كلارجل فقيمة العبدين اى قال لعبديه احد كما حرثم شجافبين السيدان المراد باحدهما هذا المعين فارشهما للسيد لماعرف ان البيان اظهار من وجه او انشاء من وجه وبعد الشجة يبقى محلا للانشاء فاعتبرانشاءً فكانه اعتق وقت البيان (۱۳) وفى فقاء عينى عبددفعه سيده واخذ قيمته او امسكه بلااخذ النقصان اى ان شاء السيد دفع العبد الى الجانى واخذ القيمة وانشاء امسكه بلااخذ النقصان وهذا عند ابى حنيفةؒ وقالايخيربين الدفع والامساک مع اخذالنقصان وقال الشافعىؒ ضمنه القيمة وامسک الجثة العمياء فانه يجعل الضمان فى مقابلة الفائت فبقى الباقى على ملكه كمااذافقاء احد عينيه وقالاالمالية معتبرة فى حق الاطراف وانما سقطت فى حق الذات فقط وحكم الاموال ماذكرنا كمافى الخرق الفاحش وقال ابوحنيفةؒ المالية انكانت معتبرة فالأدمية غير مهدرة فالعمل بالشبهين اوجب ماذكرنا

(۹) غلام ولونڈی کی دیت

غلام کی دیت اس کی قیمت ہے پس اگر قیمت اس کی آزاد شخص کی دیت تک پہنچ جاوے گی یا قیمت لونڈی کی دیت حرہ تک پہنچے تو ہرایک کی قیمت سے دس درم کم کرلیں گے۔

فائدہ:۔ امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کے نزدیک اور ایسی ہی روایت کی ابن ابی شیبہؒ اور عبدالرزاقؒ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے اور ابو یوسفؒ اور شافعیؒ کے نزدیک جہاں تک قیمت اس کی ہوگی دینا پڑے گی۔

☆ اور غصب میں کم نہ کریں گے بلکہ جس قدر قیمت ہوگی دینا پڑے گی باجماع سب علماء کے۔

(۱۰) غلام میں دیت کا حصہ

اور شخص آزاد میں جو حصہ دیت کا جنایت میں مقرر ہے غلام میں وہ حصہ قیمت سے مقرر کیا جاوے گا مثلاً اگر کوئی غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے تو نصف قیمت اس کی لازم آوے گی۔

فائدہ:۔ پس اگر اس کی قیمت دس ہزار یا زائد ہوگی تو پانچ کم پانچ ہزار درہم دینا ہوں گے کذا فی الاصل۔

(۱۱) غلام کا ہاتھ قصداً کاٹا گیا

اگر غلام کا ہاتھ عمداً کاٹا گیا پھر وہ آزاد کیا گیا بعد اس کے اس زخم سے مر گیا تو قاطع سے قصاص لیا جاوے گا اگر غلام کا وارث صرف مولیٰ ہو ورنہ نہ لیا جاوے گا۔

(۱۲) دو غلام آزادی کے بعد مجروح ہوئے

اگر ایک شخص نے اپنے دو غلاموں میں سے ایک کو آزاد کیا پھر دونوں غلام مجروح ہوئے بعد اس کے مولیٰ نے مقرر کیا کہ مراد میری فلانا غلام تھا تو دونوں کی دیت مولیٰ کو ملے گی اور جو ان دونوں غلاموں کو کسی نے مار ڈالا تو دیت آزاد کی اور قیمت غلام کی دینا ہوگی اور جو ہر ایک غلام کو ایک ایک شخص نے مار ڈالا تو قیمت ان دونوں کی لازم آوے گی۔

(۱۳) کسی نے غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیں

اگر ایک شخص نے ایک غلام کی دونوں آنکھیں پھوڑ ڈالیں تو مولیٰ کو اختیار ہے خواہ غلام کو جانی کے حوالے کرے اس سے پوری قیمت اس کی لے لیوے اور چاہے غلام کو اپنے پاس رہنے دے اور نقصان نہیں لے سکتا۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک نقصان لے لے گا اور شافعیؒ کے نزدیک پوری قیمت لے گا اور غلام کو بھی رکھ چھوڑے گا کذا فی الاصل۔

فصل (۱۴) فان جنى مدبروام ولد ضمن السيد لاقل من القيمة ومن الارش اذلا حق لولي الجناية في اكثرمن الارش ولا منع من المولي في اكثرمن القيمة فان جنى اخرے شارک ولي الثانية ولي الاولي في قيمة دفعت اليه بقضاء اذليس فے جناياته الاقيمة واحدة واتبع السيد اوالولي الاولي ان دفعت بلاقضاء هذا عند ابي حنيفة وعندهما لايتبع السيد لان الجناية الثانية لم تكن موجودة عند دفع القيمة الي ولي الاولي فقد دفع كل الواجب الي مستحقه وله ان الثانية مقارنة للاولي من وجه ولهذايشارک ولي الاولي فان دفع الي الاول طوعاكان ضامنا بخلاف ما اذا دفع فيرطائع بحكم القاضے (۱۵) ومن غصب عبدالقطع سيده فسرى ضمن قيمته اقطع فان قطعه سيده في يدغاصبه فسرى في يده اى فى يدالغاصب لم يضمن فان الغاصب اذاغصب مقطوع اليد يجب رده كذلک فاذا امتنع فعليه قيمته اقطع وان قطع المولىٰ فے يدالغاصب استولى عليه فصارمستردافبرأالغاصب عن الضمان مع انه مات في يده (۱۶) وضمن عبدامحجور غصب مثله فمات معه فان المحجور مواخذ با فعاله فان كان الغصب ظاهرا يباع فيه وان لم يكن ظاهرابل اقربه لايباع فيه بل يواخذبه اذا اعتق

(۱۴) مدبر یا ام ولد کی جنایت

اگر مدبر یا ام ولد نے جنایت کی تو مولیٰ کمتر کا تاوان دیوے دیت اور قیمت میں سے تو اگر مولیٰ نے قاضی کے حکم سے تاوان ولی جنایت کو دے دیا بعد اس کے پھر انہوں نے جنایت کی تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا شریک ہو جاوے گا اس قیمت میں جو اس کو قاضی کے حکم سے ملی ہے اور جو مالک نے بدوں حکم قاضی کے دیا تو دوسری جنایت والا پہلی جنایت والے کا پیچھا کرے خواہ مولیٰ کا۔

فائدہ:۔ لیکن اگر مولیٰ سے لے گا تو وہ پہلی جنایت والے پر رجوع کر لے گا اس واسطے کہ مولیٰ پر صرف ایک قیمت واجب ہے درمختار۔

(۱۵) غلام کا ہاتھ مالک نے کاٹا پھر غاصب کے زخم سے مر گیا

مالک نے اپنے غلام کا ہاتھ کاٹا پھر اس کو غصب کیا ایک شخص نے اور زخم کی سرایت سے وہ غلام مر گیا غاصب کے پاس تو غاصب تاوان دے دیوے ہاتھ کٹے غلام کی قیمت کا اور جو مولیٰ نے اس کا ہاتھ کاٹا اور وہ غلام غاصب کے پاس تھا پس اس زخم کی سرایت سے غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب بری ہو گیا تاوان سے۔

(۱۶) مجحور غلام مجحور غاصب کے پاس مر گیا

اگر غلام مجحور نے غلام مجحور کو غصب کیا پھر مغصوب غاصب کے پاس مر گیا تو غاصب پر تاوان آوے گا۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ مجحور سے مواخذہ کیا جاتا ہے افعال میں پس اگر غصب ظاہر ہوگا تو وہ اس میں بیچ کیا جاوے گا اور جو غصب صرف اس کے اقرار سے ثابت ہو تو مواخذہ ہوگا اس سے بعد آزادی کے کذا فی الاصل۔

(۱۷) فان جنى مدبر عند غاصبه ثم عند سيده اوعكس ضمن قيمته لهما ورجع بنصفها على الغاصب ودفع الى الاول ثم فى الاولى رجع به على الغاصب وفى الثانية لا اى غصب رجل مدبرا فجنى عنده خطاء ثم رده على المولى فجنى عنده خطاء اوكان الامر بالعكس اى جنى عندالمولى خطاء ثم غصبه رجل فجنى عنده عطاء ففى الصورتين يضمن المولى قيمته لاجل الجنايتين ثم يرجع بنصفها على الغاصب ثم يدفع هذاالنصف الى ولى الجناية الاولى دون الثانية لان حقه لم يجب الاوالمزاحم قائم فلم يجب فاذادفع هل يرجع به على الغاصب ام لاففى الصورة الاولى يرجع وفى صورة العكس لاوهذا عند ابى حنيفة وابى يوسف وقال محمد نصف القيمة التى رجع به على الغاصب ليسلم للمولى ولايدفع الى ولى الجناية الاولى لانه عوض مااخذولى الجناية الاولى فلايدفع اليه كيلا يجتمع البدل والمبدل فى ملك شخص واحد لهما ان حق الاول فى جميع القيمة لانه حين جنى فى حقه لايزاحمه احدوانما ينتقص باعتبار مزاحمة الثانى فاذاوجد شيًا من بدل العبدفى يدالمالك فارغايا خذه منه ليتم حقه فاذا اخذ منه يرجع به المولى على الغاصب لانه اخذه منه بسبب كان عندالغاصب ولايرجع به فى صورة العكس لان الجناية الاولى كانت فى يدالمالك والقن فى الفصلين كالمدبرلكن السيديد فع القن وقيمة المدبر اى اذاكان مقام المدبر قن

فی الفصلین یدفع القن ثم یرجع بنصف قیمته علی الغاصب ویسلم للمالک عند محمد وعندهما لایسلم له بل یدفعه الی الاول فاذادفعه الی الاول یرجع فی الفصل الاولی علی الغاصب وفی الثانی لامدبر غصب مرتین فجنی فی کل مرة ضمن سیده قیمته لهماورجع بقیمته علے الغاصب ودفع نصفها الی الاول ورجع به علے الغاصب ای مدبر غصبه الغاصب فجنی عنده ثم رده علے المالک ثم غصبه فجنی عنده فعلے المالک قیمته بینهما نصفین لانه منع رقبة واحدة بالتدبیر فیجب علیه قیمته ثم یرجع بتلک القیمة علی الغاصب لان الجنایتین کانتا عنده فیدفع نصفها الی الاول ویرجع به علے الغاصب قبل دفع النصف الی الاول وهذا متفق علیه وقیل فیه خلاف محمدؒ کما فی تلک المسئلة (۱۸) ومن غصب صبیاحرافمات معه فجاء ة او بحمی لم یضمن وان مات بصاعقة او بهش حیة ضمن ماقلته الدیة والقیاس ان لایضمن بالغصب وهو قول زفروالشافعیؒ لان الغصب فے الحرلایتحقق وجه الاستحسان انه لا یضمن بالغصب بل بالاتلاف تسبیبابنقله الی مکان فیه الصواعق اوالحیات (۱۹) کما فی صبی اودع عبد افقتله (۲۰) فان اتلف مالابلاایداع ضمن وان اتلف بعده لاالایداع یتعدی الی المفعولین یقال اودعت زیدا درهما فالفعل المجهول وهواودع اسندالی المفعول الاول وهو الصبے فالودیعة عنده انکان عبداضمنه بالقتل وانکان مالاغیره لایضمنه عند ابی حنیفة ومحمدؒ ویضمن عند ابی یوسف والشافعیؒ لانه اتلف مالاً معصوماً قلنا غیرالعبد معصوم لحق السید وقد فوته حیث وضعه فی ید الصبے واما العبد فعصمته لحقه اذهو مبقے علے اصل الحریة فی حق الدم.

(۱۷) مدبر نے غاصب کے پاس جنایت کے بعد مالک کے پاس کی

اگر مدبر نے اپنے غاصب کے پاس جنایت کی پھر مولیٰ پاس آن کر دوسری جنایت کی یا اس کا الٹا ہوا تو مالک اس کی قیمت کا تاوان دیوے دونوں ولی جنایت کو اور نصف قیمت بھر لیوے غاصب سے اور حوالے کرے اس کو پہلی جنایت والوں کے پھر رجوع کر لیوے اس کا غاصب پر صورت اولیٰ میں نہ ثانی میں۔ اور خالص غلام بھی یعنی قن مثل مدبر کے ہے دونوں صورتوں میں لیکن مولیٰ یہاں خود غلام کے حوالے کرے جیسے مدبر میں اس کی قیمت دیتا ہے۔ اگر زید کے مدبر کو عمرو نے غصب کیا اور اس نے جنایت کی عمرو پاس پھر عمرو نے رد کر دیا اس کو طرف زید کے بعد اس کے پھر غصب کیا پھر اس نے جنایت کی تو مالک پر پوری قیمت اس مدبر کی دونوں اولیائے جنایت کے لئے لازم آوے گی پھر وہ پوری قیمت عمرو سے بھر لے گا اور اس میں سے نصف پہلی جنایت والوں کو دے کر پھر وہ نصف غاصب سے بھر لے گا۔

(۱۸) لڑکا غاصب کے پاس بیمار ہوکر مر گیا

اگر زید نے کسی کا آزاد لڑکا غصب کیا پھر وہ لڑکا زید پاس آ کر ناگہاں یا بخار سے مر گیا تو زید ضامن نہ ہوگا اور جو بجلی کے گرنے سے یا سانپ کے کاٹنے سے مر گیا تو زید کے

عاقلہ پر دیت لڑکے کی آوے گی۔

فائدہ:۔ آزاد لڑکے کا غصب عبارت ہے اس کے لے جانے سے کیونکہ غصب شخص آزاد میں متصور نہیں ہے درمختار میں ہے کہ کبیر کا حکم بھی اس صورت میں مثل صغیر کے ہے اگر غاصب اس کو ایسے مکانات کی طرف جبراً لے گیا کہ اس کو حفاظت اپنی ممکن نہیں ہے اور اگر کسی نے صغیر کو غصب کیا پھر وہ صغیر اس کے پاس سے غائب ہو گیا تو غاصب قید رکھا جاوے گا یہاں تک کہ اس صغیر کو لاوے یا اس کی موت معلوم ہو جاوے اگر ختان نے صغیر کا حشفہ کاٹ ڈالا تو اگر لڑکا مر گیا تو ختان کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہو گی اور جو زندہ رہا تو پوری دیت اور یہ جواب ہے چیستاں کا کہ وہ کونسا جانی ہے کہ اگر اس کی جنایت سے مجنی علیہ مر جاوے تو نصف دیت ہے اور جو نہ مرے تو پوری دیت ہے۔

(۱۹) لڑکے نے امانت غلام کو قتل کر دیا

جیسے ایک لڑکے کے پاس غلام رکھا گیا بطور امانت کے اور اس لڑکے نے اس غلام کو مار ڈالا تو عاقلہ پر لڑکے کے دیت غلام کی آوے گی۔

(۲۰) لڑکے نے کسی کا مال تلف کیا

اور اگر لڑکے نے کسی کا مال تلف کیا بغیر ایداع کے تو اس پر ضمان ہے اور جو اس کے پاس ایداع ہوا یعنی بطور امانت کے رکھا گیا اور اس نے تلف کیا تو ضمان نہیں ہے۔

فائدہ:۔ یہ احکام جب ہیں کہ صبی عاقل ہو اور غیر عاقل پر مطلقاً تاوان نہیں ہے درمختار۔

باب القسامة

(۱) ميت به جرح او اثر ضرب او خنق او خروج دم من اذنه او عينه وجدفي محلة او بدنه بلاراسه او اكثره او نصفه مع راسه لايعلم قاتله وادعى ولي القتيل على اهلها او بعضهم حلف خمسون رجلامنهم يختار هم الولي بالله ماقتلناه ولاعلمناله قاتلاالاولى (۲) ثم قضى على اهلها بالدية اى بديته فالالف واللام يقوم مقام ضمير يعودالى المبتداء وهو ميت هذا عندنا وقال الشافعيؒ ان كان هناک لوث اى علامة القتل على واحد بعينه او ظاهر يشهد للمدعى من عداوة ظاهرة او شهادة واحد عدل او جماعة غير عدل وان اهل المحلة قتلوه استحلف الاولياء خمسين يمينا ان اهل المحلة قتلوه ثم يقضى بالدية على المدعى عليه سواء كان الدعوى بالعمد او بالخطاء وقال مالکؒ يقضى بالقود ان كان الدعوى بالعمد وهواحدقولي الشافعيؒ وان لم يكن به لوث فمذهبه مثل مذهبنا الا انه لايكررالیمين بل يردها على الولي وان حلفوالادية عليهم لنا ان البينة على المدعى واليمين على من انكرفاليمين عندنا ليظهرالقتل تجوزهم عن اليمين الكاذبة فيقروافيجب القصاص فاذا حلفوا حصلت البراء ة عن القصاص وانما تجب الدية لوجود القتيل بين اظهر هم وانه عليه السلام جمع بين الدية والقسامة فى حديث رواه سهل وحديث رواه ابن زياد بن مريم وكذا جمع عمر رضى الله عنهم (۳) فان ادعى على واحد من غيرهم سقط القسامة عنهم

(۴) فان لم یکن فیھا ای الخمسون فی محلة کرر الحلف علیھم الی ان یتم ومن نکل منھم حبس حتی یحلف ولاقسامة علی صبی ومجنون وامرأة وعبد ولاقسامة ولادیة فی میت لااثربه او خرج دم من فمه اودبره او ذکره فان الدم یخرج من ھذه الاعضاء بلافعل من احد بخلاف الاذن والعین (۵) وماتم خلقه کالکبیر ای وجد سقط تام الخلق به اثر الضرب فھو کالکبیر وفی قتیل وجد علی دابة یسوقھا رجل ضمن عاقلته دیته لا اھل المحلة وکذا لوقادھا اورکبھا فان اجتمعوا ضمنوا ای السائق والقائد والراکب

باب قسامت کے بیان میں

(۱) مقتول کے قاتل معلوم کرنے کیلئے اہل محلّہ سے تفتیش

وہ مردہ جس پر اثر ضرب کا یا جراحت کا ہووے یا گلا دبانے کا نشان ہے یا خون بہتا ہے اس کے کان یا آنکھ سے کسی محلے میں پایا گیا یا اس کا اکثر بدن یا نصف بدن سر کے ساتھ ملا اور اس کا قاتل معلوم نہیں ہے اور ولی مقتول دعویٰ قتل کا رکھتا ہے کل اہل محلّہ پر یا بعض پر تو ولی پچاس آدمیوں کو محلّہ والوں میں سے چھانٹے اور ان سے یہ قسم لی جاوے کہ واللہ ہم نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ اس کے قاتل کو ہم جانتے ہیں۔

فائدہ:۔ یعنی ہر ہر شخص ان میں سے اس طرح قسم کھاوے کہ میں نے اس کو قتل نہیں کیا اور نہ میں قاتل کو اس کے جانتا ہوں اور امام شافعیؒ کے نزدیک اگر اہل محلّہ پر لوث ہو قتل کا یعنی ان میں سے کسی پر علامت قتل پائی جاوے یا ظاہر حال اس کا شاہد ہو مثلاً مقتول سے ان کو عداوت ہو یا ایک شخص عادل شہادت دیوے قتل کی یا جماعت غیر عادلہ شہادت دیوے اس بات پر کہ اہل محلّہ نے اس کو قتل کیا ہے تو اولیاء مقتول کو پچاس حلفیں دی جاویں گی اس امر پر کہ واللہ اہل محلّہ نے اس کو قتل کیا ہے پھر حکم کیا جاوے گا دیت کا مدعا علیہم پر برابر ہے کہ دعویٰ قتل عمد کا ہو یا خطا کا اور امام مالکؒ نے کہا کہ حکم کیا جاوے گا قصاص کا اگر دعویٰ قتل عمد کا ہووے اور یہ بھی ایک قول ہے شافعیؒ کا اور اگر لوث نہ ہو تو مذہب مالکؒ کا مثل ہمارے مذہب کے ہے مگر فرق اتنا ہے کہ وہ ایمان کو مکرر نہیں کرتے اہل محلّہ پر بلکہ رد کرتے ہیں ان کو اولیائے مقتول پر پس اگر حلف کر لیویں اہل محلّہ تو وہ دیت نہیں دلاتے ان سے اور دلیل ہماری قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ گواہ مدعی پر ہیں اور قسم منکر پر روایت کیا اس کو بیہقی نے ابن عباسؓ سے اور صحاح ستہ والوں نے مانند اس کے تو قسمیں اہل محلّہ پر اس لئے مقرر ہوئیں تا اگر انہوں نے قتل کیا ہے تو قسم دروغ سے بچ کر اقرار کریں قتل کا پس واجب ہووے قصاص اور جو حلف کر لیویں تو قصاص سے برأت ہو جاوے گی لیکن دیت واجب ہوگی ان پر اس واسطے کہ مقتول ان کے بیچ میں ہے اور جمع کیا آنحضرتؐ نے درمیان دیت اور قسامت کے روایت کیا اس کو سہلؓ نے اور زیاد بنؓ مریم نے اور اسی طرح جمع کیا حضرت عمرؓ نے کذا فی الاصل۔

(۲) اہل محلّہ قسم دیں تو دیت کا حکم دیا جائے

پس جب اہل محلّہ حلف کر لیویں تو ان پر دیت کا حکم کیا جاویگا۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت نسائیؒ میں ہے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت مقرر کی یہود پر جب محیصہ کا بیٹا ان کے دروازوں پر مقتول پایا گیا

تھااور روایت کی بزارؒ نے سعید بن المسیبؒ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شروع کیا یہود سے ساتھ قسامت کے اور مقرر کی ان پر دیت اور روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے اور شافعیؒ نے عمر بن الخطابؓ سے کہ انہوں نے پچاس آدمیوں کو حلف کا حکم کیا قسامت میں پس حلف دلایا ان کو اور مقرر کی ان پر دیت۔

(۳) ولی کا دعویٰ باہر کے آدمی پر

تو اگر ولی نے دعویٰ کیا قتل کا اس شخص پر جو اہل محلّہ میں سے نہیں ہے تو قسامت اہل محلّہ سے ساقط ہو جاوے گی۔

(۴) پچاس قسمیں پوری کرنا

پس اگر اہل محلّہ پچاس سے کم ہوں تو مکرر ان سے قسم لی جاوے یہاں تک کہ پچاس قسمیں پوری ہو جاویں۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابی ملیح سے کہ عمر بن الخطابؓ نے مکرر کیں قسمیں یہاں تک کہ پوری ہو گئیں اور روایت کی عبدالرزاقؒ نے کہ حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پچاس قسمیں دلائیں جب اس کا مولیٰ مارا گیا تھا پھر اس پر دیت مقرر کی اور روایت کی ابن ابی شیبہ نے شریح سے اور عبدالرزاق نے ابراہیم نخعی سے مثل اس کے۔

☆اور جو شخص اہل محلّہ میں سے انکار کرے قسم کا تو وہ قید رکھا جاوے یہاں تک کہ قسم کھاوے اور قسامت میں صبی اور مجنون اور عورت اور غلام شریک نہ ہوں گے اور نہیں ہے قسامت اور نہ دیت اس نعش میں جس پر اثر زخم کا نہیں ہے یا خون اس کے منہ یا دبر یا ذکر سے نکلا ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ ان اعضاء سے خون نکلتا ہے خود بخود بھی برخلاف کان اور آنکھ کے کہ بغیر ضرب کے خون ان میں سے نہیں نکلتا کذا فی الاصل۔

(۵) مقتول بچہ

اور جو بچہ پوری خلقت کا مردہ پایا گیا تو حکم اس کا مثل بڑے کے ہے۔

---

(۶) وفی دابة بین قریتین علیها قتیل علی اقربها (۷) فان وجد فی دار رجل فعلیه القسامة (۸) وتدی عا قلتهم ان ثبت انها له بالحجة وعاقلته ورثته ان وجد فی دار نفسه هذا عند ابی حنیفة فان الدار حال ظهور القتیل للورثة فالدیة علی ما قلتهم وعندهما وعند زفرؒ لاشئ فیه والحق هذا لان الدار فی یده حال ظهور القتل فیجعل کانه قتل نفسه فکان هدراً وان کانت الدار للورثة فالعاقلة انما یتحملون مایجب علیهم تخفیفا لهم ولایمکن الایجاب علی الورثة للورثة والقسامة علی اهل الخطة دون السکان والمشترین فان باع کلهم فعلی المشترین هذا عند ابی حنیفة ومحمدؒ فان نصرة البقعة علی اهل الخطة وعند ابی یوسفؒ هی علیهم جمیعا لان ولایة التدبیر کمایکون بالملک یکون بالسکنی والمشتری واهل الخطة سواء فی التدبیر وقیل ابوحنیفة بنی هذا علی ماشاهد بالکوفة (۹) فان وجد فی دار بین قوم لبعض اکثر فهی علی الرؤس لان صاحب القلیل والکثیر سواء فی الحفظ والتقصیر (۱۰) فان بیعت ولم تقبض فعلی عاقلة البائع وفی البیع بخیار علی عاقلة ذی الید هذا عند ابی حنیفة وقالا ان لم یکن فیه خیار فعلی عاقلة المشتری وان کان فعلی عاقلة من تصیر له سواء کان

الخيار للبائع اوللمشتری وفی الفلک علےٰ من فیه وفی مسجد محلة علےٰ اهلها وبین القریتین علےٰ اقربهما وفی سوق مملوک علےٰ المالک هذاعند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ وعند ابی یوسفؒ علےٰ السکان وفی غیرمملوک والشارع والسجن والجامع لاقسامة والدیة علےٰ بیت المال اما عند ابی یوسفؒ فالقسامة علےٰ اهل السجن لانهم سکان وفی قوم التقوابالسیوف واجلواعن قتیل ای انکشفوا عنه علےٰ اهل المحلة الاان یدعی الولی علی القوم اوعلےٰ معین منهم فان وجدفی بریة لاعمارة بقربها اوماء یمربه فهدرومستحلف قال قتله زید حلف بالله ماقتلت ولاعرفت له قاتلاغیرزیدوبطل شهادة بعض اهل المحلة بقتل غیرهم اوواحد منهم ومن جرح فی حی فقتل فبقی ذافراش حتی مات فالقسامة والدیة علےٰ الحی وفی رجلین فی بیت بلاثالث وجداحد هما قتیلا ضمن الأخر دیته عند ابی یوسفؒ خلافا لمحمد فانه لایضمن عنده لاحتمال انه قتل نفسه ولابی یوسفؒ ان الظاهران الانسان لایقتل نفسه وفی قتیل قریة امرأة کررالحلف علیها وتدی عاقلتها عند ابی حنیفةؒ ومحمدؒ وعند ابی یوسفؒ القسامة علےٰ العاقلة ایضا لان القسامة علےٰ اهل النصرة والمرأة لیست من اهلها والله اعلم.

(۶) مقتول جانور کا ملنا

اگر مقتول جانور پر پایا گیا اور اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا یا کھینچنے والا ہے یا سوار ہے تو اس کی دیت سائق یا قائد یا راکب کے عاقلہ پر ہوگی اور جو تینوں ہوں تو ان سب کو دیت دینا ہوگی اور اگر ایک جانور پایا گیا دو قریوں کے درمیان میں اور اس پر ایک مقتول ہے تو جو گاؤں وہاں سے قریب تر ہوگا اس پر قسامت اور دیت ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی حکم کیا جب ایک مقتول دو گاؤں کے بیچ میں پایا گیا تھا روایت کیا اس کو ابی داؤدؒ طیالسی اور اسحاق بن راہویہؒ اور بزارؒ نے اپنے مسانید میں اور بیہقیؒ نے اپنے سنن میں اور حضرت عمرؓ نے بھی ایسا ہی حکم کیا تھا اس واقعہ میں اخراج کیا اس کا ابن ابی شیبہؒ نے مصنف میں زیلعی۔

(۷) کسی کے گھر میں مقتول ملنا

اور جو مقتول کسی کے گھر میں ملا تو گھر والے پر قسامت ہے۔ اور اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اگر ثابت ہو یہ امر کہ گھر اسی کا مملوک ہے حجت سے

(۸) مقتول کا اپنے ہی گھر میں ملنا

اور جو مقتول اپنے ہی گھر میں ملے تو دیت اس کی وارثوں کے عاقلہ پر ہوگی۔ (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اور صاحبینؒ اور زفرؒ کے نزدیک کچھ اس صورت میں لازم نہ آوے گا اور یہی حق ہے اس لئے کہ گھر اسی مقتول کا حال ظہور قتل ہے گویا اس نے اپنے تئیں آپ قتل کیا کذا فی الاصل۔ اور دیت اور قسامت اہل خطہ پر ہے (جن کو امام نے سند لکھ دی ملکیت کی ابتداءً فتح اسلام کے وقت اگر چہ ان میں سے ایک ہی شخص باقی ہو در مختار) نہ رہنے والوں اور خریداروں پر پھر اگر سب مالکوں نے اس کو بیع کیا ہو تو دیت اور قسامت خریداروں پر ہے۔

فائدہ:۔ باجماع سب علماء ہمارے کے درمختار۔

(۹) مقتول کا مشترک گھر میں ملنا

اگر مقتول مکان مشترک میں پایا گیا اور بعضوں کا حصہ زیادہ ہے تو قسامت اور دیت شرکاء کی شمار کے موافق ہوگی۔

فائدہ:۔ نہ حصوں کے لحاظ سے یعنی حصہ قلیل والے اور حصہ کثیر والے دیت اور قسامت میں برابر ہوں گے۔

(۱۰) دیگر مختلف مقامات پر مقتول ملنے کے احکامات

اگر گھر بیچا گیا لیکن مشتری کے قبضے میں نہیں آیا تھا کہ اس میں مقتول نکلا تو قسامت اور دیت بائع کی عاقلہ پر ہے اور بیع بالخیار میں قابض کی عاقلہ پر اور کشتی میں اہل کشتی پر یعنی جو اس میں سوار ہیں یا ملاح اور مسجد محلّہ میں اہل محلّہ پر اور دو گاؤں کے بیچ میں قریب گاؤں والوں پر اور بازار خاص میں جو کسی کی مملوک ہو مالک بازار پر اور بازار غیر مملوک اور شارع عام اور قید خانہ اور جامع مسجد (اور جو مکان عامہ مسلمین سے متعلق ہووے درمختار) میں اگر مقتول ملے تو قسامت نہیں ہے اور دیت اس کی بیت المال میں سے ملے گی اور جو ایک قوم باہم بھڑ گئی تلواریں کھینچ کر پھر ایک مقتول شخص کو چھوڑ کر جدا ہو گئی تو اہل محلّہ پر قسامت اور دیت ہے اس واسطے کہ حفاظت محلے کی ان کے ذمے ہے مگر یہ کہ وارث مقتول کا قوم پر یا ان میں سے کسی شخص معین پر دعویٰ کرے تو اہل محلّہ پر کچھ واجب نہ ہوگا اگر مقتول جنگل میں یا آب جاری میں بہتا ہوا ملے تو خون اس کا رائیگاں ہوگا اور دیت اس کی کسی پر نہ ہوگی اگر جن لوگوں سے حلف طلب ہووے قسامت میں ان میں سے ایک نے کہا کہ مقتول کو زید نے مارا ہے تو اس سے یوں حلف لیا جاوے گا کہ واللہ میں نے مقتول کو قتل نہیں کیا اور نہ میں اس کے قاتل کو سوا زید کے اور کسی کو جانتا ہوں لیکن یہ اظہار اس کا زید پر قبول نہ کیا جاوے گا اور باطل ہے شہادت اہل محلّہ کی اور لوگوں پر بابت قتل کے یا اپنے میں سے کسی پر اور جو شخص کسی محلے میں مجروح ہوا پھر وہاں سے اٹھایا گیا لیکن صاحب فراش رہ کر مر گیا تو دیت اور قسامت ان ہی محلّہ والوں پر ہوگی جہاں پر زخمی ہوا تھا اگر ایک مکان میں صرف دو ہی شخص تھے ایک ان میں سے مقتول پایا گیا تو دوسرا ضامن ہوگا دیت کا نزدیک ابو یوسفؒ کے نہ محمدؒ کے اور جو مقتول کسی عورت کے گاؤں میں ملا تو اس عورت پر قسمیں مکرر کی جاویں گی اور دیت اس کی عاقلہ پر ہوگی۔

فائدہ:۔ یہ مذہب طرفینؒ کا ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک قسامت بھی عاقلہ پر ہوگی اس واسطے کہ قسامت ان لوگوں پر ہے جن سے نصرت متصور ہے اور عورت ان کی اہل نہیں ہے واللہ اعلم کذا فی الاصل۔

کتاب المعاقل

(۱) العاقلة اهل الديوان لمن هومنهم اى الجيش الذى كتب اساميهم فى الديوان وهذا عندنا وعندالشافعیؒ هم اهل العشيرة لانه كان كذلک علے عهد رسول الله صلے الله عليه واله وسلم ولانسخ بعده ولنا ان عمر رضى الله عنه لمادون الدواوين جعل العقل علے اهل الديوان بمحضرمن الصحابة رضى الله عنهم فهذا لا يكون نسخابل يكون تقرير المعنے ان

العقل على اهل النصرة وقد كانت بالانواع بالقرابة ونحوها فصارت في عهد عمر رضي الله عنه بالديوان وكذا لوكانت بالحرف فالعاقلة علے اهل الحرفة وتوخذ من عطاياهم فے ثلث سنين وكذا مايجب فے مال القاتل فان قتل الاب ابنه توخذ في ثلث سنين عندنا وعندالشافعيؒ تجب حالا فان خرجت لاكثرمنها اواقل اخذمنه اى ان اعطيت عطاياهم ثلث سنين بعد القضاء بالدية في سنة واحدة مثلاوفى اربع سنين يوخذ فى سنة واحدة اواربع سنين (۲) وحيه لمن ليس منهم اى من اهل الديوان توخذمن كل في ثلث سنين ثلثة دراهم او اربعة فقط في كل سنة درهم اومع ثلث هو الاصح انما قال هوالاصح لان رواية القدورى انه لايزادالواحد على اربعة دراهم في كل سنة لكن الاصح انه لايزاد علے اربعة دراهم في ثلث سنين هكذا نص محمدؒ وعندالشافعي رحمه الله يجب على كل واحد نصف دينار وان لم يتسع الحى ضم اليه اقرب الاحياء نسباالاقرب فالاقرب كما في العصبات والقاتل كاحدهم هذا عندنا وعند الشافعے رحمه الله لايجب علے القاتل شئ (۳) وللمعتق حى سيده ولمولى الموالاة مولاه وحيه (۴) ويتحمل العاقلة مايجب بنفس القتل وقدرارش الموضحة فصاعد (۵) الامايجب بصلح او اقرار لم تصدقه العاقلة او عمد سقط قوده بشبهة او قتله ابنه عمداولابجناية عبداوعمد ومادون ارش موضحة بل الجانى.

(یہ کتاب ہے ان لوگوں کے بیان میں جن پر دیت واجب ہوتی ہے یعنی عواقل کے بیان میں جو جمع ہے عاقلہ کی۔

(۱) لشکری کے عاقلہ

جو شخص لشکری ہے تو اس کے عاقلہ وہ لوگ ہیں جن کے نام دیوان میں مرقوم ہیں (دیوان عبارت ہے ان اوراق سے جن میں اہل لشکر کے نام اور ان کا سالیانہ یا ششماہی یا ماہانہ لکھا جاتا ہے یعنی دفتر لشکر اہل اسلام تو لشکری کے عاقلہ بھی لشکری لوگ ہیں) اور یہ ہمارے نزدیک ہے اور شافعیؒ کے نزدیک عاقلہ قاتل کے اس کے کنبے والے ہیں اس لئے کہ ایسا ہی تھا زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (روایت کیا اس کو ابن ابی شیبہؒ نے شعبیؒ سے مرسلاً کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیت قریش کی مقرر کی اوپر قریش کے اور دیت انصار کی انصار پر) اور نسخ نہیں ہوسکتا بعد زمانہ حضرت علیہ السلام کے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ عمرؓ نے ہر گاہ دفاتر مرتب کئے تو دیت اہل دیوان پر مقرر کی محضر صحابہؓ میں۔

فائدہ:۔ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیمؒ سے اور شعبیؒ سے کہ اول جس نے عطا کو مقرر کیا عمر بن الخطابؓ ہیں اور مقرر کی دیت اسی عطا میں تین سال میں اور روایت کی عبدالرزاق نے مصنف میں عمرؓ سے کہ انہوں نے دیت مقرر کی عطاؤں میں تین سال کے اندر اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حکم کیا دیت کا تین سال میں ہر سال میں ایک ثلث اوپر اہل دیوان کے ان کی عطاؤں میں۔

☆اور یہ فعل حضرت عمرؓ کا نسخ نہیں ہے بلکہ تقریر ہے اس معنی کو کہ دیت اوپر مددگاروں کے ہے اور مددگاری کی صورتیں مختلف ہیں مثل قرابت کے اور مانند اس کے تو حضرت عمرؓ کے زمانے میں نصرت دیوان سے ٹھہری اسی طرح اگر نصرت حرفہ

سے ہوتو اہل حرفہ اس کے عاقلہ ٹھہریں گے پس وصول کی جاوے گی دیت ان کی عطاؤں سے تین سال کے عرصے میں۔

فائدہ:۔اسی طرح جو دیت قاتل کے مال میں واجب ہوتو وہ بھی تین سال کے عرصہ میں لی جاوے گی جیسے باپ بیٹے کو عمداً قتل کرے اور امام شافعیؒ کے نزدیک فی الفور لی جاوے گی کذافی الاصل۔

☆ پھر اگر عطائیں تین سال سے زیادہ یا کم میں بیت المال میں سے نکلیں تو اسی طرح دیت لی جاوے گی۔

فائدہ:۔ مثلاً اگر تین سال کی عطا پہلے ہی سال میں پیشگی مل گئی تو کل دیت اس سے لی جاوے گی اور جو چار برس میں ملی تو چار سال میں دیت وصول کی جاوے گی۔

(۲) غیر لشکری کے عاقلہ

اور جو شخص لشکری نہیں ہے تو اس کے عاقلہ اس کے کنبے والے ہیں اور دیت ان پر تقسیم کی جاوے گی اس طرح پر کہ ہر ایک سے تین سال میں تین درم لئے جاویں گے یا تین سال میں چار درم ہر سال میں ایک درم یا ایک درم اور تہائی درم کی اس سے زیادہ کسی سے نہ لیں گے یہی صحیح ہے پس اگر کنبے والے اس قدر نہ ہوں کہ دیت پوری ان سے وصول ہو سکے تو اس کے قریب تر دوسرے کنبے والوں کو پھر تیسرے کنبے والوں کو اسی طرح ملاتے جاویں گے یہاں تک کہ دیت پوری ہو جاوے اور قاتل عاقلہ میں سے ایک شخص کے مانند ہے۔

فائدہ:۔یعنی دیت دینے میں وہ بھی شریک ہوگا اور اسی قدر دے گا جس قدر ایک ایک آدمی عاقلہ میں سے دیتا ہے اور جو کوئی شخص عجمی قاتل ہو تو اس کا عاقلہ نہیں ہے اور جو وہ پیشہ والا ہو جیسے چمار جولاہہ وغیرہ جس کے اہل حرفہ مددگار ہوں تو عاقلہ اس کا اس کے حرفہ والے ہیں تو جس کا عاقلہ نہیں ہے اگر وہ مسلمان ہے تو دیت اس کی بیت المال میں ہے اور اگر وہ ذمی ہے تو دیت اس کے مال میں سے دی جاوے گی اور بعضوں کے نزدیک خواہ قاتل مسلمان ہو یا ذمی جب امت عاقلہ نہ ہو تو دیت اس کے مال میں ہے تین برس کے اندر اس سے وصول کی جاوے گی کذافی الدرالمختار۔

(۳) آزاد غلام مولیٰ الموالات کے عاقلہ

اور غلام آزاد کا عاقلہ اس کے مالک کا قبیلہ ہے اور مولی الموالات کا اس کا مولیٰ اور مولیٰ کا قبیلہ

(۴) دیت کی نوعیت ومقدار

اور عاقلہ پر وہ دیت لازم آوے گی جس کو قتل موجب ہے۔(جیسے دیت قتل خطا کی اور قتل شبہ عمد کی) اور بیسویں حصے سے دیت کے کم نہیں ہے بلکہ بیسواں حصہ یا زائد ہے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ روایت کی ابن ابی شیبہؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے کہا کہ انہوں نے نہیں دیت دے گا عاقلہ کم کا موضحہ سے اور نہ دیت دے گا عمد کا اور نہ صلح کا اور نہ اعتراف کا مدعیٰ علیہ کے اور ہدایہ میں ہے کہ ابن عباسؓ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے کہ عواقل دیت نہ دیں گے عمد کی اور نہ غلام کی اور نہ صلح کی اور نہ اعتراف کی اور نہ جو کم ہو دیت سے موضحہ کی یعنی بیسویں حصے سے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ اس حدیث کو موقوفاً تو امام محمدؒ نے روایت کی ہے اور مرفوعاً غریب ہے۔

(۵) وہ دیت جو عاقلہ پر نہیں آتی

اور نہ وہ دیت جو صلح سے یا اقرار سے مدعیٰ علیہ کے واجب ہوئی مگر جب عاقلہ اس کے اقرار کی تصدیق کریں اور نہ وہ دیت جو قتل عمد میں واجب ہوئی بسبب ساقط ہو جانے قصاص کے کسی شبہ سے یا قرابت سے اور جنایت عبد سے یا عمد سے اور بیسویں حصے سے کم کی دیت بلکہ یہ دیتیں جانی کے مال میں واجب ہوں گی۔

كتاب الوصايا

(۱) هي ايجاب بعدالموت وندبت باقل من الثلث عند غنى ورثته او استغنائهم بحصتهم كتركهابلااحدهما اى ان لم تكن الورثة اغنياء ولايصيرون الاغنياء بحصة من التركة فترك الوصية افضل (۲) وصحت للحمل وبه ان ولدت لاقل من مدته من وقتها اى انما تصح الوصية ان ولدت لاقل من ستة اشهر من وقت الوصية والفرق بين اقل مدة الحمل وبين اقل من مدة من الحمل دقيق الاول ستة اشهر من وقت الوصية والثانى اقل من ستة اشهر وهے والاستثناء اى انما تصح الوصية والاستثناء فى وصية بامة الاحملها فان كل مايصح افراده بالعقد يصح استثناء ه من العقد فاذاصح الوصية بالحمل صح استثناء الحمل من الوصية (۳) ومن المسلم للذمي وعكسه قيد بالذمى لان الوصية للحربى لاتجوز (۴) وبالثلث للاجنبى لافى اكثرمنه (۵) ولالوارثه (۶) وقاتله مباشرة الاباجازة ورثته قوله مباشرة احتراز عن القتل تسبيبا كحضر البير وعند الشافعیؒ تجوز الوصية للقاتل وعلے هذاالخلاف اذااوصى لرجل ثم انه قتل الموصى (۷) ولامن صبی هذا عندنا وعندالشافعیؒ تجوز ومكاتب وان ترک وفاء (۸) وقدم الدين عليها

(یہ کتاب ہے وصیتوں کے بیان میں)

(۱) وصیت کی تعریف اور حکم

وصیت کہتے ہیں ایجاب کو بعد موت کے اور مستحب ہے وصیت تہائی مال سے کم کی اگر وارث مالدار اور غنی ہوں یا جس قدر حصہ ان کو بعد وصیت کے ملے اس سے غنی ہو جاویں ورنہ ترک وصیت اولیٰ ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہتر صدقہ وہ ہے جو اپنے ناتے والے پر ہووے روایت کیا اس کو امام احمدؒ نے ابی ایوب انصاریؓ سے اور جواز وصیت کا ثابت ہے کلام اللہ اور احادیث اور اجماع امت سے۔

(۲) حمل سے متعلق وصیت

حمل کے لئے وصیت کرنی مثلاً یوں کہنا کہ میرا اس قدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے اور حمل کے ساتھ وصیت کسی اور کو کرنی مثلاً یہ کہنا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہووہ فلاں شخص کو ملے درست ہے بشرطیکہ وقت وصیت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ پیدا ہو اسی طرح لونڈی حاملہ کی وصیت کرنا اور اس کے حمل کو مستثنیٰ کرنا درست ہے۔

فائدہ:۔ مثلاً یوں کہے کہ یہ لونڈی فلاں کو دینا مگر حمل اس کا لے لینا۔

(۵) ذمی کیلئے یا ذمی کی مسلمان کیلئے وصیت

مسلمان اگر ذمی کے لئے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کے لئے تو درست ہے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ اہل ذمہ معاملات میں مثل مسلمانوں کے ہیں اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے لاينهكم الله عن الذين لم يقاتلوكم فى الدين ولم يخرجوكم من دياركم ان تبروهم وتقسطو اليهم یعنی نہیں منع کرتا ہے تم کو اللہ تعالیٰ اس بات سے کہ جن لوگوں نے تم سے قتال نہیں کیا دین میں اور تم کو تمہارے شہروں سے نہیں نکالا تو تم ان کے ساتھ احسان کرو اور انصاف کرو ان سے۔

(۴) وصیت کی تحدید

وصیت درست ہے اجنبی کے لئے بقدر ثلث مال کے نہ ثلث سے زیادہ مگر جب ورثا اجازت دے دیویں۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ روایت کی بخاریؒ مسلمؒ نے سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ میں نے یا رسول اللہ میں مال والا ہوں اور وارث میرا سوا ایک بیٹے کے کوئی نہیں ہے تو میں صدقہ دوں دو تہائی مال کا فرمایا آپ نے نہیں پھر کہا میں نے صدقہ دوں میں نصف مال کا فرمایا نہیں کہا میں نے تصدق کروں میں تہائی مال فرمایا صدقہ کر تہائی اور تہائی بہت ہے بیشک تیرا چھوڑ جانا وارثوں کو غنی بہتر ہے اس سے کہ چھوڑ جاوے تو ان کو مفلس کہ ہاتھ پھیلاویں لوگوں کے سامنے اور معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے صدقہ مقرر کیا تم پر تہائی مال کا تمہارے مرنے کے وقت واسطے بڑھانے نیکیوں کے روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے اور امام احمدؒ نے اور بزارؒ نے ابوالدرداؓ کی حدیث سے اور ابن ماجہؒ نے ابو ہریرہؓ سے لیکن یہ سب روایتیں ضعیف ہیں اور قوی کرتی ہے ایک روایت دوسری روایت کو واللہ اعلم۔ بلوغ المرام۔

(۵) وارث کے لئے وصیت

اور درست نہیں ہے وصیت وارث کے لئے مگر باجازت باقی ورثہ کے۔

فائدہ:۔یعنی جو شخص میت کے ترکے میں سے حصے کا مستحق ہو اس کے لئے وصیت درست نہیں ہے اور جو محروم ہو جاوے جیسے بھائی کے لئے وصیت کی باوجود بیٹے ہونے کے تو درست ہے دلیل اس باب میں حدیث ہے ابی امامہ باہلی کی کہا کہ سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دے دیا ہر حقدار کو اس کا حق پس اب وصیت نہیں ہے وارث کے لئے روایت کیا اس کو امام احمدؒ اور چاروں عالموںؒ نے مگر نسائیؒ نے اور حسن کہا اس کو احمدؒ نے اور ترمذیؒ نے اور قوی کہا اس کو ابن خزیمہؒ اور ابن الجارودؒ نے اور روایت کیا اس کو دار قطنیؒ نے ابن عباسؓ سے اور زیادہ کیا اس کے آخر میں مگر یہ کہ چاہیں سب وارث اور اسناد اس کی حسن ہے بلوغ المرام اور آیت **علیکم اذاحضر احدکم الموت ان ترک خیرن الوصیة للوالدین والاقربین** منسوخ ہے اس حدیث سے یا آیت مواریث سے یا ماول ہے۔

(۶) قاتل کے لئے وصیت

اور قاتل کیلئے جو مباشر ہو قتل کا لیکن باجازت ورثہ جائز ہے۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ ہدایہ میں ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے وصیت قاتل کے لئے کہا زیلعیؒ نے تخریج ہدایہ میں کہ اخراج کیا اس حدیث کا دار قطنیؒ نے مبشر بن عبید سے انہوں نے حجاج بن ارطاۃ سے انہوں نے حکم سے انہوں نے ابن عیینہ سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے انہوں نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں درست ہے قاتل کے لئے وصیت کہا دار قطنیؒ نے کہ مبشر بن عبید متروک ہے بناتا ہے حدیث کو انتہائی مباشر کی قید سے احتراز ہوا قتل بالسبب سے مثل حضر بیر کے اور امام شافعیؒ کے نزدیک قاتل کے لئے وصیت درست ہے اور اسی خلاف پر ہے اگر ایک شخص کے لئے وصیت کی پھر اس نے موصی کو مار ڈالا کذا فی الاصل۔

(۷) صبی اور مکاتب کی وصیت

وصیت نہیں درست ہے اگر موصی صبی ہو یا مکاتب ہو اگرچہ مال بقدر وفا چھوڑ جاوے۔

(۸) وصیت پر دین کا تقدم

اور مقدم ہوگا ادائے دین وصیت پر۔

فائدہ:۔اس واسطے کہ ادا کرنا دین کا ضروری اور فرض ہے اور وصیت تو زیادتی حسنات کے لئے مستحب ہے اور قرآن شریف میں اگرچہ وصیت ذکر میں مقدم ہے دین پر لیکن حکم میں موخر ہے باجماع مفسرینؒ کے۔

38

(۹) وتقبل بعد موته وبطل قبولها اوردها في حياته وبه اى بالقبول يملك الاذامات موصيه ثم هو اى الموصى له بلاقبول فهولورثته اى لورثة الموصى له وله ان يرجع عنها بقول صريح اوفعل يقطع حق المالک عما غصب كما مرقدمرفی کتاب الغصب قوله فان غصب وغيرنزال اسمه واعظم منافعه ضمنه وملكه فهذا التغيررجوع عن الوصية اويزيد في الموصى به مايمنع تسليمه الابه كلت السويق بسمن والبناء في داراومعی بهاوتصرف يزيل ملكه كالبيع والهبة لابغسل اثواب او صی به ولابجودها خلافالابی یوسفؒ فان الحجود رجوع عنده (۱۰) وتبطل هبة المريض ووصيته لمن نكحهابعدها اى وهب المريض لامراة شيئا اووصى لها بشئ ثم تزوجها ثم مات تبطل الهبة والوصية لان الوصية ايجاب بعدالموت وعند الموت هي وراثة له واماالهبة فهي وانكانت منجزة فهی كالمضافة الى الموت لان حكمها يتقرر عندالموت الاترى انهاتبطل بالدين المستغرق وعندعدم الدين يعتبر من الثلث بخلاف الاقرارفانه ان اقربها ثم تزوجها حيث يصح لانها عندالاقرار اجنبية كاقراره ووصيته وهبته لابنه كافرااوعبداان اسلم او اعتق بعدذلک ای ان اقرار المريض اواوصى او وهب لابنه الكافر ثم اسلم لابن قبل موت الاب بطل ذلک اماالاقرار فلان البنوة قائمة وقت الاقرارفاعتبر فى الارث تهمة الايثار واماالهبة والوصية فلما مرفكذاان كان الابن عبدااومكاتبا فعتق لمابينا وصح هبة مقعد ومفلوج واشل ومسلول من كل مال ان طال مدت ولم يخف موته والاثمن ثلثه (۱۱) وان اجتمع الوصاياقدم الفرض وان اخروان تساوت قوة قدم ماقدم اى ان اجتمع الوصايا فصاق عنها ثلث المال فان كان بعضها فرضا وبعضها نفلاقدم الفرض وان كان كلها فرايض اوكلها نوافل قدم ماقدم الموصى فان اوصى بحج احج عنه راكبامن بلده ان بلغ نفقته ذلک والافمن حيث تبلغ فان مات حاج فى طريقه واوصى بالحج عنه يحج من بلده اى يحج بلده عند ابى حنيفةؒ ان بلغ نفقته ذلک والافمن حيث تبلغ وعندهما يحج من حيث مات وان لم تبلغ النفقة ذلک فمن حيث تبلغ.

(۹) وصیت کی قبولیت

اور وصیت قبول کی جاتی ہے بعد مرجانے موصی کے اور باطل ہے قبول اور رد اس کا حیات میں موصی کے اور موصیٰ لہ مالک نہیں ہوتا وصیت کا جب تک اس کو قبول نہ کرے مگر ایک صورت میں وہ یہ ہے کہ موصیٰ لہ بعد موصی کے مرجاوے قبول سے پہلے تو وصیت موصیٰ لہ کے وارثوں کو ملے گی اور موصی کو جائز ہے پھر جانا وصیت سے صریح قول سے یا ایسے فعل سے جو مالک کے حق کو قطع کردیتا ہو مغصوب سے۔

فائدہ:۔ مثلاً موصیٰ موصیٰ بہ میں ایسا تصرف کرے کہ اس سے نام بدل جاوے اور اعظم منافع جاتے رہیں۔

☆ یا ایسے فعل سے کہ موصیٰ بہ میں ایک ایسا امر زائد ہو جاوے کہ بغیر اس کے تسلیم موصیٰ بہ کی ممکن نہ ہو سکے مثلاً

موصیٰ بہ ستو کو گھی میں لت کر ڈالے یا موصیٰ بہ گھر میں عمارت بنالے یا ایسے تصرف سے جو موصیٰ کی ملک کو زائل کر دیوے مثلاً موصی بہ کو بیع یا ہبہ کر دیوے اور کپڑے موصیٰ بہ کا دھلانا رجوع نہ ہوگا وصیت سے اسی طرح انکار کرنا وصیت سے۔

فائدہ:۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک انکار کرنا موصی کا وصیت سے رجوع ہے اور دونوں قول مفتیٰ بہ ہیں درمختار۔

(۱۰) مریض کا ہبہ اور وصیت

اور مریض کا ہبہ اور وصیت باطل ہے اس عورت کے واسطے جس سے موصی نے نکاح کیا بعد وصیت اور ہبہ کے اسی طرح باطل ہے اقرار اور وصیت اور ہبہ اس کا اپنے کافر بیٹے کے لئے یا غلام کے لئے اگر لڑکا مسلمان ہوگیا یا غلام کو آزاد کر دیا بعد اس کے اور جائز ہے ہبہ اس شخص کا جس کے پاؤں رہ گئے یا اس کو فالج نے مارا یا اس کے ہاتھ رہ گئے یا اس کو سل ہو گئی تمام مال سے اگر ایک سال تک یہ امراض ممتد ہوئے اور موت کا خوف نہ رہا ورنہ تہائی مال سے نافذ ہوگا۔

(۱۱) کئی وصیتوں کا جمع ہونا

اگر کئی قسم کی وصیتیں جمع ہوئیں اور تہائی مال ان سب کو کافی نہیں ہے تو جو وصیت فرض ہے اس کو مقدم کریں گے نفل پر اور جو سب وصیتیں یکساں ہوویں تو جس کو موصیٰ نے مقدم کیا ہو وہی پہلے ادا کی جاوے گی تو اگر اس نے وصیت کی حج کی تو اس کی طرف سے ایک شخص کو سوار کر کے موصی کے شہر سے حج کرا دیں گے اور جو خرچ کافی نہ ہو تو جس شہر سے کافی ہو وہاں سے کروا دیں گے اور جو حج کرنے والا راستے میں مر گیا اور وصیت کی اس نے حج کی تو اس کے شہر سے حج کرایا جاوے گا امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر خرچ اس قدر کو کافی ہو ورنہ جہاں سے کافی ہو وہاں سے کرا دیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک جہاں پر مرا ہے وہاں سے کرا دیں گے اگر خرچ اس قدر کو کافی ہو ورنہ جہاں سے کافی ہو وہاں سے کرا دیں گے اور قول امامؒ معتمد ہے اور اسی پر متون ہیں کذا فی الدر المختار۔

باب الوصیة بالثلث

(۱) فی وصیته بثلث ماله بزید ومثله لأخرولم یجیز واینصف ثلث بینهما وبثلث له وسدس لأخرو یثلث وبثلثه لبکر وکله لأخر ینصف وقالایربع قال ابوحنیفة الوصیة باکثرمن الثلث اذالم یجزالورثة فقد وقع باطلافکانه اوصی بالثلث لکل واحد فینصف الثلث بینهما وقالا انما یبطل الزایدعلی الثلث بمعنے ان الموصی له لایستحقه حقاللورثه لکن یعتبر فی ان الموصی له یاخذمن الثلث بحصة ذلک الزائد اذلاموجب لابطال هذاالمعنے فمخرج الثلث ثلثة فالثلث واحد والکل ثلاثة صارت اربعة فیقسم الثلث بهذا السهام فهذا مبنے علے اصل مختلف بینهم وهوقوله (۲) ولایضرب الموصی له باکثرمن الثلث عند ابی حنیفة المراد بالضرب الضرب المصطلح بین الحساب فانه اذا اوصی بالثلث والکل فعند ابی حنیفة سهام الوصیة اثنان لکل واحد نصف یضرب النصف فی ثلث المال فالنصف فی الثلث یکون نصف الثلث وهو السدس فللکل سدس المال وعندهما سهام الوصیة اربعة لصاحب الثلث واحدوالواحد

من الاربعة ربع فيضرب الربع فى ثلث المال فالربع فى الثلث يكون ربع الثلث ثم لصحاب الكل ثلثة من الاربعة وهى ثلثة اربا ع فيضرب ثلثة الاربا ع فى الثلث يعنى ثلاثة اربا ع الثلث ولصاحب الثلث واحدة من الاربعة فيضرب الواحدة فى الثلث وهو ربع يعنے ربع الثلث هذا معنے الضرب وقد تحيرفيه كثيرمن العلماء (٣) الافي المحاباة والسعاية والدراهم المرسلة صورة المهاباة ان يكون للرجل عبدان قيمة احدهماثلثون والأخر ستون فاوصى بان يبا ع الاول من زيد بعشرة والأخر من عمروبعشرين ولامال له سواهمافالوصية فى حق زيد بعشرين وفى حق عمروباربعين يقسم الثلث بينهما اثلاثا فيبا ع الاول من زيد بعشرين والعشرة وصية له ويبا ع الثانى من عمروبار بعين والعشرون وصية له فاخذعمرومن الثلث بقدروصية وان كانت زائدة علے الثلث وصورة السعاية اعتق عبدين قيمتهما ماذكرولامال له سواهما فالوصية للاول بثلث المال وللثانى بثلثے المال فسهام الوصية بينهما اثلاث واحد للاول واثنان للثانى فيقسم الثلث بينهما كذلک فيعتق من الاول ثلثه وهو عشرة ويسعے فے عشرين ويعتق من الثانى ثلثه وهو عشرون ويسعے فى اربعين فيضرب كل بقدروصيته وان كان زائدة علے الثلث وصورة الدراهم المرسلة او صى لزيد بثلثين درهما وللاٰخربستين درهما وماله تسعون درهما يضرب كل بقدر وصيته فيضرب الاول الثلث فى ثلث المال والثانى الثلثين فى ثلث المال والمراد بالمرسلة مطلقة اى غير مقيدة بانها ثلث او نصف اونحوهما وانما فرق ابوحنيفةؒ بين هذه الصورالثلث وبين غيرهالان الوصية اذاكانت مقدرة بمازاد علے الثلث صريحا كالنصف والثلثين وغيرهما والشرع ابطل الوصية فى زائد يكون ذكره لغوافلايعتبرفى حق الضرب بخلاف ماذالم يكن مقدرة بانه اى شئ من المال كما فى الصور الثلث فانه ليس فى العبارة مايكون مبطلا للوصية كما اذا اوصى بخمسين درهما واتفق ماله مأته درهم فان الوصية غير باطلة بالكلية لامكان ان يظهر له مال فوق المائة واذالم تكن باطلة بالكلية يكون معتبرة فى حق الضرب وهذافرق دقيق شريف

باب ثلث مال کی وصیت کے بیان میں

(۱) دو آدمیوں کے لئے وصیت

جب اپنے تہائی مال کی وصیت کی زید کے واسطے اور دوسرے شخص کے واسطے بھی تہائی مال کی وصیت کی اور وارثوں نے اجازت نہ دی زیادہ تہائی سے تو تہائی مال دونوں شخصوں میں نصفا نصف تقسیم ہوگا اور اگر تہائی مال کی وصیت کی زید کے لئے اور سدس مال کی عمرو کے لئے تو ثلث مال کے تین حصے کر کے دو زید کو دیں گے اور ایک عمرو کو اور جو ثلث مال کی وصیت کی بکر کے لئے اور کل مال کی وصیت کی خالد کے لئے تو امام صاحبؒ کے نزدیک ثلث مال کو نصفا نصف بکر اور خالد بانٹ لیں گے اور صاحبینؒ کے نزدیک ثلث مال کے چار حصے کر کے ایک حصہ بکر کو اور تین حصے خالد کو دیں گے۔

فائدہ:۔امام صاحبؒ نے کہا کہ وصیت ثلث سے زیادہ کی جب اس کو ورثہ نے جائز نہ رکھا باطل ٹھہری تو ایسا ہوا گویا موصی نے وصیت کی ثلث کی بکر اور خالد کے لئے تو ثلث کو نصفا نصف بانٹ دیں گے اور صاحبینؒ نے یہ کہا کہ ثلث سے زائد وصیت باطل ہے اس معنیٰ کر کہ موصی لہ اس کا مستحق نہیں ہے بسبب حق ورثہ کے اور معتبر ہے اس باب میں کہ موصیٰ لہ ثلث میں سے بقدر اس کے حصہ لے گا اس لئے کہ اس کے باطل ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے تو کل کے تین ثلث ہوئے اور تین ثلث اور ایک ثلث مل کر چار ہوئے تو اسی طرح ثلث مال چار حصوں پر تقسیم ہوگا کذا فی الاصل۔

(۲) ثلث سے زائد حصہ

☆ امام اعظمؒ کے نزدیک موصی لہ کا حصہ ثلث سے زیادہ نہ ٹھہرایا جاوے گا۔

فائدہ:۔یعنی ثلث سے زیادہ میں ضرب نہ ہوگی مراد ضرب سے ضرب اصطلاحی محاسبین یہاں نہیں ہے پس جب وصیت کی ثلث مال کی ایک کے لئے اور کل مال کی ایک کے لئے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سہام وصیت کے دو ہوئے ہر ایک کو نصف ملے گا پس نصف کو ضرب دیں گے ثلث میں تو نصف ثلث یعنی سدس حاصل ہوگا وہی ہر ایک کو ملے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک سہام وصیت چار ہوں گے اور چار کا ایک ربع ہے تو ربع کو ثلث مال میں ضرب کریں گے حاصل ہوگا ربع ثلث وہی ملے گا صاحب ثلث کو پھر صاحب کل کے تین ہیں چار میں سے یعنی تین ربع ثلث کے اور وہ اس کو ملیں گے یہی معنی ہیں ضرب کے اور اس میں بہت سے علماءؒ حیران ہو گئے ہیں کذا فی الاصل۔

(۳) وہ مقامات جہاں ثلث سے زائد جائز ہے

☆ مگر تین مقاموں میں محاباۃ اور سعایت اور دراہم مرسلہ میں

فائدہ:۔محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو غلام تھے ایک تیس درم کا ایک ساٹھ درم کا سو اس نے وصیت کی تیس درم کا غلام زید کے ہاتھ دس درم کو بیچا جاوے اور ساٹھ درم والا عمرو کے ہاتھ بیس درم کو بیچا جاوے اور سوا ان دو غلاموں کے اور کوئی جائیداد موصی کی نہ تھی تو زید کے حق میں بیس درم کی وصیت عمرو کے حق میں چالیس درم کی ہوئی تو ثلث مال دونوں موصی لہ میں تین تہاؤ تقسیم ہوگا پس تیس والا غلام زید کو بیس میں دیا جاوے گا اور دس درم اس کی وصیت کے ٹھہرے اور ساٹھ والا غلام عمرو کو چالیس میں ملے گا اور بیس درم اس کی وصیت میں ٹھہرے تو عمرو نے ثلث میں سے جس قدر اپنی وصیت کے لیا اگر چہ وصیت زائد تھی ثلث پر یعنی یہاں پر امام اعظمؒ نے زید اور عمرو کو برابر حصہ نہ دلایا بلکہ بقدر حصوں کے تقسیم ہوا اور اگر اسی طرح پر یہاں عمل ہوتا تو زید اور عمرو کو برابر ملتا اور صورت سعایت کی یہ ہے کہ ایک شخص نے اسی قیمت کے دو غلاموں کو آزاد کیا اور سوا ان دو غلاموں کے اور کچھ مال اسکے پاس نہیں ہے تو اول غلام کے لئے وصیت ثلث مال کی ہوئی اور باقی دونوں غلاموں کے لئے دو ثلث کی وصیت ٹھہری تو وصیت کے سہام تین تہاؤ ہوں گے ایک سہم اول اور دو سہم ثانی کے تو ثلث مال بھی اسی طرح ان میں تقسیم کیا جاوے گا تو اول غلام کا ثلث آزاد ہوگا اور وہ دس درم ہے اور وہ سعایت اور کوشش کرے بیس درم میں اور ثانی کا بھی ثلث آزاد ہوگا اور وہ بیس درم ہے تو وہ سعی کرے چالیس درم میں تو ہر ایک موصیٰ لہ نے ضرب کی بقدر اپنی وصیت کے اگر چہ زائد ہے ثلث پر اور صورت دراہم مرسلہ کی یہ ہے کہ

ایک شخص نے زید کے لئے تیس درم کی وصیت کی اور عمرو کے لئے ساٹھ درم کی اور کل مال موصیٰ کا صرف اسی قدر ہے پس اول کا حصہ ایک ثلث ہوگا ثلث کل مال سے اور دوسرے کے دوثلث کل مال سے تو ہر موصی لہ ضرب کریگا بقدر اپنی وصیت کے نوے درم اور دراہم مرسلہ سے غرض یہ ہے کہ مطلق ہیں ان میں قید نصف اور ثلث کی نہیں ہے کذا فی الاصل مع اختصار۔

(۴) وبمثل نصيب ابنه صحت وبنصيب ابنه لالان الوصية بماهو حق الابن لاتصح لغيره وفيه خلاف زفرؒ وله ثلث ان اوصے مع ابنين وبجزء من ماله بنية الورثة اى يقال للورثة اعطواماشئتم لانه مجهول والجهالة لاتمنع صحة الوصية فالبيان الى الورثة (۵) وبسهم السدس في عرفهم وهو كالجزء في عرفنا فالسدس قول ابى حنيفة بناء على عرف بعض الناس وقالاله مثل نصيب احد الورثة ولايزاد علے الثلث الاان يجيزالورثه فان قال سدس مالى له ثم قال ثلثه له واجازواله ثلث اى يكون السدس داخلافى الثلث فان قلت قوله ثلث مالى له ان كان اخبار افكاذب وانكان انشاء يجب ان يكون له النصف عنداجازة الورثة ون كان فى السدس اخبار او فى السدس انشاء فهذا ممتنع ايضاقلت لاجواب لهذا السوال

(۴) بیٹے کے حصہ کی مانند کی وصیت

☆ اور صحیح ہے وصیت اپنے بیٹے کے حصے کے مانند کی نہ اپنے بیٹے کے حصے کی۔

فائدہ:۔ اگر بیٹا موجود ہو کیونکہ بیٹے کا حصہ غیر کو کیسے مل سکتا ہے برخلاف مثل حصے کے۔

☆ تو اگر موصی کے دو بیٹے ہیں تو ثلث مال موصی لہ کو ملے گا اور جو وصیت کی اپنے مال میں سے ایک جز کی تو اس کا بیان وارثوں کی طرف ہے۔

فائدہ:۔ تو وارثوں سے کہا جاوے گا کہ جس قدر تمہارا جی چاہے اس کو دے دو اس واسطے کہ جز مال مجہول ہے اور جہالت صحت وصیت کو مانع نہیں ہے تو بیان اس کا وارثوں کی طرف ہوگا کذا فی الاصل۔

(۵) ایک سہم کی وصیت

☆ اور جو وصیت کی ایک سہم کی اپنے مال میں سے تو مراد اس سے سدس مال ہوگا عرف میں عرب کے اور سہم مثل جز کے ہے ہمارے عرف میں پھر اگر موصی نے کہا کہ میرے مال کا سدس فلاں شخص کے لئے ہے پھر بولا کہ میرے مال کی تہائی اس کے لئے ہے اور وارثوں نے اجازت دی تو موصی لہ کو ثلث ملے گا۔

فائدہ:۔ سدس داخل ہو جاوے گا ثلث میں۔

(۶) وفى سدس مالى مكررله سدس لان المعرفة اذااعيدت معرفة كان الثانى عين الاول وبثلث دراهمه اوغنمه او ثيابه متفاوتة او عبيدة ان هلک ثلثاه فله مابقى فى الاولين وثلث الباقى فى الأخرين هذاعندنا وعند زفرؒ له ثلث الباقى فى كل الصورلان حق الموصى له شائع فى الجميع فاذا هلک ثلث المال هلک ثلثا حق الموصى له لنا ان حق الموصى له مقدم علے حق الورثة فكل مايجرى فيه الجبر علے القسمة ويمكن جمع حق احدالمستحقين فى الواحد

کالدراهم والغنم یجمع حق الموصی له فیه مقدما فیجمع فی الباقی بخلاف مالیس کذلک
کالثیاب المتفاوتة والعبید وبالف وله عین ودین هو عین ان خرج من ثلث العین والاقثلث العین
وثلث ما یوخذ من الدین وبثلث لزید وعمرو وعمرو میت کله لزید لان المیت لایزاحم الحی
کمالوقال لزید وجد اروعن ابی یوسفؒ انه ان لم یعلم بموته فله نصف الثلث لان الوصیة عنده
صحیحة لعمروفلم یوص للحی الابنصف الثلث بخلاف ماذاعلم بموته لان الوصیة للمیت
لغوفیکون راضیابتمام الثلث لزید فان قال بینهما فنصفه له ای ان قال ثلث مالی بین زید وعمرو
وهومیت فلزید نصف الثلث لانه صریح فی ان لزید نصف الثلث وبثلث وهو فقیرله ثلث ماله
عند موته ای قال ثلث مالی له ولامال للموصی فاکتسب مالاً فللموصی له ثلث مال الموصی
عندموته وبثلث غنمه ولاغنم له اوهلک قبل موته بطلت قوله ولاغنم له معناه انه لاغنم له
عندالوصیة ولم یستفدغنماحتے ان استفاد غنمافالصحیح ان الوصیة تصح وبشاة من مالی او
غنمے ولاشاة له قیمتها فی مالی وبطلت فی غنمی فانه اذاقال له شاة من مالی ولاشاة له علم ان
المراد مالیة الشاة واذاقال له شاة من غنمی ولاغنم له یرادعین الشاة ولیست موجودة فیبطل
الوصیة واعلم انه قال فی الهدایة ولاغنم له وقال فی المتن ولاشاة له وبینهما فرق لان الشاة
فردمن الغنم فاذالم یکن له شاة لایکون له غنم لکن اذالم یکن له غنم لایلزم ان لایکون له شاة
لاحتمال ان یکون له واحد لاکثیرفعبارة الهدایة تناولت صورتین مااذالم یکن له شاة اصلا وما
یکون له شاة لکن لاغنم له ففے الصورتین تبطل الوصیة وعبارة المتن لم تتناول الاالصورة الاولی
ولم یعلم منها الحکم فی الصورة الثانیة فعبارة الهدایة اشمل لکن هذه احوط وبثلث ماله لا مهات
اولاده وهن ثلاث وللفقراء والمساکین لهن ثلاثة اخماس هذاعند ابی حنیفةؒ وابی یوسفؒ وعند
محمد یقسم الثلث علی سبعة اسهم فلامهات الاولاد ثلثة منها لان المذکورفے الفقراء والمساکین
لفظ الجمع واقله فی المیراث اثنان والوصیةاخت المیراث لهماان الجمع المحلے باللام
یرادبه الجنس وتبطل الجمعیة کقوله تعالیٰ ولایحل لک النساء فیراد به الواحد فیقسم علے
خمسة ولهن ثلثة منه او بثلث له وللفقراء نصف له ونصف لهم هذاعندهما وعند محمدؒ یقسم
الثلث اثلاثا وبمائة لزید ومائة لعمرو (ے) اوبها لزید وخمسین لعمروان اشرک اٰخرمعهما فله
ثلث مالکل فی الاول ونصفه فی الثانی لان فی الصورة الاولی نصیب زید وعمرو یتساویان وقد
اشرک اٰخر معهما فهو شریک للاثنین فله ثلث مالک واحد منهما ولایمکن مثل هذافی
الصورة الثانیة لتفاوت نصیب زید وعمروفهوشریک لکل واحد فله نصف مالکل واحد منهما

(۸) وفى له على دين فصدقوه صدق الى الثلث اى امرالورثة بان يصدقوا الدائن فى مقدارالدين يجب عليهم ان يصدقواالى الثلث فاصل الحق دين ومقداره ثيبت بطريق الوصية وهذااستحسان وفى القياس لايصدق لان المدعى لايصدق الابحجة فان اوصى مع ذلک عزل ثلث لهاوثلثاه للـورثة وقيل لكل صدقوه فيماشئتم ويوخذ ذوالثلث بثلث ما اقروبه ومابقى فلهم والورثة بثلثے ما اقروابه ويحلف كل على العلم بدعوى الزيادة اى اوصى مع ذلک الدين الذى امر بتصديق مقداره بثلث ماله لقوم يعزل ثلث المال للوصية والثلثان للورثة وقيل للموصے لهم صدقوه فيما شئتم فاذا اقروا بمقدار فثلث ذلک المقداريكون فى حقهم وهو ثلث المال ومابقى من الثلث فللموصى لهم ويقال للورثة صدقوه فيما شئتم فاذا اقروبشىء فثلثاذلک الشئ يكون فى حقهم وهو ثلثا المال والباقى للورثة وحلف كل واحد من الموصى له والورثة علے العلم بدعوى الزيادة (۹) وبعين لوارث واجنبے له نصف وخاب الوارث وانما يكون للاجنبے النصف لان الوارث اهل الوصية بخلاف ما اذا او صى به للحے والميت فان الميت ليس باهل (۱۰) وبثلاثة اثواب متفاوتة بكل الرجل ان ضاع ثوب ولم يدراى هووالورثة تقول لكل قوى حقک بطلت لكن ان سلمو امابقى اخذذوالجيد ثلثى الاغزو ذوالردى ثلثے الاخس وذوالمتوسط ثلث كل اى اوصى بثلثة اثواب متفاوتة جيد ومتوسط وردى وقال الجيد لزيد والمتوسط لعمرووالردى لبكر فهلک واحد ولايدرے اى هووالورثة تقول لكل واحد هلک حقک فالوصية باطلة لكن الورثة ان تسامحوا واسلمواالثوبين الباقيين الى زيد وعمرو بكراخذزيد ثلثى الاجودمن الثوبين واخذبكرثلثى الردى وعمروثلث كل واحد وببيت معين من دارمشتركة قسمت فان اصاب فهوللموصى له والافله قدره اوصے زيدلعمروببيت معين من دارمشتركة بين زيد وبكر يجب ان تقسم الدار فان وقع البيت فى نصيب زيد فهو للموصى.له وان وقع فى نصيب الشريک فللموصى له مثل ذراع ذلک البيت من نصيب الموصى وهذا عند ابى حنيفة وابى يوسفؒ وعند محمدؒ له مثل ذراع نصف ذلک البيت كمافى الاقراراى ان كان مكان الوصية اقرار فالحكم كذلک قيل بالاجماع وقيل فيه خلاف محمد

(۶) سدس اور تہائی وغیرہ مختلف مقداروں کی وصیت

☆ اور جو سدس مال کی دو بار وصیت کی تو اس کو سدس ہی ملے گا اور جو وصیت کی اپنے تہائی روپیوں کی یا تہائی کپڑوں کی جو مختلف ہیں یا تہائی غلاموں کی پھر دو ثلث تلف ہو گئے تو باقی کل روپے اور بکریاں اس کو مل جاویں گی اور کپڑوں اور غلاموں میں ثلث باقی کا ثلث ملے گا اگر ہزار درم کی وصیت کی اور موصی کا مال عین بھی ہے اور دین بھی ہے

لوگوں پر تو ہزار درم عین مال کے ثلث میں سے نکل سکیں گے تو دے دیے جاویں گے ورنہ تہائی عین کی نکال کر باقی جو رہے گا دین میں سے وصول کر کے دیا جاوے گا اگر وصیت کی ثلث مال کی زید اور عمرو کو اور عمرو مردہ ہے تو زید کو پورا ثلث ملے گا اور جو کہا کہ ثلث درمیان زید اور عمرو کے ہے تو زید کو نصف ثلث ملے گا اگر وصیت کی ثلث مال کی اور موصی اس وقت محتاج ہے تو موصیٰ لہ کو ثلث اس مال کا ملے گا جو موصی کے پاس وقت موت کے ہو اگرچہ اس نے وہ مال بعد وصیت کے کمایا ہووے اور جو وصیت کی تہائی بکریوں کی اور موصی کے پاس بکریاں نہیں ہیں یا تھیں لیکن قبل موت موصی کے مر گئیں تو وصیت باطل ہوگئی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنے مال میں سے تو قیمت اس کی اس کے مال میں سے دلائی جاوے گی اور جو وصیت کی ایک بکری کی اپنی بکریوں میں سے اور اس کے پاس بکریاں نہیں ہیں تو وصیت باطل ہے اگر ثلث کی وصیت کی اپنی امہات اولاد کے لئے اور فقیروں اور مسکینوں کے لئے حال آنکہ ام ولد اس کے تین ہیں تو ثلث مال کے پانچ حصے کر کے تین حصے امہات اولاد کو اور دو حصے فقرا اور مساکین کو دیں گے اور جو ثلث کی وصیت کی زید اور فقرا کیلئے تو نصف فقرا کو ملے گا اگر سو روپے کی وصیت کی زید کے لئے اور سو روپے کی عمرو کے لئے پھر ایک تیسرے شخص کو ان دونوں کا شریک کر دیا تو تیسرے کو ہر سینکڑے کی تہائی ملے گی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ پہلے دو مردوں کا حصہ برابر ہے اور ایک تیسرا ان کے ساتھ شریک ہوگیا تو ممکن ہوگئی تینوں کی برابری تو ہر ایک کو سو کی دو تہائی ملیں گی۔

(۷) دو کے ساتھ تیسرے کو شریک کرنا

☆ اور جو سو کی وصیت کی زید کے لئے اور پچاس کی عمرو کے لئے پھر ایک تیسرے کو ان کا شریک کر دیا تو تیسرے کو زید کے حصے کا نصف اور عمرو کے حصے کا نصف ملے گا۔

فائدہ:۔ یعنی پچھتر روپے۔

(۸) وارثوں کو قرض کی تصدیق کی وصیت

☆ اگر اپنے وارثوں سے کہا کہ فلانے کا مجھ پر قرض ہے تم اس کی تصدیق کیجیو تو تصدیق کی جاوے گی مقدار دین میں ثلث مال تک اور جو اس کے سوا وصیتیں بھی کیں تو تہائی مال جدا کیا جاوے گا وصیت کے لئے اور دو تہائیاں وارثوں کے لئے اور کہا جاوے گا اہل وصایا اور وارثوں سے کہ مدعی کے دین کی تصدیق کرو جس قدر میں کہ تم چاہو پھر جس قدر کا اہل وصایا اقرار کریں اس کا ثلث ان کے حصے میں سے لیا جاوے اور جو بچے وہ ان کو ملے اور جس قدر کا ورثہ اقرار کریں اس کے دو ثلث ورثہ کے حصے میں سے لئے جاویں جو بچے ان کو ملے اور اصحاب وصایا اور وارث ان سے حلف لیا جاوے اگر مدعی دعویٰ زیادہ کا کرتا ہووے ان کے علم اور دانست پر۔

فائدہ:۔ یعنی اپنے علم پر قسم کھاویں کہ واللہ ہم اس قدر دین کو جانتے ہیں۔

(۹) وارث اور اجنبی کے لئے وصیت

☆ اگر وصیت کی شے عین کی وارث اور اجنبی کے لئے تو نصف اس شے کا اجنبی کو ملے گا اور وارث کو کچھ نہ ملے گا۔

فائدہ: اجنبی کے واسطے نصف اس صورت میں ملا اسلئے کہ وارث قابل ہے وصیت کے برخلاف اس صورت کے جب وصیت کی حی اور میت کیلئے کیونکہ میت اہل نہیں ہے وصیت کا کذا فی الاصل۔

(۱۰) تین مختلف تھانوں کی تین کیلئے وصیت

☆ اگر ایک شخص نے وصیت کی تین تھانوں کے

کپڑے کی اس میں ایک عمدہ ہے دوسرا متوسط تیسرا ناقص تین شخصوں کے لئے اس طرح پر کہ عمدہ زید کا ہے اور متوسط عمرو کا اور ناقص بکر کا پھر ایک تھان تلف ہو گیا اور معلوم نہیں کہ وہ عمدہ تھا یا متوسط یا ناقص اور وارث ہر ایک سے یہ کہتے ہیں کہ تیرا حق تلف ہو گیا تو وصیت باطل ہوگئی لیکن اگر وارث درگزر کر کے باقی دو تھانوں کو تینوں کے حوالے کر دیں تو زید ان دونوں تھانوں میں سے جو عمدہ ہے اس کے دو ثلث لیوے اور بکر ناقص تھان کے دو ثلث اور عمرو ہر ایک تھان کا ایک ایک ثلث لیوے اگر زید نے ایک مکان میں سے جو اس کے اور بکر کے درمیان میں مشترک تھا ایک کوٹھری کی وصیت کی عمرو کے لئے تو اس مکان کو تقسیم کریں گے اگر وہ کوٹھری زید کے حصے میں آوے تو عمرو لے لے گا اور جو بکر کے حصے میں آوے تو اس قدر جگہ گزوں سے ناپ کر زید کے حصے میں سے عمرو کو مل جاوے گی یہی حکم اقرار میں ہے۔

فائدہ:۔ یعنی اگر وصیت کی جگہ اقرار کیا احد الشریکین نے ایک بیت کا دار مشترک سے پھر تقسیم ہوئی اور وہ بیت مقر کے حصے میں ہوا تو مقرلہ کو مل جاوے گا اور جو مقر کے حصے میں نہ آیا تو اس کے برابر زمین ناپ دی جاوے گی۔

(۱۱) وبالف عين من مال غيره له الاجازة بعد موت الموصي والمنع بعدها اى بعدالاجازة فانه ان اجازفاجازته تبرع فله ان يمتنع من التسليم فان اقراحدالا بنين بعدالقسمة بوصية ابيه بالثلث دفع ثلث نصيبه هذا عندنا والقياس ان يعطيه نصف مافي يده وهو قول زفرؒ لان اقراره بالثلث يوجب مساواته اياه وجه الاستحسان انه اقربثلث شائع فيكون مقرابثلث مافي يده فان ولدت الموصي بهابعدموته فهما له اى الامة الموصى بهاوولدها ان خرجا من الثلث والاخذالثلث منها ثم منه هذا عند ابي حنيفةؒ لان التبع لايزاحم الاصل وعندهما ياخذمن كل واحد بالحصة فاذاكان له ستمائة درهم وامة تساوي ثلثمائة فولدت ولدا يساوي ثلثمائة درهم بعد موت الوصي حتى صارماله الفاومائتين فثلث المال اربعة مائة فعند ابي حنيفةؒ للموصى له الام وثلث الولد وعندهما ثلثا كل منهما.

(۱۱) غیر کے مال سے وصیت

☆ اگر ہزار روپے معین کی جو غیر کے مملوک ہیں وصیت کی تو اس غیر کو جائز ہے کہ بعد مرجانے موصی کے اجازت دیوے اور بعد اجازت کے پھر منع بھی کر سکتا ہے اور اگر متروکہ تقسیم ہو گیا میت کا اس کے دو لڑکوں میں پھر ایک فرزند نے اپنے باپ کی وصیت بالثلث کا اقرار کیا تو اپنے حصے میں ثلث ادا کرے اگر لونڈی کی وصیت کی پھر اس کا لڑکا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے تو لونڈی اور اس کا لڑکا دونوں موصیٰ لہ کے ہوں گے اگر دونوں ثلث مال سے نکل آویں ورنہ موصیٰ لہ تہائی لے گا لونڈی سے پھر اس کے ولد سے۔

فائدہ:۔ یہ مذہب امام کا ہے اس واسطے کہ تابع مزاحم نہیں ہوتا اصل کا اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں میں سے برابر حصہ لے گا مثلاً موصی کے پاس چھ سو روپے نقد تھے اور لونڈی تین سو کی تھی اور اس کا لڑکا تین سو کا پیدا ہوا بعد مرجانے موصی کے یہاں تک کہ مال اس کا بارہ سو کا ہو گیا تو ثلث کل مال کا چار سو ہوئے پس امام صاحبؒ کے نزدیک موصی لہ لونڈی کو لے لے گا اور تہائی لڑکے کی اور صاحبینؒ کے نزدیک دو ثلث لونڈی کے اور لڑکے کے لے لے گا کذا فی الاصل۔

باب العتق فی المرض

(۱) العبرة لحال العقد فی التصرف المنجز فانکان فی الصحة فمن کل ماله والافمن ثلثه والمضاف الی موته من الثلث وان کان فی الصحة التصرف المنجزهوالذی اوجب حکمه فی الحال والمضاف الی الموت مااوجب حکمه بعد موته کانت حربعدموتی اوهذالزید بعد موتی ففی المنجز یعتبرحالة التصرف فان کان صحیحافی تلک الحال ینفذمن کل ماله وان کان مریضا ینفذمن الثلث فالمراد والتصرف الذی هوانشاء ویکون فیه معنی التبرع حتی ان الاقراربالدین فی المرض ینفذمن کل المال والنکاح فی المرض بمهر المثل ینفذمن کل المال واماالمضاف الی الموت فیعتبر من الثلث سواء کان فی زمن الصحة اوزمن المرض (۲) ومرض صح منه کالصحة (۳) واعتاقه ومحاباته وهبته وضمانه وصیة فان خالی فاعتق فهی احق وهما فی عکسه سواء صورة المحاباة ثم الاعتاق باع عبدا قیمته مائتان بمائة ثم اعتق عبداقیمته مائة ولامال له سواهما یصرف الثلث الی المحاباة ویسعی المعتق فی کل قیمة وصورة العکس اعتق العبد الذی قیمته مائة ثم باع العبد الذی قیمته مائتان بمائة یقسم الثلث وهوالمائة بینهما نصفین فالعبد المعتق یعتق نصفه مجانا ویسعی فی نصف قیمته وصاحب المحاباة یاخذ العبد الأخر بمائة وخمسین

باب بیماری میں آزاد کرنے کے بیان میں

(۱) بیمار کا تصرف منجز

اگر تصرف منجز یعنی نفوذ اس کا فی الحال ہووے سو اس میں اعتبار حالت عقد کا ہے پس اگر صحت میں ہووے تو کل مال سے نافذ ہوگا ورنہ ثلث مال سے اور جو تصرف مضاف ہو طرف موت کے تو وہ ثلث مال سے نافذ ہوگا اگرچہ صحت میں ہووے۔

فائدہ:۔ تصرف منجز وہ ہے جو فی الحال ثابت ہو جاوے اور مضاف الی الموت وہ تصرف ہے کہ وہ اپنے حکم کو موجب ہو بعد موت کے جیسے کہے تو آزاد ہے بعد میری موت کے یا زید کا ہے بعد میری موت کے پس منجز میں حالت تصرف کا اعتبار ہے تو اگر اس وقت صحیح اور تندرست ہے نافذ ہوگا کل مال سے اور اگر بیمار ہے نافذ ہوگا ثلث مال سے پس مراد تصرف سے وہ تصرف ہے جس میں انشا اور احداث ہے ایک عقد کا اور اس میں معنی تبرع اور احسان کے پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر اقرار کیا کسی کے دین کا مرض میں تو وہ نافذ ہوگا کل مال میں سے اور اسی طرح اگر نکاح کیا مرض میں مہر مثل پر تو نافذ ہوگا کل مال سے اور لیکن تصرف مضاف الی الموت تو وہ نافذ ہوگا ثلث مال سے خواہ صحت میں کرے یا مرض میں کذا فی الاصل۔

(۲) بیماری جس کے بعد صحت ہوئی

جو بیماری کہ اس کے بعد صحت ہو جاوے وہ مثل صحت کے ہے۔

(۳) مریض کا عتاق و محاباۃ

اور مریض کا عتاق اور محاباۃ (یعنی قیمت واجبی سے کم کو بیچنا یا زیادہ کو خرید کرنا) اور ہبہ اور ضمان حکم وصیت کا رکھتے ہیں تو اگر محاباۃ کے بعد عتق ہو تو محاباۃ مقدم ہے اور جو عتق کے

بعدمحاباۃ کی تو دونوں برابر ہیں۔

فائدہ:۔محاباۃ کے بعداعتاق کی صورت یہ ہے کہ غلام کو جس کی قیمت دوسوروپے تھی سوکو بیچا پھر ایک غلام کو جس کی قیمت سوروپے تھی آزادکیا اور سوا ان دوغلاموں کے اور کچھ مال نہیں رکھتا تو ثلث مال کو پہلے محاباۃ کی طرف صرف کریں گے اور جس غلام کو آزادکیا ہے وہ اپنی کل قیمت میں سعی کرے گا اور عتق کے بعد محاباۃ کی صورت یہ ہے کہ سوروپے والے غلام کو آزادکیا پھر دوسوروپے والے کوسوکو بیچ ڈالا تو ثلث مال یعنی سوروپے کو تقسیم کریں گے دونوں میں نصفا نصف تو جس غلام کو آزادکیا ہے نصف اس کا مفت آزاد ہوگا اور نصف قیمت میں سعی کرے گا اور صاحب محاباۃ دوسرے غلام کو ڈیڑھ سومیں لے گا۔کذافی الاصل۔

(۴) وقالا عتقه اولے فيهما لانه لا يلحقه الفسخ له ان المحاباة اقوى لانه في ضمن عقد المعاوضة ولكن ان وجداولاً وهو لايحتمل الدفع فيزاحم المحاباة ففي عتقه بين المحاباتين نصف للاولى ونصف للأخرين وفى محاباة بين عتقين لها نصف الثلث ولهما نصف والعتق اولى عندهما فيهما ووصية بان يعتق بهذه المأته عبدلاينفذ بما بقى ان هلك درهم بخلاف الحج هذا عند ابى حنيفةؒ وعندهما ينفذالعتق بمابقى كما فى الحج له ان القربة تفاوت بتفاوت قيمة العبد بخلاف الحج وتبطل الوصية عبده ان جنى بعد موته فدفع وان فدى لااوصے بان يعتق الورثة عبده بعد موته فجنے العبد فدفع بطلت الوصية لان الدفع قد صح فخرج عن ملكه فبطلت الوصية اما ان فدى الورثة كان الفداء فى مالهم لانهم التزموه فجازت الوصية لانه طهرعن الجناية فان اوصف لزيد بثلث ماله وترك عبدافادعى زيد عتقه فى صحته والوارث فى مرضه صدق الوارث وحرم زيد الاان يفضل عن ثلثه شئ اويبرهن على دعواه اى اوصے لزيد بثلث ماله واعتق عبدافادعى زيدان الميت قداعتق العبد فے الصحة لئلايكون وصيته فتنفذوصية من ثلث المال وقال الوارث اعتقه فى مرضه والعتق فى المرض مقدم علے الوصية بثلث المال فالقول للوارث لانه ينكر استحقاق زيد فيحرم زيدالاان يكون ثلث المال زائدا علے قيمة العبد فتنفذالوصية لزيد فيمازادالثلث علے القيمة اويبرهن زيدا على ان العتق كان فى الصحة فتقبل بينة لانه خصم فى الثبات ذلک ليثبت له الوصية بالثلث فان ادعى رجل دينا علے ميت وعبده عتاقه فى صحته وصدقها وارثه سعے العبد فى قيمته هذا عند ابى حنيفةؒ وقالا يعتق ولايسعے فى شئ لان الدين والعتق فى الصحة ظهرامعاً بتصديق الوارث فى كلام واحد فصار كانهما وقعاً معاً والعتق فے الصحة لايوجب السعاية له ان الاقرار بالدين اقوى لانه فى المراض يعتبرمن كل المال والاقرار بالعتق فى المرض يعتبر من كل المال والاقرار بالعتق فى المرض يعتبر من الثلث فيجب ان يطل العتق لكنه لايحتمل البطلان فيبطل معنے بايجاب السعاية .

(۴) صاحبین کا موقف

اور صاحبینؒ کی طرف اور جو ایک محاباۃ دو عتقوں کے بیچ میں ہوئی تو نصف محاباۃ میں اور نصف دو عتقوں میں صرف کیا جاوے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں بھی عتق مقدم ہوگا اگر وصیت کی کہ ان سو درہم سے ایک غلام خرید کر کے آزاد کیا جاوے پھر ایک درم اس میں سے تلف ہوگیا تو باقی سے وصیت نافذ نہ ہوگی لیکن حج نافذ ہو جاوے گا اگر غلام کی آزادی کی وصیت کی پھر اس نے جنایت کی اور اس میں دیا گیا تو وصیت باطل ہوگئی اور جو فدیہ دیا گیا تو وصیت باطل نہ ہوگی اگر وصیت کی زید کیلئے ثلث مال کی اور موصی نے ایک غلام چھوڑا بعد اس کے زید مدعی ہے کہ میت نے یہ غلام صحت میں آزاد کیا تھا تا اس کی وصیت صحیح نہ ہو کہ ثلث مال سے نافذ ہو جاوے اور وارث یہ کہتے ہیں کہ اس غلام کو مرض میں آزاد کیا تھا اور عتق فی المرض مقدم ہے وصیت پر تو قول وارثوں کا قسم سے معتبر ہوگا اور زید کو کچھ نہ ملے گا مگر جب ثلث مال اس غلام کی قیمت سے زائد ہووے تو جس قدر زائد ہے وہ زید کو ملے گا یا زید گواہ لاوے اس بات پر کہ عتق صحت میں ہوا تھا اگر ایک شخص نے دعویٰ کیا دین کا میت پر اور اس کے غلام نے دعویٰ کیا اپنے عتق کا صحت میں اور وارث نے دونوں کی تصدیق کی تو غلام قرض خواہ کے حوالے کیا جاوے گا اور وہ اپنی قیمت میں سعی کر کے آزاد ہو جاوے گا۔

باب الوصية للاقارب وغيرهم

(۱) جاره من لصق به هذا عند ابی حنيفةؒ وعندهما الملاصق وغيره سواء (۲) وصهوه كل ذی رحم محرم من عرسه (۳) وختنه زوج كل ذات رحم محرم منه (۴) واهله عرسه فهذا عند ابی حنيفة وعندهما كل من يعولهم ويصيبهم نفقته لقوله تعالیٰ وائتونی باهلكم اجمعين له انه حقيقة فی الزوجة قال الله تعالیٰ وساربا هله ويقال تاهل فلان (۵) وآله اهل بيته وابوه وجده منهم واقاربه واقرباء وذوقرابته وانسابه محرماه فصاعد من ذوی رحمه الاقرب فالاقرب غيرالوالدين والولدوانما قال محرماه لان اقل الجمع ههنا اثنان فاعتبرالاقربية كما فی الميراث وهذا عند ابی حنيفةؒ وقالا الوصية لكل من ينسب الی اقصے اب له ادرک الاسلام وعند بعض المشايخ الیٰ قصے اب له اسلم ويدخل الابعد مع وجود الاقرب ثم لايدخل قرابة الولادة وقد قيل من قال للوالد قريبافهو عاق فان كان له عمان وخالان فذاالعميه فهذا عند ابی حنيفةؒ وقالا يقسم بينهم ارباعا لعدم اعتبارالاقربية وفی عم وخالين نصف بينه وبينهما لان اقل الجمع اذاكان اثنين فللواحدالنصف بقی النصف الأخر فيكون للخالين وعندهما يقسم اثلاثابينهم وفی عم له نصف ای اوصے للاقارب وله عم واحد له النصف لماذكرنا آنفا والعم والعمة سواء فيها وفی ولد زيدا الذكروالانثی سواء وفی ورثته ذكر كالانثيين لانه اعتبرالورثة وحكم الارث هذا وفی ايتام بنيه وعميانهم وزمناهم وارامله‌م دخل فقيرهم وغنيهم وذكرهم واناثهم ان احصواوالافللفقراء منهم اوصی لايتام

بني زيداوعميانهم الى اخره فان كانواقومايحصون دخل الفقير والغني فانه يكون تمليكالهم وان كانواقومالايحصون لايكون تمليكاً لهم بل يرادبه القربة وهي في دفع الحاجة فيصرف الى الفقراء منهم الى فقراء ايتام بني زيداوفقراء عميانهم وكذافي الباقي وفي بني فلان الانثى منهم (۲) وبطلت الوصية لمواليه فيمن له معتقون ومعتقون لان اللفظ مشترك ولاعموم له ولاقرينة تدل علے الاحدهما وفي بعض كتب الشافعيؒ ان الوصية للكل.

باب وصیت اقارب وغیرہ کے بیان میں

(۱) ہمسایہ

ہمسایہ وہ شخص ہے جس کا مکان ملا ہوا ہے۔

فائدہ:۔ امام صاحبؒ نزدیک اور صاحبینؒ کے نزدیک جوایک محلے میں رہتے ہیں اور ایک مسجد ان کو جامع ہو قول امام صاحبؒ کا موافق قیاس کے ہے اس لئے کہ شفعہ میں وہی جار مستحق ہے جو ملاصق ہو۔

(۲) سسرال

صہر یعنی سسرال کے لوگ وہ ہیں جو اس کی زوجہ سے قرابت محرمیت رکھتے ہیں۔

فائدہ:۔ جیسے باپ دادا چچا ماموں اس کی بہنیں وغیرہ ہدایہ میں اس کی دلیل یہ لکھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نکاح کیا صفیہؓ سے تو ان کے محرم قرابت داروں کو ان کے مالکوں سے آزاد کرا دیا واسطے اکرام ان کے کے اور وہ اصہار کہے جاتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور یہاں پر سہو ہوا ہے صاحبؒ ہدایہ سے بجائے صفیہؓ کے جویریہؓ بنت حارث کہنا چاہئے روایت کیا اس کو ابوداؤدؒ نے سنن میں۔

(۳) ختن

ختن یعنی داماد وہ لوگ ہیں جو اس کے قرابت والی محرم عورتوں کے خاوند ہیں۔

فائدہ:۔ یہ سب ان کے عرف میں ہے اور ہمارے عرف میں صہر خسر کو کہتے ہیں اور ختن بیٹی کے شوہر کو درمختار۔

(۴) اہل

اور اہل عبارت ہے اس کی زوجہ سے۔

فائدہ:۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک شامل ہے اس کے سب عیال کو دلیل امام صاحبؒ کی آیت ہے کلام اللہ کی جیسے **وسار باهله** اور عرف اہل عرب کا تاہل فلان کہتے ہیں جس کی زوجہ ہو۔

(۵) آل

اور آل عبارت ہے اس کے اہل بیت سے اور اس کے باپ دادا بھی اس میں داخل ہیں اور اقارب اور اقربا اور ذوی قرابت یا ذوی انساب اس کے دو یا تین یا زیادہ ذی رحم محرم ہیں قریب تر پھر قریب تر سو والدین اور ولد کے پس وصیت اقارب میں اگر اس کے دو چچا اور دو ماموں نکلے تو دونوں چچاؤں کو ملے گا اور جو ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو نصف چچا کو اور نصف باقی دونوں ماموؤں کو ملے گا اور جو ایک ہی چچا ہے تو اس کو نصف ملے گا اور چچا اور پھوپھی برابر ہیں اگرچہ پھوپھی وارث نہیں ہوتی اگر وصیت کی زید کی اولاد کے لئے تو لڑکی لڑکا اس کے برابر ہوں گے حصے میں اور جو وصیت کی اس کے ورثہ کے لئے تو فرزند کو دونا حصہ ملے گا لڑکی کا اگر وصیت کی کسی شخص کے یتیم فرزندوں کے لئے یا ان کے اندھوں کے یا لنگڑوں کے

لئے یا ان کے بیکسوں محتاجوں کے لئے تو اگر وہ لوگ محصور اور معدود ہوں تو فقیر اور غنی اور مرد اور عورت ان کے سب داخل ہوں گے ورنہ ان کے فقیروں کو ملے گا اور جو فلاں شخص کے فرزندوں کے لئے وصیت کی تو اس میں عورتیں داخل ہوں گی۔

فائدہ:۔ جب فلاں عبارت ہو قبیلہ سے یا فخذ سے ورنہ اناث داخل نہ ہوں گی درمختار۔

(٦) موالی کے لئے وصیت

وصیت کی کسی شخص کے موالی کے لئے اور اس کے آزاد کرنے والے بھی ہیں اور آزاد کئے ہوئے بھی ہیں تو وصیت باطل ہوگی۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ مولیٰ کا لفظ مشترک ہے معتق بالکسر اور معتق بالفتح میں اور لفظ عام نہیں اور کوئی قرینہ ایک پر دلالت نہیں کرتا اور بعض کتب شافعیہ میں ہے کہ وصیت کل کیلئے ہے۔

باب الوصية بالسكنى والخدمة

(١) تصح الوصية بخدمة عبده وسكنى داره مدة معينة وابداوبغلتهما فان خرجت الرقبة من الثلث سلمت اليه لهااى الى الموصى له لاجل الوصية والاقسم الدار اثلاثا ويهايا العبد اى يقسم الدار ويسلم الى الموصى له مقدار ثلث الدار ليسكن فيه والعبد يخدم الموصى له بمقدار ماصحت فيه الوصية ويخدم الورثة مقدار مالم تصح (٢) وبموته فى حيوة موصية تبطل وبعد موته يعود الى الورثة اى بموت الموصى له بعد موت موصيه تعود الى ورثة الموصى لانه اوصى بان ينتفع الموصى له على ملك الموصى فاذا مات الموصى له يعودالى ورثة الموصى بحكم الملك وبثمرة بستانه ان مات وفيه ثمرة له هذه فقط اى للموصى له الثمرة الكائنة حال موت الموصى لامايحدث بعد وان ضم ابدا فله هذه ومايحدث كما فى غلة بستانه اى اوصى بغلة بستانه سواء ضم لفظ الابداولافله هذه وما يحدث وبصوف غنمه وولدها ولبنهاله ما فى وقت موته ضم ابدا اولاوالفرق بين الثمرة والغلة والصوف ان الغلة تطلق على الموجود وعلى مايوجد مرة بعداخرى والثمرة والصوف لايطلقان الاعلى الموجود الاانه اذاضم ابدا صارقرينة دالة على تناول المعدوم فتصح فى الثمرة دون الصوف لان العقد على الثمره المعدومة يصح شرعا كالمساقاة لاعلى الصوف والولد ونحوهما (٣) وتورث بيعة وكنيسة جعلتافى الصحة لان هذا بمنزلة الوقف عند ابى حنيفة والوقف يورث عنده واما عندهما لالان هذه معصية فلا تصح الوصية بجعل احدهما سمى قومااولاتصح فان اوصى يهودى اونصرانى ان يجعل القوم مسمين بيعة او كنيسة تصح ولقوم غير مسمين تصح عند ابى حنيفة ولاعندهما فان الوصية بالمعصية لاتصح له انه قربة فى معتقدهم وهم متروكون على مايدينون كوصية مستامن لاوارث له هنابكل ماله لمسلم او ذمى فان الوصية بكل المال انما لاتصح لحق الورثة واماالمستامن فورثته فى دارالحرب وهم فى حكم الاموات فلامانع من الصحة والله اعلم.

باب خدمت اور سکونت اور پھلوں کی وصیت کے بیان میں

(۱) صحیح ہے وصیت کرنا اپنے غلام کی خدمت کا اور اپنے گھر کی سکونت کا مدت معین تک اور ہمیشہ کو اور غلام اور گھر کے محاصل اور کرایہ کی وصیت سو اگر غلام یا گھر تہائی مال سے نکل آوے تو موصیٰ لہ کو تسلیم کئے جاویں واسطے اجرائے وصیت کے اور جو ثلث سے نہ نکل سکیں تو گھر کی تقسیم کی جاوے۔

(یعنی موصیٰ لہ کو گھر میں سے بقدر ثلث مال حوالے کر دیویں کہ اس میں اجرائے وصیت ہووے) اور غلام میں مہایاۃ کرلیں۔

فائدہ:۔ یعنی باری باری نفع میں تو موصیٰ لہ خدمت لیوے اس قدر غلام سے جس میں وصیت صحیح ہوئی اور وارث خدمت لیویں اس مقدار میں جس میں وصیت صحیح نہیں ہوئی کذا فی الاصل۔

(۲) موصی اور موصی لہ کی موت میں ترتیب کے فرق سے حکم میں فرق

اگر موصی لہ موصی کی زندگی میں مرجاوے تو وصیت باطل ہوگی اور جو بعد موصی کے مرنے کے مرے تو موصی لہ کے وارثوں کو پھر آوے گی اور اگر موصی نے اپنے باغ کے پھل کی وصیت کی پھر موصی مرگیا اور حال آنکہ باغ میں پھل موجود ہیں تو موصی لہ کو یہی پھل وقت موت موصی کے ملیں گے نہ آئندہ البتہ اگر موصی نے لفظ ابداً کا یعنی ہمیشہ بڑھا دیا تو اس کو یہ پھل بھی ملیں گے اور آئندہ بھی ملا کریں گے جیسے غلہ باغ کی وصیت میں خواہ ابداً کا لفظ کہے یا نہ کہے یہ پھل بھی ملیں گے اور آئندہ بھی ملا کریں گے اور بھیڑوں کے بال کی وصیت میں اور ان کے بچوں اور دودھ کی وصیت میں وہی بال اور بچے اور دودھ پاوے گا جو موصی کے مرتے وقت موجود تھا خواہ ابداً کا لفظ کہے یا نہ کہے۔

فائدہ:۔ ثمرہ یعنی پھل اور غلہ اور صوف یعنی بالوں میں فرق یہ ہے کہ غلہ باغ آمدنی باغ کو کہتے ہیں خواہ بالفعل ہو یا آئندہ اور ثمرہ اور صوف موجود کو کہیں گے مگر جب اس نے ابداً کا لفظ کہہ دیا تو یہ قرینہ ہوگیا اس امر پر کہ ثمرہ اور صوف شامل ہیں موجود کو اور معدوم کو بھی لیکن ثمرہ معدوم پر عقد صحیح ہے جیسے مساقاۃ میں نہ صوف معدوم اور ولد معدوم میں کذا فی الاصل۔

(۳) کافر کی وصیت عبادت خانہ کیلئے

کافر نے اپنی صحت میں عبادت گاہ بنائی تو وہ بعد اس کے وارثوں کو ملے گی اور اگر کافر نے وصیت کی عبادت گاہ بنانے کے لئے خواہ معین لوگوں کے لئے یا غیر معین لوگوں کے لئے تو صحیح ہے جیسے وصیت مستامن کی جس کا کوئی وارث نہیں ہے دارالاسلام میں ساتھ کل مال کے کسی مسلمان یا ذمی کے لئے صحیح ہے۔

باب الوصی

(۱) یقال اوصی الی فلان ای فوض الیه التصرف فی ماله بعد موته والاسم منه الوصایة بالکسر والفتح والمفوض الیه الوصی (۲) ومن اوصی الی زید وقبل عنده فان ردعنده ردوالالاوانما لایصح الردبغیبته لانه اعتمد علیه حیث قبله بحضوره فان صح الرد بغیبته یلزم الغرور فان سکت فمات موصیه فله رده وضده ای القبول ولزم بیع شئ من الترکة وان جهل به ای بالایصاء

فان الوصی اذاباع شیئا من الترکة من غیر علم بالایصاء ینفذالبیع بخلاف الوکیل اذاباع شیئا بلاعلم بالوکالة فان ردبعد موته ثم قبل صح الااذاانفذ قاض رذہ اذ بمجردالرد لاتبطل الوصیاۃ لان فی بطلانه ضرر بالمیت الااذاتاکدذلک بحکم القاضی والی عبدا وکافرا وفاسقا بدله القاضی بغیرہ قیل الوصایة صحیحة وانما تبطل باخراج القاضی وقیل فی العبد باطلة وفی غیرہ صحیحة وقیل فی الکافر باطلة لعدم ولایة علی المسلم وفی غیرہ صحیحة والی عبدہ صح ان کان ورثته صغارا والا لا هذا عند ابی حنیفة وقالا لاتصح وان کانت الورثة صغارا وهوالقیاس لانه قلب المشروع له ان لعبدہ من الشفقة مالا یکون لغیرہ والصغار وان کانوا ملا لالیس لهم ولایة المنع فلامنافاة بخلاف مااذاکان البعض کبارااذلهم المنع وبیع نصیبهم من هذاالعبد والی عاجز عن القیام بهاضم الیه غیرہ ای یضم القاضی الیه غیرہ ویبقی امین یقدر ای اذاکان الوصی امینا قادراعلی التصرف لایجوز للقاضی اخراجه بل یجب بتقیته

باب وصی کے بیان میں

(۱) وصی اور موصی

عرب کہتے ہیں اوصیٰ الیٰ فلان جب اس کو اپنے مال میں اختیار دیا تصرف کا بعد اپنی موت کے اور اس کو موصی الیہ اور وصی کہتے ہیں۔

(۲) وصی کا وصایت کو قبول یا رد کرنا

زید کو ایک شخص نے اپنا وصی بنایا اور زید نے قبول کر لیا وصایت کو موصی کے پاس تو صحیح ہو گیا پھر اگر رد کیا موصی کے سامنے تو وصایت رد ہوئی ورنہ رد نہ ہو گی۔

فائدہ:۔ یعنی موصی کے پیٹھ پیچھے وصایت سے انکار کرے تو صحیح نہ ہوگا بلکہ وصایت باقی رہے گی اس لئے کہ موصی نے اس پر بھروسہ کیا اب وہ اگر اس کی غیبت میں رد کرے تو فریب دہی ہووے کذافی الاصل اور جو زید نے سکوت کیا یہاں تک کہ موصی مر گیا تو زید کو رد اور قبول دونوں جائز ہیں بعد اس کے

پس اگر وصی نے ترکہ میں سے کوئی چیز بیچی تو بیع لازم ہو گئی اگرچہ وہ اپنے وصی ہونے سے ناواقف ہووے بخلاف وکیل کے جب بیچی کوئی چیز بے علم اپنی وکالت کے پھر اگر وصی نے قبول سے وصایت کے سکوت کیا پھر رد کیا موصی کی موت کے بعد پھر وصایت کو قبول کیا تو درست ہے مگر جبکہ قاضی نے اس کے رد کو نافذ کر دیا اور اگر موصی نے وصی کیا غلام یا کافر یا فاسق کو تو قاضی ان کے بدلے میں اور کسی کو کرے اور جو اپنے غلام کو وصی کیا تو صحیح ہے اگر وارث موصی کے نابالغ نہ ہوں ورنہ نہیں اور جو وصی کہ حقوق وصایت کے ادا کرنے سے عاجز ہو تو قاضی اس کے ساتھ دوسرے کو ملا وے پس اگر وصی امین ہے اور حقوق وصایت کے ادا کرنے پر قادر ہے تو قاضی اس کو معزول نہ کرے بلکہ واجب ہے وصی رکھنا اس کا۔

فائدہ:۔ اور جو قاضی نے باینہمہ اس کو معزول کر دیا تو عزل نافذ ہے لیکن قاضی نے ظلم کیا اور گنہگار ہوا در مختار۔

(۳) والی اثنین لایتفرداحدهما الابشراکفنه وتجهیزه والخصومة فی حقوقه وقضاء دینه وطلبه وشراء حاجة الطفل والاتهاب له واعتاق عبدعین ای اذاکان اوصی باعتاق عبدمعین فاحداالوصیین یملک اعتاقة لعدم الاحتیاج الی الرای بخلاف اعتاق العبدالغیر المعین وردو دیعة وتنفیذ وصیة معینتین وجمع اموال ضائعة وبیع مایخاف تلفه فان بعض هذه الامور ممالایحتاج الی الرای وبعضها ممایضرفیه التوقف فلایشترط الاجتماع والاجتماع فی الخصومة شغب وهذا قول ابی حنیفة ومحمد وعند ابی یوسفؒ یتفرد کل بالتصرف فی جمیع الاشیاء (۴) ووصی الوصی اوصی الیه فی ماله اومال موصیه وصی فیهما وقسمة الوصی عن الورثة مع الموصی له تصح فلاترجع علیه ان ضاع قسطهم معه ای قسمة الوصی الترکة مع الموصی له عن الورثة الصغاراوالکبار الغائبین تصح حتی لو قبض الوصے نصیب الورثة وضاع فی یده لایکون للورثة الرجوع علے الموصی له بشئ (۵) وقسمته عن الموصی له معهم لافیرجع بثلث مابقی اے قسمة الوصی عن الموصی له الغائب مع الورثة الکبار الحاضرین لاتصح حتی لوقبض نصیب الموصی له الغائب وهلک فی یده رجع الموصی له بثلث مابقے اماعن الموصی له الحاضر فقبض الوصی نصیبه ان کان باذنه فهو وکیل عن الموصی له بالقبض فلایکون له حق الرجوع وان لم یکن باذنه فله الرجوع وصحت للقاضے واخذه قسطه ای صحت للقاضے قسمة الترکة عن الموصی له مع الورثة واخذالقاضی نصیب الموصی له فقوله واخذه عطف علے الضمیر فی صحت ویجوز لوجود الفصل بینهما فان قاسمهم فی الوصیة بحج حج بثلث مابقے ان هلک فی یده او فی یدمن یحج ای قسم الوصے مع الورثة فی الوصیة بحج فهلک المال فی یدالوصی او فی یدمن یحج حج بثلث مابقے عند ابی حنیفة وعند ابی یوسفؒ ان کانماافرزللحج ثلث المال لایوخذ من الباقی شئ للحج وان کان اقل یوخذ الی تمام الثلث وعند محمدؒ لایوخذ شئ فے الحالین لان افراز الوصی کافراز المیت ولوافرز المیت شیأمن ماله للحج فضاع بعد موته لایحج من الباقی ولابی یوسفؒ ان محل الوصیة الثلث فینفذان بقی من الثلث شیء ولابی حنیفة ان تمام القسمة بالتسلیم الی الجهة المسماة فاذالم یصرف الی تلک الجهة صارکهلاکه قبل القسمة

(۳) ایک میت کے دووصی

اگر وصی میت کے دو شخص ہیں تو ایک وصی بغیر دوسرے کے کوئی کام نہیں کرسکتا مگر میت کے واسطے کفن خرید سکتا ہے اوراس کی تجہیز کرسکتا ہے اوراس کے حقوق کی خصومت اوراس کے قرضے کا ادا کرنا اوراس کے قرضے کا تقاضا اور مطالبہ اس کے طفل کے واسطے خریدنا حوائج کا اور اس کے لئے ہبہ قبول کرنا اور غلام معین کا آزاد کرنا جس کی آزادی کی موصی نے وصیت کی ہووے اور ودیعت معین کا پھیر دینا اور وصیت معینہ کا جاری کرنا اور اموال ضائعہ کا جمع کرنا اور جس کے تلف ہونے کا خوف ہے اس کا بیچنا یہ سب کام ایک وصی بغیر دوسرے کے کرسکتا ہے۔

فائدہ:۔ امام ابو حنیفہؒ اور محمدؒ کا یہ مذہب ہے اور ابو یوسفؒ کے نزدیک سب کام کرسکتا ہے کذا فی الاصل۔

(۴) وصی کا وصی

وصی کا وصی خواہ وصی نے اس کو اپنے مال میں وصی کیا ہو یا اپنے موصی کے مال میں وصی کیا ہووے بہرصورت دونوں ترکوں میں وصی ہے اور صحیح ہے تقسیم وصی کی ساتھ موصی لہ کے ورثہ کبار کی طرف سے جب غائب ہوں یا صغار کی طرف سے پھر جب وصی نے موصی لہ کا حصہ ترکے میں سے دے کر وارثوں کا حصہ لے لیا اور وہ وصی کے پاس تلف ہوگیا تو وارث موصی لہ سے کچھ پھیر نہیں سکتے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ قسمت صحیح ہوگئی۔

(۵) ورثہ کے ساتھ وصی کی قسمت

اور وصی کی قسمت موصی لہ کی طرف سے ساتھ ورثہ کے درست نہیں ہے تو اگر وصی نے موصی لہ کا حصہ لے لیا اور وہ اس کے پاس سے تلف ہوگیا تو موصی لہ باقی مال میں سے پھر ثلث لیوے البتہ قاضی موصی لہ کی طرف سے تقسیم کر کے حصہ اس کا لے سکتا ہے اگر وصی نے وارثوں کے ساتھ قسمت کی اور حج کی وصیت کا مال نکال لیا اب وہ مال تلف ہوگیا خواہ وصی کے پاس سے یا جس کو حج کرنے کو دیا تھا اس کے پاس سے تو پھر حج کرایا جاوے باقی مال کے ثلث میں سے اور وصی کو درست ہے کہ ایک غلام کو ترکہ میں سے بیع کر ڈالے اگرچہ میت کے قرض خواہ حاضر نہ ہوویں۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ قرض خواہوں کا حق مالیت سے متعلق ہے نہ عین ترکے سے درمختار۔

(٦) وصح بيع الوصی عبدامن التركة بغيبة الغرماء ان يجوزللوصی ان يبيع لقطاء الدين عبدامن التركة بغيبة الغرماء وضمن وصی باع ما اوصی ببيعه وتصدق ثمنه فستحق بعدهلك ثمنه معه ورجع فی التركة اوصى الميت بان يباع هذاالعبد ويتصدق بثمنه فباع الوصی العبد وقبض الثمن فهلك فی يده فاستحق العبدفی يدالمشتری ضمن الوصی الثمن ای يرجع المشتری بالثمن علی الوصی ثم الوصی يرجع فی التركة لانه عامل الميت وكان ابوحنيفة يقول اولالايرجع فی التركة لانه ضمن بقبطه ثم رجع الی ماذكروعندمحمدؒ يرجع فی الثلث لان محل الوصية الثلث كمايرجع فی المال الطفل وصی باع ما اصابه من التركة وهلك معه ثمنه فاستحق والطفل علی الورثة بحصة ای قسم الميراث فاصاب الطفل عبدفباعه الوصی وقبض ثمنه فهلك العبد فی يده فاستحق العبد واخذالمشتری الثمن من الوصی ورجع الوصی فی المال الطفل لانه عامله ويرجع الطفل علی الورثة بنصيبه ممابقی فی ايديهم لان القسمة قد انتقطت وصاركان العبد لم يكن

(٦) غلام کی قیمت کے تصدق کی وصیت کی اور وہ کسی اور کا نکلا

اگر میت نے وصیت کی کہ اس غلام کو بیچ کر اس کی قیمت تصدق کرنا پس وصی نے اس غلام کو بیچا اور ثمن اس کی لے لی بعد اس کے وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی اور غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے پھیر لیوے اور وصی ترکے میں سے لے لیوے اسی طرح اگر متروکہ تقسیم ہوا اور نابالغ کو ایک

غلام حصہ میں پہنچا اوراس کو وصی نے بیچ کر ثمن اس کی لے لی پھر وہ ثمن وصی کے پاس سے جاتی رہی بعد اس کے غلام کسی اور کا نکلا تو مشتری ثمن وصی سے لے لیوے اور وصی نابالغ کے مال میں سے اور نابالغ وارثوں سے حصہ رسد پھیر لیوے۔

(٧) ولايبيع وصی ولايشتری الابما يتغابن به اعلم انه يجوزللوصی ان يبيع مال الصبی وهو من المنقولات من الاجنبی بمثل القيمة وبما يتغابن الناس فيه وهو مايدخل تحت تقويم المقومين ويجوزان يشتری له من الاجلبی كذلک لابالغبن الفاحش وامااالاشتراء من نفسه فان كان الوصی وصی الاب يجوز لاان كان وصی القاضی لكن يشرط ان يكون للصغير فيه منفعة ظاهرة وفسربان يبيع ماله عن الصغير وهو يساوی خمسة عشر بعشرة او يشتری مال الصغير لاجل نفسه وهو يساوی عشرة بخمسة عشر هذاعند ابی حنيفة وابی يوسفؒ واما عند محمد فلايجوز بكل حال واما بيع الاب مال الصغير من نفسه فيجوز بمثل القيمة وبما يتغابن فيه واما عقارالصغير فان باعه الوصی من اجنبی بمثل القيمة يجوزهذاجواب المتقدمين واختيار المتاخرين انه انما يجوزان ارغب المشتری بضعف القيمة اوللصغير حاجة الی ثمنه او علی الميت دين لايقضی الا بثمنه قالواوبه يفتی واماالاب ان باع عقار صغيره بمثل القيمة ان كان محموداعندالناس او مستور الحال يجوز فالقول بان بيع العقار من الاجنبی انما يجوز عند تحقق الشرائط المذكور كرغبة المشتری بضعف القيمة ونحوذلک يوذن بان بيعه من نفسه لايجوز لان العقار من النفس الاموال فاذاباع من نفسه فالتهمة ظاهرة ويدفع ماله مضاربة وشركة وبضاعة ويحتال علی الاملاء لاعلی الاعسرولايقرض ويبيع علی الكبير الغائب الا العقار لان بيع ماله انما يجوز للحفظ والعقار محصن بنفسه ولايتجر فی ماله لان المفوض اليه الحفظ لا التجارة ووصی اب الطفل احق بماله من الجدفان لم يكن له وصی (٨) فالجد ولغت شهادة الوصيين لصغير بمال اوكبيربمال الميت وصحت لغيره لان التصرف فی مال الصغير للوصی سواء كان من التركة اولم يكن وامامال الكبير فان لم يكن من التركة فلاتصرف للوصی فيه فيجوز الشهادة وان كان من التركة لايجوز الشهادة عند ابی حنيفةؒ ويجوز عندهما لانه لاتصرف للوصی فی مال الكبير قلنا له ولاية الحفظ وولاية البيع اذاكان الكبير غائبا كشهادة رجلين للأخرين بدين الف علی ميت والأخرين لاولين بمثله بخلاف الشهادة بوصية الف اوللاولين بعبدوالأخرين لاولين بمثله بخلاف الشهادة بوصية الف اوللاولين بعبد والأخرين بثلث ماله فانه يجوز الشهادة عند ابی حنيفةؒ ومحمدؒ وعد ابی يوسفؒ لايجوز.

(٧) وصی کی بیع وشراء وغیرہ

اور وصی کی بیع اور شرا غبن سے صحیح نہیں ہے مگر اسی قدر غبن سے جو لوگوں کو خرید وفروخت میں ہوا کرتی ہے نہ غبن فاحش سے اور وصی مال کو بطور مضاربت اور شرکت اور بضاعت کے دے سکتا ہے اور حوالہ قبول کرسکتا ہے اس پر جو پہلے مدیون سے زیادہ غنی ہو نہ مفلس پر اور قرض نہیں دے سکتا اور وصی وارث کبیر کا مال جو غائب ہے اس کی بیع کرسکتا ہے مگر عقار کی کہ اس کی

حفاظت ضرور نہیں ہے اور اس کے مال میں تجارت نہیں کر سکتا۔

(۸) دو وصیوں کی گواہی وارث کے لئے

اور باطل ہے گواہی دو وصیوں کی وارث صغیر کے مال کی ہر طرح خواہ صغیر کو میراث سے مال ملا ہو یا اور کسی طریق سے اور وارث کبیر کے حق میں مال ترکہ میں سے اس کے سوا اور جگہ درست ہے جیسے صحیح ہے گواہی دو مردوں کی اور دو شخصوں کے لئے ہزار درم دین ہونے کی میت پر اور انہیں دونوں شخصوں کی پہلے دونوں مردوں کے لئے ہزار درم دین ہونے کی میت پر۔ (یعنی زید اور عمرو نے شہادت دی کہ بکر اور خالد کے ہزار درم میت پر آتے ہیں اور بکر اور خالد نے شہادت دی کہ زید اور عمرو کے ہزار درم میت پر آتے ہیں تو دونوں شہادتیں صحیح ہیں) اور جو ہر فریق نے شہادت دی دوسرے کے لئے اس بات کی کہ میت نے ان کے لئے ہزار درم کی وصیت کی ہے تو یہ شہادت باطل ہے یا ایک نے گواہی دی کہ دوسرے کے لئے ایک غلام کی وصیت کی ہے اور دوسرے فریق نے گواہی دی کہ اول کے لئے ثلث مال کی وصیت کی ہے تب بھی باطل ہے۔

کتاب الخنثیٰ

(۱) وهو ذوفرج وذكرفان بال من ذكره فذكروان بال من فرجه فانثى وان بال منها حكم بالاسبق وان استويافمشكل ولا تعتبر الكثرة هذاعند ابى حنيفة وقالاتعتبرالكثرة (۲) فان بلغ وخرج له لحية اووطے امرأة فرجل وان ظهرله ثدى اونزل له لبن اوحاض اوحبل اووطے فانثے اى ان ظهر تلك العلامات فقط فذكروان ظهرهذه العلامات فقط فانثى والامشكل اى ان لم يكن كذلك بان لم يظهرشئ من العلامات المذكورة اواجتمعت علامات الذكور مع علامات الاناث كمااذاخرجت لحيته وظهرله ثدى فمشكل (۳) ويقف بين صف الرجال والنساء فان قام فى صفهن اعاد وفى صفهم يعيد من بجنبيه ومن خلفه بحذائه وصلے بقناع ولايلبس حريرا او حلياولايكشف عند رجل وامرأة ولايخلوبه غيرمحرم رجل اوامرأة ولايسافربلا محرم وكره للرجل والمرأة ختنته وتبتاع امة تختنه ان ملك مالاولافمن بيت المال ثم تباع وان مات قبل ظهورے حاله لم يغسل ويتم من التيمم وهو جعل الغير ذاتيمم وانما لايشترى له جارية تغسله لان الجارية لاتكون مملوكة له بعدالموت اذلو كانت لجازغسل الجارية لسيدها اذالم يكن خنثے وكان هذا اولى من غسل الرجل الرجل ولايحضر مراهقا غسل ميت وندب تسبيحة قبره قدمرمعنے التسبيحه فى باب الجنائز ويوضع الرجل بقرب الامام ثم هوثم المرأة اذاصلے عليهم ليكون جنازة المرأة ابعدمن عيون الناس

(یہ کتاب ہے خنثیٰ کے احکام میں)

(۱) خنثیٰ کی تعریف اور علامات

خنثیٰ وہ ہے جو فرج اور ذکر دونوں رکھتا ہووے پس اگر پیشاب کرے ذکر سے تو وہ مرد ہے اور پیشاب کرے فرج سے تو وہ عورت ہے۔

فائدہ:۔ اس لئے کہ روایت کیا ابن عدی نے کامل نے ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھے گئے

اس کی میراث سے تب فرمایا آپؐ نے کہ جہاں سے پیشاب کرتا ہے اس کا اعتبار ہوگا اور روایت کیا عبدالرزاق نے مصنف میں حضرت علیؓ سے مثل اس کے کذافی تخریج الہدایۃ۔

☆اور جو دونوں جگہ سے پیشاب کرتا ہے تو جہاں سے اول پیشاب نکلتا ہے اسی کا اعتبار ہوگا اور جو دونوں جگہوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہووے تو وہ خنثٰی مشکل ہے۔ (اور صاحبین کے نزدیک پھر کثرت کا اعتبار ہوگا یعنی دیکھا جاوے گا کہ کس مقام سے زیادہ پیشاب آتا ہے)

(۲)بلوغ کے بعد خنثیٰ کی علامات

یہ سب باتیں قبل بلوغ کے ہیں پھر جب بالغ ہوا اور اس کی داڑھی نکل آئی یا کسی عورت سے اس نے جماع کیا تو وہ مرد ہے اور جو اس کی چونچیاں ابھر آئیں یا دودھ اتر آیا یا حیض آ گیا یا حمل رہ گیا یا اس سے کسی شخص نے وطی کی تو وہ عورت ہے اور جو کوئی علامت ان میں سے ظاہر نہیں ہوئی یا دونوں قسم کی علامتیں پائی گئیں مثلاً ڈاڑھی بھی نکلی اور چونچیاں بھی ابھر آئیں تو وہ خنثٰی مشکل ہے۔

فائدہ:۔آگے اسی کے احکام مذکور ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۳)خنثیٰ مشکل کے احکام

اگر عورتوں کی صف میں کھڑا ہووے تو نماز کا اعادہ کرے اور جو مردوں کی صف میں کھڑا ہووے تو اس کے دائیں بائیں والا اور پیچھے والا شخص نماز کا اعادہ کرے اور نماز پڑھے سر ڈھانپ کر اور ریشمی کپڑا اور زیور نہ پہنے اور اپنا بدن نہ کھولے عورت اور مرد کے سامنے اور اس سے خلوت نہ کرے کوئی غیر محرم مرد یا غیر محرم عورت اور سفر نہ کرے بغیر محرم کے اور مرد یا عورت کو اس کا ختنہ کرنا مکروہ ہے بلکہ اس کو ایک لونڈی خرید دیں کہ وہ اس کا ختنہ کرے اگر اس کے پاس مال ہو ورنہ بیت المال سے خرید دیں پھر بیچ کر روپیہ اس کا بیت المال میں داخل کرلیں اور جو قبل اس کے حال کھلنے کے کہ مرد ہے یا عورت مر جاوے تو اس کو غسل نہ دیویں بلکہ تیمّم کرادیویں۔

فائدہ:۔ اور یہاں پر اس کے غسل کرانے کے لئے لونڈی خرید نہیں سکتے کیونکہ لونڈی اول تو میت کی مملوک نہیں ہوسکتی دوسرے لونڈی کو اپنے سید کا غسل موت درست نہیں ہے اور خنثٰی جب قریب بلوغ کے ہووے تو عورت یا مرد کے غسل کے وقت نہ آوے اور مستحب ہے اس کی قبر پر پردہ کرنا اور جو خنثٰی اور ایک مرد اور عورت کا جنازہ نماز پڑھنے کے لئے آوے تو امام کے قریب مرد کو رکھیں پھر خنثٰی کو پھر عورت کو۔

فائدہ:۔ واسطے رعایت ترتیب کے تاکہ عورت کا جنازہ دورتر ہووے لوگوں کی آنکھ سے پھر خنثٰی کا کذافی الاصل۔

(۴) ثم الخنثے فان ترکه ابوه وابنافله سهم وللابن سهمان وعندالشعبیؒ له نصف النصیبین وذاثلثة من سبعه عند ابی یوسفؒ وخمسة من اثنی عشرعند محمدؒ واعلم ان عند ابی حنیفةؒ له اقل النصیبین ای ینظر الی نصیبه ان کان ذکرا والی نصیبه ان کان انثی فای منها یکون اقل فله ذلک ففی هذه الصورة میراثه علےٰ تقدیر الانوثة اقل فله ذلک فان ترکت زوجا وجدة واخالاب وام هو خنثے فعلےٰ تقدیرا لانوثة له ثلاثة من سبعه وعلےٰ تقدیر الذکورة اثنان من ستة فله هذالانه اقل ذلک لان الثلث اقل من ثلاثة الاسباع لان ثلث السبعة اثنان وثلث واحد وثلاثة اسباع السبعة ثلاثة وعندالشعبیؒ له نصف النصیبین ای یجمع بین نصیبه ان

كان ذكراوبين نصيبه ان كان انثى فله نصف ذلك المجموع ففسره ابويوسفؒ بانه ثلاثة من سبعة لان له الكل علے تقديرالذكورة والنصف علے تقديرا لانوثة فصارواحد او نصفا فنصفه ثلاثة الارباع فيكون للابن الكل ان كان منفرد اوللخنثى ثلاثة الارباع فمخرج الاربعة اربعة فالكل اربعة وثلاثة الارباع ثلثة فصارسبعة بطريق العول للابن اربعة وللخنثے ثلاثة وان شئت تقول له النصف انكان انثى والكل انكان ذكرافالنصف متيقن ووقع الشك فى النصف الأخرفالنصف صارربعافالنصف والربع ثلاثة ارباع وفرمحمد رحمه الله بانه خمسة من اثنى عشرلانه يستحق النصف مع الابن ان كان ذكراوالثلث انكان انثى والنصف والثلث خمسة من ستة فله نصف ذلك وهواثنان ونصف من ستة ووقع الكسربالنصف فضرب فى ا ثنين صارخمسةمن اثنى عشروهو نصيب الخنثے والباقى وهو السبعة نصيب الابن وان شئت تقول الثلث ان كان انثى والنصف انكان ذكراومخرجهما ستة فالثلث اثنان والنصف ثلاثة فاثنان متيقن وقع الشك فى الواحد الأخرفالنصف صاراثنين ونصفا وقع الكسر بالنصف فصارخمسة من اثنى عشروان اردت ان تعرف ان ثلثة من سبعة اكثرام خمسة من اثنى عشر فلابدمن التجنيس وهو جعل الكسرين من مقام واحد فاضرب السبعة فى اثنى عشرصاراربعة وثمانين ثم اضرب الثلثة فى اثنى عشر صارستة وثلثين فذلك هوالثلاثة من السبعة واضرب الخمسة فى سبعة صارخمسة وثلثين هذاهوالخمسة من اثنى عشروالاول وهوستة وثلثون زائد علے هذااى علے خمسة وثلثين بواحد من اربعة وثمانين فهذاهوالتفاوت بين ماذهب اليه ابويوسفؒ وماذهب اليه محمد

(۴) خنثیٰ مشکل کا میراث میں حصہ

اگر خنثٰی مشکل کا باپ مرگیا اور ایک بیٹا اور خنثیٰ کو چھوڑ تو بیٹے کو دو حصے اور خنثیٰ کو ایک حصہ ملے گا۔

فائدہ:۔ یہ مذہب امام کا ہے اس واسطے کہ خنثیٰ کو ان کے نزدیک اقل النصیبین ملے گا اسی پر فتویٰ ہے درمختار اور اصل کتاب میں اس مقام پر تفصیل کی ہے جس کا جی چاہے دیکھ لیوے۔

مسائل شتی

(۱) كتابة الاخرس وايماؤه وبما يعرف به نكاحه وطلاقه وبيعه وشراؤه وقوده كالبيان اماالكتابة فهى اماغير مستبين كالكتابة علے الهواء وعلے الماء فلااعتبارلها فامامستبين غيرمرسوم نحوان يكون علے ورق شجراوعلے جداراوعلے كاغذ لكن لاعلے رسم الكتب بان يكون معنونا فهو كالكناية لابدمن النية او القرينة كالاشهاد مثلاواما مستبين مرسوم بان يكون علے كاغذ ويكون معنونانحوسن فلان الى فلان فهذامثل البيان سواء كان من الغائب او من الحاضر ولايحد اى اذاقربما يوجب الحد بطريق الاشارة او قذف بطريق الاشارة

وقالوافی معتقل اللسان ان امتد ذلک وعلم اشارته فکذاوالافلا المعتقل اللسان هوالذی عرض له احتباس اللسان حتے لایقدر علے الکلام فعند الشافعیؒ حکمه حکم الاخرس وعنداصحابنا ان امتدذلک وعلم اشاراته کان حکمه حکم الاخرس والافلا وقدر الامتداد ادبسنة وقیل بان یبقے الی زمان الموت قیل وعلیه الفتوی وفی غنم مذبوحة فیها میتة وھی اقل تحرے واکل فی الاختیار انما قال فی الاختیار لانه یحل اکل المیتة فی حال الاضطرار وقال الشافعیؒ لایباح التناول لان التحری دلیل ضرورے ولاضرورة ھٰھنا قلنا التحری یصار الیه لدفع الحرج واسواق المسلمین لاتخلواعن المسروق والمغصوب والمحرم ومع ذلک یباح التناول اعتماد اعلے الغالب والله اعلم بالصواب.

تمت

نحمده وبه نستعین ونصلے علے رسوله واٰله واجمعین امابعد فقد تم الکتاب وکمل الفراغ منه فی المطبع المجتبائی الواقع ببلدة الدھلے فی سنة اربع وثلثین بعدالالف وثلثمائة من ھجرة سید المرسلین صلے الله تعالیٰ علیه وعلیٰ آله واصحابه اجمعین.

متفرق مسائل

(۱) گونگے کا لکھنا اور اشارہ

گونگے کا لکھنا اور اشارہ کرنا اس طرح پر کہ اس سے نکاح یا طلاق یا بیع اس کی معلوم ہووے مثل زبان سے کہنے کے ہے۔

فائدہ:۔ لیکن کتابت تین قسم ہے ایک غیر مستبین جو معلوم نہیں ہوتی جیسے کتابت صفحہ ہوا پر یا پانی پر تو اس کا اعتبار نہیں ہے دوسرے مستبین غیر مرسوم جیسے درخت کے پتے پر یا دیوار پر یا کاغذ پر لیکن نہ بطور رسم کتابت کے تیسرے مستبین مرسوم با ایں طور کہ کاغذ پر ہووے اور معنون ہو جیسے فلاں کی طرف سے فلاں کو تو یہ مثل زبان سے کہنے کے ہے خواہ غائب سے ہو یا حاضر سے کذافی الاصل۔

(۲) گونگے کے اشارہ سے حد نہ ہونا

لیکن گونگے پر اشارے سے حد نہ پڑے گی۔

(۳) جس کی زبان بند ہوگئی اس کا حکم

اور جس کی زبان بند ہوگئی ہو تو اگر یہ امر ایک مدت تک رہے اور اس کے اشارے معلوم ہونے لگیں تو مثل گونگے کے اس کا حکم ہے ورنہ نہیں۔

فائدہ:۔ اور مقدار امتداد بعضوں کے نزدیک ایک سال ہے اور بعضوں کے نزدیک یہ ہے کہ زمانہ موت تک رہے اور اسی پر فتویٰ ہے کذافی الاصل۔

(۴) مذبوح و مردار بکریوں کا ملا ہوا ہونا

چند بکریاں ذبح کی ہوئی ہیں اور اس میں مردار بکریاں بھی ہیں لیکن مردار کم ہیں تو سوچ کر کھاوے اگر اضطرار نہ ہووے۔

فائدہ:۔ اس واسطے کہ حالت اضطرار میں تو مردار بھی کھانا حلال ہے اور اس میں امام شافعیؒ کا خلاف ہے اور دلیل ہماری اصل کتاب میں مذکور ہے فقط۔

واخردعوآن الحمد لله رب العٰلمین
والصلوٰة والسلام علےٰ رسوله سید المرسلین وعلیٰ اٰله
واصحابه الیٰ یوم الدین وغفرلنا معھم اجمعین.